TIGHT BINDING BOOK

TEXT PROBLEM WITHIN THE BOOK ONLY TEXT FLY WITHIN THE BOOK ONLY

UNIVERSAL
LIBRARY
OU_188209
UNIVERSAL
LIBRARY

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ

۷۸۶

چوں نص بالا دال است بر توقف تذکر و منہ التصوف بر حصول لب

اعنی بہ العلم والتعرف۔ پس برائے تکمیل ایں ضرورت رسالہ

۵۶۳

التکشف عن مہمات التصوف

کہ ہم ذریعۂ تکرم است باین فن و تشرف، و ہم منزل خشونت است مے تقشف

از افادات حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرفعلی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ فی ظلہ عن

التلہف والتاسف

حسب الارشاد عمدۃ المحققین زبدۃ المدققین شیخ العرب والعجم ملجا الکل فی الکل

طبع ہوا کتب خانہ اشرفیہ دربیہ کلاں دہلی سے جملہ تصانیف حضرت حکیم الامۃ مجدد الملۃ مولانا مولوی شاہ محمد اشرف علی صاحب ادام اللہ ظلہم العالی ملتی ہیں

اسمار رسائل کہ اجزاء یا ماخذ ایں رسالہ تکشف است وہمہ آنہا از حضرت مولف مدظلہم العالی است

(تکشف میں یہ رسالے بتمامہا لکھے گئے ہیں)

نذیل[1] قصد السبیل[2] طلسم کشائے فرنگیین[3] ملخص[4] الانوار والتجلی[5] مسائل المثنوی[6] الفتوح[7] فیما یتعلق بالروح[8] عرفان حافظ[9] حقیقۃ الطریقہ[10] من السنۃ الانیقہ تائید[11] الحقیقۃ بالآیات العتیقہ مع ترجمہ برجامہ بہشیہ[12] النکت[13] الدقیقہ مما یتعلق بالحقیقہ

[1] ۱۲ و ۱۳ اگرچہ رسالے نہیں ہیں مگر مستقل مضامین ہونے سے کالرسالہ ہیں ۱۲

تکشف میں ان رسالوں کے مضامین منتخب کرکے لکھے گئے ہیں

حصہ[14] اول بہشتی زیور۔ کرامات[15] امدادیہ۔ التقی[16] خاتمہ[17] بالخیر۔ امداد[18] الفتاوی ماوراد[19] رحمانی۔ فروع[20] الایمان۔ شوق[21] وطن

تکشف میں ان رسالوں کے صرف نام ہی حوالہ کے لئے لکھے گئے ہیں

بہشتی زیور[22] تا حصہ ہفتم۔ بہشتی[23] گوہر۔ قصد[24] السبیل۔ تعلیم[25] الدین باب پنجم حق[26] السمع۔ کمالات[27] امدادیہ۔ رد[28] نمائے مثنوی۔ تلخیص[29] البدایہ

[22] چونکہ متوسط فہرست میں اس رسالہ کا نام آچکا ہے لہذا اس فہرست میں اسپر جدا نمبر نہیں ڈالا گیا ۱۲

دیباچہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد الحمد والصلوٰۃ یہ خیر اندیش خلق مظہر مدعا ہے کہ یہ مجموعۂ اوراق کوئی مستقل تصنیف نہیں بلکہ اپنے چند رسائل یا اُن کے اجزاء متفرق کا جمع اور تالیف ہے۔ داعی اس جمع کا یہ ہوا کہ اکثر طالبان حق مختلف طبقات کے یعنی عوام بھی خواص بھی وقتاً فوقتاً طریق اصلاح نفس و تربیت باطن کا علماً و عملاً حاصل کرنے کی درخواست کرتے رہتے اور بمقتضائے **الدین النصیحۃ** باوجود اپنی نااہلی کے مخلص اپنے بزرگوں کے امتثال امر کے سبب بقدر اپنے علم و فہم کے مشورۂ مفیدہ سے اُن کی اعانت اور خدمت کی جاتی اور چونکہ ہر طبقہ کے اعمال حسب تفاوت استعداد باہمدگر متفاوت ہیں اور بوجہ توقف اعمال کے علوم پر بر طبق تنوع اعمال و احوال اُن کے علوم بھی متنوع ہیں اس لئے ہر طالب کو جُداگانہ علوم و اعمال کی تعلیم و تلقین کی حاجت ہوتی اور چونکہ یہ تعلیم زبانی ہوتی تھی اس لئے بعض اوقات بوجہ ضیق وقت یا عدم استحضار فی الذہن بعض امور کے بیان و اظہار میں متکلم سے فروگذاشت ہوجاتی اور احیاناً بعضی ضروریات کے فہم یا ضبط میں سامع سے کوتاہی ہوجاتی یا بعد فہم و ضبط کے ذہول ہوجاتا اور غالباً ایسے اتفاقات ہر معلم و متعلم کو پیش آتے ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ اتفاقی اختلالات جو کہ زبانی تعلیم میں متحمل اور واقع ہیں ان کی تلافی صرف اُن مضامین کے مقید بالکتابت رہنے سے ہوسکتی ہے اور گو فن میں کثرت سے کتب موجود ہیں اور بوجہ اس کے کہ اُن کتب کا دیکھنا ہر شخص کو خالی از صعوبت نہ تھا احقر نے ان ضرورتوں پر نظر کرکے اُن کتب سے ملتقط کرکے اپنے مختلف رسالوں میں متفرق مقامات پر ایسے مہمات سے تعرض بھی کیا ہے مگر اُن رسائل کا اول جمع کرنا پھر اول سے آخر تک یا استیعاب اُن کا مطالعہ کرنا پھر اُن کا ذہن میں رکھنا تشتت و تکلف سے خالی نہ تھا اسلئے کبھی کبھی خیال آیا کرتا تھا کہ ان رسائل میں سے ہر طبقہ کے مہمات علمیہ و عملیہ کو جن کو فن تہذیب نفس یعنی تصوف سے زائد خصوصیت ہے منتخب کرکے مجتمع کردیا جاوے اور نیز تسہیل کے لئے ہر طبقہ کے مہمات کو ایک دوسرے سے ممتاز اور غیر مخلوط رکھا جاوے۔ تو

الحمد سے کہ ضرورت مذکورہ کے رفع میں اس سے کفایت ہوجاوے مدت تک یہ خیال دل میں دورہ کرتا رہا مگر دوستوں کے تشاس کی وجہ سے وقت ملنے کا منتظر رہا اس اثنا میں اپنے اس خیال کو بعض احباب سے بھی مرۃ بعد مرۃ ذکر کیا تو بلا اختلاف سب نے پسند فرمایا سب سے آخیر میں مکرم شفیق مخلصی حاجی **محمد صدیق** احمد ساکن بنت سنڈھ اللہ تعالیٰ بالتوفیق سے جو اسکے ذکر کی نوبت آئی تو انہوں نے پسندیدگی کے ساتھ اسکے جمع و ترتیب پر اشتیاق اور بدلات خود اسکے طبع کے انتظام و اہتمام کی مستعدی اور تصدق ہر فرمایا اس لئے وہ خیال کہنہ پھر تازہ ہوا اور وہ حدیث النفس مرتبہ عزم میں آئی۔ اب بنام خدا اس مجموعہ کو شروع کرتا ہوں اور **التکشف عن مہمات التصوف** اس کا نام رکھتا ہوں۔ اور اس کے تین حصے کرتا ہوں۔ **پہلا حصہ** کم استعداد رجال و نساء کے لئے **دوسرا حصہ** متوسط استعداد والوں کے لئے **تیسرا حصہ** اہل علم کے لئے اور ہر حصہ میں جو متفرق مضامین رسائل ہیں کے ہیں وہ بتفاصیل اور بعینہا منقول ہیں البتہ کسی کسی جگہ بضرورت ایک آدھ لفظ میں تغیر کرنا پڑا ہے اور جو مستقل رسائل ہیں موقع ترتیب میں انکا صرف نام لکھدیا گیا ہے کہ اس موقع پر ان کا مطالعہ کرلیں پھر چھاپنے والے اگر چاہیں نام ہی لکھنے پر اکتفا کرکے مجموعہ کو مختصر رکھیں اور اگر مصلحت سمجھیں تو پورا رسالہ نقل کرکے مجموعہ میں شامل کردیں البتہ بعض رسالے جو اتباکثاث نہیں ہوئے تھے بضرورت وہ تمام نقل کئے گئے اور ہر مافوق طبقہ والے ماتحت طبقہ والوں کے حصہ کو بھی مطالعہ کرلیں تو اور زیادہ انفع و اصلح ہے اور اگر سب طبقات والے اپنے اپنے حصہ کو بجائے مطالعہ کے درساً حاصل کرلیں تو زیادہ اطمینان کی بات ہے اور ماخذ اس مجموعہ کا احقر نے صرف اپنی تالیفات کو اسلئے قرار دیا کہ اپنے دوستوں کی مناسبت ان سے معلوم ہوچکی ہے اور مدار نفع کا مناسبت ہی پر ہے۔ اور ضرورت اور اخذ عن السلف کا لحاظ بالفضلہ تعالیٰ ان تالیفات میں پہلے سے کیا جاچکا ہے جو کہ موقوف علیہ ہے تالیفات متاخرہ کے صحیح اور قابل عمل ہونے کا اسلئے کلام متقدمین سے التقاط کا تعب مکرر برداشت کرنا ضروری معلوم ہوا پس صورۃً یہ مجموعہ ہے رسائل جدیدۃ التصنیف کے مضامین کا اور حقیقۃً تجدید اور خلاصہ ہے منقولات عن ائمۃ السلف کا۔

اب اللہ تعالیٰ سے دعا ہے اور ناظرین سے بھی اس دعا کی استدعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو مؤلف اور مؤلف لہم کے لئے ذریعۂ وصول الی المقصود الحقیقی بناوے آمین یا ہو الموفق والمعین فی کل امر وحین

کتبہ اشرف علی التھانوی

عاشورا ۱۳۱۷ھ

ل
الفوز الکبیر
الی قولہ والطیف
فی التفسیر مجتبی کردیا
ل
کہ اکابر تجویز
کے بعد اس اعتبار
سے وہ بھی عمل
فہرست شدہ
رسالوں کے ہوگیا
۱۲ منہ

حصہ اوّل از مجموعہ تکشف

برائے کم استعداد ان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حصہ اوّل و دوم و سوم و چہارم و پنجم و ششم و ہفتم بہشتی زیور و حصہ یازدہم مسمّٰی بہ بہشتی گوہر۔ ان سب کا مطالعہ کریں اور اگر عقائد و مسائل ضروریہ دوسرے معتبر اور کافی رسالون سے حاصل کرلئے ہون تو بہشتی زیور کے حصہ اول سے نظم ذیل اور حصہ دوم سے مسایل ذیل اور ساتوان حصہ پورا مطالعہ کریں۔

نظم در بے رغبتی از زیور مخصوص برائے مستورات از بہشتی زیور حصہ اوّل

اصلی انسانی زیور

ایک لڑکی نے یہ پوچھا اپنی اماں جان سے
آپ زیور کی کریں تعریف مجھ انجان سے

کون سے زیور ہین اچھے یہ جتا دیجئے مجھے
اور جو بدزیب ہین وہ بھی بتا دیجئے مجھے

تاکہ اچھے اور بُرے مین مجھکو بھی ہو امتیاز
اور مجھ پر آپ کی برکت سے کھلجائے یہ راز

یون کہا ماں نے محبت سے کہ اے بیٹی مری
گوش دل سے بات سُن لو زیور دنکی تم ذری

سیم و زر کے زیوردنکو لوگ کہتے ہین بھلا
پر نہ میری جان ہونا تم کبھی اُن پر فدا

سونے چاندی کی چمک بس دیکھنے کی بات ہے
چار دن کی چاندنی اور پھر اندھیری رات ہے

تمکو لازم ہے کرو مرغوب ایسے زیورات
دین و دنیا کی بھلائی جسمین انجان آئے ہاتھ

سر پہ جو موم عقل کا رکھنا تم اے بیٹی مدام
چلتے ہین جسکے ذریعہ سے سب انسان کے کام

بالیاں ہون کان مین ایجان گوش ہوش کی
اور آویزے نصایح ہون کہ دل آویز ہون
کان کے پہنے دیا کرتے ہین کانون کو عذاب
اور زیور گر گلے کے کچھ تجھے درکار ہون
قوتِ بازو کا حاصل تجھکو بازو بند ہو
ہین جو سب بازو کے زیور سب کے سب بیکار ہین
ہاتھ کے زیور سے پیاری دستکاری خوب ہے
کیا کروگی اے مری جان زیور خلخال کو
سب سے اچھا پاؤن کا زیور یہ ہے نور بصر

اور نصیحت لاکھ تیرے جھومکون مین ہو بھری
گر کرے اوپر عمل تیرے نصیبے تیز ہون
کان مین رکھو نصیحت دین جو اور اق کتاب
نیکیان پیاری مری تیرے گلے کا ہار ہون
کامیابی سے سدا تو خرم و خورسند ہو
ہتھین بازو کی اے بیٹی تری درکار ہین
دستکاری وہ ہنر ہے سب کو جو مرغوب ہے
پھینک دنیا چاہیے بیٹی بس اس جنجال کو
تم رہو ثابت قدم ہر وقت راہ نیک پر

قیم وزر کا پاؤن مین زیور نہ ہو تو ڈر نہین
راستی سے پاؤن پھسلے گر نہ میرے جان کہین

مسائل متعلقہ نوافل از بہشتی زیور حصہ دوم

بعضی نفلون کا ثواب بہت زیادہ ہوتا ہے۔ اسلئے اور نفلون سے انکا پڑھنا بہتر ہے کہ تھوڑی سی محنت مین بہت ثواب ملتا ہے وہ یہ ہین تحیۃ الوضو۔ اشراق۔ چاشت۔ اوابین۔ تہجد۔ صلوٰۃ التسبیح۔

تحیۃ الوضو

تحیۃ الوضو اس کو کہتے ہین کہ جب کبھی وضو کرے تو وضو کے بعد دو رکعت نفل پڑھ لیا کرے حدیث مین اس کی بڑی فضیلت آئی ہے لیکن جس وقت نفل نماز مکروہ ہے اسوقت نہ پڑھے۔

اشراق

اشراق کی نماز کا یہ طریقہ ہے کہ جب فجر کی نماز پڑھ چکے تو جانماز پر سے نہ اٹھے اسی جگہ بیٹھے بیٹھے درود شریف کلمہ یا اور کوئی وظیفہ پڑھتا رہے اور اللہ کی یاد مین لگا رہے دنیا کی کوئی بات چیت نکرے نہ دنیا کا کوئی کام کرے جب سورج نکل آوے اور اونچا ہو جاوے تو دو رکعت یا چار رکعت پڑھے تو ایک حج اور ایک عمرے کا ثواب ملتا ہے اور اگر فجر کی نماز کے بعد کسی دنیا کے دھندے مین لگ گیا پھر سورج اونچا ہو جانے کے بعد اشراق کی نماز پڑھی تو بھی درست ہے لیکن ثواب کم ہو جاویگا۔

چاشت

پھر جب سورج خوب زیادہ اونچا ہو جاوے اور دھوپ تیز ہو جاوے تب کم سے کم دو رکعت پڑھے یا اس سے زیادہ پڑھے یعنی چار رکعت یا آٹھ رکعت یا بارہ رکعت پڑھ لے اسکو چاشت کہتے ہین اسکا بھی بہت ثواب ہے

اوابین

مغرب کے فرض اور سنتون کے بعد کم سے کم چھ رکعتین اور زیادہ سے زیادہ بیس رکعتین پڑھے اسکو اوابین کہتے ہین

تہجد

آدھی رات کو اٹھکر نماز پڑھنے کا بڑا ہی ثواب ہے اسی کو تہجد کہتے ہین یہ نماز اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت مقبول ہی اور سب سے زیادہ اسکا ثواب ملتا ہے تہجد کی کم سے کم چار رکعتین اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعتین ہین نہ ہو تو دو ہی رکعتین سہی اگر پچھلی رات کو ہمت نہ ہو تو عشا کے بعد پڑھے مگر وہ یہ ثواب نہ ہوگا اسکے سوا بھی رات دن مین جتنی چاہے نفلین پڑھے۔

صلوٰۃ التسبیح

صلوٰۃ التسبیح کا حدیث شریف مین بڑا ثواب آیا ہے اسکے پڑھنے سے بے انتہا ثواب ملتا ہے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباسؓ کو یہ نماز سکھلائی تھی۔ اور فرمایا تھا اسکے پڑھنے سے تمہارے سب گناہ اگلے پچھلے نئے پرانے چھوٹے بڑے سب معاف ہو جائینگے اور فرمایا تھا کہ اگر ہو سکے تو ہر روز یہ نماز پڑھ لیا کرو اور ہر روز نہ ہو سکے تو ہفتہ مین ایک دفعہ پڑھ لو اگر ہر ہفتہ نہ ہو سکے تو ہر مہینے مین پڑھ لیا کرو۔ ہر مہینے مین بھی نہ ہو سکے تو ہر سال مین ایک دفعہ پڑھ لو۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو عمر بھر مین ایک دفعہ پڑھ لو۔ اس نماز کے پڑھنے کی ترکیب یہ ہے کہ چار رکعت کی نیت باندھے اور سُبْحَانَ اللّٰهُمَّ اور الحمد اور سورت جب سب پڑھ چکے تو رکوع سے پہلے ہی پندرہ دفعہ یہ پڑھے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ پھر رکوع مین جاوے اور سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ کہنے کے بعد دس دفعہ پھر یہی پڑھے پھر رکوع سے اٹھے اور سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کے بعد پھر دس دفعہ پڑھے پھر سجدہ مین جاوے اور سبحان ربی الاعلیٰ کے بعد پھر دس دفعہ پڑھے پھر سجدہ سے اٹھ کے دس دفعہ پڑھے اسکے بعد دوسرا سجدہ کرے اس مین بھی دس دفعہ پڑھے پھر سجدہ سے اٹھے بیٹھے اور دس دفعہ پڑھ کے دوسری رکعت کیلئے کھڑا ہو اسی طرح دوسری رکعت پڑھے اور جب دوسری رکعت مین التحیات کے لئے بیٹھے تو پہلے وہی پندرہ دفعہ پڑھے تب التحیات پڑھے اسی طرح چارون رکعتین پڑھے۔

مسئلہ ان چارون رکعتون مین جو سورت چاہے پڑھے کوئی سورت مقرر نہین ہے۔

استخارہ کی نماز کا بیان

جب کوئی کام کرنے کا ارادہ کرے تو للہ میان سے صلاح لے لیوے اس صلاح لینے کو استخارہ کہتے ہین حدیث مین اس کی بہت ترغیب آئی ہے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ اللہ تعالیٰ سے صلاح نہ لینا اور استخارہ نہ کرنا بدبختی اور کم نصیبی کی بات ہے کہین منگنی کرے یا بیاہ کرے یا سفر کرے یا اور کوئی کام کرے تو بے استخارہ کئے نکرے تو انشاء اللہ تعالیٰ کبھی اپنے کئے پر پشیمانی نہ ہوگی۔

استخارہ کی نماز کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے دو رکعت نفل نماز پڑھے۔ اُسکے بعد خوب دل لگا کے یہ دعا پڑھے:۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ وَاَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ وَاَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّکَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ فَاقْدُرْہُ لِیْ وَیَسِّرْہُ لِیْ ثُمَّ بَارِکْ لِیْ فِیْہِ وَاِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ فَاصْرِفْہُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْہُ وَاقْدُرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ ثُمَّ رَضِّنِیْ بِہٖ اور جب ھٰذَا الْاَمْرَ پر پہونچے جس لفظ پر لکیر بنی ہے۔ تو اسکے پڑھتے وقت اُسی کام کا دھیان کرے جسکے لئے استخارہ کرنا چاہتا ہو اسکے بعد پاک صاف بچھونے پر قبلہ کی طرف مُنہ کرکے باوضو سوجائے جب سو کر اُٹھے اُسوقت جو بات دل مین مضبوطی سے آوے وہی بہتر ہے اُسی کو کرنا چاہیئے۔ **مسئلہ** اگر ایک دن مین کچھ نہ معلوم ہو اور دل کا خلجان اور تردد نہ جاوے۔ تو دوسرے دن پھر ایسا کرے اسی طرح سات دن تک کرے انشاء اللہ تعالیٰ ضرور اُس کام کی اچھائی برائی معلوم ہوجاوے گی۔ **مسئلہ** اگر حج کے لئے جانا ہو تو یہ استخارہ نہ کرے کہ مین جاؤن یا نجاؤن بلکہ یون استخارہ کرے کہ فلانے دن جاؤن کہ نجاؤن۔

نماز توبہ کا بیان

اگر کوئی بات خلاف شرع ہوجاوے تو دو رکعت نفل پڑھ کر اللہ تعالیٰ کے سامنے خوب گڑگڑا کے اُس سے توبہ کرے اور اپنے کئے پر پچھتاوے اور اللہ تعالیٰ سے معاف کراوے اور آئندہ کے لئے پکا ارادہ کرے کہ اب کبھی نہ کرونگا اس سے وہ گناہ بفضل خدا معاف ہوجاتا ہے اسکے بعد:۔

رسالہ قصد السبیل کا مطالعہ کرے

اسمین سے عالم فارغ کے معمولات کے متعلق جو مضمون ہے وہ مطالعہ سے مستثنیٰ ہے۔

تذئیل قصد السبیل۔ یہ مضمون اثنائے زمانہ ترتیب رسالہ تکشف مین ایک غرض خاص سے مستقل طور پر لکھا گیا تھا۔ وہ غرض یہ تھی کہ اس احقر سے بعض لوگ جو درخواست ادخال سلسلہ کی کرتے تھے۔ تو بنظر احتیاط (کہ بعد مین کوئی غرض مزعوم حاصل نہ ہونے سے یا کسی امر کے متعلق نصیحت کرنے سے توحش نہ ہو اس طریق کا مقصود صحیح اور جو جو کرنا یا چھوڑنا پڑیگا) کچھ ضروری امور اُن لوگوں کے گوشگذار کئے جاتے تھے اسمین احیاناً دو تو ہیان واقع ہوتی تھین ایک یہ کہ کبھی تو کوئی ضروری مضمون فہوں کے سبب بیان سے رہ جاتا دوسرے یہ کہ اکثر مخاطب کو تفصیل یاد نہ رہتی اسکا انتظام یہ خیال مین آیا کہ ان مضامین کو قلمبند کرلیا جاوے پہلے دکھلادیا اور بعد مین یادداشت کیلئے انکو دیدیا چونکہ مضمون باوجود اختصار کے جامع اور مفید بہت معلوم ہوا اسلئے بوجہ مناسبت کے قصد السبیل کیساتھ ہی الحاق کردینے کو جی چاہا

لہذا قصد السبیل کے نام کے بعد یہان بھی نقل کیا جاتا ہے۔ اگر کوئی صاحب قصد السبیل جدید طبع کرینگے وہ اسکے آخر مین لگا سکتے ہین۔ وہوہذا:۔

حقیقت طریقت

خلاصہ سنوٹ (۱) نہ اس مین کشف وکرامت ضروری ہی (۲) نہ قیامت مین بخشوانے کی ذمہ واری ہی (۳) نہ دنیا کی کاربرآری کا وعدہ ہے۔ کہ تعویذ گنڈون سے کام بن جاوین یا مقدمات دعاسے فتح ہوجایا کرین یا روزگار مین ترقی ہو یا جھاڑ پھونک سے بیماری جاتی رہے یا ہونیوالی بات بتلادیجایا کرے (۴) نہ تصرفات لازم ہین کہ پیر کی توجہ سے مرید کو از خود اصلاح ہوجاوے اسکو گناہ کا خیال ہی نہ آوے خود بخود عبادت کے کام ہوتے رہین مرید کو زیادہ ارادہ بھی نہ کرنا پڑے یا علم دین قرآن مین ذہن وحافظہ بڑھ جائے (۵) نہ ایسے باطنی کیفیات پیدا ہونے کی کوئی میعاد ہے۔ کہ ہر وقت یا عبادت کے وقت لذت سے سرشار رہے عبادت مین خطرات ہی نہ آوین خوب رونا آوے ایسی محویت ہوجاوے کہ اپنی پرائی خبر نہ رہے (۶) نہ ذکر وشغل مین انوار وغیرہا کا نظر آنا یا کسی آواز کا سنائی دینا ضرور ہے (۷) نہ عمدہ عمدہ خوابون کا نظر آنا یا الہامات کا صحیح ہونا لازمی ہے۔ بلکہ **اجمل مقصود** حق تعالیٰ کا راضی کرنا ہے جس کا ذریعہ ہے **شریعت** کے حکمون پر پورے طور سے چلنا ان حکمون مین بعضے متعلق ظاہر کے ہین جیسے نماز وروزہ وحج وزکوٰۃ وغیرہا اور جیسے نکاح وطلاق وادائے حقوق زوجین وقسم وکفارہ قسم وغیرہ اور جیسے لین دین پیروی مقدمات وشہادت ووصیت وتقسیم ترکہ وغیرہ اور جیسے سلام وکلام وطعام ومنام وقعود وقیام ومہمانی ومیزبانی وغیرہ ان مسائل کو **علم فقہ** کہتے ہین اور بعضے متعلق **باطن** کے ہین جیسے خدا سے محبت رکھنا خدا سے ڈرنا خدا کو یاد رکھنا دنیا سے محبت کم ہونا خدا کی مشیت پر راضی رہنا حرص نہ کرنا عبادت مین دل کا حاضر رکھنا دین کے کامون کو اخلاص سے کرنا کسی کو حقیر نہ سمجھنا خود پسندی نہ ہونا غصہ کو ضبط کرنا وغیرہ ان اخلاق کو **سلوک** کہتے ہین اور مثل احکام ظاہری کے ان احکام باطنی پر عمل کرنا بھی فرض وواجب ہی نیز ان باطنی خرابیون سے اکثر ظاہری اعمال مین بھی خرابی آجاتی ہے جیسے قلت محبت حق سے نماز مین سستی ہوگئی یا جلدی جلدی بلا تعدیل ارکان پڑھ لی یا بخل سے زکوٰۃ اور حج کی ہمت نہ ہوئی یا کبر وغلبہ غضب سے کسی پر ظلم ہوگیا حقوق تالف ہوگئے ومثل ذالک اور اگر ان ظاہری اعمال مین احتیاط کی بھی جاوے تب بھی جب تک نفس کی اصلاح نہین ہوتی وہ احتیاط چند روز سے زیادہ نہین چلتی پس نفس کی اصلاح ان دو وجہ سے ضروری ٹھہری لیکن یہ باطنی خرابیان ذرا سمجھ مین کم آتی ہین اور جو سمجھ مین آتی ہین انکی درستی کا طریقہ کم معلوم ہوتا ہی اور جو معلوم ہوتا ہی نفس کی کشاکشی سے اسپر عمل مشکل ہوتا ہے۔ ان ضرورتون سے پیر کامل کو تجویز کیا جاتا ہی کہ وہ ان باتون سے بھکم آگاہ کرتا ہے اور انکا علاج وتدبیر بھی بتلاتا ہی اور نفس کے ازروی دینی کی استعداد اور ان معالجات مین سہولت اور تدبیرات مین قوت پیدا ہونے کے لئے کچھ اذکار واشغال کی بھی تعلیم کرتا ہی اور خود ذکر اپنی

ع
شیخ کی کی
چاہئین قصد السبیل
کی ہر بات
سمجھ مین
کبھی کے
مرشد

ذات مین بھی عبادت ہے پس سالک کو دو کام کرنے پڑتے ہین ایک ضروری کہ احکام شرعیہ ظاہری و باطنی کی پابندی ہے دوسرے مستحب کہ کثرت ذکر ہے اس پابندی احکام سے خدا تعالیٰ کی رضا اور قرب اور کثرت ذکر سے زیادت رضا و قرب حاصل ہوتا ہے یہ ہی خلاصہ سلوک کے طریق اور مقصود کا ؛

حقوق طریقت

طریقہ مین داخل ہوکر جو جو کام کرنا پڑینگے (۱) بہشتی زیور کے گیارہ حصے اول سے آخر تک ایک ایک حروف کرکے پڑھنے یا سُننے پڑینگے (۲) اپنی سب حالتین بہشتی زیور کے موافق رکھنا پڑینگی (۳) جو کام کرنا ہو اور اس کا جائز ناجائز ہونا معلوم نہ ہو کرنے سے پہلے علماء اہل حق سے پوچھنا پڑیگا اور اُنکے تبلائے ہوئے موافق عمل کرنا ہوگا (۴) نماز پانچون وقت جماعت سے پڑھنا ہوگی البتہ اگر کوئی عذر شرعی ہو تو جماعت معاف ہے اور اگر بلا عذر غفلت سے رہجائے ندامت کے ساتھ استغفار کرنا چاہیئے (۵) اگر مال بقدر زکوٰۃ ہو تو زکوٰۃ دینا ہوگی مسائل اسکے بہشتی زیور مین ملینگے اسی طرح کھیت اور باغ کے پیداوار مین بیسوان حصہ دینا ہوگا اسکے مسائل زبانی معلوم کرلیجیو (۶) اگر حج کی گنجائش ہو تو حج کرنا پڑیگا اسی طرح گنجائش کی صورت مین عید کو صدقہ فطر اور بقر عید کو قربانی ضروری ہوگی (۷) اپنی بیوی بچون کے حقوق ادا کرنا ہونگے انکا یہ بھی دینی حق ہے کہ انکو ہمیشہ شرع کے احکام بتلاتے رہو آسان طریقہ سکھا پڑھا ہوون کیلئے یہ ہی کہ شب و روز مین قصور اسکا کوئی وقت مقرر کرکے بہشتی زیور اول سے آخر تک اپنے گھر والون کو پڑھکر سُنا دین اور سمجھا دین اور جب وہ ختم ہوجاوے پھر شروع کردین جب تک کہ مسائل خوب یاد نہ ہوجاوین سُناتے رہین اور ان پڑھا لیا کرین کہ جو بات دین کی کسی عالم سے سُنا کرین اسکو یاد کرکے گھر والون سے ضرور بیان کیا کرین۔

اور یہ کام چھوڑنا پڑینگے۔ داڑھی منڈانا۔ داڑھی کٹانا جبکہ ایک مشت سے زیادہ ہو۔ داڑھی چڑھانا سر مین چاند کھلوانا۔ کھوپی رکھنا یا اُسکے آگے سے منڈوانا ٹخنون سے نیچے پائجامہ پہننا یا لنگی باندھنا یا کرتہ ہو تو ٹخنون سے نیچے لٹکانا یا عمامہ کا شملہ آدھی ٹہ سے نیچے چھوڑنا۔ یا شملہ دو انگشت کا رنگا ہوا۔ یا پاجامہ رنگا ہوا کپڑا پہننا۔ یا ریشمی کپڑا یا ریشمی کا لباس چار انگل سے زیادہ خود پہننا یا لڑکون کو پہنانا۔ یا کفار کا سا لباس پہننا یا مردون کو چاندی کی انگوٹھی ایک مثقال یا زائد یا سونے کی انگوٹھی پہننا۔ یا عورتون کو کھڑا چوتا یا مردانہ لباس پہننا یا پاجہ دار زیور پہننا۔ یا ایسا کپڑا باریک یا چھوٹا پہننا جس مین بدن کہلا رہے۔ کسی عورت یا امرد کو بری نگاہ سے دیکھنا یا عورتون لڑکون سے زیادہ میل جول رکھنا۔ مرد کو کسی نامحرم عورت کے پاس یا عورت کو کسی نامحرم مرد کے پاس بیٹھنا یا تنہا مکان مین رہنا یا بدون سخت مجبوری کے سامنے آجانا اگرچہ وہ بیوہی ہو یا رشتہ دار ہون اور جہان سخت مجبوری ہو وہان سر اور بازو اور کلائی اور پنڈلی اور گلا کھولنا نامحرم مرد کے سامنے حرام ہے مونہ کے سامنے بھی گھونگٹ رہنا بہتر ہے اور عمدہ پوشاک اور زیور سے تو سامنے آنا بالکل ہی برا ہے۔ ایسطرح نامحرم مرد عورت کا باہم ہنسنا بولنا ضرور ہے

زیادہ باتین کرنا یہ سب چھوڑ دینا چاہیئے۔ ختنہ[۲۵] یا عقیقہ[۲۶] یا شادی[۲۷] مین جمع ہونا یا برات[۲۸] مین جانا البتہ مین نکاح کے وقت پاس پاس کے مردون کا جمع کر لینا مضائقہ نہین۔ یا کوئی[۲۹] کام فخر و نمود کا کرنا جیسے آجکل رسم رسوم کا کھانا کھلانا لینا دینا ہوتا ہے اسی مین نوتہ بھی آگیا اسکو بھی چھوڑنا چاہیئے اسی طرح فضول خرچی کرنا یا کپڑے مین بہت تکلف کرنا کہ یہ بھی فخر و نمود مین داخل ہے۔ مُردہ[۳۰] پر چلا کر رونا۔ اُسکا نوحہ[۳۱] و سوان[۳۲] بسوان چالیسوان وغیرہ کرنا۔ دور دور سے عرصہ عرصہ تک میت کے [illegible] مردہ کے کپڑے خیرات کر دینا۔ لڑکیون[۳۳] کا حصہ نہ دینا۔ اہل حکومت[۳۴] یا میت کو غیر مذہب[۳۵] کرنا جھوٹی نا[illegible] کرنا موروثی[۳۶] کا دعوی کرنا۔ رہن[۳۷] یا رشوت کی آمدنی کھانا۔ تصویر[۳۸] بنانا یا رکھنا۔ یا بڑا شوق کتے[۳۹] پالنا یا کنکوے و آتشبازی یا کبوتر بازی و [illegible] دغیرہ کا شغل کرنا یا بچون[۴۰] کو اجازت اور پیسے دینا۔ گانا سننا[۴۱] باجے سے یا بے باجے اسی مین گراموفون بھی داخل ہے۔ عرسون[۴۲] مین جانا۔ نذر[۴۳] گورون کی منت ماننا۔ فاتحہ[۴۴] نیاز[۴۵] کیا[۴۶] ہوئین وغیرہ متعارف طور پر کرنا۔ رواج[۴۷] کے موافق مولد شریف کرنا۔ تبرکات[۴۸] کی زیارت کے لئے عرس کا سا انتظام کرنا یا اسوقت مردون عورتون کا خلط یا سامنا ہونا۔ شب برات[۴۹] کو حلوا پکانا۔ یا محرم[۵۰] کو تھورنا یا رمضان[۵۱] مین ختم قرآن پر شرینی ضرور کرکے بانٹنا یا لوٹے[۵۲] لوٹکے[۵۳] کرنا یا ستیا[۵۴] وغیرہ کو ماننا یا فال[۵۵] وغیرہ دیکھنا کسی[۵۶] نجومی یا اہیب سے کوئی بات پوچھنا غیبت[۵۷] کرنا جغلی[۵۸] کھانا جھوٹ[۵۹] بولنا تجارت[۶۰] مین دغا کرنا بلا[۶۱] افتخار ناجائز نوکری کرنا یا [illegible] نوکری مین کام خراب کرنا عورت کا خاوند کے سامنے زبان درازی کرنا یا[۶۲] کسی کا مال بلا اجازت خرچ کرنا یہ بلا اجازت کہین جانا اور حافظون[۶۳] کا مردون پر قرآن[۶۴] پڑھکر یا [illegible] مین قرآن سنا[۶۵] کچھ لینا یا مولویون[۶۶] کو وعظ پر یا مسئلہ بتلانے پر اجرت لینا یا بحث[۶۷] و مباحثہ مین پڑنا یا درویش[۶۸] وضع لوگون کو پیری مریدی کی ہوس کرنا یا تعویذ[۶۹] گنڈون کا مشغلہ رکھنا یہ فہرست مختصر کرنے کے کامون کی اور تفصیل حقیر کے رسالون مین بقدر ضرورت ملیگی ٭

تحقیق متعلق کرامت از رسالہ کرامات امدادیہ

مقدمہ۔ جاننا چاہیئے کہ خلاصہ کلام محققین کا اس باب مین یہ [illegible] جو کچھ [illegible] الصلوۃ والسلام کے کسی متبع کامل سے صادر ہو اور قانون عادت سے خارج ہو [illegible] ہو تو کرامت نہین ہے اور جس شخص سے وہ امر صادر ہوا ہے اگر وہ کسی [illegible] کا متبع پکا نہین ہے بلکہ [illegible] بھی کرامت نہین ہے جیسے جوگیون [illegible] سے بعض امور ایسے [illegible] ہو جاتے ہین اور اگر وہ شخص صحیح الاتباع ہی ہو، مگر واقع مین متبع نہین ہے خواہ اصول مین خلاف کرتا ہو جس طرح [illegible] فرقہ مین جیسے فاسق و فاجر اُس سے بھی اگر ایسا امر [illegible] ہو وہ بھی کرامت نہین ہے بلکہ [illegible] ہے جس [illegible] یہ ہے کہ یہ شخص بوجہ خرق عادت کے اپنے کو کامل سمجھتا ہے اور اس وجہ سے کبھی توبہ [illegible] اور [illegible] کرتا

کوشش نہین کرتا نعوذ باللہ کس قدر خسران عظیم ہے پس کرامت اسوقت کہلائے گی۔ جبکہ اُس کا محل صدور مومن متبع سنت کامل التقوی ہو اب ہمارے زمانہ مین جس شخص سے کوئی فعل عجیب سرزد ہوجاتا ہے۔ اُسکو غوث و قطب قرار دیدیتے ہین خواہ اُس شخص کے کیسے ہی عقائد ہون اور کیسے ہی اعمال و اخلاق ہون یہ بہت بڑی غلطی ہے بزرگون نے تصریح فرمائی ہے کہ اگر کسی شخص کو ہوا مین اوڑتا ہوا یا پانی پر چلتا ہوا دیکھو مگر وہ شریعت کا پابند نہ ہو تو اُسکو بالکل ہیچ سمجھو۔

اور جاننا چاہیئے کہ کرامت کے لیئے نہ اُس ولی کو اُسکا علم ہونا ضروری ہے اور نہ اُس کے قصد کا متعلق ہونا ضروری ہے اور احیانًا علم ہوتا ہے اور قصد نہین ہوتا اور کبھی علم و قصد دونون امر ہوتے ہین اس بنا پر کرامت کی تین قسمین ٹھہرین۔ ایک قسم وہ جہان علم بھی ہو اور قصد بھی جیسے نیل کا جاری ہونا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے فرمانے مبارک سے۔ اور دوسری وہ جہان علم ہو اور قصد نہ ہو جیسے حضرت مریم علیہا السلام کے پاس بے فصل میوون کا آجانا۔ تیسری قسم وہ جہان نہ علم ہو نہ قصد جیسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مہمانون کے ساتھ کھانا کھانا اور کھانے کا دوچند سہ چند ہوجانا چنانچہ خود حضرت صدیق اکبر رض کو تعجب ہوا جس سے انکے علم و قصد کا پہلے سے متعلق نہ ہونا ثابت ہوتا ہے اور ایک احتمال حصر عقلی مین سے خلاف واقع ہے۔ کہ قصد ہو اور علم نہ ہو کیونکہ بدون علم قصد ممکن نہین اور لفظ تصرف وہمت کا صرف قسم اول پر اطلاق کیا جاتا ہے قسم ثانی و ثالث کو تصرف نہین کہتے البتہ برکت و کرامت کہلاتی ہے۔

اور جاننا چاہیئے کہ ایکسا اور اعتباد سے کرامت کی دو قسمین ہین ایک حسی ایک معنوی عوام لوگ اکثر حسی کو جانتے ہین اور اسی کو کمال شمار کرتے ہین جیسے مافی الضمیر پر مطلع ہوجانا پانی پر چلنا ہوا پر اڑنا وغیرہا اور خواص کے نزدیک کمال کرامت معنوی ہے یعنی شریعت پر مستقیم رہنا مکارم اخلاق کا خوگر ہوجانا ایک ذمون کا پابندی وبے تکلفی سے صادر ہونا حسد و کینہ و دیگر صفات مذمومہ سے قلب کا طاہر ہوجانا کوئی سانس غفلت مین نہ گذرنا یہ وہ کرامت ہے جس مین استدراج کا احتمال نہین بخلاف قسم اول کہ اسمین یہ احتمال موجود ہے اسیواسطے کاملین صدور کرامت کے وقت بہت ڈرتے ہین کہ یہ استدراج نہ ہو یا خدا نخواستہ اسسے نفس مین عجب پیدا ہوجاوے یا اس کی وجہ سے عوام مین شہرت و امتیاز پیدا ہوکر موجب ہلاکت نہو بلکہ بعض نے فرمایا ہے کہ بعض اولیا نے مرتے وقت تمنا کی ہے کہ کاش دنیا مین ہماری کوئی کرامت صادر نہ ہوئی تاکہ اُس کا عوض و اجر بھی آخرت مین ملتا کیونکہ یہ امر مقرر ہے کہ جس قدر دنیا مین کسی نعمت مین کسی کو کمی رہیگی اُسکا بدلہ آخرت مین عنایت ہوگا۔

اور جاننا چاہیئے کہ بعض علما نے کرامت کی قوت ایک حد خاص تک معین کی ہے اور جو امور نہایت عظیم ہین جیسے بدون والد کے اولاد پیدا ہونا یا کسی جماد کا حیوان بن جانا یا ملائکہ کا باتین کرنا اسکا صدور کرامت سے ممتنع قرار دیا ہے۔ مگر محققین کے نزدیک کوئی حد نہین کیونکہ وہ فعل پیدا کیا ہوا اللہ تعالی کا ہے صرف

ولی کے ہاتھ پر اُسکا ظہور ہوگیا ہے واسطے اظہار کرامت و قرب و مقبولیت اُس ولی کے سو اللہ تعالےٰ کے قدرت کی جب کوئی حد نہین پھر کرامت محدود کیسے ہوسکتی ہے رہا یہ شُبہ کہ معجزہ کے ساتھ مساوات لازم آنے کا احتمال ہی اس کا جواب یہ ہے کہ جب صاحب کرامت خود کہتا ہے کہ مین نبی کا غلام ہون تو جو کچھ اُس سے ظاہر ہوا ہے بہ تبعیت اُس نبی کے ہے استقلالاً نہین جو اس شُبہ کی گنجائش ہو البتہ جس خرق عادت کی نسبت نبی کا ارشاد ہو کہ اس کا صدور مطلقاً محال ہے وہ بطور کرامت کے سرزد نہین ہو سکتے جیسے قرآن مجید کا مثل لانا۔

اور جاننا چاہیئے کہ بزرگون نے فرمایا ہے کہ اپنی کرامت کا اخفا واجب ہے۔ مگر جہان اظہار کی ضرورت ہو یا غیب سے اذن ہو یا حالت اس قدر غالب ہو کہ اُس مین قصد و اختیار باقی نہ رہے یا کسی طالب حق و مرید کے یقین کا قوی کرنا مقصود ہو وہان اظہار جائز ہے۔

اور جاننا چاہیئے کہ بعض اولیاء کاملین کا مقام غلبۂ عبودیت و رضا کا ہوتا ہی اسلیئے کسی شی مین وہ تصرف نہین کرتے اس وجہ سے اُنکی کرامتین نہین معلوم ہوتین۔ اور بعضون کو قوت تصرف ہی عنایت نہین ہوتی تسلیم و تفویض ہی اُنکی کرامت ہوتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ ولایت کے لئے کرامت کا وجود یا ظہور ضروری نہین

اور جاننا چاہیئے کہ بعض اولیاء اللہ سے بعد انتقال کے بھی تصرفات و خوارق سرزد ہوتے ہین۔ اور یہ امر معنیً حد تواتر تک پہونچ گیا ہے۔

اور جاننا چاہیئے کہ کرامت کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ اسباب طبیعیہ سے وہ اثر پیدا نہ ہوا ہو خواہ وہ اسباب جلی ہون یا خفی اس مقام پر لوگون کو دو غلطیان واقع ہو جاتی ہین بعض تو مطلق عجیب امور کو کرامت سمجھتے ہین اور عامل کے معتقد کمال بن جاتے ہین آج کل اس قسم کے بہت قصے واقع ہو رہے ہین مسمریزم فریبین حاضرات ہمزاد کا عمل عملیات و نقوش طلسمات و شعبدات تاثیرات عجیبہ ادویات سحر چشم بندی وغیرہا کہ اسمین بعض کے آثار تو محض خیالی ہین اور بعض کے واقعی بھی ہون تو اسباب طبیعیہ خفیہ سے مربوط ہین کرامت ان سب خرافات سے منزہ ہے اور بعض کرامات کو بھی قوت طبیعیہ پر محمول کرکے سب کو ایک لکڑی ہانکتے ہین صاحب بصیرت طالب حق کو قرائن قویہ سے بنظر انصاف فرق معلوم ہو جاتا ہے کہ اس فعل مین قوی طبیعیہ کو دخل ہے یا محض قوت قدسیہ ہے یا کسی قوت کو بھی دخل نہین محض کائن عن الغیب ہی۔

اور جاننا چاہیئے کہ جس فعل کا ظاہری قوی سے کرنا ممنوع ہو باطنی قوی سے بھی ممنوع ہی جیسے کسی بے گناہ کو قتل کردینا یا کسی کے قلب پر زور ڈال کر اُس سے کچھ روپیہ لے لینا یا کسی کا راز پنہانی معلوم کرنا یا قصداً نامحرم کی طرف التفات کرنا بعض لوگ مطلقاً خرق عادت کو شعبہ ولایت کا سمجھ کر ان سب تصرفات کو حلال اور داخل کرامت سمجھتے ہین۔

اور جاننا چاہیئے کہ ولی سے احیاناً کوئی امر ناجائز صادر ہو جانا بشرطیکہ اُسپر اصرار نہ ہو اور تنبیہ کیوقت توبہ کرے یا کسی اختلافی مسئلہ مین غلط شق کو اختیار کرنا ولایت و کرامت مین قادح نہین ہی۔ کل دس مسئلے

ضروری اس باب کے متعلق ہین۔

از رسالہ التقی فی احکام الرقی

فصل پنجم قال اللہ تعالی وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ اس آیت سے معلوم ہوا کہ بلا کسی دلیل صحیح کے جسکا صحیح ہونا قواعد شرعیہ سے ثابت ہو کسی امر کا خواہ وہ اخبار سے ہو یا انشاء سے ہو اعتقاد درست نہین۔ ہمین اکثر عاملون کو دیکھا جاتا ہے۔ کہ وہ خاص طریقون سے فال کھولتے ہین اور گزشتہ یا آیندہ کے متعلق خبر دیتے ہین یا چور وغیرہ کے معلوم کرنے کو لوٹا گھمانے کا عمل کرتے ہین اور کسی کا نام بتلا دیتے ہین اور ان نتائج کا یقین خود بھی کر لیتے ہین اور دوسرون کو بھی یقین دلاتے ہین یا کوئی عمل جس سے کوئی خواب نظر آوے بتلا کر جو خواب نظر آوے اُسپر پورا وثوق کر لیتے ہین اور اُسکا نام استخارہ رکھتے ہین یہ سب دعوی ہو خبر غیب کا کیونکہ ان وسائط کا مفید علم خبری ہونا معتبر نہین قرار دیا بخلاف طب کے کہ خود سنت سے اسکا اعتبار وارد ہے گو درجۂ ظنی ہی مین سہی آیت مزبورہ ایسے امور کو باطل کرتی ہے اسی طرح حدیث بھی چنانچہ مشکوۃ باب الکہانۃ مین ہے عن حفصۃ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اتی عرافا فسالہ عن شیء لم تقبل لہ صلوۃ اربعین لیلۃ رواہ مسلم اور حدیث مین جو فال اچھا بہتر بتلایا ہو اسکی حقیقت اُس فال کی اور ہے وہ یہ کہ کوئی اچھا کلمہ کان مین اتفاقاً پڑ گیا اور اُس سے اُمید وار ہوئے رحمۃ خداوندی کے نہ یہ کہ قصداً ایسے دلائل کا متبع کیا جاوے۔ اور اُس کا یقین کیا جائے خواہ خیر ہو یا شر۔

اور استخارہ کی حقیقت یہ ہے کہ کسی امر کے قرین یا خلاف مصلحت ہونے مین تردد ہو تو دعائے خاص پڑھکر متوجہ الی الحق ہوں اسلئے قلب مین جو امر عزم کے ساتھ آجاوے اُس مین خیر سمجھین سو اُس کی غرض رفع تردد ہے نہ کہ انکشاف کسی واقعہ کا اور مثل وغیرہ گھوم جانا یہ محض قوت خیالیہ کا اثر ہے جو شعبہ ہے سحر یزم یا ہی وجہ ہے کہ جسپر زیادہ خیال ہوتا ہے اُسی کا نام نکل آتا ہے چنانچہ اگر دو عاملون کے سامنے مختلف دو شخصون سے چوری کا گمان ظاہر کر دیا جاوے اور وہ دونون الگ الگ اس عمل کو کرین تو دونون جگہ مختلف نام نکلین گے یہی حال ہے سحر یزم کے تصرفات کا جس سے سوالون کا جواب حاصل کرتے ہین اور جسکو اُس کے مشاق غلطی سے ارواح کا تصرف سمجھتے ہین اور واقع مین وہ بھی تصرف ہے قوت خیالیہ اور اُسکا امتحان بھی اس طریق مذکور سے ہو سکتا ہے جسکا دل چاہے آزما لے بدلہ اس سے زیادہ قوی اور صریح دلیل سے اُسکا امتحان خود بندہ نے کیا ہے وہ یہ کہ ایک میز منگا کر اُسپر عمل کیا اور زبان سے کہا گیا کہ اگر واقع مین اس مین روحین آتی ہین تو میز کا فلان پایہ مثلاً ایک بار اٹھے اور اگر روحین نہین آتین تو وہ پایہ دو بار اٹھ جاوے اسکے بعد عمل کے اثر سے دو بار پایہ زمین سے اٹھا پس فن مذکور ہی کے قاعدہ سے ان تصرفات کا منشاء

عہ حضرت حضیر یعنی الوعون سے نوادر ہی کردہ فرماتے ہین کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص کاہنون کے پاس جاوے اور اس سے (غیبی) کی باتون کا سوال کرے اسکو چالیس رات دن کی نماز قبول نہ ہوگی جاوے گی۔ اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے ۱۲

قوت خیالیہ ہوتا ثابت ہوگیا چونکہ میرا اعتقاد تھا کہ واقع میں ارواح نہیں آتیں سے اس کی موافق جواب نکلا اور جسکا اعتقاد سے خلاف ہو گا اُسکا اُسکے خلاف جواب لیگا گو دونوں اعتقادوں میں صحت لیکن کا تفاوت ہے جسکی دلیل ذکر ہو چکی ہے اور یہ عجیب چیز ہے اس سے عجیب تر یہ ہے کہ بعض لوگ ہوتے ہیں واقف اُسکو غلطی سے قوت قدسیہ کی طرف منسوب کرتے ہیں درصورتیکہ یہاں جو توجہ ہے وہ بھی تصرف خیالی اور مکتسبہ ہے نہ الٰہی غرض یہ چیز ہے اسے محمود ہونے کو کوئی کرامت اور ولایت کی اس میں دخل نہیں اور انبیاء علیہم السلام کے معجزات سے تو بالکل مناسب نہیں ان سب کو ایک سمجھنا سخت غلطی اور باطل محض ہے۔ و بظن غالب اس استقرار کے جو بعض طرق سے مفہوم ہوا قریب ۱۰ حصہ اس قوت خیالیہ کی قلوب ہیں جسکے ذریعہ وہاں کے ممبر یہ تاثیر کیا کرتے ہیں کہ مدت کو بڑے بڑے سخت تخیلوں میں مبتلا کرتے ہیں اور سخت سخت قسمیں دیتے ہیں جسمیں کثرت مضمون دعا کا اور مبالغہ کرنے والوں تو میں ہلاک ہو جاؤں اور مجھ پر ایسی ایسی بلائیں نازل ہوں ہیں ایسے مضامین ہیں تب جو دل پھٹ جاویں بھی غش لیتے ہیں اور کچھ وحشت ناک چیزیں مثل بلا یونہ اور کھوپڑی کے ساتھ رہتے ہیں بعد اسکے چند معاہدے اس شخص سے لئے جاتے ہیں اور بعض آلات معماری کی وہاں موجود ہیں سے استعمال کی کچھ اعطا جسمیں مقرر ہیں مثلاً بسوے کو زور سے مارتے ہیں جو شارہ ہے انجام معاہدہ کی اور وجہ تسمیہ بھی ہے کیونکہ ہیں معمار کو کہتے ہیں اب ظاہر ہے کہ جس شخص کو کوئی بات ایسی صعوبتوں اور سختیوں سے بعد تبلائی جاوے اور پھر اُسکا وافر مال بھی خرچ ہو طبعاً وہ اسکی نہایت رعایت کریگا ورنہ ورطۂ ہلاکت میں ڈالنے کے دریغ کریگا۔ خاصکر جبکہ اُن بدعاؤں سے اُسکے واہمہ پر کوئی خوف بھی غالب ہو جاوے وہ ہرگز ہرگز بھی نہیں بتلاتا اور چونکہ وہاں بعض کلمات ایسے بھی کہنے جاتے ہیں اور بعض ایسے اعمال بھی کرنے جاتے ہیں جسمیں عبد کی تعظیم غرض حد عبودیت تک ہوتی ہے لہٰذا طالب کا بعد سے بچنا بھی مشکل ہے اور باوجود ان سب کے پھر محض بے نتیجہ کیونکہ وہ عہد جسمیں اخلاق جمیلہ کا ہونا ہے جسکی تعلیم شریعت سے زیادہ کوئی کر ہی نہیں سکتا اور ان اخلاق کی مخالفت کی سزا کے واقعات بطور تحیر کے بھی بکثرت بیان ہیں جو محض مصنوعی ہوتے ہیں اور نتائج کا یقین دلانے کے لئے تمہید کا مشاہدہ شرعی وعیدوں سے زیادہ نہیں ہو سکتا اور جو نکہ ساری تدبیروں کا حاصل اسی واہمہ کا قوی کرنا ہے اسی لئے باختلاف ازمنہ وامکنہ اس فریبستان کے قوانین و دستور العمل بدلتے رہتے ہیں انگلستان میں کچھ ہے۔ تو جرمن میں کچھ اور ہے اسی طرح کسی سنہ میں کچھ ہے تو دوسرے سنہ میں کچھ اور ہی باقی نہ وہاں ارواح ہیں نہ جن ہیں اور نہ اور کوئی عجیب چیز ہے۔ ہاں یہ مستبعد نہیں کہ واہمہ کے غلبہ سے کسی واقعہ جدید کی اطلاع بطور خطرہ کے ہو جاوے جیسا اکثر تفکر کے بعد بھی ایسا ہو جاتا ہے۔ میں نے اس فصل میں کسی قدر تطویل قصداً کر دی ہے تاکہ کثرت دوین خفیفت سے واقف ہو کر التباس سے محفوظ رہیں۔

والسلام کشائے فریبستان فریبستان کے بارہ میں جو کچھ اس رسالہ میں لکھا گیا وہ فرانس تمہید سے لکھا گیا تھا۔

اسکے بعد ایک معتبر شخص نے اپنا مشاہدہ بیان کیا جسکا حاصل یہ ہے کہ مقصود اس مجلس سے ایک جماعت مین باہم اتفاق و اتحاد قایم کرنا ہے اور وہان ہی معاہدہ لیا جاتا ہے اور اس معاہدہ کی وقعت و شوکت پیدا کرنے کے لئے اخفار کا اہتمام کیا گیا ہے اور اخفار کے لئے خاص اسباب جمع کئے گئے ہین چنانچہ ہر شخص کو اپنی مجلس مین نہین لیتے جو دُنیا کے اعتبار سے بھی معزز ہو کہ عموماً ایسے لوگون کو پاس اپنے عہد کا ہوتا ہے تو وہ عہد اخفار کو بھی پورا کرینگے اور مذہبی اعتبار سے صانع عالم کا قائل ہوتا کہ جو حلف اخفار پر اُس سے لیا جاویگا وہ خدا سے ڈر کر اُسکو پورا کرے دہری مُنکر صانع و لامذہب کو نہین لیتے پھر فقیرون بہت معقول لیتے ہین کہ یہ بھی امر طبعی ہے کہ مال خرچ کرکے جو امر حاصل ہوتا ہے گو وہ معمولی ہی کیون نہ ہو مگر اُسکے اعلان سے دریغ آتا ہی اسکے بعد اُسکو اُس مکان مین جو کہ اسی کام کے لئے معین ہے پہونچاتے ہین مکان کی صورت بھی وحشت ناک بنائی ہی کہ لانبے لانبے ستون ہین اُسکے دو رویون مین وسعت بہت کم ہے تنگ مکانات ہین پھر رات کو داخل کرتے ہین اور اُسوقت روشنی بہت دھیمی کر دیتے ہین کہ اس ہیئت سے طبیعت پر خوف کا مستولی ہوجانا امر فطری ہے اور پھر لیجاتے ہین بڑی ذلت کی حالت سے کہ پہلا لباس اوتار کر وہان ہی کی وردی جو بالکل مردہ کی سی کفنی ہوتی ہے پہنا کر گلے مین رسّی ڈالکر کشان کشان لاتے ہین اور ایک آدمی اندر پہلے سے پوشیدہ موجود رہتا ہے اسکے ہاتھ مین ننگی تلوار یا برچھی ہوتی ہے یہ فرنمیسن ہونے والا جسوقت اس مکان مین قدم رکھتا ہے وہ شخص دفعتہً اسکے بے خبری مین اُس تلوار یا برچھی کی نوک اسکی پہلو پر رکھدیتا ہے جس سے اُس کو ایک عجیب ہیبت طاری ہوتی ہے اور اُسوقت اس سے وہ معاہدے اپنی جماعت کی ہمدردی اور اُن کی اعانت مالی و جانی کے لئے جاتے ہین اور اُسکے ساتھ اخفار کا عہد بھی لیا جاتا ہے اور حلف کے ساتھ بد دعائین بھی ہوتی ہین کہ اگر مین یہان کا راز ظاہر کرون تو مین ہلاک ہوجاون اور یہ برچھی یا تلوار میرے جگر سے پار ہوجاوے وغیرہ ذلک اب ظاہر ہے کہ ایک تو مذہبی پابندی کی وجہ سے خدا کا خوف پھر اُن بد دعاؤن کا اندیشہ پھر اتنا مال خرچ کرکے اسپر اطلاع ہونا پھر دنیوی عزت کی وجہ سے اپنی اس ذلت کے اظہار سے عار ہونا یہ اسباب موکدہ اخفار کے ہین۔ پھر وہان کچھ آلات معماری کے بھی ہوتے ہین اسی لئے اُسکو فرمیسن (جسکے معنی ہین آزاد معمار) کہتے ہین اور اسی لئے وہ لوگ دعویٰ کرتے ہین کہ اسکے بانی نعوذ باللہ حضرت سلیمان علیہ السلام ہین جنکو تعمیرات کا شوق تھا اور یہ دعویٰ دیوانہ عجائب سے کم نہین یہ آلات اصطلاحین ہین جو خاص معانی پر دال ہین جیسا رسالہ التقی کے آخر سے ابھی معلوم ہوا ہے پھر اسمین درجات مختلف ہین جن مین زمانہ بعد زمان ترقی ہوتے جاتی ہے مگر جاہل اسیقدر رہے احقر نے اس راوی سے پوچھا کہ تمنے باوجود حلف کے کیسے ظاہر کیا جواب دیا کہ اتفاقی بات ہے کہ مجھ سے قسم اس قید کے ساتھ لیگئی کہ نااہل پہ ظاہر نکرون گا۔ احقر نے پوچھا کہ ایک فرمیسن دوسرے سے ملکر پہچان لیتا ہے کہ یہ بھی فرمیسن ہے اسکی کیا وجہ ہے جو ابد یا کہ اسکی وجہ صرف یہ ہے کہ اُن مین کچھ خاص رموز ہین اگر ایک شخص نے اُنکو ادا کیا اور دوسرے نے بھی جواب دیا تو معلوم

ہوجاویگا کہ یہ بھی فریمیسن ہے اور اگر جواب نہ دیا تو معلوم نہیں ہوسکتا۔ بعد اس روایت کے ایک معتبر شخص نے بیان کیا کہ ایک فریمیسن کے پاس وہان کی چھپی ہوئی کتاب ملی جسکو انہون نے پوشیدہ مطالعہ کیا کچھ دہری انگریزنے دھوکہ سے فریمیسن ہوکر حلف توڑ کر لکھی ہے سو اسکے مضامین اور یہ روایۃ مذکور بالکل مطابق پائے گئے۔ اور حکم شرعی اسکا قطع نظر دیگر مفاسد دقیقہ کے بنا پر اس مفسدہ کے کہ اس مین کفار و فجار سے بلا ضرورت دوستی کا عہد و التزام کرنا ہے پھر بمدردی مین حق و ناحق کی کچھ تفصیل نہین خواہ مخواہ مین کسی پر ظلم ہی ہوجاوے اور یہ دونون امر حرام ہین) بالیقین یہی ہے کہ حرام اور معصیت ہے نیز اپنے بھائی مسلمانون مین طرح طرح کے شک کیوجہ سے متہم ہوتا ہے اور تہمت سے بچنا واجب ہے پس اس مین اس واجب کا بھی ترک ہے۔ فقط

علاج وساوس از رسالہ خاتمہ بالخیر

خطرہ ہر چند مواخذہ کی چیز نہین مگر اس کا غلبہ و ہجوم طبیعت کو بہت پریشان کر دیتا ہے۔ اور انتہا درجہ کا حزن و الم قلب پر طاری ہوجاتا ہے سو یہ امراض شرعیہ مین تو نہین ہے۔ اس حیثیت سے اس کا علاج ضروری مگر امراض طبعیہ مین سے سخت درجہ کا مرض ہے اسلئے اس کا علاج سہل و مجرب و مختصر عرض کیا جاتا ہے۔ وہ یہ کہ خطرہ کی حقیقت بلا اختیار نفس کا کسی بری چیز کی طرف متوجہ ہونا ہے۔ چونکہ یہ مسئلہ بداہت عقل و بہ تسلیم حکماء و علماء ثابت ہے کہ نفس جس وقت ایک طرف متوجہ ہوتا ہے دوسری طرف متوجہ نہین ہوتا اسلئے جب کسی بری چیز کا خیال دل مین آوے تو اس کے دفعیہ کا قصد نہ کرے نہ آمین اور نہ اسکے اسباب مین خوض کرے کہ اس سے زیادہ لپٹتا ہے بلکہ فوراً کسی نیک چیز کی طرف خیال کو متوجہ کر دے۔ اس سے وہ برا خیال خود بخود دفع ہوجاویگا اور اگر وہ پھر خیال مین آوے پھر ایسا ہی کرے ان شاء اللہ تعالیٰ اس تدبیر سے اسکا اثر بلکہ خود وہ خطرہ ہی قلیلہ سے بالکل نکل جاوے گا علاج کلی اسکا یہی ہے۔ حدیث مین جو ایسے وقت مین بعض اذکار یا مطلق ذکر کی ترغیب دی گئی ہے اس سے یہ علاج مستنبط ہے باقی معالجات جو مشائخ کے نزدیک معمول ہین جیسے تصور شیخ یا پاس انفاس یا تخیل نقش اسم ذات وہ سب اسی کلی کے جزئیات ہین اور اگر خطرات سے پریشان ہوکر ضعف قلب یا خفقان یا نحافت جسم یا کسی مرض کے عروض کی نوبت آگئی ہو تو علاج مذکور کے ساتھ مقویات و مفرحات قلب و غذائے نفیس اور ادویہ مرض عارضی کا استعمال بھی کیا جانا ضرور ہے۔ چونکہ بعض سالکون کو یہ پیش آتا ہے جس سے انکے ظاہری و باطنی انتظام مین خلل پڑجاتا ہے۔ اسلئے اسکی اصلاح عرض کر دی گئی۔ اس علاج کو سہولت و اختصار کی وجہ سے بے قدری کی نظر سے نہ دیکھین استعمال کر کے اسکا نفع ملاحظہ فرمائین۔

۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۹ھ ہجری

از امداد الفتاوی معروف بہ فتاوی اشرفیہ

علاج بعض اقسام قبض

سوال - اب مجھ اپنی تباہی کا حال بیان کرتا ہوں امیدوار ہوں کہ رحم فرمایا جاوے جس کا یقین کامل ہے حضرت آپ نہایت اہل حالت ہے وغیرہ وغیرہ یہ ہے کہ جب نسبیح لے کر بیٹھتا ہوں جی گھبراتا ہے قید شمار تسبیح سے جی گھبراتا ہے تب خاموش بیٹھ جاتا ہوں اگر بیٹھتا ہوں تو کچھ تک نہ کہوں یا کہوں نہ کہوں نہ کہوں کہاں ہوں اور کیا ہوں ہوں ہوں کا تانتا ہے کہ شغل اشغال قطعاً بند ہیں کیونکہ دل نہیں لگتا ہے نہیں ہوتا ہر دم سوہان روح ہے وغیرہ یہ بات یہ بھی کہتے ہوئے شرم معلوم ہوتی ہے کیونکہ خبط جانے میں کچھ سمجھتا ہوں اور ہو کچھ اور وہ یہ ہے کہ زیادہ اوقات میں اور کبھی کبھی ہر کام میں اور کبھی کبھی نہیں بھی وہ یہاں اللہ کا دل میں بیٹھا ہے گویا ہر وقت ہی تو اس سے ہے کہ گرچہ زبانی یا بالقصد تسبیح کے ذکر نہیں کرتا ہوں تب یہ بھی غنیمت ہے کبھی دہن تو اپنے ذکر کا جاتا ہے پیشتر جو سوز و گداز اور غلبہ رہتا تھا اس کا پتہ بھی نہیں ہے اب فرمائیے کہ کیا حالت واقع ہوئی اور کیا علاج کیا جاوے کل صفحہ ۹ رسالہ تعلیم الدین ترجمہ [illegible] موقع جہاں بحضور نے خزنات سالک تحریر فرمائی ہیں نظر سے گذرا بجز اپنی حالت کو عین حجاب نقائص [illegible] قدیم مستی میں مبتلا پایا لیکن الحمد للہ [illegible] نہیں پائی جاتی ہے فرمائیے کیا کیا جاوے کہ [illegible] آپ نے تحریر فرمایا ہے سالک کو [illegible] کوتاہی کرتا ہے [illegible] اب فرمائیے کہ میں ذیل میں [illegible] جاوے گا [illegible] تحریر کہ القصد [illegible] دل بقیرار ہو گیا ہے اور بدحواسی پیدا ہو جاتی ہے [illegible] بیان کروں [illegible] کوئی بات خلاف ظہور میں آوے تو اس کو [illegible] فرمائیے گا [illegible] صاف صاف تحریر فرمائیے گا ہر [illegible] زیادہ تعداد آپ کو بتلائے [illegible] قرآن شریف پڑھتا تھا [illegible] تسبیح علاوہ نماز نوافل کے ذکر ہوتی تھیں اور ایک ذوق ہوتا تھا [illegible] حالت ہوتی ہر حال اللہ کا ہے پیشتر جوش و خروش تھا میں تھا [illegible] حالت ہو گئی ہے کوئی [illegible] ہوتی ہے پیشتر سے اپنے میں بدحواسی معلوم ہوتی ہے میرے خیال میں [illegible] کمی معلوم ہوتی ہے تحریر فرمائیے گا ہے حد ادب سے جو بات تعلیم الدین میں تحریر ہے وہ کچھ [illegible] ہے مختصر یہ عرض ہے اب [illegible] کچھ نہیں [illegible] کچھ ضرور ہے کیونکہ [illegible] کی بات کبھی کبھی ضرور [illegible]

برادر کرم مطلع فرمایا جاؤں بعض دفعہ اپنی تصویر مجسم اپنے روبرو بیٹھے ہوئے نظر آتی ہے۔ ہر چند آنکھ بند رہتی ہے کبھی کبھی آنکھ بند کر لینے سے جو چیز روشن ہو یا مثل رنگ آسمان کے ہو آنکھوں پر ہاتھ رکھ لینے سے بھی نظر آتی ہے مثلاً ایک تجربہ یہ کہ ایک روز اپنی چارپائی پر لیٹا ہوا تھا سامنے دروازہ کے ایک چھجہ تھا اور اُس پر کچھ کھلا ہوا مطلع اندر مکان سے نظر پڑتا تھا آنکھ بند کر کے جو دیکھا تو وہی نقشہ نظر آیا پھر آنکھوں پر ہاتھ رکھکر دیکھا بجنسہ نظر آیا فقط

الجواب

مشفقم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ آپ کا حال اچھا خاصا ہے۔ عبادت کے مختلف طریقے ہیں فکر بھی عبادت ہے ذکر بلا قید عدد بھی عبادت ہے اپنے کو ذلیل و خوار قاصر و ناقص سمجھنا بھی عبادت ہے غرض مقصود ہر حال میں حاصل ہے ہاں مذموم حالت دو ہیں ایک معصیت دوسرے غفلت سو یہ بفضلہ تعالیٰ نہیں ہے رہا غلبہ اور شوق یہ حالات عارضیہ میں سے ہے اس کا فقدان سالک کو مضر نہیں اور نہ یہ کیفیت بعینہ قائم و دائم رہ سکتی ہے جن حجابات کا آپکو شبہ ہوگیا ہے وہ محض وہم ہے اور کچھ نہیں ہے۔ آپ بلا دلیل محض تقلید سے میری تحریر پر مطمئن رہیے اور اپنے کام میں سہولیت اور راحت پاتے رہیے یہ نشانی ہے البتہ قلب ضعیف ہو جاتا ہے جس میں مضر ہونے کا احتمال ہے۔ خواہ نہ آپ مریض نہ علاج کے محتاج البتہ فن کے نہ جاننے سے صحت کی خبر نہیں سو یہ بھی کوئی ضرر کی بات نہیں ہے جو تحریر فرمایا ہے وہ تصرف قوۃ متخیلہ کا ہے۔ اکثر حس مشترک میں الوان و انوار مرئی کے رہتے ہیں جو آنکھ بند کرنے سے ہویدا نظر آتے ہیں یہ نہ محمود ہے نہ مذموم ترود نہ فرماویں فقط۔

ہے جو ہے ہے اس عبارت کا جسمیں کہا ہے کہ آنکھ بند کرنے سے اور آسمان کی طرف دیکھنے سے بھی نظر آتا ہے ۱۲ ۵ ۱۲

تدبیر مبدل شدن عشق مجازی بعشق حقیقی

سوال۔ اس حقہ نے اپنے مرشد کی حیات ظاہری میں قریب پونے پانچ سال کی ریاضت شاقہ کر کے کسیقدر دل کی صفائی حاصل کی تھی اور امید تھی کہ نقشہ حب الٰہی دل پر منقش ہو جائیگا۔ مگر بقول شخصے ؎

تہیدستان قسمت راچہ سود از رہبر کامل | کہ خضر از آب حیوان تشنہ می آرد سکندر را

مولانا رحم کی عمر نے وفا نہ کی سب بنا بنایا کھیل بگڑ گیا نفس اور شیطان جو انسان کے حقیقی دشمن ہیں۔ اُن کا قابو چل گیا ؎ قافلہ سالار آگے چلدیا ؎ قافلہ خبگل میں تھکر اتارہا پھر مدت تک ذوق و شوق رہا آخر کو اسمیں کمی شروع ہوئی غرضکہ اب حالت نا گفتہ بہ تک پہونچگئی نہ کہتے بنتا ہے نہ چھپانے سے کام چلتا ہے۔ طبیب حاذق سے مرض چھپانا گویا کہ اپنی موت کا سامان کر لینا ہے چونکہ عرصہ سے اعتقاد کامل خاطر حضور پُر نور کی طرف سے اسلئے آپ سے زیادہ کوئی اپنا نہیں سمجھ سکتا اور اللہ کی ذات سے امید ہے کہ بہت جلد اصلاح اور درستی ہو جائیگی مفصل حالات تحریر کرنے کے واسطے تو ایک دفتر چاہیئے مگر کسی قدر بلا حضور کی اطلاع کیواسطے تحریر کرتا ہوں ہمہ اوکاہ ۔ صدہا کہ یک جو۔ ت ہیں کا چال چلن اچھا نہیں ہے۔

خواہ مخواہ میری طرف رجوع ہوگئی اوّل تو اپنے ناز و انداز سے میرے دل کو لبھایا اور جب اپنے اوپر اُس نے مجھ کو فریفتہ کر لیا تو خود بخود کشش کر بیٹھی بس اس کا کھینچنا میرے لئے قیامت کا آجانا ہوگیا۔ عشقبازی کا مزہ درد فراق کی لذّت ہجر کی کیفیت وصل کی طلب کا پورا پورا ذائقہ آگیا قصّہ حضرت شیخ صناعؒ کا جو منطق الطیر میں پڑھا تھا وہ ہو بہو مجھ پر صادق آگیا جو جو کچھ نہ کرنا تھا کیا **مصرع** کیا کیا نہ کیا عشق میں کیا کیا نہ کرینگے۔ درد و وظائف تو درکنار نماز تک چھوٹ گئی اُسکے ہی نام کا وظیفہ اور باتیں ورد زبان ہونے لگیں اور اُسی کے روئے کتابی کا مطالعہ کرنے لگا۔ ؎

عشق کے مکتب میں آیا ہوں دبستان چھوڑ کر	اب پڑھا کرتا ہوں حسن و عشق قرآن چھوڑ کر

غرضکہ اس جنون کا اسوقت پورا شباب ہے اُسکے وصل کی تدبیر میں ہوں۔ مگر کبھی کبھی خیال آجاتا ہے افسوس کیا حال ہوگیا **مصرع** بتوں کو پوجتا ہوں اور پھر سیدھا مسلمان ہوں۔ اسی خیال میں تھا کہ آج حضور کو خط تحریر کیا۔ اگرچہ بہت روز سے چاہتا تھا کہ آپ کو تحریر کروں مگر وقت نہیں آیا تھا اب اس کا وقت آگیا اور خدا تعالیٰ کی ذات سے اُمید ہے کہ اب صلاح ہوجائیگی اسلئے عجز و انکسار کیساتھ عرض ہے کہ اس احقر کو ورطۂ ہلاکت سے نکالئے اور اللہ میرے واسطے دعا فرمائیے آپ پر میرا حق ہے آپ مجھکو اپنا غلام تصور کریں اور دعا کریں یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ میری طبیعت بالکل پھر جائے اور برگشتہ ہوجائے پیشتر اس سے کہ وہ مجھ سے کشش کرے ورنہ میرے لئے قیامت ہوجائیگی گستاخی معاف فرماویں ضروری امر تھا جسکی وجہ سے تحریر کیا گیا۔ یہ سب امور لغویات میں سے ہیں اصل اصول عشق خداوندی ہے اللہ تعالیٰ اپنا عشق اور اپنے حبیب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی اُلفت عطا فرماوے آمین۔

جواب ۔ مشفقم۔ السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اوّل یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ بدون ہمت کے آسان سے آسان کام بھی نہیں ہوتا دیکھئے امراض ظاہری میں علاج کے لئے دوائے تلخ و ناگوار پینا پڑتی ہی چونکہ صحت مطلوب ہوتی ہے اسلئے ہمت کرکے پی جاتے ہیں اور امراض باطنی میں تو زیادہ اس کی ضرورت ہوگی۔ جب یہ امر معلوم ہوا تو اب اُسکا علاج سنیئے اور ہمت کرکے بنام خدا اسکا استعمال کیجئے انشاء اللہ تعالیٰ شفائے کامل حاصل ہوگی۔ علاج اُسکا مرکب ہے چند اجزاء سے **اوّل** اُس مردار سے قطعاً تعلق ترک کردیجئے یعنی اُس سے بولنا چالنا اُسکو دیکھنا بھالنا آنا جانا حتیٰ کہ دوسرا شخص بھی اگر اُسکا تذکرہ کرے قطعاً روکدیا جاوے بلکہ قصداً تبکلف کسی بہانہ سے اُسکو خوب بُرا بھلا کہکر اُس سے خلاف و خصومت کرلی جاوے اسطور پر کہ اُسکو ایسی نفرت ہوجاوے کہ اصلاً اُسکو ادھر میلان و توقع رام ہونیکی باقی نہ رہے اور اُس سے ظاہراً اسقدر دوری اختیار کی جاوے۔ کہ کبھی غلطی سے بھی اُسپر نظر نہ پڑے۔ غرض اُس سے انقطاع کلی ہوجاوے **دوم** ایک وقت خلوت کا مقرر کرکے غسل تازہ کرکے صاف کپڑے پہنکر خوشبو لگا کر تنہائی میں رو بقبلہ ہوکر اوّل دو رکعت نماز توبہ کی نیت سے پڑھکر اللہ تعالیٰ کے روبرو خوب استغفار اور توبہ کی جائے اور

اس بلا سے نجات بخشنے کی دعا والتجا کی جاوے پانچسو سے لیکر ایک ہزار مرتبہ تک لا الٰہ الا اللہ کا ذکر اس طرح کیا جاوے کہ لا الٰہ کے ساتھ تصور کیا جاوے کہ مین نے سب غیر اللہ کو قلب سے نکالدیا اور الا اللہ کے ساتھ خیال کیا جاوے کہ میں نے محبت آلہی کو قلب مین جمالیا یہ ذکر ضرب کے ساتھ ہو۔

سوم جس بزرگ سے زائد عقیدت ہو اُسکو اپنے قلب مین تصور کیا جاوے کہ بیٹھے ہین اور سب خرافات کو قلب سے نکال نکال کر پھینک رہے ہین۔ چہارم کوئی حدیث کی کتاب کی ترجمہ ہو یا ویسے ہی کوئی کتاب ہو جسمین دوزخ اور غضب آلہی کا جو نافرمانون پر ہوگا۔ ذکر ہو مطالعہ کثرت سے کیا جاوے

پنجم۔ ایک وقت معین کرکے خلوت مین یہ تصور باندھا جاوے کہ مین حق تعالیٰ کے روبرو میدان قیامت مین حساب کے لئے کھڑا ہون اور حق تعالیٰ فرما رہے ہین کہ اے بے حیا تجھکو شرم نہین آتی کہ ہمکو چھوڑکر ایک مُردار کی طرف مائل ہوا کیا ہمارا تجھپر یہی حق تھا کیا ہم نے تجھکو اسی لیے پیدا کیا تھا اے بے حیا ہماری ہی دی ہوئی چیزون کو آنکھ کو دل کو ہماری نافرمانی مین تو نے استعمال کیا کچھ شرم بھی آئی بڑی دیر تک اس مراقبہ مین غرق و مشغول رہنا چاہیئے اور یہ مین اوپر لکھ چکا ہون کہ گو نفس کو تکلیف پہونچے مگر اس نسخہ کو ہمت کرکے نباہ کرکرنا چاہیئے اللہ تعالیٰ شانی مطلق ہے والسلام فقط ۹ شعبان ۱۳۲۱ھ ٭

ارشاد مفید در باب انکشاف انوار لطایف

سوال۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اگرچہ ہم ذکر برابر کئے جارہے ہین لیکن یہ معلوم نہین ہو کہ حضور نے ذکر جہر ارشاد فرمایا ہے یا کیا اور ہم ابھی تک برابر ذکر جہر کئے جارہے ہین اور وہ ہی حالت ہو لیکن نورنیلگون بہت کثرت سے ظاہر ہوتا ہے اور حضور نے جو بارہ ہزار ارشاد فرمایا تھا وہی برابر کرتا ہون اور یہ جو مرید کو توجہ دیتے ہین اگر مرید دور ہے تب بھی توجہ پیر کی ہوتی ہے یا نہین یون تو توجہ ہوتا پیر کا ضرور ہے نہین بلکہ وہ توجہ جیسا کہ مرید کے حاضر رہنے مین ویسی ہی جس سے مرید کے قلب پر حرارت پیدا ہوتی ہے اس قسم کا توجہ دور کے مرید کو بھی دے سکتے ہین یا نہین۔

جواب۔ عـ۔ زیم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ ذکر دونون طرح مفید ہے۔ لیکن جہر اچھا معلوم ہوتا ہے آپ بھی جہر کرین مگر اس قدر جہر نہ ہو کہ لوگون کو تکلیف پہونچے۔ یہ نورنیلگون وغیرہ اہل طریقت کے نزدیک انوار لطایف کے ہیں جو ذکر سے منور ہوجاتے ہین گو یہ مقصود نہیں مگر علامت محمودہ ہے انشاءاللہ تعالیٰ روز بروز ثمرات نیک مرتب ہوتے رہینگے حتے کہ مقصود حقیقی کا وصول میسر ہوجاوے گا اپنے کام مین لگے رہیں ان حالات مین غور و فکر نہ کرین کہ یہ کیا چیز ہے کیا بات ہے سب سے قطع نظر کرکے ذکر کو مقصود سمجھنا چاہیئے اگر فرصت ہو تو چھ ہزار اسم ذات اور بڑھادین اور توجہ کی حقیقت اور اُسکے اقسام اور حاضر و غائب سے اُسکا اثر ہونا یہ بات زبانی بیان کرنیکی قابل ہے تحریر سے سمجھ مین نہ آویگی۔ فقط ۲۵ شعبان ۱۳۲۱ھ ٭

علاج بعضے اقسام وحشت وسوزش قلبی

سوال۔ یہان ایک حافظ صاحب ہین پیشہ نعلبندی کا کرتے ہین۔ اور درویش دوست اور ذاکر وشاغل آدمی ہین کل اُنھون نے بندہ سے کچھ اپنے حالات کہے اور اصلاح چاہی بندہ نے عذر کیا کہ میں طفل مکتب ہون اصلاح و علاج سے کیا علاقہ اور حضور کا پتہ بتا دیا اُنھون نے اصرار کیا کہ تو ہی ایک عریضہ لکھ حال یہ ہے کہ یہ صاحب ایک پنجابی درویش صاحب خاموش صاحب نامی کے پاس کسی وقت میں حاضر ہوئے تھے۔ طبیعت کے نہایت غبی ہین۔ لیکن قرآن شریف حفظ کرنے کا شوق بے حد تھا درویش صاحب نے دُعا کی جس سے بالکل خلاف اُمید اُسی سال مین قرآن شریف حفظ ہو گیا تب اُنھون نے اُنھین کی صحبت چند روز اختیار کی بیعت تو نہین ہوئے۔ مگر کچھ سیکھ لیا جب سے اُنکی یہ حالت تھی کہ صرف اپنی سدرمق کی مقدار پیشہ نعلبندی ہین کما لیتا اور جب اتنا ملگیا تو نعل باندھنے سے بھی انکار کر دیتا انکے بیوی۔ بچے بھی مر گئے مگر انکو مطلق پرواہ نہین نعل باندھتے ہین اور جماعت قضا نہین ہوتی اگر کوئی اہل اللہ ملجاتا ہے تو نعلبندی کی بھی پرواہ نہین۔ قرآن شریف نہایت اچھا پڑھتے ہین اب چند روز ہوئے کہ ایک فقیر صاحب بجنور میں آئے تھے ظاہر پابند شریعت تھے بہت لوگ اُنکی طرف رجوع تھے بندہ اشخاص نے ان سے بھی کہا کہ مل لو انھون نے اوّل انکار کیا مگر لوگوں کے اصرار سے چلے گئے۔ فقیر صاحب نے انکو پاس بلا کر دوزانو بٹھلایا اور کہا آنکھین بند کرو اور زبان کو تالو سے لگا کر سانس میں خیال کرو کیا آواز معلوم ہوتی ہے اُنھون نے اسی طرح کیا معلوم ہوا کہ نیچے اوپر دونون سانسون مین اللہ اللہ نکلتا ہے فقیر صاحب نے فرمایا اسی طرح روز ذکر کیا کرو اُنھون نے چند روز کیا اب کہتے ہین کہ میرے سینہ میں سوزش ہے اور قلب مین وحشت اس قدر ہو گئی ہے کہ کسی کام مین دل نہیں لگتا حتّٰے کہ نماز و تلاوت مین بھی دل گھبراتا ہے۔ کہتے ہین۔ کہ قریب ہے کہ نماز چھوڑ دون احقر نے ہر چند عذر کیا مگر اُنھون نے کہا ضرور کچھ بتاؤ واب حضور کوئی علاج ارشاد فرماوین۔ **جواب**۔ ان صاحب سے کہدیجئے کہ گھبراوین نہین اور وہ ذکر اگر اب بھی کیا کرتے ہون تو اُن سے کہدیجئے کہ اُسکو بالکل چھوڑ دین اور بجائے اُسکے اتنا وقت تلاوت قرآن یا درود شریف میں صرف کرین اور چلتے پھرتے بھی درود شریف پڑھین۔ اور ہر نماز کے بعد اور رمضان شریف مین صرف مغرب و عشا کے بعد اور سحر کہا کر درود شریف گیارہ مرتبہ پانی پر دم کر کے پیا کرین اور خلوت مین بیٹھ کر اپنے قلب پر چاند کا تصور کیا کرین اور آب تازہ یا آب گرم سے جو موافق مزاج ہو روزانہ غسل کر لیا کرین اور تین چار روز کے بعد اپنے حالات سے پھر اطلاع دین انشاء اللہ تعالےٰ بالکل سکون ہو جاویگا اور آئندہ سے اسکا خیال رکھین کہ ہر شخص کی تعلیم پر خصوصاً سیاحون کی ہرگز عمل نہ کرین کسی شیخ محقق کو اپنا عروہ وثقی بنالین والسلام ۲۵ شعبان ۱۳۲۱ھ ؛

خط ہدایت نمط تردد عزیزے کہ از ہجوم وساوس و خطرات اعاجز و مغلوب آمدہ قصد خودکشی کردہ بود

از اشرف علی عفی عنہ بخدمت مومن کامل مجاہد النفس بارک اللہ تعالیٰ فی ایامکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،
کئی روز ہوئے۔ آپ کا خط آیا حالات معلوم ہوئے۔ ماشاء اللہ آپ کا ایمان بالکل کامل ہے اس میں کسی طرح کا نقصان وخلل نہیں ہے جو حالت آپنے لکھی ہے اور اسکو موجب نقصان ایمان سمجھا ہے۔ یہی حالت آپ کے کمال ایمان کی دلیل ہے۔ مگر چونکہ آپکو ابھی علم کم ہے اسوجہ سے اندیشہ اور قلق کا ہجوم ہوگیا ہے ورنہ آپکی حالت بڑی خوشی کے قابل ہے یہ حالت وسوسہ کی نہ تھی وہ ایک وسوسہ ہو یا ہزار ہوں کچھ آپ کو اول پیش نہیں آئی کوئی ایسا سالک واصل الی اللہ نہیں ہے جسکو یہ گھاٹی نہ آتی ہو پس اُن میں جو خود عارف یا کسی عارف سے تعلق ومحبت واعتقاد کا رکھنے والا ہے اُسکی نظر میں تو یہ لاشے محض معلوم ہوتی ہے اور جو ناواقف ہیں وہ تل کو پہاڑ کرکے طرح طرح کی پریشانیوں میں مبتلا ہوجاتے ہیں اے عزیز صحابہ رضی اللہ عنہم سے بڑھکر کسی عالم کسی عارف کا رتبہ نہیں ہوا اُن تک کو یہ قصہ پیش آیا کہ انواع انواع وساوس نے گھیرا اور وساوس بھی ایسے جسکو وہ زبان پر لانا جبلکہ کوئلہ ہوجانے سے بدتر اور سخت تر اور گران تر ناگوار تر جانتے تھے آخر انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور اسکو ذکر کیا حضور نے فرمایا ذاک صریح الایمان یعنی یہ تو کھلی نشانی ایمان کی ہے دو وجہ سے اول اسلئے کہ چور وہاں جاتا ہے جہاں متاع پاتا ہے پس اگر متاع ایمان اس شخص کے قلب میں نہ ہوتا تو ہرگز شیطان اسکے پیچھے نہ پڑتا یہی وجہ ہے۔ کہ اکثر نیک لوگوں کو وساوس پیش آتے ہیں اور جو فساق وفجار واشرار ہیں اُنکو کبھی اسکا اتفاق بھی نہیں ہوتا کیونکہ شیطان ان سے جب گناہ کرا رہا ہے تو اُسکو کیا ضرورت ہے کہ وہ ایسے امر میں مبتلا کرے جسمیں کسی قسم کا گناہ بھی نہیں نرا بخ ہی بخ ہے۔ دوسرے اسلئے علامت ایمان کی ہے۔ کہ مومن نے جب اسکو بُرا سمجھا پس اگر اس شخص کے ایمان میں خلل ہوتا تو اُن خیالات کفریہ کو حق سمجھتا اور اُنکو دل سے قبول کرتا اور اُن پر مطمئن ہوتا اور اُن میں اسکے قلب کو انشراح ہوتا کراہت نہ ہوتی جیسا تمام کفار کو دیکھا جاتا ہے۔ جب اس شخص نے اُنکو مکروہ سمجھا تو اُنکے اضداد کو حق سمجھتا ہے اور یہی ایمان ہے۔ غرض ان وجوہ سے یہ علامت ایمان کی ہے۔ ہرگز ہرگز کفر نہیں بلکہ گناہ ومعصیت بھی نہیں کیونکہ گناہ وہ فعل مذموم ہے جو باختیار خود کرے اور چونکہ وساوس پر اختیار نہیں ہے اسلئے وہ گناہ نہیں ہوسکتا جب گناہ نہیں پھر اُسپر پریشان ہونا فضول ہے۔ یہ تو تحقیق ہے وسوسہ کی بُرے یا بھلے ہونیکی رہا اس کا علاج بس سب معالجات سے بہتر علاج جس کو اکسیر اعظم کہنا چاہیئے۔ یہی ہے کہ اسکا کچھ علاج نہ کیا جاوے بلکہ جرأت و دلیری کے ساتھ اور یقین وعزم کے ساتھ یہ سمجھے اور دل میں خیال کرے کہ جب یہ عند اللہ گناہ نہیں اور شرعاً کوئی مرض نہیں پھر کیا غم بلکہ جب یہ معلوم ہوگیا کہ یہ دلیل ایمان ہے۔ تو اُسپر الٹا اور خوش ہونا چاہیئے۔ جب یہ شخص خوش ہوگا تو شیطان نے وہ وسوسہ تو خاص اسی لیے القا کیا تھا کہ یہ شخص محزون ہوگا

جب وہ دیکھے گا کہ یہ شخص تو نوش ہوتا ہے اور اسکا خوش ہونا اسکو پسند نہیں پس وہ وسوسہ ڈالنا چھوڑ دیگا اور بہت آسانی سے اس شخص کو اس سے نجات ہوجائیگی اور اگر نجات نہ بھی ہو تو بھی پرواہ نہیں کیونکہ جب یہ معصیت نہیں تو اُس سے نجات کی ضرورت کیا ہے اور جیسا بے پروائی و دلیری اور بے توجہی سے یہ قطع ہوجاتا ہے۔ اسی طرح اگر اس سے ڈرا کرے اور اُسکے غم میں پڑ جاوے اور یہی فکر و ذکر رکھے اور سوچا کرے تو یہ روز بروز بڑھتا جاتا ہے گو اُسکے بڑھنے سے گناہ تو نہیں ہوتا مگر خواہ مخواہ ایک واہیات پریشانی ہوتی ہے پس عمدہ علاج یہ ہے اور ہر وسوسہ کا بالتفصیل جواب سوچنا یا کسی سے پوچھنا یہ طریقہ مضر ہے اسمیں اگر فوری تسلی بھی ہوجاتی ہے تو دو چار روز کے بعد پھر اُس جواب میں کوئی خدشہ ہوجاتا ہے پھر وسوسہ ستانے لگتا ہے اور نفس میں اچھا خاصہ ایک مناظرہ کا میدان گرم ہوجاتا ہے اسلئے اس طریقہ کو ہرگز اختیار نہ کرنا چاہیئے بلکہ بجائے اس سوچ بچار کے ذکر اللہ کا شغل بہ کثرت کرے کہ وہ قاطع وسوسہ بھی ہے۔ جیسا حدیث میں آیا ہے اور اس سے قلب میں بھی قوت پیدا ہوتی ہے جس سے وہ ایسے خرافات سے متاثر نہیں ہوتا پس خلاصہ تمام تقریر کا تین امر ہوئے (۱) ایسے وساوس کی کچھ پرواہ نہ کریں نہ اُنکے دفع کی فکر کریں۔ (۲) اُسکا جواب نہ سوچیں نہ کسی سے وجہ پوچھیں کتاب و سنت کو بلا دلیل حق سمجھیں اور اسکے خلاف کو اعتقاداً باطل سمجھیں گو کسی بات کی وجہ سمجھ میں نہ آوے گو قلب میں اُسکا خطرہ آوے (۳) اذکر سے اعراض کرکے اللہ کے ذکر میں متوجہ رہیں خواہ درود شریف خواہ استغفار یا اور کچھ اسی میں خیال لگائے رہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ آپکے قلب کو ایک ہی روز میں بلکہ ایک ہی منٹ میں پوری تسکین و راحت حاصل ہوجاویگی اور پھر کبھی عمر بھر بھی تشویش نہ ہوگی اگر اور کوئی بات پوچھنا ہو تو بے تکلف ظاہر کردیں والسلام از تھانہ بھون یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۳۱ھ ۔

معالجہ صدمہ مفارقت

سوال۔ میرے مولانا مرشدنا۔ السلام علیک۔ مجھ پر اسوقت ایک حادثہ بہت بڑا گذرا ہے کہ جس کے بار گران کا تحمل میرا قلب نہیں ہوتا ہے میرا فرزند جگر بند بعمر ۱۹ سال کہ اُس نے اپنی ذاتی لیاقت سے انٹرنس پاس بھی کرلیا تھا اب زمانہ اُسکے پھل پھول کا آیا تھا یک لخت بمرض ہیضہ مبتلا ہوکر راہی ملک عدم ہوا چونکہ وہ میرے ایک ہی لڑکا تھا دنیا میں میرا قصہ ختم ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ؎

زمین چمن گل کھلاتی ہے کیا	بدلتا ہے رنگ آسمان کیسے کیسے

آپ اللہ میرے واسطے دعائے صبر فرمائیگا۔ ورنہ مجھکو وحشت ہوا چاہتی ہے یا کچھ پڑھنے کو بتلائیگا۔ فقط۔

جواب۔ مجمع اخلاق والطاف دام لطفہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ صاحبزادہ کے انتقال سے رنج ہوا اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت فرماویں اور آپکو صبر جمیل بخشیں آپ کیمیائے سعادت یا اُسکے ترجمہ اکسیر ہدایت کا باب صبر نکالکر تکرار مطالعہ کیجئے اور لاحول اُٹھتے بیٹھتے کثرت سے پڑھیئے اور اُسمیں جسکے ساتھ زیادہ

عقیدت ہو اُسکی صورت کا بکثرت خیال رکھیئے انشاء اللہ تعالیٰ سکون ہوجاویگا مین بھی دعائے خیر کرتا ہون چونکہ آپ کو میرے ساتھ دینی تعلق ہے جس سے خیر خواہی مین تکلف کی اجازت نہین اسلئے یہ بھی لکھنا ضرور ہوا کہ اس انتقال کے برخ سے زیادہ اس بات کا برخ ہے کہ آپ نے وجہ ناسف مین اقتضائے طبعی سے تجاوز کرکے وجہ عقلی اُسکی یہ لکھی ہے۔ کہ انٹرنس پاس کرلیا تھا اور اب زمانہ اُسکے پھل پھول کا آیا تھا دنیا مین اب میرا قصہ ختم ہوگیا اھ تو معلوم ہوا کہ زیادہ تاسف کی وجہ حظہ نفس دنیا کا فوت ہوجانا ہے تو گویا اعظم مقصود دنیا ہے۔ طالب حق کی زبان قلم سے ایسے کلمات نکلنا ایسا ہے جیسا موحد کی زبان سے کلمات شرک نکلنا اُس مصیبت سے زیادہ مصیبت یہ ہے کہ قلب ایسا کیون ہے جس کی یہ آرزوئین ہین اُسکی اصلاح ضروری ہے۔ ۱۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۱ھ

پند سودمند در عشق نفسانی

سوال۔ حضرت مخدومی و معظمی جناب مولانا مولوی اشرف علی صاحب۔ تسلیم باعث تحریر آنکہ مین ایک بلا مین مبتلا ہون ایک دوست کی خفگی و ناراضی نے مجھے تباہ کردیا للہ میری دستگیری فرمائیے توجہ خاص کے ساتھ دعا فرمائیے کہ وہ مجھ سے راضی ہوجاوے۔ اس بارے مین اگر کوئی وظیفہ و عمل مجرب مرحمت ہو تو عین بندہ نوازی ہے۔ میرا تعلق اُسکے ساتھ اضطراری ہے اختیاری نہین فسق و فجور کا دہان خیال نہین محض میری اوقات گذاری کے لئے واسطہ و ذریعہ ہے۔ اگر یہی حال رہا تو خدا معلوم میرا کیا حال ہوگا اور میرے حال پر نظر فرمائیے اور جلد جواب سے سرفراز فرمائیے زیادہ والسلام

جواب۔ عنایت فرمائیے بندہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ چونکہ آپ سے تعلق پیر بھائی ہونے کا ہے اسلئے گستاخانہ مگر خیر خواہانہ عرض ہے۔ ؎

عشقہائے کز پئے رنگے بود	عشق نبود عاقبت ننگے بود
عشق با مردہ بناشد پائدار	عشق را با حی و با قیوم دار
غرق عشق شو کہ غرق است اندرین	عشقہائے اولین و آخرین
عشق آن بگزین کہ جملہ انبیا	یافتند از عشق او کار و کیا

طلب حق اور غیر پر نظر اللہ سے ڈرئے اور شرمائیے مانا کہ تعلق اضطراری ہے۔ لیکن نظر اور تخیل اور اکتساب تدابیر قرب یہ تو سب اختیاری اور شرعاً معصیت ہے معصیت کیساتھ قرب حق و رضائے حق کہان اور اوقات گذاری سے مراد اگر لذت نظر و قرب ہے تو معصیت شریعت ہے اور اگر کفالت رزق و مصارف ہے تو خلق پر نظر معصیت طریقت و خلاف توکل ہے اور یہ جو فرمایا ہے کہ کیا حال ہوگا سو حال کیا ہوتا نہایت سے نہایت موت سو من عتق فعلیہ ولکم قلمات فھو سھید آپ نے

سُنا ہوگا اور اگر حال فقر ہے تو ؎

خدا گر بحکمت بہ بندد درے	کشاید بفضل و کرم دیگرے

غرض توبہ کیجئے مجھکو یہی تعویذ اثر عمل آتا ہے گستاخی معاف فرمائیے والسلام ۱۵ جمادی الاخری ۱۳۲۳ھ

جواب اشکالے

سوال۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مجھکو جب ذکر شریف تعلیم فرمایا تھا تو یہ فرمایا تھا کہ لا الٰہ کے وقت یہ خیال کرے کہ جس قدر محبتیں غیر خدا کی قلب میں ہیں سب کو نکالکر پس پشت ڈالدیں اور الا اللہ کیوقت یہ خیال کرے کہ صرف اللہ کی محبت قلب میں داخل کی تو اب وسوسہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ وسلم کی بھی محبت کو بروقت ذکر شریف کے ایسا ہی خیال کرے اور حدیث شریف میں ہے کہ جسکے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نہ ہوگی مسلمان نہیں ؛

جواب۔ چونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت میں خدا کی محبت ہے بلکہ جمیع اہل اللہ کی محبت بھی عین خدا تعالیٰ کی محبت ہے۔ پس مراد اس تعلیم میں یہ ہے کہ جو محبتیں خدا تعالیٰ سے تعلق نہیں رکھتیں اُن کو پس پشت ڈالدیا اب کوئی اشکال نہیں فقط ۳ ربیع الثانی ۱۳۲۴ھ ؛

بے معنے شدن عاق کردن شیخ مرید را

سوال۔ کوئی شیخ اپنے مرید کو عاق کردے اور مرید کا اعتقاد سالم ہے تو بیعت اس صورت میں قایم رہتی ہے یا نہیں۔

جواب۔ عن جابر بن عبد اللہ ان رجلا بایع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاصاب الاعرابی وعك بالمدینۃ فاتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال اقلنی بیعتی فابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی قولہ علیہ السلام ان المدینۃ کالکیر تنفی خبثھا و تنصع طیبھا متفق علیہ دوسری روایۃ کعب بن مالک رض کی ہے کہ غزوہ تبوک کے تخلف کے سبب آپ اُن سے منقبض ہوگئے۔ مگر اُن کا اعتقاد درست رہا پس پہلی روایۃ سے معلوم ہوا کہ اگر شیخ بیعت واپس نکرے لیکن مرید کا اعتقاد جاتا رہے تو بیعت ٹوٹ جاتی ہے اور دوسری روایت سے معلوم ہوا کہ اگر شیخ ناراض ہوجائے لیکن مرید کا اعتقاد باقی اور قایم ہے تو بیعت باقی رہتی ہے اور ویسے بھی ظاہر ہے کہ مدار اعظم بیعت کا ارادت پر ہے سو یہ صفت مرید کی ہے۔ نہ کہ شیخ کی پس اسکے اقالہ و زوال کا دوران ارادت کے عدم و وجود پر ہے واللہ اعلم ؛

عدم انحصار وصول فی الاوراد والریاضۃ الشدیدۃ

سوال - حضور مولانا و مرشدنا مولوی محمد اشرف علی صاحب قبلہ دام برکاتہم - السلام علیکم - بحمداللہ بخیریت ہون اور صحتوری ذات والا مدام درگاہ خدا سے مستدعی حضور والا در حیرتم کہ سرانجام ماچہ خواہد بود - اس مرتبہ بعد علالت کیفیت یہ ہوگئی ہے - کہ جب دو تین روز تہجد و نماز تہجد و ۱۲ دہ تسبیح کا شغل شروع کرتا ہون طبیعت خراب ہوجاتی ہے اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پھر شغل مذکور چھوٹ جاتا ہے رمضان شریف مین ہر چند چاہا کہ حسب معمول ورد و وظائف کو شروع کرون لیکن وہی حالت پیش آئی جو عرض کرچکا ہون اخیر عشرہ رمضان مین نہایت مستعدی سے چاہا کہ ۲۱ ماہ مذکور سے اعتکاف کرون اور تلافی مافات کرون لیکن ۲۰ ماہ مذکور سے طبیعت خراب ہوئی اور ۲ شوال تک اس علالت کا سلسلہ رہا ۹ شوال سے پھر نماز تہجد کو اٹھا تین روز تک محنت کی تھی کہ کل ۱۱ شوال کو پھر حرارت پیدا ہوگئی معلوم نہین کہ کیا منظور خدا ہے تعلقات دنیوی سے قطع کرکے چاہا تھا کہ اللہ اللہ کرون لیکن میری بدقسمتی یہ بھی کرنے نہین دیتی ان واقعات سے طبیعت ایسی متوحش اور پریشان ہے - کہ کیا عرض کرون وہی مثل ہوئی کہ نہ ادھر کے ہوئے نہ اُدھر کے ہوئے آج طبیعت کو بے حد قلق اور افسوس ہوا لہذا خدمت بابرکت مین عرض کیا گیا - اگرچہ شکایت تنفس تا بعد عرصہ سے ہے - لیکن باوصف اس شکایت کے ورد و وظائف کو انجام دیتا تھا دوسرے آواز اس قدر پست ہوگئی ہے کہ ذکر جہر نہین کرسکتا البتہ ایسی آواز سے کہ خود سن سکون حسب افاقہ ہوتا ہے کرتا ہون اور بحالت نادرستی طبیعت کے کچھ نہین ہوسکتا باقی خیریت ہے اور حالت بدستور ہے -

جواب - مخدومی - السلام علیکم ورحمۃ اللہ - بزرگان دین کا ارشاد ہے - طرق الوصول الی اللہ بعدد انفاس الخلائق یعنی جس قدر مخلوقات کے سانس ہین خدا تعالیٰ تک پہونچنے کے اُتنے رستے ہین اور اصل مقصود وصول الی اللہ ہے بمعنی ضعف نسبت مع الخلق و قوت نسبت مع الخالق خواہ کسی طریق سے ہو پس جس طرح اوراد و نوافل کی کثرت اس کا ایک رستہ ہے اسی طرح مرض اور حزن اور انقباض اور ضیق قلب و تاسف و ندامت و خجلت و انکسار بھی ایک رستہ بلکہ اقرب رستہ ہے پس حالت مرقومہ خط سامی مین گو نفسانی اور جسمانی کلفت و صعوبت ہے لیکن روحانی ترقی و نفع ہے مائل مطمئن رہئے اور جس قدر ہوسکے اور جس طرح ہوسکے کرلیا کیجئے اور نہ ہوسکے نہ کیا کیجئے

ہر طریقت ہر چہ پیش سالک آید خیر اوست	بر صراط مستقیم اے دل کسے گمراہ نیست

البتہ افسوس یون چاہتا ہے کہ مجھکو ذکر و شغل کا ثمرہ عاجل دنیا مین ملجاوے سو یہ خطائے عظیم ہے صاحب موقع مشاہدہ ثمرہ کا آخرت ہے جس نے یہ نکتہ سمجھ لیا سکندر رضا و تفویض کی حماقت نصیب ہوئی اور جو اس نکتہ سے غافل ہے عمر بھر مشوش رہیگا - مختصر و ما ہو کچھ مین نے لکھا ہے گو مختصر ہے - مگر نہایت جامع اور تجربہ کی بات ہے آپ شکر نہ ہوئے - والسلام -

از رسالہ اوراد رحمانی

خمسۂ اردو ظفر بر قصیدہ فارسیہ حکیم سنائی رحمہما اللہ تعالے

پے دنیا یا الٰہی یک بک عیش جاں کاہی | ندیا منزل عقبیٰ کا مجھے رستا دکھائی | مگر اب جی میں ہے سب چھوڑ کر یہ سرزد رائی
ملکا ذکر تو گویم کہ تو پاکی و خدائی | نروم من بجز آن رہ کہ تو آن رہ نمائی
نہ ہرون عہد سے جیتا کہ مرکر دم میں رہ دوم | نہ ہون بیمان محبت پہ تیرے میں یون ہی محکم | اطاعت میں صل تیری دل سے مرکر ہو نہ کبھی کم
ہمہ درگاہ تو جویم ہمہ در کار تو پویم | ہمہ توحید تو گویم کہ بتوحید سزائی

نہ چپ راست سے گر ہو وے تری نصرت دیاری | نہ تراعرش سے تا فرش آر فیض ہو جاری | نہ کہے کیونکہ خدایا یہ خدائی تجھے ساری
تو خداوند زمینی تو خداوند سیاری | تو خداوند زمینی تو خداوند سمائی

نظر آتی ہے جہانیان جو سفیدی و سیاہی | قلم صنع پہ دے ہے ترے وحدت کو گواہی | تری یکتائی ہر برابر ہے ہر اک شی سے الٰہی
تو زن و جفت نہ جوئی تو ورخنف شوہی | احد ابے زن و جفتی ملکا کائم دائی

نہ پرستش کا تو محتاج نہ محتاج عبادت | نہ عنایت تجھے درکار کسی کی نہ حمایت | نہ شراکت ہے کسی کی نہ کسی کی ہے قرابت
نہ نیازت بولادت نہ بفرزند تو حاجت | تو جلیل الجبروتی تو امیر الامرائی

جسے چاہے امیری دے جسے چاہے فقیری | جسے تو چاہے بزرگی دے جسے چاہے حقیری | کرم وعفو سے کیونکر نہ ہے عذر پذیری
تو کریمی تو رحیمی تو سمیعی تو بصیری | تو معزی تو مذلی ملک العرش بجائی

گنہ و جرم پہ بھی کرتا ہے تو رزق رسانی | ترے الطاف سے محروم نہ یخوانہ نہ زانی | کہ تو ستار ہے اور واقف اسرار نہانی
ہمہ را عیب تو پوشی ہمہ را غیب تو دانی | ہمہ را رزق رسانی کہ تو باجود و عطائی

خرد و فہم سے گر دل نے کوئی بات تراشی | نہ ہوا اول و آخر کی حقیقت کا تلاشی | میرے نزدیک سوا اسکے ہے سب سمع خراشی
نہ بدی خلق تو بودی نہ بود خلق تو باشی | نہ تو خیری نہ تو شینی نہ تو کاہی نہ فزائی

رہی معروف ثنا میں ترے ہر خلق خلائق | نہ ادا پردہ ثنا ہو جو ثنا ہے ترے لائق | کہ وہ فوق اور ہے جس فوق سے ہے سب فوق فائق
نہ سپہری نہ کواکب نہ بروجی نہ دقائق | نہ مقامی نہ منازل نہ نشینی نہ بپائی

رہ توصیف تری رکھتی نہایت ہو درازی | نہ لگے ہاتھ یہ کوچہ تری بے بندہ نوازی | نہ چلے کنہ حقیقت میں تری نکتہ طرازی
بری از چون و چرائی بری از عجز و نیازی | بری از صورت و رنگی بری از عیب و خطائی

نہ تجھے دوست کی حاجت ہے نہ اندیشۂ دشمن | نہ تجھے کام ہے عشرت سے نہ شیوہ ترا شیون | نہ تجھے چاہیے مادی نہ تجھے چاہیے مسکن
بری از خوردن و خفتن بری از تہمہ مردن | بری از بیم نومیدی بری از رنج و بلائی

نہ رہا عالم طفلی و جوانی ہوئی پیری | غم دنیا کی ہوس میں مجھے ہیگی یہ اسیری | نہ روا رکھ میرے حق میں تو یہ خواری حقیری
تو علیمی تو حکیمی تو بصیری تو بصیری | تو نمایندۂ فضلی تو سزاوار خدائی

ترے اوصاف بیان کرنیکی باندھی ہے جو دھن جی | دم تقریر ہے گونگی دم تحریر ہے بنجی | مری گو نوک زبان گنج معانی کی ہے کنجی
نہ تو ان وصف تو گفتن کہ تو در وصف تو گنجی | نتوان شرح تو کردن کہ تو در شرح نیائی

نہ بصر کو ہی یہ قدرت کہ تری دیکھے تجلی | نہ خرد کو ہی یہ طاقت کہ تجھے پائے ذرا بھی | متحیر ہون میں آمین کہ صفت کیا کروں تیری
احد لیس کمثلی صمد لیس کفضلی | لمن الملک تو گوئی کہ سزاوار خدائی

ظفر اسوقت میں خاموش ہو کیا فائدہ کی مانند | کہ یہ اشعار مناجات کے یاد آئے اسے چند | کرے توصیف میں کس طرح تری پنی زبان بند
لب و دندان ستائی ہمہ توحید تو گویند | مگر از آتش دوزخ بودش زود رہائی

تمام ہوا حصہ اول تکشف کا

عہ از لفظ احد الی لمن الملک مفعول ست مر فعل گوئی یعنی تو گوئی کہ کسے مثل من نیست الخ ۱۲ منہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حصّہ دوم از مجموعہ تکشف

برائے متوسط الاستعداد ان

قصد السبیل۔ اس سے عالم فارغ کے معمولات کے متعلق جو مضمون ہو وہ مطالعہ سے مستثنیٰ ہے۔

تعلیم الدین پانچوان باب۔ حق السماع تمام۔ کمالات امدادیہ تمام۔ روضۂ مثنوی تمام

از امداد الفتاوی معروف بہ فتاوی اشرفیہ تعلیم ذکر زنان و معنی انا الحق

سوال۔ حضرت اقدس مولانا صاحب۔ بعد سلام مسنون آنکہ نامہ نامی رسید قبول بیعت منکوحہ بندہ معلوم گردید خرسندگی لاانہایت حاصل گردید وظیفہ مرقومہ راحسب فرمان جناب تعلیم یافت و بالفعل آن خانمہ جناب امیدوار است از ذکر اذکار نیز ارشاد فرمایند زیادہ از طرف او سلام و امید دعا بست بنا انیکہ در رنج چند مردمان لفظ انا الحق می گویند و بعض مولویان این را یا دوشان را کافر گویند لہذا امیدوارم معنی انا الحق چیست و نزد صوفیہ کرام جائز ہست یا نہ تحریر فرمایند

الجواب

عزیزمن۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ زنان را اوراد و وظائف بس است اذکار کہ بطور اشغال می باشند مناسب حال اوشان نیست ہاں اگر نزدیک معلم باشند لا باس بہ است اگر زیادہ اصرار و رغبت یابند اسم ذات اللہ اللہ شش ہزار یا بر بخلوت نشستہ خواندن امر فرمایند و ہر تغیرے کہ در حالت پیش آید بزودے ہر چہ تمام تر اطلاع دادہ باشند اوشان را از من سلام دد عا رسانند۔ انا الحق اگر بلا تاویل و بلا غلبہ حال گفتہ شود بیشک موجب کفر است شکے نیست و اگر بتاویل گویند کہ انا الثابت الموجود لا انا الموہوم کما یقول بہ السونسطائیۃ یا انا مظہر الحق کما یکون المصنوع مظہر الصانع کفر نباشد۔ مگر چونکہ موہم کفر ست لہذا معصیت و بدعت سیئہ خواہد بود توبہ و کف از ین کلمات واجب خواہد بود و اگر در غلبہ حال کہ عادم اختیار و قصد باشد گویند نہ عاصی خواہد بود و نہ کافر و اتی مثل ہذا ظاہر از حال جہال این زمان کہ خرقہ تصوف در برکشیدہ اند ہمین ست کہ ازین کلمات متاع ایمان بربادی دہند و اہم اللہ تعالیٰ و ہر چہ در شرع نا روا ست نزد صوفیہ ہم خطا است صوفیہ کرام از جادہ شرع بیرون نمی روند و ہر کہ بیرون افتادہ تصوف از دست داد و ہم آنچہ گفتہ

شد ظاہر و باہر است کالشمس فی نصف النہار واللہ اعلم فقط۔

حل شعرے از مثنوی

اکور کورانہ مرو در کربلا	تا نیفتی چون حسین اندر بلا

اس مین منشا تہامتر اشکال کا لفظ تا ہے موجبین نے عموماً اُسکو تعلیل پر بمعنی کے (عربی) اور تاکہ (اُردو) کے محمول کیا ہے۔ اور احقر اُسکو غایت پر بمعنی حتی (عربی) اور جب تک (اردو) کے محمول کرتا ہو اب معنی صاف ہین یعنی جب تک حضرت امام عالیمقام حسین علیہ السلام کی طرح مجاہدہ و بلا صبر و تحمل خفا مین واقع نہ ہو چکو اور نفس کو ریاضت کا خوگر نہ بنا لو اُسوقت تک کربلا رہ تمام عشق مین نا عاقبت اندیشی کے ساتھ قدم مت دھرو اور جنہون نے طرح حضرت امام علیہ السلام نے اول اپنی ہمت کو قوی کر لیا تھا اور سب بلاؤن کے برداشت کرنے کے لیے مستعد ہو گئے تھے اور اُس وقت میدان کربلا مین تشریف لے گئے تھے۔ اسی طرح اگر تم پہلے ریاضات و مجاہدات سے نفس مین قوت پیدا کر لو تو وقت مطابق عشق مین آنا مبارک ہو حاصل اس کا طرق وصول الی اللہ مین سے طریق عشق کو اختیار کرنے کی شرائط کا بیان کرنا ہو اور جو شخص اس شرط پر قادر نہ ہو اُسکے لیے دوسرا طریق ابرار کا باعافیت موجود ہو حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمۃ نے اسیکو دوسرے عنوان سے ذکر کیا۔ ۵ اگر مرد عشقی گم خویش گیر ۵ وگرنہ رہ عافیت پیش گیر۔ ۲۹ جمادی الاولی ۱۳۲۱ھ

تشخیص سبب نہوق روح بعضے اہل حال از سماع و تحقیق اختلاف در مسئلہ سماع

سوال۔ ایک امر قابل گذارش ہے اس کا جواب مرحمت فرمایا جاوے حضور اور مولانا احمد حسن صاحب مرحوم اور مولوی شاہ محمد حسین صاحب الہ آبادی حضرت حاجی صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ والغفران کے مریدین باوصف اتحاد بیعت حالت علیحدہ علیحدہ نظر آئی حضور کو سماع سے نفرت اور مولانا احمد حسن صاحب کو نہ اقبال اور نہ انکار اور مولانا محمد حسین صاحب مرحوم کو بغیر سماع چین نہ تھا اس مین کیا اسرار تھا اور غالباً وجہ انتقال جناب مولانا محمد حسین صاحب مرحوم حضور نے بھی سماعت فرمائی ہوگی۔ اس واقعہ سے مجوزان سماع کے واسطے ایک بہت بڑا موقع اُسکے جواز کا ملگیا۔ اگر زحمت کرم تحریر فرمایا جاوے کہ ایسا کون قوی سبب ہوا کہ عین حالت سماع مین مولانا صاحب ممدوح و مغفور نے رحلت فرمائی تو باعث تسکین خاطر خاکسار متصور ہو۔

الجواب

کسی دلیل عقلی یا نقلی سے ثابت نہین کہ کسی حالت پر موت آجانا اُس حالت کے محمود ہونیکی علامت ہو بعض لوگون کو مین معصیت مین موت آگئی ہے۔ چنانچہ پانچ چھ سال ہوئے کہ سہارنپور مین ایک بوڑہا آدمی ایک بازاری عورت سے عین مشغولی کی حالت مین مر گیا تھا اور شدت لذت سے اُسکی روح فنا ہو گئی تھی اسی طرح سکر شدید کہ منجملہ سمیات ہو

قائل ہے تو اگر کوئی شخص جو غنا و مزامیر کو بدلیل شرعی معصیت کہتا ہو جو بہین بطور احتمال یہ کہے کہ ممکن ہو کہ اس معصیت مین اسوقت لذت ایسی شدید ہوئی ہو یا سکر ایسا قوی ہوا ہو کہ اس سے روح فنا ہو گئی ہو تو اس وجہ سے کہ روح فی نفسہ ضعیف تھی جسکا سبب ممکن ہے کہ کوئی بیماری ہو یا مثلاً بخار ہو نا مختلف فیہ کہ مرض سے پہلے عارض تھا یا یہ کہ سکر و لذت اس سے بھی زیادہ قوی ہو کہ اسکی قوت سے اتنی قوی روح فنا ہو گئی کہ بوجہ قوت و ضعف معلوم اضافیہ ہے تو استدلال کرنے والے کے پاس اس احتمال کا کیا جواب ہے اس سے کوئی بزرگوار یہ نہ سمجھین کہ یہ احقر مولانا مرحوم کی نسبت ایسا خیال رکھتا ہے حاشا وہ صرف جواب ہے اس خیال کا جو اولہ شرعیہ کے معارضہ مین واقعہ محتملہ سے استدلال کرتے ہین باقی خود احقر کا شرب اول سے ساتھ حتی الامکان حسن ظن رکھتا ہے خصوصاً ایک عالم اور صاحب سلسلہ کے ساتھ پھر خاصکر بعد وفات کے اسلئے میرے نزدیک اس واقعہ کی توجیہ بظن غالب یہ ہے (اور حقیقت حال اللہ تعالے کو معلوم ہے) ان مختلفین فی حکم السماع مین سے مولانا مرحوم کا مذاق یہ تھا کہ سماع فی نفسہ اہل کے لیے جائز ہے اور آلات مین حرمت اعیانہ ہے اور وہ عینیہ فوت شہوۃ بہیمیہ ہو اور اپنے کو اس وقت کا مغلوب نہ پاتے تھے اسلئے تو جائز سمجھتے تھے اور اس جائز کو وجدان مسئلہ وحدت وجودی نے جس کا سبب واللہ اعلم کثرت مطالعہ و استماع اقوال موحدین سے تخیل تھا رائج کر دیا تھا۔ کیونکہ سماع کے وقت بوجہ یکسوی کے اس وجدان مین ایک خاص قوت و نشاط و جاتی سے یہ سبب ہو گیا تھا اس عمل کا بہت سے لوگون کے کہ ایک مجمع مین کہ وہان سب مولانا مرحوم کی ساتھ حسن ظن رکھتے تھے جو سبب اعظم ہے اجتماع خاطر و انبساط کا اور کوئی سبب اضاف و انتشار کا وہان نہ تھا وہ مضمون نظم مین پڑھا گیا مضمون سب مذاق نظم دلکش کلام ایک صاحب حال کا پھر معتقد فیہ کا قوال خوش آواز یہ خصوصیات تو فاعل کی جانب مین تھے جو اختلاج کے دو طرفہ سے قلب مین ضعف کچھ تقلیل طعام سے روح مین نظافت یہ خصوصیات منفعل کی جانب مین نغمات و الحان سے کچھ ایسا سماں نہ رہا کہ بیخود ہو گئے اور اس بے خودی مین اس مضمون سے مظہر بزنگ ظاہر یا یون کہیے کہ مظاہر بزنگ مظہر وجداناً متخیل ہوا اور اس تخیل کے جزم اور جانب مقابل کی طرف اصلا التفات نہ ہونے نے شوق من المشاہدہ یا شوق الی المشاہدہ کو ایسا غالب اور قوی کر دیا کہ دفعۃً روح نے تن کو چھوڑ دیا۔

سو اس تقریر پر اس واقعہ مین کئی جزو مختلف فیہ ہین مثلاً سماع عن بعد تحقیق مذکور کا صحیح ہونا یا نہ ہونا وحدۃ الوجود کے یہ معنی ہونا یا نہ ہونا یا خود وحدۃ الوجود کا مطابق واقع کے ہونا یا نہ ہونا اور ایک جزو بلا اختلاف قابل نظر ہے کہ خواص کا فعل گو وہ کسی وجہ سے اس سے مباح ہوا گر عوام کے لیے موجب مفسدہ ہو جاوے تو خواص کے لئے بھی واجب الترک ہو جاتا ہے لیکن اس جزو پر مخصوص مہمات مین خود اختلاف ہے کو اور جزو غیر مختلف فیہ مین عدم تمکن عدم اطلاع و عدم التفات الی المفاسد کو موجب عذر سمجھتا ہے۔ بہرحال صاحب حال سے اگر کوئی امر موہم خلاف صادر ہو تو منتہائے حسن ظن یہ ہے کہ خود اسکے فعل مین تاویل مناسب کرکے اسکو قواعد شرعیہ کے تابع بنا دے۔ نہ یہ کہ شریعت مین تبدیل کرکے شریعت کو اسکے تابع بنا دے۔ یہ جواب ہے سوال ثانی کا اور اسی تقریر مین جواب ہے قول یہ ہے

(مختلفین فی حکم السماع میں الی قولہ منہمک ہونا) اور دوسرا قول یہ ہے (ایک جزو بلا اختلاف الی قولہ واجب الترک ہو جاتا ہے) ان قولون سے سوال اول کا جواب بھی نکل آیا کہ جو شخص مانع اور خود ممتنع ہے وہ یا تو آلات کو فی نفسہ محرم سمجھتا ہے یا اپنے کو قوت بہیمیہ کا مغلوب پاتا ہے یا اپنے فعل کو موجب مفسدہ عوام کہتا ہے اور جو شخص نہ انکار کرتا ہے نہ اہتمام کرتا ہے۔ وہ ان امور کو جانے اور اپنے کو قوت بہیمیہ پر غالب سمجھتا ہوگا اور مفاسد عوام کی طرف التفات یا انپر مطلع نہ ہوگا یہ وجہ عدم انکار کی ہے اور وجدان مرجح مثل تخیل وحدۃ الوجود وغیرہ ذالک اسپر غالب نہ ہوگا یہ وجہ عدم اہتمام کی ہے اور انہماک کی وجہ ان اقوال میں مصرح مذکور ہو رہا یہ شبہ کہ ایک پیر کے مرید ہو کر عمل مختلف کیوں ہے سو ایسے امور مرید کے ارکان میں نہ شرائط یا لوازم تاکہ اتحاد سلسلہ کے ہوتے ہوئے ان میں اختلاف ہونا موجب شبہ ہو یہ اپنا اپنا مذاق اور تحقیق اور نظر ہے جس میں خود پیر اور مرید کا باہمد گر مختلف ہونا بھی محل استعجاب نہیں فقط واللہ اعلم ۲۳ رجب ۱۳۳۱ھ

معنی ذکر و فکر و تصور شیخ و رابطہ و فنا و ثمرات آنہا

سوال - خاندان نقشبندیہ میں جو اول ذکر فکر کے ساتھ تبلایا جاتا ہے اور تصور شیخ اور پھر رابطہ اور فنا اور پھر گم شدگی اسکی تفصیل کی مجھے خاص ضرورت ہے۔ جس سے میں ہر ایک بات کو اچھی طرح سمجھ لوں اور پھر ان سے کیا کیا نفع مرتب ہوتے ہیں۔

جواب - یہ سوال میری سمجھ میں نہیں آیا البتہ جو ذکر اول تبلایا جاتا ہے وہ اسم ذات ہے لیکن اس قید کیساتھ جو سوال کیا گیا ہے کہ فکر کے ساتھ اسکی تحقیق نہیں اور یوں ہر ذکر کے ساتھ تذکر و احضار قلب ضروری ہے البتہ متاخرین مشائخ نے اسم ذات کے ساتھ ہی شغل لطائف کا معمول رکھا ہے متقدمین کے یہاں یہ طریقہ نہ تھا یہ تو اسکی حقیقت ہے۔ باقی نفع ذکر کا ظاہر ہے بلکہ تمامتر منافع اسی کے ثمرات ہیں جسمیں اصل نفع وہ ہے جو قرآن مجید میں موعود ہے وادکروني اذکرکم الایۃ

نمبر ۲ و نمبر ۳ - تصور شیخ کا مفہوم عام ہے رابطہ کے مفہوم سے کیونکہ رابطہ خاص ایک شغل کا نام ہے جسمیں شیخ کی صورت ذہن میں حاضر کر کے نظر قلب سے اسکی طرف ٹکٹکی باندھکر اور خیال کو سادہ کر دیکھا جاتا ہے۔ فیفرض کانہ حاضر ناظر لکن تصورا فقط لا اعتقادا فانہ شرک ولذا یمنع منہ العوام وھذا ھو المراد فی کلام بعض الاکابر حیث ادخل ھذا فی عموم قولہ تعالی واھذہ التماثیل التی انتم لھا عاکفون یہ تو حقیقت ہے اسکی اور فائدہ اسکا شغف شیخ کے ساتھ جس سے بے تکلف اسکا اتباع اخلاق و اعمال میں ہونے لگتا ہے چونکہ احوال ثمرات ہیں اعمال کے اسلئے وہ احوال بھی اسپر وارد ہونے لگتے ہیں لکن لما کان ضررہ للعوام اکثر من ہذا النفع المذکور لم یغبر ہذا النفع فی منعہم منہ اور تصور شیخ کوئی خاص شغل نہیں بلکہ اسکی حقیقت وہی ہے جو لغۃً مفہوم ہوتی ہے محل اسکا وہ وقت ہے کہ ذکر کے ساتھ خطرات فاسدہ کا ہجوم ہو اور دفع کرنے سے مندفع نہ ہوتے ہوں تو منتہی اسکا علاج زیادت توجہ الی المذکور سے کرتا ہے۔ اور متوسط زیادت توجہ الی الذکر سے کیونکہ جب نفس کو ایک طرف توجہ تام ہو جاوے گی حسب قاعدہ فلسفیہ

النفس لاتوجہ الی شیئین فی آن واحد ورہا طرفۃ رہیگی اور بندی چونکہ غائب یعنی مذکور کی طرف زیادت توجہ کا محوگر نہیں اور ذکر گو امر حسی مشاہد مسموع ہے اور توجہ دشوار نہیں لیکن اسکے ساتھ انجذاب طبعی نہیں اس لئے وہ جمتا نہیں اس بنا پر اسکے لئے تصور شیخ کو نافع سمجھا گیا ہے کہ وہ محسوس بھی ہے اور محبوب بھی ہے اسکا خیال جلد ہی جم جاتا ہے اور خیال جمنے سے خطرات مندفع ہو جاتے ہیں مگر بعد اندفاع پھر اس تصور کو نہیں جماتے کیونکہ شغل بغیر المقصود مخل اشتغال بالمقصود ہے اور اس تقریر سے حقیقت کے ساتھ ان دونوں کا نفع بھی معلوم ہو گیا۔ نمبر ۴ و نمبر ۵ یہ دونوں لفظ بھی متقارب المعنی ہیں صرف عموم و خصوص ہی کا فرق ہے فنا عام ہے گم شدن خاص کیونکہ فنا دو قسم ہے فنائے واقعی اور فنائے علمی۔ فنائے واقعی یہ کہ افعال ذمیمہ ملکات رویہ زائل ہو جاویں مثلاً ظاہری معاصی چھوڑ جاویں قلب سے حب غیر اللہ حرص و طول امل و کبر و عجب و ریا وغیرہ سب نکل جاویں اسکو فنائے واقعی اسلئے کہتے ہیں کہ یہ میں جو چیز زائل ہوئی ہے یعنی افعال و ملکات رویہ وہ واقع میں بھی فنا ہو گئے بخلاف دوسری قسم کے جیسا عنقریب آتا ہے اور اسکو بعضے اصطلاحاً فنائے حسی بعضے فنائے جسمی بھی کہتے ہیں اور فنائے علمی یہ کہ غیر اللہ اس کے قلب سے مرتبہ علم میں نکل گیا یعنی اسکو غیر اللہ کے ساتھ تعلق علمی نہیں رہا یا یہ معنی کہ جیسا التفات و استحضار غیر کا پہلے تھا وہ نہ رہا بلکہ ملکہ یا دداشت کا راسخ ہو گیا۔ اور غیر سے ذہول ہو گیا جیسا محبت مجازیہ میں بھی غلبہ کے وقت ایسا ہی ہوتا ہے کہ محبوب دل میں زیادہ بسا رہتا ہے غیر کی طرف کسی بڑی ہی ضرورت سے توجہ ہوتی ہے۔ ورنہ گنجائش نہیں ہوتی پھر اسکے مراتب حسب استعداد سالک مختلف ہوتے ہیں حتیٰ کہ کسی کو استغراق محض ہو جاتا ہے کسی پر سکر غالب ہوتا ہے۔ کوئی مجذوب محض ہو جاتا ہے۔ کوئی پھر بعض احوال کی تکمیل کے لئے یا دوسروں کی تکمیل کے لئے علم بالاشیاء کی طرف عود کرا دیا جاتا ہے مگر ابتداء کے علم بالاشیاء سے یہ علم بالاشیاء کماً و کیفاً و غایۃً مختلف ہوتا ہے اس حالت کو بقاء کہتے ہیں جیسا کہ قسم اول میں بھی عین فنا کے وقت فانی کے اضداد کے حصول کا نام بقاء ہے اس قسم ثانی کو فنا علمی اس لئے کہتے ہیں کہ اسمیں جو چیز اس کے تعلق علمی سے خارج ہو گئی وہ واقع میں فانی و معدوم نہیں ہوئی مثلاً ہمکو زید کا خیال نہ آیا تو واقع میں زید معدوم تو نہیں ہوا فنا کی اس دوسری قسم کا نام گم شدنی ہے پس مطلق فنا قسم اور عام ہے اور گم شدنی اسکی ایک قسم اور خاص ہے فائدہ قسم اول کا ظاہر ہے کہ ترک ہے معاصر شرعیہ کا جسکو تقویٰ کہنا چاہیئے۔ اور قسم ثانی کا فائدہ یہ ہے کہ یہی علم بالاشیاء بعض اوقات مفضی الی المعاصی ہو جاتا ہے۔ پس اسباب بعیدہ سے بچنا کمال ہے تقویٰ کا التماس میں نے کسی خاص جگہ سے نقل نہیں کیا بلکہ کچھ کتابی نظر سے کچھ صحبت شیخ سے کچھ ذوق سے لکھدیا ہے شاید کسی جگہ اس سے کافی تر ملجاوے فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۱۴۔ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۲ھ ہجری۔

حل بعضے اشعار مثنوی

سوال۔ اشعار ذیل کا مطلب تحریر فرمایا جاوے ؎

جملہ قرآن بست در قطع سبب		عزو رویشن و ہلاک بولہب	

ہمچنین از آغاز قرآن تا تمام	از نفی اسباب است و علت و اسلام

جواب اولاً باید دانست کہ مراد از اشعار مسئول عنہا رفض و قطع اسباب مطلقاً نیست و چگونہ آنصورت می توان بست ہرگاہ خود در قرآن امر بعض اسباب وارد شدہ کقولہ تعالےٰ فی الاسباب الاخرویۃ اقیموا الصلوٰۃ و اٰتوا الزکوٰۃ و بر بنا اعمال مسببۃ امر مؤکد فرمودہ بدخلکم جنت تجری من تحتہا الانہار وغیر ذلک من الآیات و فی الاسباب الدنیویۃ ولیاخذوا اسلحتہم و در علتش فرمود و ددالذین کفروا لو تغفلون عن اسلحتکم و امتعتکم فیمیلون علیکم میلۃ واحدۃ پس معلوم شد کہ اخذ سلاح سبب حفظ از حملۂ اعداء چنانچہ ظاہر است بلکہ مراد اسبابے ست کہ مزاحم و معارض مشیت یا رضائے الٰہی باشد ہرگاہ این مقدمہ مہد شد پس معنی اشعار ہوید است کہ مقصود افادہ این امر است کہ اے ظاہر پرست تو بر اسباب طبعیہ و تدابیر تراشیدہ خیلے اعتماد داری نمی بینی کہ ابولہب چہا تدابیر و سامان و اضرار و کسر شوکت درویشان و مساکین اہل اسلام کہ فراہم نیاوردہ و خود چہ قدر اسباب از اموال و حشم میداشت لیکن چون تدبیرش خلاف مشیت حق بود چگونہ معاملہ منقلب شد و آن مشتے چند مساکین روئے زمین را در گرفتند و این ابولہب در خاک و خون غلطید پس بہوش باش تا ہرگز برائے تدبیر خود بمقابلہ مشیت ایزدی نظر نکنی و ہمہ کار از نقیر و قطمیر خود مفوض بقادر مطلق کن آرے تدبیرے کہ ماذون فیہ یا مامور بہ در شرع باشد چون آن معارضہ برضاء یقیناً ندارد و معارضہ بمشیت غیر معلوم اگر این تدبیر را اختیار کنی بر تو واجب است باز اگر مصلحت در علم قدیم اتمامش باشد خود تمام خواہند فرمود و اگر لحف در عدم اتمامش باشد تمام نخواہد شد و در ہر دین صورۃ ہم منافع گوناگون ظاہری و باطنی بدست خواہد آمد فالتدبیر ہمہ ہیچ ہمہ ہیچ ہمہ ہیچ و مذموم فالمنفی ہو الثانی و المثبت ہو الاول فاقتضح الحق فقط ۱۴۔ رمضان ۱۳۲۲ ہجری۔

فرق درمیان دعوے و تحدث بالنعمۃ

سوال:۔ زید کہتا ہے کہ الخیر منہ مطلقاً تکبر نہیں ہے نمازی کو اس نیت سے اپنے کو بہتر سمجھنا اور بے نمازی پر ترجیح دینا کہ یہ نماز کی توفیق نعمت خداوندی ہے۔ جو مجھے دی گئی ہے اور اس شخص سے روکی گئی ہے مبغوض تو کیا ہو محمود بلکہ مقصود و مامور بہ ہے۔ غرض کسی نعمت پر نعمت من اللہ سمجھکر اپنا اس شخص سے بہتر سمجھنا جو اس نعمت سے محروم ہے تکبر نہیں ہے البتہ اس سے قطع نظر کرکے یا نماز کو اپنا فعل ذاتی اور کارگزاری سمجھکر دوسرے سے بہتر سمجھنا تکبر ہے بلکہ دوسرے کی جانب نسبت نہ بھی ہو تب بھی مذموم و منہی عنہ ہے جسکا نام عجب و خودستائی ہے یہ صحیح ہے یا غلط۔

جواب:۔ زید نے جو تفصیل کی ہے صحیح ہے لیکن جبکہ صرف مرتبہ عنوان میں نہ ہو بلکہ معنون کا مرتبہ بھی اس کو حاصل ہو جس میں اکثر دھوکہ ہو جاتا ہے۔ بالخصوص مبتدیوں کو اسکی باطنی پہچان وجوہ جدان سے معلوم ہو سکتی ہے یہ ہے کہ اگر اسکے قلب میں اپنے دوسرے عیوب سے ذہول اور خود اس کمال کے زوال سے بے فکر ہے۔ اور

دوسرے کے کمالات سے بھی ذہول اور اس مین اس کمال کے پیدا ہو جانے سے بے التفاتی اور اپنے اس طاعۃ کے عدم قبول کے احتمال سے اور اسکی معصیت کے عفو کے احتمال سے بے فکری ہو تو مرتبہ معنون کا حاصل نہین ہے اور اگر سب امور پیش نظر ہون اور لرزان ترسان ہو تو معنون حاصل ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

تذکیر موت از رسالہ فروع الایمان

ضمیمہ مفیدہ

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اکثروا ذکر ہاذم اللذات یعنی الموت رواہ الترمذی۔ چونکہ [illegible] اعمال صالحہ و اخلاق فاضلہ سے ہوتی ہے اور تحصیل ان اعمال و اخلاق کی بوجہ نسیان آخرت و حب دنیا کے دشوار ہو رہی ہے اس لئے اس مرض کا علاج حدیث مذکور مین یہ فرمایا گیا کہ تم موت کو زیادہ یاد کیا کرو اس سے سب کام بنجاتے ہین اور ظاہر ہے کہ موت کی یاد وہی ہے کہ اسکے سب گلے پچھلے حالات متعلقہ پیش نظر کے جاوین اسلئے اس مضمون کا ایک قصیدہ سلیس حضرت شیخ سعدیؒ کے کلام سے نقل کرتے ہین کہ سکوگاہ مطالعہ کرکے سفر آخرت مین چست و چالاک ہون۔

قصیدہ

روزے کہ زیر خاک تنِ ما نہان شود	آنہا کہ کردہ ایم یکایک عیان شود
یارب بہ فضلِ خویش بہ بخشائے بندہ را	آن دم کہ عازم سفر آن جہان شود
بیچارہ آدمی کہ اگر خود ہزار سال	مہلت بیابد از اجل و کامران شود
ہم عاقبت چو نوبت رفتن بدو رسد	با صد ہزار حسرت ازینجا روان شود
فریاد ازان زمان کہ تنِ نازنین ما	بر بستر ہوان فتد و ناتوان شود
اصحاب را چو واقعۂ ما خبر کنند	ہر دم کسے بر سم عیادت روان شود
وانکس کہ مشفق ست دلش مہربان ماست	در حبستن دوا بہر این و آن شود
وانگہ کہ چشم بر رخ ما افگند طبیب	در حالِ ما چو فکر کند بدگمان شود
گوید فلان شراب طلب کن کہ سودمست	ما را بدان امید بسے در زیان شود
شاید کہ یک دو روز دگر ماند عمر ما	وان یک دو روز بر سر سود و زیان شود
یاران و دوستان ہمہ در فکر عافیت	کا حوال بر چگونہ و حال از چسان شود
تا آن زمان کہ چہرہ بگردد ز حال خویش	وان رنگ ارغوانی ما زعفران شود
وان بیخ در وجود نبوے اثر کند	کز لاغری بسان یکے ریسمان شود

در ورطهٔ هلاک فتد کشتی وجود — نیز از عمل بماند و بے بادبان شود
آمد شه ملائکه در وقت قبض روح — چون بنگریم دیدهٔ ما خون فشان شود
باید که در چشیدن آن جام زهرناک — شیرینی شهادت ما در زبان شود
یارب مدد بخش که مادران زمان — قول زبان موافق قول جنان شود
ایمان ما ز غارت شیطان نگاهدار — تا از عذاب و خشم تو جان در امان شود (دل)
فی الجمله روح و جسم ز هم منفصل شوند — مرغ از قفس برآید و در آشیان شود
جان ار بود پلید شود در زمین فرو — ور پاک باشد او ز برِ آسمان شود
آوازه در سرای بتقیدکه خواجه مرد — در بم و زیر خانه پر آه و فغان شود
از یک طرف غلام بگرید بهای های — در یک طرف کنیز بزاری کنان شود
دُر یتیم گوهر یک دانه را زاشک — جزع دو دیده پُر ز عقیق یمان شود
تابوت و پنبه و کفن آرند و مُرده شوے — اورا دو ذکر آن ز کران تا کران شود
آرند نعش تا بلب گور و هر که هست — بعد از نماز باز سرِ خان و مان شود
هر کس رود بمصلحت خویش و جسم ما — محبوس دستبند دران خاکدان شود
پس منکر و نکیر بپرسند حال ما — وین جمله حکمها ز پئے امتحان شود
گر کرده ایم خیر و نماز و خلاف نفس — آن خاکدان تیره بما گلستان شود
ور بر مدار معصیت بود و فسق کار ما — آتش در او فتد به لحد هم دخان شود
یک هفته یا دو هفته کم و بیش صبح و شام — با گریه دوست همدم و همداستان شود
حلواسته چار صحن شب جمعه چند بار — بهر ریا بخانه هر گور خان شود
وان همسر عزیز که از عدهٔ دست و اشرت — خواهد که با بستهٔ عقد فلان شود
میراث گیر کم خر و آید به جستجوے — بس گفتگوے بر سر باغ و دکان شود
تا می زما بماند و اجزائے ما تمام — در زیر خاک باغم و حسرت نهان شود
وانگه چند سال برین حال بگذرد — آن نام نیز گم شود و بے نشان شود
وان صورت لطیف شود جمله زیر خاک — وان جسم زورمند کفے استخوان شود
از خاک گور خانه ما خشت ها پزند — وان خاک و خشت و سنگش کل گران شود
دوران روزگار بما بگذرد بسے — گاهے شود بهار و دگر گه خزان شود
تا روز رستخیز که اصناف خلق را — تنها ز بهر عرض قرین روان شود
حکم خدائے عزوجل کائنات را — در فصل هر فصیله به کلی روان شود

از گفتن و شنیدن و از کردہاے بد
در موقف محاسبہ یکیک عیان شود

میزان عدل نصب کنند از برائے خلق
یک سر سبک برآید و یک سر گران شود

ہر کس نگہ کند بہ بد و نیک خویشتن
آنجا یکے غمین و یکے شادمان شود

بندند باز بر سر دوزخ پل صراط
ہر کس از و گذشت تیم جنان شود

وانکس کہ از صراط بہ لرزید پائے او
در خوارہی و عذاب ابد جاودان شود

اشرار را حرارت دوزخ کند قبول
و ابرار را عنایت حق سائبان شود

بس روے ہمچو ماہ ز خجلت شود سیاہ
بس قد ہمچو تیر ز ہیبت کمان شود

بس شخص بینوا کہ ورا در علو قدر
بس عشرت سرائے جنت اعلیٰ مکان شود

بس پیر مستمند کہ در گلشن مراد
بوئے بہشت بنود و نوجوان شود

مسکین اسیر نفس و ہوا کاندران مقام
با صد ہزار غصہ قرین ہوان شود

برگے کہ از برائے مطیعان کشد خدائے
عاصی چگونہ بر سر آن برگ خوان شود

خرم دلے کہ در حرم آید بہ وجد و شعف
حق را نجوار لطف و کرم میہمان شود

این کار دولت است نداند کسے یقین
سعدی یقین بخیبت خلدت چسان شود

فائدہ حصہ سوم تکشف کے آخیر مین جو رسالہ حقیقۃ الطریقہ لگا ہے ہر چند کہ باعتبار علو مضامین کے اُس کا مطالعہ اہل استعداد کے لئے تجویز کیا گیا لیکن چونکہ احادیث کا اُردو مین ترجمہ بھی کر دیا گیا ہو و خود اُن احادیث کے مضامین مین بوجہ ان کے مختصر فہ ہونے کے کچھ زیادہ غموض نہین ہے اس لئے اگر متوسط الاستعداد والے بھی جن کیلئے یہ حصہ دوم لکھا گیا ہے اسکا مطالعہ کرین تو اُمید نفع کی ہے انشاء اللہ تعالیٰ فقط۔

فائدہ متعلقہ اشعار تذکیر موت کہ عنقریب بالا گذشت از شوق

وہ اشعار تو ترہیت عن الموت کے لئے تھے اور ذیل کے اشعار ترغیب و تشویق موت کے لئے ہیں۔

قال العارف الشیرازی رح :

خورم آن روز کزین منزل ویران بروم	راحت جان طلبم وازپے جانان بروم
نذر کردم کہ گر آید بسرم این غم روزے	تا در میکدہ شادان وغزل خوان بروم

قال العارف الجامی رح

ولاتا کے درین کاخ مجازی	کنی مانند خفاشان جہان جا ہمازی
توئی آن دست پرورد مرغ گستاخ	کہ بودت آشیان بیرون ازین طاق
چرا ازان آشیان بیگانہ گشتی	چو دونان چغد این ویرانہ گشتی
بیفشان بال وپر زآمیزش خاک	بپر تا کنگرہ ایوان افلاک

قال العارف البوصیری رح

گر بریزد خون من آن دوست زد	پاک کو بان جان برافشانم برو
آز مودم مرگ من در زندگی است	چون بہم زین زندگی پاینده گی است
اقتلونی اقتلونی یا ثقات	ان فی قتلی حیوة فی حیات
یا منیر الخد یا روح البقا	اجتذب قلبی وجدلی باللقا
لی حبیب حبه یشوی الحشا	لیت یمشی علی عینی مشا
اقتلونی یا ثقاتی لائما	ان فی قتلی حیوتی دائما
ان فی موتی حیوتی یا فتی	کم افارق موطنی حتی متی
فرقتی لولم تکن فی دار السکون	لم تقل انا لله راجعون

اے مسافر یار مسافر را ئے زن — از کہ پایت لنگ دارد رائے زن
از دم حب الوطن بگذر مبایست — کہ وطن آنسوست جان این سوی نیست
گر وطن خواہی گذر زان سوی شط — این حدیث راست رام خوان غلط
فی حب الوطن [illegible] — تو وطن پنداشتی [illegible]

ان اشعار کے پڑھنے سے محبت وشوق تعارض کا اشتعال ہوگا

بلوغ شوق وطن ہمین اشعار کو شامل ہے

ای مفتیش رکی قال السخاوی فیہ الوقف علیہ لکن مقابلہ صحیح شمر ارہ بجذب بین فعلی وقولی الاول تحبو وصیہ الثانی علیہ وسلم ای عالمۃ وانشانی مع انقطاع الاول علیہ السلام الانصاری فی حنینہ ای ولدہ ابراہیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حصہ سوم از مجموعہ تکشف

برائے ذوی الاستعداد انِ اہل علم

قصد السبیل تمام۔ تلخیص الہدایہ

ملخص الانوار والتجلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وبعد فہذا تلخیص رسالتی انوار الوجود + فی اطوار الشہود + والتجلی العظیم + فی احسن تقویم + وہو لاجلہ اشتمل علی جزئین

الجزء الاول فی مسئلۃ التنزلات الستۃ

اعلم ان مرتبۃ الاحدیۃ + من الحضرۃ الصمدیۃ + تسمی بالذات البحت واللاتعین والباطن ومجہول النعت والصفات + والغیب المطلق ومقطوع الاشارات + ومرتبۃ الوحدۃ + ہی اول مراتب الظہور لمن لہ التجرد + وہی بدء التعینات + واول التنزلات + واعلم ان معنی اطلاق الذات واللاتعین + ثم تنزلہما + وتقیدہما + لیس ما یفہم من ظاہر ہذہ الکلمات + کیف وہو تعالے متعین بالذات + ومنزہ عن التغیرات + بل معنی التنزل فی الاصطلاح ظہور الشیء مع بقاء ذاتہ وصفاتہ الاولے + فی مرتبۃ اخری + ویرادفہ التعین والتجلی + والتقید والتعلق + وہذا ہو المعنی بالبعد والفراق + الذی یتبرنم بہ اہل الاشواق + الذی تحصل غلبۃ حکام مابہ الامتیاز والافتراق + علی مابہ الاتحاد والاتفاق + کالاشخاص والظلال + والاعیان والامثال + وہادیک علی استحالۃ ہذا المعنی فی ذات الحق + والوجود المطلق + ومعنی الاطلاق اطلاقہ عن مثل ہذہ التعینات لا عن التعین الذی ہو عین الذات + فافہم حتی لا تقع فی الزلات + ولا تجر بالہفوات + ومرتبۃ الواحدیۃ +

فائدہ متعلقہ اشعار تذکیر موت کہ عنقریب بالا گذشت از شوق

وہ اشعار تو ترہیب عن الموت کے لئے تھے اور ذیل کے اشعار ترغیب و تشویق موت کے لئے ہیں۔

قال العارف الشیرازی رح

خورم آن روز کزین منزل ویران بروم
راحت جان طلبم وازپے جانان بروم

نذر کردم کہ گر آید بسرین غم روزے
تا درمیکدہ شادان وغزل خوان بروم

قال العارف الجامی رح

دلا تا کے درین کاخ مجازی
کنی ما فند بلقمہ زین خاکباری

توئی آن دست پرورد مرغ گستاخ
کہ بودت آشیان بیرون ازین شاخ

چرا زان آشیان بیگانہ گشتی
چو دونان چغد این ویرانہ گشتی

بیفشان بال وپر زآمیزش خاک
بپر تا کنگرہ ایوان افلاک

قال العارف الرومی رح

گر بریزد خون من آن دوست زد
پائے کوبان جان برافشانم برو

آنمودم مرگ من در زندگی است
چون رہم زین زندگی پاینده گی است

اقتلونی اقتلونی یا ثقات
ان فی قتلی حیوۃ فی حیات

یا منیر الخد یا روح البقا
جذبت قلبی وجدبی باللقا

لی حبیب حبہ یشوی الحشا
لو یشا یمشی علی عینی مشا

اقتلونی یا ثقاتی لائما
ان فی قتلی حیوتی دائما

ان فی موتی حیوتی یا فتا
کم افارق موطنی حتی متی

فرقتی لو لم تکن فی ذا المکان
لم نقل انا الیہ راجعون

اے مسافر بار سافر را ز زن
زنگ پایت لنگ دار آزن

زد نبی حب الوطن بگذر ز ما
کہ وطن آنسوست جان ما سوی ہمت

گر وطن خواہی گذر زان سوی شط
این حدیث راست راکم خوان غلط

تو وطن پنداشتہ [illegible]

ان اشعار کے پڑھنے سے حب الموت و شوق لقاء حق کا اشتعال ہوگا ۱۲

بجوع شوق وطن ہیں اشعار نوشتہ ۱۲

ای مفتیش اگر قال السنی ای فیہ وقف علیہ لکن معناہ صحیح شعر ایدہ بحدیث فعلی وقولی فالاول نحو وصیہ اللہ علیہ وسلم الی معاذ وانشانی معاذ اللہ الی علیہ السلام الاول انفقی فی جنازتی ای وظیفتہ ۱۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حصہ سوم از مجموعہ تکشف

برائے ذہبی ابتعداد ان اہل علم

قصد السبیل تمام - تلخیص الہدایہ

ملخص الانوار والتجلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وبعد فہذا تلخیص رسالتی انوار الوجود + فی اطوار الشہود + والتجلی العظیم + فی احسن تقویم + وہو لاجدہ تشتمل علی جزئین

الجزء الاول فی مسئلۃ التنزلات الستۃ

اعلم ان مرتبۃ الاحدیۃ + من الحضرۃ الصمدیۃ + تسمی بالذات البحت واللاتعین والباطن ومجہول النعت والصفات + والغیب المطلق ومقطوع الاشارات + ومرتبۃ الوحدۃ + ہی اول مراتب الظہور لمن لہ المجد وحدہ - وہی بدء التعینات + واول التنزلات + واعلم ان معنی اطلاق الذات واللاتعین + ثم تنزلہما و تقییدہا + لیس ما یفہم من ظاہر ہذہ الکلمات + کیف وہو تعالے متعین بالذات + ومنزہ عن التغیرات + بل معنی التنزل فی الاصطلاح ظہور الشیء مع بقاء ذاتہ وصفاتہ الاولے + فی مرتبۃ اخری + ویرادفہ التعین والتجلی + والتقید والتعلق + وہذا ہو المعنی بالبعد والفراق + الذی تیرنم بہ اہل الاشواق + الذی تحصلہ غلبۃ احکام مابہ الامتیاز والافتراق + علی مابہ الاتحاد والاتفاق + کالاشخاص والظلال + والاعیان والامثال + وہاہنا یلوح لک استحالۃ ہذا المعنی فی ذات الحق + والوجود مطلق + ومعنی الاطلاق اطلاقہ عن مثل ہذہ التعینات لا عن التعین الذی ہو عین الذات + فافہم حتی لا تقع فی الزلات + ولا تجر بالہفوات + ومرتبۃ الواحدیۃ +

ہو تنزل ثان لمستحق الماجدیۃ + و یقال لہذہ المراتب الثلثۃ المراتب الآلہیۃ + لانہا مندرجۃ و مندمجۃ فی الذات الغیر المتناہیۃ + و لم تشم رائحۃ من التبائن العینی + و ان حصل بینہا الامتیاز العلمی + علی خلاف المراتب الثلثۃ الکونیۃ و المرتبۃ الجامعۃ فانہا مبائنۃ عن الذات و ان کانت العینیۃ فیہا لامعۃ + و اعلم ان التقدم و التاخر ذاتی فیما بین ہذہ المراتب + لئلا یلزم الخلو عن الکمالات بالفعل لذات الواجب + سبحانہ و تعالے عما یقولون علوا کبیرا + و الاربعۃ الاخیرۃ التی ظہورہا عیانی + التقدم و التاخر فیما بینہا زمانی و اما فیما بین الثلثۃ و الاربعۃ فلو اعتبر فی الترتب الزمانی وجود السابق + فی زمان لا یوجد فیہ اللاحق + و اعتبر الزمان موجودا محققا + فلیس بینہا ترتب زمانی مطلقا + و ان وسع فی الزمان مفہوما + او قدر موہوما + فالترتب بینہا بالزمان + و الترتب بالذات محفوظ فی کل اوان + و اما الروح + فہو تنزل ثالث للقدس السبوح و عالم المثال + ہو تنزل رابع لحضرۃ الجلال + و عالم الاجسام + ہو تنزل خامس لحضرۃ الاکرام + و الانسان ہو سادس التنزلات - لذات الحق + فہو مظہر اتم للوجود المطلق + و ہذا ہو المعنی الصحیح عند المحققین + و لحدیث خیر المرسلین ان اللہ خلق آدم علی صورتہ + و من ہنا قیل من عرف نفسہ فقد عرف ربہ + و لعلم ہذہ المسئلۃ یسمی عند الصوفیۃ الخیار + بعلم الوحدۃ و حقائق الاخبار + و الی ہذا اشار العارف الرومی فی مفتح المثنوی المعنوی

ے

بشنو از نی چون حکایت میکند		وز جدایہا شکایت میکند	
کز نیستان تا مرا ببریدہ اند		از نفیرم مرد و زن نالیدہ اند	

و فسر بذا الاشعار المولوی الجامی بشرح لم یات احد باحسن منہ عند اولی الابصار + و لنسمک لبعضہا ے

چند روز یکہ پیش از روز و شب		فارغ از اندوہ و آزاد از طلب	
متحد بودیم با شاہد وجود		حکم غیریت بکلی محو بود	
بود اعیان جہان بے چند و چون		ز امتیاز علمی و عینی مصون	
نے بلوح علم شان نقش ثبوت		نے ز فیض خوان ہستی خوردہ قوت	
نے ز حق ممتاز و نے از یکدگر		غرق در دریائے وحدت سر بسر	
ناگہان در جنبش آمد بحر جود		جملہ را در خود ز خود با خود نمود	
امتیاز علمی آمد در میان		بے نشانے را نشانہا شد عیان	
واجب و ممکن ز ہم ممتاز شد		رسم و آئین دوئی آغاز شد	
بعد ازان یک موج دیگر زد محیط		سوئے ساحل آمد و روح بسیط	
موج دیگر زد پدید آمد ازان		برزخ جامع میان جسم و جان	
پیش آن کز زمرۂ اہل حق است		نام آن برزخ مثال مطلق است	

موج دیگر باز در کار آمدہ — جسم وجانہا زو پدیدار آمدہ
جسم ہم گشت است طور العطور — تا بنوع آخرش اُفتادہ دور
نوع آخر آدم است و آدمی — گشتہ محروم از مقام محرمی
بر مراتب سر بسر کردہ عبور — پایہ پایہ ز اصل خود افتاد دور
گر نگردد باز مسکین زین سفر — نیست از وے ہیچکس مہجور تر
لے کہ آغاز حکایت میکند — زین جدائیہا شکایت میکند
کز نیستانے کہ در روے ہر عدم — رنگ وحدت داشت در پائے قدم
تا بہ تیغ فرقتم ببریدہ اند — از نفیرم مرد و زن نالیدہ اند
کیست مرد اسمائے خلاق ودود — کان بود فاعل در اطوار وجود
چیست زن اعیان جملہ ممکنات — منفعل گشتہ ز اسماؤ صفات
چون ہمہ اسماؤ اعیان بیقصور — دارد اندر رتبۂ انسان ظہور
جملہ را در ضمن انسان نالہ ہاست — کہ چرا ہر یک ز اصل خود جداست
شد گریبان گیر شان حُبّ الوطن — این بود سرّ نفیر مرد و زن

وذری ان نریک صورۃ ترتیب المراتب + لنیتقش ما ذکرنا علی لوح ذہنک الثاقب +

وہذہ صورۃ ترتیب المراتب مع بعض اصطلاحات

مرتبۂ اولی	مرتبۂ ثانیہ	مرتبۂ ثالثہ	مرتبۂ رابعہ	مرتبۂ خامسہ	مرتبۂ سادسہ	مرتبۂ سابعہ
ذات	تنزل اول	تنزل ثانی	تنزل ثالث	تنزل رابع	تنزل خامس	تنزل سادس
احدیۃ	وحدۃ	واحدیۃ	روح	مثال	جسم	انسان
باطن	حقیقت محمدیہ	اعیان ثابتہ	×	×	×	×
مراتب الٰہیہ			مراتب کونیہ			مراتب جامعہ
حضرات خمسہ						
ظہور علمی			ظہور عینی			
تنزلات ستہ						

وہذہ المسئلۃ مسئلۃ واحدۃ من الفن فی بادی النظر + لکن بعد الامعان جمیع الفن فیہ مستتر +

لان امہات مسائل الفن عند القوم احد عشر + وسانلو علیک اسامیہا وانہا کیف اندرجت فیہا فخذ بالمختصر وان شئت التفصیل القولی فعلیک بالکتب المستطر + وان اشتقت الی شرح الصدر فعلیک بخدمۃ اہل الحق فانہ فیہا اخصر + والمسائل ہذہ التنزلات الستۃ معرفۃ النفس معرفۃ الحق وحدۃ الوجود العینیۃ والغیریۃ القرب والوصال المعیۃ اندراج الشئ فی الشئ تجدد الامثال القضاء والقدر ماہیۃ الروح اما الاولی فہو المقصود بالبحث والتقول + واما الثانیۃ والثالثۃ فاندراجہما ظاہر لایحتاج الی تامل + واما الرابعۃ فلما انکشف ان العالم کلہ ظہور لوجود الحق سبحانہ + ثبت ان الوجود الحقیقی لہ وحدہ ما اعظم شانہ + واما الخامسۃ فلانہ اذا قطع النظر عن التعینات فالکل عین + واذا اعتبرت ففیہ مغایرۃ وبین + ولاتمس ان العینیۃ والغیریۃ ہہنا اصطلاحیتان للغویتان + فلاتلحد ولاتزندق ولایہنک الشیطان + واما السادسۃ والسابعۃ فمتقاربتان وای مرتبۃ منہما اکثر من العہدۃ التی قام علیہا البرہان + واما الثامنۃ فلان العالم لما کان ظہور الحضرۃ الذات لوالصفات + والصفات لاشک فی اندراجہا فی الذات + فحقیقۃ الاندراج باقیۃ فی ہذہ التنزلات + والعالم ہی العلوم التی کانت فی الاعیان الثابتات + واما التاسعۃ فلان العالم لما کان ظہور الاسماء والصفات وظاہران تعطلہما من المستحیلات + فلابد ان یفعل کل اسم فی ہذہ الممکنات + وکان القول تجدد الامثال من البدیہیات وامّا العاشرۃ فلان حقیقۃ العالم لما کانت ہی الاعیان الثابتۃ القابلۃ للتجلیات + والتجلی یکون علی حسب استعداد المنفعلات + ولاتجل من المبدء الفیاض علی الکائنات + کما قیل ؎

باران کہ در لطافت طبعش خلاف نیست	در باغ لالہ روید ودر شورہ بوم خس

وقال آخر ؎

نقصان ز قابل است وگرنہ علی الدوام	فیض سعادتش ہمہ کس را برابر است

فاعطی کل شئ ماسئالہ بلسان استعدادہ + من کفرہ وایمانہ وصالحہ وفسادہ + قال تعالی وآتاکم من کل ماسئلتموہ الایۃ فالرزیۃ کل الرزیۃ لنقصان استعدادنا + ولا اعتراض علی کریمنا وجوادنا + فالزیادۃ عشر فترجع الی الثانیۃ + والرسالۃ لعنان البیان الی التتمیم ثانیۃ +

البحر الثانی فی جامعیۃ الانسان

اعلم ان الانسان + جامع الاسماء والاعیان + وبیان ہذہ الجامعیۃ علی وجہ التفصیل + خارج عن طوق البشر واحاطۃ المقال والقیل + لان الاسماء الالٰہیۃ غیر متناہیۃ بالفعل وتخرج عن العد + والاعیان لاتتناہی بمعنی انہا لاتقف عند حد + والعلم الانسانی متناہی + کیف یکون احاطۃ لغیر المتناہی + قال اللہ تعالی قل لوکان البحر مدادا لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی ولوجئنا بمثلہ مددا + وقال تعالی ولو ان ما فی الارض من شجرۃ اقلام والبحر یمدہ من بعدہ سبعۃ ابحر ما نفدت کلمات اللہ ان اللہ عزیز حکیم ؎

نعم یمکن بیانہ بالاجمال اونبذ من التفصیل + وانہ لابد من تمہید مقدمۃ قبل ہذا المقصود الجلیل۔

مقدمۃ اعلم ان حقائق الاعیان الکونیۃ ہی الاسماء الالہیۃ + وتلک الاعیان مظاہر لہذاہ الاسماء + ہی تفوت الحصر والانتہاء + لان الاسماء بعداء الکمالات + والکمالات الالہیۃ من بحر المتناہیات + الا ان اصول ہذاہ الاسماء تسعۃ وتسعون اسماء من احصاہا دخل الجنۃ حتما + واصول ہذہ الاسماء التسعۃ والتسعین اسماء ثمانیۃ وعشرون التی ہی مربیات للاکوان الکلیۃ الشاملۃ لجمیع الجزئیات مما کانت فی الوجود او تکون + واصول ہذہ الاسماء الثمانیۃ والعشرین ہی الصفات السبع + الحیوۃ والعلم والقدرۃ والارادۃ والکلام والبصر والسمع + اذا تمہدت المقدمۃ فالتقریر الاجمالی لجامعیتہ ان الحق ذا الاکرام والجلال + جعل الانسان مظہرا لہذہ الصفات السبع علی وجہ الکمال واشیر الیہ بقولہ علیہ السلام ان اللہ خلق آدم علی صورتہ وتفصیلا فی حکایۃ عیسیٰ علیہ السلام عن اللہ تعالی بی یسمع وبی یبصر الی حدیث ومن ثم ظہر غلط من حکم علی الانسان بانہ ہو اللہ الحق نعم یصح ان یقال انہ صورۃ ای ظہورہ المطلق + فاذا کان الانسان جامعا لہذہ الصفات + کان بالضرورۃ جامعا لجمیع الاسماء والکونیات او ہی فروع لہذہ الصفات بلا واسطۃ او بالواسطۃ + والمتبوع یستلزم التابع لما یکون بینہما من الرابطۃ وان اشتبہت شیئا من التقریر المفصل + فاعلم ان ارباب الاکوان الکلیۃ الثمانیۃ والعشرون ہی الاسماء الثمانیۃ والعشرون کما سیتضح من ہذا الجدول فتجلی ہذہ الاسماء فی الانسان + کما علمت مما لاح من البیان +

وسیعلم تفصیلا عما قلیل من الزمان + یستلزم لوجود جمیع المرکبات الکلیۃ فی البنیۃ البشریۃ وجود الکلیات ما توجد الا فی ضمن الجزئیات + فلزم وجود کل الاکوان جزئیا جزئیا فی اشرف المخلوقات + وہذا الجدول الموعود بہذا الذی ینتظر + مستخرجا من الفتوحات المکیۃ للشیخ الاکبر +

عدد	اسم الہی	اسم عین	اسم حرف	منزل قمر	یوم	عدد	حرکۃ	حرکۃ	حرکۃ	حرکۃ	یعسر
۱	بدیع	عقل اول[۱]	ر	شرطین عرکۂ بجمان	۰	۱۰	مقدر	فلک منازل[۲]	مش	جبہۃ الاسد	۰
۲	باعث	لوح[۳] محفوظ	ہ	کزبیر بطین	۰	۱۱	رب	سماء اولی	ی	خراتان بجمان[۴]	سبت
۳	باطن	طبیعت	ع	ثریا	۰	۱۲	علیم	سماء ثابتہ	ض	صرفۃ	خمیس
۴	آخر	جوہر ہبا	ح	قرہ کرکب	۰	۱۳	قاہر	ثالثہ	ل	عوا[۵]	ثلاثاء
۵	ظاہر	جسم کل	غ	ہقعۃ	۰	۱۴	نور	رابعہ	ن	سماک اعزل	احد
۶	حکیم	شکل	خ	منفقۃ	۰	۱۵	مصور	خامسہ	ر	غفر	جمعہ
۷	محیط	عرش	ق	ذراع	۰	۱۶	محصی	سادسہ	ط	زبانیا العقرب	اربعا
۸	شکور	کرسی	ک	نثرۃ	۰	۱۷	مبین	سماء دنیا	د	اکلیل	اثنین
۹	غنی الدہر	فلک اطلس[۱۳]	ج	طرف	۰	۱۸	قابض	کرۂ نار	ت	قلب الاسد	۰

[۱] عقل اول
[۲] فلک منازل القمر
[۳] لوح محفوظ
[۴] ہذا ادخل اجمان
[۵] فلک البروج
[۶] وبنیۃ الصور
[۷] والسنۃ الخلایق
[۸] فلک الاعظم
[۹] والسنۃ بکلنا
[۱۰] خلیط

۱۹	حی	کرہ ہوا	ز	شولۃ	۰	۲۴	مذل	حیوان	ذ	سعد السعود	۰
۲۰	محیی	کرہ ماء	س	لعائم	۰	۲۵	قوی	ملائکہ	ف	سعد الاخبیۃ	۰
۲۱	ممیت	کرہ ارض	ص	بلدۃ	۰	۲۶۰	لطیف	جن	ب	مقدم والے	۰
۲۲	عزیز	معادن	ظ	سعد الذابح	۰	۲۷	جامع	انسان	م	فرع موخر	۰
۲۳	رزاق	نباتات	ث	سعد بلع	۰۰	۲۸	رفیع الدرجات	تعیین مراتب	و	رشاء	۰

ولو اردت تفصیلا ازید منہ فاسمع نبین لک تجلی الاسماء التسعہ والمستعین وبعض الکونیات الجزئیۃ الغیبیۃ فی الانسان ولنقدم الاسماء علی الاکوان + اعلم ان تجلی الاسماء علی قسمین تکوینی وتشریعی + وان ثبت سمیتہا بالتعلقی والتخلقی + و معناہما سیاتی + ولما کان التجلی التکوینی ارفع من العقول المتوسطۃ طونیا الکشح عن اظہار سرہ + واقتصرنا علی بیان التجلی التشریعی وذکرہ + ولنذکر مع کل اسم طریق تجلیہ + ولنسمہ بلفظ الفیض فتفکر فیہ + وہذا ماخوذ من کلام الشیخ عبد الحق المحدث الدہلوی، فی شرح حدیث رواہ الامام الترمذی عن ابی ہریرۃ رضہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان للہ تسعۃ وتسعین اسما من احصاہا دخل الجنۃ ہو اللہ الذی لا الہ الا ہو فاللہ علم لذا المستجمع لجمیع الصفات والکمالات فیضہ ان لا یشاہد غیر المسمی ولا یثبت لہ الوجود - الرحمن الرحیم فیضہما ان یرحم عباد اللہ سیما المحاویج والمساکین منہم الملک فیضہ ان یکون حاکما علی نفسہ وقلبہ القدوس فیضہ ان یتقدس مما سواہ السلام فیضہ ان یسلم من الذنوب والذمائم المؤمن فیضہ ان یؤمن الناس من لسانہ ویدہ المہیمن فیضہ ان یحفظ ظاہرہ وباطنہ من المعاصی والاوصاف الذمیمۃ العزیز فیضہ ان یغلب علی نفسہ ولا یمیل بالطمع من اہل الدنیا الجبار فیضہ ان یجبر نقائصہ بتحصیل الکمالات المتکبر فیضہ ان یحقر الدنیا وما فیہا الخالق البارئ المصور فیضہما ان یحصل فی نفسہ الکمالات والعلوم الغفار فیضہ ان یصفح عن زلات الناس القہار فیضہ ان یقہر اعداء الدین من النفس والشیاطین الوہاب فیضہ ان یبذل نفسہ وما لہ فی اللہ الرزاق فیضہ ان ینفق علی عیالہ ویفیض علی الطالبین من المعارف الفتاح فیضہ ان لا یغلق باب العلم والنفع ویقضی من الخصماء العلیم فیضہ ان یتعلم ما ینفعہ القابض الباسط فیضہما ان یضیق علی نفسہ اذا طغی ویوسع علیہ اذا مال الخافض الرافع فیضہما ان یخفض الباطل ویرفع الحق المعز المذل فیضہما ان یعز الاخیار ویذل الاشرار السمیع البصیر فیضہما ان لا یسمع ولا یبصر ما لا یرضی اللہ تعالی الحکم فیضہ ان یحکم علی نفسہ ویراعی العدل فی الحکم العدل فیضہ ان یراعی العدل والاستقامۃ فی کل امر اللطیف فیضہ ان یرفق بعباد اللہ فی المعاملات والمواعظ والارشاد الخبیر فیضہ ان یکون خبیرا بمکائد النفس وبحیلہ الغافلین الحلیم فیضہ ان یخالق الضعفاء بالحلم والعفو العظیم فیضہ ان یعظم ہمتہ ولا یصغر للدنیا واشیاع ابلیس الغفور فیضہ ان یغفر ذنوب الناس الشکور فیضہ ان یشکر النعمۃ والوسط فیہا العلی فیضہ ان لا یخفض للشیطان واہل الدنیا الکبیر فیضہ قرب من اسم العلی لحفیظ

لہ واسم الجامع ہو اللہ ۱۲

لہ یعنی اسماء کونیہ وتجلی ۱۲

فیضہ ان یحافظ علی حدود الشرع المقیت فیضہ ان یطعم الجائعین الحسیب فیضہ ان یکفی الناس فی حاجاتہم
ویحاسب نفسہ الجلیل فیضہ ان یجمل نفسہ بصفات الکمالات الکریم فیضہ ان یتخلق بصفات الکرم الرقیب فیضہ ان یراقب
نفسہ والمبدع النفس والشیطان یغلبانہا المجیب فیضہ ان یجیب ربہ بالاطاعۃ والناس بقضاء حاجاتہم
الواسع فیضہ ان یکسب العلوم والمعارف الوسیعۃ ولا یضیق علی الناس فی المعاملات الحکیم فیضہ ان یکتسب
الحکمۃ فی العلوم والاعمال الودود فیضہ ان یود اہل الدین ینصح الناس اجمعین المجید فیضہ ان یتصف بالمجد
بتہذیب اخلاقہ الباعث فیضہ ان یحیی قلبہ المیت ویبعث رسول الروح الی النفس الشہید فیضہ ان یشہد
الخیر وخدمۃ الدین ویتصف بما یجعلہ اہلاً للشہادۃ یوم القیامۃ الحق فیضہ ان یستغرق فی وجودہ بحیث ینسی غیرہ
الوکیل فیضہ ان یصلح امور الناس حصوصاً الضعفاء منہم القوی المتین فیضہما ان یقوی علی نفسہ وثبت
فی الدین الولی فیضہ ان ینصر الدین واہلہ الحمید فیضہ ان یکون حامداً للہ تعالے ومحمود الناس المحصی فیضہ
ان یواظب علی احصاء اعمالہ والذنوب ولا یفیض المبدی المعید فیضہما ان یبدء بالخیر ویعید ما فات منہ
المحیی المیت فیضہما ان یحیی قلبہ ویمیت نفسہ المحی فیضہ ان یحصل حیوۃ دائمۃ بالمجاہدۃ القیوم فیضہ ان یقوم
فی الطاعۃ وقضاء حاجات الناس الواجد فیضہ ان یوجد الکمالات فی نفسہ ویستغنی عما سوی اللہ الماجد فیضہ
ان یطلب المجد تحصیل الکمال الواحد فیضہ ان یجتہد فی کمالات العبودیۃ ویتوحد فیہا ویتفرد الصمد فیضہ
ان یکون مرجعاً للناس بتحصیل الکمالات القادر المقتدر فیضہما ان یقدر علی الشہوات النفسانیۃ المقدم المؤخر
فیضہما ان یقدم نفسہ فی الطاعات ویوخرہا عن المحظورات الاول الآخر فیضہما ان یکون اول الناس فی الدین
وآخرہم فی الدنیا الظاہر الباطن فیضہما ان یحلی ظاہرہ بالشریعۃ وباطنہ بالحقیقۃ الوالی فیضہ ان ینصر الروح
بمقابلۃ النفس والشیطان ویحکم علیہما المتعالی فیضہ ان یتعالی علی النفس والشیطان البر فیضہ ان یحسن الی
المخلوق التواب فیضہ ان یقبل معذرۃ الناس المنتقم فیضہ ان لا یداہن فی الشرع وینتقم من اعداء الدین العفو فیضہ ان
یعفو عن الناس الرؤف فیضہ ان یکون بالناس رؤفا مالک الملک ذو الجلال والاکرام فیضہ ان یملک ملک وجودہ
ویحل نفسہ ویکرم عباد اللہ المقسط فیضہ ان یقسط الجامع فیضہ ان یجمع فی نفسہ الکمالات العلمیۃ والعملیۃ الغنی المغنی فیضہما
ان یستغنی عن الناس ویغنی اہل الفقر المعطی المانع فیضہما ان یعطی المستحقین ویمنع الفساق والظالمین الضار
النافع فیضہما ان یضر اعداء الدین وینفع المطیعین النور فیضہ ان تنور بالایمان والعرفان الہادی فیضہ ان یہدی
الضالین والجاہلین البدیع فیضہ ان یکون وحیداً فی الکمال ویبدع ما ینفع الخلق الباقی فیضہ ان یعمل
ما یبقی نفعہ بعد موتہ ویعتقبہ الوارث فیضہ ان یرث الانبیاء فی العلوم والمعارف الرشید فیضہ ان یثبت علی
الرشد ویہدی الیہ غیرہ الصبور فیضہ ان یصبر فی کل حال وقد تم بحمد اللہ تعالے ہہنا بیان التجلی الاسمائی
مع التخلق بہا ۔ وانہ کیف یکون الانسان جامعاً لہا ۔ فالآن نسمعک انہ کیف یکون جامعاً للاکوان ۔
وہو ثلث طرق من البیان فالاولی ما ذکرہ الحکماء المحبوس نظرہم فی ہذہ الارض والسماء ۔ وہو ان الاجسام

فی العالم السفلی قسمان بسائط ومرکبات، فالبسائط ہی العناصر والمرکبات ماعداہا من الجمادات والنباتات والحیوانات، والبسائط محفوظۃ عند تحققہم فی حالۃ الترکیب بالماہیات، فکان کل مرکب جامعا للاسطقسات ثم ادنی درجات الترکیب ان تفیض علی المرکب الصورۃ النوعیۃ الحافظۃ للترکیب ولا یکون فیہ شیٔ من النمود والشعور والنطق والفکر والترتیب ویسمی ہذا المرکب بالجماد، ففیہ ثلثیان البسائط والصورۃ الحافظۃ الترکیب الاواد، ثم اذا فاضت علیہ النفس النباتیۃ ویحدث فیہ النمو دون الشعور، یسمی بالنبات وتجتمع فیہ ثلثۃ امور، البسائط والصورۃ الحافظۃ الحافظۃ والثالث ہی النفس النباتیۃ ای القوۃ النامیۃ، ثم اذا فاضت النفس الحیوانیۃ وجدت فیہ الحس والحرکۃ، یسمی بالحیوان وفیہ امور اربعۃ، البسائط والصورۃ الحافظۃ، والنفس النباتیۃ والنفس الحیوانیۃ الرافعۃ الحافظۃ ثم اذا فاضت علیہ النفس الناطقۃ وجعل یتفکر فی الاشیاء یسمی بالانسان وفیہ خمسۃ اجزاء، البسائط والصورۃ الحافظۃ والنفس النباتیۃ، والنفس الحیوانیۃ والنفس الانسانیۃ، وہذا الاجتماع المذکور، علی القول ببقاء نفس وقت مورد واخری کما ہو المشہور، فلم یبق جزء من اجزاء العالم العنصری خارجا من الانسان، واما المجردات فوجود غیر النفس الناطقۃ منہا فیہ لم یقم علیہ عندہم برہان، ولما رأی بعضہم ہذا التشویش غیر کاف، اختاروا وجہا آخر وراؤا انہ شاف وافٍ، فقالوا ان الانسان اذا علم الترتیب الواقع بین الاجسام وما بین المجردات ارتسم صورۃ ہذا المجموع فی ذہنہ کما ہو من البدیہیات، ولما کان حصول الاشیاء بانفسہا صحیحا عند اہل الاتقان، وجد العالم کلہ بہذا النمط فی الانسان وہذا التقریر ایضا لا یسمن ولا یغنی من جوع، لتوقفہ علی تصور الانسان ہذا المجموع، وما اصدق قول القائل ؎

پائے استدلالیان چوبیں بود	پائے چوبیں سخت بے تمکیں بود

والبیان المتوسط لمنفعۃ الجماعۃ ماذکرہ لاطفال الطریق الشیخ الاکبر محیی الدین ابن العربی فی الباب السابع والعشرین من کتاب التدبیرات وعبارتہ ہذا، ما فی العالم الاعلی من لطیفۃ الاستواء وہی الحقیقۃ الکلیۃ المحمدیۃ وفلکہا الحیوۃ تنظر الیہا من الانسان لطیفۃ روحہ القدسی ثم فی العالم العرش ینظر الیہ من الانسان الجسم ثم فی العالم الکرسی بجوہرہ ینظر الیہ من الانسان النفس بقواہا ولما کان ذلک موضع القدمین فکنہ ذلک لنفس محل الامر والنہی والمدح والذم ثم فی العالم البیت المعمور ینظر الیہ من الانسان القلب ثم فی العالم الملائکۃ ینظر الیہ من الانسان ارواحہ والمراتب کالمراتب ثم فی العالم زحل وفلکہ ینظر الیہا من الانسان القوۃ الذاکرۃ ومؤخر الدماغ ثم فی العالم المشتری وفلکہ ینظر الیہا من الانسان القوۃ العاقلۃ والیافوخ ثم فی العالم الاحمر وفلکہ ینظر الیہا من الانسان القوۃ الغضبیۃ وفلکہا الکبد ثم فی العالم الشمس وفلکہا ینظر الیہا من الانسان القوۃ المفکرۃ ووسط الدماغ ثم فی العالم الزہرۃ وفلکہا ینظر الیہا من الانسان القوۃ الوہمیۃ والروح الحیوانی ثم فی العالم عطارد وفلکہ ینظر الیہا من الانسان القوۃ الخیالیۃ ومقدم الدماغ ثم فی العالم القمر وفلکہ ینظر الیہا من الانسان القوۃ الحسیۃ والحواس واما عالم الاستحالۃ فمنہ الفلک الثانی روحہ

الحرارۃ والیبوستہ ینظر الیہما من الانسان الصفراء وروحہ القوۃ الماضمۃ ثم فی العالم فلک الہواء وروحہ الحرارۃ والرطوبۃ وینظر الیہما من الانسان الدم وروحہ القوۃ الجاذبۃ ثم فی العالم فلک الماء وروحہ البرودۃ والرطوبۃ ینظر الیہما من الانسان البلغم وروحہ القوۃ الدافعۃ ثم فی العالم فلک التراب وروحہ البرودۃ والیبوستہ ینظر الیہما من الانسان السوداء وروحہا القوۃ الماسکۃ ۔ واما الارض فتسبع طبقات سوداء وغیر ذلک حمراء وصفراء وبیضاء ورزقاء وخضراء ینظر الیہا من الانسان طبقات الجسم من الجلد والشحم واللحم والعروق والعضل والعضلات والعظام واما عالم عمارۃ الملکۃ فمنہ الروحانیون ینظر الیہم من الانسان القوی التی فیہ ثم فی العالم الحیوان ینظر الیہ ما یحس من الانسان ثم فی العالم النبات ینظر الیہ من الانسان ما ینمو ثم فی العالم الجماد ینظر الیہ من الانسان ما لا یحس واما عالم النسب فمنہ العرض وینظر الیہ من الانسان اسود وابیض وما اشبہ ذلک ثم فی العالم الکیف ینظر الیہ من الانسان صحیح وسقیم ثم فی العالم الکم ینظر الیہ من الانسان ستۃ عشر اعواد وطولہ خمستہ اذرع ثم فی العالم الاین ینظر الیہ من الانسان الاصبع موضعہ الکف والذراع موضعہ المفصل ثم فی العالم الزمان ینظر الیہ من الانسان تحرک وحی وقت تحرک راسی ثم فی العالم الاضافۃ ینظر الیہ من الانسان ہذا اعلاہ وہذا اسفلہ ثم فی العالم الوضع ینظر الیہ من الانسان قیامہ وقعودہ واستلقاؤہ واضطجاعہ وفی العالم الملک ینظر الیہ من الانسان لبسہ وزینتہ ثم فی العالم ان یفعل ینظر من الانسان الکلمۃ ثم فی العالم ان ینفعل ینظر الیہ من الانسان ذبح فمات وشرب فروی واکل فشبع ثم فی العالم اختلاف الصور فی الامہات کالفیل والحمار والاسد والصرصر ینظر الیہ من الانسان القوۃ التی یقبل الصور المعنویۃ من مذموم ومحمود ہذا فطن فہو فیل وہذا بلید فہو حمار وہذا شجاع فہو اسد وہذا جبان فہو صرصر فہذہ مضاہاۃ الانسان بالعالم الکبیر مستوفی مختصراً انتہی کلامہ رضی اللہ عنہ بعبارۃ اخذتہ من حاشیۃ عبد الحکیم علی التفسیر البیضاوی یقول العبد الضعیف وکذلک الآثار والاخلاق والافعال المحمودۃ فی الانسان مثال للجنان ۔ والمذمومۃ منہا مثال لعقوبۃ النیران ۔ وسمی فی الحدیث حق الذکر ریاض الجنۃ وسبحان اللہ والحمد للہ غراس الجنۃ وسمی فی القرآن اکل مال الیتیم اکل النار وقال تعالی وان جہنم لمحیطۃ بالکفرین وقال تعالی واحاطت بہ خطیئتہ فثبت ان الخطایا ہی جہنم والبلایا قال العارف الرومی رحمۃ اللہ ؎

چون سجودی یار کوئے مرد لشست	شد دران عالم سجود او بہشت
چونکہ پرید از دہانت حمد حق	مرغ جنت ساختش رب الفلق
حمد و تسبیحت مناند مرغ را	ہمچو لطف مرغ باد ست و ہوا
چون ز دستت رفت ایثار و زکوٰۃ	گشت این دست آں طرف نخل و نبات
آب خیرت آب جوئی خلد شد	جوئی شیر خلد مہرست دود
ذوق طاعت گشت جوئے انگبین	مستی و شوق تو جوئے خمر بین
این سببہا آن اثرہا را نماند	کس نداند جنش جائے آن نشاند

این سببہا چون بفرمان تو بود | چار جوہر ہم مر ترا فرماں نمود
ہر طرف خواہی روانش میکنی | آن صفت چون مُدبر چنانش میکنی
چون منی تو کہ در فرمان تست | نسل تو در امر تو آیند چست
میدود در امر تو فرزند تو | کہ منم جزوت کہ کردیشش گرد
آن صفت در امر تو بود ای جہاں | ہم در امر تست آن جوہا روان
آن درختاں مر ترا فرمان برند | کان درختان از صفاتت بابرند
چون بامر تست اینجا این صفات | پس در امر تست آنجا آن برات
چون زدستت زخم بر مظلوم رست | آن درخت گشت ازان زقوم رست
چون زخشم آتش تو در دلہا زدی | مایۂ نار جہنم آمدای
آتشت اینجا چو آدم سوز بود | آنچہ از وے زاد مر دافروز بود
آتش تو قصد مردم مے کند | نار کز وے زاد بر مردم زند
آن سخنہائے چو مار و کژدمت | مار و کژدم گشت و میگردد دمت

وجود الایمانیات بالکفریات بہذا الطریق ۔ ہو المراد بقولہ تعالے ہو الذی خلقکم فمنکم کافر و منکم مومن الآیۃ عند اہل التحقیق ۔ وکذالک الاعضاء الانسانیہ ۔ خلقت کما فی بحر الحیوۃ علے اشکال البروج الفلکیہ ۔ واکثرہا علے شکل حروف الہجا وبعضہا علے صورۃ اسم الجلالۃ ۔ ولرقمت تیک الصور لولا خوف الملامۃ والاطالۃ وہذا الذی ذکر کان المقصود منہ التمثیل ۔ دون الاحاطۃ والتفصیل ۔ ومن تامل بالامعان ۔ وجد جمیع کائنات العالم اجمالا فی الانسان ۔ واما الاعلی من طرق البیان ۔ لہذا المطلب الجلیل الشان فتحتاج الی کشف وعیان ۔ ولا یفی بہ اللسان ۔ ولا الرقم بالبنان ۔ نعم یمکن ان یفہم بقدر ان الانسان لما کان جامعا للاسماء ۔ کما ذکر تفصیلا متوسطا فی شرح حدیث الاحصاء ۔ وہذہ الاسماء للعالیات ۔ ہی حقائق الکائنات ۔ فکان الانسان بحقائق الاکوان جامعا ۔ والکون کلہ ظلا لہ وتابعا ۔ فکان وجود الانسان بہذا الاعتبار باللذات ۔ ووجود الکون بالنسبۃ الیہ بالعرض کالفرعیات ۔ فای جامعیۃ اکمل من کون الانسان اصل الاکوان ۔ والاکوان فرع الانسان ۔ فتامل والا تغفل ۔ قال العارف الرومی رح ۵

صوفئے در باغ از بہر گشاد | صوفیانہ روئی بر زانو نہاد
پس فرو رفت او بخود اندر تغول | شد ملول از صورت خوابش فضول
کز چہ چیزی آخر اندر زر نگر | این درختاں بیں و آثار خضر
امر حق بشنو کہ گفت است انظروا | سوئے این آثار رحمت آر رو
گفت آثارش دل است ای بوالہوس | آن برون آثار آثار است و بس

باغ ہا و میوہ ہا اندر دل است | عکس لطف او برین آب و گل است

واما الانکشاف الزائد علی المذکور فیحتاج الی الجلاء والنور کما علمہ العارف الرومی ؒ ؎

پنبہ اندر گوش حس دون کنید | بند حس از چشم خود بیروں کنید
پنبہ آن گوش سر گوش سر است | تا نگردد این کر آں باطن کرست
بے حس و بے گوش و بے فکرت شوید | تا خطاب ارجعی را بشنوید ؎
تا بگفت و گوے پندار اندری | تو ز گفت خوب کے بوے بری
سیر بیرونی است فعل و قول ما | سیر باطن ہست بالائے سما
حس خشکی دید کز خشکے بزاد | موسی جان پائے در دریا نہاد
چونکہ عمر اندر رہ خشکی گذشت | گاہ کوہ و گاہ صحرا گاہ دشت
آب حیواں را کجا خواہی تو یافت | موج دریا را کجا خواہی شگافت
موج خاکی فہم و وہم و فکر ماست | موج آبی صحو و سکر ست و فناست
تا درین فکری ازان سکری تو دور | تا ازین مستی ازان جامی نفور
گفتگوے ظاہر آمد چوں غبار | مدتے خاموش کن و بین ہوش دار
چشم بند و لب بہ بند و گوش بند | گر نہ بینی نور حق بر من بخند
اے برادر عقل یک دم با خود آ | دمبدم ات توخزان است و بہار

فاذا زرقت الصفار من المقدر المليك ، راءيت الكل نيك ، كما قيل ؎

سمت اگر ہوست کشد کہ بسیر سرو سمن درآ ؎ تو ز سنجہ کم ندمیدہ در دل کشا بچمن درآ

دل کے آئینہ مین ہے تصویر یار ؎ جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی
کر غور ذرا دل میں کچھ جلوہ گری ہوگی | یہ شیشہ نہیں خاکی دیکھ اس میں پری ہوگی

قال علمت ان الانسان ای شئی من العالم ، ومن ثم شرفہ اللہ تعالے وکرم ، قال تعالے ولقد کرمنا بنی آدم وحملناہم فی البر والبحر ورزقناہم من الطیبات وفضلناہم علی کثیر ممن خلقنا تفضیلا وقال تعالے وصورکم فاحسن صورکم وقال تعالے لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم فیا حسرۃ علیہ اذا لم یعرف قدرہ ولم یتفکر فی من عرف نفسہ فقد عرف ربہ ، نسی حقیقۃ ولم یتامل ، ولقی محبوسا فی العالم الاسفل ؎

آمد آئینہ جملہ کون و لے | ہیچو این آئینہ نکردہ جلی
بنمودند در و بوجہ کمال | صورت ذو اجلال و الافضال
زانکہ بود این تفرق عددی | مانع از سر جامع احدی
گشت آدم جلای این مرآت | شد عیان ذات و جملہ صفات

بنظرے گشت کلی وجامع		سر ذات وصفات از لوامع	
شد تفاصیل کون را مجمل		برمثال تعین اول	
بوئے این دائرہ مکمل شد	۵	آخریں نقطہ عین اول شد	
بدرون لست مصرے کہ تو فی شکر ستانش		چہ غم است گر ز بیروں مدو شکر نداری	
شدۂ غلام صورت بمثال بت پرستان		تو چہ یوسفی ولیکن سوئے خود نظر نہ داری	
بجمال خود دریچہ در آئینہ بہ بینی		بت خویش ہم تو باشی بکعبے گذر نہ داری	

وہا ان التدارک بعد مقدور + فلیبح نفسہ من دار الغرور + ولیعرف حقیقۃ نفسہ ۔ ثم لیشاہد جمال ربہ + ولیبذل فی رضاہ مہجتہ ومالہ + والافلسلہ سمع مآلہ + قال اللہ تعالے ومن کان فی ہذہ اعمی فہو فی الآخرۃ اعمی واضل سبیلا + فان قیل اذا کان الانسان جامعا لحقائق الاسماء کما حقق فیما مضے ۔ یلزم ان یتجلی علے ابی جہل اسم الہادی وکذا علے المقبولین اسم المضل وہذا کما ترے ۔ اجیب من ہذا الاعضال بان وجود الحقائق لا یستلزم صدور الآثار والافعال ۔ الا ترے ان صفات الحق تعالے قدیمۃ بالبرہان + ثم بعض آثارہا حادث بالزمان + فیمکن ان یظہر فی البعض اسم الہادی ویبطن اسم المضل مع وجود حقیقتہ فیہ + ولا یبعد ان یکون قولہ علیہ السلام نعم معے شیطان ولکنہ اسلم اشارۃ الی ہذا التوجیہ ویظہر فی البعض اسم المضل ویخفی اسم الہادی + ولا یظہر اثرہ منہ فی النظر البادی + ولو لم یکن حقیقتہ اسم الہادی فی ابی جہل وغیرہ من اہل الطغیان ۔ لما خوطبوا بالایمان + واشیر الی ہذا المرتبۃ فی قولہ علیہ السلام + کل مولود یولد علی الفطرۃ ای الاسلام + والجواب الآخران التجلی لہ صورتان + مثلا اذا اراد الحاکم اظہار حکومتہ فلہ طریقان احدہما ان یؤمر احدا علے مامور + وثانیہما ان یتامر علے مقہور + بل التجلی الاول اکمل من الثانی ۔ کما ہو ذوقی ووجدانی + فتجلی الاسماء الجلالیۃ علے الانبیاء والاولیاء یکون بالطریق الاول وکلما کان الاتصاف اتم کان شانہم اکمل + والاکملیۃ المطلقۃ اعطیہا سیدنا محمد خیر البریۃ + علیہ وعلی آلہ اکمل السلام والتحیۃ فان اول مراتب ظہور الحق ہی حقیقۃ الحمدیۃ ونعم ما قیل ؎

یا صاحب الجمال ویا سید البشر		من وجہک المنیر لقد نور القمر
لا یمکن الثناء کما کان حقہ		بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

فالانسان الکامل کلی مشکک اکمل افرادہ ہو علیہ السلام جامع الجلال والجمال ثم علے قدر مناسبتہ اعطے الآخرون الکمال + ومن ثم علم ان التخصیص الصوفیۃ الانسان الکامل بالجامعیتہ مع ان ہذا الحکم لکل بشر شامل بمناہ ہو الاتصاف المذکور الذی لا یشارک فیہ احد الانسان الکامل + ہذا الذی ذکر کان بیانا لتجلی اسماء الجلال + علے المقبولین فی حضرۃ الکبیر المتعال واما تجلیہا علے الکفار فبالمعنی الثانی + ای ضلوا باسم المضل وضاع عمرہم الفانی + فارتفع الاشکال + عن تجلے اسماء الجلال علی اہل الجمال +

واما تجلی اسمار الجمال کالہادی مثلا علی ابی جہل واحزابہ + فقد فرغنا عن جوابہ + وجواب آخرانہ لایلزم الہدایۃ فی امور المعاد + بل یقال ان ذکارہ ودہارہ فی المعاش کان تجلی اسم الہاد + وبہذا المعنی عم الہدایۃ فی القرآن لکل الورٰی فقال تعالے اعطی کل شئ خلقہ ثم ہدی + **فائدۃ** اعلم ان تجلی الاسمار علے قسمین اضطراری وہو التکوینی + ولاتترتب علیہ الثواب والعقاب الدنیی فمن تجلت علیہ اسمار الجمال حصل لہ شئ من الکمال + عاجلا کان اوفیما لایزال + ومن تجلت علیہ اسمار الجلال + اتصف بالنقص والزوال + والقسم الثانی الاختیاری وہو التشریعی فی الکلام + والامر والنہی یتعلقان بہذا المقام + فمن اورد علی نفسہ التجلیات الجمالیۃ یسمی مطیعا + ویستحق ثوابا ومقاما رفیعا + ومن ثم ظہرت عظمۃ الاحکام الشرعیۃ + حیث ان کل من عمل بہا ہو ابوالوقت من الصوفیۃ + فاذا شاء ان یتجلی علیہ صفۃ المعبود یصلی ویقوم + واذا شاء تجلی اسم الصمد نیوی ویصوم + وہذا ہو المراد بقولہ تعالے فاذکرونی اذکرکم ولما کان شق طالبی الجمال متزائدا غیر زائل + شرع لبقائہ وزیادتہ النوافل + ومن اورد علی نفسہ الصفات القہریۃ بان باشر مایوجب غضب الحق تعالے یوم الحساب + یسمی عاصیا ویستحق العقاب + وحتی غلب الضلال والعصیان + خرج حینئذ عن حقیقۃ الانسان + ولحق لسائر الحیوان + لکن الصورۃ لاتتغیر فی ہذہ الامۃ برکۃ سید الانس والجان + ومن قبلنا کانوا یمسخون للذل والہوان + نعم یظہر ہذہ الصورۃ بمناسبۃ الصفات یوم القیامۃ کما قالہ الثعلبی فی تفسیر القرآن + والیہ الاشارۃ فی قولہ تعالے اولئک کالانعام بل ہم اضل الآیۃ وہذا الحکم الشرعی الذی ہو العصیان + مظہر للاسمار الکثیرۃ عند اہل العرفان + کما یظہر بالتامل والامعان + ومن عجائب الصنع الالہی ان یراد احیانا ان یتجلی علی عبد صفۃ التواب الرحیم + وانہ یتوقف علی صدور خطار صغیر او عظیم + فیصدر منہ الخطار وبوبالتاویل + وقد یطلع العبد علی ہذہ الارادۃ بالامارۃ او الدلیل + کآدم علیہ السلام لما قیل لہ یرحمک اللہ فی جواب العطاس + استدل بہ علی الخطر والیاس + وقد لایطلع فیخطی جاہلا + ویذنب غافلا + ثم اذا صدر منہ الخطار تجلی علیہ اسم التواب فیتوب ثم صفۃ الرحمۃ فیرحم برفع درجاتہ ومغفرۃ الذنوب + وہذا ہو السر فی زلات الانبیار + ومشاجرات الصحابہ وخطیات الاولیار + فافہم وکن من البصرار + ولاتخبط خبط عشواء + وقد یعکس الامر فیوفق للعبادۃ ثم تورث عجبا + فیہلک کما وقع لابلیس قہرا وغضبا + ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذ ہدیتنا وہب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوہاب + فیا اہل النظر اقضوا من قدرتہ وحکمتہ العجب + کیف اخفی القہر فی اللطف واللطف فی الغضب + تم التلخیص فی ثالث شہر رمضان المبارک ۱۳۲۶ھ بعد زہار خمستہ عشر سنۃ من الاصل ولہذا الفصل حکم الوصل +

الفتوح فیما یتعلق بالروح

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد حمد و صلوٰۃ جاننا چاہیئے کہ روح انسانی کے باب مین ایک قول تو حکماء و صوفیہ مکاشفین کا ہے کہ وہ ایک جوہر مجرد مدبر بدن ہے۔ اور دوسرا قول اکثر اہل کلام و علماء ظاہر کا ہے۔ کہ وہ ایک جسم لطیف ہی جو تمام بدن مین نفوذ کئے ہوئے ہے اور اسی سے حیات ہے اور تیسرا قول اطباء کا ہے۔ کہ وہ ایک بخار ہے۔ جو غذا سے پیدا ہوتا ہے اور باختلاف محل افعال مختلفہ کا مصدر ہوتا ہے چنانچہ قلب مین اُسکے متعلق ابقاء حیات ہے اور اس اعتبار سے وہ روح حیوانی سے مسمی ہے اور کبد مین اُسکے متعلق ہضم ہے۔ اور اس اعتبار سے اُس کا نام روح طبعی ہے۔ اور دماغ مین اُسکے متعلق احساس و ادراک ہی اور اس مرتبہ مین اُسکا لقب روح نفسانی ہی پھر خود حکماء و صوفیہ مین باہم یہ اختلاف ہے۔ کہ صوفیہ اُسکو حادث قبل حدوث البدن مانتے ہین اور قدماء حکماء اُسکو قدیم مانتے ہین۔ اور متاخرین حکماء اُسکو حادث بعد حدوث البدن سمجھتے ہین اور حکماء اپنی اصطلاح مین اُسکو نفس ناطقہ کہتے ہین۔ اسی طرح قول دوم و سوم مین گو جسم ماننا دونون مین مشترک ہی لیکن قول دوم مین اکثر نے تو اُس جسم کے عنصری و غیر عنصری ہونے سے سکوت کیا ہے۔ اور بعض نے تصریح کردی ہی کہ وہ جسم عنصری نہین ہے۔ چنانچہ ہمارے علماء مین سے حضرت شاہ عبدالقادر دہلوی نے سورہ الم سجدہ کی تفسیر مین تحریر فرمایا ہے۔ انسان کی جان عجب سے آئی ہے۔ مٹی پانی سے نہین بنی الخ اور قول سوم مین اُسکا جسم عنصری ہونا مصرح ہے۔ کیونکہ بخار مرکب عنصری ہے پس یہ کل مذاہب پانچ ہوئے ایک حکماء متقدمین کا کہ جوہر مجرد قدیم ہے دوسرا حکماء متاخرین کا کہ جوہر مجرد حادث بعد البدن ہے تیسرا صوفیہ مکاشفین کا کہ جوہر مجرد حادث قبل البدن ہے۔ چوتھا علماء متکلمین کا کہ جسم غیر عنصری ہے۔ پانچوان اطباء کا کہ جسم عنصری ہے اور گو اقوال اور بہت سے ہین مگر قابل بحث یہی پانچ ہین منجملہ ان کے قول اول و دوم کا مبنی محض دلائل عقلیہ ہین۔ سو اولاً سب ممنوع و مخدوش ہین جیسا کتب کلامیہ مین مبسوط ہے۔ اور ثانیاً مذہب اول اس لئے باطل ہے کہ قدم خود دلیل عقلی سے باطل ہے جسکی تقریر یوجہ ہشتی ہوسکتی ہے۔ یہان ایک برا کنفا کیا جاتا ہے تقریر اُسکی یہ ہے کہ اگر ارواح یا باصطلاح مشہور نفوس قدیم ہون تو کسی خاص ایسے مسئلہ عقلیہ یا نقلیہ کے اعتبار سے جسکا علم اُسکو بعد تعلق بدن کے اکتساباً حادث ہوا ہے۔ ہم پوچھتے ہین۔ کہ قبل تعلق بدن اُس روح کو اس مسئلہ کا علم قدیم تھا یا اُسکا جہل قدیم تھا یا دونون حادث تھے۔ اس طرح سے کہ ہر علم سے پہلے جہل تھا اور اُس جہل سے پہلے علم شق اول پر جب وہ علم قدیم تھا اور قدیم پر طریان زوال و عدم کا محال ہی تو بعد تعلق بدن کے وہ علم کیسے زائل ہوگیا جس مین اکتساب جدید کی احتیاج ہوئی اور شق ثانی پہ جہل قدیم ہے اور قدیم پر طریان

زوال کا محال ہے تو اس اکتساب جدید سے وہ جہل کیسے منعدم ہوگیا اور شق ثالث پر جب ہر ہر فرد علم و جہل سے حادث ہے۔ تو مجموعہ علوم و جہالات بھی حادث ہے۔ کیونکہ اس مجموعہ کے اجزا یہی افراد ہین اور حدوث اجزا مستلزم حدوث مجموع کو ہے جب دونون مجموعے حادث ہین اور حادث مسبوق بالعدم ہوتا ہی تو جبکہ دونون مجموع معدوم تھے وہ روح اس مسئلہ کے علم اور جہل دونون سے خالی تھی اور یہ ارتفاع نقیضین ہے اور محال پس قدم ارواح جو مستلزم محال کو ہوا وہ باطل ہے پس حدوث حق ہے پس مذہب اول یقینًا باطل ہوا اور مذہب دوم مین حدوث کا حکم تو صحیح ہے اور اس حدوث کا بعد البدن ہونا فی نفسہ ممکن تھا لیکن وقوع یا عدم وقوع اس کا محتاج دلیل ہے سو وقوع مجرد مدعا ہے۔ حکماء کا سپر گو انہون نے دلیل عقلی قائم کی ہی لیکن انکے مقدمات محض مخدوش ہین جیسا درایۃ العصمۃ مین مذکور ہے۔ اور عدم وقوع پر گو کوئی عقلی دلیل قائم نہین لیکن دلیل نقلی اس حدوث بعد البدن کے وقوع کا ابطال کرتی ہے چنانچہ حدیث مرفوع مین ہے الارواح جنود مجندۃ رواہ البخاری جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک حالت مین سب مجتمع تھین اور ظاہر ہے کہ بعد تعلق بالبدن کے یہ اجتماع جمیع ارواح کا کسی موطن مین ابتک واقع نہین ہوا پس لامحالہ یہ جامع قبل تعلق بالابدان تھا جس سے ثابت ہوا کہ قبل تعلق بالابدان کے موجودہ ہوچکی تھین پس حدوث بعد البدن باطل ہوا چنانچہ حاشیہ لمعات مین بھی اس حدیث سے حدوث قبل البدن پر استدلال کیا ہے غرض مذہب اول و ثانی باطل ہوئے باقی رہے تین مذہب اخیر یعنی تیسرا اور چوتھا اور پانچوان سو تیسرے مذہب کی دلیل کشف ہی جسکا حکم یہ ہی کہ اگر کسی دلیل شرعی کے مخالف نہ ہو تو صحتہ کہو محتمل ہے ورنہ نہین اور یہ کشف مخالف نہین ہے۔ کسی دلیل شرعی کے جیسا عنقریب واضح ہوتا ہے۔ پس محتمل صحتہ ہوا اور پانچوین مذہب کی دلیل مشاہدہ ہی جو کہ شرعًا حجتہ ہے اور اگر وہ کسی دلیل شرعی کے ظاہرا مخالف ہو تو دلیل شرعی مین تاویل واجب ہوتی ہے۔ لیکن یہان یہ مخالفت نہین ہی جیسا عنقریب نیز واضح ہوتا ہے اور چوتھے مذہب کی دلیل ظاہر نصوص شرعیہ مین چنانچہ سورہ سجدہ مین ہم سواہ ونفخ فیہ من روحہ اس سے معلوم ہوا کہ روح منفوخ ہی اور منفوخ کا جسم ہونا ضروری ہے لیکن وہ غیر ہی مسوی کا اور مسوی جسم عنصری ہے پس جسم عنصری کا غیر ہوا اور جسم ہونا منفوخ ہونے سے ابھی ثابت ہوا پس جسم غیر عنصری ہوا اور یہ معنی مغائرت کے ظاہری ہین ورنہ فی نفسہ احتمال یہ بھی ہے کہ باوجود عنصری ہونے کے مغائرت محض مصداق مین ہو۔ مگر ظاہر ہونا اسکا اس وجہ سے ہے۔ کہ اگر یہ عنصری ہوتا تو تسویہ کا متعلق اسکو بھی ٹھہرانا ظاہر مناسب تھا پس آیت اس مدعا مین ظنی الدلالۃ ہوئی جو مسئلہ ظنیہ مین دلیل کافی ہے اور سورہ مومنون مین بعد علقہ و مضغہ وکسوۃ عظام باللحم کے فرمایا ثم انشانہ خلقا آخر جس سے مراد یقینًا نفخ روح ہے اور علقہ وغیرہ عنصری ہین اور پھر اس نفخ روح کو خلق آخر فرمایا جس سے ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ نوع آخر ہے پس یہ غیر عنصری ہوگا اور جسم ہونا اوپر ثابت ہوچکا پس جسم غیر عنصری ہونا ثابت ہوگیا اور نیز دوسری مخلوقات کے بارہ مین ارشاد ہوا ہے۔ واللہ خلق کل دابۃ من ماء اور فرمایا

ولقد خلقنا الانسان من سلالۃ من طین اور فرمایا خلق الجان من مارج من نار اور ملائکہ کو حدیث مین مخلوق من النور فرمایا رواہ مسلم پس ان نصوص مین ان مخلوقات کا مادہ باوجود کسی کے نہ پوچھنے کے تبلایا ہے اور روح کے بارہ مین باوجود سوال کئے جانے کے فرمایا قل الروح من امر ربی جس سے عند التامل معلوم ہوتا ہی کہ اگر روح عنصر سے مکون ہوتی تو جواب مین من الھواء یا اسکے مثل فرمادیتے اس سے معلوم ہوا کہ وہ کسی عنصر سے مکون نہین اور جسم ہونا اوپر ثابت ہو چکا تو اسکا قوام کسی ایسے لطیف مادہ سے ہے جسکو من النور بھی نہ فرمادیا اور نیز احادیث مین ہے اذا خرجت روح المومن اور انطلقوا بہ الی آخر الاجل اور یجاء بروحہ اور ارواح المومنین فی طیر خضر تعلق بشجر الجنۃ وغیر ذلک اور خروج اور انطلاق اور عود اور دخول فی قوالب الطیور یہ سب خواص اجسام سے ہین. اس سے معلوم ہوا کہ وہ جسم ہے اور غیر عنصری ہونا پہلے ثابت ہو چکا پس جسم غیر عنصری ہوا اگر کہا جاوے کہ یہ امور خواص اجسام سے نہین بلکہ خواص مادہ سے ہین اور مادی ہونے کو جسم ہونا لازم نہین ممکن ہی کہ جوہر فرد ہو جواب اسکا بعد تسلیم ثبوت جوہر فرد کے یہ ہے کہ ایک حدیث مین روح کافر کے باب مین آیا ہے فتفرق فی جسدہ رواہ احمد اس سے ظاہراً انقسام معلوم ہوتا ہے پس وہ جوہر فرد نہ ہوئی اور حدیثون مین اسی کا نام نفس اور نسمہ بھی آیا ہے. اور کتاب وسنت مین زیادہ بحث اسی روح سے کی گئی ہے. اور قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلا سے احکام مذکورہ کے غیر معلوم ہونے کا شبہہ نکلیا جاوے کیونکہ مقصود اس سے نفی علم بالکنہ کی ہے. اور جو مذکور ہوا اس سے علم بالوجہ کا اثبات ہوتا ہی فلا منافاۃ چنانچہ جواب مین من امر ربی فرمانا اسی بنا پر ہے. کہ اس جسم کی حقیقۃ مبین نہین ہوئی جو کہ نور سے بھی لطف ہی. اب سمجھنا چاہیئے کہ جب مذہب رابع کا مدلول نصوص ہونا ثابت ہوا اور مذہب ثالث و خامس اسکے معارض ہی تو بظاہر یہ متوہم ہوتا ہے. کہ ثالث تو باطل ہوگا اور خامس چونکہ مشاہد ہے اس کی وجہ سے نصوص مذکورہ مین تاویل واجب ہوگی سو تحقیق اس کی یہ ہے کہ تعارض اس وقت ہوتا کہ جب ایک دوسرے کی نفی کرتا اور یہان ایسا نہین کیونکہ یون کہا جا سکتا ہے. کہ انسان کے ساتھ تین چیزین متعلق ہین اور ایک ایک دلیل ذی ایک ایک امر کا اثبات کیا ہے اور اپنی اپنی اصطلاح مین اسکا نام روح رکھا ہے اور اس نے دوسرے سے تعرض نہین کیا نہ اثباتاً نہ نفیاً تو اسمین کچھ اشکال نہ رہے گا اور چونکہ اکثر محققین کے کلام سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہی اسلئے مظنون یہ ہے کہ بدن انسانی کے ساتھ تینون متعلق ہین اس طرح سے کہ روح بمعنی جوہر مجرد کا تعلق بدن سے بواسطہ روح بمعنی جسم غیر عنصری کے ہے. اور روح بمعنی جسم غیر عنصری کا تعلق بواسطہ روح طبی بمعنی جسم عنصری کے ہے. اول کا فعل بدن مین بواسطہ ثانی کے ہے اور ثانی کا فعل بواسطہ ثالث کے ہی موت کیوقت جب ثالث کا تعلق منقطع ہوتا ہے. اور وہ بدن سے نکلجاتی ہے ثانی بھی نکلجاتی ہی. اور اس ثانی کے نکلنے سے اول کا فعل اور تصرف بھی مفارق ہو جاتا ہے. اور بعد خروج یہ ثالث عناصر مین مل جاتی ہے جیسا کہ اصل مین جزء عناصر ہے اور ثانی عالم برزخ مین باقی رہتی ہے. جو کہ ایک مکان ہے. جس کا بیان آگے آتا ہے

جیسا قبل تعلق بدن بھی وہان ہی تھی اور اول چونکہ مجرد ہے۔ اسلئے وہ کسی مکان مین نہین کیونکہ مکان خواص مادہ و مادیات سے ہے اور قبل تعلق بالبدن بھی اسی طرح وہ مکان مین نہ تھی اسلئے اسکو لامکانی کہتے ہین۔ اور مجازاً یہ کہدیا جاتا ہے۔ کہ وہ لامکان مین رہتی ہے۔ اور صوفیہ نے لطائف کی بحث میں اسکی نسبت اسی معنی کر کہا ہے کہ فوق العرش ہے جسکے معنی یہ نہین کہ عرش کے اوپر رہتی ہے بلکہ چونکہ عرش منتہی ہے امکنہ ثابتہ بالدلیل کا اور یہ امکنہ سے مجرد ہے اسلئے فوق العرش کہدیا۔ ہے غیر مکانی ہونے سے اور اسی لامکان کا لقب حدیثوں سے عماء بھی معلوم ہوتا ہے چنانچہ اس سوال پر کہ این کان ربنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب مین فی عماء فرمایا اور یہ ظاہر ہے۔ کہ مکان ذات باری تعالیٰ سے نفی ہے۔ پس عماء لامکان ہی کو فرمایا پس معنی جواب کے یہ ہوئے کہ وہ قبل خلق خلق بھی منزہ مکان سے تھا جیسا کہ اب منزہ ہے فہو الآن کما کان پس سوال ہی این سے باعتبار معنی ظاہری کے صحیح نہین اور یہ معنی نہین کہ لامکان کسی مکان کا نام ہے۔ جیسا عوام سمجھتے ہین اور چونکہ محدود ہونا خواص مکان سے ہے اور اسلئے لامکان محدود نہین ہوسکتا لہذا اسکے غیر محدود ہونے کو ما فوقہ ھواء وما تحتہ ھواء سے تعبیر فرمایا یہان ھواء بمعنی خلاء کے ہے جیسا قرآن مین ہے۔ افئدتہم ھوا تو یہ لفظ بھی عماء سے متقارب المعنی ہے پس یہ کلام اس قوت مین ہوا فی لامکان فوقہ لامکان وتحتہ لامکان لا بمعنی ان اللامکان اسم شی موجود بل بمعنی ان لیس فوقہ مکان ولا تحتہ مکان اور اسکو فوق اور تحت کہنا باعتبار صورت عنوان کے مجازاً ہے جیسا عماء کا ظرف ہونا بھی جو کہ مدلول فی کا ہے ایسا ہی ہے اور باعتبار حقیقت مضمون کے معنے مقصود نفس ہے فوق و تحت کی اور ہر چند کہ اکثر متکلمین نے ممکنات مین مجرد کے پائے جانے سے انکار کیا ہے۔ بلکہ بعض نے قائلین بوجود المجرد کی تکفیر تک کی ہے لیکن انصاف یہ ہے کہ نفس تجرد کے ابطال پر کوئی دلیل نہین البتہ مجرد کا قدم یہ بیشک باطل ہے عقلاً بھی نقلاً بھی اور تجرد کے ابطال کی دلیل جو انہون نے بیان کی ہے کہ تخصیص صفات باری تعالیٰ سے ہے اسلئے اسمین دوسرا مشارک نہین ہوسکتا اور اسی بنا پر تکفیر بھی کی ہے سو خود یہ مقدمہ ممنوع ہے بلکہ ممکن ہے اور واقع مین صحیح بھی ہے۔ کہ اخص صفات صرف وجوب بالذات اور قدم مطلق ہے پس اگر کوئی کسی ایسے مجرد کا قائل ہو جو ممکن اور حادث بمعنی مسبوق بالعدم الواقعی ہو تو اسمین کیا حرج ہے پس معلوم ہوا

عہ فی القاموس عماء کسحابۃ صیرہ اعمی ومعنی البیت اخفاہ والعمار الغوایۃ واللجاج والاعمار الجہال جمع اعمی والاغفال الارض التی لا عمارۃ بہا والعمار السحاب المرتفع والکثیف والممطر او الرقیق او الاسود او الابیض او قلت والقدر المشترک بین الابنیۃ وہو اصل معنی المادۃ الستر والخفاء فصح ارادۃ اللامکان بہ وفی اللمعات وروی عمی بالکسر ومعناہ لیس معہ شئ ۱۲ منہ

عہ اور یہ صحابہ چونکہ فقیہ تھے اسلئے یہ جواب دیا گیا اور ایک جاریہ سے آپنے خود پوچھا ہے این اللہ کیونکہ وہ محض عامی تھی ۱۲ منہ

عہ وفی اللمعات قولہ ما تحتہ ہواء وما فوقہ ہواء کنایۃ من انہ لیس معہ شئ لو قیل ہو مقسم لدفع توہم المکان فان العماء المتعارف لتحمل وجودہ بین مکان للعلم ان الہواء بمعنی اللامکان نفی للمکان وقید بالفوق والتحت وظاہر ان اللامکان لکونہ مفہوما عدمیا لا یوصف بالفوق والتحت فکان معنی قولہ فوقہ لامکان اے لیس فوقہ مکان باتفاء القید والمقید کلیہما اے لامکان ولا فوق ۱۲ منہ

کہ ان تینون مذاہب مین تعارض ثابت نہین اور اگر کوئی حکیم یا طبیب تعارض کا قائل ہو اگر مدلول نصوص کی نفی کرے تو اُسپر واجب ہوگا۔ کہ تعارض یا نفی پر دلیل قایم کرے جسپر قیامت تک بھی قادر نہ ہوگا رہی یہ بات کہ ثواب وعقاب کس روح کو ہوگا۔ قبر مین بھی اور آخرت مین بھی سو روح طبی تو اوپر معلوم ہوچکا کہ وہ عناصر مین ملگئی اور اُسپر عقاب وثواب گو ممکن ہے مگر نہین مذکور نہین اسواسطے قائل ہونے کی کوئی ضرورت نہین بلکہ ظاہر یہی ہے کہ وہ مورد ثواب، وعقاب نہین کیونکہ ممکن ہے کہ وہ مستحیل ہوکر پھر غذا بنے پھر اس غذا سے کسی دوسرے متغذی کے بدن مین بخار لطیف پیدا ہو اور اس شخص کے اعمال پہلے شخص کے خلاف ہون پھر یہ مرجاوے تو لازم آوے گا۔ روح واحد کا معذب ومتنعم ہونا اور یہ باطل ہے نیز اس روح کا ہمیشہ گھٹنا بڑھنا حرکت سے تحلیل ہونا مشاہدہ سے ثابت ہے اور روح مذکور فی الشرع کا (جس پر عذاب وثواب کا ذکر آیا ہے) بقا نصوص سے معلوم ہوتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ یہ بخار مورد عذاب نہین وثواب نیز یہ بخار یہان ہی رہ جاتا ہے۔ اور روح شرعی کو ملائکہ کا لیجانا وارد ہے اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے گو یہ احتمال بعید باقی ہے۔ کہ اس بخار مین کا کوئی ذرہ یا چند ذرات اول سے آخر تک بدن انسانی مین باقی رہتے ہون اور روح غیر عنصری کے ساتھ ملائکہ اُسکو بھی لیجاتے ہون اور اسوجہ سے یہ ذرات دوسرے بدن مین نہ پہونچ سکتے ہون لیکن بلا دلیل ہم نہ اسکے معتقد ہونگے اور نہ اس نفی کو مدلول شرعی قطعی کہین گے واللہ اعلم البتہ ظاہر یہ ہے کہ مورد نہین۔ اب دو روحین باقی رہگئین ایک غیر عنصری دوسری مجرد سو ایسا مظنون ہوتا ہے۔ کہ دونون مثاب ومعاقب ہین لیکن غیر عنصری کو تو ثواب وعقاب حسی ہوتا ہی اور مجرد کو ثواب وعقاب عقلی ہوتا ہے قبر مین بھی اور آخرت مین بھی اور غالبًا اب یعنی دنیا مین بھی کسی راحت وکلفت پہونچنے کے وقت ایسا ہی ہوتا ہے کہ دونون متالم ومتنعم ہوتی ہین واللہ اعلم بحقیقۃ الحال اب رہی یہ بات کہ ان دونون روحون کا تالم وتنعم بواسطہ تعلق بدن کے ہے یا بلا واسطہ سو ممکن تو دونون امر ہین لیکن نصوص سے یون معلوم ہوتا ہے کہ بعد موت کے اس روح یعنی جسم غیر عنصری کا تعلق بدن کے ساتھ رہتا ہے۔ اب یہ کہ وہ کونسا بدن ہے۔ آیا ہی بدن دنیوی یا اور کوئی بدن تو اسکی کوئی ایسی تصریح وارد نہین جسمین احتمال مخالف کا نہ ہے لیکن مظنون یہ ہے کہ وہ دوسرا بدن ہی جیسا احادیث مین اجواف طیر خضر وغیرہ آیا ہے۔ اُس بدن کو اہل کشف بدن مثالی کہتے ہین یعنی وہ بدن اسی بدن کی مثل یعنی خاص خاص صفات وکیفیات مین اسکے مشابہ ہے۔ اور بعض حدیثون سے اس کا زیادہ پتہ لگتا ہے چنانچہ حدیث مین آیا ہے۔ کہ آدم علیہ السلام کو اُنکے پیدا کرنے کے وقت اللہ تعالیٰ نے مٹھی کھولکر دکھلائی فاذا فیہا آدم وذریتہ رواہ الترمذی اور ظاہر ہے۔ کہ آدم علیہ السلام عالم جس مین موجود تھے پھر مٹھی مین کونسے آدم تھے اس سے معلوم ہوا کہ اس بدن کے علاوہ کوئی دوسری چیز بھی ہے اور اُس دوسری چیز کو آدم کہا جس سے متبادر بدن مع الروح ہے۔ سو بدن تو یقینًا متعدد ہوا رہی روح سو ممکن ہے کہ ایک ہی روح

اس مثال سے وہ مراد نہین جو لفظ عالم مثال مین مثال سے مراد ہے جسکی تحقیق کلیات مثنوی مین کی گئی ہے ۱۲ منہ

دنیا پر یا قلت بما فی بعض الحواشی

قولہ فاذا فیہا آدم وذریتہ الخ مثال آدم وذریتہ بنیم فی عالم الغیب ۱۲ منہ

دونون بدن سے متعلق ہو چنانچہ حدیث معراج سے کہ بعض انبیاء علیہم السلام کو آپ نے متعدد جگہہ دیکھا ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ ابدان مختلفہ تھے اور ایک روح سبکی مربی تھی اسی وجہ سے دوسرے بدن کو بھی اُسی نام سے سمی کیا گیا رہا یہ کہ ایک روح دو بدن کے ساتھ کس طرح متعلق تھی سو اسکے چند طرق ہو سکتے ہین. ممکن ہے کہ ایک مین ساری و نافذ ہو اور دوسرے مین روحانی قوت سے متصرف ہو اور ممکن ہے کہ دونون مین روح غیر عنصری کے کچھ کچھ اجزا ہون اور ان دونون مین روح مجرد تصرف کرتی ہو کہ کبھی انکو جمع کر دے کبھی متفرق نیز بعض اولیاء کو ایسے واقعات حیات دنیا مین بھی پیش آئے ہین پس جب بدن متعدد ہوا بدن مثالی کا وجود ثابت ہو گیا اور کیا عجب کہ میثاق کے وقت یہی ابدان ہون البتہ بعض احادیث مین رد روح الی الارض وعود فی الجسد آیا ہے جس سے اسی بدن دنیوی کے ساتھ تعلق اور بدن مثالی سے عدم تعلق متبادر ہوتا ہے سو ممکن ہے کہ سوال کے وقت وہ روح بدن مثالی کے اندر ہو کر ارض کی طرف بھیجی جاتی ہو اور اس بدن عنصری کے ساتھ اُس مجموعہ کو ایک گونہ متعلق کر کے سوال اُسی روح و بدن مثالی سے ہوتا ہو مگر یہ تعلق عادۃً کسی حکمت سے اُسی وقت شرط ہو جبکہ جسد عنصری باقی ہو. اور اگر وہ متفرق و متلاشی ہو گیا ہو تو سوال وغیرہ اُسی مجموعہ روح و بدن مثالی سے ہو جاتا ہو خواہ ارض مین یا غیر ارض مین پھر بعد سوال اُس روح کا پھر آسمان کی طرف لیجایا جانا اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے. کہ اُس سے سب ارواح ملتی ہین کیونکہ آخر ان سے بھی یقیناً کبھی سوال ہوا تھا اور برزخ مؤمنین کا یہی مکان ہے جو کہ آسمان پر ہے مسمی بہ علیین جیسا کہ برزخ کفار کا ارض سفلی مین ہے مسمی بہ سجین کما رواہ السیوطی فی شرح الصدور و بشری الکیئب عن روایات کثیرۃ منہا قول کعب جوابا لسوال ابن عباس اما علیون فالسماء السابعۃ فیہا ارواح المؤمنین واما سجین فالارض السابعۃ السفلی فیہا ارواح الکفار رہا حدیث ثم کنومۃ العروس جس سے بظاہر کون الروح فی القبر متوہم ہوتا ہے سو عند التامل اس قول کے فی القبر ہونے سے نوم کا فی القبر ہونا لازم نہین آتا کہ معارض عروج الی علیین کے ہو گو من وجہ قبر سے بھی تعلق رہتا ہو اور نوم کہ عبارۃ ہے. راحت سے نیز منافی لقاء و کلام کے نہین اب رہا قصہ آخرت کا سو نصوص مین تصریح ہے کہ یہی بدن عنصری زندہ کیا جاویگا چنانچہ ارشاد ہوا ہے کما بدأنا اول خلق نعیدہ و مثلہ فی الاحادیث اور اُس بدن کے ساتھ وہ روح بمعنی جسم غیر عنصری تو ضروری ہی متعلق ہو گی لیکن یہ روح عنصری ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی متعلق ہو کیونکہ یہ بھی اجزاء بدن سے ہے پس حشر مین یہ بھی شریک ہو گا. اور یہ اشکال کہ اس بدن کو کسی نے کھالیا ہو. اور وہ اُسکا جزو بدن ہو گیا ہو یا یہ بخارات کسی اور کے جزو بدن ہو گئے ہون پھر یہ کیسے اعادہ کئے جاوین گے باین وجہ مدفوع ہے اُنمین سے کچھ اجزاء اصلیہ ایسے ہون کہ وہ اس دستبرد سے محفوظ رہتے ہون وہ سب اعادہ کئے جاوین رہا روح مجرد کا تعلق سو مظنون یہ ہے کہ قبر اور آخرت دونون مین وہ مثل تعلق دنیوی کے ہو دلیل ذلک کلہ ظاہر قولہ تعالے کما بدأنا اول خلق نعیدہ کیونکہ تشبیہ کا تام ہونا جیسا کہ ظاہراً تشبیہ کا

مدلول ہے اسی کو مقتضی ہے پھر جنت و دوزخ مین بھی یہی بدن جاوے گا اور اس کے واسطہ سے روح کو الم یا لذت ہوگی جیسا کہ اوپر بیان ہوا کہ روح مجرد کو عقاب و ثواب عقلی ہوگا اور روح مادی کو حسی واللہ اعلم

تنبیہ

اور جاننا چاہیئے کہ یک روح کا علی سبیل التعاقب بدن عنصری پھر بدن مثالی کے ساتھ متعلق ہونا خواہ وہ بدن برزخ مین رہے۔ جیساکہ عادت غالبہ اسکے لئے یہی ہے۔ خواہ اس عالم مین بھی کبھی اسکا ظہور ہوجاوے یا یہ ظہور روح کا کسی بدن عنصری کی ساتھ ہو جو بعد حصول مقصود فوراً منحل و متحلل ہوجاوے۔ جیسا بعض اولیاء یا شہداء سے منقول ہے ان مین سے کوئی صورت ستلزم تناسخ نہین کیونکہ تناسخ کی حقیقت یہ ہے۔ کہ دوسرا بدن جو مثل بدن اول کے ہو حدوثاً و بقاءً و فناءً اسکے ساتھ روح اول کا متعلق ہونا بغرض جزا و سزا کے اور یہ قیود یہان مفقود ہین) یہ تمثل کہلاتا ہے جیسا ملائکہ کو ہوتا ہے۔ جبکہ اس عالم مین نظر آتے ہین قال اللہ تعالیٰ فتمثل لہا بشرا سویا اور تناسخ گو عقلاً متساوی الوجود والعدم ہے کیونکہ نہ اسکے وجوب پر کوئی عقلی دلیل قائم ہے نہ اسکے امتناع پر لیکن نقلاً منفی ہے بقولہ تعالیٰ قالوا ربنا امتنا اثنتین الخ فلوح التناسخ لما صح کون الاماتۃ لاثنین والاحیاء الاثنین فافہم خلاصہ تمامتر تقریر کا یہ امور ہوئے بعضے قطعاً بعضے ظناً بعضے امکاناً۔

امر اوّل مذہب روح کے بارہ مین پانچ ہین نمبر۱۔ قول حکماء متقدمین کا کہ جوہر مجرد قدیم ہے۔ نمبر۲ قول حکماء متاخرین کا کہ جوہر مجرد حادث بعد البدن ہے۔ نمبر۳۔ قول صوفیہ مکاشفین کا کہ جوہر مجرد حادث قبل البدن ہے نمبر۴۔ قول علماء متکلمین کا کہ جسم غیر عنصری ہے۔ نمبر۵۔ قول اطباء کا کہ جسم عنصری ہے۔

امر دوم باطل ان مذاہب مین یہ ہین قول نمبر۱ قول نمبر۲۔

امر سوم حق ان مذاہب مین یہ ہین قول نمبر۳ قول نمبر۴ قول نمبر۵۔

امر چہارم اقوال نمبر۳ و نمبر۴ و نمبر۵ مین روح کے جو تین مصداق ہین تینون حادث ہین۔

امر پنجم یہ تینون بدن انسانی کے متعلق ہین نمبر۳ بواسطہ نمبر۴ کے اور نمبر۴ بواسطہ نمبر۵ کے۔

امر ششم نمبر۴ و نمبر۵ جسم اور مکانی ہین اور نمبر۳ مجرد اور غیر مکانی ہے۔

امر ہفتم بعد موت کے نمبر۵ عناصر مین ملجاتی ہے اور نمبر برزخ مین رہتی ہے۔ اور نمبر۳ بحالہٖ غیر متمکن ہے۔

امر ہشتم مثاب و معاقب برزخ مین نمبر۳ و نمبر۴ ہین۔

امر نہم انکا تالم و تلذذ برزخ مین بواسطہ بدن مثالی کے ہوتا ہے۔

امر دہم آخرت مین تینون روحین نمبر۳ و نمبر۴ و نمبر۵ بدن عنصری سے متعلق ہونگی واللہ اعلم۔

الحمد للہ کہ تبییض رسالہ ہذا کی ۲۴۔ محرم ۱۳۲۶ ہجری کو مقام علیگڈھ مین ختم ہوئی اور تسوید اسکی رسالہ قصد السبیل کے ساتھ ہوئی تھی اتفاقات وقت سے تبییض مین اسقدر توقف ہوا والخیر فیما وقع۔

کتبہ اشرف علی عفی عنہ

مسائل المثنوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد حمد و الصلوٰۃ مولف کلید مثنوی دفتر اول مظہر مدعا ہے کہ کلید مثنوی لکھ چکنے کے بعد دل میں آیا کہ بعضے اہل مذاق جو مالی استطاعت یا وقت میں وسعت نہیں رکھتے یا اُن کو کلید مثنوی سے دلچسپی کم ہے مگر نفس فن کے شائق ہیں اور ان اسباب سے یہ حضرات کلید کے مطالعہ سے معذور ہیں اور اس معذوری کی وجہ سے جو مسائل مفیدہ و مہمہ فن کے مثنوی میں مذکور ہیں اُن سے بھی وہ محروم ہیں اس لیئے اگر مسائل مسائل کو کلید سے ملتقط کر کے ایک مختصر اور مستقل رسالہ بنا دیا جاوے تو پھر ایسے حضرات بھی نفس مسائل سے منتفع و متمتع ہو سکیں گے الحمد للہ کہ مدت کے بعد اس خیال کے پورا ہونے کی نوبت آئی بمناسبت مضمون نام اسکا مسائل المثنوی رکھا گیا واللہ المستعان وعلیہ التکلان کتبہ اشرف علی عفی عنہ اوائل المحرم ۱۳۲۷ھ۔

معنی قطع تعلق از ماسوی اللہ

یاد رکھنا چاہیئے کہ ماسوی اللہ سے تین قسم کے تعلقات ہیں تعلق محمود جسکا شریعت نے امر فرمایا ہے وہ تو عین تعلق بحق ہے اُس کا قطع ناجائز ہے تعلق مذموم جس سے شرع نے نہی فرمائی ہے اُس کا قطع واجب ہے تعلق مباح جو نہ طاعت ہے نہ معصیت اُس میں قطع کی ضرورت نہیں البتہ تقلیل اور انہماک نہ کرنا ضروری ہے پس جہاں قطع تعلق کی تعلیم ہے مراد تعلق محمود نہیں بلکہ مذموم و مباح ہے مگر مذموم بطور ترک کے اور مباح بطور تقلیل کے۔

اقسام علاج اخلاق ذمیمہ

اخلاق ذمیمہ کے دو علاج ہیں ایک جزئی یعنی خاص وہ یہ ہے کہ ہر ہر خلق کا جُدا جُدا علاج کیا جاوے جیسا احیاء العلوم وغیرہ میں لکھا ہے اسکو طریق سلوک کہتے ہیں دوسرا کلی یعنی عام وہ یہ کہ ذکر و شغل سے یا جس طرح شیخ کامل تجویز کرے حق سبحانہ و تعالےٰ کی محبت قلب میں پیدا کی جاوے جب اُسکا غلبہ ہوگا اپنی

ہستی وخودی مضمحل ہونا شروع ہوگی اور سب اخلاق ذمیمہ کہ اس خودی ودعوی ہستی سے پیدا ہوتے ہیں زائل ہوجاویں گے اسکو طریق جذب کہتے ہیں اور طریق اول گو بے خطر ہے مگر طویل ہے وطریق ثانی کو خطرناک ہے مگر قریب ہے اور ہر شیخ کا مذاق مختلف ہوتا ہے۔

رفع اشتباہ مسئلہ دیدار الٰہی در دنیا

حکایۃ موسوبہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بعض لوگوں کو یہ شبہ ہوجاتا ہے کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کا دیدار واقع ہوسکتا ہے کیونکہ قرآن شریف میں فلما تجلی ربہ صاف مذکور ہے جسکے معنے یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تجلی فرمائی یہی دیدار اور رویت ہے مگر یہ بڑی غلطی ہے دیدار اور رویت کے معنی ہیں دیکھنا یہ فعل موسیٰ علیہ السلام کا ہے اسکی نفی قرآن میں صاف موجود ہے لن ترانی یعنی تو مجھکو ہرگز نہیں دیکھ سکتا یعنی اس حیات دنیوی میں۔ اور تجلی کے معنے ہیں کھلجانا ظاہر ہوجانا یہ فعل حق سبحانہ تعالیٰ کا ہے اس کا اثبات قرآن میں کیا گیا ہے سو ان دونوں میں بڑا فرق ہوا ایک کے اثبات سے دوسرے کا اثبات لازم نہیں آتا ورنہ قرآن مجید میں نعوذ باللہ تعارض ہوگا حاصل آیت کا یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ تو ظاہر ہوئے اور حجابات اٹھا دئے مگر موسیٰ علیہ السلام دیکھ نہ سکے اور بے ہوش ہوگئے خوب سمجھ لو۔

تحقیق مسئلہ وحدۃ الوجود و وحدۃ الشہود

جملہ معشوق ست و عاشق پردہ	زندہ معشوق ست و عاشق مردہ

ہر چند اوپر کے اشعار میں راز عثمانی کہ مسئلہ توحید وجود ہے پوشیدہ کر گئے مگر وہ اخفا عوام کے لیئے تھا جو اسکی حقیقت کو نہیں سمجھ سکے اور گمراہی وضلالت میں مبتلا ہوتے ہیں اس شعر میں خواص کے لیئے قدرے اس راز کی طرف اشارہ کردیا ہے سو یہ اختصار اسلوب لائق فہم عوام کے بیان کرتا ہے مصرعہ اول میں اس مسئلہ کا دعوی ہے مصرعہ ثانی میں اس کی تفسیر ہے پس جملہ معشوق ست ہم معنی ہمہ اوست کا ہے جو اس مسئلہ کا مشہور عنوان ہے عاشق سے مراد کل ممکنات کہ مسخر قدرت خداوندی ہیں پردہ سے مراد موجود ظاہری جو حجاب اور ساتر ہے موجود حقیقی کا تشبیہاً اس کو پردہ کہدیا کہ وہ بھی ساتر ہوتا ہے اور خود ظاہر نظر آتا ہے اور پردہ دار نظر نہیں آتا پس پردہ کے معنے موجود ظاہری ہوئے خلاصہ دعوی کا یہ ہوا کہ کل ممکنات تو صرف موجود ظاہری ہیں اور حقیقت میں کوئی موجود حقیقی یعنی موصوف بکمال ہستی نہیں بجز ذات حق کے اسی مضمون کو ہمہ اوست سے تعبیر کردیتے ہیں یہ ایک جملہ ہے مطابق محاورات روزمرہ کے جس طرح کوئی حاکم کسی فریادخواہ سے کہے کہ تم نے پولیس میں رپٹ لکھوائی تم نے کسی وکیل سے بھی مشورہ کیا اور وہ عرض کرے کہ جناب

پولیس اور وکیل سب آپ ہی ہیں ظاہر ہے کہ اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں ہوتا کہ حاکم اور پولیس اور وکیل سب ایک ہی ہیں ان میں کچھ فرق نہیں بلکہ مطلب یہ ہوتا ہے کہ پولیس اور وکیل کوئی چیز قابل شمار نہیں آپ ہی صاحب اختیار ہیں اسی طرح یہاں سمجھ لینا چاہیئے کہ ہمہ اوست کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ہمہ اور اُو ایک ہیں بلکہ مقصود یہ ہے کہ ہمہ کی ہستی قابل اعتبار نہیں صرف (اُو) کی ہستی لائق شمار ہے اور باقی جتنے موجودات ہیں ہستی تو اُن کی بھی واقعی ہے مگر اُنکی ہستی ہستی کامل کے سامنے محض ایک ظاہری ہستی۔ ہے حقیقی یعنی کامل نہیں دوسرا مصرعہ اسی مضمون کی تفسیر اور تمثیل و تفصیل اُسکی یہ ہے کہ ہر صفت کی دو مرتبے ہوتے ہیں ایک کامل ایک ناقص اور یہ دعوہ ہے کہ کامل کے روبرو ناقص بمنزلہ کالعدم سمجھا جاتا ہے اسکی مثال ایسی ہے کہ کسی بستی میں ایک شخص مثلاً پانچ پارہ کا حافظ ہوا اور وہ ناظرہ خوانوں میں حافظ مشہور ہوا اتفاق سے وہاں ایک ایسا شخص آکر رہنے لگے جو تمام قرآن کا حافظ اور ہفت قرأت کا قاری ہو ایسی حالت میں اگر کوئی اجنبی آدمی بستی والوں سے دریافت کرنے لگے کہ تمہاری بستی میں کتنے حافظ ہیں تو تمام عقلا یہی جواب دیں گے کہ ایک حافظ ہے اس جواب پر اگر کوئی عالم کہنے لگے کہ میاں فلانا بھی تو حافظ ہے تو مبصر بھی جواب دیگا کہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ بھلا اسکے سامنے وہ بھی کوئی حافظ ہے حالانکہ ایک معنی کر حافظ وہ بھی ہے مگر چونکہ ناقص ہے اس لئے کامل کے روبرو غیر حافظ قرار دیا گیا یا کوئی ادنی درجہ کا حاکم اپنے اجلاس پر بیٹھا ہوا شان حکومت دکھلا رہا تھا اور پندار منصب سے کسی کو خاطر میں نہیں لاتا تھا کہ ناگہان بادشاہ وقت اجلاس پر بطریق دورہ آپہونچا اُس کے دیکھتے ہی ہوش اُڑ گئے اور سب پندار و دعوی و نشہ و غرور ہرن ہوگیا اب جو اپنے اختیارات کو اقتدار شاہی کے روبرو دیکھتا ہے تو اُس کا کہیں نام و نشان نہیں پاتا نیچے کو گڑا جاتا ہے نہ آواز نکلتی ہے نہ سر اوپر اُٹھتا ہے اُسوقت گو اُس کا منصب و عہدہ معدوم نہیں ہوا مگر کالمعدوم ضرور ہے پس اسی طرح سمجھنا چاہیئے کہ گو ممکنات موجود ہیں کیونکہ اللہ تعالی نے اُن کو وجود دیا ہے موجود کیوں نہ ہوتے مگر وجود حق کے روبرو اُن کا وجود بنہایت ناقص و ضعیف و حقیر ہے اس لئے وجود ممکن کو وجود حق کے روبرو گو عدم نہ کہیں گے مگر کالعدم ضرور کہیں گے جب یہ کالعدم ہوا تو وجود مقید بہ ایک ہی رہ گیا یہی معنی ہیں وحدۃ الوجود کے کیونکہ اس کا لفظی ترجمہ ہے ایک ہونا وجود کا سو ایک ہونے کے معنے یہ ہیں کہ دوسرا گو ہے سہی مگر ایسا ہی ہے جیسا نہیں ہے اس کو مبالغۃً وحدۃ الوجود کہا جاتا ہے شیخ سعدی رح نے خوب ہی بیان فرمایا ہے ؎

یکے قطرہ از ابر نیسان چکید	بگل شد چو پہنائے دریا بدید
کہ جائیکہ دریاست من کیستم	گر او ہست حقا کہ من نیستم
ہمہ ہر چہ ہستند از ان کمتر اند	کہ پا ہستیش نام ہستی برند

شیخ نے تصریح کردی کہ ہست تو سب ہیں مگر اُن کی ہستی ہستی حق کے سامنے ہستی کہنے کے قابل نہیں مولانا نے اس مصرعہ میں اس تفسیر کو ایک مثال میں بیان کیا ہے کہ حضرت حق کو مثل زندہ کے سمجھو اور

ممکن کو مثل مردہ کے کہ گو عقل مرد بھی کسی درجہ کا وجود رکھتا ہے آخر جسم تو ہے مگر زندہ کے روبرو اسکی ہستی قابل اعتبار نہیں کیونکہ مردہ کی ہستی ناقص ہے اور زندہ کی ہستی کامل کے سامنے ناقص بالکل مضمحل اور ناچیز محض ہے اس مسئلہ کو مرتبہ تحقیق علمی میں توحید کہتے ہیں جسکی تحصیل کوئی کمال نہیں اور جب یہ سالک کا حال بنجاوے تو اس مرتبہ میں فنا کہلاتا ہے یہ البتہ مطلوب ومقصود ہے اور یہی حاصل وحدۃ الشہود کا ہے جسکی دلالت اس معنی پر بہت ہی ظاہر ہے کیونکہ اس کا ترجمہ ہے ایک ہونا شہود کا یعنی واقع میں تو ہستی متعدد ہے مگر سالک کو ایک ہی کا مشاہدہ ہوتا ہے اور سب کا عدم معلوم ہوتے ہیں جیسا اوپر کی مثالوں سے واضح ہو چکا ایک اور مثال سب سے واضح تر شیخ نے بیان فرمائی ہے ؎

مگر دیدہ باشی کہ ہر باغ و راغ	بتابد بشب کرمک چوں چراغ
یکے نقش اے مرغک شب فروز	چہ بودت کہ بیروں نیائی بروز
بہ بین کاتشیں کرمک خاک زاد	جواب از سر روشنائی چہ داد
کہ من روز شب جز بصحرا نیم	ولے پیش خورشید پیدا نیم

پس وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود میں اختلاف لفظی ہے کما قال مرشدی مگر چونکہ وحدۃ الوجود کے معنی عوام میں غلط مشہور ہو گئے تھے اس لیئے بعض محققین نے اس کا عنوان بدل دیا چونسبت عنوان متروک کے اس معنی میں زیادہ ظاہر ہے کیونکہ لفظ وحدۃ الوجود کی دلالت معنی مذکور پر مجازی ہے اور وحدۃ الشہود کی دلالت اس معنی پر حقیقی ہے اور دلیل نقلی اس مسئلہ کی یہ آیت ہو سکتی ہے کُلُّ شَیْءٍ ہَالِکٌ اِلَّا وَجْہَہٗ جیسا شارح عقائد نسفی نے تفسیر کی ہے۔

فرق درمیان علم غیب و کشف

دل کی بات بتا دینا یہ علم غیب نہیں بلکہ کشف ہے علم غیب اُس علم کو کہتے ہیں جو بلا وسائط ہو اور یہ خاصہ خداوندی ہے اور جو علم بذریعہ کشف ہو اُس میں کشف واسطہ ہے اسلیئے وہ علم غیب نہیں۔

ضرر سوء اعتقاد از اولیاء اللہ

انت مولی القوم من لا یشتہی	قد روی کلا لئن لم ینتہ

من لا یشتہی مبتدا ہے قد روی خبر کلا لئن لم ینتہ اشارہ ہے طرف آیۃ قرآنی کے بطور علت کے حکم سابق کے لیئے کلا بمعنی حقا معنی یہ ہیں کہ آپ مددگار اور خیر خواہ ہیں لوگوں کے جو آپ کی طرف رغبت نہیں کرتا وہ ہلاک ہو جاوے گا جیسا اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ اگر ابوجہل مخالفت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے باز نہ آوے گا ہم سب اُسکے بال پکڑ کر جہنم کی طرف گھسیٹیں گے۔

ف رغبت نہ کرنا اگر بطور عداوت کے ہے تب تو ہلاکت یہ ہے کہ کسی وبال میں مبتلا ہوگا کیونکہ اولیاء اللہ سے بغض کرنا موجب خسران ہے جیسا کہ حدیث میں ہے من عادیٰ لی ولیا فقد آذنتہ بالحرب اور اگر اس طرح ہے کہ عقیدت ومحبت نہیں ہے تو ہلاکت کے یہ معنی ہیں کہ اُن کے فیوض وبرکات سے محروم رہے گا کیونکہ ان حضرات کے برکات کا حاصل ہونا عقیدت پر موقوف ہے۔

طریق وشرائط ایصال عشق مجازی بہ عشق حقیقی

اگر ایسا اتفاق ہو کہ عشق مجازی میں بلا قصد مبتلا ہو جاوے تو اول عفت وپارسائی اختیار کرے یعنی کوئی امر خلاف شرع اُسکے ساتھ نہ کرے حتیٰ کہ اُسکو قصداً نہ دیکھے نہ اُس سے باتیں کرے نہ اُسکی باتیں کرے نہ دل میں قصداً اُس کا خیال کرے کیونکہ مخالفت شرع عشق حقیقی کے منافی ہے اور منافی کے رہتے ہوئے کب امید ہے کہ عشق حقیقی حاصل ہو دوسرے اُس سے ظاہراً دوری اختیار کرلے اس طرح کہ اتفاقاً ومفاجاۃً بھی اُس پر نظر نہ پڑے نہ اُس کی آواز کان میں پہونچے تاکہ اس کے قلب میں سوز وگداز پیدا ہو اور اگر قصداً یا بالقصد والاتفاق اُس سے متمتع رہا تو عمر بھر اُسی شغل میں رہے گا کبھی نوبت نہ آویگی کہ ادھر سے مطلوب حقیقی کی طرف توجہ ہو تیسرے یہ کہ خلوت وجلوت میں یہ سوچا کرے کہ اس شخص کا کمال یا حسن وجمال کہاں سے آیا اور کس نے عطا کیا جب موصوف مجازی کی یہ دلربائی ہے تو موصوف حقیقی کی کیا شان ہوگی بقول شخصے ؎

چہ باشد آن نگار خود کہ بندہ این نگارہا

اس سے اسکا عشق مخلوق سے خالق کی طرف مائل ہو جاوے گا یہی معنی ہیں اس قول کے کہ شیخ کامل عشق مجازی کا ازالہ نہیں کرتا بلکہ کر دیتا ہے جس طرح انجن گرم ہو مگر اولٹا چلتا ہو تو قطع مسافت کرنے والے کو مناسب نہیں کہ اُسکو بجھاوے بلکہ آگ تو روشن رکھنا چاہیئے اور اس کی کل پھیر کر سیدھا چلا دیا جاوے اور بعض مشائخ نے جو بعض طالبین کو قصداً عشق مجازی پیدا کرنے کا مشورہ دیا ہے مراد اس سے عشق حلال ہے نہ حرام کیونکہ معصیت تو موصل الی اللہ ہو ہی نہیں سکتی اور جو اس مشورہ سے غرض ہے وہ عشق حلال سے بھی حاصل ہے کیونکہ عشق میں گو وہ مجازی ہو یہ خاصیت ضرور ہے کہ اُس سے قلب میں سوز وگداز پیدا ہو جاتا ہے اور اُس میں باقی تعلقات قلب سے دفع ہو جاتے ہیں اور خیال میں یکسوئی پیدا ہو جاتی ہے اب صرف ایک کام باقی رہ جاتا ہے کہ اس تعلق کو حق تعالیٰ کی طرف پھیر دیا جاوے تو بہت آسانی سے قلب خالی ہو جاتا ہے جیسے گھر میں جھاڑو دیکر تمام خس وخاشاک ایک جگہ جمع کر لیتے ہیں پھر کسی ٹوکرے میں اُٹھا کر باہر ایک دم سے پھینک دیتے ہیں یہ ظاہر ہے کہ اگر ایک ایک تنکا گھر سے اُٹھا اُٹھا کر باہر پھینکا جاوے مدت طویل صرف ہو اور پھر بھی اس قدر صفائی نہ ہو۔ غرض مقصود اصلی ترک تعلقات یا قلب میں رقت وسوز وگداز پیدا کرنا ہے اگر اور طریق سے حاصل ہو جاوے تو بھی کافی ہے بعض نے اس طریق مجازی کو اختیار کرلیا

مگر چونکہ اس زمانہ میں اس طریق کے اندر خطرہ شدید ہے کیونکہ نفوس میں شہوت پرستی ولذت جوئی زیادہ ہے اس لئے قصداً ایسے طریق کا تبلانا جائز نہیں ہاں اگر اتفاقاً مبتلا ہو جاوے تو بطریق مذکور بالا اس کا امالہ عشق حقیقی کی طرف کر دینا چاہیئے اور طریقوں کا بدلجانا زمانہ کے بدل جانے سے کوئی امر عجیب نہیں یہ طریقہ حضرت مرشد علیہ الرحمۃ کا ارشاد فرمایا ہوا ہے۔

معنی ابن الوقت و ابو الوقت

ابن الوقت ایک اصطلاحی لفظ ہے دو معنی پر اسکا اطلاق آتا ہے ایک وہ سالک جو مغلوب الحال ہو یعنی جو حالت اُس پر وارد ہوا اُسکے آثار میں مغلوب ہو جاوے اسکے متعلق ابو الوقت ہے یعنی وہ سالک جو اپنے حال پر غالب ہو یعنی جس کیفیت و حالت کو چاہے اپنے اوپر وارد کرلے یعنی جس کیفیت کی طرف توجہ و قصد کرے اسکے آثار اُس میں پیدا ہو جاویں مثل اُنس و شوق و فنا و وجد وغیرہا۔ دوسرے معنی ابن الوقت کے اور ہیں جو ان دونوں مذکور معنوں کو عام اور شامل ہیں یعنی وہ سالک جو وارد ات مقتضائے وقت کا حق ادا کرے خواہ وہ وارد ات اسپر غالب ہوں یا یہ اُن پر غالب ہو۔

تحقیق عمل بر الہام مخالف وحی

آن پسر را کش خضر ببرید حلق	بہر آن را در نیابد عام خلق

یہ مثال ہے کہ جس طرح حضرت علیہ السلام نے اُس لڑکے کو قتل کر ڈالا تھا اور اُس کی وجہ عام لوگوں کی سمجھ میں نہیں آسکتی ف تحقیق مقام کی یہ ہے کہ ہماری شریعت میں الہام پر عمل کرنا اُسوقت جائز ہے جب وہ مخالف حکم شرعی کے نہ ہو ورنہ جائز نہیں غرض جہاں الہام اور وحی میں تعارض ہوتا ہے وحی پر عمل ہوتا ہے اور الہام متروک ہوتا ہے اور شرائع سابقہ میں ظن غالب یہ ہے کہ وحی اور الہام میں جب تعارض و تخالف ہوتا تھا الہام اُس وحی کا مخصص بن جاتا تھا یعنی وحی کے حکم عام میں سے یہ موقع خاص جسکی نسبت الہام ہوا ہے مستثنیٰ ہو جاتا تھا اور بقیہ مواقع میں وحی کا حکم باقی رہتا تھا پس الہام کا اثر اُن شرائع میں وہ تھا جیسا ہمارے اصول شریعت میں خبر واحد اور قیاس مجتہد کا اثر ہے کہ مخصص نص کا بن سکتا ہے اور ہماری شریعت میں الہام کا مرتبہ ان سب دلائل کے بعد ہے پس وحی سے مثلاً ایک ضابطہ کلیہ ثابت ہوا تھا کہ بلا جرم کسی کو قتل مت کرو اب خضر علیہ السلام کو جبکہ وہ نبی نہ ہوں الہام ہوا کہ (بہ مصلحت و حکمت خاص کہ قرآن میں مذکور ہے) اس بچہ کو اُس حکم سے مستثنیٰ کیا جاتا ہے اسکو قتل کر دو اُنھوں نے اسپر عمل کیا اسی طرح ممکن ہے کہ صحت بادشاہ میں عام خلائق کو نفع ہوگا اور ممکن ہے کہ مثل طفل مقتول خضر کے اس زرگر کی کسی آئندہ خرابی کی بھی اطلاع ہوئی ہو اسلیئے اُس کے قتل کے لیئے الہام کیا گیا ہماری شریعت میں ایسا امر نا جائز ہے۔

رفع شبہہ افضلیت علم باطن بر علم شریعت

گر خضر در بحر کشتی را شکست	صد درستی در شکستِ خضر هست
وهم موسی با همہ نور و ہنر	شد ازان محجوب لوبے پر مپر

وہم مطلق خیال۔ اسمیں تائید ہے ترک اعتراض کی یعنی دیکھو ظاہر میں خضر علیہ السلام نے کشتی کو توڑا تھا مگر واقع میں اُسکی حفاظت کی تھی جیسا قرآن مجید میں مذکور ہے لیکن حضرت موسی علیہ السلام کا خیال باوجود تمام تر علم و معرفت و کمال و نبوت کے اُسکی وجہ معلوم کرنے سے محجوب رہا سو تم بے پر مت اُوڑو۔

ف اس قصہ سے بعضوں کو شبہہ ہو گیا ہے کہ علم باطن علم شریعت سے افضل ہے اسی وجہ سے موسی علیہ السلام کو خضر علیہ السلام کے پاس استفادہ کے لیئے بھیجا گیا اور اُس علم کے عالی ہونے کی وجہ سے موسی علیہ السلام اُس کو نہ سمجھ سکے اور نیز اس سے مستنبط کیا ہے کہ اگر شیخ خلاف شرع کچھ حکم کرے تو مرید کو اُسکا اتباع واجب ہے چنانچہ اتباع نہ کرنے ہی سے موسی علیہ السلام جدا کئے گئے۔ خوب سمجھ لو کہ یہ سب دعوے باطل ہیں علم باطن کا علم شرع سے افضل ہونا اس قصہ سے ثابت نہیں ہوتا دو وجہ سے اوّل یہ کہ علم باطن خود ایک شعبہ ہے علم شریعت کا کیونکہ شریعت نام ہے اصلاح ظاہر و باطن کے طریقے جاننے کا اصلاح ظاہر یہ کہ اقوال و افعال درست کرے اصلاح باطن یہ کہ عقائد و اخلاق درست کرے سو یہ سب شریعت نے مفصل طور پر بتلایا ہے اور شریعت اس مجموعہ کا نام ہے جس میں علم اصلاح ظاہر کو فقہ کہتے ہیں اور علم اصلاح باطن کو تصوف و علم باطن کہتے ہیں سو جزو کس طرح کل سے افضل ہو سکتا ہے۔ دوسری وجہ یہ کہ اس واقعہ میں حضرت خضر علیہ السلام کو جو بعض امور بعیدہ و مخفیہ کی اطلاع ہو گئی تھی یہ سرے سے وہ علم باطن ہی نہیں جس میں گفتگو ہے بلکہ چند واقعات جزئیہ و حالات کونیہ ہیں جنکا انکشاف اُن کو ہو گیا تھا جس کا حاصل صرف اسقدر ہے کہ جو چیزیں ماناً یا مکاناً بعید تھیں وہ انکے علم میں قریب ہو گئیں مثلاً بادشاہ مکاناً بعید تھا۔ بچہ کا کفر ماناً بعید تھا خزانہ مکاناً بعید و محجوب تھا سو دور کی چیز کا نزدیک معلوم ہونا علم باطن نہیں بخلاف موسی علیہ السلام کے کہ وہ علوم شرعیہ کلیہ و معارف الٰہیہ ہیں کہ ظاہر و باطن سب اُس کے شعبے ہیں غرض علم خضری کسی طرح علم موسوی سے فائق نہیں ہے رہا موسی علیہ السلام کا اُنکے پاس بھیجا جانا وہ صرف اس بنا پر تھا کہ موسی علیہ السلام نے جواب سائل میں اَنَا اَعْلَمُ فرمایا تھا جو باعتبار قصد علوم الٰہیہ کے صحیح تھا مگر چونکہ لفظاً کل علوم کو شامل تھا اسلیئے اللہ تعالیٰ نے تعلیم احتیاط الفاظ کے لیئے تنبیہ فرمائی کہ بعض علوم کو وہ آپ کے علوم سے کم ہوں دوسروں کو دے گئے ہیں آپ کو نہیں ملے اسلیئے آپکو جواب میں قید لگانا چاہیئے تھا اور آپ کا نہ سمجھنا ایسا ہے جیسے کسی بڑے کامل کو یہ خبر نہ ہو کہ پس دیوار کیا ہے سو اس واقعہ کا جاننے والا کسی طرح اُس کامل سے نہیں بڑھ سکتا اور جو مسئلہ بتلا

کیا ہے وہ بھی غلط ہے اور قیاس مع الفارق کیونکہ یہاں موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی شہادت سے کامل ہونا خضر علیہ السلام کا معلوم ہو گیا تھا تو یقیناً معلوم تھا کہ اُن سے کوئی امر خلاف شرع نہ ہوگا گو اُسکی وجہ نہ سمجھنے سے انکار فرمایا مگر پھر بھی سکوت و تسلیم کی گنجایش تھی اور جو شخص خلاف شرع ہو یا دوسرے کو ایسا امر بتلاوے اُسکا کامل ہونا ہی خود مشکوک ہو جاوے گا پھر یہ کہ حضرت خضر علیہ السلام شریعت موسویہ کے اتباع کے مکلف نہیں تھے اُن کی شریعت بچہ اور بھی بخلاف اس وقت کے کہ سب ایک شریعت کے مکلف ہیں اب خلاف کرنے والے کا اتباع جائز نہیں پس معلوم ہوا کہ یہ سب دعوے سراسر یا غلط ہیں اور اس مقام پر مولانا کا مقصود فضیلت دنیا علم خضری کو موسوی پر نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب بعض اکابر کو بعض چھوٹے اسرار پر اطلاع نہیں ہوتی تو تم چھوٹے ہو کر بڑوں کے اسرار کا انکار کیوں کرتے ہو۔

حدِ ریاضت و خلاف سنت نبودن ترک لذات

دو امر سمجھنے کے قابل ہیں اول یہ کہ منافع نفس دو قسم کے ہیں ایک حقوق دوسرے حظوظ سو مجاہدہ و ریاضت میں حظوظ کی تقلیل یا ترک کرایا جاتا ہے اور حقوق کو ضائع نہیں کیا جاتا کہ یہ خلاف سنت بھی ہے حدیث میں ہے اِنَّ لنفسک علیک حقا اور مضر باطن بھی ہے کیونکہ اس سے ضعف بڑھ جاتا ہے صحت میں خلل پڑتا ہے پھر ضروری عبادات و اشغال سے بھی عاجز ہو جاتا ہے اسلئے ترقی باطنی سے محروم رہتا ہے دوسرا امر یہ ہے کہ بزرگوں نے جو ریاضت و مجاہدات میں ترک لذات کیا ہے وہ بطور علاج کیا ہے جیسے کوئی ظاہری مریض بطور پرہیز کے کوئی قوی غذا چھوڑ دیتا ہے کہ مضر ہوگی اُسکو عبادت و موجب قرب الٰہی نہیں سمجھتا اب اُپر یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ یہ بدعت ہے قال اللہ تعالیٰ لا تحرموا طیبات ما احل اللہ لکم ولا تعتدوا کیونکہ بدعت اُسوقت ہے جب بطور تقرب ہو ورنہ خود ابن عباس رضؓ کی روایت ہے من الاسراف ان تاکل ما اشتہیت پس مقصود اُن حضرات کا یہ تھا کہ تکثیر لذات سے نفس کی قوت بہیمیہ کو مغلبہ ہوتا ہے اور طاعات میں سستی و کاہلی یا معاصی کا تقاضا کرنے لگتا ہے بعض اوقات اس وجہ سے لذات متروک ہو جاتی ہیں کہ غلبۂ محبت الٰہی میں لذات کی طرف التفات ہی نہیں ہوتا سو یہ ترک غیر اختیاری ہے نہ سنت نہ بدعت۔

طرق وصول الی اللہ و اقسام حیرت

کار بچوں را کہ کیفیت نہد	انیکہ گفتم از ضرورت مے جہد
گر چنین نماید وگہ ضد ایں	جز کہ حیرانی نباشد کار دیں
کاملاں کز سر تحقیق آگہند	بیخود و حیران و مست و والہ اند

والد رشید او حیران اوپر کے اشعار میں طریقہ جبات روحانی حاصل کرنے کا بتلایا تھا۔

۵ صحت آن حس ز تخریب بدن

اور اس تخریب بدن (ریاضت) کا ثمرہ ضمن تمثیلات میں سمجھایا تھا کہ اسکی بدولت روحانی حیات حاصل ہوگی جس سے مفہوم ہوتا ہے کہ وصول الی اللہ کا طریقہ ریاضت و مجاہدہ ہے اب یہ بتلانا مقصود ہے کہ اس طریقہ کی قید بندہ کے لیئے ہے اسکو اسکی کوشش کرنا چاہیئے حق تعالیٰ اس طریقہ کے مقید نہیں وہ قادر ہیں اور کبھی ایسا کر بھی دیتے ہیں کہ بدون ریاضت و مجاہدات محض اپنے فضل سے دولت باطنی و حیات روحانی عطا فرما دیتے ہیں چنانچہ اس مضمون کے اثبات کے لیئے فرماتے ہیں کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ یعنون و بچیگون ہیں ان کے کاموں کی کیفیت اور طریقہ کون معین کر سکتا ہے کہ اسی طرح ہوتا ہے جس طرح مذکور ہوا اور جتنا اور جو کچھ اوپر کہا گیا ہے یہ بھی ضرورت کی وجہ سے کہا گیا ہے کہ طالبان حق مجاہدہ و ریاضت میں مشغول ہوں اور طلب میں سرگرمی کریں کہ حق محبت یہی ہے کہ محبوب کے لیئے جفاکشی کرے اس کے بعد معاملات خداوندی کی کیفیت معین نہ ہونے کی تقریر کرتے ہیں کہ کبھی کوئی امر ایک طرح معلوم ہوتا ہے کبھی دوسری طرح دین کے کام میں بھی حیرت کے سوا کچھ نہیں مطلب یہ کہ کبھی اول ریاضت ہوتی ہے پھر وصول الی اللہ میسر ہوتا ہے اسکو طریق سلوک کہتے ہیں کبھی وصول الی اللہ پہلے ہو جاتا ہے پھر شوق ریاضت و عبادت کا پیدا ہو جاتا ہے اسکو طریق جذب کہتے ہیں کہ اول قلب میں کسی کامل کی صحبت یا کسی بزرگ کی حکایت یا بلا کسی ظاہری وجہ کے ایک قسم کی کشش اور کیفیت عشق حق جل شانہ کی پیدا ہو گئی پھر بتدریج تفصیلی سلوک کی تکمیل کرتا رہا جب عارف ان معاملات کو مختلف طور پر مشاہدہ کرتا ہے یا خود اپنے ساتھ مختلف معاملات اور اپنے اندر مختلف واردات دیکھتا ہے تو حق تعالیٰ کی قدرت کی نیرنگیاں اور اسرار دیکھ کر اسکو حیرت دامنگیر ہوتی ہے سو کار دین سے مراد یہی وصول الی اللہ ہے اور حقیقت میں کار دین اس سے بڑھ کر کیا ہوگا اور اس میں حیرت کی یہ وجہ ہے جو مذکور ہوئی اسکے بعد تقسیم کے طور پر فرماتے ہیں کہ اس معاملہ خاص وصول الی اللہ ہی کی کیا تخصیص ہے کاملین جو کہ راز حقیقت سے آگاہ ہیں وہ تو ہر معاملہ قدرت و حکمت کو دیکھ دیکھ کر خواہ وہ خود انکے ساتھ پیش آویں یا دوسروں میں معاینہ کریں ہر وقت حیران و مست رہتے ہیں یہاں یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ حیرت تو ہمیشہ ناواقفی حقیقت کی وجہ سے ہوتی ہے پھر واقفی اور آگہی کے ساتھ حیرت کی کیا وجہ بات یہ ہے کہ حیرت کبھی تو محض ناواقفی کی وجہ سے ہوتی ہے بشرطیکہ اسکی تلاش و فکر بھی ہو اور کبھی اسوجہ سے ہوتی ہے کہ واقفیت تو بہت ہے مگر پورا احاطہ حقیقت کا نہیں سو آگاہی عارف کی ظاہر ہے کہ گو کثیر ہو مگر پھر محدود ہے اور اسرار الٰہیہ غیر محدود اور محدود کسی طرح غیر محدود کا احاطہ نہیں کر سکتا اسلیئے خواہ کسی قدر علم و تحقیق حاصل ہو مگر اسرار کو احاطہ نہ کر سکنے کی وجہ سے حیرت ہی نصیب ہوتی ہے لیکن یہ حیرت عقائد و احکام ضروریہ اسلامیہ میں نہیں ہے جنکی تحصیل کا انسان مکلف ہے اور علما راسخین خود ان امور خفیہ میں بھی متردد رہتے ہیں یہاں اسرار باطنیہ میں جو حیرت ہوتی ہے اس کا ذکر ہے پس حیرت دو قسم کی ہوئی ایک بوجہ جہل محض کے اسکو حیرت

ندومہ کہتے ہیں دوسری باوجود کثرت علوم و واردات کے (جسکو بعضے تواتی تجلیات کہتے ہیں) بوجہ عدم احاطہ حقائق واسرار کے اسکو حیرت محمودہ کہتے ہیں۔

معانی عینیت وغیریت در اصطلاحات مختلفہ

نے چناں حیران کہ پشتش سوے اوست	بل چنیں حیران عارف مست دوست
آں یکے را روے او شد سوے دوست	ایں یکے را روے و خود روے اوست

روی یعنی توجہ یعنی ہم نے جو اوپر کہا ہے کہ عارف حیران رہتے ہیں سو وہ ایسے شخص کی طرح حیران نہیں ہیں جسکی پشت دوست کیطرف ہو یعنی حق تعالیٰ سے غافل ومحجوب ہو بلکہ وہ ایسے حیران ہیں کہ علوم کلیہ میں مستغرق اور مست ہیں مطلب یہ کہ انکی حیرت مذموم نہیں بلکہ محمود ہے اسکے بعد حیرت محمودہ کے دو مرتبے بتلاتے ہیں کہ ایک حیرت زدہ وہ ہے کہ اسکی توجہ دوست (حضرت حق) کی طرف ہے دوسرا وہ ہے کہ اسکی توجہ عین دوست کی توجہ ہے مطلب یہ کہ حیرت محمودہ میں بعض کو تو استغراق کم ہوتا ہے کہ اپنے سے بیخود نہیں ہوتے اور حضرت حق کی طرف بھی توجہ رکھتے ہیں بعض ایسے مستغرق ہوجاتے ہیں کہ انکی صفت توجہ بھی نہیں رہتی بلکہ توجہ حق میں فنا ہوجاتی ہے کیونکہ بیخودی میں ظاہر ہے کہ کسی قسم کی خبر نہیں رہتی **ف** یونکہ روے اوخود روی اوست سے عینیت مفہوم ہوتی ہے اور اس میں بہت لوگ غلطی کرتے ہیں اسلیئے اسکی تحقیق مختصر طور پر عرض کرتا ہوں۔

جاننا چاہیئے کہ عینیت وغیریت دو لفظ متقابل ہیں اور تخالف اوضاع سے تین معنی پر ان کا اطلاق آتا ہے معنی اول عینیت کے یہ کہ دو مفہوموں کا مصداق من کل الوجوہ ایک ہونا یعنی دو چیزوں کا ہر طرح سے ایک ہونا کہ اُن میں کسی قسم کا فرق نہ ہو جیسے انسان اور حیوان ناطق یا زید اور ذات زید کہ ان میں اصلا تغائر نہیں اور غیریت یہ کہ اُن دونوں میں کسی قسم کا تغائر اور امتیاز نہ ہو یعنی فرق ہونا اس تفسیر پر عینیت وغیریت میں باہم تناقص ہے جس سے ان دونوں کا ایک محل میں جمع ہونا بھی محال ہے اور دونوں کا کسی محل سے مرتفع ہونا بھی محال ہے اور متبادر معنی عینیت وغیریت کے یہی ہیں اور یہی معنی لغوی ہیں اور اسی میں اکثر عرفا استعمال ہوتا ہے اور اکثر اہل معقول بھی یہی مراد لیتے ہیں اس تفسیر کے اعتبار سے کوئی شئے موجود خواہ وہ حادث ومخلوق ہو جیسے تمام زمین وآسمان کی چیزیں یا قدیم وغیر مخلوق ہو جیسے صفات باری تعالیٰ کی عین ذات باری تعالیٰ کی نہیں مخلوقات کا عین نہ ہونا تو باتفاق اہل نقل وعقل ہے اور صفات کا عین نہ ہونا صرف جمہور اہل سنت کے نزدیک ہے بخلاف حکماء واہل اعتزال کے کہ صفات کو عین ذات کہتے ہیں اور ظاہر قرآن اہل سنت کی تائید کرتا ہے کیونکہ جا بجا اللہ تعالیٰ نے اپنے کو علیم اور حکیم وسمیع وبصیر فرمایا ہے جسکے معنی ذی علم وذی حکمت وذی سمع وذی بصر ہیں اگر علم وحکمت وسمع وبصر عین ذات ہوتیں تو ذی علم وذی حکمت وغیرہ کے معنے ذو نفسہ ہونے اور یہ محض بے معنی ہے پس ظاہر قرآن وحدیث سے یہی مفہوم ہوتا ہے کہ صفات زائد علی الذات ہیں جب اس تفسیر کے اعتبار سے کوئی شئے عین ذات حق نہیں تو سب مخلوقات وصفات غیر ذات ہونگے

معنی ثانی عینیت کی تو وہی تفسیر لیجاوے اور غیریت کے یہ معنی ہوں کہ دو چیزوں میں سے کسی ایک کا بدون دوسرے کے موجود ہو سکنا (جو ازالانفکاک بین الشیئین و لومن جانب واحد و لبیارۃ اخری عدم التلازم بین الشیئین) اس تفسیر پر عینیت و غیریت میں باہم تناقض تو نہیں مگر تضاد ہے یعنی دونوں ایک محل پر صادق نہیں آسکتے مگر دونوں مرتفع ہو سکتے ہیں جیسے شان متضادین کی ہوتی ہے اور یہ اصطلاح متکلمین کی ہے اس تفسیر کے اعتبار سے بھی ذات باری تعالی اور مخلوقات میں عینیت نہیں ہے جیسا اوپر گذرا بلکہ غیریت ہے کیونکہ غیریت کے معنی تھے کسی ایک کا بدون دوسرے کے موجود ہو سکنا گو دوسرا بدون اس ایک کے موجود نہ ہو سکے تو گو مخلوقات بدون باری تعالی کے موجود نہیں ہو سکتی لیکن باری تعالی تو بدون مخلوق کے موجود ہو سکتے ہیں اور واقع میں قبل ایجاد خلق کے موجود تھے اور مخلوق کو فنا کر کے بھی موجود رہیں گے پس غیریت کے معنے متحقق ہو گئے سو حضرت حق و خلق میں عینیت کی نفی اور غیریت کا ثبوت ہو گیا لیکن ذات حق اور صفات میں اس تفسیر پر نہ عینیت ہوئی نہ غیریت عینیت تو اسلیئے نہ ہوئی کہ اسکے معنے تھے دو چیزوں کا بالکل ایک ہونا اور جب صفات زائد علی الذات ہیں جیسا اوپر بیان ہوا تو عینیت کہاں ہوئی اور غیریت اسلیئے نہ ہوئی کہ یہاں ذات اور صفات دونوں میں سے ایک بھی ایسی چیز نہیں کہ بدون دوسرے کے اس کا پایا جانا ممکن ہو صفات تو بدون ذات کے اسلیئے موجود نہیں ہو سکتیں کہ یہ صفات تحقق میں تابع ہیں اور ذات متبوع اور تابع کا موجود بدون متبوع کے محال ہے اور ذات بدون صفات کے اس لیئے نہیں پائی جا سکتی کہ ذات کا خالی ہونا صفات کمال سے لازم آتا ہے اور وہ محال ہے پس ہر ایک دوسرے کے لیئے مستلزم ہوا اسلیئے غیریت بھی نہ ہوئی پس عینیت و غیریت دونوں مرتفع ہو گئیں یہی معنی ہیں متکلمین کے اس قول کے (ہی لا عینہ ولا غیرہ) معنی ثالث عینیت کے معنی ہیں ایک شی کا دوسری شی کی طرف محتاج فی الوجود ہونا گو وہ دوسری شے اس پہلے کی محتاج نہ ہو اور غیریت کے وہ معنی ہیں جو معنی اول میں مذکور ہوئے ہیں یعنی ان دونوں شے میں کسی قسم کا تغایر و امتیاز و فرق ہونا اور اس تفسیر پر عینیت و غیریت میں نہ باہم تناقض ہے اور نہ تضاد بلکہ دونوں کا جمع ہونا ایک محل میں ممکن ہے مثلاً زید اور اس کے صفات کہ صفات بدون زید کے نہیں پائے جاتے اسلیئے عینیت صادق آئی اور دونوں باہم ممتاز بھی ہیں اس لیئے غیریت صادق آئی اور یہ اصطلاح حضرات صوفیہ کرام کی ہے اس تفسیر کے اعتبار سے ذات باری تعالی اور مخلوقات میں عینیت بھی ہے کیونکہ مخلوقات ذات باری تعالی کی محتاج ہے گو ذات باری تعالی احتیاج سے مبرا ہے اور غیریت بھی ہے کیونکہ ذات باری تعالی اور مخلوقات میں لاکھوں طرح کے فرق ہیں ہر چند کہ اس معنی ثالث کے اعتبار سے صوفیہ تمام موجودات کو عین باری تعالی کہتے ہیں اس میں کسی سالک عارف کی تخصیص نہیں مگر بعض اوقات اس تفسیر میں ایک قید اور بھی برھاتے ہیں یعنی اس احتیاج الخلق الی الحق کا علم و معرفت بھی حاصل ہو اس معنی مقید کے اعتبار سے تمام مخلوقات میں سے صرف عارف کے لیئے عینیت کا اثبات

کرتے ہیں کہ اسکو معرفت ہے دوسری مخلوقات اس عرفان سے خالی ہے بعض اوقات اس قید پر ایک قید اور بڑھاتے ہیں یعنی اس معرفت میں اسقدر استغراق ہو کہ خود مخلوق حتی کہ اپنی ذات اور ہستی کی طرف بھی التفات نہ رہے اس قید کے اعتبار سے تمام عارفین پر بھی عینیت صادق نہ آویگی بلکہ اُنمیں سے جو استغراق تام رکھتے ہیں وہی اسکے مصداق ہونگے اس تقریر پر عینیت وغیریت کی کل پانچ تفسیریں ہوئیں اور مولانا نے رومی اوخود روی دونوں میں سب سے اخیر کے معنی مراد لیے ہیں۔

علامات شیخ کامل

کار مردان روشنی وگرمی ست	کار دونان حیلہ وبے شرمی ست

روشنی سے مراد نور ایمان وعرفان گرمی سے مراد گرمی عشق اس میں اشارہ ہے شیخ کامل کی پہچان کی طرف اُنکے یہ صفات ہیں (معرفت اور عشق) اور جو کمینے یعنی جھوٹے ہیں اُنکی عادت حیلہ وبھیائی ہے ف مولانا نے شیخ کامل کے علامات اجمالاً بیان فرمائی ہیں راقم اس کی تفصیل کرتا ہے۔ جاننا چاہیئے کہ جس طرح مرض ظاہری کے علاج کے لیئے ایسے طبیب کی ضرورت ہے جو خود بھی صحیح وتندرست ہو بیمار اور دوسروں کا علاج بھی کرسکے کیونکہ اگر مریض ہے تو مسئلہ طبیہ ہے رائے الفلیل علیل گو وہ طبیب ہو مگر اُسکی رائے قابل اعتماد نہیں اور اگر وہ صحیح وتندرست ہے مگر علاج کا طریقہ نہیں جانتا تب بھی اُس مریض کے مطلب کا نہیں گو خود اچھا ہے اسی طرح امراض باطنی کے علاج کے لیئے ایسے شخص کو مرشد کی حاجت ہے جو خود بھی متقی وصالح ہو مبتدع وفاسق نہ ہو اور دوسروں کی بھی تکمیل کرسکے کیونکہ اگر مبتدع عقیدہ وبدعمل ہے تو اولاً اُسپر باطمینان نہیں کہ یہ خیر خواہی سے تعلیم کرے گا بلکہ طالب تو یہی ہے کہ عقیدہ میں اپنا ہمیشہ مانے گی کوشش کرے گا اور عمل میں اسکو اس لیے نصیحت نہ کرسکے گا کہ خود اُسکا عامل نہیں یہی خیال ہوگا کہ اگر نصیحت کروں گا یہ شخص اپنے دل میں کیا کہے گا بلکہ غالب یہ ہے کہ خود بہانے کو اپنی بدعملی کو تاویل سے درست کرنا چاہے گا تو اُس میں بڑی گمراہی کا اندیشہ ہے ثانیاً اسکی تعلیم میں انوار وبرکات ذاتیہ وامداد غیبی نہ ہوگی اسی طرح اگر متقی وصالح تو ہو مگر تربیت باطنی کا طریقہ نہ جانتا ہو تو وہ بھی طالب کی رفع ضرورت نہیں کرسکتا اور جس طرح طبیب ظاہری کا طبیب ہونا ان علامات سے معلوم ہوتا ہے کہ علم طب پڑھا ہو کسی طبیب کامل کے پاس مدت معتدبہ تک مطب کیا ہو سمجھدار لوگ اُسکی طرف رجوع ہوئی اسکے ہاتھ سے لوگ شفایاب بھی ہوتے ہوں اسی طرح طبیب باطنی یعنی شیخ کے شیخ ہونے کی علامات یہ ہیں کہ کسی کامل کی خدمت میں مدت تک مستفید ہوا ہو اہل علم واہل فہم اُسکو اچھا سمجھتے ہوں اور اُسکے طرف رجوع کرتے ہوں اُسکی صحبت سے محبت الٰہی کی زیادتی اور محبت دنیا کی کمی قلب میں محسوس ہوتی ہو اُسکے پاس رہنے والوں کی حالت روز بروز درست ہوتی ہوئی معلوم ہوتی ہو یہ شخص اس قابل ہے کہ اس کو

شیخ بناوے اور اسکو اکسیر اعظم سمجھے اور اُسکی زیارت و خدمت کو کبریت احمر جانے پس مجموعہ اُن صفات کا جو شیخ کامل میں ہونا چاہئیں یہ ہے متقی و صالح ہو۔ متبع سنت ہو۔ علم دین بقدر ضرورت جانتا ہو۔ کسی کامل کی خدمت میں رہ کر فائدہ باطنی حاصل کیا ہو۔ عقلاء و علماء اُسکی طرف مائل ہوں۔ اُس کی صحبت موثر ہو اُس سے مریدوں کی حالت کی اصلاح ہوتی ہو۔

مراتب فرض و مستحب تصفیہ نفس و قلب

ریا و عجب و دیگر اخلاق ذمیمہ مثل شہوت و غضب وغیرہ کے دفع کرنے کے دو درجے ہیں۔
اوّل یہ کہ اپنے اختیار سے اُنکا قصد نہ کرے اور جو پیش آوے اُسکو بُرا سمجھے اور اُس کے مقتضا کے موافق عمل نہ کرے گو خطرات و وساوس کا ہجوم رہے یہ مرتبہ اختیاری اور فرض ہے اور خطرات کا ہجوم غیر اختیاری ہے کچھ مضر نہیں دوسرا درجہ یہ کہ ان اخلاق کی بیخ و بنیاد ہی کا استیصال ہو جاوے یعنی نفس میں اُنکا تقاضا اور میلان بھی نہ رہے اور یا ایسے ہی مبغوض ہو جاویں جیسے گندگی طبعاً مبغوض و مستقذر رہتی ہے اسکی تحصیل مستحب ہے اور موجب کمال اور عادۃً موقوف ہے مجاہدہ و ریاضت اور خلوت طویلہ پر اور یہی دو مرتبے ہیں حضور قلب کے نماز میں اول یہ کہ نماز یا کسی نیک عمل میں بطور مقصودیت کے کوئی غیر اللہ قلب میں حاضر نہ ہو یعنی عبادت سے مقصود کسی مخلوق کی رضا یا اُس سے مال و جاہ کا حاصل کرنا نہ ہو یہ حضور قلب فرض ہے اور بدون اسکے نماز قبول نہیں ہوتی اور عذاب ریا کا مستحق ہوتا ہے۔ دوسرا مرتبہ یہ کہ نماز میں بجز خدائے تعالیٰ کے قلب کا التفات بطور تخیل بھی کسی جانب نہ ہو پھر اس میں بھی دو مرتبے ہیں ایک یہ کہ باختیار خود کسی غیر کا خیال قلب میں نہ لاوے اسکو خشوع کہتے ہیں اور آیات اور احادیث سے یہ بھی موکد معلوم ہوتا ہے گو درجہ فرض میں نہ ہو دوسرا مرتبہ یہ کہ بلا قصد بھی کسی کا خیال نہ آوے یہ بدون فنا نفس و قلب کے نصیب نہیں ہوتا اور اسکی تحصیل مستحب ہے۔

معنی توحید ذاتی و صفاتی و افعالی

خفتہ از احوال دنیا روز و شب		چون قلم در پنجۂ تقلیب رب	
آنکہ او پنجہ نہ بیند در رقم		فعل پندارد بجنبش از قلم	

ف ان اشعار میں توحید افعال کی طرف اشارہ ہے جسکا عنوان اس طرح مشہور ہے لا فاعل الا اللہ اُس کا یہ مطلب نہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا کسی کی طرف کوئی فعل منسوب نہیں ہوں تو یہ عقائد حقہ کے خلاف پھر صدور قبائح کا جناب باری تعالیٰ سے اس میں لازم آتا ہے پھر مشاہدہ اور وجدان بھی اس کی تکذیب کرتا ہے پھر یہ کہ تمام شرائع کا اس میں ابطال لازم آتا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ بمناسب اسباب فعل کا یا یوں کہئے کہ خالق افعال کا بغیر تخلف افعال کے کوئی نہیں گو وسائط ظاہری اسباب اور بھی ہیں چونکہ عارف کو دوسرے فاعلین

کی طرف التفات نہیں ہوتا اس لیئے وہ اُنکی نفی کر دیتا ہے سو واقع میں یہ نفی باعتبار قابل التفات ہونے کے یا التفات کرنے کے ہے یعنی کوئی فاعل قابل التفات کے یا ملتفت الیہ نہیں بجز اللہ تعالیٰ کے اسی طرح توحید صفاتی و توحید ذاتی کو سمجھنا چاہیئے کہ اُسکا یہ مطلب نہیں کہ بجز صفات و ذات خداوندی کے کوئی صفت یا ذات موجود نہیں بلکہ عارف کو کسی اور کی ذات و صفت کی طرف التفات نہیں ہوتا اس مرتبہ میں وحدۃ کا حکم ہوتا ہے یہ تینوں مراتب توحید وجودی کے فروع ہیں۔

تحقیق عالم مثال

عالم مثال ایک عالم ہے جو عالم شہادت و عالم غیب کے درمیان ہے اُسکو برزخ بھی کہتے ہیں قرآن و حدیث کے اشارات سے اور اہل کشف کی تصریحات سے اسکا وجود ثابت ہے بعد مرگ تا قیامت اُسی میں رہنا ہوتا ہے اور خواب میں وہی منکشف ہوتا ہے اور بعض بزرگوں کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عالم مقداری ہے مگر مادی نہیں یہ مقداری ہونے کے اعتبار سے عالم اجسام کے مشابہ ہے اور غیر مادی ہونے کے اعتبار سے عالم ارواح کے مشابہ ہے پس اجسام کہ مادہ و مقدار دونوں رکھتے ہیں اور ارواح کہ مقدار و مادہ دونوں سے منزہ ہیں یہ عالم ان دونوں کے ساتھ ایک ایک وصف میں مشابہت رکھتا ہے۔

معنی جسم مثالی

اہل کشف کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو دو جسم عطا فرمائے ہیں ایک جسم عنصری کہ دنیا میں رہتا ہے اور آخرت میں یہی محشور ہوگا اور اسی پر سب ثواب و عذاب ہوگا دوسرا جسم مثالی کہ عالم مثال میں موجود ہے اور خواب میں نظر آتا ہے اور روح حقیقی جو من امر رب ہے (نہ طبی کہ اُس کا تعلق صرف جسم عنصری سے ہے) دونوں جسموں سے تعلق رکھتی ہے جاگنے کی حالت میں اُس روح کی توجہ جسم عنصری کی طرف زیادہ ہوتی ہے اور سونے کی حالت میں اُسکی توجہ جسم مثالی کی طرف زیادہ ہو جاتی ہے پس روح کا بدن سے نکلنا اور عالم مثال میں جانا اس سے مراد یہی ہے کہ جسم عنصری سے تعلق ضعیف ہو کر جسم مثالی سے تعلق بڑھ جاتا ہے اور عالم مثال سے بدن میں اُس کا آنا اس سے مراد یہی ہے کہ جسم مثالی سے تعلق ضعیف ہو کر جسم عنصری سے زیادہ ہو جاتا ہے۔

افضلیت مجاہدہ از استغراق

سالک پر مختلف حالات طاری ہوتے ہیں جب استغراق کا غلبہ ہوتا ہے ایسی تمنا کرتا ہے ورنہ بیداری کی حالت میں خیال غیر کے آنے اور اُسکو قصداً ہٹانے سے جو مجاہدہ ہوتا ہے وہ استغراق سے ہمیں افضل ہے۔

نہی از اشتغال بانوار

ان اشعار میں اشارہ ہے کہ مراقبات و معاملات میں اگر کچھ انوار وغیرہ نظر آویں تو اپنے اعتقاد و عمل کو درست رکھے اعتقاد کی درستی تو یہ کہ اُسکو حادث و مخلوق سمجھے خالق و قدیم نہ جانے کیونکہ حقتعالیٰ کی رویت دنیا میں نہیں ہوسکتی جیسا کہ دیباچہ کے شعر عشق جاں طور آمد الخ کی شرح میں بیان ہوا ہے عمل کی درستی یہ کہ اُن انوار میں مشغول نہ ہو بلکہ اُسکی نفی کرکے مطلوب حقیقی کی طرف متوجہ ہو جاوے کیونکہ وہ گو ملکوتی انوار ہیں لیکن پھر مخلوق ہیں تو اُس میں مشغول ہونا ایسا ہی ہے جیسے مال و زر میں مشغول تھا حجاب ہونے میں دونوں برابر ہوئے بلکہ ملکوت کے یہ نورانی حجاب ناسوت کے ظلمانی حجابات (مال و زر وغیرہ) سے زیادہ شدید ہیں (کذا اقال مرشدی رح) کیونکہ ناسوتی موجودات کو آدمی چونکہ مبتذل و حجاب سمجھتا ہے اور اُن میں زیادہ لذت بھی نہیں ہوتی اس لیئے قلب اُن میں زیادہ متبلا نہیں ہوتا اور انسان اُنکے ارتفاع کی کوشش بھی کرتا ہے اور ملکوتی انوار کو عظیم الشان اور ثمرۂ مجاہدہ و لذت سمجھتا ہے اسلیئے اُس میں اگر مشغول ہوگئی تو عمر بھر بھی اُس بند سے نکلنے کی امید نہیں اور اگر اُسکے ساتھ اُن انوار کو لا ہوتی انوار (ذات و صفات حق) سمجھ گیا تو عمل کے ساتھ عقیدہ بھی بگڑا اس مقام پر بہت لوگ برباد ہوگئے ہیں اسلیئے اعتقاد و عمل کی تصحیح کا اہتمام واجب ہے۔

تحقیق حمل صوفیہ کرام آیات را بر معانی خلاف ظاہر و تحقیق ظہر و بطن قرآن شریف

ظہر اینجا بیان پاکی ست	شعر	گنج نورست ار طلسمش خاکی ست	

جاننا چاہیئے کہ اکثر صوفیہ کرام کے کلام میں بعض آیتوں کا خلاف ظاہر معانی پر محمول ہونا پایا جاتا ہے ایسے مواقع پر ناظرین کو دو غلطیاں واقع ہو جاتی ہیں بعض لوگ تو یوں اعتقاد کر لیتے ہیں کہ قرآن شریف کی تفسیر یہی ہے اور علماء ظاہر نے جو تفسیر کی ہے وہ غلط ہے حالانکہ یہ اعتقاد بالکل باطل اور شعار زنادقہ کا ہے اور اس سے تمام شریعت ناقابل اعتبار اور منہدم ہوئی جاتی ہے اور بعض لوگ ان حضرات پر طعن کرنے لگتے ہیں کہ انھوں نے قرآن میں تحریف کر دی اور تفسیر بالرائے کرتے ہیں اسلیئے اسکی تحقیق ضروری ہے اصل یہ ہے کہ قرآن کی تفسیر تو وہی ہے جو علمائے مفسرین نے لکھی ہے لیکن کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جو مضمون مدلول و مقصود بالقرآن ہے اُسکے مشابہ کوئی دوسرا مضمون ہوتا ہے تو مدلول قرآنی سے ذہن اُس مشابہ کی طرف منتقل ہو جاتا ہے جیسا زید اور عمرو میں مناسبت ہو اور زید کا حال بیان کرتے ہوئے اور عمرو یاد آجاوے اور اس انتقال ذہنی کی وجہ سے اُس مضمون مدلول قرآنی پر اُس مضمون مشابہ کو قیاس کرکے اُسکے لیئے بھی وہی حکم جو مدلول قرآنی کے متعلق ہے

ثابت کرنے لگتے ہیں تو مقصود اُن کا اس نص میں اُس مضمون کا داخل کرنا نہیں ہوتا بلکہ محض قیاس و تمثیل کا قصد ہوتا ہے مثلاً اسی آیت طہر بیتی کی تفسیر ہے کہ تطہیر کعبہ سے ذہن منتقل ہوا کہ انسان میں بھی ایک چیز مشابہ کعبہ کے ہے اور وہ قلب ہے کیونکہ جس طرح کعبہ پر انوار الٰہی نازل ہوتے ہیں قلب پر بھی فائض ہوتے ہیں اس سے یہ قیاس کیا کہ جس طرح تطہیر کعبہ ضروری ہے کیونکہ وہ مورد تجلیات ہے اسی طرح چونکہ قلب بھی مورد تجلیات ہے اُسکی تطہیر بھی ضروری ہے اور وردد تجلیات علت مشترکہ ہے اسکو علم اعتبار کہتے ہیں جس کی اجازت فاعتبروا یا اولی الابصار میں موجود ہے اور جمیع فقہا و مجتہدین احکام میں اس کا استعمال کرتے ہیں پس اگر اس معنی مقیس کو کوئی شخص مجازاً مدلول نص کہدے بایں معنی کہ قیاس مظہر ہے بثبت تو اس میں کوئی بات قابل مواخذہ نہیں امر محقق اس باب میں یہ ہے امام غزالی رح نے بعض تصانیف میں اسکی تصریح فرمائی ہے اور بعض نے جو ان توجیہات کی تصحیح کے لیئے یہ تکلف کیا ہے کہ ہر آیت کا ایک ظہر اور ایک بطن ہوتا ہے پس علماء ظاہر نے جو کہا ہے وہ ظہر ہے اور صوفیہ نے جو فرمایا ہے وہ بطن ہے یہ تکلف نہایت بعید ہے کیونکہ ظہر و بطن دونوں کا اس آیت کے وجوہ محتملہ سے تو ہونا ضرور ہے اور ایسے نکات و اعتبارات یقیناً آیت میں محتمل نہیں ہوتے جیسا کہ ماہرین قواعد شرعیہ و عربیہ پر مخفی نہیں اس لئے اس کو بطن قرآن کہنا نہایت امر مستنکر ہے بلکہ بطن سے مراد وہ معانی دقیقہ و مستنبطات فائضہ ہیں جنکو حضرات مجتہدین سمجھتے ہیں جسکی تفصیل اہل اصول نے وجوہ دلالات میں لکھی ہے اور ان بطون میں مراتب مختلف ہیں بعض وہ ہیں جنکو عوام نہیں سمجھتے علماء متوسطین سمجھ جاتے ہیں بعض وہ ہیں جنکو علماء راسخین (مجتہدین) سمجھتے ہیں بعض ایسے ہیں جنکو صرف حضرات انبیاء علیہم السلام سمجھتے ہیں وفوق کل ذی علم علیم۔

تحقیق مسئلہ تفاضل جموع وجود

ریاضت بمعنی ترک حقوق نفس تو کسی حالت میں جائز نہیں جیسا دیباچہ کے شعر ۹ بند گسبل الخ کی شرح میں گذرا ہے اور ریاضت بمعنی ترک یا تقلیل حظوظ و لذات نفس مبتدی سلوک کے لیئے حسب مشورہ شیخ ضروری ہے اور اس سے تصفیہ باطن خوب ہوتا ہے اور منتہی و کامل کے لیئے ریاضت چنداں مفید اور ضروری نہیں اسکو زیادہ اہتمام جو دیعنی نفع رسانی خلق اللہ کا کرنا مناسب ہے غرض مبتدی کے لیئے نفع لازمی کا اہتمام بہتر ہے اور منتہی کے لیئے نفع متعدی کا اہتمام بہتر ہے۔

تحقیق مسئلہ عدم منافات طاعت و توکل و اقسام توکل

توکل کی دو قسمیں ہیں علماً و عملاً۔ علماً تو یہ کہ ہر امر میں تصرف حقیقی و مدبر تحقیقی حق جل و علا شانہ کو سمجھے اور اپنے کو ہر امر میں اُن کا محتاج اعتقاد کرے یہ توکل تو ہر امر میں عموماً فرض اور جزء عقائد اسلامیہ ہے قسم دوم توکل

عملاً اسکی حقیقت ترک اسباب ہے پھر اسباب کی دو قسمیں ہیں اسباب دینیہ اور اسباب دنیویہ۔ اسباب دینیہ جنکے اختیار کرنے سے کوئی دینی نفع حاصل ہو ان کا ترک کرنا محمود نہیں بلکہ کہیں گناہ اور کہیں خسران وحرمان ہے اور شرعاً یہ توکل نہیں اگر لغۃً توکل کہا جاوے تو یہ توکل مذموم ہے اور اسباب دنیویہ جن سے دنیا کا نفع حاصل ہو اُس نفع کی دو قسمیں ہیں حلال یا حرام اگر حرام ہو اُسکے اسباب کا ترک کرنا ضروری ہے اور یہ توکل فرض ہے اور اگر حلال ہو اُسکی تین قسمیں ہیں نفسانی اور طبعی اور وہمی اسباب وہمیہ جنکو اہل حرص وطمع اختیار کرتے ہیں جسکو طول امل کہتے ہیں اُن کا ترک کرنا ضروری ہے اور یہ توکل فرض واجب ہے اور اسباب یقینیہ جن پر وہ نفع عادۃً ضرور مرتب ہو جاوے جیسا کھانے کے بعد آسودگی ہو جانا پانی کے بعد پیاس کم ہو جانا اس کا ترک کرنا جائز نہیں اور نہ شرعاً یہ توکل ہے اور لغۃً توکل کہا جاوے تو یہ توکل جائز ہے اور اسباب ظنیہ جن پر غالباً نفع مرتب ہو جاوے مگر بارہا تخلف بھی ہو جاتا ہو جیسے علاج کے بعد صحت ہو جانا یا نوکری و فرد وری کے بعد رزق ملنا ان اسباب کا ترک کرنا وہ ہے جس کو عرف اہل طریقت میں اکثر توکل کہتے ہیں اس کے حکم میں تفصیل یہ ہے کہ ضعیف النفس کے لیئے تو جائز نہیں اور قوی النفس کے لیئے جائز ہے بالخصوص جو شخص قوی النفس بھی ہو اور خدمت دین میں مشغول ہو اس کے لیئے مستحب بلکہ کسیقدر اس سے بھی مؤکد ہے پس خلاصہ تقریر کا یہ ہوا کہ توکل علمی تو مطلقاً اور عملی میں بمعنی ترک اسباب حرام وترک اسباب نفع دنیوی موہوم فرض اور بمعنی ترک اسباب دینیہ وبمعنی ترک اسباب دنیویہ مباحہ یقینیہ حرام ومذموم وبمعنی ترک اسباب مباحہ دنیویہ ظنیہ ضعیف النفس کو حرام اور قوی النفس کو مستحب پس تین قسمیں فرض اور دو قسمیں حرام اور ایک بعض اوقات میں حرام اور بعض اوقات میں مستحب اس تقریر سے معلوم ہو گیا کہ جو توکل شرعاً ناپسند ہے اُس میں اور طاعت میں تنافی ہے ورنہ کوئی منافات نہیں واللہ اعلم۔

تحقیق تمثیل ذات حق بہ بعضی اشیاء

سمجھنا چاہیئے کہ اکثر عارفین کے کلام میں حق تعالیٰ کو مختلف چیزوں کے ساتھ جیسے آفتاب ودریا وہوا وغیرہا سے تمثیل دیجاتی ہے اور یہ تشبیہ من کل الوجوہ نہیں ہوتی جیسا بعض لوگ خشک مزاج بھی سمجھ کر بزرگوں کو برا کہتے ہیں یا بعضے ناواقف متصوف بھی سمجھ کر اپنے عقائد کو خلاف شرع کر لیتے ہیں بلکہ کسی خاص امر میں تشبیہ ہوا کرتی ہے مثلاً اس مقام پر ذات حق کو دریا سے صرف اس امر میں تشبیہ دی کہ دریا میں بہ نسبت خشکی کے بساطت ووحدت ہوتی ہے اور ماہی کو اُس سے سیری نہیں ہوتی جیسے ذات حق میں وحدت ہے اور طالب کو اُس سے سیری نہیں ہوتی گو خود وحدت میں تفاوت ہو کہ دریا کی وحدت اضافی ہے اور ذات حق کی وحدت حقیقی مگر مطلق وحدت میں تو مناسبت ہے اس لیئے یہ تشبیہ صحیح ہو گئی اور ایسی تشبیہ کا جواز قرآن مجید سے ثابت ہے مثل نورہ کمشکوۃ فیہا مصباح الآیہ پس مثل نفع الیم والنار اور مثال کی حقیقت شئی مشارکت فی وصف ما ہے گو طرفین تمثیل میں ہزاروں درجہ تفاوت ہو قال اللہ تعالیٰ وللہ المثل الاعلیٰ اور اسمیں کوئی محال

نہیں اور مثل بکسر اللام وسکون الثاء کی حقیقت شی مشارک فی النوع ہے اور جناب باری میں اس کی مجال نہیں قال اللہ تعالیٰ لیس کمثلہ شیٔ پس مقصود تشبیہ سے ایراد مثال ہوتی ہے نہ ایراد مثل بکسر المیم۔

تحقیق مظہریت عالم مرذات وصفات حق را واقسام ظہور

چند بران عطا ہا روشن شدہ	تا بدان آن بحر دُر افشان شدہ
چند خورشید کرم افروختہ	تا کہ ابر و بحر جود آموختہ
چند خورشید کرم تابان شدہ	تا بدان آن ذرّہ سرگردان شدہ
پر تو داشش زدہ بر آب و طین	تا شدہ دانہ پذیرندہ زمین
خاک ایمن و ہر چہ در وے کاشتی	بے خیانت جنس آں برداشتی
ایں امانت زان امانت یافت ست	کآفتاب عدل بروے تافت ست
تا نشان حق نیرد نو بہار	خاکِ سرہا را نکردہ آشکار
آن جوادے کو جمادے را بداد	ایں خبرہا وین امانت وین سداد
آں جماد از لطف چون جاں میشود	زمہر بر قہر پنہاں مے شود
آن جمادے گشت از فضلش لطیف	کل شیٔ من ظریفٍ ہُو ظریف
مر جمادے را کند فضلش خبیر	تا قلان را کردہ قہرش اوضریر

آن ذرہ مراد آفتاب کہ پیش عظمت حق کم از ذرہ است۔ نشان فرمان۔ سرہا امور مخفیہ مراد سبزہ وگل۔ آں جوادے الخ آں مبتدا اشارہ بحق جوادے خبر بحذف رابط یعنی آن ذات حق سبحانہ جواد یست الخ زمہر بر قہر خزان وزمستان مذکور کور اوپر کے اشعار میں حق جل وعلا شانہ کی عظمت اور تمام مخلوقات کا اُن کی طرف محتاج ہونا مذکور تھا ان اشعار میں اسی مضمون کی تقویت وتائید ہے فرماتے ہیں کہ بحر میں جو صفت دُر افشانی آگئی ہے اُس کی وجہ یہی ہے کہ اُس پر عطائے الٰہی کی بارشیں ہوئی ہیں (پس بحر کی صفت عطا حق تعالیٰ کی صفت عطا کا فیض ہے) اور ابر و بحر میں جو صفت جود آگئی ہے کہ اس قدر پانی اُس سے ملتا ہے اُسکی وجہ یہی ہے کہ اُس پر کرم الٰہی کی تابشیں ہوئی ہیں (پس ابر و بحر کی صفت جود حق تعالیٰ کی صفت جود و کرم کا فیض ہے) اور آفتاب فلک میں جو صفت سرگردانی یعنی تحرک کی (جس سے عالم کو نور بخشی ہوتی ہے) آگئی ہے اُسکی وجہ یہی ہے کہ اُس پر کرم الٰہی کی تابشیں ہوئی ہیں (پس آفتاب کی صفت نور بخشی حق تعالیٰ کی صفت کرم بخشی کا فیض ہے) اور زمین جو دانہ کو قبول کر لیتی ہے اُسکی وجہ یہی ہے کہ آب وگل پر علم الٰہی کا پرتو پڑ گیا ہے (پس زمین کا دانہ کو لے لینا جس کے لئے صفت علم کی عادۃً ضرورت ہے حق تعالیٰ کی صفت علم کا فیض ہے) اور خاک میں جو صفت امانت کی آگئی ہے جس سے وہ ایسی امین ہو گئی ہے کہ جو چیز اُس میں کاشت کر دو وہی اُس سے

اُٹھا لو یہ نہیں کہ وہ خیانت کرکے اُس کو بدل ڈالے اور گندم کا جو دیدے اُس کی وجہ یہی ہے کہ اس زمین نے یہ صفت امانت حق تعالیٰ کی صفت امانت سے پائی ہے کیونکہ (اللہ تعالیٰ عادل ہیں اور عدل کے لیئے امانت لازم ہے اس معنی کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے لیئے صفتِ امانت ثابت کی گئی ورنہ اللہ تعالےٰ کے مشہور اسماء میں اسم امین نہیں ہے تو) اُسی صفتِ عدل کا آفتاب اُس زمین پر روشنی ڈال رہا ہے پس زمین کی صفتِ امانت وعدل حق تعالیٰ کی صفت امانت وعدل کا فیض ہے) اور نیز زمین کے باعلم وخبر ہونے کا یہ اثر ہے کہ جب تک فصل بہار حق تعالیٰ کا فرمان نہیں لاتی اُس وقت تک زمین سبزۂ وگل کو باہر نہیں نکالتی (جس طرح اہل عقل وشعور کہ حکم حاکم کا انتظار کیا کرتے ہیں) وہ ذات پاک ایسے جواد ہیں کہ ایک جماد محض کو (یعنی زمین کو کہ نباتات (حیوانات سے خارج ہے) ایسے علوم دے (جمع اس لیئے لائے کہ یہاں دو علم کا ذکر ہے ایک اس شعر میں پر تو دانش الخ اور دوسرا اس شعر میں تا نشان حق الخ جیسا دونوں کی شرح سے منکشف ہو چکا ہے) اور ایسی امانت دی (جس کا ذکر اس شعر میں ہے خاک امین الخ) اور ایسی درستی دی (علمی درستی تو علوم ہیں اور عملی درستی امانت ہے پس درستی میں سب صفاتِ مذکورہ داخل ہوگئیں) یہ حق تعالیٰ کا فیض لطف ہے جس سے وہ جماد (زمین) مثل ذی روح کے ہو جاتی ہے (کہ اُس میں صفات ذی روح کے سے پیدا ہو جاتی ہیں اور لطف علمی وعملی سے موصوف ہو جاتی ہے) اور اس صفت لطف کے ظہور سے خزان قہر (یعنی صفت قہر جس سے خزان ہو گئی تھی) پوشیدہ ہو جاتی ہے (کیونکہ جب اسماء جمالیہ لطف ورحمت واحیاء وغیرہا کے آثار ظاہر ہوتے ہیں تو اسماء جلالیہ قہر وغضب وامانت کے آثار باقی نہیں رہتے اسی طرح بالعکس اسکو اصطلاح میں توارد و تعاقب تجلیات وظہور اسماء متقابلہ ومتضادہ کہتے ہیں اور مسئلہ تجدد امثال اسی کی فرع ہے) غرض وہ جماد فضل خداوندی سے (یعنی فیض صفت لطف الٰہی سے) لطیف ہو جاتا ہے (جیسا اس سے قبل شعر میں کہا ہے ؎ آن جماد از لطف الخ) حقیقت میں جو چیز جو کسی خوب کی طرف سے ہوتی ہے وہ خوب ہی ہوتی ہے (پس حق تعالیٰ اپنے تمامی اسماء وصفات کے ساتھ جمیل ہیں جہاں اُن کا فیض ہوگا وہاں بھی جمال وکمال پیدا ہو جاوے گا خوب کہا ہے ؎ ہر چہ آن خسرو کند شیریں بود +) اور اُنکی ایسی قدرت ہے کہ (جب اُن کی صفات جمالیہ کا ظہور ہوتا ہے تو) اُون کا فضل جماد کو باخبر کر دیتا ہے جیسا اوپر بیان ہوا اور (جب صفات جلالیہ کا ظہور ہوتا ہے اوسوقت) بڑے بڑے غفلاء واہل علم کو اونکا قہر اندھا کر دیتا ہے (کہ امر حق اُن کو نظر نہیں آتا جیسا بلعم وابلیس وغیرہما) ف ان اشعار میں اشارہ بلکہ تصریح ہے کہ عالم مظہر ذات وصفات الٰہی سے جسکا حاصل یہ ہے کہ ذات مخلوقات جو کسی صفت خواہ وجود یا علم وقدرت یا غیر ذلک کے ساتھ موصوف ہوتی ہے اس اتصاف میں ذات وصفات الٰہی واسطہ ہے پس اتصاف حق بصفات قدیمہ واسطہ ہوا اور اتصاف خلق بصفات حادثہ ذی واسطہ ہوا اب سمجھو کہ ایک شی کا دوسری شے کے لیئے کسی صفت

ہیں واسطہ ہونا اسکی تین صورتیں ہوتی ہیں ایک تو یہ کہ اُس صفت کے ساتھ حقیقۃً و بالذات واسطہ ہی موصوف ہو اور ذی واسطہ میں وہ صفت اصلاً نہ ہو مگر چونکہ اوس واسطہ کے ساتھ اُس ذی واسطہ کو ایک قسم کا تعلق اور تلبس ہے اس لیئے مجازاً اُس کی طرف بھی اوس صفت کو منسوب کر دیتے ہیں پس حقیقۃً اتصاف صرف واسطہ کو ہوتا ہے اور مجازاً ذی واسطہ کو جس طرح کشتی واسطہ ہے کشتی نشین کے لیئے صفت حرکت میں کہ یہاں حرکت کے ساتھ صرف واسطہ یعنی کشتی موصوف ہے اور ذی واسطہ یعنی کشتی نشین مجازاً جس کا حاصل یہ ہے کہ کشتی نشین کو مطلق حرکت نہیں ہوتی مگر تلبس اور تعلق کی وجہ سے اوسکو بھی متحرک کہنے لگے ہیں اسکا نام واسطہ فی العروض ہے۔ دوسری صورت اسکا عکس یعنی وہ صفت ذی واسطہ میں پائی جاوے اور واسطہ میں اصلاً نہ ہو بلکہ وہ ذی واسطہ کو موصوف کر دینے میں سفیر محض ہو جیسے کپڑے کے رنگین ہونے میں صباغ واسطہ ہے کہ یہ صفت رنگین ہونیکی صرف ذی واسطہ یعنی کپڑے میں پائی جاتی ہے چنانچہ اُسی کو رنگین کہتے ہیں اور واسطہ یعنی صباغ میں یہ صفت مطلقاً نہیں پائی جاتی چنانچہ اُسکو نہیں کہا جاتا کہ وہ رنگین ہو گیا بلکہ محض کپڑے کے رنگین ہونے میں سفیر محض ہے اسکا یہ مطلب نہیں کہ اوس میں رنگینی کی صفت اصلاً نہیں ممکن ہے کہ وہ خود بھی کلاً یا بعضاً اپنے کو اُس رنگ سے رنگین کر لے مطلب یہ ہے کہ جو صفت کپڑے میں ہے بعینہٖ اوسکے ساتھ صباغ موصوف نہیں گو مستقل طور سے ایسی ہی صفت اوسمیں بھی پائی جاوے اوس کا ثبوت مستقل دلیل سے ہوگا اور یہ رنگینی کپڑے کی اُس رنگینی رنگریز کے لیئے مستلزم و دلیل نہ ہوگی اس کو واسطہ فی الاثبات کہتے ہیں۔ تیسری صورت یہ کہ وہ صفت واسطہ اور ذی واسطہ دونوں میں حقیقۃً پائی جاوے لیکن واسطہ میں پایا جانا علت ہو اور ذی واسطہ میں پایا جانا معلول ہو پس اتصاف واسطہ کا اولاً ہوگا اور اتصاف ذی واسطہ کا ثانیاً ہوگا جیسے قفل کھولنے وقت کنجی کو گھماتے ہیں تو ہاتھ واسطہ ہے حرکت میں اور کنجی ذی واسطہ حرکت دونوں کے ساتھ حقیقۃً قایم ہے مگر جنبش ہاتھ کی علت ہے اور جنبش کلید کی معلول اس کو واسطہ فی الثبوت کہتے ہیں پس واسطہ فی العروض و فی الاثبات میں صفت ایک ہی ہے دوسری صفت موجود ہی نہیں اور واسطہ فی الثبوت میں خود صفتین دو ہیں جب یہ تمہید سمجھ میں آگئی تو جاننا چاہیئے کہ حق تعالےٰ کا واسطہ ہونا مخلوقات کے لیئے اُن کی صفات میں بمعنی فی العروض و فی الثبوت تو ہو نہیں سکتا فی العروض تو اسلیئے کہ اوس میں لازم آتا ہے کہ مخلوقات میں جتنی صفتیں ہیں وہ سب حقیقت میں حق تعالیٰ ہی کی صفتیں ہیں اور مخلوق کی طرف محض مجازاً اون کی نسبت ہے اس لازم میں دو خرابیاں ہیں اول یہ کہ بعض صفات مخلوق میں ذمیمہ اور موجب منقصت ہیں جن سے تنزیہ حق تعالیٰ کی واجب اور منصوص ہے۔ دوسرے یہ کہ نصوص میں جا بجا صفات حمیدہ و ذمیمہ ہر دو کو مخلوقات کی طرف مسند و منسوب کیا ہے اور رہنا دمیں اصل حقیقت ہے جب اس لازم میں دو خرابیاں ہوئیں تو یہ باطل ٹھہرا جب لازم باطل ہوا تو ملزوم یعنی واسطہ فی العروض ہونا بھی باطل ٹھہرا البتہ اگر ان خرابیوں کے جواب میں یہ کہا جاوے کہ جو صفات مخلوق میں ذمیمہ ہیں

وہ ان مخلوقات کے فساد استعداد کی وجہ سے ہیں ورنہ اصل اور واسطہ ان کا بھی صفات جمیلہ البتہ ہیں مثلاً حق تعالیٰ کی صفت قابض نے بشر کے ساتھ تعلق فرمایا جن کی استعداد صالح تھی وہ قبض بالحق ہوئے کہ اپنے حقوق پہ اکتفا کرتے ہیں اور جنکی استعداد فاسد تھی وہ قابض بالباطل ہوئے کہ غصب و سرقہ کرنے لگے جس طرح آفتاب کا نور کہ امر وحدانی بسیط ہے مختلف آئینوں کے ساتھ یکساں متعلق ہوا کہ سرخ آئینہ میں وہ نور سرخ ہوگیا زرد میں زرد علی ہذا القیاس اور اس میں کوئی خرابی یقینی نہیں یہ تو خرابی اول کا جواب دیا جاوے اور خرابی دوم کی نسبت یہ کہا جاوے کہ یہ مسئلہ کشفی ہے جب اسناد کے غیر حقیقی ہونے پر دلیل قائم ہے تو اس اسناد کو مجازی کہا جاوے گا اس تاویل پر البتہ واسطہ فی العروض کی گنجائش نکل آوے گی اور مدار اسکے ثبوت کا کشف ہوگا چنانچہ بہت حضرات کی تقریر سے یہ مضمون مستفاد ہوتا ہے اور مولانا کے ان اشعار سے بھی ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے مگر اسمیں تین احتیاطیں ضروری ہیں اول یہ کہ اسکو مثل عقائد منصوصہ کے داخل عقائد نہ کیا جاوے احتمال اسکے غیر صحیح ہونے کا بھی رکھا جاوے۔ دوسرے یہ نہ سمجھے کہ مخلوقات میں جس قدر اور جس حالت سے صفات و کمالات مشاہد ہوتے ہیں بس اللہ تعالیٰ میں کما وکیفا اسیقدر ہیں اس سے زائد نہیں نعوذ باللہ منہ بلکہ دونوں میں تناہی و لاتناہی و کمال و نقصان کا بے حد تفاوت ہے تیسرے تاویل مذکور چونکہ دقیق ہے اس لئے عوام کے روبرو اس کی تقریر نہ کرے اور جو خود بھی تاویل سمجھ میں نہ آوے تو واسطہ فی العروض کو بالکل غلط سمجھے کیونکہ بالمعنی المنتبادر واقع میں وہ غلط ہے اور واسطہ فی الثبوت ہونا اسلئے صحیح نہیں کہ اول تو اس میں وہی خرابی لازم آتی ہے کہ جتنی صفات اچھی یا بری مخلوقات میں حقیقۃً موجود ہیں وہ سب حقیقۃً نعوذ باللہ باری تعالیٰ میں بھی پائی جاویں جس کا بطلان ابھی بیان ہوچکا اور اگر تاویل مذکور سے اسکی اصلاح بھی کرلیجاوے تو دوسری خرابی یہ لازم آتی ہے کہ علت سے تخلف معلول کا محال ہے اور صفات باری تعالیٰ کی قدیم ہیں پس اگر وہ علت صفات خلق کی ہونگی تو صفات خلق کا قدیم ہونا لازم آوے گا اور یہ عقلاً و نقلاً محال ہے قطبیا کتب کلامیہ میں مذکور ہے جب دونوں صورتیں واسطہ کی باطل ہوئیں اور واسطہ ہونا یقینی ورنہ اسمیں ممکن کا واجب سے لازم آوے گا پس واسطہ فی الاثبات کا حق ہونا متعین ہوگیا یعنی باری تعالیٰ اپنی قدرت و ارادہ سے مخلوق کو جو صفت چاہیں عطا فرماویں اور اللہ تعالیٰ بعینہٖ ان صفات سے منزہ ہیں اُن کی صفات مستقل دلائل عقلی و نقلی سے ثابت ہیں اور ان صفات حادثہ کو اُن صفات قدیمہ سے بجز مشارکت لفظی کے (وہ بھی بعض میں) کوئی مناسبت و مشارکت و مشابہت نہیں ؎ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ اس صورۃ بین مظہر ہوتا عالم کا بایں معنی ہے کہ جس طرح مصنوع دلالت کرتا ہے وجود صانع پر اور مکتوب دلالت کرتا ہے وجود کاتب پر اور ظاہر ہے کہ دلیل سے مدلول کا علم و ظہور ہوتا ہی ہے اور یہ مظہریت تمام اجزائے عالم کے لیئے عام ہے مگر بعض مخلوقات جنکی بعض صفات اسماء اور اسماء مناسب صفات حق تعالیٰ کے ہیں اُن میں ایک ایسی مظہریت اور زائد ہے جیسے مثال مظہر و موجب وضوح ہوتی ہے ذی مثال کے لیئے ان میں سے چونکہ

انسان کو سب سے زیادہ مناسبت ہے اس لئے عارفین اسکو مظہر جامع واتم کہتے ہیں یعنی باضافۃ دوسرے مخلوقات کے نہ بذاتہ با عتبار کمال فی نفسہ کے اس بنا پر ان اشعار میں بھی بعض اشیاء میں مظہریت زائدہ متحقق ہے اور واسطہ فی العروض وواسطہ فی الثبوت میں ذی واسطہ کا مظہر صفت واسطہ ہونا اظہر ہے۔ اور مولانا کا یہ شعر[1] آن جوادے کو جمادے را بداد الخ واسطہ فی الاثبات میں صریح ہے اور اسکے اوپر کے اشعار جو ظاہراً بشرط تاویل مذکور شعر واسطہ فی العروض کے ہیں واسطہ فی الاثبات کی طرف اس طرح راجع ہو سکتے ہیں کہ ابر و بحر وارض میں ان صفات کے ثابت ہو۔ لمکے لیئے قدرت و ارادہ تو واسطہ ضرور ہے اور صفات باری تعالیٰ متلازم ہیں اس معنی کر اون کا جود و کرم و عدل وغیرہ سب واسطہ ہو گیا یہ ضرور نہیں کہ ان مخلوقات کا جود و کرم و عدل ہی بعینہ وہاں موجود ہے گو واسطہ فی العروض ماننے پر جمادے را بداد میں تاویل مطلق افاضہ کی کو متضمن فی العروض صحیح ہو سکتی ہے یہ تحقیق ہے مسئلہ مظہریت کی جو کہ ایک عنوان ہے تقریر مسئلہ توحید کا اور علاوہ اسکے چند عنوان اس مسئلہ توحید کے اور ہیں عینیت[2] وغیریت۔ وحدۃ الوجود۔ اتحاد وجود۔ توحید ذاتی و صفاتی و افعالی چنانچہ بفضلہ تعالیٰ ان پانچوں عنوانوں کی اپنے اپنے مواقع پر تحقیق گذر چکی والحمد للہ علی ذلک حمداً کثیراً اور باقی تقریرات یا اونکی طرف راجع ہیں اُن میں سے تنزلات ستہ کی تقریر بھی ہے جس کا حاصل مظہریت ہے اور یا محض امثلہ و تشبیہات ہیں۔

تحقیق مسئلہ تجدد امثال و تعاقب و تجلیات

اشعار[3] مذکورہ میں ؎ زمہر یہ قہر را پنہاں کند۔ تجدد امثال کی طرف مشیہ ہے جیسا اُس کی شرح میں تنبیہ کی گئی ہے خلاصہ اوس کا یوں کہا گیا ہے کہ حق تعالےٰ کے اسمار ہر وقت فاعل رہتے ہیں (گو یہ لازم عقلی نہیں مگر مکشوف ہے) پس احیاء کا جب فعل ہوا عالم موجود ہو گیا جب اماتت کا فعل ہوا سب معدوم ہو گیا اور چونکہ فعل کے لیئے محل کا قابل ہونا ضروری ہے اور احیاء کے لیئے میت ہونا شرط ہے اور اماتت کے لیئے حی ہونا اُس لیئے حیات کے وقت احیاء کا تعطل اور موت کے وقت اماتت کا تعطل لازم نہیں آتا کیونکہ فعل پایا گیا مگر محل قابل نہ ہونے سے اثر نہیں ہوا

ذی شعور بودن اجزاء عالم

مولانا کا قول این[4] خبر ہا الخ او کند تفصیل خبیر ظاہراً مشعر ہے تمام اجزائے عالم کے ذی شعور ہونے پر

---

[1] جبر عنوان اسی دوے کہ آگے آویگا ۱۲ منہ۔

[2] اشعار مذکورہ سے مراد وہ ہیں جو سرفی بار مظہریت کے تحت میں نقل ہوئے ہیں ۱۲ منہ۔

[3] یہی اون ہی اشعار مذکورہ حاشیہ سابقہ میں ہے ۱۲ منہ۔

جیسا بہت اہل کشف نے تصریح فرمائی اور ظاہر کتاب وسنت سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے گو ہم کو اس کا ادراک نہو

حقیقت عالم خلق و عالم امر

اہل کشف کو یہ بات بکشوف ہوگئی ہے کہ اللہ تعالی نے بعضے مخلوقات ذی مادہ وذی مقدار پیدا کی ہیں ان کو مادیات کہتے ہیں تمام اجسام علویہ وسفلیہ ایسے ہی ہیں اور بعضے مخلوقات مادہ و مقدار سے مجرد پیدا کی ہیں ان کو مجردات کہتے ہیں اور ارواح انسانیہ اور دیگر لطائف قلب و سر وخفی واخفی ایسے ہی ہیں اور یہی مراد ہے صوفیہ کے اس قول سے کہ لطائف فوق العرش ہیں مادیات کو عالم خلق اور مجردات کو عالم امر کہتے ہیں اور گو متکلمین نے مجردات کا انکار کیا ہے مگر وہ انکار بلا دلیل ہے اور فلاسفہ گو اس کے قائل ہیں مگر ان کی یہ گمراہی ہے کہ ان کو قدیم کہتے ہیں اور عقول کے قائل ہیں اور عالم مثال جسکا ذکر پہلے آچکا ہے ان ہی دونوں عالم کے بین بین ہے یعنی غیر مادی ہونے میں عالم امر کے مشابہ ہے اور مقداری ہونے میں عالم خلق کے مشابہ ہے جیسے بعض حکماء کے نزدیک بعد مجرد کی خاصیت ہے چونکہ عالم امر میں مقدار نہیں اور حدود خواص مقدار سے ہیں اسلئے عالم امر غیر محدود ہوا اور چونکہ اوس میں مادہ بھی نہیں اور زیادہ تر علت انفعال وضعف کی یہی مادہ ہے اس لیئے اون عالم کے موجودات میں قوت بھی زیادہ ہے۔

حقیقت تہذیب اخلاق

ریاضت سے اخلاق ذمیمہ کے اصول کا ازالہ نہیں ہوتا بلکہ اون کی تہذیب ہو جاتی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اون اصول کے آثار کا ازالہ ہو جاتا ہے یعنی اون اخلاق کا مصرف بدل جاتا ہے مثلاً کسی شخص میں منجملہ اخلاق رذیلہ کے بخل اور غضب موجود ہو تو ریاضت سے اس کی جڑ نہیں جاتی کہ غضب وبخل ہی نہ رہے بلکہ تہذیب اس طرح ہو جاتی ہے کہ پہلے مواقع خیر میں بخل کرتا تھا اور بندگان نیک پر غصہ کرتا تھا اب نامشروع پر بخل کریگا اور مبغوضان الٰہی اور اپنے نفس پر غصہ کریگا تو اسباب بعد اسطرح اسباب قرب بن گئے بلکہ اقوال مندوبہ اور اس سے اوس اختلاف کا بھی فیصلہ ہوگیا کہ ریاضت سے تبدیل اخلاق ہو سکتی ہے یا نہیں اس سے معلوم ہوگیا تبدیل اصول تو نہیں ہو سکتی حدیث میں ہے اذا سمعتم برجل زال عن جبلتہ فلا تصدقوہ اور تبدیل آثار و مصارف ہو سکتی ہے اس لئے حکم ہے مجاہدہ وریاضت کا۔

توجیہ خیال و وہم بودن عالم

از سبب سوزیش من سودایم	وز خیالاتش چو سوفسطایم

تشبیہ بسوفسطائی سے یہ معلوم ہوا کہ بعض صوفیہ کے کلام میں جو عالم کا اوہام وخیالات ہونا مذکور ہے مراد اس سے ثبوت وتحقق کی نفی نہیں ہے ورنہ یہ عین سوفسطائیت ہے پھر تشبیہ غلط ہوگی بلکہ مقصود نفی استقلال بالوجود کی ہے جیسا تقریر وحدۃ الوجود میں گذر چکا ہے۔

مبالغت مرید از مفارقت مرشد

مرید کو پیر سے قبل از تکمیل بالضرورت شدید علیحدگی نہ چاہیئے بلکہ اوسکی صحبت و خدمت کو غنیمت سمجھنا چاہیئے۔

توجیہ ہمراہ بودن باطن شیخ با طالب در مسافات بعیدہ

گفت جانم از محبان دور نیست	لیک بیرون آمدن دستور نیست

وزیر نے جواب دیا کہ گو میرا جسم بظاہر بعید ہے مگر میری جان اہل محبت سے دور نہیں یعنی جان اور باطن کے اعتبار سے میں تم سے قریب ہوں لیکن باہر نکلنے کی اجازت نہیں (اللہ تعالیٰ کیا عیسیٰ علیہ السلام کی) ف اس میں مولانا نے اشارہ کیا ہے کہ اگر پیر سے محبت کامل ہو تو ظاہری دوری مانع فیض نہیں حدیث المرء مع من احب اسکی مؤید ہے یہی محبت معیت روحانی ہے مگر یہ اوس شخص کے لیئے ہے جس کو تعلیم کی حاجت نہ رہی ہو صرف تقویت نسبت میں مشغول ہو ورنہ بدون قرب جسمانی کام نہیں چلتا البتہ ثواب اور برکت ضرور ہے اس مضمون کو بعض صوفیہ ان الفاظ سے تعبیر کرتے ہیں کہ باطن پیر ہر جگہ ہے جسکے معنی سمجھنے میں عوام الناس غلطی کرتے ہیں کہ پیر نعوذ باللہ ہر جگہ حاضر ناظر ہے سو یہ یقیناً غلط اور خلاف واقع ہے گو بطور خرق عادت وکرامت کے گاہے ایسا بھی واقع ہوا ہے مگر یہ امر نامستمر ہے اور نہ ضروری ہے کہ جب پیر کی شکل نظر آوے تو وہ سچ مچ پیر ہی ہو بعض اوقات کوئی فرشتہ وغیرہ اوس شکل میں نظر آجاتا ہے بلکہ معنی اس جملے کے یہ ہیں کہ باطن اصطلاح میں اوس اسم الٰہی کو کہتے ہیں جس کا کسی مخلوق میں ظہور ہو (ظہور کے معنی مسئلہ ظاہر ومظہر میں بیان ہو چکے ہیں) پس شیخ کامل میں اسم ہادی کا فیض ظاہر ہے سو باطن شیخ سے مراد اسم ہادی ہوا چونکہ وہ حق تعالیٰ کی صفت ہے مکان وزمان سے منزہ ہے اور اوس کا نور وفیض عام اور محیط ہے اس اعتبار سے کہدیا جاتا ہے کہ باطن شیخ ہر جگہ ہے جس کا حاصل یہ ہوا کہ صفت ہادی کا فیض کسی زمان ومکان کے ساتھ خاص نہیں اور چونکہ قابلیت اوس فیض حاصل کرنے کی شیخ کی صحبت وتعلیم سے نصیب ہوتی ہے اس لئے باطن کو شیخ کی طرف بادنیٰ ملابست مضاف کردیتے ہیں کذا قال مرشدی رح۔

معنی افضل دانستن شیخ خود را از ہمہ

ایکہ چون تو در زمانہ نیست کس	اللہ اللہ خلق را فریاد رس

اس شعر میں اشارہ ہے کہ اپنے شیخ کو سب سے افضل جاننا چاہیئے اس کی تفسیر یہ ہے کہ یوں اعتقاد کرے اور یقین کے ساتھ سمجھے کہ زندہ بزرگوں میں میری تلاش و جستجو سے اس سے زیادہ مجھ کو نفع پہونچانے والا ملنے کی امید نہیں کذا قال مرشدی رح اس تفسیر سے سب اشکالات مرتفع ہوگئے پس یہ لازم آیا کہ اولیائے سابقین سے اسکو افضل سمجھے نہ یہ سمجھے کہ معاصرین میں عند اللہ اس سے کوئی افضل نہیں کیونکہ یہ دونوں اعتقاد آیۃ وفوق کل ذی علم علیم کے مخالف ہونے کی وجہ سے باطل ہیں اور وجہ اعتقاد مذکور کے ضروری ہونے کی یہ ہے کہ بدون اس کے سمجھے ہوئے قلب کو یکسوئی نہیں ہوتی بلکہ ہر وقت ڈانواڈول رہتا ہے کہ شاید اور کسی جگہ سے زیادہ نفع پہونچے اور بدون یکسوئی کے کوئی ایسا کام نہیں بن سکتا جس میں پوری توجہ کی ضرورت ہو جیسا ذکر و شغل کا حال ہے۔

ممانعت مشائخ را از معاملہ کردن با طالبان فوق استعداد ایشان

چار پارا قدر طاقت بار نہ	بر ضعیفان قدر قوت کار نہ
دانۂ ہر مرغ اندازہ وی ست	طعمۂ ہر مرغ انجیرے کے ست
طفل را گر ناں دہی بر جای شیر	طفل مسکین را ازاں ناں مردہ گیر
چونکہ دندانہا برآرد بعد ازاں	ہم بخود گردد دلش جویائی ناں
مرغ پر نارستہ چوں پراں شود	لقمۂ ہر گربہ درّاں شود
چوں برآرد پر بپرد او بخود	بے تکلف بے صفیر نیک و بد

(یہ سب منقولہ مولانا کا ہے بطور انتقال کے قصہ سے طرف تعلیم کے جیسا مولانا کا طریقہ مستمرہ ہے۔

ف ان تمثیلات کے ضمن میں مشائخ کے لیئے ایک دستور العمل تبلانا منظور ہے کہ طالبوں کو اُن کی استعداد سے زیادہ تعلیم کرنا یا کوئی معاملہ کرنا یا بلا کمال کے خلافت دینا نہ چاہیئے چنانچہ ایک تمثیل یہ ہے کہ چارپایہ پر اس کی طاقت کے قدر بوجھ رکھنا چاہیئے اسی طرح ضعیفوں پر اُن کی قوت کے قدر کام ڈالنا چاہیئے۔ دوسری تمثیل یہ ہے کہ ہر مرغ کا دانہ اور خوراک اُسکے اندازہ کے موافق ہے بھلا ہر مرغ کی غذا انجیر کب ہو سکتی ہے۔ تیسری تمثیل یہ ہے کہ اگر لڑکے کو بجائے دودھ کے روٹی دینے لگو تو اُس غریب کو اُس روٹی کی بدولت مردہ ہی سمجھ رکھو ہاں جب اُسکے دانت نکل آویں گے اُس کے بعد اُس کا دل خود روٹی کا خواہاں ہونے لگے گا۔ چوتھی تمثیل یہ ہے کہ جس پرندہ کے پر نہ جمے ہوں اگر وہ

اڑنا شروع کردے تو یقیناً بلیوں کا لقمہ بنے گا اور جب اُس کے پر نکل آویں تو وہ خود بلا تکلف بلا احتیاج اس کے کہ کوئی آدمی بھلا بُرا اُسکو آواز دے اڑنے لگتا ہے (اسی طرح جب بندی کے ساتھ نتھی کا سا معاملہ کیا جاوے گا یا وہ خود مستقل بننا چاہے گا جیسا کہ تمثیل چہارم میں پراں شود سے اشارہ معلوم ہوتا ہے تو وہ ضرور تباہ و ہلاک ہوگا کیونکہ ابتدا میں اُسکو ضرورت صحبت کی ہے جو بجائے شیر کے ہے البتہ جب اُسکو بلا واسطہ فیض ہونے لگے اور مقام مکین حاصل ہوجاوے جو بجائے دانت نکلنے کے ہے اُسوقت ترک صحبت کا مضائقہ نہیں ورنہ پنجۂ شیطان میں کہ مشابہ گربہ دراں کے ہے گرفتار ہوگا اور بوجہ ناتجربہ کاری مقبات سلوک کے خدا جانے کس جہالت و ضلالت میں مبتلا ہوجاویگا کذا اقال مرشدی)۔

منع بدگمانی بر شیخ کامل بر قولے یا فعلے خلاف ظاہر

گر ابینم منتہم بد دامنیں	گر بگویم آسمان را من زمیں

ف اس شعر میں اشارہ ہے کہ شیخ کامل جو جامع شریعت و طریقت و علم و عمل کا ہو اگر کوئی کام مرید کی فہم و قیاس سے خارج کرے یا کوئی کلام اُس سے ایسا صادر ہوجاوے تو اُسپر بدگمانی کرنا جائز نہیں بلکہ اپنی فہم کا قصور سمجھے کہ اُسکے کُنہ اور حقیقت تک نہیں پہونچی اور واقع میں وہ کام خلاف نہوگا البتہ مرید کو کسی خلاف شرع امر کا حکم کرے تو جب تک اُسکا موافق شرع ہونا سمجھ میں نہ آجاوے اُس پر عمل جائز نہیں حدیث میں ہے لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق لیکن اُسکی خدمت میں انکار یا گستاخی یا اعتراض سے پیش نہ آوے بلکہ باادب عذر کردے اور اُس کی کنہ دریافت کرنے کے لیئے عرض کرے بعد اطمینان عمل کرے۔

مراقبہ توحید و مشورہ متاخرین درین باب

ما چو نایم و نوا در ما زنست	ما چو کوہیم و صدا در ما زنست

ف مقصود مولانا کا مراقبہ توحید کی تعلیم ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اپنے اور تمام مخلوقات کے جمیع افعال و حرکات و سکنات و تغیرات میں حق جل و علا شانہ کے موثر و خالق ہونے کا ہر وقت استحضار رکھے اور ہر چند یہ امر داخل عقائد ہے مگر اعتقاد میں تصدیق اجمالی کافی ہے اور ہر مراقبہ میں استحضار اور ہر ہر جزو پر تفصیلی توجہ زائد ہے کیفیت اضمحلال خلق کی اسی کی بدولت پیدا ہوتی ہے اور شعب توحید سے یہ ایک شعبہ ہے مگر محققان حال نے مطلقاً اہل زمانہ کو مراقبہ توحید سے منع فرمادیا ہے کیونکہ مسئلہ نازک ہے اور فہم ناقص اس لیئے لغزش کا اندیشہ ہے کذا اقال مرشدی رح اور یہ احقر عرض کرتا ہے کہ علاوہ نقصان

فہم وقلت علم کے عشق ومحبت الٰہی میں بھی کمی ہے ایسی حالت میں جب ہر شئے کو مستند الی الحق سمجھے گا اور وسائط واسباب سے مطلق نظر اُٹھ جاوے گی اور قلت محبت الٰہی سے بعض واقعات میں رضا وتسلیم میں کمی ہوگی تو وہ تنگی اور کدورت نعوذ باللہ حق جل وعلاشانہ کی طرف سے ہوگی اس وجہ سے جب تک کہ علم وفہم وعشق سب کامل نہ ہوں یہ مراقبہ ممنوع ہوگا فقہی قاعدہ بھی ہے کہ جس مستحب میں مفاسد کا اندیشہ ہو وہ مکروہ ہوجاتا ہے۔

معنی بودن عطا بمقتضائے استعداد

ما نبودیم و تقاضا ما نبود	لطف تو ناگفتہ ما می شنود

یہی معنی ہیں اس قول کے جس چیز کو استعداد مقتضی تھی وہ عطا کی گئی اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ استعداد عطا کے لئے علت یا جزو علت ہے اور ہم استعداد کی وجہ سے مستحق ہوگئے تھے کیونکہ استعداد ایک امر عدمی ہے اُس میں صلاحیت علت ہونے کی کب ہوسکتی ہے نہ ہمارا کوئی استحقاق تھا علت سب کی رحمت ومشیت حق تعالےٰ کی ہے جسکے استحقاق کی کوئی علت نہیں۔

معنی قرب فرائض وقرب نوافل

جاننا چاہیئے کہ جب بندہ ریاضت ومجاہدہ کرتا ہے تو اُس کے صفات رذیلہ ودواعی شہوت وغضب زائل ہوجاتے ہیں اور اُس کے نفس میں ایک ملکہ راسخہ حب مرضیات حق وبغض نامرضیات حق کا پیدا ہوجاتا ہے جس سے بلاتکلف اعمال حسنہ وافعال محمودہ صادر ہوتے ہیں اور اعمال قبیحہ وافعال ذمیمہ قریب قریب معدوم ہوجاتے ہیں ایسے شخص کی نسبت حدیث میں آیا ہے فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی یبطش بہا ورجلہ التی یمشی بہا رواہ البخاری عن ابی ہریرۃ یعنی اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ میں اُس کے کان اور آنکھ اور ہاتھ پاؤں بنجاتا ہوں اس کے ظاہری معنے مراد نہیں ہیں کہ عقلاً ونقلاً محال ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ چونکہ اُسکے اعضا وجوارح سے سب افعال میری مرضی کے موافق سرزد ہوتے ہیں پس گویا میں ہی اُسکے اعضا بنجاتا ہوں پس کلام تشبیہ وتمثیل پر محمول ہے چونکہ مجازاً اس حدیث میں حق تعالیٰ کو آلہ اور عبد کو فاعل کہا گیا ہے کہ سمع وبصر وغیرہ کی اسناد عبد کی طرف ہے صوفیہ کرام نے اسی اطلاق کا اتباع کرکے یہ عنوان مقرر کیا ہے کہ بندہ فاعل اور حق تعالیٰ آلہ بنجاوے اور چونکہ حدیث میں اس مرتبہ کا حصول تکثیر نوافل پر وارد ہے چنانچہ حدیث مذکور میں عبادت مذکورہ سے پہلے یہ جملہ ہے ومایزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احببتہ فاذا احببتہ الخ اور مجاہدہ وریاضت میں تکثیر نوافل لازم ہے خواہ نماز ہو یا روزہ یا کثرت مراقبات یا تقلیل شہوات اسلئے صوفیہ اتباعاً للحدیث اس مرتبہ کو

قرب نوافل کہتے ہیں اور چونکہ اس میں صفات و افعال رذیلہ کا ازالہ ہوا ہے اسلئے فنا صفات سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔ دوسرا قرب اعلیٰ درجہ کا ہے یعنی عبد کی ہستی ایسی مضمحل ہو جاوے کہ اپنی قدرت و ارادہ کو قدرت و ارادہ حق کے روبرو ذوقی طور پر کالفانی و کالعدم جاننے لگے اور افعال و اعمال میں بمنزلہ آلہ محضہ کے ہو جاوے اور حق تعالیٰ کی مؤثریت مستقلہ پیش نظر ہو جاوے اس مرتبہ کو اس عنوان سے تعبیر کرتے ہیں کہ حق فاعل ہو جاوے اور عبد آلہ بجاوے اور چونکہ یہ اول سے اعلیٰ ہے کیونکہ اول میں صرف فنا رذائل تھا فنای اختیار نہ تھا اور اس میں فنای اختیار ہے اس لئے اس سے اعلیٰ ہوا اور حدیث میں تقرب بالفرائض کو تقرب بالنوافل سے اعلیٰ و افضل کہا گیا ہے چنانچہ اسی حدیث کا سبب سے اول جزو یہ ہے وما تقرب الی عبدی بشیٔ احب الی مما افترضت علیہ اس لئے موافق للحدیث صوفیہ اس کو قرب فرائض کہتے ہیں۔ اور چونکہ اس میں سالک کو اپنی صفات ذاتیہ قدرت و اختیار بھی نظر نہیں رہی اسلئے فنای ذات سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔

وہبی بودن دولت معرفت و وصول الی اللہ

او نماید ہم بدلہا خویش را	او بدوزد خرقۂ درویش را

ف کلمہ حصر میں اشارہ اسطرف ہے کہ معرفت و وصول حق سبحانہ تعالیٰ کا مکتسب نہیں ہے بلکہ محض موہوب ہے اور اس کی کیا تخصیص ہے بلکہ جس قدر اسباب اپنے ثمرات و مقاصد کے لئے موضوع ہیں مثلاً پانی پینا پیاسے کے لئے علاج کرنا صحت کے لئے غور و فکر کرنا رائے صحیح سمجھنے کے لئے ان سب کے ثمرات محض منجانب اللہ ہیں مگر عادۃ اللہ یوں ہی جاری ہے کہ مباشرت اسباب کے بعد ثمرات عطا فرما دیتے ہیں اور بدوں اسباب کے کم دیتے ہیں اسلئے اسباب کا معطل ہونا لازم نہیں آیا پس انسان مجاہدہ و ریاضت و طلب میں کمی نہ کرے مگر موثر حصول مقصود میں حق تعالیٰ کی عنایت کو سمجھے۔

تحقیق احکام روح و معنی حدیث ان اللہ خلق آدم علی صورتہ

بنسط بودیم و یک جوہر ہمہ	بے سر و بے پا بدیم آں سر ہمہ
یک گوہر بودیم ہمچون آفتاب	بے گرہ بودیم و صافی ہمچو آب
چوں بصورت آمد آں نور سرہ	شد عدد چوں سایہائے کنگرہ
کنگرہ ویراں کنید از منجنیق	تا رود فرق از میان ایں فریق

ف اشعار مذکورہ میں روح کے لئے پانچ حکم ثابت کئے ہیں۔ بسیط ہونا۔ واحد ہونا۔ غیر مادی ہونا روح کے لئے مظاہر کا کثیر ہونا۔ اسکے مظاہر سے نظر اٹھا لینے سے اسکا مشہود ہونا سو اسکی مختصر تقریر

کی جاتی ہے۔ جاننا چاہیئے کہ ہرچند کہ کنہ وحقیقت روح کی نسبت یقینی طور پر کسی امر کا دعوی مشکل ہے مگر اہل کشف کے کلام سے اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ روح ایک شئے حادث ہے اور عالم امر سے ہے یعنی مادہ سے مجرد ہے عالم خلق سے نہیں یعنی مادی نہیں تحقیق عالم خلق و عالم امر کی پہلے گذر چکی ہے اور اصل روح ایک ہے اسکو روح اعظم کہتے ہیں اور وہی تمام موجودات عالم کے ساتھ متعلق ہے اور یہ تعلق بطور حلول کے نہیں بلکہ بطور تصرف و تدبیر کے ہے اور اسی کا فیض تمام اشیاء پر حسب اختلاف استعداد مختلف طور پر فائض ہے ادنی درجہ کا فیض جمادات پر ہے کہ اسکی بدولت صرف انکی ترکیب محفوظ ہے اور اس سے زیادہ نباتات پر ہے کہ علاوہ حفظ ترکیب کے ان میں نشو ونما بھی ہوتا ہے اس سے زیادہ حیوانات پر کہ علاوہ حفظ ترکیب و نشو ونما کے ان میں حس و حرکت بھی ہے اس سے زیادہ جن و انسان پر ہے کہ علاوہ حفظ ترکیب و نشو ونما و حس و حرکت کے ان میں عقل مدرک کلیات بھی ہے اور پھر انسان پر اور بھی زیادہ کہ اس میں قابلیت عشق و معرفت الہی کی سب سے زیادہ ہے یہ سب فیوض اسی روح اعظم کے ہیں لیکن ان فیوض کے پہونچنے کے لیئے روح اعظم اور عالم اجسام کے درمیان کچھ وسائط بھی ہیں کہ وہ بھی روح کہلاتے ہیں اور وہ ہر شئے اور ہر شخص کے ساتھ جدا جدا متعلق ہے اور اس روح اعظم کو روح سماجی اور ان ارواح جزئیہ کو روح رجاجی بھی کہتے ہیں اور ان ارواح جزئیہ کو ارباب الطلسم و ارباب الانواع بھی کہتے ہیں اور یہ احکام خمسہ روح اعظم کے لئے ثابت کئے جاتے ہیں چونکہ وہ واحد ہے اسلئے حکم ثانی صحیح ہوا اور چونکہ عالم امر سے ہے اس لئے حکم ثالث صحیح ہوا اور چونکہ مرکب ہمیشہ مادی ہوتا ہے اور یہ مادی نہیں اس لیئے حکم اول صحیح ہوا۔ اور چونکہ ارواح جزئیہ اسکے مظاہر و وسائط فیض ہیں اسلیئے حکم رابع صحیح ہوا۔ اور اشیاء کثیرہ سے نظر اٹھا کر ایک پر رجحانا بدیہی امر ہے پس حکم خامس بھی صحیح ہوا۔ اور جاننا چاہیئے کہ روح اعظم کو تجلی حق بھی کہتے ہیں کیونکہ تجلی کہتے ہیں ظہور کو اور ہر مصنوع اپنے صانع کا ظہور ہوتا ہے اور اگر اسکو کسی وجہ سے صانع کے ساتھ مناسبت زیادہ ہو تو اس سے زیادہ ظہور ہوتا ہے اور روح اعظم کو مناسبت زیادہ ہے جیسا بیان ہوا اس لیئے اس کو تجلی حق کہنا زیبا ہوا اور صورت حق بھی اس معنی کر کہتے ہیں کیونکہ صورت کے معنی بھی ظہور کے ہیں اور یہی معنی ہیں حدیث ان اللہ خلق آدم علی صورتہ کے۔

مسئلہ تعظیم آثار و تبرکات مقبولان الہی

جاننا چاہیئے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام کے آثار و تبرکات کی تعظیم اور وقعت دلیل محبت و موجب تنویر قلب ہے مگر اس شرط سے کہ حدود شرعیہ سے اعتقاداً یا عملاً تجاوز نہونے پاوے کیونکہ شرع میں احکام مقصود بالذات ہیں اور یہ امور مقصود بالعرض تو مقصود بالعرض کے واسطے مقصود بالذات کی تغییر جائز نہیں اور راز اس میں یہ ہے کہ ایسی تعظیم مفرط متجاوز عن الحد الشرعی میں اللہ تعالی

تصرفات واختیارات عالم میں جاری وساری دیکھ رہا ہے اس لئے باوجود اس اعتقاد کے کہ ہم کو بھی واقع میں کچھ اختیار دیا گیا ہے اُس اختیار خداوندی کے روبرو اپنے اس اختیار ضعیف کو محض عدم تو نہیں مگر کالعدم سمجھتا ہے جیسا وحدۃ الوجود کے مسئلہ میں وجود ضعیف کا مضمحل ہونا وجود قوی کے سامنے بیان کیا گیا ہے یہ جبر محمود کہلاتا ہے اور یہ عارفین کا مذاق ہے اور کتاب وسنت اسکو رد نہیں کرتے بلکہ مؤید ہیں اور اسکے حاصل ہونے کا اثر طاعات کا زائد وکامل ہو جانا اور خلاف مرضی الٰہی ارادوں کا فنا ہو جانا ہے +

تحقیق تجدد امثال بعنوان دیگر

پس ترا ہر لحظہ مرگ و رستنے ست	مصطفےٰ فرمود دنیا ساعتے ست
فکر ما تیریست از ہُو در ہوا	در ہوا کے پاید آید تا خدا
ہر نفس نو می شود دنیا و ما	بخبر از نو شدن اندر بقا
عمر ہمچو جوی نو نو می رسد	مستمر می نماید در جسد
آن ز تیزی مستمر شکل آمدست	چوں شرر کش تیز جنبانی بدست
شاخ آتش را بجنبانی بساز	در نظر آتش نماید بس دراز
ایں درازی مدت از تیزی صنع	می نماید سرعت انگیزی صنع
طالب ایں سر اگر علامہ ایست	نک حسام الدین کہ سامی نامہ ایست
وصف او از شرح مستغنی بود	رو حکایت گو کہ بیگانے شود

(درازی مدت بتندا۔ می نماید یعنی معلوم می شود خبر۔ از تیزی جار مجرور متعلق بہ می نماید۔ سرعت انگیزی بدل از تیزی۔ طالب یعنی محقق مجازاً بعلاقہ آنکہ طلب سبب محققیت می شود کما قال تعالیٰ کانک حی عنہا حسام الدین مراد مطلق عارف کذا قال مرشدی رح۔ سامی عالی۔ عارف را سامی نامہ تشبیہاً با عتبار جامعیت اسرار فرمودہ چنانچہ گفتہ شدہ ہست وانت الکتاب المبین الذی الخ وممکن ست کہ سامی نامہ در ترکیب مثل خوشرو باشد یعنی آنکہ نامہ اعمالش بلند رتبہ باشد بسبب اندراج حسنات دروے نہ سیئات۔ یہاں سے بیان ہے مسئلہ تجدد امثال کا بطور تفریع کے ماقبل پر کیونکہ اوپر مذکور ہوا تھا کہ کلام قوت عاقلہ سے پیدا ہوا تھا اور پھر اسی کی طرف رجوع ہو گیا اور ظاہر ہے کہ اگر پھر اسی کلام کا تکلم کرنا چاہیں تو پھر اس کو خارج کی طرف رجعت ہوتی ہے پس اس کلام پر اس طرح پر وجود وعدم علے سبیل التعاقب طاری ہوتے ہیں اسی کو اول بطور تفریع فرمایا بعد اس کے پھر ترقی کر کے فرمایا کہ تمہارے اندر باعتبار کلام کے اسکی کیا تخصیص ہے تمام عالم میں یہی قصہ ہو رہا ہے کہ برابر اسپر عدم و

وجود علی سبیل التعاقب طاری ہو رہا ہے یعنی ایک آن میں وہ معدوم ہوتا ہے پھر دوسری آن میں موجود ہوتا ہے
وعلی ہذا القیاس۔ یا مناسبت وارتباط کی یوں تقریر کیجاوے کہ جب قوت عاقلہ کے تصرف سے اُس کا محل
تصرف یعنی کلام آناً فاناً وجود وعدم کو قبول کر رہا ہے تو اسمار الٰہیہ کے تصرف سے اُن کا محل تصرف یعنی عالم
اس تعاقب وجود وعدم کو بدرجہ اولیٰ قبول کرے گا کیونکہ فاعلیت اسمار الٰہیہ کی یقیناً قوت عاقلہ کی فاعلیت
سے بڑھی ہوئی ہے کیونکہ کجا قدیم وکجا حادث پس (ارشاد فرماتے ہیں کہ) پس (مضمون بالا سے معلوم
ہوا کہ) تمہارے واسطے ہر لحظہ موت اور رجعت (کلام کی) حاصل ہے (اور اسکی تائید حدیث سے بھی
ہوتی ہے کہ) مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الدنیا ساعۃ دنیا ایک ساعت ہے جس سے
معلوم ہوا کہ ایک ساعت لطیفہ یعنی آن سے زیادہ کسی حادث کی عمر نہیں تو اسکے عموم میں تمہاری حالت
مذکور بھی داخل ہو گئی ف بندہ راقم کہتا ہے کہ مجکو اس حدیث کی تحقیق نہیں اور بفرض صحت معنی خلاف متبادر
ہیں ظاہر معنی اس قول کے یہی ہیں کہ دنیا ناپائداری میں مثل ایک ساعت کے ہے لیکن اس کا حدیث ہونا
یا اس کے یہ معنی نہ ہونا اصل مسئلہ میں مضر نہیں کیونکہ یہ مسئلہ کشفی ہے کشف کے لیئے ثابت بالنقل ہونا
ضروری نہیں البتہ مخالف نقل نہ ہونا ضروری ہے سو یہ مسئلہ کسی نقل شرعی کے مخالف نہیں اب اس تفریع
میں تو کلام کے بے بقا ہونے کا بیان تھا اب آگے فکر وصورت ذہنیہ کا بے بقا ہونا بیان کرتے ہیں کہ)
ہمارے فکر وخیالات کی ایسی مثال جیسے کوئی شخص اوپر ہوائی تیر چھوڑے اسی طرح ہماری فکر حق تعالےٰ
کی طرف سے آتی ہے اور ظاہر ہے کہ وہ تیر ہوا میں نہیں رہتا تیر انداز کے پاس آکر گرتا ہے اسی طرح ہماری
افکار وخیالات بوجہ حادث ہونے کے ہمارے پاس باقی نہیں رہتے حق تعالیٰ کی طرف راجع ہوتے
ہیں (حاصل اس تمثیل کا اشارہ ہے ایک استدلال کی طرف تقریر اُسکی یہ ہے کہ حادث کو بقا نہیں ہوتا
اور بقا شامل ہے بقا قلیل وبقا کثیر کو پس لا محالہ فوراً وہ فنا ہو جاوے گا اور یہ شبہہ نہ کیا جاوے کہ آخر
وجود کے ساتھ بھی تو موصوف ہوتا ہے اگرچہ ایک آن کے لیئے سہی تو وہ بھی بقا ہو گیا۔ جواب اس کا ظاہر
ہے کہ بقا رتبہ ماتی ہے آنی نہیں پس وجود فی الآن سے بقا لازم نہیں آتا البتہ یہ مقدمہ خود قابل کلام رہا کہ حادث
کو بقا نہیں ہوتا سو الصاف یہ ہے کہ اسپر کوئی دلیل قطعی عقلی قائم نہیں ہوئی نہ اعراض میں نہ جواہر میں البتہ
اکابر نے اسکو کشفی فرمایا ہے اور تقابل اسمار اسکی وجہ فرمائی ہے جیسا عنقریب آتا ہے اور وہ مسئلہ بھی کشفی ہے
اب سمجھو کہ یہانتک کلام اور فکر کے بے بقا ہونے کا مذکور تھا جو دونوں مقولہ عرض سے ہیں اب بطور عموم کے
تمام حوادث کے لیئے اس حکم کو ثابت کرتے ہیں کہ) ہر دم تمام عالم از سر نو پیدا ہو رہا ہے اور ہم اس
نو پیدائی سے اس ظاہری بقا کی وجہ سے بخبر ہو رہے ہیں پس (واقع میں) عمر ہر دم تازہ تازہ پہونچتی جاتی
ہے جس طرح نہر میں پانی چلتا ہے اور برابر اوپر سے نیا پانی آتا ہے دگر (وہ عمر وہ وجود جسم میں (مثلاً)
مستمر ودائم معلوم ہوتا ہے (جس طرح نہر کا پانی سرسری نظر سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک ہی پانی

ف شبہات بقا ضروری نہیں ہے اور یہ عدم بقا خود ضروری ہے

ہے جو نظر آرہا ہے حالانکہ پہلی آن میں جو پانی کسی مقام پر موجود تھا وہ بوجہ جریان کے بہت دور نکل گیا مگر بوجہ اتصال جریان و تماثل اجزائے مائیہ کے اُسکا آگے کو چلا جانا اور دوسرے اجزاء کا اُسکی جگہ چلا آنا تمیز نہیں ہوتا ہے یہی حالت وجود کی ہے کہ آن مقدمہ کا وجود اور ہے اور آن موخر کا وجود اور درمیان میں عدم طاری ہو گیا ہے ورنہ وجود میں یہ تغایر ہوتا مگر تماثل حصص وجودات اور درمیان میں سہل کے معلوم نہونے سے شبہہ پڑتا ہے کہ وہ ایک ہی وجود باقی چلا آتا ہے غرض) وہ تیزی کی وجہ سے بشکل مستمر و باقی معلوم ہوتا ہے اسکی ایسی مثال ہے جیسے کوئی شعلہ باز ہیں لیکر اسکو زور سے جلدی جلدی گھماوے یعنی کسی سلگی ہوئی لکڑی کو خوب اہتمام و کوشش سے جنبش دونو دیکھنے میں تمام آگ ہی آگ دورنگ پھیلی ہوئی نظر آتی ہے (حالانکہ آگ صرف اُس مسافت حرکت کے ایک خاص اور نہایت ہی قلیل جزو میں ہے مگر سرعت حرکت سے وہ آگ تمام مسافت کو گھیرے ہوئے معلوم ہوتی ہے یہی حالت بقاء حوادث میں سمجھو کہ) یہ درازی مدت کی یعنی طول بقا تیزی صنعت کی وجہ سے (یعنی وجود جلدی جلدی عطا فرمانے سے) جسکو سرعت انگیزی صنع بھی کہہ سکتے ہیں موہوم ہوتا ہے اور ایسے دقیق راز کا واقف اور ماہر اگر کوئی علامہ ہے تو وہ عارف ہی ہے جو (بجائے خود) کتاب الاسرار ہو یا یوں کہئے کہ جس کا [illegible] بوجہ تلوعن السیئات کے) بلند مرتبہ ہو (اشارہ اس طرف ہے کہ دولت عرفان کی مدارت تقوی کے سبب ہوتی ہے) عارف ایسا ہے جسکا وصف شرح سے مستغنی ہے (اس وجہ سے) اس سے درگذر کرو اور حقایت بیان کرو کہ [illegible] ناوقت ہوا جاتا ہے

ف مسئلہ تجدد امثال فی الفترہ اور اسکی مثال سب ان اشعار کی شرح کے ضمن میں مفصل مذکور ہو چکی ہے اب صرف اس وعدہ کا ایفا باقی رہا کہ مقابل اسماء پر اسکو مبنی کہا گیا ہے مختصر تحقیق اُسکی یہ ہے کہ یہ امر کشف سے ثابت ہوا ہے کہ اللہ تعالی کا کوئی اسم کسی وقت معطل نہیں اور اُن میں سے محیی اور ممیت بھی ہے پس یہ دونوں بھی ہر وقت اپنا کام کرتے ہیں اور محیی کا کام وجود دینا ہے اور ممیت کا کام فنا کر دینا اور ظاہر ہے کہ ایک وقت میں دونوں اثر جمع ہو نہیں سکتے پس لامحالہ علی سبیل التعاقب دونوں اپنا اپنا کام کریں گے۔ اور اس پر یہ شبہہ نہ کیا جاوے کہ جسوقت ایک اسم اپنا فعل کر رہا ہے اُسوقت دوسرے کا تعطل لازم آوے گا کیونکہ جواب یہ ہے کہ ظہور اثر فاعل کے لیئے قابلیت محل کی بھی شرط ہے پس جسوقت محیی مثلاً اپنا فعل کرنا چاہتا ہے وہ شئے اُسوقت معدوم ہونا چاہیئے تاکہ ایجاد ممکن ہو تو اُسوقت گو ممیت بھی فاعل ہے معطل نہیں۔ مگر چونکہ اعدام معدوم محال ہے اسلیئے اُسکا اثر ظاہر نہیں ہوا اسی طرح جسوقت ممیت نے اپنا فعل کرنا چاہا اُسوقت وہ شئے موجود ہونا چاہیئے تاکہ اعدام ممکن ہو تو اُسوقت بھی گو محیی فاعل ہے معطل نہیں مگر چونکہ ایجاد موجود محال ہے اس لئے اُسکا اثر ظاہر نہیں ہوا پس اثر ظاہر نہ ہونے سے تعطل فاعل کا لازم نہیں آتا کیونکہ یہ عدم ظہور اثر بوجہ عدم قابلیت محل کے ہے پس وہ شبہہ رفع ہو گیا فقط۔

توجیہ شطحیات عارفین

جملہ مرغاں ہر یکے اسرار خود		از ہنر فرد دانش واز کار خود	
با سلیمان یک بیک واری نمود		از برای عرضہ خود را می ستود	
از تکبر نے واز ہستی خویش		بہر آن تا رہ دہد او را بہ پیش	

ف اس میں اشارہ ہے کہ اگر عارف کو اپنا کمال ظاہر کرتے سنو تو دعوے پر محمول مت کرو بلکہ وہ جناب الٰہی میں اظہار بندگی کرتا ہے تاکہ آیندہ اُس سے اور خدمت لیجاوے اور توفیق عطا فرمائی جاوے کذا اقال مرشدی رحمہ اللہ تعالیٰ اور گاہے طالبین کے اعلام کے لیئے ہوتا ہے کہ وہ اس سے مستفید ہوسکیں اور گاہے صرف تحدث بالنعمۃ ہوتا ہے۔ اور گاہے غلبۂ حال میں ہوتا ہے ونحو ذالک اور یہی عذر ہے بزرگوں کے شطحیات کا۔

معتقد نہ شدن درویشان غیر متشرع را

حق چو سیما را معرف خواندہ ست		چشم عارف سنوی سیما ماندہ ست	
رنگ و بو غماز آمد چوں جرس		از فرس آگہ کند بانگ فرس	
بانگ ہر چیزے رساند زو خبر		ناشناسی بانگ خر از بانگ در	
گفت پیغمبر بہ تمییز کسان		مرء مخفی لدی طی اللسان	
رنگ رو از حال دل دارد نشاں		حتم کن مہر من در دل نشاں	
رنگ روئے سرخ دارد بانگ شکر		رنگ روی زرد دارد صبر و نکر	

ف عجب نہیں کہ مقصود مولانا کا ان اشعار سے اس تنبیہ فرمانا ہو کہ ہر چند کہ محض ظاہر پر کسی حکم کا مدار نہیں جیسا ظاہر پرستوں کا برتاؤ ہے لیکن ظاہر بالکل بیکار بھی نہیں جیسے بعض مدعیان باطن کا دعوی ہے کہ میاں باطن درست ہونا چاہیئے ظاہر کی نماز روزہ وتقوی وطہارت میں کیا رکھا ہے اور اسی پر ہو کہ میں بہتیرے نادان بے شرع فقیروں کے دھوکہ میں پھنس جاتے ہیں ان اشعار میں اسکا رد ہے تقریر اسکی یہ ہے کہ جو صفت انسان کے باطن میں ہوتی ہے ظاہر میں ضرور اس کی تاثیر ہوتی ہے ایسا اگر ان لوگوں کے قلب میں محبت وخشیۃ وذکر اللہ تعالیٰ کا رسخ ہے تو ظاہری اعمال اُس سے کیوں نہیں سرزد ہوتے غرض صلاح باطن کے لیئے تو صلاح ظاہر لازم ہے اور اس کا عکس ضروری نہیں اسلیئے قابل اعتقاد وہ شخص ہوا کہ ظاہر و باطن اُسکا دونوں آراستہ ہوں اگر ظاہر خراب ہو تب فوراً تدارک کرنا چاہیئے اور اگر ظاہر درست ہے تو فوراً اعتقاد کرنا نہ چاہیئے تاوقتیکہ فراست صحیحہ وتتبع عمارت سے معلوم نہ کرلے کہ اس ظاہر کا نشان امر باطنی

ہے یا محض رنگ و روغن ہے طالب عاقل نشست و برخاست و طرز کلام سے اسکو بخوبی معلوم کرسکتا ہے ان اشعار میں اسکی طرف بھی اشارہ ہے اسی لیئے چشم عارف کی تخصیص کی ہے۔

تحقیق ترجیح خلوت و جلوت

قول فیصل باب خلوت میں یہ ہے کہ جس شخص کی کوئی ضروری حاجت دینی یا دنیوی نہ دوسروں سے متعلق ہو نہ دوسروں کی کوئی ایسی ہی حاجت اس شخص سے متعلق ہو اسکے لیئے خلوت جائز بلکہ افضل ہے خصوصاً ایام فتن و شرور میں یا جبکہ مخالطت کے مخل جانات تشویشات اور ایذاؤں پر صبر کرنیکی توقع وہمت نہو احادیث میں جو ترغیب خلوت کی آئی ہے وہ ایسی ہی حالت میں ہے جیسے حدیث میں ہے وجل معتزل فی شعف جبل لہ غنیمۃ یبدی حقہا ویعبد اللہ اوکما قال۔ اور جس شخص کو دوسروں سے یا تو کوئی حاجت ضروری ہو خواہ دینوی ہو جیسے تحصیل نفقہ عیال جبکہ توکل پر قادر نہو خواہ دینی ہو مثل تحصیل علوم ضروریہ اس کے لیئے خلوت جائز نہیں اسی طرح اگر اسکے ساتھ خلائق کی حاجات دنیویہ یا دینیہ متعلق ہوں تو بھی خلوت جائز نہیں اور بعض احادیث سے جو نہی خلوت کی مفہوم ہوتی ہے وہ محمول ایسی ہی دونوں حالتوں پر ہے جیسے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تبتل سے منع فرمایا گیا کہ اسوقت انکو بھی تحصیل علوم دین کی حاجت تھی اور ہر مسلمانوں کو بھی انکی طرف دینی حاجت تھی بالخصوص اعلاء کلمۃ اللہ و ترقی اسلام میں بہت بڑی ضرورت تھی یہ تفصیل تو اس خلوت میں ہے جسکو بطریق عادت دائمی کے اپنے لیئے تجویز و اختیار کرے۔ ایک خلوت چند روزہ ہے جسکی ضرورت اسوقت منتدی سلوک کے لیئے واقع ہوتی ہے اور صحابہ کو اسکی حاجت نہ تھی وجہ یہ کہ مقصود اصلی تو تحصیل نسبت قلبیہ مع اللہ ہے اور وہ بدون یکسوئی قلب کے میسر نہیں ہوتی پس صحابہ کو بوجہ وسعت ظرف کے مشاغل جلوت اس یکسوئی سے مانع نہ تھے کما قال تعالیٰ لا تلہیہم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ۔ اور ہم لوگوں کے ظرف اسقدر وسیع نہیں لہذا جب تک تعلقات جلوت کی تقلیل نہ کی جاوے اسوقت تک یکسوئی جو موقوف علیہ تحصیل نسبت کا ہے حاصل نہیں ہوتی اسلیئے اس کی ضرورت چند روز کے لیئے ہوتی ہے حتی کہ جب ملکہ یاد داشت راسخ ہو جاوے پھر اسکو تفصیل مذکور میں یہ شخص بھی داخل ہو جاتا ہے۔

تحقیق دنیائے مذموم

معنی الفقر راحت گوش کن	بعد ازاں جام بقارا نوش کن
برسگان بگذار ایں مردار را	خرد بشکیں شیشۂ پندار را

ف ان اشعار میں اسی ترک دنیا کا اور یہ مضمون بشمار آیات و روایات میں مذکور ہے سو تحقیق اس کی

یہ ہے کہ دنیا لغۃً نام ہے نزدیک کی چیز کا اور عرفاً مطلق اُس حالت کا جو موت سے پہلے ہے اور شرعاً خاص اُس حالت کا نام ہے جو مانع عن الآخرت ہے اور مجازاً اُن اموال و امتعہ پر اطلاق کیا جاتا ہے جو اس مانعیت کے اسباب بنجائیں پس جو احوال خواہ از قسم اقوال ہوں یا از قبیل افعال و اعمال یا عقائد و علوم ہوں اسی طرح جو اموال کہ آخرت واجبۃ التحصیل سے مانع ہوں گے وہ سب دنیای حرام و مذموم میں داخل ہیں اور اس کے مذموم ہونے میں کسی کو شبہ نہیں ہو سکتا پس ہمارے زمانہ میں جو ترقی دنیا کی بہت کچھ غل و پکار ہے گو اُس میں دین کا نقصان ہی کیوں نہ ہو اُن سے صرف اتنا سوال کر لینا چاہیئے کہ اس دائرہ کی وسعت میں آیا وہ دنیا بھی داخل ہے جسکی تحصیل حاکم وقت کے قانون کے خلاف اور حاکم کی اطلاع پر کیجاوے یا کہ داخل نہیں اگر داخل ہے تو خود بھی ڈوبتی و رہزنی کر کے اس دعوی پر شاہد لاویں اور اگر داخل نہیں تو وہ دنیا کیونکر داخل دائرہ کیجاتی ہے جو قانون حاکم حقیقی کے خلاف اور اُن کے علم و اطلاع پر حاصل کیجاوے اور نیز اُن سے یہ سوال کرنا چاہیئے کہ کسی غذا کو باوجود اُس کے لذیذ و مرغوب ہونے کے محض اُسکے مضر ہونے کی وجہ سے آپ نے کبھی ضروری سمجھکر کیوں ترک کیا ہے پھر دنیای مذمومہ کو گو وہ لذیذ و مرغوب ہو مضر آخرت ہونے کی وجہ سے ترک کرنا کیوں نہیں ضروری سمجھتے۔

تحقیق مسئلہ تفاضل علوم عقلیہ و وہبیہ

جاننا چاہیئے کہ دونوں قسموں میں جو علم یقیناً کسی قاعدہ شرعیہ کے مخالف ہو وہ تو یقیناً باطل ہے اور جو علوم حقہ ہیں اُن میں دونوں قسموں میں دو دو قسمیں ہیں علم عقلی بھی دو قسم ہے قطعی اور ظنی اور علم وہبی بھی دو قسم ہے قطعی یعنی وحی۔ اور ظنی یعنی الہام پس وہبی قطعی عقلی قطعی سے افضل ہے اور وہبی ظنی عقلی ظنی سے فضل ہے خود صاحب علم کے لیئے بھی اور اُس کے متبعین کے لیئے بھی۔ پس علوم منقولہ شرعیہ دیگر علوم سے افضل ٹھہرے اور عقلی قطعی وہبی ظنی سے افضل ہے کیونکہ عقلی قطعی جسقدر اثبات حق میں قوی ہے وہبی ظنی نہیں ہے۔

تقسیم اولیاء باہل ارشاد و اہل تکوین

جاننا چاہیئے کہ اولیاء اللہ کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جنکے متعلق خدمت ارشاد و ہدایت و اصلاح قلوب و تربیت نفوس و تعلیم طرق قرب و قبول عند اللہ ہے اور یہ حضرات اہل ارشاد کہلاتے ہیں اور ان میں سے اپنے عصر میں جو اکمل و افضل ہو اور اُس کا فیض اتم و اعم ہو اُسکو قطب الارشاد کہتے ہیں اور یہ نائب حقیقی ہوتے ہیں حضرت انبیاء علیہم السلام کے اور ان کا طرز طرز نبوت ہوتا ہے۔ دوسرے وہ جنکے متعلق خدمت اصلاح معاش و انتظام امور دنیویہ و دفع بلیات ہے کہ اپنی ہمت باطنی سے

باذنِ الٰہی ان امور کی درستی کرتے ہیں اور یہ حضرات اہل تکوین کہلاتے ہیں جنکو ہمارے عرف میں اہل خدمت کہتے ہیں اور ان میں سے جو اعلیٰ اور اقوی اور دوسروں پر حاکم ہوتا ہے اُس کو قطب التکوین کہتے ہیں اور اُن کی حالت مثل حضرات ملائکہ علیہم السلام کے ہوتی ہے جنکو مدبرات امر فرمایا گیا ہے حضرت خضر علیہ السلام اسی شان کے معلوم ہوتے ہیں اُن کے مقام و منصب کے لئے ایسے تصرفات عمیمہ کا ہونا لازم ہے بخلاف اہل ارشاد کے کہ اُن کا خود صاحب خوارق ہونا بھی ضروری نہیں البتہ ان حضرات کے کرامات اور طور کے ہوتے ہیں کہ اُس کا ادراک عوام کو نہیں ہوتا بلکہ وہ امور ذوقی و وجدانی ہیں کہ اکثر اوقات اُنکی خدمت و صحبت سے جو شخص مستفید ہوتا ہے اُسکو معلوم ہوتا ہے۔ باقی یہ کہ جب نفع طریقت اہل ارشاد ہی سے ہوتا ہے تو اہل تکوین کے کمالات بیان کرنے سے کیا فائدہ تو اس میں دو فائدے ہیں ایک علمی دوسرا عملی علمی تو یہ کہ ایک کام کی بات معلوم ہو جاوے تاکہ علم ناقص نہ رہے۔ عملی یہ کہ اکثر ایسے لوگ ظاہر صورت سے خستہ حال و شکستہ بال و ذلیل و خوار ہوتے ہیں اگر یہ مسئلہ کسی کو معلوم ہوگا تو مساکین کی تحقیر تو نہیں کریگا خوب سمجھ لو۔

معنی توقیفی بودن اسمار الٰہیہ

اسمار الٰہیہ کے توقیفی ہونے کے معنی یہ ہیں کہ بطور تسمیہ کے دوسرے الفاظ کا اطلاق جائز نہیں باقی اگر بطور وصفیت کے باعتبار حقیقت یا مجاز کے کوئی لفظ اطلاق کیا جاوے تو منافی توقیفیت کے نہیں خصوصاً علیہ حال و اذن الہامی میں کسی قدر سوء ادب بھی معاف ہے۔

تحقیق جامعیت انسان اکوان را

تفسیر بیت حکیم سنائی قدس اللہ سرہ

آسمان ہاست در ولایت جان	کار فرمائے آسمان جہان
در رہ روح پست و بالا ہاست	کوہہائے بلند و صحرا ہاست

یہ قول دلیل ہے مضمون بالا کی ؎ ہست ابر دیگر و دیگر سماء جاننا چاہیئے کہ محققین نے کہا ہے کہ تمام کائنات عالم مظاہر ہیں اسمار الٰہیہ کے اور مظہریت کے معنی اوپر تفصیل گذر چکے ہیں اور اصطلاح میں ان مظاہر کو اُن اسمار کی صورت کہتے ہیں اور اُن اسمار کو ان مظاہر کی حقیقت مثلاً پانی میں صفت احیاء کی ہے اور یہ فیض ہے اسم الٰہی محیی کا پس باعتبار اصطلاح کے یوں کہا جاتا ہے کہ پانی صورت محیی کی ہے اور محیی حقیقت پانی کی ہے وعلی ہذا تو یہاں صورت و حقیقت سے مراد معنی متبادر لغوی یا دوسرے فن کے اصطلاحی نہیں ہیں اور یہ بھی کہا ہے کہ بہ نسبت دوسری مخلوقات کے انسان میں صفات الٰہیہ کا ظہور اکثر اور اتم ہے اسلئے انسان کو جامع کہتے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ حقائق یعنی اسمار الٰہیہ مربی ہیں صورت

یعنی مظاہر کے جب یہ سب مقدمات سمجھ میں آگئے تو جاننا چاہیئے کہ حکیم سنائی کے شعر مذکور کا اور اسی طرح جو کلام اس کا ہم مضمون ہو اُس کا حاصل یہ ہے کہ آسمان ظاہری اور نشیب و فراز اور کوہ و صحرا ظاہری جن اسماء و حقائق کے مظاہر ہیں وہ اسماء و حقائق انسان میں جسکی حقیقت روح ہے بوجہ اتم ظاہر و متجلی ہیں پس مراد آسمان باسے وہی حقائق ہیں اور اُن کا مرئی آسمانِ ظاہری ہونا ظاہر ہے اور سابق میں مذکور ہو چکا ہے اسی طرح پست و بالا و کوہ و صحرا جو روح میں ثابت کیا ہے ان سے مراد اُن مظاہر کے حقائق ہیں جنکی تجلی اتم کا روح میں ہونا مذکور ہوا ہے اور اُن اسماء الہیہ کا اثر روح پر یہ ہے کہ وارداتِ وکیفیات و حالات مختلفہ وجدانیہ طاری ہوتے ہیں جو مراد ہے بارش مذکور سے جیسا اوپر آیا ہے اور آگے بھی آتا ہے پس عالم غیب میں اس طرح ان اشیاء کا وجود ثابت ہو گیا و ہذا کلہ مستفاد من علوم مرشدی رح

تحقیق احادیث مذکورہ کتب تصوف

بزرگوں کے کلام میں بعض احادیث پائی جاتی ہیں جو کتب فن میں نہیں پائی جاتیں اور موافق قواعد محدثین کے وہ حدیث نہیں ہے پس اسکی توجیہ کے دو طریق ہیں ایک طریق یہ کہ محدثین نے جس طرح احادیث مناسبہ پر حدیث کا اطلاق کیا ہے اسی طرح ممکن ہے کہ ان حضرات کو کشف سے ان کا حدیث ہونا ثابت ہوا ہو اور احادیث الہامیہ پر اطلاق حدیث کا کر دیا ہو کذا قال مرشدی رح۔ دوسرا طریق یہ ہے کہ اگر حدیث بھی نہو تب بھی مضر نہیں کیونکہ اُس کے ایراد سے جو غرض ہوتی ہے وہ دوسرے دلائل صحیحہ سے ثابت ہوتی ہے پس اخلال دلیل خاص سے اخلال مدعا و مقصود کا لازم نہیں آتا۔ رہا یہ امر کہ غیر حدیث کو حدیث کیوں کہدیا اُسکی وجہ یہ ہے کہ بزرگوں میں حسن ظن غالب ہوتا ہے اور زیادہ تفتیش کی نہ عادت ہوتی ہے نہ مہلت اسلئے کسی سے سن لیا یا کہیں لکھا ہوا دیکھ لیا یقین کر لیتے ہیں۔

تحقیق معانی باطنہ مذکورہ کتب تصوف

باطنی معانی جو بیان کیئے جاتے ہیں مقصود اُس سے تفسیر و تعیین مراد نہیں ہوتی بلکہ محض تمثیل و قیاس ہوتا ہے ایک شے کی حالت کو دوسری شے کی حالت پر اسکو علم اعتبار کہتے ہیں پس تفسیر بالرای یا انکار معنی ظاہری کا طعن اپنے نہیں ہو سکتا۔

جواب اشکال امتناع حضرت موسیٰ علیہ السلام از موت

ایں جہان و راہش ار پیدا بُدے	کم کسے یک لحظہ ایجا بُدے

ف شعر ایں جہان و راہش الخ پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مرنے میں کیوں تامل

فرمایا۔ جواب یہ ہے کہ چونکہ اُن کو ناسوت میں بھی مشاہدہ دائمی ملکوت کا حاصل تھا گویا زندہ در بہشت تھے اس لیئے یہ مشاہدہ موت پر موقوف نہ تھا اور ارشاد خلائق کے اعتبار سے ناسوت میں ترجیح تھی اور یہ شعر اُن عوام کے لیئے ہے جنکے مشاہدۂ دائمی ملکوت کے لیئے مفارقت ناسوت شرط ہے کذا قال مرشدی رح

جواب اشکال بر مقبولیت پیر جنگی

ف وجہ اس شخص کی مقبولیت کی اسکا خلوص وزاری ہے گو مقرون بہ جہل تھا رہا یہ امر کہ یہ جہل مانع قبول کیوں نہوا سو اگر اس عمل کو معصیت لغیرہ کہا جاوے تو بوجہ ارتفاع اُس غیر کے کہ تلہی و ہیجان قوی شہویہ ہے مانع نہیں ہوا۔ اور اگر معصیت لعینہ ہے تو بوجہ غلبۂ خلوص کے اس سیئہ پر مانع نہیں ہوا خوب سمجھ لو بلکہ اس جواب مجمل کو کسی عالم محقق سے مفصل کر لو۔

تحقیق گناہ شدن بعضی توبہ

گردانیدن عمر نظر اورا از مقام گریہ کہ ہستی ست بمقام استغراق

پس عمر گفتش کہ این زاری تو	ہست ہم آثار ہشیاری تو
راہ فانی گشتہ راہ دیگرست	زانکہ ہشیاری گناہ دیگرست
پس عمر اورا ازاں حالت براند	زاعتذارش سوی استغراق خواند
ہست ہشیاری زیاد ماضیٰ	ماضی و مستقبلت پردہ خدا
آتش اندر زن بہر دو تا یکے	پرگرہ باشی ازیں ہر دو چو نے
تا گرہ بانے بود ہم از نیست	ہمنشین آن لب و آواز نیست
چوں بطوف خود بطوفی مرتدی	چوں بخانہ آمدی ہم با خودی
ای خبر ہات از خبر دہ بے خبر	توبۂ تو از گناہ تو بتر
ای تو از حال گذشتہ توبہ جو	کے کنی توبہ ازیں توبہ بگو
گاہ بانگ زیر را قبلہ کنی	گاہ گریہ زار را قبلہ زنی

(ان اشعار کے ترجمہ سے پہلے چند امور سمجھ لینا چاہیئے۔ اول طرق وصول الی اللہ کے مختلف ہیں یعنی بعد اتفاق ضروریات شرعیہ کے تطوعات کے مرتبہ میں ہر شخص کی استعداد و مناسبت کے اعتبار سے قرب کا جدا طریق ہے اور ایک طریق دوسرے طریق کے اثر کو ضعیف کر دیتا ہے بایں معنی ایک کو دوسرے کا مضر کہا جاوے گا جس طرح کوئی شخص تقرب کے لیئے تکثیر نوافل کرتا ہو ظاہر ہے کہ اُس کے لیئے درس تدریس

حدیث کا شغل نماز کو مضر ہوگا اس لیئے جس شخص کے لیئے وہ تجویز کیا گیا ہو دوسرے شغل سے روکا جاویگا۔
دوم طریق عشق میں غیر منتہی کے لیئے محویت حالت کاملہ ہے اور غیر اللہ کا شعور خواہ وہ اپنی حالت کا ہو یا دوسرے کی حالت کا ہو حالت ناقصہ ہے۔ سوم حالت ناقصہ کو بمقابلہ حالت کاملہ کے مجازاً و اصطلاحاً گناہ و خطا سے تعبیر کر دیا جاتا ہے گو واقع میں وہ گناہ نہو بلکہ سنہ ہو۔ جب یہ سب امور سمجھ میں آگئے اب جاننا چاہیئے کہ جو شخص راہ عشق و محبت سے سلوک کا ارادہ کرے اسکے لیئے مناسب ہے کہ گناہ سے ایک بار خوب توبہ کرے پھر اپنے گناہوں کو قصداً یاد نہ کرے کہ یہ طریق اس شخص کے طریق کو مضر ہے کیونکہ اسکے طریق کے لوازم میں سے ہے محویت و فنا اور اس طریق میں ہے مطالعہ اپنے حالات کا اسلیئے اسکو اس شخص کے حق میں حالت ناقصہ ہونے کے اعتبار سے اصطلاحاً گناہ کہدیا جاتا ہے اس تحقیق کے بعد اب ترجمہ سے مطلب ان اشعار کا خوب سمجھ میں آجاویگا) یعنی حضرت عمرؓ نے ارشاد فرمایا کہ یہ تبری (گو یہ وزاری (سرچند کہ فی نفسہ حالت محمودہ ہے مگر تیری حالت عشقیہ کے اعتبار سے محمود نہیں کیونکہ) یہ شعور و ہوشیاری کی علامات سے ہے (اور شعور باعتبار المحویت کے ایسی حالت والے کے لیئے نقصان کی حالت ہے) کیونکہ فانی شدہ کا طریق ہی دوسرا ہے اس لیئے کہ ہوشیاری (اور شعور اپنے حالات کا) بخود (باعتبار اصطلاح کے) ایک مستقل گناہ ہے (اور یہی معنی ہیں اس قول کے وجود کک ذنبٌ لایقاس بہ ذنبٌ) پھر حضرت عمرؓ نے اسکو اس حالت سے (اپنی قوت تصرف سے) جدا کیا (اور اعتذار و توبہ کی حالت سے استغراق و فنا کی طرف لائے (اب مولانا فرماتے ہیں کہ) ہوشیار ہونا حالات ماضیہ کو یاد کرنا ہے اور ماضی و مستقبل (کا مطالعہ) دونوں تیرے لیئے حق تعالیٰ سے حجاب ہیں (یعنی مانع استغراق و محویت ہیں اسی لئے اہل طریقت کا ارشاد ہے کہ صوفی کو ابن الحال رہنا چاہیئے اور تذکر ذنوب سے زیادہ نافع ذکر اللہ کو کہا ہے کیونکہ آخر تذکر کے بعد بھی تو اس ذکر اللہ سے طہارت حاصل کریگا پھر پہلے ہی سے کیوں نہ اس میں مشغول ہو جاوے قال اللہ تعالیٰ والذین اذا فعلوا فاحشۃ او ظلموا انفسہم ذکروا اللہ) پس ماضی و مستقبل دونوں کو آگ لگا دو (یعنی دونوں کی یاد کو چھوڑ دو) کیونکہ ان دونوں کے سوچ بچار سے نے کی طرح پر گرہ رہوگے (یعنی ایک قسم کا اللہ تعالیٰ سے حجاب باقی رہے گا۔ ایک وجہ اسکے کہ وہ مانع استغراق ہوگا دوسرا گناہ کا یاد کرنا دل میں ایک قسم کا انقباض پیدا کر دیتا ہے جس سے حلاوت ذکر کی اور بشاشت و انبساط حق تعالےٰ کے ساتھ جو پہلے تھا وہ زائل یا ضعیف ہو جاتا ہے اور یہ طریق عشق میں مضر ہے اور ایک بار مبالغہ سے توبہ کر ہی چکا ہے اسلیئے معافی کی قوی امید ہو ہی گئی ہے پھر اللہ تعالیٰ سے انقباض کیوں پیدا کرے۔ آگے گرہ نے کی تشبیہ کی توضیح ہے کہ) دیکھو جب تک نے میں گرہ رہتی ہے (اور آپار نہیں ہوتی) وہ نے نوازی کی ہمراز نہیں بنتی اور اسکے لب و آواز سے ہم نشینی میسر نہیں ہوتی (یعنی اسکے اور نے کے درمیان حجاب رہتا ہے اسی طرح ماضی و مستقبل کا تصور و تذکر حجاب ہوتا ہے جیسا اوپر مذکور ہوا غرض یہ تصور و تفکر [illegible] اور خودی ایسی چیز ہے کہ) اگر تم حالت طواف میں بھی (کہ بڑی عبادت [illegible]

ہیں (یعنی اپنی خودی میں مشغول ہو) تو (اہل طریقت کے نزدیک حسب اصطلاح مذکور) تم مرتد ہوگے کیونکہ زمانہ خدا میں بھی (کہ کعبہ ہے) اگر تم اپنی خودی میں ہو (ای شخص تیرے اخبار ماضیہ و مستقبلیہ خبر دہندہ سے (یعنی حق تعالیٰ سے) محض بے خبر ہیں (یعنی اشتغال بحق میں نقصان ڈالنے والے ہیں) اس لیئے تیری یہ توبہ (کہ بتکمیل توبہ بشرائط کے بھی اُس کا بار بار اعادہ کر رہا ہے) تیرے گناہ سے بھی (من وجہ) بدتر ہے (کیونکہ زمانہ گناہ میں تو غافل تھا اس لیئے زمانہ غفلت میں خودی پر نظر ہونا محل تعجب نہیں بخلاف زمانہ رجوع الی اللہ کے کہ زمانہ مشغولی بحق کا ہے پھر ایسی حالت میں خودی پر نظر ہونا زیادہ محل تعجب ہے اس لئے کہا جاتا ہے کہ) اے شخص جو حالات گذشتہ سے توبہ کرتا پھرتا ہے یہ تو بتلا کہ اس توبہ سے کب توبہ کرے گا ایک زمانہ وہ تھا کہ بانگ زیر کو قبلۂ توجہ کر رکھا تھا (یعنی زمانہ گناہ میں تو اس گناہ میں مشغول رہا) اور ایک وہ زمانہ ہے کہ نالہائے زار کو بوسہ دے رہا ہے (یعنی اُن کو محبوب بنا رکھا ہے) مطلب یہ کہ زمانہ توبہ میں اس گناہ میں مشغول ہو رہا ہے غرض سارا وقت مشغولی بغیر حق میں گذرا کبھی وہ مشغولی صورت معصیت میں تھی کبھی صورت طاعت میں بہرحال گناہ کے دائرہ سے نکلنا نصیب نہوا)

چونکہ فاروق آئینۂ اسرار شد	جان پیر از اندرون بیدار شد
ہمچو جان بے گریہ و بے خندہ شد	جانش رفت و جان دیگر زندہ شد
چیرگے آمد درونش آن زمان	کہ برون شد از زمین و آسماں
جست و جوئے از ورائے جستجو	من نمی دانم تو میدانی بگو
جست و جوئے از ورائے حال و قال	غرقہ گشتہ در جمال ذوالجلال
غرقہ گے کہ خلاصی باشدش	با بحر دریا کسے بشناسدش

(اس میں بیان ہے حضرت عمرؓ کی توجہ سے اُن پر استغراق غالب ہو جانے کا یعنی) چونکہ حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئینۂ اسرار الٰہیہ تھے (آپ نے جو توجہ اتحادی دی تو وہی اسرار سینہ پیر جنگی میں پہونچے اس لئے) پیر جنگی کی روح باطن سے بیدار (بحق) ہوگئی اور روح (مجرد) کی طرح گریہ و خندہ سے منزہ ہو گیا (یعنی استغراق غالب ہوگیا اور ظاہر ہے کہ گریہ و خندہ یعنی قبض و بسط استغراق میں نہیں رہتا اور وجہ تشبیہ روح سے اس اعتبار سے ہے کہ محل انفعالات کا نفس ہے اور روح قطع نظر تعلق نفس سے اس کے ساتھ موصوف نہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ) اُس کی جان (من حیث التعلق بالنفس) تو فانی ہوگئی اور دوسری جان (یعنی روح مجرد من حیث التجرد) زندہ و قوی ہو گئی (جیسا ابھی بیان ہوا) اور اُس کے باطن میں اُس وقت ایک چیرگی پیدا ہو گئی (کہ لازمہ استغراق ہے جس سے وہ زمین آسمان سے باہر ہوگیا (یعنی بیخود ہو گیا جس سے زمین و آسمان و جمیع ماسوی اللہ سے اُسکا التفات قطع ہوگیا اور

اُس حالت میں) اُسکو ایک خاص جستجو متعارف جستجو سے علیحدہ پیدا ہوئی (یعنی متعارف جستجو تو مکتسب ہوتی ہے اُسکو ایک وہبی انجذاب نصیب ہوا جسکی تفصیلی کیفیت میں نہیں جانتا (اے مخاطب) اگر تجکو معلوم ہو تو بیان کر دیگر ہاں اتنا معلوم ہے کہ ایک ایسی جستجو تھی جو قال و حال سے نرالی تھی (جسکی اجمالی کیفیت اسقدر بیان ہو سکتی ہے کہ) وہ جمال ذو الجلال (کے مشاہدہ) میں غرق ہو گیا تھا (مراد استغراق انجذابی ہے اور اُس کا قال سے خارج ہونا تو ظاہر ہی ہے کیونکہ امر ذوقی ہے۔ رہا حال سے خارج ہونا سو حال سے مراد حال متعارف یعنی طاری بعد الاکتساب ہے گو خود طاری بالکتسابی نہو جیسا اوپر ورای جستجو میں مذکور ہوا اور چونکہ کیفیت انجذابیہ ہر شخص کی جداگانہ ہے اس لیئے ایک صاحب حال کو دوسرے صاحب حال کی کیفیت مفصل معلوم نہیں ہو سکتی اسلیئے بیان تفسیر سے عذر فرما کر عنوان اجمالی پر اکتفا فرمایا کہ وہ مستغرق جمال ہو گیا تھا اور جمال کے لفظ سے رویت کا اشتباہ نہ کیا جاوے کہ دار دنیا میں اُسکا وقوع شرعاً ثابت ہے بلکہ بات یہ ہے کہ استغراق میں محض توجہ الی الحق رہجاتی ہے اور حق تعالیٰ بعنوان اِنَّ اللّٰہَ جمیل الحدیث جمیل ہیں اسلیئے اس توجہ کو استغراق فی الجمال یا مشاہدہ جمال سے تعبیر کر دیتے ہیں اور اگر سالک اُس حالت میں کسی تجلی نورانی وغیرہ سے مشرف ہو تو وہ ذات نہیں ہے بلکہ کوئی مثال ہے یعنی حادث ہے جس صفات عظیمہ مناسبہ بصفات الحق رکھی گئی ہیں پس اُن صفات کا انکشاف گویا انکشاف صفات حق کا اس طرح سمجھا جاتا ہے جس طرح کلکتہ کے نقشہ کو دیکھنا مجازاً محاورات میں کلکتہ کا دیکھنا سمجھا جاتا ہے اور اسی وجہ سے اُسکو مثال کہتے ہیں کیونکہ مثال کے معنی مشارک فی الصفات ہیں گو تشارک اسمی سے زیادہ اسکا درجہ نہیں مثلاً جیسے انسان کو سمیع و بصیر دیکھے اس معنی کے اعتبار سے مثال کا اثبات خود قرآن میں ہے (مشکوۃ فیہا مصباح اور اسکو اصطلاح فن میں تجلی مثالی کہتے ہیں آگے اُسی استغراق کی قوت تاثیر کا بیان فرماتے ہیں کہ) وہ مستغرق بھی ایسا ویسا نہ تھا جسکو اُس سے خلاصی ہو جاوے یا جس دریائے نور حق میں وہ غرق ہوا ہے جبر اُس دریا کے کوئی اُسکو بیچان سکے (اس میں دو حکم ہیں ایک تو مصرعہ ثانیہ میں سو اُسکی تو وہی وجہ ہے جو اوپر من نمیدانم کی شرح میں گذر چکی اور ایک حکم مصرعہ اولیٰ میں اُسکی دو توجیہ ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ وہ استغراق ایسا نہ تھا جو زائل ہو جاتا اُسکی وجہ یہ ہے کہ چونکہ بلا اکتساب قوت عمل کی حاصل نہیں ہوتی اگر ایسی حالت میں کوئی کیفیت وہبی طور پر طاری ہو جاتی ہے صاحب کیفیت اُسمیں مغلوب الحواس والعقل ہو جاتا ہے اُس سے افاقہ نہیں ہوتا بلکہ بعض اوقات مرض ہی جاتا ہے یعنی خلاصی ہونے کے۔ دوسری توجیہ خلاصی ہونے کی یہ ہو سکتی ہے کہ استغراق وفنا کا جو اثر تھا کہ ماسوے اللہ سے تعلقات قطع ہو جاویں اور اوصاف نفسانیہ مضمحل ہو جاویں وہ اثر ایسا قوی تھا کہ گاہے زائل نہیں ہو سکتا گو اُس حالت سے افاقہ بھی ہو جاوے اور یہی معنی ہیں اس قول کے الفانی لا یرد حضرت سرمدی نے اس مصرعہ کی تفسیر میں یہی قول پڑھا تھا اسی جگہ سے کہا گیا ہے کہ اہل کبھی مردود نہیں ہوتا حدیث بخاری شریف اسکی موید ہے کہ الک الرجل او اخاط دنیا شتہ القلوب اہل طائف

نے اسکی عجیب مثال دی ہے جسطرح بالغ کبھی نابالغ نہیں ہوتا۔ میرے اُستاد حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص مردود ہوتا ہے وہ واقع میں واصل ہی نہ ہوا تھا گو اُسکو یا دوسروں کو اُس پر واصل ہونے کا گمان ہو ہیں وہ صورۃً واصل ہوتا ہے نہ حقیقۃً اب حدیث مذکور کو حدیث ان الرجل لیعمل بعمل اہل الجنۃ و مایکون بینہ و بین الجنۃ الا ذراع فیسبق علیہ الکتاب فیکون من اہل النار سے اور عقیدہ کلا میہ السعید قد یشقی سے بھی تعارض نہیں رہتا)

تفسیر ریا، الشیخ خیر من اخلاص المرید

گر بگیرم مار و دندانش کنم	تا کشد از سر کو فتن ایمن کنم

خلاصہ یہ ہوا کہ اسی طرح اگر عوام کو معتقد ہی بنانا ہو اس غرض سے کہ جب وہ معتقد ہو جاویں تو اُنکو تعلیم و ارشاد کر کے اُن کے صفات ذمیمہ کا جو مایہ عداوت خلق و ہلاک ابدی ہے ازالہ کر دوں اور اُن کو عند الخلق و عند الخالق محبوب بنا دوں تو ایسے معتقد بنانے میں بھی کچھ مضائقہ نہیں۔ اس میں اشارہ ہوا ایک مسئلہ کی طرف کہ ریا، الشیخ خیر من اخلاص المرید یعنی کامل اپنے کمالات کا اظہار بھی غرض محمود سے کرتا ہے کہ لوگوں کو نفع ہو اور مرید اپنے نفع میں ساعی ہے اور ظاہر ہے کہ نفع متعدی افضل ہے نفع لازم سے۔

تحقیق توحید وجودی بتقریر دیگر

چونکہ بہر رنگی اسیر رنگ شد	موسیٰ با موسیٰ در جنگ شد
ہر یکے بہر گلی رسی گمان داشتی	موسیٰ و فرعون در زندانشتی

(بہر رنگی) اطلاق مراد وجود مطلق۔ رنگ تقیید وجود خاصہ موسیٰ مطلق ہادی مہتدی۔ فرعون مطلق ضال مضل۔ یہ ظاہر ہے کہ موجودات عالم مطلق وجود میں باہم مشترک ہیں اور افراد وجود میں جن کو ظہورات کہتے ہیں باہم متمائز و متغائر یعنی ہر موجود میں اُس کا وجود حداگانہ آثار کے ساتھ ظہور کر رہا ہے مثلاً پانی میں وہی وجود اس طرح ظاہر ہوا کہ آگ کا بجھا دینا پیاس کا بجھا دینا وغیرہ وغیرہ آثار اُسپر مرتب ہوئے آگ میں وہی وجود اس طرح ظاہر ہوا کہ کسی چیز کو جلا دینا کھانے کو پکا دینا وغیرہ وغیرہ آثار اُسپر مرتب ہوئے پس اسی مطلق وجود کے مختلف افراد ہیں جو حصص وجود کہلاتے ہیں، اور موجودات ان حصص وجود میں متمائز ہیں اور مطلق وجود میں متحد اور یہ اہل کشف کو متحقق ہوا ہے کہ یہ وجود مشترک ماہیت واحدہ ہے ہر ماہیت یا ہر موجود کا حصہ وجود دوسری ماہیت یا دوسرے موجود کے حصہ وجود سے مختلف بالماہیت نہیں صرف آثار و عوارض کا اختلاف ہے اور

یہ وجود مشترک حال ہے تمام موجودات میں جو ظل یعنی فیضان ہے ایجاد حق کا یعنی حق تعالیٰ کا تعلق اس فیضان میں سب کے ساتھ یکساں ہے یہ نہیں کہ کسی موجود میں ایک طرح کا فیضان دوسرے موجود میں دوسرے طرح کا جیسا اوپر ثابت ہوا کہ تعین وجود باہم مختلف بالحقیقۃ نہیں وہی ایک حقیقۃ واحدہ سب میں مشترک ہے اور مسئلہ وحدۃ الوجود کی ایک تقریر یہ بھی ہے اور مرجع اس کا بھی وہی ہے جو دیباچہ میں بیان کیا گیا ہے کہ جب سب حصص سے نظر مرتفع ہو جاتی ہے چونکہ وجود مطلق کا بدون مقید کے محال ہے لہذا اس وجود مشترک سے بھی نظر مرتفع ہو گی پس وجود واجب ہی نظر میں رہجاوے گا جب یہ امر مہد ہو چکا تو اب سمجھنا چاہیئے کہ اوپر کے اشعار میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا طریق حق پر ہونا اور فرعون کا ناحق پر ہونا بیان کیا گیا ہے اس مناسبت سے بطور متقال الی التوحید حسب عادت خود اس مسئلہ کی تحقیق فرماتے ہیں کہ حسب اطلاق (یعنی وجود مطلق) مقید برنگ (یعنی متعین بوجودات خاصہ) ہو گیا تو ایک ہادی کو دوسرے ہادی سے اختلاف و تمائز پیدا ہو گیا (جیسا ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم السلام فروع شرائع میں مختلف ہیں گو وہ اختلاف محمود ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ بہ تمائز فی الوجود پر موقوف ہے جب تمام ان وجودات متمائزہ کو نظر سے رفع کر کے) اسی اطلاق پر پہونچ جاؤ جو تم کو (مرتبہ لا بالاشتراک میں) حاصل تھا تو وہاں ہادی (مضلا بھی باہم مشترک و متحد نظر آوینگے (جیسا کہ ظاہر ہے مقصود اس سے ترغیب دینا ہے توحید پر کہ ان حوادث مختلف کے مشاہدہ پر نظر کو مقتصر مت کرو ان سے نظر بالا لیجاؤ کہ وہاں مطلق سے بھی نظر لدر کر اصل علت یعنی ذات وصفات و افعال حق کا مشاہدہ میسر ہو)

تحقیق علم آدم علیہ السلام و نفی علم محیط از انبیاء علیہم السلام

گفت واللہ عالم السر والخفی	کافرید از خاک آدم را صفی
در سہ گز قالب کہ دادش وانمود	ہر چہ در ارواح و در الواح بود
یاد دادش لوح محفوظ وجود	تا بداند نسبت اینجا در الواح بود
تا ابد ہر چہ کہ از پس بود و پیش	درس کرد از علم الاسماء خویش

غرض ابد (یعنی قیامت) تک جو کچھ اگلے پچھلے علوم ہیں وہ سب آدم (علیہ السلام) اپنی تعلیم سے جو کہ اسماء کے ساتھ متعلق تھی درس فرما دیئے (ابد کی تنسبہ قیامت سے اسلئے کی گئی کہ ابد کے حقیقی معنی میں لامتناہی فی المستقبل ہے اور ممکن کو علوم غیر متناہیہ کا حاصل ہونا محال ہے اور سیوطی رحمہ اللہ نے بعض رسائل میں ایک حدیث لکھی ہے جس میں تصریح ہے کہ لوح محفوظ میں بھی قیامت تک کے احوال ہیں۔ اور اجمالاً کی قید اس لیئے لگائی کہ ان اشیاء کا علم مفصل گو ممکن ہے مگر واقع نہ تھا چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کو مثلاً یہ علم نہ تھا کہ ابلیس مجکو دھوکہ دیگا اور مثلاً وہ لفظ حارث کے معنے نہ جانتے تھے کہ برہ لغزش اپنے بیٹے کا نام عبد الحارث رکھدیا

اور مثلاً یہ ما دنہیں رہا کہ میں اتنی عمر حضرت داؤد علیہ السلام کو دیچکا ہوں پس اس سے کسی کا یہ استدلال و استنباط کرنا کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کا علم محیط تھا تو ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نو علم آپ سے زیادہ ہی ہے ضرور محیط ہوگا محض لے بنیاد ہوگیا حق یہ ہے کہ علم محیط باموریغیر متناہیہ خاصہ حق جل وعلا شانہ کا ہے اور دو سرے کے لیے محال عقلی ہے اور قیامت تک حدوث واقعات کا گو محال نہیں لیکن بلا دلیل بلکہ خلاف دلیل قائل ہونا افترا علی اللہ ہے۔ اور سمارے مراد علم الاسمار میں موجودات کے امہات خواص وصفات واصول وکلیات لغات ہیں پس وہ علم متناہی بھی تما اور مجمل بھی خوب سمجھ لو اس سے بیشمار اشکالات مرتفع ہوگئے۔

رفع شبہ احتیاج واجب ظاہر الی المظہر الممکن

جود محتاج است خواہد طالبے	ہمچنانکہ تو بہ خواہد تا بہے

ف کیونکہ اگر سائل ومحتاج نہوں تو ایجاد کی سخاوت کس طرح ظاہر ہو اور ایجاد اس ظہور کے محتاج اس لیے ہیں کہ اس سے ثواب ملتا ہے اور اس احتیاج الی المظہور سے یہ شبہہ مرتفع ہوگیا کہ خالق کی صفت جود کا ظہور بھی تو موقوف ہے وجود طالب پر وجہ ارتفاع یہ ہے کہ وہ خود محتاج ظہور نہیں لہذا توقف ظہور مستلزم احتیاج الی الخلق نہیں۔ خوب سمجھ لو۔

معنی اتصال واتحاد

جاننا چاہیے کہ اتصال واتحاد تین معنی پر اطلاق کیا جاتا ہے۔ ایک معنی لغوی کہ دو چیزوں کی ذات کا ذاتا ملجانا اور ایک ہوجانا یہ تو اللہ تعالی کی جناب میں محال عقلی ونقلی ہے اور قائل ہونا اس کا الحاد وزندقہ ہے دوسرے معنی اصطلاحی جسکو عینیت کہتے ہیں یعنی ایک شے کا متبوع اور محتاج الیہ موقوف علیہ ہونا اور دوسرے کا محتاج وتابع وموقوف ہونا ایسا علاقہ تمام مخلوق کو خالق کے ساتھ ہے جیسا ایک جگہ اسکی مفصل بحث آچکی ہے۔ تیسرے معنی عرفی یعنی محبیت ومحبوبیت کا تعلق خاص دو شخصوں میں ہونا یہ علاقہ خاص مقبولان الہی کو اللہ تعالی سے حاصل ہے۔

شرح مضمون کنت کنزا مخفیا الخ بنہج غریب

گنج مخفی بدہ پری جوشش کرد	خاک را سلطان طلس پوشش کرد

کنج مخفی سے تشبیہ دینے میں اشارہ ہے طرف قول مشہور کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق کے اس قول کی کوئی سند صحیح تو نظر سے نہیں گذری مگر مضمون تو اعد شرعیہ کے موافق ہے کیونکہ مخفی مراد ذات باطن کا ہے اور مثال دنیا واجب کو ممکن سے خود منصوص قرآنی ہے عبادت کے لئے مخلوق کا پیدا ہونا ثابت ہے معرفت عبادت میں داخل ہے تو معرفت مقصود خلق ہوئی اور خلق پر ارادہ کی تقدیم یقینی اور معرفت کا خیر ہونا مسلم اور محبت کا حاصل ارادہ خیر ہونا معلوم پس اس سے مجموعہ مضمون مذکور کا حاصل ہو گیا۔ اور خاک سے اشارہ ہے طرف انسان کے جس میں جزو غالب خاک ہے اور اس میں اشارہ ہے مسئلہ مشہورہ فن کی طرف کہ اللہ تعالیٰ مع ذات وصفات کے جمیل ہیں جیسا حدیث میں ہے اللہ جمیل اور جمال مقتضی ہوتا ہے ظہور کو یعنی ظہور اُس کے مناسب ہے اللہ تعالیٰ حکیم ہیں اس امر مناسب کی رعایت سے بالاختیار مخلوق کو پیدا کیا جس سے اپنے افعال کا اور اُن کے واسطہ سے اپنے صفات کا اور اُن کے واسطہ سے اپنی ذات کا ظہور فرمایا پھر مخلوقات میں زیادہ اختصاص انسان کو دیا حتیٰ کہ خاص بندوں کو اپنی صفات کا فیض خاص عطا فرمایا جیسا حدیث بتعقبی میں ہے قال تعالیٰ احلیم من حلمی و عقلی انا علمی اسی لئے اُسکو مظہر اتم یعنی باضافت دوسرے مخلوقات کے کہتے ہیں اور اس جمال مطلق و کامل کے لوازم میں سے ہے وسعت کیونکہ غیر وسیع محدود کا جمال بھی محدود غیر کامل ہوگا اسلئے تشبیہات مذکورہ میں وسعت کو مقتضی ظہور کہنا اور تحقیق مشہور میں جمال کو مقتضی کہنا باہم تنافی نہیں ہیں خوب سمجھ لو۔

تحقیق اختلاف مسالک اولیا

ہر نبی و ہر ولی را مسلکے است	لیک تا حق می رود جملہ یکے است

ف انبیا کے مسلکوں میں تو احکام کا اختلاف ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مختلف زمانوں میں حسب اختلاف مصالح وطبائع انبیا علیہم السلام پر مختلف شرائع واحکام نازل فرمائے اور اولیا امت نبی واحد میں احکام کا اختلاف نہیں بلکہ اُن ہی احکام پر عمل کرانے اور اُن میں خلوص پیدا کرنے کے طرق مختلف ہیں پس احکام مشترک طرق مختلف جیسا مجتہدین میں اختلاف ہے ان اولیا کا اختلاف اُس سے بھی اہون اور خفیف ہے کیونکہ مجتہدین میں گاہے حلت و حرمت کا اختلاف ہو جاتا ہے گو وہ بھی اختلاف شرائع سے کم ہے اس لئے کہ مجتہدین سب کے سب تمسک شریعت واحدہ سے ہوتے ہیں مگر وجوہ استدلال وفہم اسالیب وتعیین قرائن سے یہ اختلاف ہو گیا اور مقصود سب کا عمل ہوتا ہے شریعت واحدہ پر اور اولیا اختلاف احکام سے بحث نہیں کرتے احکام میں کسی ایک مجتہد کا اتباع کر لیتے ہیں پھر اُن ہی احکام متبوعہ میں اخلاص و تقرب کے تحصیل طرق میں سب ذوق واستعداد طالب و مقتضائے حال بہ خود مختلف تعلیم فرماتے ہیں اور اس تقریر سے اُن مدعیان تصوف کی غلطی ظاہر ہو گئی جو اہل باطن کے لئے احکام جدا گانہ سمجھے ہوئے ہیں۔

تنبیہ بر غلطی عجیب متعلق بعلاج شہوت

شہوت ناری برانداں کم نشد	او بماندن کم شود بے ہیچ بُد
تا کہ ہیزم مے نہی بر آتشے	کے بمیرد آتش از بیزم کشے
چونکہ ہیزم باز گیرد نار مرد	زانکہ تقوی آب سوی نار بُرد

ف بعض کوتہ نظر شہوت مذمومہ کا علاج یہ سمجھتے ہیں کہ اُس شہوت کو بورا کرلیا جاوے تاکہ طبیعت خالی ہوجاوے پھر توبہ کرلی جاوے چنانچہ شیطان ہی دھوکہ دیکر بعض اطفال طریقت سے معصیت سادر کرا دیتا ہے اسلیئے مولانا اسکو دفع فرماتے ہیں کہا یہ جو شہوت مثل نار کے ہے یہ پورا کرنے سے کم نہیں ہوتی البتہ ساکن (اور منبطل) کرنے سے ضرور کم ہو جاتی ہے (اسکی ایسی مثال ہے کہ جب تک آگ پر لکڑیاں رکھتے رہو تو آگ اس ہیزم کش کی اس مدد سے کب بجھے گی البتہ اگر لکڑیاں نکال لو فوراً بجھ جاوے گی (اسی طرح اسباب تقاضا شہوت سے اگر کوئی ہیجان ہوتا ہے اور نفس سے قدرے تعب کے بعد جوش و خروش فرو ہو کر بیا منسیا ہو جاتی ہے) کیونکہ تقوی (اور تحرز اُس مدد (شہوت) کی طرف آب (حفظ و معیت الہی) کو لیجاتا ہے) اُس سے مکون ہو جاتا ہے جیسا قرآن مجید میں اتقوا اللہ یعلمکم اللہ کو مرتب فرمایا گیا ہے اور فرمایا ہے ان اللہ مع المتقین) تنبیہ مولانا کا یہ علاج شہوت مذمومہ کے ساتھ خاص ہے جب کہ اُس سے بچنے کو تقوی سے تعبیر فرمایا اسکی دلیل ہے اور احضرت کو تہ نظروں کے بیان میں بھی اس کی تصریح بھی نہیں ہوتا کہ حدیث میں ہے کہ شہوت مطلقاً اور انہماک مباح میں دونوں داخل ہیں اس لیئے یہ سنبہ ہیں ہوتا کہ صحیت میں ہے کہ اگر کسی اجنبیہ کی طرف دل مائل ہو تو اپنی بی بی سے فراغت کرلے اس سے وہ خیال دفع ہو جاتا ہے کیونکہ یہاں شہوت مذمومہ کو شہوت مباحہ سے دفع کیا گیا ہے اور شہوت مذمومہ سے تو بچنا ہی رہا اور مباح میں جو انہماک نہیں ہوا بلکہ محض دفع ضرورت منظور نظر رہی چنانچہ خود اُس حدیث میں ہے ان الذی معہا مثل الذی معہا مقصودیت دفع ضرورت کو بتلا دیا ہے فافہم واللہ اعلم گو تاخیر کا ایک طریق یہ بھی ہے۔

معنی اصطلاحات جمع و فرق و جمع الجمع

آں یکے ماہے ہمی بیند عیاں	واں یکے تاریک می بیند جہاں
واں یکے سر ماہ می بیند بہم	ایں سہ کس نشستہ یک موضع بہم
چشم ہر سہ بلغ و گوش ہر سہ تیز	در تو آویزاں واز من در گریز

سحر غیب ست ایں عجب لطف خفی ست		بر تو نقش گرگ و بر من یوسفی ست	
عالم ار ہمچو ہزار ست و فزون		ہر نظر را نیست ایں ہمچو زبون	

یعنی ایک وہ شخص ہے جو چاند کو صاف دیکھ رہا ہے (مراد ماہ سے تشبیہ ماسوی حق تعالیٰ ہیں اور بینید سے مراد مشاہدہ ہے جسکی تفسیر کئی بار گذر چکی ہے اور اُس کو عیاں کہنا مجازاً ہے باعتبار اطمینان تام کے یعنی مشاہدہ وغلبۂ توجہ بحق سے مشرف ہے اور خلق کی طرف اصلا التفات نہیں) اور ایک دوسرا شخص وہ ہے جو عالم کو تاریک دیکھ رہا ہے (یعنی صرف مخلوق پر اُسکی نظر التفات ہے اُسکو مراۃ مشاہدہ انوار حق نہیں بنایا اور مصنوع سے صانع کی طرف توجہ منصرف نہیں کی گویا عالم اس کی نظر میں تاریک ہے) اور ایک تیسرا شخص وہ ہے جو تین چاند دفعتہً دیکھ رہا ہے (مراد اس سے وہ شخص ہے جو ایک حالت میں حق اور خلق پر نظر رکھتا ہے پس ایک ماہ تو حق تعالیٰ ایک ماہ خلق باعتبار مراۃ حق ہونے کے ورنہ بدون مرآتیۃ کے ابھی تاریک کہہ چکے ہیں تیسرا ماہ یہ مجموعہ دو ماہ کا اور ہر چند کہ اس مجموعہ کا کہ موجود اعتباری ہے شمار کرنا ضرور نہ تھا لیکن چونکہ نظر بحق و نظر بخلق کا جمع علی سبیل التعاقب اس مرتبہ میں مقصود بالحکم نہیں بلکہ علی سبیل الاجتماع ملحوظ ہے اس مجموعہ کے اعتبار کرنے سے اس اجتماع کی طرف اشارہ ہو گیا کیونکہ مجموعہ میں ہیئت وحدانیہ کا اعتبار ضروری ہے اور وحدت و اجتماع دونوں کا التزاوف ہیں پس ہم تاکید کے لیئے ہے۔ اور ان مراتب ثلثہ سے اول کو اصطلاح میں جمع کہتے ہیں ثانی کو فرق ثالث کو جمع الجمع۔ غرض یہ تینوں قسم اشخاص ہیں) اور تینوں (ظاہر میں) ایک جگہ مگر اپنے اپنے خیال میں مست بیٹھے ہیں (عدم تعین مطلق خیال مجازاً) اور تینوں کی آنکھیں کھلی ہوئی اور تینوں کے کان تیز (یعنی ظاہری) وسی حالت یکساں مگر پھر اسقدر تفاوت کہ) ایک حالت ایک شخص سے قریب اور متعلق اور دوسرے سے بعید و نفور (مثلاً مشاہدہ حق کہ صاحب جمع سے قریب اور صاحب فرق سے بعید۔ اور یہاں من و تو سے مراد صرف یکے و دیگرے ہے بلا لحاظ معنی تکلم و خطاب) یہ تفاوت عظیم (باوجود تقارب امکنہ و احوال کے) ایک غیبی سحر (یعنی تصرف عجیب) اور عجب لطیف اور لطیف (یعنی متعسر الادراک) امر ہے کہ ایک حالت ایک شخص کے لیئے نقش گرگ ہے اور دوسرے کے لیئے نقش یوسفی ہے (مثلاً مشاہدہ خلق کہ صاحب فرق کے لیئے مضر اور مہلک اور صاحب جمع الجمع کے لیئے عین ایمان و عرفان) اور گو عالم اٹھارہ ہزار بلکہ اس سے بھی زیادہ ہیں (جیسے عالم انسان عالم اسد عالم فرس پس عوالم سے مراد انواع ہیں اور مراد محض کثرت ہے) مگر اس تفاوت نظر کی وجہ سے) یہ عوالم ہر نظر کے تابع نہیں ہیں (یعنی سب کو ادراک نہیں ہوتا باعتبار آلہ معرفت ہونے کے)

ترجیح استفادہ از شیخ زندہ بر اہل قبور

ماہ بے گفتن چو باشد رہنما		چوں بگوید شد ضیا اندر ضیا	

ف اس مقام سے مستنبط ہوتا ہے کہ باطنی نفع زندہ شیخ سے زیادہ ہوتا ہے بالخصوص اُس طالب کے لیئے جس کا سلوک کامل ہوا ہو کیونکہ وہ ارشاد پر قادر ہے ہر امر کو مفصل تبلا سکتا ہے اور اُس کے بیان سے اپنے حالات و واردات کا ابہام دفع ہو جاتا ہے بخلاف میت کے کہ صرف تقویت نسبت کا فائدہ تو اُس سے ہوتا ہے مگر تعلیم و تلقین جو مدار اخذ ہے مفقود ہے اور اگر خرق عادت کے طور پر کبھی تکلم کا اتفاق بھی ہو جاوے تب بھی یہ تفصیل اور بسط کہاں نصیب ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ تقریر بہ نسبت تحریر کے زیادہ انفع ہے کیونکہ تحریر میں بہت سی تفاصیل ضبط نہیں ہو سکتیں پس شیخ کے حضور میں استفادہ افضل ہے غیبت میں خط و کتابت کرنے سے۔ اور کوئی یہ شبہہ نہ کرے کہ یہاں علم قال کو ترجیح دیجا رہی ہے اور پہلے مرجح فرما آئے ہیں جواب یہ ہے کہ مرجوح قال ہے غیر اہل حال کا اور راجح قال ہے صاحب حال کا طالب کے لیئے کیونکہ اس کے قال میں دونوں امر یعنی قال و حال مجتمع ہیں اور ظاہر ہے الاثنان خیر من الواحد۔

مشروطیت نسبت باطنی کہ زینہ عروج سب بفیض شیخ

سالہا گر طن دود با پائے خویش	نگذرد از اشکاف بینی ہائے خویش

ف اس میں تعلیم ہے کہ بدون فیض مرشد کامل کے مناسبت باطن سے نہیں ہوتی اور بدون اس مناسبت کے ترقی نہیں ہوتی تو صرف اپنی استعداد علمی و کتب بینی و ذہانت پر رہنا وصول میں ناکافی ہے مرشد ڈھونڈو

فریب خوردن شیطان و علم غیب نبودن اورا

چون مبدل میکند او سیئات	عین طاعت میشود زعم و ثبات
زین شود مرجوم شیطان رجیم	در حسد او بطرفہ گردد دو نیم
او بگو شد تا گناہے آورد	زان نہ مارا بجاہے آورد
چون بہ بینید کاں گنہ شد طاعتے	گردد او را نا مبارک ساعتے

ف اس سے محققین نے فرمایا ہے کہ شیطان بھی باوجود اتنے بڑے چالاک ہونے کے دھوکہ کھا جاتا ہے اور یہ معلوم ہوا کہ شیطان کو علم غیب نہیں ہے اسی طرح عصمت ملہمین و جن وغیرہم کو جیسا عوام کا غلط گمان ہے۔

عدم جواز معیت مقدرہ بانکشاف تقدیر

لیکہ بیغم شود شفیع تو منم		خواجہ روحم نہ مملوک تنم	

ف شفیع تو منم سے دو مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ اہل بدعت خوارج وغیرہ کافر نہیں ہیں کیونکہ کفار کی شفاعت نہ ہوگی دوسرے یہ کہ اگر اپنے یا دوسرے کے کشف سے معلوم ہو جاوے کہ فلاں معصیت میری تقدیر میں لکھی ہے تب بھی وہ مباح وجائز نہیں ہوتی ورنہ اس خدمتگار کو گناہ ہی نہ ہوتا پھر شفاعت کے کیا معنے ف وعدہ شفاعت پر یہ شبہہ کرنا کہ حضرت امام حسنؓ نے کیوں سے قصاص کیوں لیا محض لغو شبہہ ہے وعدہ شفاعت فی الآخرۃ کسی دلیل شرعی سے مستفاد قصاص نہیں ہیں۔

تکلم وسکوت عارف بحکم وقت

سخت خاک آلودہ می آید سخن		آب تیرہ شد مہر چہ بندد کن	

ف اس مقام میں اشارہ ہے اس طرف کہ عارف کو بحکم وقت کلام کرنا چاہیئے جب طبیعت اپنی اور سامعین کی حاضر ہو اور علوم ومعارف کی آمد ہو اور اس میں اعتدال ہو کہ نہ بیان میں تکلف ہو اور نہ اتنا غلبہ ہو کہ حد ضبط سے خارج ہونے کا اندیشہ ہو اس وقت افادہ فرماوے چنانچہ آمد کی قلت اور بلا انضباط کثرت دونوں کا مقتضی سکوت ہونا اور یہ مولانا کے کلام سے ثابت کیا گیا ہے اور اگر یہ شبہہ ہو کہ بعض محققین کا ارشاد ہے کہ تکلم وسکوت میں نفس کی مخالفت کرنا چاہیئے جب کلام کی طرف رغبت ہو اسوقت سکوت کرے اور جب سکوت کی طرف رغبت ہو اسوقت کلام کرے۔ جواب اس کا یہ ہے کہ یہ اس شخص کے لیئے ہے جو ہنوز مجاہدہ میں مشغول ہے پس یہ بھی ایک مجاہدہ ہے اور یہاں جو مذکور ہے وہ اہل مشاہدہ وکاملین کے لیئے ہے فلا تعارض اور راز اس میں یہ ہے کہ محتاج مجاہدہ چونکہ ناقص ہے اسکے سکوت وتکلم دونوں میں نفسانی غرض ہوتی ہے لہذا معالجہ واجب ہوا اور کامل اغراض سے مطہر ہو چکا ہے اس کا کلام محض تربیت طالبین کے لیئے منجانب اللہ ہے پس تقاضائے کلام نفس امر الہامی الٰہی ہوگا لہذا اس کے اتباع کے لیئے کلام ضروری ہوگا اور اس کے خلاف میں الہاما امر سکوت ہوگا لہذا اسکے امتثال کے لیئے سکوت ضروری ہوگا جیوں قلم در پنجۂ تقلیب رب۔ واللہ اعلم

تمت رسالہ مسائل المثنوی ✣

از امداد الفتاوی معروف بفتاوی اشرفیہ

تحقیق فضیلت حب عقلی بر عشق

سوال ایک بات قابل دریافت ہے وہ یہ ہے کہ صراط مستقیم میں مولانا اسمٰعیل صاحب شہید رح نے حب ایمانی یا عقلی کو حب نفسانی یا عشق پر بہت کچھ ترجیح دی ہے اور طریق عشق کو ایک حد تک مذموم ثابت کیا ہے حالانکہ بڑے بڑے صوفیہ کرام مولانا رومی رح جامی رح وغیرہ نے عشق کی مدح سرائی کی ہے اس بات میں حضرت کی جو تحقیق ہائے ہو اس سے مفصل مطلع فرمایئے۔

جواب۔ اول یہ مقدمات سمجھنا چاہیئے۔ اول فضیلت دو طرح کی ہوتی ہے ایک باعتبار ذات شے کے۔ دوسری باعتبار کسی حالت خاصہ کے اول کو فضیلت ذاتیہ دوسری کو اضافیہ کہنا مناسب ہے۔ دوم کمالات ولایت کے مستفاد ہوتے ہیں کمالات نبوت سے اس لیئے جو کمال ولایت کا جسقدر کمال نبوت کے ساتھ مشابہ ہوگا وہ دوسرے کمال سے جو مشابہت میں کم ہے افضل ہوگا۔ سوم عشق ایک خاص درجہ ہے محبت کا جس میں ہیجان وغلیان ہوتا ہے۔ ان مقدمات کے بعد جاننا چاہیئے کہ حضرت انبیاء علیہم السلام میں جو صفت محبت الٰہی کی ہوتی ہے اسمیں ہیجان نفسانی نہیں ہوتا اس لئے بالیقین یہی نوع محبت کی فی نفسہ افضل ہوگی مگر کسی خاص استعداد و صلاحیت کے اعتبار سے تربیت باطن میں دوسری نوع کا انفع و اوفق ہونا ممکن ہے جیسے کہ گوشت فی نفسہ افضل الاغذیہ ہے لیکن کسی خاص طبیعت کے اعتبار سے آش جو کو اصلح کہا جاتا ہے پس مولانا شہید رحمۃ اللہ فضیلت ذاتیہ کے مرتبہ میں حب ایمانی کو ترجیح دے رہے ہیں اور بعض آثار مغلوبیت کے اعتبار سے حب نفسانی کو افضل بتلا رہے ہیں اور دوسرے حضرات صوفیہ رحمہم اللہ فضیلت اضافیہ کے مرتبہ میں عشق کی مدح کر رہے ہیں کیونکہ ایسے مضامین اکثر اہل حال کے کلام میں وارد ہیں جنکو تحقیقات عامہ مقصود نہیں یا مراد اُن حضرات کی اصطلاحاً عشق سے مطلق کمال محبت ہو جو شامل ہے محبت ایمانی کو بھی اور مقصود مذمت کرنا ہو اُس شخص کی جسمیں یہ کمال نہیں ہے جیسے حدیث میں ہے لایومن احدکم حتی اکون احب الیہ الحدیث پس دونوں توجیہہ پر مولانا اور صوفیہ کے کلام میں تعارض نہیں ہے واللہ اعلم۔

۱۷ شوال ۱۳۳۱ ہجری

معنی ربط قلب

سوال۔ ربط القلب بالشیخ کے کیا معنی ہیں؟

الجواب۔ حقیقت اسکی شیخ سے ارادہ و محبت ہے اور صورت اسکی شیخ کا تصور ہے جو اجمالاً سبب محبت کا ہوتا ہے اور فائدہ اسکی حقیقت کا افاضہ برکات و انوار ہے اور فائدہ اس کی صورت کا دفع خطرات ہے

مگر حقیقت وصورت دونوں میں شرط یہ ہے کہ حدود شرعیہ سے علما وعلا تجاوز نہ ہو ورنہ معصیت وبدعت سے نسبت باطنی ظلمانی ہو جاوے گی فقط واللہ اعلم۔ ۲ ذیقعدہ ۱۳۲۰ھ ہجری

حقیقت جذبہ

سوال - جذبہ کی کیا حقیقت ہے؟

الجواب بلاواسطہ اکتساب ومجاہدہ جو احوال باطنیہ حاصل ہو جاتے ہیں اُسکو جذب کہتے ہیں اور اجتباء ومحبوبیت اور مرادیت بھی کہتے ہیں فقط واللہ اعلم۔

معنی ذکر جلی وخفی

سوال ذکر جلی اور خفی کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

الجواب بعض کی اصطلاح میں قلبی کو خفی اور لسانی کو جلی کہتے ہیں اور بعض کی اصطلاح میں لسانی کے جہر کو جلی اور غیر جہر کو خفی کہتے ہیں اور طریقے دونوں کے کتب سلوک میں مذکور ہیں مگر بدون تعیین شیخ کے خود کسی طریق کا اختیار کرنا نافع نہیں ہے حصول نسبت میں۔

حد ذکر جلی

سوال - ذکر جلی کی حد کیا ہے؟

الجواب ادنی کی حد تو معین ہے اصطلاح اول پر تو تحریک لسان اور اصطلاح ثانی پر اسماع نفس خود کما صرح به الفقہاء لیکن اکثر کی کوئی حد نہیں اپنے نشاط پر موقوف ہے مگر اس کے جواز کی یہ شرط ہے کہ کسی مصلی یا نائم کو تشویش وایذاء نہ ہو کما صرح الفقہاء بہ فقط واللہ اعلم۔ ۲ ذیقعدہ ۱۳۲۰ھ ہجری

حل اشعار مثنوی متعلقہ قصہ شب تعریس

سوال - مولانا رومی رح پیر چنگی کے قصہ کے درمیان فرماتے ہیں ؎

مصطفٰے بخویش شد زان خوب صوت		شد نمازش در شب تعریس فوت
در شب تعریس بیش آن عروس		یافت جان پاک ایشان دست بوس

اس کی تصریح بعض شراح نے اس طرح کی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بلال رض کی روحی آواز اذان سے (کیونکہ بظاہر تو اُسوقت اذان تھی ہی نہیں) بے ہوش اور مستغرق مشاہدہ تجلیات الٰہی میں ہو گئے کیونکہ اُن کی آواز آواز ذات حق اور نغمۂ الٰہی تھی جیسا کہ گذشتہ اشعار سے مفہوم ومتصور ہوتا ہے اور بظاہر شعر کے معنی یہی ہیں اور جہاں تک حدیث سے معلوم ہوتا ہے وہ یہی ہے کہ یہ وجہ آپ کی غفلت کی نہ تھی بلکہ فی الواقع نوم تھی کیونکہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا قبل از خواب شریف کے بلال رضی اللہ عنہ کو واسطے بیدار کرنے کے تہیہ کرنا اور بعد نماز فوت ہونے کے فرمانا کہ بلال کو شیطان نے خواب میں ڈالدیا اور یہ وادی وادی شیطان ہے جلدی بڑھو آگے چلکر نماز قضا پڑھینگے اس گذشتہ وجہ اور ظاہر مطلب شعر کے بالکل منافی ہے کیونکہ اگر

واقعی آپ کی حالت استغراق تھی تو پھر آپ کے اس ارشاد عالی کے (کہ) مجھکو بیدار کرنا جو صاف حالت نوم پر دال ہے) کیا معنی اور بلال کے اس جواب کا (کہ یا حضرت مجھپر بھی وہی خواب غالب آگئی تھی جو آپ پر تھی) کیا مطلب غرض جملہ الفاظ حدیث کے ارتباط و تعلق سے بھی معلوم ہوا کہ واقعی آپ پر نوم غالب تھی۔ نیز آپ پر لوائح تجلیات الٰہی کا نزول و مشاہدات حق کا ہبوط رہتا تھا کبھی ایسا نہ ہوا کہ آپ کی نماز قضا ہو گئی ہو اسی وقت کی کیا خصوصیت تھی۔ علاوہ ازیں حالت نماز سے زیادہ تو کوئی وقت قرب کا نہیں کہ جسکے بارہ میں الصلوٰۃ معراج المومنین ارشاد ہے چاہیئے کہ اس میں زیادہ حالت استغراق ہو یہانتک کہ محو ذات حق ہو کر رکوع و سجود کی بھی اصلا خبر نہ رہے یعنی اگر قیام کی حالت میں استغراقی حالت کو عروج ہوا تو قیام میں رہے رکوع کی نوبت ہی نہ آئے اگر حالت رکوع میں یہ کیفیت طاری ہوئی تو قعود تک نہ پہونچ سکے علی ہذا مگر کبھی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ موقع نہیں گذرا۔ قطع نظر ان سب کے جو کچھ بھی معنی لئے جائیں خواہ حالت استغراقی مراد لیں یا کیفیت نومی تو پھر حضرت کے اس ارشاد (تنام عینی ولا ینام قلبی) کے کیا معنی اگرچہ بعض شروح میں بعض اعتراضات کے جواب مرقوم ہیں مگر لایق تشفی نہیں بلکہ مزید بران انواع انواع کے شبہات قلب میں جاگزیں ہوتے ہیں حضور پر نور خوب حدیث شریف کے ظاہری و باطنی مطلب اور مولانا کے اشعار کے مدعا سے مطلع فرمائیں۔

الجواب۔ اول چند امور بطور مقدمات عرض کرتا ہوں کہ مطلب میں سہولت ہو **امر اوّل** جو امر بعض میں مسکوت عنہ ہو اس کا دعوی کرنا کسی قرینہ سے نص کی مخالفت نہیں البتہ امر مثبت فی النص کی نفی یا منفی فی النص کا اثبات یہ مخالفت نص کے ہے۔ **امر دوم** جو واقعہ وجوہ مختلفہ کو محتمل ہو اور اسکی وجہ منقول نہ ہو کسی دلیل ظنی سے اسکی تعیین کرنا کچھ مضائقہ نہیں جیسا کہ فلاسفہ مورخین نے ظن سے ہر واقعہ کے اسباب و علل نکالے ہیں۔ **امر سوم** اتحاد اثر سے اتحاد سبب ضروری نہیں اسی طرح اتحاد سبب سے اتحاد مسبب ضروری نہیں۔ **امر چہارم** کاملین کو استغراق دائمی نہیں ہوتا۔ **امر پنجم** کسی شئے کا ممود ہونا اس کے مقصود ہونے کو مقتضی نہیں **امر ششم** اشعار میں بہت سی لفظی شاعری رعایات بھی ہوتی ہیں **امر ہفتم** کسی حاسہ کے تعطل سے اسکے مدرکات کا ادراک نہیں ہوتا۔ بعد تمہید ان مقدمات کے سننا چاہیئے کہ مولانا نے اول اذان بلال رض کا ندائے حق سے ناشی ہونا بیان کیا ہے اس شعر میں ؎ زان دمی کادم اخ اس کے بعد دو شعروں میں اس ندای حق کا اثر بیان فرماتے ہیں کہ آپ اسکے اثر سے بیخود مستغرق ہو گئے اور استغراق میں نماز قضا ہو گئی تو شب تعریس میں اس محبوب مطلق یعنی ذات حق کے روبرو آپکی روح بحیثیت استغراق حاضر تھی اھ یہاں مولانا نے استغراق کو سبب فوت صلوٰۃ کا ٹھہرایا اور حدیث میں اس کی وجہ نوم آئی ہے مگر چونکہ ممکن ہے کہ نوم کے بعد یہ استغراق ہو گیا ہو لہذا کچھ تعارض نہیں اب یہ کہ طول نوم کی کیا وجہ تھی سو نوم بلال وغیرہ کا سبب مجئی شیطان ہونے سے یہ لازم نہیں کہ نوم نبوی کی وجہ بھی

یہی ہو بلکہ ممکن ہے کہ وہ استغراق ہو کیونکہ اتحاد اثر سے اتحاد سبب ضروری نہیں (بحکم مقدمہ سوم) اور ہر چند کہ حدیث میں استغراق کا سبب ہونا مذکور نہیں مگر اسکی نفی بھی نہیں تو اگر اُسکے سبب ہونے کا دعوی کیا جاوے تو حدیث کی مخالفت نہیں (بحکم مقدمہ اول) اور چونکہ آپ کی شان پاک کے مناسب یہی وجہ ہے اسلئے دوسرے وجوہ محتملہ میں سے اسکو ترجیح دینا مضائقہ نہیں (بحکم مقدمہ دوم) اور مولانا نے محض استغراق کا اثر ہونا بیان کیا ہے جو کسی درجہ میں محمود ہے اُس کا فضل بیان کرنا مقصود نہیں تاکہ یہ شبہہ ہو کہ اگر استغراق میں یہ فضیلت ہے تو نماز کیوں فوت ہوئی کیونکہ محمودیت مستلزم مقصودیت نہیں (بحکم مقدمہ پنجم) اور چونکہ استغراق دائمی نہیں ہوتا اس لئے دوسرے حالات کے اعتبار سے شبہہ نہیں ہو سکتا (بحکم مقدمہ چہارم) اور لفظ عروس صرف رعایت لفظی ہے نہ بیان اشتقاق تاکہ نعت کی مخالفت کا شبہہ ہو (بحکم مقدمہ ششم) اور وقت مبصرات سے ہے اور نوم عین سے کہ مثل نحاس کے ہے حاسہ بصر معطل اور قوت التفات مختل ہو جاتی ہے لہذا ادراک نہ ہوا (بحکم مقدمہ ہفتم) فقط واللہ اعلم۔

تفسیر شریعت و طریقت و معرفت و حقیقت

سوال۔ ایک مختصر مضمون میں شریعت اور طریقت اور معرفت اور حقیقت کی حقیقت اور اُن کا باہمی تعلق لکھکر مرحمت فرمایئے؟

جواب۔ شریعت نام ہے مجموعہ احکام تکلیفیہ کا اس میں اعمال ظاہری و باطنی سب آگئے اور متقدمین کی اصطلاح میں لفظ فقہ کو اس کا مرادف سمجھتے تھے جیسے امام ابوحنیفہ رح سے فقہ کی یہ تعریف منقول ہے۔ معرفۃ النفس مالہا وما علیہا۔ پھر متاخرین کی اصطلاح میں شریعت کے جزو متعلق باعمال ظاہرہ کا نام فقہ ہو گیا اور دوسرے جزو متعلق باعمال باطنہ کا نام تصوف ہو گیا ان اعمال باطنی کے طریقوں کو طریقت کہتے ہیں پھر ان اعمال باطنہ کی درستی سے قلب میں جو جلاء و صفاء پیدا ہوتا ہے اُس سے قلب پر بعض حقائق کونیہ متعلقہ اعیان و اعراض بالخصوص اعمال حسنہ و سیئہ و حقائق الٰہیہ صفاتیہ و فعلیہ بالخصوص معاملات فیما بین اللہ و بین العبد منکشف ہوتے ہیں ان مکشوفات کو حقیقت کہتے ہیں اور اس انکشاف کو معرفت کہتے ہیں اور اس صاحب انکشاف کو محقق و عارف کہتے ہیں پس یہ سب امور متعلق شریعت کے ہی ہیں۔ اور عوام میں جو یہ شایع ہو گیا ہے کہ شریعت صرف جزو متعلق باحکام ظاہرہ کو کہنے لگے ہیں یہ اصطلاح کسی اہل علم سے منقول نہیں اور عوام کے اعتبار سے اسکا مشاہی صحیح نہیں کہ وہ اعتقاد منافی ہے ظاہر اور باطن میں واللہ اعلم۔ ۷ جمادی الاولی ۱۳۴۲ھ

شرح الفاظ ثلثہ علم الیقین و عین الیقین و حق الیقین

یقین کہتے ہیں اعتقاد جازم مطابق للواقع کو اگر ادراک کا صرف یہی مرتبہ ہے تو علم الیقین ہے اور اگر اُسکے ساتھ غلبہ حال بھی ہو لیکن اُس غلبہ میں مدرک کو غیر مدرک سے غیبت نہ ہو تو عین الیقین ہے اور اگر ایسا غلبہ ہے کہ غیر مدرک سے غیبت بھی ہے تو حق الیقین ہے اسی کو کتب فن میں مختلف عنوانات سے لکھا ہے واللہ اعلم ۲۹ جمادی الاولی ۱۳۴۲ھ

حل بعض اشعار حضرت مولانا جامی قدس سرہ

قال العارف الجامی فی وصف یوسف علی نبینا وعلیہ السلام ؎

مقدس نورے از قید جہ وچوں	سراز جلباب چوں آورد بیروں
چو آن بیچوں دریں چوں کردہ آرام	پئے روپوش کردہ یوسفش نام

حل مفردات - چہ ترجمہ ماہو کہ موضوع است برائے سوال از جنس یا نوع مرکب وگاہے مستعمل باشد در سوال از مطلق حقیقت خواہ مرکب باشد خواہ بسیط مجرد یا غیر مجرد باشد۔ چوں ترجمہ۔ کیف کہ مقولہ ہست از مقولات تسعہ عرض کہ قسمے ہست از ممکن وگاہے مستعمل باشد در مطلق صفت حادث باشد یا قدیم ممکن باشد یا واجب ولو بوجوب الذات۔ جلباب چون باضافہ مراد قیود بمشارکت وصف ستر قید اجلباب گفتند۔ آرام تجلی ونزول مقصود کہ منتہائے ارادہ باشد مجازاً اورا آرام گفتہ کہ آرام بمعنی سکون منتہائے حرکت حسیہ وارادیہ می باشد۔ روپوش حجاب۔

مقدمات - مقدمہ اولی۔ حق تعالی کو بچون اور ماہیت وکیفیت سے مطلق کہنے کے دو محمل ہیں اگر چوں کو مقولہ کیف کے ساتھ خاص کیا جاوے اور ماہیت کو جنس ونوع مرکب کے ساتھ تب تو اس سے مطلق اور مقدس ہونا ظاہر ہے کیونکہ مقولہ کیف قسم ہے ممکن کی اور قسم حق تعالی پر صادق نہیں تو قسم بھی صادق نہیں ورنہ صدق قسم کا بدون مقسم کے لازم آوے گا اور یہ محال ہے اور جنس ونوع دونوں میں ترکیب لازم آتی ہے اور وہ مستلزم ہے حدوث کو اور حدوث باری تعالی کا محال ہے پس لا محالہ باری تعالی اس کیف اور اس ماہیت سے منزہ ہے اور اگر چوں سے مراد مطلق صفت لی جاوے اور چہ سے مراد مطلق حقیقت لیجاوے تو اسوقت اس حکم میں استعمال مجاز کا ہے کہ عام بول کر خاص مراد لیا یعنی صفات وحقیقت سے مراد ممکن کی صفات وحقیقت ہیں پس اس معنی کے اعتبار سے بھی تنزیہ ظاہر ہے ورنہ خود ظاہر ہے کہ اللہ تعالے کے لئے حقیقت اور صفت دونوں ثابت ہیں۔ مقدمہ ثانیہ۔ تجلی اور نزول معنی لغوی پر محمول نہیں الفاظ اصطلاحیہ ہیں مطلق ظہور کو کہتے ہیں مثلاً حروف مکتوبہ کو دیکھکر کاتب کا وجود مستدلال سے ظاہر ہوتا ہے کہ مصنوع بدون صانع کے پایا نہیں جاتا تو ضرور صانع موجود ہے اس معنی کے اعتبار سے حق تعالی تمام موجودات میں متجلی ہیں کہ ان سے اُن کے وجود اور صفات کمال پر دلالت ہوتی ہے اتنا فرق ہے کہ یہ ظہور اور تجلی اہل ظاہر کے نزدیک عقلی ہے اور اہل باطن کے نزدیک ذوقی ہے اور اسی تجلی ذوقی کے اعتبار سے کاہے تخصیص کردی جاتی ہے قلوب عارفین کے ساتھ کہ اُنپر تجلی ہوتی ہے یعنی ظہور حق تعالی کا اشیاء میں ان کے قلوب پر بوجہ خاص یعنی ذوقاً منکشف ہوتا ہے (مقدمہ ثالثہ) محال تجلی یعنی اشیاء کو مظاہر اور محجب بھی اصطلاح میں کہتے ہیں مظاہر تو اس اعتبار سے کہ اگر یہ واسطہ نہ ہوتا تو انکشاف وجود واجب

کی عند المکلف کوئی صورت نہ تھی تو اشیاء آلہ ظہور ہوئیں اور جب اس اعتبار سے کہ اکثر اہل غفلت ان وسائط ہی کو دیکھتے ہیں اور ان سے استدلال وجود صانع پر نہیں کرتے تو ان وسائط کی طرف ایسا التفات مانع ہوگیا التفات الی الصانع سے اس اعتبار سے یہ اشیاء آلہ اختفاء ہوگئیں پس صدق مفہومین متضادین کا اعتبارین مختلفین سے موجب اشکال نہ رہا۔ (مقدمہ رابعہ) کبھی کسی نکتہ شاعری یا تحقیقی کی وجہ سے مطلق اثر کو گو وہ مقصود نہ ہو غایت یعنی اثر مقصود ٹھیرا دیتے ہیں (مقدمہ خامسہ) چونکہ انسان بہ نسبت اور مخلوق کے عجائب وغرائب کا زیادہ جامع ہے اسکی دلالت بھی صفات کمال الٰہی پر زیادہ ہوگی۔ اسلئے انسان کو مظہر اتم ومنتہائے تجلیات وغیرہ کہتے ہیں (مقدمہ سادسہ) صوفیہ رح کہتے ہیں کہ سبب ظہور ذات وصفات حق تعالیٰ کا انکی صفت جمال ہے یعنی جمال مقتضی ظہور کو ہوتا ہے۔ اور ذات وصفات سب جمیل ہیں اس لئے مقتضی ظہور کو ہوئیں اور یہ اقتضاء بمعنی اضطرار نہیں بلکہ ادار حق حکمت ہے۔ (مقدمہ سابعہ) مخلوقات میں اجمل انسان ہے۔ لقولہ تعالیٰ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم الآیۃ ولقولہ تعالیٰ وصورکم فاحسن صورکم الآیۃ۔ اور انسان میں ظاہری جمال کے اعتبار سے اجمل حضرت یوسف علیہ السلام ہیں لقولہ علیہ السلام وقد اعطی شطر الحسن الحدیث۔

تقریر شرح۔ جب یہ سب امور ذہن نشین ہوگئے اب مطلب اشعار کا ظاہر ہے۔ یوسف علیہ السلام کے حسن کا بیان ہے کہ یوں سمجھو کہ نور حق جو کہ بالمعنیین المذکورین فی المقدمۃ الاولیٰ قید ماہیت وکیفیت سے منزہ ہے وہ قید چون یعنی حجاب مخلوق سے یا بالعنوان دیگر مظہر مخلوق سے کما ذکر کلا ہما فی المقدمۃ الثالثۃ ظاہر ہوا۔ اور ان دو عنوانوں میں سے پہلے شعر میں آورد بیرون میں عنوان مظہریت کی طرف اور دوسرے شعر میں لفظ روپوش میں عنوان حجاب کی طرف اشارہ ہے اور جب اس مطلق نے اس مقید میں بالمعنی المذکور فی المقدمۃ الثانیۃ نزول فرمایا جسکو یا باعتبار مطلق نزول مقصود کے آرام سے تعبیر کیا گیا یا خاص منتہائے نزول کے اعتبار سے آرام کہا گیا کیونکہ یہاں مظہر خاص انسان ہے کما ذکر فی المقدمۃ الخامسۃ تو اس مقید کا نام روپوشی کے واسطے یوسف رکھ دیا اور اس روپوشی کا ہرچند کہ مقصود ہونے کا دعویٰ نہ کیا جاوے لیکن چونکہ اس نزول پر یہ مرتب ہوتی ہے مجازاً اسکو لفظ پے نے غایت قرار دیدیا کما ذکر فی المقدمۃ الرابعۃ۔ اور یہاں نکتہ شاید یہ ہو کہ اس روپوشی سے ابتلاء وامتحان خلق منظور تھا کہ دیکھیں کون محو تماشائے یوسف ہو کر جمیل حقیقی کو بھولتا ہے اور کون انکو دیکھکر بزبان حال یہ کہتا ہے ؎

حسن خویش از روئے خوبان آشکارا کردۂ	پس بچشم عاشقان خود را تماشا کردۂ

ع چہ باشد آں نگار خود کہ بندد ایں نگار ہا

اور ہرچند کہ یہ تجلی اور یہ احتجاب ہر مخلوق میں حاصل ہے لیکن چونکہ یوسف علیہ السلام صفت جمال میں اور مخلوق سے اکمل ہیں کما ذکر فی المقدمۃ السابعۃ تو آپ خاص اس صفت کے زیادہ تجلی گاہ ہوئے جو کہ

بمقدمہ سادسہ اصل منشا ظہور وتکوین کا ہے اسلئے اس تجلی واحتجاب خاص میں خاص اعتبار سے آپکو ترجیح ہوئی لہذا اس شعر میں تخصیص کرلی گئی واللہ اعلم۔ ۴۔ جمادی الاخری ۱۳۴۲ھ

حقیقت نفس

سوال۔ نفس کیا چیز ہے اگر لمۃ الشر کا نام ہے تو بعض وقت مسلمان طبعاً عبادت کی خواہش کرتا ہے خصوصاً جب اس میں حق سبحانہ کچھ لذت مرحمت فرمادیں اُس وقت ہوائے نفس اور لمۃ الخیر رضائے باری عزاسمہٗ میں سوائے اسکے کہ دین اسلام اور شریعت غرا کو ممیز قرار دیں اور کوئی بھی سبیل افتراق ہے یا نہیں بظاہر تو جو دل گناہ میں لذت پاتا اور اس کی خواہش کرتا ہے وہی عبادت میں لذت پاتا اور خواہشمند ہوتا ہے محض یہ سمجھ لینا کہ دل لمۃ الشر من الشیطان ہے دوسرا لمۃ الخیر من الملک ہے دل کو تسکین نہیں دیسکتا اور اگر ہو بھی تو ہر شخص کے لئے نہی النفس عن الہوی پر عمل کرنے کے لئے پورے علم دین کی ضرورت ہے تھوڑا علم کافی نہیں اس صورت میں تکمیل علم زائد از ضرورت جس کو فرض کفایہ شمار کیا گیا ہے فرض عین اور حد ضرورت میں داخل ہوجائیگا۔ نیز صوفیہ کرام کا مباحات کو محرمات کے اندیشہ سے ترک کرنا اسی بنا پر ہے کہ ہوائے نفس ہے اور نفس کی جہاں تک ہو مخالفت چاہئے۔ اس بنا پر بھوک کے وقت کھانا اور ضرورت کے وقت مجامعت بھی ہوائے نفس ہوگی۔ پھر عادت کے موافق یا بغرض حصول لذت عبادت کے وقت طاعت میں مشغول ہونا ہوائے نفس کیوں نہو البتہ وہ بحکم المطیع ہے اور یہ بحکم الشرع مگر عادت کے درجہ میں یہی عبادت بحکم المطیع میں داخل اور سبب عبادت وقوام بدن وتصحیح خیال وازالہ مادہ فاسدہ کی نیت سے اکل وجماع بھی بحکم الشرع ہے پھر امتیاز دشوار غرض گو اقناعیت کچھ ہوجاتی ہے مگر ارتیاح وسکات بلکہ اطمینان نہیں۔

الجواب۔ نفس انسان کے اندر ایک قوت ہے جس سے کسی چیز کی خواہش کرتا ہے خواہ وہ خواہش خیر ہو یا شر اگر اکثر شر کی خواہش کرے اور نادم بھی نہ ہو اس وقت امارہ کہلاتا ہے یعنی کثیر الامر بالسوء اور ہوی اسی مرتبہ کی خواہش کا نام ہے۔ اور کبھی کبھی اُس میں خیر کی بھی خواہش پیدا ہوجانا اس مفہوم کے منافی نہیں کیونکہ کثیر الامر کو دائم الامر ہونا لازم نہیں اور اگر نادم بھی ہونے لگے تو لوامہ کہلاتا ہے۔ اور اگر اکثر خواہش خیر کی کرے اس وقت مطمئنہ کہلاتا ہے بمعنی ساکن الی الخیر گو کبھی اس میں شر کی بھی خواہش بلا عمل احیاناً پیدا ہوجاوے کیونکہ محض انجذاب بمعنی میلان منافی سکون کے نہیں چنانچہ اجسام ثقیلہ باوجود میلان الی المرکز کے ساکن بھی دیکھے جاتے ہیں البتہ اُس خواہش کے مقتضا پر عمل کرنا کہ حرکت من المقر ہے یہ البتہ منافی سکون ہے تو اس صورت میں مطمئنہ غیر ہوگا غرض دونوں خواہشیں خیر کی بھی اور شر کی بھی نفس ہی کے متعلق ہیں البتہ اسباب ہر خواہش کے جدا جدا ہیں۔ بعض تو مشاہد ہیں جیسے نصیحت وصحبت نیک خواہش خیر کے لئے اور اغواء وصحبت بد خواہش شر کے لئے اور بعض اسباب غیر مشاہد ہیں جیسے القاء ملک خواہش خیر کے لئے اور القاء شیطان خواہش شر کے لئے اسی کو حدیث میں لمۃ الملک ولمۃ الشیطان

اور ایجاد بالخیر اور ایجاد بالشر سے تعبیر فرمایا ہے۔ اور بزرگوں کا مباحات کو چھوڑنا اس بنا پر نہیں کہ مباحات کی خواہش ہوائے نفسانی ہے بلکہ اس بنا پر ہے کہ وہ مفضی الی اللہوی نہ ہو جاوے۔ اس تقریر میں تامل کرنے سے اُمید ہے کہ سب شبہات زائل ہو جاوینگے کیونکہ اب میں منشار اشتباہ کا ارتفاع ہو گیا ہے اور اگر اب بھی کوئی شبہ رہے تو اُسکی تقریر بھی روضح طور پر کیجاوے۔ ۶ جمادی الاخری ۱۳۱۲ھ

تفسیر اشعار کہ بعض اہل حال بر آن وفات فرمودند

سوال = گذارش خدمت ہے کہ لفظ "خود بخود آزاد" پر اپنی طرف اشارہ کرنے سے کیا مطلب ہے اور یہ مضمون عارفین کے نزدیک کیا نہایت سخت ہے کہ بوجہ خوف وصال ہوا یا کیا مراد ہے۔ خادم کا جی چاہتا ہے کہ اس غزل کی تفسیر موافق مذاق اہل حال آنحضور تحریر فرماویں نہایت اشتیاق ہے۔ غزل

آستیں بر رو کشیدی ہمچو مکار آمدی	با خودی خود در تماشا سوے بازار آمدی
در بہاراں گل شدی در صحن گلزار آمدی	بعد ازاں بلبل شدی با نالہ و زار آمدی
شور منصور از کجا و دار منصور از کجا	خود زدی بانگ انا الحق بر سر دار آمدی
گفت قدوسی فقیرے در فنا و در بقا	خود بخود آزاد بودی خود گرفتار آمدی

اس سے زیادہ خادم کو یاد نہیں شاید اور بھی اشعار ہوں (ضمیمہ سوال) مولانا شاہ محمد حسین خان بہادر صاحب الہ آبادی علیہ الرحمۃ نے ۸ رجب ۱۳۲۲ھ مطابق ۱۹ ستمبر ۱۹۰۴ء بمقام اجمیر شریف ساڑھے نو بجے صبح کو انتقال فرمایا نواب سرور جنگ کے مکان پر جو احاطہ درگاہ شریف میں واقع ہے سماع کا جلسہ تھا مولانا صاحب قدس سرہٗ وہاں تشریف لے گئے آستانہ مبارک کے قوالوں نے حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ غزل شروع کی شعر۔ آستیں بر رو کشیدی ہمچو مکار آمدی ٭ با خودی خود در تماشا سوے بازار آمدی ٭ مولانا صاحب نے حسب عادت ہر مصرع کی تفسیر فرمانی شروع کی جب قوالوں نے مقطع کا شعر یعنی۔ گفت قدوسی فقیری در فنا و در بقا ٭ خود بخود آزاد بودی خود گرفتار آمدی ٭ گانا شروع کیا تو مولانا صاحب نے تفسیر اس شعر کی کی اور دو بار الفاظ۔ خود بخود آزاد کو فرمایا اور اپنی طرف اشارہ کر کے سجدہ میں چلے گئے اور چشم زدن میں روح اقدس قید تن سے آزاد ہو گئی آٹھ بجے شب کو حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے پائیں میں مدفون ہوئے۔

الجواب = آپ نے اس واقعہ کے متعلق تین سوال کئے ہیں۔ اوّل اشارہ سے کیا مطلب ہے۔ دوسرے وجہ وفات کی تحقیق۔ تیسرے ان اشعار کی تفسیر۔ سو وجہ وفات کا سوال ایک اور صاحب نے بھی کیا ہے اُس جواب کا خلاصہ دوسرے پرچہ پر لکھے دیتا ہوں۔ تفسیر سے پہلے ایک تمہید سمجھ لیجئے وجہ اشارہ کا سمجھنا بھی اُسی پر موقوف ہے وہ یہ کہ ممکن من حیث الامکان کسی وصف وجودی کو بذاتہ مقتضی نہیں ورنہ وہ واجب ہو جاویگا (بھف) پھر جب ان اوصاف کے ساتھ موصوف ہوگا اُسمیں کسی علت و واسطہ کی

ضرورت ہوگی جو مرجح اتصاف کا ہو اور وہ واسطہ ذات حق مع الصفات والافعال ہے اب رہا یہ امر کہ اس توسط کی کیا کیفیت ہے اور آیا وہ واسطہ فی العروض ہے یا فی الثبوت یا فی الاثبات اسکی تحقیق از بس طویل ہے اور کلید مثنوی میں بقدر ضرورت مذکور بھی ہے بہر حال اسمیں اہل ذوق کے اقوال مختلف ہیں لیکن اتنا امر مشترک التسلیم ہے کہ ممکن کو واجب تعالیٰ کی ذات وصفات وافعال کے ساتھ ایک خاص تعلق اور نسبت ہے۔ اور ممکن کے تطورات وجود اُس انتساب کی بدولت ہیں پس کمال وجمال کے ساتھ موصوف بالذات والحقیقۃ ذات حق ہے اور ممکنات اُسکے مفتقر اور مستعیر پس بعض ارتقات کثرت مراقبات یا قوت تخیل یا ذوق وجدانی یا غلبہ فنا وسکر سے یہ اوصاف وکمالات وتطورات تو ملاحظہ میں رہتے ہیں لیکن ممکن پر من حیث الخلو اور واجب پر من حیث الاتصاف نظر پڑتی ہے۔ اُسوقت اُن اوصاف کو قالاً وحالاً ذات حق کی طرف نسبت کرنے لگتا ہے جیسے کوئی شخص یدِ مستعیر کو ملاحظہ میں رکھ کر پھر اُسکے غیر مالک ہونے پر اور مستعیر کے مالک ہونے پر نظر کرے تو بالاضطرار کہہ اُٹھیگا ان یدالمستعیر ہی یدالمعیر چنانچہ اسی پر فقہا کے کلام میں یہ اطلاق وارد ہے اور اس کو توحید افعالی وصفاتی کہتے ہیں۔ اور جب اس حالت کا زیادہ غلبہ ہوتا ہے تو ممکن کا اضمحلال اسدرجہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس قابل بھی نہیں معلوم ہوتا کہ اُسکی ذات کو اُسپر محمول کیا جاوے کیونکہ یہ حمل ایجابی بھی ایک گونہ ثبوت موضوع کو چاہتا ہے۔ اور ممکن کے لئے حقیقۃً ثبوت نہیں اسلئے جس طرح افعال ممکن کو افعال حق اور صفات ممکن کو صفات حق کہدیا تھا اسی طرح ذوات ممکن کو ذات حق کہدیتا ہے اور ان سب کو اُسی ایک ذات کے ظہورات سمجھتا ہے بلا اتحاد وبلا حلول جیسا تصریحاً مولانا نے کہا ہے ؎

فضائے بے تکیف بے قیاس ہست رب الناس را باجان ناس

اس حمل کے حکم کو توحید ذاتی کہتے ہیں اور منصور علیہ الرحمۃ کے قول کا منشا یہی تھا اور ہمہ اوست کی ایک تفسیر یہ بھی ہے آن اشعار میں توحید کے ان ہی مراتب کو بیان کیا ہے اب اُنکی تفسیر میں کوئی اخفا نہیں رہا اور بعض اوقات خلو ممکن اور اتصاف پر نظر پڑنے کے ساتھ اوصاف وافعال وذوات ممکن ملاحظہ میں نہیں رہتے اسوقت ان سب موصوفات اور اوصاف کو معدوم سمجھتا ہے اور ان سب امور کی نسبت ذات حق کی طرف نہیں کرتا بلکہ ان سب پر عدم کا حکم کرتا ہے جیسا نظامی رحمۃ اللہ علیہ کے قول میں ہے ؎ ہمہ ہستند انچہ ہستی تونی ہ اور ہمہ اوست کی ایک تفسیر یہ بھی ہے جسکو میں نے کلید مثنوی کے دیباچہ میں لکھا ہے۔ اور کبھی اوصاف ممکن کے ساتھ اتصاف ممکن پر بھی نظر ہوتی ہے اور ساتھ ہی افتقار کو بھی دیکھتا ہے تو ہمہ از وست کہتا ہے اور یہ حالت صحو کی اور مدرک بالعقل ہے۔ اب رہی وجہ اشارہ کی سو چونکہ بہ نسبت دوسرے ممکنات کے انسان جمع الکمالات ہے اور اسی بنا پر اُسکو مرتبہ جامعہ اور مظہر اتم کہا گیا ہے اسلئے انتساب مذکور میں یہ اوروں سے زیادہ احق ہے سو میرا ظن غالب یہ ہے کہ مولانا نے ان حالتیں اس دلالت وضعیہ غیر لفظیہ سے بودی کے مخاطب کو مشارالیہ بتایا۔ وبعلی معنی لسجدۃ ما قالہ المنصور لما سئل ان کنت انت الحق فلم تصل فقال لصلی ظاہری لباطنی۔ مگر یہ سب ظن وتخمین ہے اور حقائق امور پر عالم الاسرار مطلع ہیں محض آپکی خاطر سے لکھدیا ہے اگر غلطی ہوگئی ہو اللہ تعالیٰ معاف فرماویں والسلام ۲۴۔ رجب ۱۳۴۲ھ

عرفان حافظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد الحمد والصلوٰۃ یہ خاکپائے طالبان خدا وسالکان راہ ہدیٰ منظر مدعا ہے کہ کتاب لطیف دیوان حافظ کو جو اکثر عوام وخواص مین ایک خاص مقبولیت حاصل ہے ظاہر ہے میرے دل مین خود بھی خیال تھا اور بعض احباب کے اشارہ سے وہ خیال اور زیادہ موکد ہوگیا کہ اسکے جو اشعار متضمن تحقیقات یا حالات باطنی ہیں اُنکی مختصر اور سہل طور پر توضیح کر دیجاوے اور جو اشعار محض شاعرانہ نکات ولطائف پر مبنی ہیں اُنکا حل غرض خاص کی تکمیل وتحصیل میں دخیل نہیں سمجھا گیا الّا نادراً لفائدۃ ما اور چونکہ حافظ قدس سرہ بوجہ صاحب حال ہونے کے ان اشعار خاصہ مین بیشتر حقائق ومعارف بیان فرماتے ہیں اسلئے اس مجموعہ پریشان کا نام **عرفان حافظ** رکھنا زیادہ موزوں معلوم ہوا۔ یہ امر بھی پیش نظر رکھنے کے قابل ہے کہ چونکہ دیوان کے اشعار اجزاء غزل ہیں لہذا اونمیں باہم ارتباط وتناسب مفہوماً ضروری نہیں فباللہ احول وثقتہ بہ اقول۔

قال الحافظ رح

الایا ایہا الساقی ادر کاسا وناولہا	کہ عشق آسان نمود اوّل ولے افتاد مشکلہا

ساقی شراب پلانیوالا مراد محبوب حقیقی۔ کاس پیالہ شراب مراد جذب عشقی یعنی ادھر متوجہ ہوکر اے محبوب حقیقی دور دیجئے پیالہ (جذب عشقی) کو اور (اوس دور میں) وہ پیالہ مجکو بھی دیدیجئے۔ (یعنی مجھکو اپنی طرف منجذب کرلیجئے) کیونکہ (راہ عشق (کا سلوک) اوّل اوّل آسان معلوم ہوا تھا (چونکہ اُس کے عقبات نہ دیکھی تھیں) لیکن (سلوک کے وقت) بڑی بڑی مشکلیں واقع ہوئیں۔ (جن سے راہ قطع ہونا دشوار ہوگیا سو آپ کے جذب سے یہ سب مشکلیں سہل ہوجاوینگی) ف اس شعر میں اس مسئلہ کی تحقیق ہے کہ سلوک محض بلا جذب کے وصول الی المقصود میں کافی نہیں ہوتا اور سلوک اور جذب۔ کے معنی کوئی شخص ہوش اور بیہوشی کے نہ سمجھ جاوے بلکہ سلوک کہتے ہیں

مقامات یعنی اخلاق باطنہ کی اصلاح کو مع پابندی اعمال ظاہرہ کے اس سے نسبت باطنی کے حاصل ہوجانے کی استعداد اور قابلیت پیدا ہوجاتی ہے۔ لیکن نسبت باطنی کا بالفعل حاصل ہوجانا یہ باختیار سالک نہیں ہے محض فضل الٰہی پر موقوف ہے پس وہ فیض غیبی و عنایت حق جس سے یہ نسبت حاصل ہوجاوے جذب کہلاتا ہے۔ اور اس نسبت کو وصول الی اللہ بھی کہتے ہیں غرض سلوک اختیاری ہے اور جذب غیر اختیاری جذب سمجھ لو اسی مضمون کو کسی نے اس طرح تعبیر کیا ہے ؎ گر رود قطع ہر گز جادۂ عشق از دو یدنہا و کمی بالد بخود ایں راہ چوں تاک از بریدنہا۔

قال رح

بہوئے نافۂ کاخر صبا زاں طرہ بکشاید	ز تاب جعد مشکینش چہ خوں افتاد در دلہا

(بہوئے امید۔ طرۂ کھلے ہوئے بال۔ جعد گندھے ہوئے بال۔ لفظی مدلول یہ ہے کہ) باامید اُس نافہ (یعنی خوشبو) کے جس کو آخر (کبھی نہ کبھی تو) ابا۔ صبا اُس طرہ سے کھولے (اور پھیلائے) گی (اس امید پر) محبوب کے جعد مشکین کے پیچ و تاب کی وجہ سے کیسے کیسے خون قلوب میں پڑ رہے ہیں (اور عشاق اُن کو اُسی خوشبو کی اُمید پر کہ وہ بھی ایک گونہ قرب و وصال ہے جھیل رہے ہیں) ف اور بلسان اشارہ جعد سے مراد واردات سالک کا بند ہونا جس کو قبض کہتے ہیں اور نافہ سے مراد اُن واردات کا نازل ہونا جسکو بسط کہتے ہیں اور اُن واردات کو مرتبہ قبض میں جعد سے اور مرتبہ بسط میں طرہ سے تعبیر کرنا نہایت لطافت و رعایت شاعرانہ بھی ہے۔ اور صبا سے مراد فیض مرشد ہے جو واسطہ ایصال واردات و برکات الٰہیہ کا پس اس میں تعلیم ہے اس مسئلہ کی کہ قبض میں سالک کو نا امید و دل شکستہ ہونا چاہئے کیونکہ اس میں ہزاروں حکمتیں اور مصلحتیں ہوتی ہیں ایک ظاہر مصلحت جو ہر قبض میں مشترک ہے یہ ہے کہ قبض سے سالک کو ایک خاص انکسار اور شکستگی اور اپنے کو محض ہیچ اور ناچیز اور ذلیل اور حقیر سمجھنا اور عجب و پندار کمال کا قطعاً نظر اور التفات سے اُٹھ جانا یہ امور بلا مجاہدہ حاصل ہوجاتے ہیں۔ سو یہ خود کتنی بڑی دولت ہے اسی لئے بعض محققین کا قول ہے کہ قبض ارفع ہے بسط سے یعنی اس وجہ خاص سے پس اس حالت میں نا امید اور پریشان نہو بلکہ اس پر صبر کرے اور راضی رہے اور اُمید رکھے کہ جب میرے لئے مصلحت ہوگی بسط ہوجاوے گا گو وہ بھی قرب کی ایک خاص صورت ہے جیسا کہ قبض بھی من وجہ قرب ہے۔ اور نسبت الی الصبا میں اشارہ ہے کہ قبض میں مرشد کی طرف رجوع کرے کیونکہ قبض کے علل و آثار و مصالح و طرق بسط یا اُس قبض کا عین بسط یعنی حکمت میں مثل بسط ہونا یہ سب مراتب مرشد سے حل ہوتے ہیں نیز اس سے لازم آگیا کہ سالک قبض میں اپنی رائے پر ہرگز عمل نہ کرے ورنہ بہت سے اسمیں صورۃً یا معنیً ہلاک ہوچکے ہیں۔ قبض کے باب میں یہ مضمون مولانا کے کلام میں زیادہ مصرح ہے ؎ چونکہ قبضے آیدت اے راہرو ۔ آں صلاحِ تست آں دل مشو + چونکہ قبض

قبض و بسط

آمد تو در وے بسط بین و تازہ باش و چیں مینگن بر جبیں۔ قال رح

بمے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغاں گوید	کہ سالک بیخبر نبود ز راہ و رسم منزلہا

اے شراب مراد وہ امر مباح جو طریقت کے خلاف معلوم ہو اور قابل احتراز ہو باوجود مباح شرعی ہونے کے طریقۃً محترز عنہ ہونے کے وصف کے سبب سے شراب سے تشبیہ دیدی مطلب یہ ہے کہ ہی میں سجادہ رنگین کرنا اگرچہ امر منکر ہے لیکن) اگر تجھکو پیر مغاں (یعنی مرشد) بتلاوے تو عمل کیجیو کیونکہ جو شخص راہ چلا ہوا (اور راہ دیکھا ہوا ہے وہ منازل کے طرق اور آثار سے بیخبر نہیں ہوتا (طریق سنہ اور رسم جو راہ پر نشان بنے ہوتے ہیں جن کو دیکھکر راستہ چلتے ہیں۔ ف اسی طرح اگر مرشد مستند رشد کو کرنی ایسا امر مبتلا دیں جو شرعاً تو جائز تھا لیکن بظاہر طریقت کے خلاف ہونے سے منکر معلوم ہوتا ہے۔ تو سالک کو چاہئے کہ اسکو مضر سلوک نہ سمجھے بلکہ اسپر عمل کرے کہ وہ واقع میں مضر نہ ہوگا بلکہ مفید ہوگا کیونکہ شیخ کو اس سے تہذیب و فنا کا زیادہ تجربہ ہے تفہیم کے لئے ایک مثال عرض کرتا ہوں مثلاً کسی سالک کو قبض ہوا اور شیخ نے اپنی بصیرت و تجربہ سے پہچان لیا کہ کثیر اشغال اور ضعف و ملال طبیعت کا اسکا سبب ہوا ہے شیخ نے امر فرمایا کہ برائے چندے شغل بالکل چھوڑ دو اور جمعیت کو راحت دو اور احباب میں بیٹھکر مزاح و مطائبہ سے فرحت حاصل کرو اور اکثر حصہ شب کا سوؤ اور خوب اچھے کھانے کھاؤ تو بظاہر یہ امور خلاف طریقت معلوم ہوتے ہیں لیکن واقع میں عین طریقت ہیں کیونکہ علت قبض کا اسمیں علاج بالضد ہے کہ ملال اور ضعف کا علاج نشاط اور تقویت ہے اس علاج سے بسط ہو جاوے گا اور ذکر و شغل اطمینان سے ہوگا تو درحقیقت شیخ نے شغل ترک نہیں کرایا بلکہ شغل کے دوام کا سامان کیا ہے۔ تنبیہ یاد رکھو کہ بے سجادہ رنگین کن میں تشبیہ المفرد بالمرکب ہے اجزاء مرکب کے جداجدا مشبہ بہ نہیں۔ اور مغان لغت میں آتش پرستوں کو کہتے ہیں چونکہ اہل فارس اصل میں آتش پرست تھے اسلئے فارسی زبان میں وہی محاورے آویں گے۔ لیکن مراد محض معنی مجازی ہونگے۔ اور سالک جو شیخ کو کہدیا ہے اسکے معنی آنکہ سلوک میکنند نہیں بلکہ آنکہ سلوک کردہ و فارغ شدہ باشند ہیں۔ واحقر نے جو تفسیر مے سجادہ رنگین کن کی کی ہے قرینہ اس کا ظاہر ہے کہ جس فن کا یہ مضمون ہے اسی فن کے اعتبار سے جو امر منکر ہو وہ متعین الارادہ ہے معنی لغوی لینا بالکل فن سے خارج ہو جانا ہے خوب سمجھ لو۔ قال رح

مراد و منزل جانان چہ امن و عیش چوں ہر دم	جرس فریاد می دارد کہ بر بندید محملہا

(منزل جانان مقام وصال باطن۔ جرس اثر ارشاد غفار اور شوق قلب مراد ہے) مجھکو کسی مقام یا حال باطنی میں امن و عیش (یعنی استقرار و سکون) کیونکر حاصل ہو جبکہ ہر وقت قلب میں جو عارفین کے (اس) ارشاد کا اثر ہے (کہ سالک کو کہیں توقف نہ کرنا چاہئیے) اور شوق قلب بھی تقاضا کرتا ہے کہ ہاں محمل لادو اور سفر کرو۔ ف اس میں تسلیم ہے کہ کسی خاص حالت باطنی پر قناعت نہ کرے بلکہ ہر دم طالب مزید

سو عمل دعی سے بھی توجہ اور ارادہ سے بھی اور دعا و التجا سے بھی مولانا نے بھی اسی مضمون کو ارشاد فرمایا ہے
ع اے برادر بے نہایت درگہی است ✤ ہر چہ بروے میرسی بروے مایست تنبیہہ عادت تھی
کہ کوچ کے وقت جرس بجاتے تھے جیسے اسٹیشن پر گھنٹی بجتے دیکھی ہوگی۔ قال رح

شب تاریک و بیم موج و گردابے چنین ہائل	کجا دانند حال ما سبکساران ساحلہا

(اسمیں بیان ہے حال حیرت کا اور شکایت ہے مع ایک گونہ عذر معترضین اور ملامتگروں کے) یعنی ہماری حالت (حیرت میں) ایسی ہے جیسے اندھیری رات ہو اور موج کا خوف ہو اور ورطہ ہولناک (میں کشتی آگئی ہو تو ہمارے (اس) حال کی اُن لوگوں کو کب خبر ہو سکتی ہے جو ہلکے پھلکے کنارہ پر کھڑے ہیں (جنھوں نے دریا میں قدم بھی نہیں رکھا) ف مقصود یہ ہے کہ اگر کوئی صاحب حال کسی عقبۂ باطنی میں گرفتار ہو کر حیرت میں پڑ جاوے تو اس کے افعال و اقوال پر ناواقف لوگ اعتراض اور ملامت کیا کرتے ہیں مگر یہ اعتراض خود دلیل اس کی ہوتی ہے کہ ان لوگوں پر کبھی ایسی حالت نہیں گذری پس اُنکے ناواقف ہونے کا اور مبتلائے حیرت کو ایسے اعتراضوں سے دلگیر نہ ہونے کا بتلانا مقصود ہے۔ رہے واقف اور عارف لوگ وہ اُسپر رحم کرتے ہیں اور اُسکی دستگیری کرتے ہیں تنبیہہ اس میں تشبیہ مرکب بالمرکب ہے قال رح

ہمہ کارم زخود کامی بہ بدنامی کشید آخر	نہان کے ماند آن رازے کزو سازند محفلہا

(خود کامی استعجال وصل) یعنی جلدی کامیاب ہو جانے کے تقاضے کی بدولت میرے کام کا انجام یہ ہوا کہ تمام میں رسوا ہو گیا (کیونکہ اس جلدی میں ہر کسی سے تدبیریں پوچھنے لگا جسمیں اظہار راز محبت کرنا پڑا سب کو میرا حال معلوم ہو گیا) اور بھلا ایسا راز کب پوشیدہ رہ سکتا ہے جس کے لئے مجمع کیا جاوے (جیسے میں نے مجمع کر کر لیا) ف اسمیں یہ بتلا دیا کہ سالک کو استعجال اور جلدی ثمرہ حاصل ہو جانے کا تقاضا مضر ہے کیونکہ ایسا شخص اپنے رہبر پر قناعت و طمانیت نہیں رکھتا بلکہ اس کی تخصیص بھی نہیں رکھتا ہر کس و ناکس سے چارہ جوئی کرتا ہے اور سب کو اُس کا مخفی حال معلوم ہو جاتا ہے اور مخفی حال کا اظہار بجز مرشد کے کسی سے مذموم ہے اس کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ ہر جائی ہونے کی وجہ سے پوری توجہ و شفقت اس شخص پر کسی کو بھی نہیں ہوتی اور شیخ کی عنایت و لطف بھی جاتا رہتا ہے اور مزید برآں یہ کہ جس چیز کو جلدی چاہتا ہے اُسکا حصول خارج از اختیار ہوتا ہے۔ اس سے پریشانی اور بڑھتی ہے غرض ظاہراً اور باطناً ہر طرح سے بُرائی ہی بُرائی ہاتھ آتی ہے پس اس میں اشارہ ہے کہ سالک ہرگز تقاضا اور جلدی نہ مچاوے اور غیر مرشد سے اپنا حال نہ کہے۔ قال رح

حضوری گر ہمی خواہی از و غائب مشو حافظ	متی ما تلق من تہوی دع الدنیا و اہلہا

یعنی اگر تم (محبوب حقیقی کے دربار میں) حضوری (اور قرب و قبولی) چاہتے ہو تو اس سے غائب (یعنی

دل سے غافل) مت ہو (بلکہ اُسکی طرف متوجہ رہو) اور جب ملاقات کرو اپنے محبوب سے (یعنی اُس کے طرق تقارب میں کہ عبارت ہے عبادت سے مشغول ہو تو دنیا کو چھوڑ دیا کرو (یعنی قصداً دنیا وما فیہا کی طرف اُسوقت التفات مت کیا کرو) ف اسمیں تعلیم ہے ذکر و عبادت پر دوام کرنے کی اور اُس ذکر و عبادت کے نفع کی شرط کی کہ اُس وقت قصداً غیر اللہ کو مستحضر نہ کرے کہ مفوّت نفع ہے اور بلا قصد اگر آوے تو اصلا مضر نہیں اور مکرر ذکر کی طرف متوجہ ہو جانے سے وہ آیا ہوا خیال از خود دفع ہو جاتا ہے قصداً دفع کرنے کی ضرورت نہیں اور دفع بھی نہیں ہوتا اور اگر توجہ نہ کرے سے بھی دفع نہ ہو تو اصلا پروا نہ کرے کیونکہ امر غیر مضر قابل اہتمام نہیں ہوتا ورنہ اُس کے درپے ہو جانے سے پھر وہ پورا وبال جان ہو جاتا ہے۔

غزل

قال رح

اے فروغ ماہ حُسن از روئے رخشان شما	آبروئے خوبی از چاہ زنخدان شما

فروغ و آبرو یعنی رونق متقارب۔ حسن و خوبی مترادف۔ روئے رخشان و چاہ زنخدان عبارت از ذات باعتبار اتصافش بکمالات۔ ماہ حسن باضافہ مشبہ بہ موی مشبہ مثل لجین الماء۔ مطلب ظاہر ہے کہ حُسن جو مشابہ چاند کے ہے اور خوبصورتی انکی رونق اے محبوب تمہارے روئے رخشان اور چاہ زنخداں کی بدولت ہے یعنی تمہارا رُخ اور زنخ حسن کا محتاج نہیں بلکہ خود حسن تمہارے رخ اور زنخ کا محتاج ہے ف احقر کے ذوق میں یہ شعر اشارہ ہے ایک مسئلہ متعلقہ ذات و صفات کی تحقیق کی طرف اُسکی تقریر سے پہلے ایک مقدمہ سمجھ لینا چاہیئے وہ یہ کہ ذات و صفات کے درمیان وجہ ارتباط کے باب میں چند اقوال ہیں عینیت محضہ کل میں۔ اور غیریت بعض میں اور غیریت بعض میں۔ اور لا عینیت۔ اور لا غیریت کل میں اور یہی مذہب اخیر منسوب ہے جمہور اہل سنت کی طرف جس کا حاصل یہ ہے کہ صفات کا قیام ذات کے ساتھ اس طور پر ہے کہ وہ زائد علی الذات ہیں لیکن لازم و ممتنع الانفکاک ہیں زیادۃ علی الذات کو لا عینیۃ سے تعبیر کیا گیا اور لزوم کو اصطلاحاً لا غیریت کہدیا گیا اور ظاہر صیغ واردہ فی النصوص سے زیادۃ ہی مفہوم ہوتی ہے۔ اور لزوم خود امر عقلی ہے لہذا مذہب منصور یہی ہے اور صوفیہ کا عین کہدینا چونکہ مبنی بر اصطلاح ہے۔ اس قول کے منافی نہیں۔ جب یہ مقدمہ سمجھ میں آگیا تو اب سمجھو کہ اس قول پر ظاہرا ایک اشکال واقع ہوتا ہے وہ یہ کہ اس قول پر دو امر لازم آتے ہیں ایک یہ کہ صفات محتاج ہوں ذات کی طرف اپنے قیام میں سو اسکا تو کوئی مضائقہ نہیں اور دوسرے یہ کہ ذات محتاج ہو صفات کی طرف اپنے متصف بالکمال ہونے میں مثلاً لولا صفۃ العلم لما کان الذات عالما موصوفا بالکمال العلمی و نفس علیہ سائر الکمالات اور احتیاج ذات کی کسی دوسری شئی کیطرف محال ہے کیونکہ احتیاج مستلزم ہے امکان و حدوث کو جو کہ واجب میں محال ہے۔ جب قول بزیادۃ الصفات مستلزم ہوئی احتیاج ذات الی غیرہا کو اور مستلزم محال کو محال ہے پس قول

بالزیادۃ محال ہے اِس اشکال کا بعض اکابر نے یہ جواب دیا ہے کہ مطلق احتیاج کا استحالہ غیر مسلم ہے البتہ احتیاج الذات الی غیر صفاتہا محال ہے سو وہ لازم نہیں آیا اور جو لازم آیا وہ محال نہیں لیکن اِس سے اقرب اور اصوب جواب وہ ہے جسکی طرف اس شعر میں اشارہ ہے حاصل اُس کا یہ ہے کہ ہم اسی کو نہیں مانتے کہ اِس سے ذات میں احتیاج لازم آتی ہے جیسا کہ تقریر مطلب میں لکھا گیا ہے کہ تمہارا رنج اور زنج (یعنی ذات احسن کا یعنی صفات کا) محتاج نہیں بلکہ خود حسن تمہارے رنج اور زنج کا محتاج ہے یعنی صفات کو تو ذات کی طرف اپنے قیام میں احتیاج ہے لیکن ذات کو صفات کی طرف احتیاج نہیں اور اُسکی دلیل میں یہ کہنا کہ لولا صفۃ العلم الخ سو اس سے احتیاج لازم نہیں آتی کیونکہ احتیاج کے لئے تقدم محتاج الیہ کا لازم ہے اور یہاں تحقق صفت علم کا تقدم اتصاف بالکمال العلمی پر غیر مسلم ہے کیونکہ تقدم و تاخر کے لئے متقدم و متاخر کا متغائر بالمفہوم ہونا لازم ہے اور یہاں تغائر نہیں ہے کیونکہ تحقق صفۃ علم خود اتصاف بالکمال العلمی ہی ہے جیسا کہ بدیہی ہے پس دونوں عین ہوئے اور عینیت کے بعد تقدم کے قائل ہونے سے تقدم الشئ علی نفسہ لازم آویگا جو کہ محال ہے پس تقدم تحقق صفۃ علم کا اتصاف بالکمال العلمی پر محال ہوا جو بنا تھی احتیاج کی پس احتیاج لازم نہ آئی وہو المطلوب بلکہ خود یہ کہنا لولا صفۃ العلم الخ اگر بنا علی الاطلاق العرفی توسعاً و تاؤلاً ہے تو اصطلاح میں مناقشہ نہیں اور اگر تحقیقاً ہے تو غلط ہے کیونکہ ایک شئے اور اُسکے عین میں لولا و لا تمنع کا حکم باطل ہے بخلاف کمالات ممکنات کے کہ وہاں گو احتیاج کی حقیقت یہ نہیں ہے لیکن خود اصل صفات اُنکی مستفاد ہیں غیر سے اور حق تعالیٰ کی صفات میں یہ احتمال ہی نہیں اور اگر اس اطلاق عرفی ہی کے مرتبہ میں صحت حکم کو احتیاج کہا جاوے تو اس اصطلاح میں کوئی ضرر و محذور لازم نہیں آتا مقصود تو نفی کرنا ہے احتیاج کی حقیقت میں اور نفی حقیقۃً اور اثبات اصطلاحاً میں کوئی تعارض نہیں۔ اور بعض اکابر کے جواب مذکور کو اگر اسی جواب کی طرف محلل و مفصل کیا جاوے تو بعد توجیہ ممکن ہے۔ نکتہ ماہ کے مقابلہ میں رخشاں جو اکثر خورشید میں مستعمل ہوتا ہے اور چاہ کے مقابلہ میں آب لانے میں لطافت شعری ظاہر ہے۔ التماس چونکہ مضمون ہی مشکل تھا اس لئے میں اس کو آسان نہ کر سکا۔

قال رح

عزم دیدار تو دارد جان بر لب آمدہ	باز گردد یا برآید چیست فرمان شما

اے محبوب یہ عاشق تیرے دیدار کا عزم رکھتا ہے اور (اس اشتیاق میں) لبوں تک جان آچکی ہے سو اب کہو تمہارا کیا حکم ہے وہ جان واپس ہو جاوے یا نکل آوے یعنی واپس ہونے میں تو اور چند روز مصیبت کے بھگتنے پڑینگے اور نکل جانے میں اِس سے نجات ہو جاوے گی سو جسمیں تمہاری رضا ہو اُسپر راضی ہوں۔

ف اور بلسان اشارہ اسکی شرح یہ ہے کہ جان بر لب آمدن کنایہ ہے فنا سے جو آخر سلوک میں پیش آتا ہے اور منتہا عروج ہے اور دیدار عبارت ہے مشاہدہ تجلیات مکشوفہ طریق سے اور باز گردد سے مراد ہے حصول

بقا بعد الفنا جو منتہا نزول ہے اور برآمد سے مراد ہے ترقی احوال فنا کی اور انشار استفہامی بمعنی اخبار ہے پس مقصود مقام یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ سالک جب مراتب سلوک میں عروج کرتا ہوا مرتبہ فنا تک پہنچتا ہے اور ہر مرتبہ میں تجلیات اسمائی وصفاتی کا انکشاف ومشاہدہ غلبہ کے ساتھ ہوتا ہے جو اصطلاح میں عروج کہلاتا ہے تو غایت سکر سے متمنی ترقی احوال فنا کا ہوتا ہے لیکن محبوب حقیقی کا معاملہ اس مرتبہ کے بعد ہر سالک کے ساتھ جدا گانہ ہوتا ہے بعض کو تو حسب تمنا انکے ان ہی احوال فنا میں ترقی ہوتی رہتی ہے اور اُن کو مستغرق کر دیتے ہیں اور ان لوگوں سے آیندہ سلسلہ افاضہ کا جاری نہیں ہوتا اور بعض کو اُس سکر وفنا سے افاقہ بخشتے ہیں اور یہ بقاء ونزول کہلاتا ہے اور ایسے لوگ مسند ارشاد پر متمکن ہو کر خلق اللہ کو فیض پہونچاتے ہیں اور وہ تجلیات اسمائی وصفاتی انسے بھی منقطع ومختفی نہیں ہوتیں بلکہ انکی معرفت اُن اہل فنا سے اقوی ہوتی ہے لیکن یہ حضرات اُن تجلیات میں مغلوب نہیں ہوتے اور چونکہ اشتیاق انکا مقتضی ہوتا ہے تجرد توجہ الی الحق کو اور شان ارشاد کے لوازم سے ہے توجہ الی الخلق بھی گو انکے لئے یہ توجہ اُس توجہ سے مانع نہیں بلکہ عین بلکہ عین ہے لیکن تاہم تجرد تو نہیں لہذا ایک گونہ کلفت برداشت کرنا پڑتی ہے جس کو تقریر ترجمہ میں سیبت بھگتنے سے تعبیر کیا گیا ہے پس حافظ رح کو یہ بات بتلانا مقصود ہے کہ اس عروج ونزول کا مدار سالک کی تمنا پر نہیں ہے بلکہ مرضی حق پر ہے کما قال ایضاً رح

در کار گلاب وگل حکم ازلی ایں بود　　کاں شاہد بازاری ایں پردہ نشیں باشد

اور جاننا چاہیئے کہ فنا کی کئی قسمیں ہیں یہاں فنا علمی مراد ہے جسمیں فانی واقع میں منفی الوجود نہیں ہوتا البتہ غیر ملتفت الیہ بحسب العلم ہو جاتا ہے۔ اور بقاء اسی کا مقابل ہے یعنی ملتفت الیہ بحسب العلم ہو جانا۔ اور مشاہدہ سے مراد رویت نہیں بلکہ غلبۂ استحضار علمی مراد ہے قال رح

کے دہد دست ایں غرض یارب کہ ہمدستاں شوند	خاطر مجموع ما زلف پریشان شما

ہمدستان موافق۔ مطلب یہ کہ خدا جانے یہ مقصود کب حاصل ہوگا کہ تمہارے زلف پریشان کا وصال اسطرح حاصل ہو کہ ہمارے دل کو اُسوقت جمعیت نصیب ہو (یعنی اطمینان خاطر سے وصال میسر ہو اور مجموع اور پریشان کے تقابل میں جو لطافت شاعری ہے ظاہر ہے ف اور بلسان اشارت زلف سے مراد عالم کثرت وجہ تشبیہ چار امر ہیں اوّل زلف میں بھی بالوں کی کثرت ہوتی ہے۔ دوم زلف ساتر ہوتی ہے روئے محبوب کی اسیطرح عالم کثرت حجاب ہے مشاہدہ وحدت سے۔ سوم زلف مظہر جمال محبوب ہوتی ہے اور عین محبوب نہیں اسی طرح عالم کثرت مظہر صفات الٰہیہ ہے اور عین ذات وصفات نہیں۔ چہارم زلف محبوب سیاہ ہوتی ہے۔ اسیطرح عالم کثرت بہ نسبت انوار الٰہیہ کے مظاہر ہے۔ وجہ دوم وسوم میں ظاہرا تعارض کا توہم نہ کیا جاوے کہ ساتر ہونا اور مظہر ہونا کیسے جمع ہو سکتا ہے۔ دفع اس توہم کا یہ ہے کہ ساتر ہونا باعتبار محجوبین کے ہے اور مظہر ہونا باعتبار عارفین کے یا عارف ہی کے حق میں ساتر بھی ہے اور

مظہر بھی ساتر تو ذات سے اور مظہر صفات کا پس بعنوان آرزو آئیں یہ مسئلہ بتلانا منظور ہے کہ سالک کو بالخصوص منتہی کو جو توجہ عالم کثرت کی طرف ہوتی ہے اُسکی توجہ اور عوام کی توجہ میں فرق ہے وہ یہ کہ عوام کی نظر میں تو وہ محدثات کثیرہ ہی خود مقصود ہوتے ہیں اور اسی وجہ سے ہمیشہ پریشان رہتے ہیں کیونکہ اکثر حصول میں کہ وہ بھی غیر اختیاری ہے باہم متزاحم ہوتے ہیں بخلاف خواص کے کہ اُن کو اُن محدثات کثیرہ سے بھی مقصود توجہ الی الحق ہوتی ہے۔ اور اس کثرت کو وہ آئینہ مشاہدہ وحدت سمجھتے ہیں اور اسی وجہ سے اُنکو ہمیشہ جمعیت رہتی ہے کیونکہ علاوہ اِس توجہ مقصود کی اختیاریت کے خود اس توجہ میں کوئی جزو عالم مزاحم نہیں ہوسکتا بلکہ مرآت ومعین ہے اور چونکہ اِس توجہ میں عالم کثرت کا واسطہ ہونا متضمن ہوتا ہے بہت سی حکمتوں اور مصلحتوں کو اس لئے اس کو توجہ مذکور کا مرآۃ بنایا جاتا ہے۔ پس حاصل کلام یہ ہوا کہ عالم کثرت کی طرف مطلقاً توجہ کرنے کو مذموم مت سمجھو بلکہ جب یہ توجہ جمعیت قلب کے ساتھ ہو جو فرع ہے ملاحظہ وحدت کی تو مضر نہیں پس تمنا کے طور پر کہتے ہیں کہ یا اللہ وہ کونسا وقت ہوگا کہ عالم کثرت کی طرف جو مجھکو پریشانی کے ساتھ اور من حیث الکثرت توجہ ہے وہ زائل ہوجاوے اور اگر توجہ رہے تو جمعیت خاطر اور ملاحظۂ وحدت کے ساتھ ہو اور محط فائدہ یہی قید ہے پس اگر مصلحت الٰہیہ اصلاً عدم توجہ الی الخلق کو مقتضی ہو تو یہ آرزو اُسکی نافی نہیں کیونکہ نفس توجہ الی الخلق محط فائدہ نہیں بلکہ قید ملاحظۂ وحدت بر تقدیر توجہ مطمح قصد ہے واللہ اعلم۔ قال رح

کس بدور نرگست طرفے نہ بست از عافیت	بہ کہ بفروشند مستوری بمستان شما

دور نوبت نرگس چشم، ہمچنیں مستان اے چشمان مست۔ طرف بستن حاصل نمودن بفروشند حوالہ کنند۔ مستوری گوشہ نشینی متقارب عافیت۔ مطلب یہ کہ اے محبوب تنہا ے چشمان مست کے دورے اور زمانہ میں کوئی شخص آجتک عافیت حاصل نہیں کرسکا (کیونکہ سب اُس سے گھائل اور زخمی رہے اسلئے) بہتر یہی ہے کہ عشاق اپنی عافیت (کی فکر جانے دیں اور اسکو) تمھارے چشمان مست کے حوالہ کردیں (کہ وہ چشمان مست جو تصرف اُنکے بارہ میں کریں اُسپر راضی رہیں اور اُس کو تسلیم کریں) ف اس میں تعلیم ہے سالک کو کہ طریق سلوک میں اپنے لئے کسی خاص حالت کو جو اس کے مذاق کے موافق ہو اور اُسمیں اپنی منفعت یا لذت سمجھتا ہو مثل شوق یا اُنس یا وجد یا اور کوئی تجلی خاص ہرگز تجویز نہ کرے اور اسماء متقابلہ کی تجلیات سے جو اسکی حالت میں تلوین ہو کہ بعض اُسمیں سے اسکی مراد اور مذاق کے خلاف بھی ہے اُس سے دلتنگ نہ ہو کیونکہ مقصود اس سب سے اسکی تربیت ہوتی ہے اور تربیت کا طریق خود مربی زیادہ جانتا ہے پس حافظ رح اس تجویز مراد کی لم بتلا کر اسکی اصلاح کرتے ہیں یعنی اصل سبب اس تجویز کا طلب عافیت اور راحت ہے جسمیں نفس کا ایک کید خفی ہے کہ طلب حق میں بھی اپنے مرغوبات ومشتہیات کو نہیں چھوڑتا اور مشقت سے بھاگتا ہے اسلئے سالک کو چاہیئے کہ مجھے کہ عافیت کہ مقتضائے نفس ہے طریق

نسخہ طلب سالک عافیت خاصہ را

حق میں مطلوب نہیں بلکہ باقتضائے حکمت آئیہ حاصل بھی نہیں ہوا کرتی اسلئے اپنے کو ان تجلیات و واردات کے تابع کر دینا چاہیئے حتیٰ کہ جس حالت پر قرار دینا حسب استعداد طالب مرضی محبوب ہوگا اسپر تمکین عطا فرماوینگے ؎ چونکہ بر سیخت بہ بند دلبستہ باش ۔ چوں کشاید چابک و برجستہ باش ۔ قال رح

بخت خواب آلود ما بیدار خواہد شد مگر	زانکہ زد بر دیدہ آبے روئے رخشان شما

(یعنی اب امید ہے کہ) شاید ہمارا بخت خفتہ (جس سے ہم فراق میں مبتلا ہیں) بیدار ہو جاوے (اور ہمکو وصال میسر ہو جاوے) کیونکہ تمہارے روئے رخشاں نے اب (ہماری) آنکھوں پر پانی کا چھینٹا دیا ہے (یعنی تمہارے روئے رخشاں کی شعاع حسن کو دیکھکر آنکھوں سے پانی بہنے لگا جیسا آفتاب کی طرف نظر کرنے سے واقع ہوتا ہے اور قاعدہ ہے کہ سوتے کی آنکھوں پر پانی چھڑکنے سے وہ جاگ اٹھتا ہے یہ کنایہ ہے رونے سے کہ اکثر محبوب کو اس سے رحم آجاتا ہے رعایت شاعرانہ سے اس عنوان خاص سے تعبیر کیا) ف بلسان اشارت تعلیم سے اس مسئلہ کی کہ جب طالب کی بیقراری اور گریہ وزاری بڑھتی ہے تو محبوب حقیقی کا فضل اس کے حال پر متوجہ ہوتا ہے ؎ تا نہ گریدابر کے خندد چمن ۔ تا نہ گرید طفل کے جوشد لبن ۔ اور وجہ اس بیقراری کی تنگی اور حیرت ہوتی ہے اور یہ علامات کامیابی سے ہے لہذا منگی کو گران نہ سمجھے ایسے کام میں لگا رہے اور جب یہ کیفیت پیش آوے امید کو قوی کرے ۔ قال رح

باصبا ہمراہ بفرست از رخت گلدستہ	بو کہ بوئے بشنویم از خاک بستان شما

یعنی اپنے رخ سے ایک گلدستہ بادصبا کے ہمراہ بھیجدیجئے تاکہ ہم آپ کے خاک بوستان کی ایک خوشبو سونگھیں ف صبا سے مراد ذکر و شغل بوجہ واسطہ فیض ہونے کے ۔ گلدستہ سے ہمراہ فیوض غیبیہ جو قلب پر وارد ہوتے ہیں ۔ بستان سے مراد ذات و صفات ۔ حاصل مضمون یہ کہ اے محبوب ذکر و شغل کے واسطہ سے فیوض غیبیہ قلب پر نازل فرمائیے تاکہ قدرے ذات و صفات کی معرفت نصیب ہو جس سے آگے اور طلب اور شوق میں زیادتی ہو ۔ اشارہ ہے واردات غیبیہ کی حکمت کی طرف کہ اس سے ذوق و شوق بڑھتا ہے تو وہ ثمرۂ اصلی ذکر و شغل کا نہیں بلکہ طریقہ تربیت کا ہے جس سے طالب کو آسانی ہوتی ہے ۔ سو اگر یہ واردات قلب پر نہ آویں تو اصلی ثمرہ سے کہ وہ رضا و قرب ہے اپنے کو محروم نہ سمجھنا چاہیئے اور ہمت سے کام میں لگا رہنا چاہیئے بلکہ بعض اوقات واردات کے منکشف نہ ہونے سے یا بعد انکشاف کے بند ہو جانے سے قلب میں ضیق ہوتا ہے اور یہی ضیق سبب توجہ رحمت کا ہو جاتا ہے ۔ جیسا اوپر کے شعر میں مذکور ہوا ۔ غرض بسط میں بھی حکمت ہے اور قبض میں بھی مصلحت ہے ۔ قال رح

دل خرابی میکند دلدار را آگہ کنید	زینہار اے دوستان جان من جان شما

یعنی میرا دل خرابی کر رہا ہے (کسی طرح درست نہیں ہوتا) دلدار کو آگاہ کر دو (کہ مجھپر عنایت کرے ضرور اے دوستو (ایسا کرو) میری جان اور تمہاری جان تو ایک ہی ہے (میرے ساتھ ہمدردی کرنا چاہیئے

ف بلسان اشارت تعلیم ہے اس امر کی کہ مجاہدہ و ریاضت حصول مقصود کی علت تامہ نہیں بعض اوقات اُس سے کشود کار نہیں ہوتا اُسوقت اہل اللہ کی دعا سے استعانت کرنا چاہیئے کہ وہ حق تعالےٰ سے عرض کریں جس سے باطن کی درستی ہو پس : لدار کو آگاہ کرنا مجازاً کنایہ ہے حق تعالیٰ کی جناب میں عرض کرنے سے اگرچہ وہ پہلے سے بھی آگاہ ہیں اور جان بن جان شما میں اثبات ہے اتحاد کا طالبان حق کے درمیان میں کہ اُنمیں طالبان دنیا کی طرح تنازع نہیں ہوتا۔ اور اس جملہ اخیرہ کی ترکیب یہ بھی ہو سکتی ہے کہ پس میری جان ہے اور تمھاری جان ہے یعنی اب میں ہوں اور تم ہو میں تمکو چھوڑوں گا نہیں۔

قال رح

عمرتاں باد دراز اے ساقیان بزم جم	گرچہ جام ما نشد پر مے بدوران شما

یعنی اے بزم جم کے ساقیو تم تا دیر سلامت رہیو اگرچہ تمہارے دور میں ہمارا جام شراب سے پُر نہیں ہوا (اور ہمکو شراب نہیں ملی) ف تتمہ ہے ماسبق کا اور اشارہ ہے اِس طرف کہ بستگی مقصود کے وقت جب اہل اللہ سے استعانت اور طلب ہمت کیجاوے اور اُسکے بعد بھی دیر ہو تو اُن سے باعتقاد نہو اور اُن کے کمال سے بدگمان نہ ہو اُن سے ویسی ہی محبت اور عقیدت رکھے اوّل تو اس وجہ سے کہ وہ محبوبان حق ہیں۔ دوسرے اسلئے کہ اُن سے دوسروں کو نفع ہو رہا ہے۔ تیسرے تحقیق یہ ہے۔ کہ اس کو بھی نفع ہوا ہے گو سر دست محسوس نہیں ہوا جیسے کسی کو ایک قیمتی جوہر ملجاوے مگر اُس کی ماہیت سے بخبر ہو تو باوجود حصول کے محرومی کا گمان کرتا ہے بعد چندے خود یا کسی کامل کی تنبیہ سے اطلاع ہوتی ہے تو شکر کرتا ہے۔ قال رح

اے صبا با ساکنان شہر یزد از ما بگو	کاے سر ناحق شناساں گوی میدان شما
گرچہ دوریم از بساط قرب ہمت دور نیست	بندۂ شاہ شمائیم و ثنا خوان شما

شعر ثانی کے مصرع اولیٰ میں ہمت بحذف مضاف مبتدا ہے یعنی ہمت ما دور نیست اور پورا شعر ثانی جواب ہے ندا کا۔ مطلب یہ کہ اے صبا شہر یزد کے رہنے والوں سے ہماری طرف سے یوں کہنا کہ اے بزرگو جنکی شان یہ ہے کہ ناحق شناس مخالف لوگوں کا سر تمھارے میدان میں گیند کی طرح خدا کرے ہمیشہ مارا مارا پھرا کرے (یعنی فشر کما یخیر کمار فذار) اور وہ بات کہنے کی یہ ہے کہ ہم اگرچہ آپ لوگوں کے بساط قرب ظاہری سے دور و مہجور ہیں لیکن ہماری ہمت یعنی توجہ تام دور نہیں ہے (بلکہ سراسر دل آپ ہی کی طرف مصروف ہے اور ہم آپ کے بادشاہ (یعنی حق تعالیٰ) کے غلام ہیں اور آپ لوگوں کے بھی ثناخوں ہیں ف اسمیں بھی مثل سابق کے خطاب ہے اہل اللہ کو اور اشارہ ہے دو مسئلوں کی طرف اوّل یہ کہ اولیاء اللہ سے اگرچہ ظاہر میں دور ہو لیکن غیبت میں بھی اُن سے محبت و عقیدت کامل رکھے اور اُنکے اقوال و افعال کا خیال رکھے تاکہ اتباع کی توفیق ہو دیکھئے حملہ حق سلسلۃ تصوف الشیخ للخواص

بشرائط لا للعوام فانہ کما قیل ؎ در حق او نور و در حق تو نار ٭ در حق او ورد و در حق تو خار ٭ دوسرے یہ کہ حق تعالیٰ کے احسان ماننے کے بعد ان حضرات کا بھی احسان ماننے اور یہی معنی ہیں اس حدیث کے من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ ماوران دونوں مسئلوں میں یہ امر قابل سمجھنے کے ہے کہ مقبولین کے ساتھ محبت اور انکا ممنون ہونا منافی کمال توحید و اخلاص کے نہیں کیونکہ توحید و اخلاص جس کا حق ہے یہ اُسی کے امر سے ہے اور اُسی کے واسطے ہے اور اُسی کی توحید کی تکمیل کے لئے ہے کیونکہ تعلیم اُسکی ان ہی حضرات کے وسائط سے ہے بخلاف قول اہل شرک کے ما نعبدہم الا لیقربونا الی اللہ زلفیٰ کیونکہ عبادت حق میں عبادت غیر کے واسطہ کی تو حاجت نہیں پس وہ اشراک ہے اور تعلیم غیر کی حاجت ہے پس وہ آلہ اور اک ہے فافہم قال رح

دور دار از خاک و خون دامن چو بر ما بگذری	کاندریں رہ گشتہ بسیارند قربان شما

یعنی اے محبوب جب تمہارا ہمپر گذر ہو تو اپنا دامن (ہمارے) خاک و خون سے بچانا (کبھی آلودہ نہ ہوجاوے) کیونکہ اس راہ میں بہت لوگ ہمپر قربان ہو چکے ہیں (اور خاک و خون میں آغشتہ ہو رہے ہیں اپنا دامن سب سے دور رکھنا چاہیئے) ف بلسان اشارت خاک و خون سے مراد وہ امور ہیں جو غلبۂ حالت سکر و فنا میں خلاف ظاہر شرع صادر ہو جاتے ہیں کہ باوجودیکہ ان میں عذر مسموع ہے لیکن فی نفسہ تو اُن میں آلودگی و نقصان ہے اس لئے خاک و خون سے تشبیہ دی گئی۔ اور دامن سے مراد نظر و التفات ہے۔ مطلب یہ کہ ایسے امور پر نظر نہ فرمایئے بلکہ انکو معاف کر دیجئے کیونکہ اوروں پر بھی ایسی حالت گذری ہے اور اُن کے ساتھ معاملہ عفو کا کیا گیا ہے مجھکو بھی امید ہے۔ خطاب کے پیرایہ میں یہ مسئلہ بتلانا منظور ہے کہ مغلوب الحال کی لغزشیں معاف ہوتی ہیں جیسا کہ مجنون شرعاً غیر مکلف ہے پس اہل ظاہر کو اُنپر اعتراض کرنے میں مبادرت نہ چاہیئے قال رح

اے شہنشاہ بلند اختر خدا را ہمتے	تا ببوسم ہمچو گردوں خاک ایوان شما

یعنی اے بادشاہ بلند اقبال خدا کے لئے ایک توجہ فرمایئے تاکہ (اُسکی برکت سے) آپ کے ایوان کی خاک کو بوسہ دوں جس طرح آسمان اُس کو بوسہ دیتا ہے ف شہنشاہ سے مراد یا محبوب حقیقی ہے اور بلند اختر مجازاً بمعنی عالی صفات لیلیا اور خدا را میں وضع منظم موضع مضمر ہے یعنی برائے خود۔ اور یا مراد مرشد ہے مجموعہ ہر دو تنبیہ کا حاصل یہ تعلیم ہے کہ مجاہدہ محصنہ وصول الی المطلوب کے لئے کافی نہیں بلکہ عنایت حق و توجہ اہل اللہ اسمیں زیادہ موثر و دخیل ہے سو مجاہدہ پر مغرور نہو ؎ بے عنایات حق و خاصان حق ٭ گر ملک باشد سیہ تش ورق ٭ قال رح

میکند حافظ دعائے بشنو و آمین بگو	روزیٔ ما باد لعل شکر افشان شما

یعنی حافظ ایک دعا کرتا ہے تم آمین کہنا وہ دعا یہ ہے کہ خدا کرے ہمکو تمھارا لب شکر افشان نصیب ہو

ف خطاب ہے مطلوب حقیقی کیطرف اور آمین کہنا کہ کلمۂ استجابت ہے کنایہ ہے استجابت سے۔ مطلب یہ کہ آپ کا وصل میرے لئے تمنا و دعا ہے آپ اس کو مستجاب فرمالیں۔ اسمیں بھی تعلیم ہے کہ اپنے مجاہدہ پر مغرور نہو بلکہ جناب باری تعالےٰ سے التجا و تضرع کرتا رہے فقط **غزل**

دل میرود ز دستم صاحبدلاں خدارا	دردا کہ رازِ پنہاں خواہد شد آشکارا

یعنی میرے ہاتھ سے دل نکلا جاتا ہے اے صاحبدلو خدا کے واسطے (سنبھالو) ہائے افسوس کہ (اب) رازِ نہانی (دل کا) ظاہر ہوجاویگا (حالانکہ اُس کا پوشیدہ کرنا مصلحت ہے) ف اسمیں اشارہ ہے کہ احوال باطنی کا ضبط و اخفا زیادہ بہتر ہے اسمیں چند مصلحتیں ہیں اوّل اس صورت میں ترقی زیادہ ہوتی ہے دوم اظہار میں احتمال ہے کہ مدح و اعتقاد عوام سے عجب و پندار پیدا ہوجاوے۔ سوم بعض امور کا اظہار موجب فتنۂ عوام بوجہ اُنکی بےعلمی کے ہوجاتا ہے اور نیز اس سے لازم آیا کہ مغلوب الحال ہونے سے غالب علی الحال ہونا زیادہ افضل و اکمل ہے وجہ لزوم ظاہر ہے کہ مغلوب الحال اخفا پر کم قادر ہے نیز اسمیں اشارہ ہے کہ اگر کوئی حالت غالب ہو جس کے سبب ضبط سے عاجز ہوجاوے تو شیوخ کاملین کی توجہ سے ضبط آسان ہوجاتا ہے جیسا کہ مشاہدہ ہوتا ہے پس اس سے اسکی تعلیم بھی لازم آئی کہ ایسے وقت اُسکی خدمت میں رجوع اور عرض کرے۔ قال رح

دہ روزہ مہر گردوں افسانہ ایست و افسوں	نیکی بجائے یاراں فرصت شمار یارا

یعنی یہ چند روزہ مہربانی آسمان کی (یعنی مساعدت زمانہ کی جس سے ہم صاحب نعمت و حشمت ہو رہے ہیں) ایک خواب و خیال (یعنی فنا ہوجانے والی چیز) ہے تو اے یار اپنے یاروں (اور رفیقوں) سے نیکی اور احسان کرنے کو غنیمت سمجھو (اور جو نفع کسی کو پہونچا سکو اُس میں دریغ نہ کرو) اسمیں تعلیم ہے خدمت خلق اللہ کی کہ سالک کے لئے از بس نافع ہے دو وجہ سے اوّل اسمیں خوگر ہوتا ہے تواضع کا جسکی صفا باطن کیلئے نہایت ضرورت ہے کیونکہ کبر اور خودی اعلیٰ درجہ کا حجاب ہے دوسرے جن لوگوں کی خدمت کریگا اُنکو راحت پہونچیگی اور وہ دل سے اُس کے لئے دعا کریں گے اگر کسی اخلاص مند کی دعا کارگر ہوگئی اُسکا کام بن گیا شیخ نے اسیکو فرمایا ہے ؎ طریقت بجز خدمت خلق نیست ۔ بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست۔ مگر یہ یاد رہے کہ ضرورت خدمت سے زیادہ اختلاط نہ کرے کہ وہ منافی عزلت کے اور مضرات باطن سے ہے اور سالک کیلئے عزلت ضروری ہے۔ اور بتوجیہ بعید ممکن ہے کہ شیوخ کو خطاب ہو کہ تمکو کمال کا نازنہ چاہیئے طالبین کے ساتھ ملاطفت سے توجہ رکھو۔ قال رح

کشتی شکستگانیم اے باد شرط برخیز	باشد کہ باز بینیم آن یار آشنا را

یعنی ہماری کشتی (مثل) شکستہ (کے) ہوگئی (کہ جس طرح اُس کے سوار چاروں طرف متحیر ہوتے ہیں اسی طرح ہم ہیں گو واقع میں کشتی شکستہ نہوئی ہو کیونکہ آگے کہتے ہیں کہ) اے باد موافق اٹھ (اور چل سو یہ

قرینہ اس مجاز مذکور کا ہے ورنہ ظاہر ہے کہ باد موافق کشتی شکستہ کو کیونکر چلا سکتی ہے) شاید کہ ہم کشتی کے پار لگنے سے منزل مقصود تک پہونچ جاویں اور اس یار آشنا یعنی محبوب کو پھر دیکھ لیں۔ اور بعض نسخوں میں ہے کشتی نشستگانیم اسکی دو توجیہیں ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ کشتی مانشستہ است یعنی مثل اس کشتی کے ہے جو دھس گئی کہ چلتی نہیں اسی طرح ہوائے موافق نہ ہونے سے وہ نہیں چلتی۔ گو واقع میں دھسی ہوئی نہیں اس مجاز کا قرینہ بھی وہی ہے کہ دھسی ہوئی کشتی کو ہوا کیسے چلا دے گی۔ دوسری توجیہ یہ کہ در کشتی نشستہ ایم یعنی سفر کے لئے تیار ہیں اب اسباب موصلہ کی ضرورت ہے۔ ف ہر تقدیر پہ باد شرطے اشارہ ہے توجہ و تعلیم مرشد کامل کیطرف کہ عقبات سلوک سے اس کی بدولت گذرتا ہے۔ اور باز بینیم میں اشارہ ہے اس طرف کہ اصلی حالت روح کی مشاہدہ حق تھا مگر تعلقات کی ظلمت حجاب شہود ہو گیا تھا ریاضت اور سلوک سے پھر مشاہدہ اصلیہ عود کر آتا ہے مگر اتنا فرق ہے کہ مشاہدہ اولی ناقص اور ناقابل ترتب اجر و قرب تھا اور یہ مشاہدہ بوجہ اس کے کہ طاعات سے ناشی ہے کامل اور قابل ترتب اجر و قرب ہے لیکن نفس مشاہدہ امر مشترک ہے اسلئے باز کہدیا۔ اور یہ بھی ایک محمل ہے منجملہ محامل قول مشہور کے النهاية هو الرجوع الى البداية اور دوسرا محمل باعتبار ظاہری حالت کے ہے کہ منتہی کمال بوجہ تمکن کے ظاہر میں مثل مبتدی خالی عن الاحوال کے ہو جاتا ہے۔ قیسہ المحل باعتبار کیفیت معرفت کے ہے کہ جس طرح ابتدا میں معرفت سانح ہوتی ہے الوان و قیود سے اسی طرح انتہا میں بوجہ کمال تحقیق و حذف قیود خیالیہ کے ہو جاتی ہے البتہ توسط میں بسبب تلوین کے ہمیشہ خیالات و تصورات بدلتے رہتے ہیں من لم یذق لم یدر والعاقل تکفیہ الاشارۃ۔ قال رح

در حلقۂ گل و مل خوش خواند دوش بلبل	هات الصبوح هیوا یا ایها السکارا

یعنی گل اور شراب کے مجمع میں (مراد یہ کہ محبوب اور محبت کی مجلس میں) شب گذشتہ میں بلبل نے (مراد یہ کہ عاشق نے) خوب بات کہی کہ (اے ساقی) صبوحی (یعنی شراب صبح یا مطلق شراب) دے (اور) اے مستو آؤ (اور جو شراب ملے پیو) ف اشارہ اس طرف ہے کہ سالک کو چاہیئے کہ ہمیشہ مزید کا طالب رہے اور جو حال باطنی بھی حاصل ہو اسپر قناعت نہ کرے۔ چنانچہ هات الصبوح اس طرف مشیر ہے۔ اور نیز یہ اشعار ہے کہ دوسرے سالکوں کی حالت محمودہ دیکھکر خوش ہو اور انکی مزید نعمت میں راغب ہو۔ هیوا یا ایها السکارا اس کا مشعر ہے ایسا نہ کرے جیسے بعض نوآموز جاہل ہوتے ہیں کہ اگر کسی کی اچھی حالت دیکھ لیتے ہیں تو حسد کرنے لگتے ہیں۔ یا خود ذرا قلب میں گداز پاتے ہیں تو مغرور ہو کر اسی کو انتہائی کمال سمجھنے لگتے ہیں پس هیوا ایها السکارا بلسان حال ہے اور یہ مراد نہیں کہ بسان قال سے لوگوں کو اسکی ترغیب دیتا پھرے کیونکہ یہ عمل مبتدی کے لئے موجب شہرت و مضر ہے۔ خوب یاد رکھو۔ قال رح

اے صاحب کرامت شکرانہ سلامت	روزے تفقدی کن درویش بینوا را

تولہ شکرانہ اے بشکرانہ یعنی اے صاحب اعزاز (اپنی) صحت و سلامتی کے شکرانہ میں کسی دن تو درویش

بے نوا کی خبر لیلو۔ ف مطلب یہ ہے کہ صاحب کمال کو طالبین سے استغنا مناسب نہیں جیسا کہ بعض کی عادت ہے بلکہ اس شکر یہ میں کہ خدا تعالے نے سب کدورات وظلمات نفسانیہ سے سالم وناجی کر دیا دوسرے جاہتمندوں کی تربیت کی طرف توجہ بلیغ کرنا چاہیے جیسا کسی زمانہ میں خود بھی چاہا ہوگا کہ کاملین میرے حال پر توجہ فرماویں۔ قال رح

آسایش دو گیتی تفسیر این دو حرف است	با دوستان تلطف با دشمنان مدارا

الفاظ کا ترجمہ ظاہر ہے کہ دوستوں کے ساتھ تلطف اور دشمنوں سے مدارا کرنے سے دونوں جہان کی آسایش نصیب ہوتی ہے۔ (دنیا کی تو ظاہر ہے اور آخرت کی اس لئے کہ یہ خوش اخلاقی ہے اور خوش اخلاقی آخرت میں نافع اور موجب ثواب ہے) ف تلطف سے اختلاط مراد نہیں بلکہ اگر ملجاویں تو انسے رفق وترحم برتنا۔ اور مدارا کہتے ہیں دفع الوقتی کو مراد یہ ہے کہ سالک کو تعلقات بڑھانا نہ چاہیے نہ دوستی کے نہ دشمنی کے کہ دونوں وقت اور قلب کے مشغول کرنیوالے ہیں نہ دوستوں سے اختلاط نہ دشمنوں سے مخالفت کا برتاؤ کرے کہ یہ بجائے خود ایک مستقل شغل ہوجاویگا جان کو وبال لگ جاویگا اور ذکر اللہ میں خلل انداز ہوگا۔ بلکہ دوست ملجا پر، تو اُن سے صرف جان بچانا ثابت ہو ورنہ پھر اُسکی تحقیق وتفتیش میں لگیں گے اور دشمن ملجاوے تو اس سے ظاہری اخلاق برتے تاکہ اس کا پیچھا نہ پڑے ورنہ وہ اُسکی ایذا کے درپے ہوگا۔ اور یہ اپنی حفاظت میں لگے گا۔ غرض اسی طرح وقت ضائع جائیگا۔ مولانا نے خوب فرمایا ہے ؎ خود چہ جائے جنگ وجدل نیک دیدۂ کایں دلم از صلحہا ہم میرمد۔ قال رح

در کوئے نیک نامی مارا گذر ندادند	گر تو نمے پسندی تغیر کن قضا را

ترجمہ ظاہر ہے اور اشکال بھی ظاہری معنی پر قوی ہے لیکن حقیقت کلام سمجھنے کے بعد کچھ اشکال نہیں۔ حاصل اس کا یہ ہے کہ طالبین میں ہر ایک کی استعداد فطری جدا ہوتی ہے اور اسی استعداد کے موافق ہر ایک کی تربیت علیحدہ علیحدہ طور پر کیجاتی ہے مثلاً کسی پر بیخودی غالب کرتے ہیں کسی کو افاقہ دیتے ہیں اور ان ہی احوال کے اختلاف سے ہر ایک سے بعضے افعال بھی مختلف صادر ہوتے ہیں اور گو وہ افعال سب ہوتے ہیں دائرہ اباحت شرعیہ کے اندر لیکن انمیں سے بعض شان اہل تکمیل کے خلاف ہوتے ہیں جن کا غیر مقتدا سے صادر ہونا مضر عامہ خلق بھی نہیں ہوتا اس لیئے وہ انکے لئے نہ بالذات ممنوع ہیں نہ بالغیر مثلاً نماز کے اندر غلبہ حال سے آواز گریہ کی نکل جانا کہ بے اختیاری کی حالت میں مباح ہے لیکن نماز کی ہیئت جس ادب کو مقتضی ہے اُس کے خلاف ہونے کی وجہ سے ظاہر نظر میں قابل ملامت ہے ممکن ہے کہ کسی شخص کی استعداد اسی کو مقتضی ہو کہ ملامت سے اُسکو باطنی نفع ہوگا بوجہ اسکے کہ تذلل معالجہ ہے۔ نفس کا مثلاً پس جو شخص فن تربیت کے اصول سے ناواقف ہے وہ بعض اوقات ان امور پر باوجود اُنکے انطباق علی الشرع کے اعتراض کرنے لگتا ہے اس شعر میں اُس شخص کی تعلیم ہے کہ قضا ما آنچہ جو ہماری تربیت باطنی کے ساتھ

متعلق ہوئی ہے اسمیں ہمارے لئے بدنامی کے افعال مقدر ہیں گو بددینی کے نہیں کسلئے معترض اگر تو اُسکو پسند نہیں کرتا تو اُس قضا کو مبدل کردے جس سے تو محض عاجز ہے جب عاجز ہے تو اعتراض ترک کیجئے پس اس شعر میں جبر کا ہرگز کوئی شائبہ نہیں کیونکہ قضا سے مراد ہر قضا نہیں باقی مطلق قضا کے اعتبار سے اگر کوئی شخص خود اپنی طرف سے ایسی تقریر کرے تو وہ ایک مسئلہ مستقلہ ہے جس کے حل کا یہ مقام نہیں۔ قال رح

آئینۂ سکندر جام جم است بنگر		بر تو عرضہ دارد احوال ملک دارا	

منقول ہے کہ دارا دو شخص ہوئے ہیں ایک دارائے اکبر جو جمشید کا مقابل تھا دوسرا دارائے اصغر جو سکندر واضع آئینہ کا مقابل تھا جمشید نے ایک جام طلسمی بنایا تھا جسمیں دور کی چیزیں منکشف ہوتی تھیں اور غرض اس سے دارائے اکبر کی تدبیرات و سامان وغیرہ کا دریافت کرنا تھا تاکہ ہر تدبیر کے مقابل مناسب تدبیر کرلے۔ پس ظاہری معنی تو یہ ہیں کہ آئینہ سکندری بمنزلہ جام جم کے ہے اُس کو دیکھا کرو تاکہ تمکو دارا کے ملک کا سارا حال بتلا دیا کرے اور بلسان اشارت آئینہ سکندر سے مراد سالک کا قلب جو باعتبار انکشاف علوم و معارف کے آئینۂ سکندر و جام جم کے مشابہ ہے اور دارا سے مراد سلطان عشق جو بوجہ تسلط و استیلا کے ایک بادشاہ سے تشبیہ دیا گیا اور بوجہ عافیت سوز ہونے کے اُس تشبیہ میں خصوصیت دارا کا لحاظ کیا گیا وجہ شبہ مطلق ضرر رسانی ہے قطع نظر حقیقی و صوری ضرر سے اور اُس دارا کا ملک خود اُس عشق کے افعال اور تصرفات اور احوال سے مراد جو اُن افعال سے آثار و ثمرات پیدا ہوتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ قلب میں دو شعبے ہیں ایک معرفت کا دوسرا عشق کا پس فرماتے ہیں کہ ذکر اللہ کی برکت و اثر سے قلب پر جو علوم و معارف وارد ہوتے ہیں اُن میں مراقب ہوکر و تاکہ عشق کے تصرفات سے قلب میں جو ثمرات حالیہ پیدا ہوتے ہیں وہ تمکو مشاہد ہوں تاکہ ان نعمتوں کا شکر موجب ترقی ہو فا اس میں یہ بتلا دیا کہ واردات علمیہ کا مشاہدہ واردات حالیہ کی تقویت کا سبب ہوتا ہے۔ قال رح

سرکش مشو کہ چوں شمع از غیرتت بسوزد		دلبر کہ در کف او موم است سنگ خارا	

دلبر فاعل ہے بسوزد کا اور جملہ در کف او الخ صفت ہے دلبر کی۔ مطلب یہ کہ سرکشی اور کبر مت کرو کبھی تمکو محبوب حقیقی (جس کی یہ صفت ہے کہ اُسکی ہیبت سے سنگ خارا بھی موم ہوجاتا ہے) غیرت کی وجہ سے جو کہ معاصی عباد پر ظاہر ہوتی ہے سوختہ کردے جسطرح شمع سرکشی کرتی ہے اور سوختہ ہوتی ہے۔ غرض کبر کی مذمت ظاہر ہوئی اور شمع کی مثال محض تنظیر ہے تمثیل نہیں کیونکہ شمع کا جلنا کسی معصیت سے نہیں اور بلسان معنوی سالک کو عجب و پندار سے منع فرماتے ہیں یا واصل کو نازیبا ہے کہ طالبین کے ساتھ کیا جاوے رد کرتے ہیں اور اس معنی میں بسوزد سے اشارہ ہوگا اختلال یا سلب احوال کیطرف نعوذ باللہ۔ اور جو اعراض یا انکار یا تشدد طالب کی اصلاح یا امتحان کی غرض سے بقدر ضرورت ہو وہ اُس سے مستثنیٰ ہے۔ قال رح

گر مطرب حریفاں ایں پارسی بخواند		در رقص و حالت آرد پیران پارسا را	

حریفاں یاراں - ایں پارسی یعنی کلام حافظ کہ مشتمل بر مضامین عشق است مراد مطلق مضامین عشقیہ مطلب ظاہر ہے کہ اگر مطرب اس کلام عشقی کو پڑھکر سناوے تو بڑے بڑے پارساؤں کو جو بڑے خود دار ہیں وجد میں لے آوے بوجہ اپنے موثر ہونے کے اور معنی مقصود اشارہ کرنا ہے مضامین عشق کے کی طرف جو کہ مرشد کے مونہہ سے نکلتے ہیں کہ اس سے زہد خشک جسمیں دعوی و پندار ہو جاتا ہے ۔ اس ضمن میں تعلیم ہے اہل عرفان کے پاس آنے جانے اور اُن کے کلام سننے کی تاکہ اپنے اندر بھی جذبہ عشق پیدا ہو جاوے ۔ قال ؎

آن تلخوش کہ صوفی ام الخبائثش خواند	اشہی لنا و احلی من قبلۃ العذاری

ترجمہ لفظی تو یہ ہے کہ وہ شراب تیز کہ صوفی اس کو ام الخبائث کہتا ہے ہمکو دوشیزہ لڑکیوں کے بوسہ سے بھی زیادہ مرغوب اور شیریں معلوم ہوتی ہے ۔ اور بلسان معنوی تلخوش سے مراد مجاہدہ و نفس کشی ہے جو نفس پر گراں و تلخ گذرتا ہے ۔ اور صوفی سے مراد زاہد خشک مدعی تقوی ۔ اور ام الخبائث سے مراد مطلق معصیت ۔ مطلب یہ کہ مجاہدہ و نفس کشی کو زاہد اہل ظاہر معصیت کہتا ہے بوجہ اس کے کہ ظاہرا تہلکہ ہے جس کی ممانعت آئی ہے ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ الآیہ لیکن ہم کو اسمیں بوجہ غلبہ محبت کے یا امید وصول الی المقصود کے لذت آتی ہے اس عنوان میں ظاہر پرست کے استدلال کا جواب بھی ہو گیا کہ ممنوع ہونے کی علت تہلکہ ہے اور جسکو اسمیں لذت آتی ہو اُس کیلئے تہلکہ کیوں ہو گا پس ممنوع بھی نہو گا ۔ تحقیق اسمیں یہ ہے کہ مجاہدہ بمعنی تکثیر عبادات و تقلیل لذات اگر اس مرتبہ تک ہے کہ حقوق واجبہ نفس کے بھی فوت ہو جاویں یا ترک لذات کو قربت مقصودہ سمجھنے لگے تب تو معصیت و بدعت ہے جیسا حدیث میں ہے ان لجسدك عليك حقا وان لعينك عليك حقا الحدیث اور قرآن میں ہے لا تعتدوا الآیہ اور یہ واقعی تہلکہ میں داخل ہے ۔ اور جسمیں صرف حظوظ فوت ہوں اور اس کو معالجہ سمجھے وہ خود مقاصد شرع سے ہے اور اسمیں لذت آنا اور زیادہ سلامت قلب و انشراح صدر و نورانیت روح کی دلیل ہے کہ سنن شرعیہ مثل مرغوبات طبعیہ کے ہو گئے کم فہم دونوں میں خلط کر دیتا ہے اس شعر میں اس کی اصلاح ہے ۔ قال ؎

ہنگام تنگدستی در عیش کوش و مستی	کایں کیمیائے ہستی قارون کند گدا را

ترجمہ لفظی تو ظاہر ہے کہ تنگدستی کے وقت معنوم مت ہو بلکہ عیش و مستی میں کوشش کرو یعنی خوش رہو کیونکہ یہ خوشدلی جسکو کیمیائے مستی تشبیہاً کہدیا گداؤ مفلس کو بھی غنی کر دیتی ہے کیونکہ اصل غنا غنائے قلب ہے اگر یہ فقر میں بھی حاصل ہے تو غنا ہے اور اگر غنائے ظاہری میں یہ نہو تو وہ فقر ہے اور بلسان معنوی تنگدستی سے اشارہ ہے قلت واردات قلبیہ کی طرف جس کو قبض کہتے ہیں اور عیش و مستی سے مراد بسط اسکا دہ مطلب ہے جیسا مولانا فرماتے ہیں ؎ چونکہ قبض آمد تو در وے بسط بیں ؎ تازہ باش و بین

میگذرد برجبیں ۔ چونکہ قبضے آیدت اے راہ رو ۔ آں صلاح تست آیں دل مشو ۔ آگے اسکی علت فرماتے ہیں کہ یہ عیش مستی یعنی حالت قبض میں بھی خوش رہنا اور دلگیر نہ ہونا غیر صاحب واردات کو قرب الٰہی میں مثل صاحب واردات کے بنا دیتا ہے یعنی اصل مقصود قرب الٰہی ہے اور وہ واردات پر موقوف نہیں بلکہ صاحب واردات کا قرب بوجہ تعلق و نسبت مع اللہ کے ہے پس اگر صاحب قبض اپنی حالت پر صابر۔ شاکر رہا اور اسمیں مصلحت و حکمت سمجھ کر راضی رہا اور اللہ تعالیٰ کی قضا سے تنگ نہ ہوا تو اُس کو بھی قرب حاصل رہا بخلاف اسکے کہ راضی بقضا نہ ہوا اور اس سے بڑھکر یہ کہ شکوہ شکایت کرنے لگا تو بعید ہو جاوے گا جیسا کہ صاحب بسط اگر عُجب میں مبتلا ہو گیا تو وہ بھی بعید ہو جاویگا بلکہ بوجہ اس کے کہ قبض میں انکسار و اضمحلال وجود زیادہ ہے اور یہ خود مقاصد طریق سے ہے من وجہ بسط سے بھی ارفع و انفع ہے ۔ قال رح

خوبان پارسی گو بخشند گان عمر ند	ساقی بدہ بشارت پیران پارسا را

مطلب ظاہری تو یہ کہ فارس کے معشوقوں کو بخشندگان عمر کہنا چاہیئے کیونکہ اُنکے دیکھنے سے فرحت ہوتی ہے اور فرحت سے عمر کا لطف بڑھتا ہے اے ساقی فارس کے بوڑھوں کو جنکی عمر ظاہرا قریب ختم ہے بشارت دو کہ تمہارے پاس ہر وقت دیکھنے کے واسطے ایسے محبوب موجود ہیں انکو دیکھنے سے تمہاری عمر بھی بڑھ جاوے گی اور پیران فارس کی تخصیص اسی تقرب کی وجہ سے کی گئی ۔ اور بلسان اشارات خوبان سے مراد تجلیات جو سالک کے قلب پر ہوتی ہیں ۔ اور پیران فارس سے مراد سالکین اور عمر بخشی انشراح و سرور اور ساقی سے مراد مطلق ۔ بمشر مطلب یہ کہ تجلیات سے سالک کو بڑی فرحت ہوتی ہے اور اس سے قلب کو تقویت ہوتی ہے بالخصوص غیر واصل کو کہ اس سے مجاہدہ میں سرگرم ہو کر مشرف بہ ترقی ہوتا ہے کما قال الجنید رح فی بعض ھذہ الواردات تلک خیالات تزفی بھا اطفال الطریقۃ گو وہ مقصود نہ ہوں جیسا اسکے قبل شعر میں بیان ہوا ہے لیکن محمود و ضرور ہیں اگر خلاف کتاب و سنت نہ ہوں گویا اس شعر میں بسط کی حکمت کا بیان ہے جیسا اوپر قبض کے متعلق بیان تھا پس مجموعہ میں تعلیم ہو گئی کہ اگر بسط ہو اسمیں بھی خوش رہو کہ اُس میں خاص حکمتیں ہیں اور اگر قبض ہو اُسمیں بھی راضی رہو کہ وہ بھی حکمت سے خالی نہیں ۔ اور جاننا چاہیئے کہ اوپر بھی ایک شعر کے قافیہ میں پارسا آیا ہے لزوم تکرار قافیہ سے بچنے کے لئے بعض نے وہاں فارس کے اور یہاں پارسا کے معنی لئے ہیں لیکن میں نے عکس مناسب سمجھا کیونکہ مضمون عشق سب کو عام ہے اور یہاں قرب مخصص ہے ۔ قال رح

حافظ بخود نپوشید این خرقہ مئی آلود	ای شیخ پاک دامن معذور دار مارا

مطلب ظاہری یہ کہ یہ شراب آلودہ خرقہ میں نے خود نہیں پہنا بلکہ مقدر یہی تھا مجکو معذور سمجھو یعنی مثل معذور کے ہمارے ساتھ معاملہ کرو اس باب میں کہ اپنا ترفع اور تقوی جتلا کر ہمکو براہ کبر حقیر مت سمجھو ۔ اس تقریر سے شبہ جبر رفع ہو گیا اور جو انکار بطور اصلاح ہو وہ اس سے خارج ہو گیا کہ وہ ضروری اور سنت

انبیاء علیہم السلام ہے۔ اور بلسان معنوی خرقہ قومی آلو دا شارہ ہے مشرب ملامتی کی طرف نہ بایں معنی کہ خلاف شرع امور کے مرتکب ہوں بلکہ خلاف وضع اور خلاف شان امور اختیار کریں بعض کے لئے شیخ کامل اس کو بعض مصالح سے تجویز کرتا ہے مثلاً ایک شخص میں کبر دیکھا اُسکے لئے یہ تجویز کیا یا ایک شخص کو ہجوم خلق سے ضرر ہوگا یا تنک مزاجی کی وجہ سے ہجوم میں خلق کو اُس سے ضرر ہوگا یا کسی کی استعداد نور بصیرت سے معلوم ہوگئی کہ تذلل سے وہ واصل الی المقصود ہوگا یا ایسی ہی اور کوئی حکمت ہوا سلئے اُسکے واسطے یہ مشرب تجویز کیا جاتا ہے۔ پس فرماتے ہیں کہ یہ طریق میں نے اپنی رائے سے اختیار نہیں کیا بلکہ میری استعداد کا مقتضا یہی ہے کہ میری یہ حالت رہے اس لئے ہمکو معذور رکھو۔ کوئی یوں نہ سمجھے کہ ملامت سے تو خوش ہونا چاہیئے معذور رکھنے کی درخواست کیوں کرتے ہیں۔ اصل یہ ہے کہ یہاں معترض کی غلطی کا بتلانا ہے اور یہ تو بھی جانتے ہیں کہ معترض کبھی معذور نہ رکھے گا اس غلطی بتلانے سے طالبان حق کو نفع علم حقیقت کا ہو جاتا ہے اور پاکدامن باعتبار دعوی اس شخص کے کہدیا جو مشیخت اور تقدس کا مدعی ہے گو واقع میں نہ ہو۔ قال رح غزل

ساقی بنور بادہ برافروز جام ما	مطرب بگو کہ کار جہاں شد بکام ما

مطلب ظاہری ظاہر ہے کہ اے ساقی نور شراب سے ہمارا پیالہ روشن کردے یعنی شراب تابان بھردے کہ پیالہ روشن ہو جاوے اور اے مطرب (خوشی کا یہ نغمہ) کہدے کہ دہر کا تصرف ہمارے مقصود کے موافق ہوگیا یعنی ہم کامیاب ہوگئے۔ اور بلسان اشارت مصرع اولی میں مرشد سے درخواست کرتے ہیں کہ شراب محبت وعشق سے ہمارا قلب لبریز کردے یعنی عشق حقیقی عطا فرما اور مصرع ثانیہ میں اس طلب کی کامیابی پر خوشی ظاہر کرتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ ہدایت کے مرتبہ ابتدائی کے حصول پر مسرور ہیں اور اُس کے مرتبہ انتہائی کے وصول کے متمنی ہیں واللہ اعلم مقصود ترغیب ہے دوام طلب پر اور تعلیم شکر ہے حصول مقصود پر۔ قال رح

ما و پیالہ عکس رخ یار دیدہ ایم	ای بیخبر ز لذت شرب مدام ما

مطلب ظاہری ظاہر ہے کہ شراب خواری پر ملامت کرنے والے کو جواب ہے کہ پیالہ شراب میں روئے محبوب کا عکس ہمکو نظر آیا تھا اس لئے شراب پیتے ہیں تو کیا جانے۔ اور بلسان اشارت پیالہ سے مراد قلب جیسا شعر بالا میں تھا۔ حاصل یہ کہ اے وہ شخص جو آثار عشق سے بیخبر ہے ہمکو جو غلبہ سکر کی حالت میں بعض امور غیر قابل اظہار کے اظہار پر ملامت کرتا ہے تجکو اس کی خبر نہیں کہ ہمارے قلب پر بعض تجلیات آلہیہ و واردات غیبیہ کا غلبہ ہوا اس نے ہمکو مغلوب کردیا اور اظہار راز ہو گیا اگر تجکو خبر ہوتی تو ہمکو معذور سمجھتا مقصود ارشاد ہے کہ اہل حال کے ایسے اقوال وافعال کی جو گاہے صادر ہو جاویں تاویل مناسب ہے۔ قال رح

چندان بود کرشمہ و ناز سہی قدان	کاید بجلوہ سرو صنوبر خرام ما

مطلب لفظی تو یہ ہے کہ اور محبوبوں کا کرشمہ و ناز ہمارے محبوب کے جلوہ گری شروع کرنے تک ہے جس وقت وہ جلوہ افروز ہو جاوے گا سب کے ناز و کرشمہ ختم اور بیقدر اور گم ہو جاوینگے۔ اور مطلب معنوی یہ ہے کہ محبوبان مجازی اُسی وقت تک محبوب اور دلربا معلوم ہوتے ہیں کہ محبوب حقیقی کا جمال کسی کے قلب پر متجلی نہیں ہوتا اور جسوقت اس کا مشاہدہ ہو جاتا ہے پھر سب کا حسن و جمال لاشی معلوم ہونے لگتا ہے۔ پس اسمیں تعلیم ہے کہ عشق حقیقی حاصل کرو تاکہ مجاز کیطرف التفات نہ رہے۔ قال رح

تعلیم تحصیل عشق حقیقی

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق	ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

مطلب لفظی تو بہت ظاہر ہے کہ عاشق کا ذکر خیر مرور دہور تک قایم رہتا ہے۔ اور مطلب معنوی بھی زیادہ خفی نہیں یعنی جس کو عشق حقیقی سے روحانی حیات حاصل ہو گئی وہ اگر مر بھی جائے تو واقع میں بوجہ اسکے کہ لذت قرب علی وجہ الکمال اس کو حاصل ہو جاتی ہے اس لئے اسکو زندہ کہنا چاہیئے اور یوں تو مرنے کے بعد عوام مومنین بھی بالمعنی زندہ ہوتے ہیں لیکن زیادہ تقرب کی وجہ سے اس عاشق کو ترجیح ہے اس مرتبہ میں تخصیص کی گئی اور کفار بھی زندہ رہتے ہیں لیکن چونکہ وہ حیات مقرون بالعذاب موت سے بھی بدتر ہے لہذا قابل شمار نہیں۔ مقصود ترغیب ہے محبوب حقیقی کی محبت کی تحصیل کی۔ قال رح

ترغیب تحصیل محبت حقیقی

مستی بچشم شاہد دلبند ما خوش ست	زاں رو سپردہ اند بمستی زمام ما

مراد لفظی تو یہ ہے کہ مستی ہمارے محبوب کی چشم کے لئے زیبا ہے اسلئے ہمکو اُس مستی کے حوالہ اور اسکا مسخر کیا گیا کہ وہ مست و مستغنی رہے اور ہم پست اور اُسکے محتاج رہیں۔ اور مراد معنوی میں مستی سے اشارہ صفت غنا کی طرف اور چشم سے اشارہ ذات کی طرف اطلاقا للجزء علی الکل مراد یہ کہ غنا محبوب حقیقی کو زیبا ہے اور عبد کے لئے تو احتیاج اسکے لوازم ذات سے ہے اسلئے ہم اُسکی صفت غنا کے محتاج اور اُسکے ساتھ وابستہ کئے گئے۔ مقصود تعلیم ہے کہ عبد کو گاہے گاہے عبدیت کا چھوڑنا اور خواص الوہیت کا دعوی کرنا جیسا کہ مدعیان کاذب یا صوفیان خام کا شیوہ ہے طریق وصول کے موانع سے ہے اور جاننا چاہیئے کہ غنائے ذات کے معنی بعضے یہ سمجھتے ہیں کہ حق تعالی کو نعوذ باللہ خلق کیطرف توجہ اور اُن پر نظر نہیں اس معنی کو آیات و احادیث رحمت و رافت تصریحاً رد کرتی ہیں نعوذ باللہ منہ بلکہ غنا مقابل احتیاج کے ہے حاصل اُسکا یہ ہے کہ وہ کسی کے محتاج نہیں پس اس صفت سے تو عنایت کی زیادہ امید ہوتی ہے کیونکہ وہ جب کسی کے محتاج نہیں تو ہمارے اعمال سے نہ انکا نفع نہ انکا ضرر اور رحمت انکی ثابت پس امید ہے کہ ہماری تقصیرات زیادہ معاف ہو جاویں بخلاف اُس شخص کے جو کہ متضرر ہوتا ہو وہاں احتمال ہوتا ہے کہ ہمارے افعال سے اُسکو مضرت پہونچے اس لئے معافی کی اُمید نہیں۔ اسی طرح طاعات کے قبول ہونے کے زیادہ اُمید ہے گو وہ زیادہ خالص نہوں بخلاف اُس شخص کے جو ہماری خدمت سے منتفع ہوتا ہو چونکہ اعمال غیر کامل سے اُسکو کم نفع پہونچتا اس لئے عوض بھی ہمکو کم ملتا۔ قال رح

تعلیم اعتبار کردن عبدیت

ترسم کہ صرفہ نہ بردروز بازخواست	نان حلال شیخ ز آب حرام ما

صرفہ بردن بصلہ از بمعنی غلبہ بردن ۔ روز بازخواست قیامت کہ دران از اعمال پرسش وسوال واقع شود معنی یہ ہیں کہ گو ہم گنہگار ہیں اور شیخ یعنی عابد اہل ظاہر متقی ہے لیکن ہم میں چونکہ عجز و مسکنت اور اعتراف بالتقصیر اور اُس عابد میں ۔ یا دوعوی و تکبر اور دوسروں کی تحقیر پائی جاتی ہے اس لئے مجھ کو یہ اندیشہ ہے کہ شاید شیخ کا تقوی ہماری معصیت پر ذریعہ نجات ہونے میں غالب نہ آسکے بلکہ مغلوب ہوجاوے اور اُسپر داروگیر ہونے لگے اور ہماری تقصیرات سے درگذر ہوجاوے متصور و ممنع ہے پندار سے نہ کہ گناہ پر جرأت دلانا ۔ قال رح

ای باد اگر بگلشن احباب بگذری	زنہار عرضہ دہ بر جانان پیام ما
گو نام ما زیاد بعمداً چہ می بری	خود آید انگہ یاد نیاری ز نام ما

مدلول لفظی تو یہ ہے کہ ہوا کو خطاب فرضی کرکے کہتے ہیں کہ اگر تیرا گذر گلشن احباب تک ہوجاوے جس کا سر محلہ محبوب ہے تو ضرور محبوب سے میرا پیام کہدینا کہ میرا نام قصداً اپنی یاد سے کیوں دور کرتے ہو یعنی مجکو قصداً کیوں فراموش کرتے ہو خود وہ وقت عنقریب آجاوے گا کہ میں مرجاؤں گا اُسوقت میرا نام کبھی یاد نہ کروگے پھر ابھی سے کیوں بھلا دیا ۔ اور مدلول معنوی یہ ہوسکتا ہے کہ قابل پر حالت قبض غالب ہے اور وہ توجہ مرشد سے احیاناً اور تعلیم مرشد سے اکثر بلکہ دواماً دفع ہوجاتا ہے اس لئے حالت قبض میں تنگ ہوکر مضطرانہ مرشد سے بعنوان شکایت عرض ہے کہ حضرت میرے حال پر توجہ اور میری خبرگیری کیجئے کیونکہ ابھی تک تو مرا نہیں جب مرجاؤں گا جب ہی رُخ پھیر لیجئے چونکہ قبض شدید میں گو نہ معذور ہوتا ہے اس لئے ایسے امور معاف ہیں اور اسمیں تعلیم بھی ہے قبض میں رجوع الی المرشد کی ۔ قال رح

بگرفت ہمچو لالہ دلم در ہوائے سرو	ای مرغ بخت کے شوی آخر تو رام ما

مطلب لفظی تو ظاہر ہے کہ بیسا لالہ خون ہوتا ہے اسی طرح میرا دل ایک سرو قامت کے عشق اور فراق میں منقبض اور گرفتہ ہوگیا اے طالع تو میرے موافق کب ہوگا ۔ یعنی وصل محبوب کب میسر ہوگا ۔ اور مدلول معنوی یہ ہے کہ حالت قبض میں تنگ ہوکر کہہ رہے ہیں کہ محبوب کے عشق میں بالکل خون و زخون ہوگیا خدا جانے وصول کب میسر ہوگا ۔ قال رح

دریای اخضر فلک و کشتی ہلال	ہستند غرق نعمت حاجی قوام ما

شراح نے لکھا ہے کہ حاجی قوام کوئی وزیر تھا اسکے یہاں خواجہ حافظ کی دعوت تھی کسی شوربا وغیرہ کے پیالہ میں آسمان اور ہلال کا عکس نظر آیا تو بطریق مطائبہ کے خواجہ نے یہ مضمون فرمایا جو ترجمہ سے ظاہر ہے اور میرے نزدیک اسمیں معنوی مراد ڈھونڈنا تکلف ہے گو یہ کہہ سکتے ہیں کہ حاجی قوام کنایہ مرشد سے ہے اور مطلب یہ ہو کہ ہمارے مرشد کے فیوض باطنہ کے سامنے ظاہری عالم کے بڑے بڑے اجرام ہیچ ہیں کیونکہ فانی ہیں اور وہ باقی ہے اور مقصود ترغیب ہو تحصیل کمال باطنی کی اور تعلیم ہو ترک التفات کائنات جسم کی کہ اشتغال

انکا مانع توجہ الی الحق سے ہے۔ قال رح

حافظ نرد یدہ دانۂ اشکے ہمے فشان	باشد کہ مرغ وصل کند قصد دام ما

یعنی اے سالک ہمیشہ گریہ وزاری وطلب وبیقراری میں رہا کر امید ہے کہ وصل محبوب میسر آجاوے اسمیں تعلیم ہے کہ راہ نیاز اختیار کرنا چاہیئے کہ وصول کا موقوف علیہ ہے ناز اور دعوی استحقاق اور عجب وخود بینی منجملہ مہلکات عظیمہ ورہزن طریق ہے واللہ اعلم۔ قال رح غزل

صلاح کار کجا دمن خراب کجا	ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

مدلول الفاظ تو ظاہر ہے اور معنی مقصود یہ معلوم ہوتے ہیں کہ اعمال صالحہ وذکر وشغل سے جو اکثر مکم ظرف مبتدیوں کو عجب وپندار پیدا ہو جاتا ہے اُس کا معالجہ بتلاتے ہیں حاصل یہ ہے کہ اس شخص کو چاہیئے کہ صلاح کار کا تو اعلی درجہ جو کہ مطلوب ہے پیش نظر رکھے اور پھر غور کرے کہ اپنی خرابیوں اور عیبوں اور ظاہری باطنی لغزشوں کو عجب کے وقت دیکھا کرے اس سے پھر گمان بزرگی اور کمال کا اپنی نسبت پیدا نہ ہوگا پس اس شعر میں تعلیم ہے سلوک کی۔ قال رح

چہ نسبت است برندی صلاح وتقوی را	سماع وعظ کجا نغمۂ رباب کجا

اس کا مقصود بھی قریب قریب مقصود شعر سابق کے ہے کہ بعضے لوگ تھوڑے سے اعمال حسنہ اختیار کرکے باوجود ارتکاب قبائح کے مغرور ہو جاتے ہیں حالانکہ صلاح وتقوی وسماع وعظ کو جسپر وہ نازاں ہیں رندی اور نغمہ رباب سے کہ وہ اسمیں بھی مبتلا ہوتے ہیں کیا نسبت کہ ان قبائح کے ہوتے ہوئے اُن طاعات کا دعوی بجا ہے۔ قال رح

دلم زصومعہ بگرفت وخرقۂ ساوس	کجاست دیر مغان وشراب ناب کجا

صومعہ معبد ہود مراد مطلق معبد۔ ساوس مکر۔ مغان آتش پرستان۔ ناب خالص۔ یہاں اُس عبادت ریائی کی مذمت ہے جسمیں اخلاص نہو اور ترغیب ہے صحبت اہل محبت اور تحصیل محبت وطاعت خالصہ کی تقریر شعر کی ظاہر ہے۔ قال رح

بشد زیاد وخوشش یاد روزگار وصال	خود آن کرشمہ کجا رفت وآں عتاب کجا

یہ شعر حالت قبض کا معلوم ہوتا ہے از یاد وشدن فراموشی ونسیان کہ باعتبار معنی مجازی کنایۃ از ترک کما صرح بہ المفسرون فی قولہ تعالی نسیناہم۔ کرشمہ ادائے محبت عبارت از تجلی جمالی۔ عتاب عبارت از تجلی جلالی۔ حالت بسط میں جو کہ وصال کی ایک خاص صورت ہے جو قلب پر واردات ہوتے ہیں انمیں بعضی تجلیات جمالیہ ہوتی ہیں بعضی تجلیات جلالیہ اور ہر ایک میں سالک کو ایک خاص حظ ہوتا ہے اور دونوں آثار اس قرب ووصال خاص کے ہیں پس قبض میں وہ واردات جو منقطع ہوگئے اس لئے تنگ ہو کر کہتے ہیں کہ اس وصال وبسط کی حالت میں جو تجلیات وواردات ہوتے تھے کہاں گئے۔ جاننا چاہیئے

بیان قبض حالت کیسہ

کہ یہ تنگی طبعی و اضطراری ہے ورنہ قبض بھی ایک حالت رفیعہ اور ایک گونہ قرب و وصل ہے کما مین فی محلہ او کما قیل جو قبض سے کبھی تنگی ظاہر کرتا ہے مقصود افتقار و انکسار ہوتا ہے نہ کہ شکوہ و شکایت کما قال العارف الرومی ؎ دل ہمی گوید از و رنجیدہ ام ٭ وز نفاق سست او خندیدہ ام۔ فافہم۔ قال رح

زردی و دست دل دشمناں چہ زیادہ	چراغ مردہ کجا شمع آفتاب کجا

مدلول الفاظ ظاہر ہے کہ مخالفین کا قلب محبوب کے حسن و جمال کو کیا ادراک کریگا جیسا بجھے ہوئے چراغ کو شمع آفتاب یعنی آفتاب سے کوئی نسبت نہیں اسی طرح مدرک و مدرک مذکورین کوئی نسبت نہیں، شاید یہیں یہ مسئلہ حقیقت کا بتلانا منظور ہے کہ محبوب حقیقی کی ذات یا صفات مشہورہ یا غیر مشہورہ کے جو بعضے معاند منکر ہیں واقع میں نقصان ادراک ان ہی کی جانب ہے ورنہ وہ مع اپنی ذات و صفات و کمالات کے اظہر من الشمس ہیں کسی نے خوب کہا ہے ؎ شد ہفت پردہ بر چشم ایں ہفت پردہ چشم ٭ بے پردہ ورنہ لمعے جوں آفتاب دارم ٭ بلکہ محققین نے کہا ہے کہ غایت ظہوری سبب غایت بطون کا ہو گیا ہے وتفصیلہ فی محلہ۔ قال رح

عدم ادراک ذات و صفات محبوب حقیقی از نقصان خود ست

ببیں بہ سیب زنخداں کہ چاہ در راہ است	کجا ہمی روی ای دل بدیں شتاب کجا

لفظی مطلب تو ظاہر ہے کہ اے دل تو کہاں جلدی جلدی جا رہا ہے راہ میں زنخداں بھی ہے کبھی تو اس میں نہ پھنس جائے پھر نکلنا مشکل ہو جائے اسلئے حسن پرستی سے دور ہی رہنا سلامتی ہے۔ اور اصطلاح قوم میں سیب زنخداں عبارت ہے محبوب کے لطف قہر آمیز سے جس کی حقیقت یہ ہے کہ بعض اوقات باوجود معصیت ظاہری کے نعمت ظاہری سلب نہیں ہوتی اور اسی طرح باوجود معصیت باطنی مثل بدعت یا عجب وغیرہ کے نعمت باطنی مثل واردات و مکاشفات و خوارق وغیرہا کے مسلوب نہیں ہوتی جس سے سالک کو دھوکہ مقبولیت کا رہتا ہے اور اس معصیت پر تنبہ یا اس سے توبہ کا عزم نہیں ہوتا تو ظاہر میں تو یہ لطف ہے مگر واقع میں قہر و غضب اور ایک نوع کا استدراج ہے پس حاصل شعر یہ ہوا کہ اے سالک تو جو باوجود صدور معاصی کے اپنی حالت پر جما ہوا چلا جا رہا ہے اور تیں تبدل نہیں ہوا ذرا دیکھ تو یہ لطف قہر آمیز کہیں اسی عقبہ میں تو پھنسا رہے اور ترقی و عروج قرب سے رکجاوے ذرا سنبھل اور غور سے کام لے اور قواعد شریعت و طریقت کو معیار بنا کر اپنی اصلاح کر۔ قال رح

بیان طلب مطلب حقیقی و وسائط

چو کحل دیدہ ما خاک آستان شماست	کجا رویم بفرما ازیں جناب کجا
قرار و خواب حافظ طبع مدار اے دوست	فراق چیست صبوری کدام و خواب کجا

ان دونوں کا ظاہری مطلب تو ظاہر ہے اور باعتبار معنی ہمیں تعلیم ہے سالک کو کہ خواہ طریق طلب میں کچھ ہی پیش آوے ناکامی و نامرادی و قبض و تنگی وغیرہ وغیرہ لیکن چونکہ محبوب حقیقی کے سوا اور کوئی مقصود نہیں اسکو چھوڑنا نہ چاہیئے طلب میں لگا رہے ورنہ دوسرا ٹھکانہ کہاں ہے یہ تو عدم حصول مراد کی حالت میں ہے

اور شعر ثانی میں حصول مراد کی حالت کے متعلق تعلیم ہے کہ خواہ کیسا ہی کمال یا حال یا مقام حاصل ہو جاوے لیکن پھر بھی طلب ہی میں سرگرم رہے قناعت اور توقف نہ کرے آگے بڑھتا رہے خوب کہا ہے ؎ اے برادر بے نہایت در گہے است ۔ ہر چہ بروے میرسی بروے مایست ۔ **غزل**

اگر آن ترک شیرازی بدست آرد دل ما را	بخال ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را

معنی ظاہری ظاہر ہیں کہ اگر محبوب شیراز کا رہنے والا جہاں کے محبوب حسن و جمال میں مشہور ہیں ہماری دلداری کرے یعنی ہمکو اپنے دیدار سے کامیاب کرے تو میں صرف اس کے ایک سیاہ تل (دیکھئے) کے عوض اورشکریہ میں سمرقند اور بخارا کو جہاں کہ حسین و جمیل نیز مشہور ہیں دے ڈالوں اور نثار کر دوں ۔ اور معنی باطنی یہ ہیں کہ اگر محبوب حقیقی اپنی تجلیات سے مشرف فرماوے تو اسکی ادنی تجلی کے مقابلہ میں دونوں عالم کو فدا کر دوں کیونکہ مقصود بالذات کے سامنے مقصود بالغرض کی طرف التفات نہیں ہوا کرتا ۔ قال ؎

بدہ ساقی مئے باقی کہ در جنت نخواہی یافت	کنار آب رکنا باد و گلگشت مصلا را

رکنا باد ایک چشمہ ہے شیراز میں اور مصلا عیدگاہ کو کہتے ہیں وہاں اکثر عوام بطور تفریح و سیر کے جاتے تھے اور نیز اکثر خواص واہل ریاضت وہاں رہ کر مجاہدات عمل میں لاتے تھے معنی ظاہری یہ ہیں کہ اے ساقی شراب زندگی بخش ان دلکشا مقامات میں مجلس آراستہ کر کے دیدے کیونکہ جنت میں یہ چیزیں نہ ملیں گی ۔ اور معنی باطنی یہ ہیں کہ اے مرشد شراب محبت یہاں عطا کر دیجئے اسطرح سے کہ اذکار و اشغال جو موجب محبت ہوں تعلیم فرما دیجئے کیونکہ جنت میں پھر ریاضت اور مشقت جن پر مدار ترقی مراتب ہے میسر نہ ہوگا چنانچہ معلوم و مسلم ہے کہ جنت میں اعمال و طاعات موجب ترقی قرب نہوں گے اس لئے دنیا ہی میں اُن اعمال کا طریقہ بتلا دیجئے تاکہ محنت مشقت کر کے اس کے ثمرات سے ابدالآباد منتفع ہوں ۔ قال ؎

فغاں کیں لولیان شوخ شیریں کار شہر آشوب	چناں بردند صبر از دل کہ ترکاں خوان یغما را

معنی ظاہری تو یہ ہیں کہ میں ان شاہدان شوخ شیریں حرکات شہر آشوب کے ہاتھ سے فریاد کرتا ہوں کہ انہوں نے متاع صبر و قرار اسطرح غارت کر دیا جس طرح ترک خوان یغما کو لوٹ بھاگتے ہیں ۔ اور معنی باطنی یہ ہیں کہ اذکار و اشغال میں جو انوار وغیرہ منکشف ہوتے ہیں اور اپنی دل کشی سے سالک کو اپنی صرف متوجہ کر لیتے ہیں اے مرشد میں ان سے فغاں کرتا ہوں جلدی اسکی طرف مشغول ہونے سے بچنے کا طریقہ بتلا دیجئے کیونکہ انہیں مشغول ہونا مانع وصول الی المقصود الحقیقی ہے ۔ چنانچہ اسی مضمون کو حضرت حافظ نے دوسری جگہ اسطرح فرمایا ہے ؎ دلبراں گر دلبری زنہیاں کنند ۔ زاہدان را رخنہ در ایماں کنند ۔ احقر نے حضرت پیر و مرشد علیہ الرحمۃ سے سنا ہے کہ حجب نورانیہ اشد ہیں حجب ظلمانیہ سے ۔ قال ؎

ز عشق ناتمام ما جمال یار مستغنی است	باآب و رنگ و خال و خط چہ حاجت روئے زیبا را

اسمیں اصلاح ہے ایک غلطی کی جو اکثر اہل طریق کو ایک مشہور مسئلہ کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف

خلقت الخلق سے اور اسکی شرح میں جو بعض کلمات اس قسم کے مشہور و منقول ہیں سو نکور و تاب مستوری ندارد + چو در بندی سر از روزن برآرد + اور جیسے کہا جاتا ہے کہ جمال الٰہی مقتضی ظہور کا ہوا کہ مرآۃ خلق میں اپنا مشاہدہ کرے اور خلق بھی اس جمال کا مشاہدہ کرے وامثال ذلک ایسے کلمات سے وہ غلطی واقع ہوجاتی ہے اور یوں سمجھنے لگتے ہیں کہ غایت ظہور کی یہی مشاہدہ و معرفت ہے جو موقوف ہے ہمارے وجود پر تو گویا بدون ہمارے اس غایت کا اکمال نہ ہوسکتا تھا اور پھر تقاضائے جمال اس ظہور کو مستلزم ہے جس سے ایک گونہ ایہام اضطرار کا ہوتا ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ عما یصفون سو اس شعر میں اسکی اصلاح ہے کہ خود ہمارا عشق اور عرفان بھی ناتمام ہے اور ذات جمیلہ محبوب حقیقی کی خود موصوف ایسے کمال تام کے ساتھ ہے کہ وہاں استکمال بالغیر محال ہے خصوص جبکہ وہ غیر محض ناقص ہو جیسا فرض کرو کوئی شخص نہایت زیبا صورت ہو تو اسکو دیگر محسنات عارضیہ کی کوئی احتیاج نہیں اسی طرح حق سبحانہ تعالیٰ ہر احتیاج سے منزہ ہیں اور وہاں احتیاج محال ہے اور مشاہدہ مذکورہ کا غایت ظہور ہونا اسی طرح کمال وجمال کا مستلزم ظہور ہونا یہ دونوں امر مستلزم احتیاج ہیں جو محال تھی اور مستلزم محال خود محال ہے پس غایت مذکورہ اور استلزام مذکورہ کا حکم محال ہوگا بلکہ یہ سب کچھ ہمارے ہی حال پر عنایت فرمانے کے لئے اور ہمارے استکمال کے لئے ہوا وہ بھی بارادہ واختیار جیسا کہ مولانا رومی کا بھی ارشاد ہے سو من نہ کردم خلق تا سودے کنم + بلکہ تا بر بندگان جودے کنم + باقی ایک وقت تک عدم رہنا پھر وجود عطا ہونا اس کا حقیقی راز اور حکمت خدا ہی کو معلوم اور کلمات مشہورہ جو اسکے خلاف کے موہم ہیں وہ بوجہ اسکے کہ مقال اہل حال ہے ماول ہوگا کیونکہ ہماری تحقیق مذکور قرآن وحدیث کا منطوق ہے اور محکم۔ خوب سمجھ لو۔ قال ؎

من از آں حسن روز افزوں کہ یوسف داشت آدم	کہ عشق از پردۂ عصمت بروں آرد زلیخا را

عصمت سے مراد خود داری جو اکثر زاہدان خشک میں ہوتی ہے جس کی وجہ واردات قلبیہ سے بے بہرہ ہونا ہے اور جب کسی کامل کی توجہ اور تسلیم سے ان واردات کا ورود ہوتا ہے بیچارہ کی ساری خود داری خاک میں ملجاتی ہے۔ اس تقریر کے بعد مطلب ظاہر ہے کہ یوسف یعنی محبوب حقیقی کے حسن روز افزوں سے یعنی ان واردات سے جو سالک کے قلب پر علی سبیل التواتر متجلی ہوتے ہیں مجھکو یقین ہوگیا تھا کہ انکا اثر کہ عشق و معرفت ہے اس سالک کو اسکی قدیم خود داری کے دائرہ سے ضرور نکالدے گا چنانچہ انکسار و شکستگی کا ترتب اسپر مشاہدہ ہے۔ قال ؎

حدیث از مطرب و مے گو و راز دہر کمتر جو	کہ کس نکشود و نکشاید بحکمت ایں معما را

اس میں اصلاح ہے اُن لوگوں کی جنھوں نے شب و روز اپنا بڑا شغل اور بڑا مقصود مسائل تصوف و اسرار حقیقت کی تحقیق کو بنا رکھا ہے اور جو اصل مقصود ہے ذکر و شغل اسمیں کمی کرتے ہیں اُن کو غیر مقصود کی طرف التفات سے روک کر مقصود کی طرف رجوع محبت و معرفت ہے اور جن اعمال سے محبت و معرفت پیدا ہوتی ہے۔

ان کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ قال رح

نصیحت گوش کن جانا کہ از جان دوست تر دارند	جوانان سعادتمند پند پیر دانا را

یہ شعر اوپر کے شعر سے متعلق ہے چونکہ اسمیں مسائل تصوف کی تحقیق سے منع کیا تھا اور اسکا غیر نافع بلکہ مضر ہونا مبتدی کی سمجھ میں آتا نہیں اس لئے شاید وہ اسکے ماننے میں پس وپیش کرتا لہذا نہایت شفقت سے اُسکو اس مضمون کے ساتھ خطاب کرتے ہیں۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مستقل نصیحت ہو کہ اگر مبتدی کی سمجھ میں مرشد کے کسی امر بالمبان کی حکمت نہ آوے تب بھی اطاعت کرنا چاہیئے۔ قال رح

بدم گفتی و خورسندم عفاک اللہ نکو گفتی	جواب تلخ می زیبد لب لعل شکر خارا

اسمیں تعلیم ہے مسترشد کی کہ اگر مرشد کبھی تلخ و درشت کہے تو اسمیں اپنی اصلاح سمجھکر بزبان حال اسکو اس شعر کا مخاطب قرار دیکر دلگیر نہو مولانا روم کا ارشاد ہے ؎ صبر کن در کار خضری بے نفاق ۔ تا نگوید خضر رو ہذا فراق ۔ اور جب مرشد کے ساتھ ایسا معاملہ رکھنا ضروری ہے تو اگر احیاناً محبوب حقیقی کیجانب سے کسی ایسے خطاب و عتاب کا انکشاف والقا ہو تو اسکو حکمت پر مبنی سمجھکر مکدر و معطل نہو۔ قال رح

غزل گفتی و در سفتی بیا و خوش بخوان حافظ	کہ بر نظم تو افشاند فلک عقد ثریا را

چونکہ غزل مذکور میں بہت مفید مضامین ہیں اس لئے اس شعر میں اس غزل کی ثنا کرتے ہیں۔ ترجمہ ظاہر ہے۔

غزل

دوش از مسجد سوی میخانہ آمد پیر ما	چیست یاران طریقت بعد ازین تدبیر ما
در خرابات مغاں ما نیز ہم منزل شویم	کاین چنین رفت است در عہد ازل تدبیر ما
ما مریدان رو بسوی کعبہ چوں آریم چوں	رو بسوی خاوٴ خمار دارد پیر ما

مطلب ظاہری ظاہر ہے۔ معنی معنوی یہ ہے کہ مسجد اور کعبہ سے مراد طریق کثرت عبادت۔ اور میخانہ اور خرابات مغان اور خانہ خمار سے مراد طریق عشق و محبت اور یہ دونوں طریق وصول الی اللہ کے مسلوک ہیں ہر شخص کی جیسی استعداد ہوتی ہے۔ اُسی طرح اُس کو تربیت کیا جاتا ہے۔ اور طریق محبت کے معنی یہ نہ سمجھے جاویں کہ اسمیں عبادت نہیں ہوتی کہ یہ تو الحاد محض ہے بلکہ کثرت عبادت نہیں ہوتی یعنی نوافل وغیرہ کا اہتمام زیادہ نہیں ہوتا پس وہ طریق بھی خلاف شرع نہیں ہے اور یہ تعیین طریق تربیت کی کبھی شیخ کی فراست سے ہوتی ہے اور کبھی غیبی طور پر اسپر ویسے ہی واردات ہونے لگتے ہیں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ابتدا ایک طریق سے ہوئی تھی اور تکمیل دوسرے طریق سے ہوتی ہے کبھی کامل کے حال میں بھی تبدل ہو جاتا ہے گو وہ تبدل مبتدی کا سا نہیں ہوتا۔ جب یہ سب مقدمات سمجھ میں آگئے اب مطلب اشعار کا سمجھنا چاہیئے۔ شعر اول سوال ہے دوسرا شعر جواب ہے تیسرا شعر اُس جواب کی دلیل ہے۔ پس فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ کی حالت غیبی طور پر کچھ بدلی ہے کہ پہلے اُنپر طریق کثرت عبادت کا غلبہ تھا اب طریق عشق کا غلبہ ہو گیا گو جامعیت دونوں حالتوں میں باقی ہے۔ اب سوال کے طور پر

کہتے ہیں کہ اس حالت میں ہمارے لئے کیا تدبیر مناسب ہے آیا اس تبدل سے دوسرے شیخ کو بدلنا چاہیئے یا اسی شیخ کا اتباع اس طریق میں کرنا چاہیئے کیونکہ اسوقت تعلیم میں بھی اجرا کی کا غالب ہوگا۔ پھر خود جواب میں تدبیر بتلاتے ہیں کہ ہمکو بھی شیخ کے ساتھ ہم منزل ہوجانا چاہیئے یعنی اُسی طریق میں شیخ کا اتباع پہ چاہیئے کیونکہ ظاہر ہا ہمارے تربیت اسی طرح مقدر ہے اس ظاہر کی دلیل یہ ہے کہ ایسے اسباب جمع ہوگئے کہ اس شیخ سے ہمارا تعلق ہوگیا یہ علامت باہمی تناسب کی ہے جو مدار فیض وافادہ ہے جیسا کہ حدیث میں ہے الارواح جنود مجندۃ فما تعارف منہا ائتلف وما تناکر منہا اختلف آگے اسکی دلیل فرماتے ہیں کہ جب ہمارا شیخ ایک طریق پر ہے تو ہم دوسرے طریق پر کیسے ہوسکتے ہیں حاصل دلیل کا یہ ہوا کہ افادہ واستفادہ میں اتحاد مشرب شرط ہے اگر ہم نے دوسرا طریق اختیار کیا تو شرط فیض فوت ہوجاویگی پھر فیض بھی نہ ہوگا۔ اور یہ احتمال کہ دوسرے سے فیض ہو شعر ثانی میں قطع ہوچکا ہے کہ ظاہر افیض اسی شیخ سے مقدر ہوا اور چونکہ صحبت باب عملیات سے ہے عملیات میں خطابیات احتجاج کے لئے کافی ہیں اسواسطے اس تقریر پر کوئی غبار نہیں۔ حاصل مقام کا یہ ہوا کہ جیسے بعض خام طبع ذوق ذوقیات میں کہ ان کے خلاف طبع ہو گو خلاف شرع نہ ہو پیر سے بدگمان ورنحرف ہوجاتے ہیں یہ دلیل حسرت ہے کہ ایسے اسباب سے قطع تعلق کرنا نہ چاہیئے بلکہ اس کا اتباع وموافقت حد شرعی تک ضروری ہے۔ کہ ممکن ہے اسکے حال میں ترقی ہوئی ہو اور یہ تبدل اُس کا اثر ہو اور ممکن ہے کہ تمہاری تربیت اس تبدل سے وابستہ ہو کہ مبتدا مقصود ہو واللہ اعلم قال ؎

عقل گر داند کہ وا در بند زلفش چوں خوش است	عاقلان دیوانہ گردند از پے زنجیر ما

یعنی گو طریق سلوک میں کیفیات عشقیہ مثل آہ نالہ فریاد وزاری ودرد وغم کو دیکھکر عقلاء ظاہری سمجھتے ہونگے کہ یہ لوگ بڑی مصیبت میں ہیں لیکن ہماری روحانی مسرت ونشاط کی اگر انکو خبر ہوجاوے تو اس زنجیر زلف وتعب عشق کی طلب اور تمنا اور اشتیاق میں وہ خود دیوانوں کی طرح پھرنے لگیں اور خود بھی ان کیفیات کے جویاں وخواہاں ہوجاویں مطلب یہ کہ محنت عشق پر ہنا راحت قربان ہیں۔ قال ؎

روی خوبت آیتے از لطف بر ما کشف کرد	ازاں سبب جز لطف وخوبی نیست در تفسیر ما

یہ شعر تجلی جمالی یعنی انس ورجا کے غلبہ کی حالت کا معلوم ہوتا ہے یعنی میری تفسیر بیان میں جو رجا ورحمت کے مضامین زیادہ معلوم ہوتے ہیں اُسکی وجہ یہ ہے کہ محبوب کے روے خوب یعنی تجلی جمالی نے لطف ورحمت کی صفت خفیہ منکشف کردی اس لئے جس کیفیت کا قلب پر غلبہ ہے زبان سے بھی اُسی کا صدور ہوتا ہے۔ اس سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہوگیا کہ ظاہری اقوال واحوال بھی جبکہ بے ساختہ صادر ہوتے معلوم ہوں علامت ہوتی ہے اس شخص کی کیفیت باطنی کی پس پیر کی تلاش کرنیوالے کو اس سے استمداد چاہیئے۔ درایت وتفسیر کا جمع کرنا لطف شاعری ہے۔ قال ؎

با دل سنگینت آیا ہیچ در گیرد شبے	آہ آتشبار وسوز نالہ شبگیر ما

افضلیت تجلی جمالی بر تجلی جلالی

لفظ سنگین مجاز از صفت غنا و لفظی بے ادبی و رغلبہ عشق عفو است ۔ شب گیر آخر شب ۔ لفظ آیا برائے تمنا ۔ درگیرد مجاز از رحم آرد بدون اعتبار انفعال ۔ حاصل یہ کہ تمنا کرتے ہیں کہ ہماری مناجات سحری جس کا منشا عشق ہے آپکی صفت غنا کو ہمارے حال پر مصدر رحمت کردے یعنی ہمپر رحمت فرمانے میں گو کوئی آپکو حاجت نہیں ہے اور یہی معنی ہیں غنا کے مگر ہماری حاجت کی وجہ سے ہمپر رحمت فرمائیے ۔ خلاصہ یہ کہ تمنائے رحمت کررہے ہیں اسمیں اسطرف بھی اشارہ ہے کہ سالک اپنے مجاہدات و ریاضات پر نظر کرکے اپنے کو مستحق فیضان کا نہ سمجھے بلکہ انکو مایۂ افتقار و تذلل و عرض حاجت کرتا رہے **تنبیہ** بعضے کم فہم غنا کے معنی بے التفاتی کے سمجھتے ہیں جو محض غلط ہے بلکہ اسکے معنی بے احتیاجی کے ہیں جو مقتضی ہے زیادت التفات و عنایت کو کیونکہ خلق جو التفات میں کمی کرتے ہیں تو بوجہ اسکے کہ بعض منافع کے محتاج ہوتے ہیں جس سے وہ منفعت حاصل ہوتی ہے اسکی طرف التفات کرتے ہیں جس سے وہ منفعت حاصل نہیں ہوتی اسکی طرف التفات نہیں کرتے پس عدم التفات کی علت احتیاج ہے اور یہ وہاں مفقود ہے پس التفات زیادہ متوقع ہے ہاں اگر عبد بھی کی طرف سے کوئی امر مانع ہو مثل کفر و شرک وغیرہ کے تو وہ اور بات ہے خوب سمجھ لو ۔ قال رح

مرغ دل را صید جمعیت بدام افتادہ بود	زلف بکشادی و باز از دست شد نخچیر ما

زلف کنایہ از صفت قابض بمناسبت آنکہ زلف پریشانی دارد و در حالت قبض ہم پریشانی رود ہذا پس ہر دو را تعلق است با پریشانی و نیز چنانچہ زلف سا ترخ است ہمچنان قبض سا ترد ارد ات جمالیہ است و در مجاز ہمیں قدر مناسبت کافی است ۔ یعنی ہمارے قلب میں کیفیت سکون کی ہوگئی تھی مگر قابض کی تجلی سے قبض ہوا اور پھر آشفتگی اور پریشانی ہوگئی ۔ اسمیں تحقیق ہے تعاقب بسط و قبض کی اور تعلیم ہے کہ کسی حالت مرغوبہ پر عجب نہ کرے کہ ورود ضد سے ہر وقت زوال محتمل ہے ۔ قال رح

باد بر زلف تو آمد شد جہان بر من سیاہ	نیست از سودای زلفت بیش بازیں تو فیرما

باد سبب پریشانی زلف می باشد کنایہ از صفت ارادہ کہ سبب تعلق صفت قابض باشد باحوال قلبیہ سالک جہان سیاہ شدن پریشان شدن ۔ تو فیر زیادت و محاصل ۔ سودا خیال عشق ۔ مطلب یہ کہ آپ نے جب ارادہ فرمایا کہ میرے قلب پر کیفیت قبض کی وارد کردیں تو اس کے ورود سے میری پریشانی بڑھ گئی جو کہ لازمۂ قبض ہے آگے کہتے ہیں کہ واقعی تجلی اسم قابض کا یہی فیض ہے اور لفظ سودا بڑھانے میں اشارہ ہے ایک عشق کی طرف دوسرے یہ کہ صفات الٰہیہ سب جمیل اور محبوب ہیں اور عاشق کو واجب ہے کہ ہر صفت کے فیض کو خواہ جمالی ہو یا جلالی ہو دل بالسے قبول کرے اور انمیں اپنی تربیت سمجھے پس قبض سے بھی دلگیر نہ ہو ۔ اور سودا اور زلف میں لطف شاعری بھی ہے ۔ قال رح

تیر آہ ما ز گردوں بگذرد جان عزیز	رحم کن بر جان خود بر ما بگیر ز تیر ما

اگر اسکا مخاطب ظاہر پرستوں کو کہا جاوے جو کہ عشاق کے حالات سے بیخبر ہوتے ہیں اور انکو ایذا میں پہونچاتے

ہیں تب تو معنی بے تکلف ہیں کہ ہمارا تیر آہ کہ آہ مظلوم ہے آسمان سے گذر کر پایہ سریر سلطانی تک پہونچتا ہے اور مقبول ہوتا ہے تو اے جان عزیز یہ شفقۃً کہدیا) ہمکو ایذا مت پہونچاؤ اپنے اوپر رحم کرو اس صورت میں آپ ارشاد ہوگا کہ غیر اہل حال کو اہل حال پر انکار جو منجر بایذا ہو نہ چاہئیے۔ اور اگر محبوب حقیقی کو منادی کہا جاوے تو مجازات بعیدہ کا تکلف کرنا پڑیگا۔ اور مقصود کا حاصل یہ ہوگا کہ چونکہ محبوب حقیقی نہایت رحیم ہے اس کو اپنے بندہ کی پریشانی گوارا نہیں اسلئے عرض کرتے ہیں کہ ہمکو فراق سے نجات دیجئے ورنہ ہماری پریشانی سے آپ کو ایذا ہوگی سکے قریب استعمالات مجازیہ کتاب سنت میں بھی وارد ہیں قال اللہ تعالیٰ یؤذون اللہ وفی الحدیث عن اللہ تعالیٰ ساتردوت فی شیٔ ما تردوت فی قبض نفس المومن هو یکره الموت وانا اکره مساءته یہ حدیث کا مضمون ہے لفظ اچھی طرح یاد نہیں لیکن تردد اور کراہت کے لفظ میں کوئی شک نہیں بعد تعیین محصل مقصود کے اب انطباق الفاظ شعر کا اس معنی پر کچھ دشوار نہیں۔ قال رح

بر در میخانہ خواہم گشت چوں حافظ مقیم	چوں خرابانی شدای یار طریقت پیرما

چوں حافظ مانند حافظ۔ یہ مقطع ہم مضمون مطلع کا ہے۔ غزل

شب از مطرب کہ دل خوش باد و یرا	شنیدم نالۂ جان سوز نے را
چنان در جان من سوزش اثر کرد	کہ بے رقت ندیدم ہیچ شے را
حریفے بد مرا ساقی کہ ہردم	ز زلف و رخ نمودی شمس ودی را
چو شوقم دید در ساغر مے افزود	بگفتم ساقیا فرخندہ پے را
رہا نیدی مرا از شر ہستی	چو پیمودی بپاپے جام مے را
حماک اللہ عن شر النوائب	جزاک اللہ فی الدارین خیرا
چو بیخود گشت حافظ کے شمارد	بیک جو مملکت کاؤس وکے را

مطرب کنایہ از شیخ ومعارف۔ نالہ نے مضامین عشق۔ سوزش سوز او۔ حریف مصاحب ذے بفتح دال مخفف ۵ دیجور۔ نوائب حوادث۔ مملکت ملک۔ اس پوری غزل کے اشعار بطور قطعہ بند کے ہیں سب میں ایک ہی مضمون ہے یعنی اسرار عشقیہ وحقایق عرفانیہ کی تعلیم پانے پر مسرت اور شیخ تعلیم کنندہ کا شکریہ۔ خلاصہ یہ کہ شب گذشتہ میں نے شیخ سے کہ خدا تعالیٰ انکو خوش رکھے اسرار عشق سے جو کہ جانسوز تھے ان مضامین کے سوز نے میرے اندر ایسا اثر کیا کہ کسی شے کو میں نے رقت سے خالی نہ پایا (سو وجہ سے کہ اپنے اندر جو کیفیت ہوتی ہے اس کا اثر ہر شے میں محسوس ہوا کرتا ہے اس توجیہ پر تو رقت صفت ہر شے کی ہوگی اور یہ توجیہ بھی ہوسکتی ہے کہ رقت صفت متکلم کی ہو اور معنی یہ ہونگے کہ میں نے ہر شے کو اسطور پر دیکھا کہ اس کو دیکھکر مجکو رقت ہوتی تھی وجہ اسکی یہ ہے کہ ہر شے آئینہ معرفت میں آئینہ جمال الٰہی ہے جب اسرار ومعارف منکشف ہوتے ہیں تو ہر شے کو اسی نظر سے دیکھتا ہے اور اس نظر کے لئے تاثر و رقت لازم ہے۔ آگے پھر شیخ کے بیان اسرار کا بیان ہے کہ ایسا ہمراہی

ع۵ کذا قیل لیکن صاحب شرح نے اسکی تغلیط کی ہے چنانچہ کہا ہے واضح لفظ وے را مخفف دیجور گویند وسند آن مصرع خواجہ حافظ است آرند مصرع ز زلف و رخ تو روزی شمس روزی + خطا است چہ دیجور صفت شب رافع شود نہ آنکہ دیجور مطلق شبہ یاہ راگویند وسب این غلطی توہم است (صحیح چنین است

ع۶ ز زلف و رخ تو روزی شمس روزی + نے را نے بالفتح بمعنی سایہ زیرا صورت مقابلہ شمس نے بمشابہت زلف ورخ در سقف خانہ پس وے را مخفف دیجور فہمیدن موجب عدم فہم است۔ آں منہ مدظلہ العالی۔

اور رفیق میرا ساقی تھا یعنی ایسا شیخ اُن معارف کو بیان کر رہا تھا کہ واردات جلالیہ و جمالیہ کے بیان سے شمس اور دیجور کا نقشہ دکھلا رہا تھا یا یوں کہا جاوے کہ اُن واردات کو اپنے تصرف سے قلب پر افاضہ کر رہا تھا جب اُس نے میرا شوق دیکھا تو پیالہ میں شراب اور بڑھا دی یعنی میرے قلب میں تعلیماً یا افاضۃً وہ اسرار و واردات اور القا فرمائے اُسوقت میں نے خوش ہو کر ساقی فرخندہ پے سے کہا کہ آپ نے مجھکو ان اسرار کے افاضہ کی بدولت ہستی موہوم کے شرور و آفات سے یعنی آثار ظلمانیہ و کدورات نفسانیہ سے چھڑا دیا جبکہ علی التواتر وہ سر مجھپر افاضہ فرمائے پس اللہ تعالےٰ آپ کو تمام حوادث کے شر سے محفوظ رکھے اور دونوں جہان میں اسکی جزائے خیر دے اور جب میں ان اسرار سے بہرہ ور ہو گیا تو تمام سلاطین کے ملک و دولت کی ایک جو کی برابر بھی میری آنکھ میں قدر نہ رہی چنانچہ ظاہر ہے کہ دولت باطنی کے سامنے دولت ظاہری لاشے محض ہے۔ غزل قال رح

صوفی بیا کہ آئینہ صاف است جام را	تا بنگری صفائے مئے لعل فام را

صوفی کا اطلاق کبھی صوفی حقیقی پر آتا ہے کبھی مدعی پر یہاں معنی ثانی مراد ہیں۔ اور جام سے مراد قلب اُس کو آئینہ سے تشبیہ دی باعتبار انجلاء کے مجاہدہ و ریاضت سے۔ اور مئے سرخ رنگ سے مراد عشق و محبت باعتبار سکر بیخودی کے۔ مطلب یہ کہ اے مدعی تم اپنے کمالات پر کیا دعوے کرتے ہو اور طریق اہل صدق کی طرف آؤ اور صدق اختیار کرو کہ آئینہ قلب فی نفسہ صاف ہے صرف اوصاف ذمیمہ کا اُسپر حجاب پڑا ہے صدق کی برکت سے یہ اُٹھ جاویگا پھر اُسوقت اسمیں تجلیات ذات و صفات کی منعکس ہو کر محبوب حقیقی کی معرفت ہوگی اور معرفت سے محبت و عشق کا غلبہ ہوگا اُسوقت نور محبت کا ادراک ہوگا حاصل شعر کا ترغیب دینا ہے تصفیہ و تزکیہ میں کہ ذریعہ وصول الی المحبوب ہے۔ قال رح

راز درون پردہ ز رندان مست پرس	کایں حال نیست صوفی عالیمقام را

یہاں بھی صوفی سے وہی معنی ثانی مراد ہیں جو شعر بالا میں مذکور ہوئے اور عالیمقام باعتبار شان و شوکت ظاہری کے کہا۔ مطلب یہ کہ اسرار حقیقت عشاق و تارکان تعلقات مستغرقان محبت سے دریافت کرنا چاہئیے کہ مدعیوں پر احوال باطنی ہی طاری نہیں ہوئے تاکہ اُنسے قلب پر واردات حالیہ یا علمیہ فائض ہوتے۔ اسمیں بھی مذمت ہے دعوی کی اور ترغیب ہے صدق و ترک ماسوی کی۔ قال رح

عنقا شکار کس نہ شود دام باز چین	کاینجا ہمیشہ باد بدست است دام را

باد بدست بیحاصل۔ عنقا کنایہ از ذات باعتبار اختفائے دائم۔ مطلب یہ کہ جس طرح عنقا کو کوئی شکار نہیں کر سکتا بس دام پھیلانا اور کوشش کرنا لاحاصل ہے اسیطرح کنہ ذات بحت کو کوئی ادراک نہیں کر سکتا اسلئے فکر اور سوچ بیکار ہے۔ اسمیں سالک کو یہ بتلانا ہے کہ انکشاف ذات کی فکر میں پڑ کر پریشان نہ ہو اور اپنا وقت صرف نہ کرے پس اس شعر میں علم و عمل یعنی حقیقت و طریقت دونوں کی تعلیم ہے۔ قال رح

من آن زمان طمع ببریدم ز عافیت	کایں دل نہاد در کف عشقت زمام را

یعنی میں نے تو اُسیوقت عافیت سے امید قطع کردی تھی جبکہ میرا اول تیرے عشق میں مبتلا ہوگیا تھا۔ اسمیں تعلیم ہے کہ عاشق حق کو عافیت اور بیفکری کی طلب عبث ہے جو حالت شدید سے شدید عشق میں پیش آوے اُسکو برداشت کرے۔ یہ مضمون اُن لوگوں کے یاد رکھنے کا ہے جو بعض احوال باطنی سے تنگ آکر دوسرے احوال مرغوبہ کی تمنا کیا کرتے ہیں ممکن ہے کہ یہ ناگوار حالت اُس گوارا حالت سے انفع ہو۔ قال رح

مارا برآستان تو بس حق خدمت است		ایخواجہ باز بیں بتر حسن غلام را	

ہر چند کہ شان محبوب کے لایق کسی کی بھی خدمت نہیں ہوسکتی مگر اپنی طاقت سے زیادہ جوش محبت و عشق میں اس کا صدور ہوجاتا ہے اور ظرف کی کامیابی میں دیر ہونے سے ولولہ میں وہ طاقت زبان پر بھی آجاتی ہیں یعنی مدت ہوئی طلب و خدمت میں سرگرم ہوں اب تو کامیاب فرما دیجئے۔ یہ ایک حالت ہے جس میں عاشق معذور ہے۔ اور اگر مقصود افتقار ہو تو ماجور ہے کقول یعقوب علیہ السلام انما اشکوبثی وحزنی الی اللہ رکقول اہل الغار باعمالہم الصالحۃ فی الخروج عن الغار۔ قال رح

وزعیش نقد کوش کہ چوں آنجور نماند		آدم بہشت روضۂ دارالسلام را	

عیش نقد سے مراد اعمال و طاعات و مجاہدہ جس کو سرو دست عمل میں لے آوے اور اگلے وقت پر نہ رکھے مطلب یہ کہ جو کچھ ذخیرہ آخرت جمع ہوسکے جمع کرلو اور نفس کی تسویلات و تسویفات میں مت رہو کہ کل کرلیں گے۔ پرسوں کرلینگے متی کہ عمریوں ہی ختم ہوجاتی ہے بلکہ جو کچھ کرنا ہو فوراً کرلو کیونکہ جب آدم علیہ السلام کا حصہ جنت میں قیام کرنیکا علم الٰہی میں ختم ہوگیا تو انکو ایسے اسباب پیش آئے کہ بہشت چھوڑنا پڑی پس جب بہشت جو کہ فی نفسہ دار اقامت ہے اجل معین گذرنے پر چھوٹ گئی تو دنیا جو کہ دارالزوال ہے اسکو تو اجل موعود پر تمکو بدرجہ اولے چھوڑنا پڑیگا پھر کاہیکے بھروسے ٹال رہے ہو۔ قال رح

در بزم دور یک دو قدح درکش و برو		یعنی طمع مدار وصال دوام را	

یہاں وصال سے مراد تجلی ذاتی ہے جس کے معنی اصطلاح میں یہ ہیں کہ ذات بحت کی طرف توجہ میں ایسا استغراق ہو کہ غیر ذات کی طرف اصلا التفات نہ رہے اور ممکن ہے کہ مطلق تجلی مراد ہو عام تجلی ذات و صفات سے گو وہ جس میں استغراق تام ہو۔ حاصل شعر کا یہ ہے کہ بعض سالکین ایسے بعض احوال کے طاری ہونے کے بعد اُس کا دوام چاہتے ہیں اور عادۃ اللہ یہ ہے کہ اکثر اُس کا دوام نہیں ہوتا اور اسی میں نفع بھی ہے کیونکہ حسب تنصیص ائمہ فن استغراق میں ترقی نہیں ہوتی کیونکہ ترقی ہوتی ہے عمل سے اور اس میں عمل نہیں ہوتا۔ دوسرے تعطل بھی ہوجاتا ہے اور مقصود زیادت طاعت ہے۔ تیسرے بدن کی تدبیر بھی مختل ہوجاتی ہے اور قوام بدنی کا اعتدال موقوف علیہ ہے طاعت کا ان حکمتوں سے یہ تجلیات دائم نہیں ہوتیں اسلئے فرماتے ہیں کہ جو کچھ احیاناً ان تجلیات سے مشرف ہوجاؤ غنیمت سمجھو اور پھر سلوک میں لگ جاؤ برو سے اسی طرف اشارہ ہے کیونکہ رفتن ترجمہ ہے سلوک کا۔ قال رح

ای دل شباب رفت و نچیدی گلے زعمر	پیرانہ سر کمن ہنر ننگ و نام را

یعنی جوانی کی عمر جو کہ مجاہدہ و ریاضت کا وقت تھا گذر گئی اور افسوس ہے تو نے کوئی کام نہ کیا اب بڑھاپا آیا تو علاوہ ضعف جسمانی و روحانی کے اب زیادہ ہوس رہتی ہے جاہ کی اور اسی کو ہنر سمجھتے ہیں خواہ جاہ دنیوی یا جاہ دینی جیسا اہل علم ظاہری کو پیش آتی ہے اور وہ جاہ بہت سے اعمال قربات و طلب مقصود سے مانع ہوتی ہے۔ اسلئے نصیحت کرتے ہیں کہ اس ننگ و نام کے ہنر کو ہرگز مت کر و کہ اب تو ہم خود صاحب شان یا صاحب کمال مشہور ہیں اب کیا کسی سے رجوع کریں یا مبتدیوں کے احوال و اشغال کو کیا اختیار کریں یا خلو عن الکمال کا کیا اعتراف کریں کہ مشیخت میں خلل پڑتا ہے اللہم احفظنا بلکہ اس بڑھاپے ہی کے حصہ میں جو کچھ ہو سکے اسمیں دریغ نہ کرے پس کمن میں عمل بسیط ہے ایک ہی مفعول پر تمام ہو جاتا ہے یعنی لاتعمل الا نفقہ یعنی لاتستنکف واللہ اعلم۔ قال رح

حافظ مرید جام جم است ای صبا برو	وز بندہ بندگی برسان شیخ جام را

جام جم قلب پیر شیخ جام پیر کہ اینچنیں قلب دارد۔ ترجمہ تو ظاہر ہے شاید مقصود اس سے تنبیہ ہو حقوق شیخ پر کہ مرید کتنا ہی کامل ہو جاوے جیسے کہ حافظ شیرازی تھے مگر تب بھی شیخ کا ادب اور احترام اور اعتراف اس کے ولی نعمت ہونے کا بلکہ حسب موقع اس کا اظہار بھی کرتا رہے حتی کہ اس کی حالت غیبوبت میں بھی اس کے حقوق میں تساہل و تغافل نہ کرے پس اس تقریر پر اس شعر میں تعلیم ہوگی آداب شیخ و حقوق صحبت کی واللہ اعلم۔ غزل قال رح

رونق عہد شباب است دگر بستان را	میرسد مژدہ گل بلبل خوشحان را

یہ شعر زبان بسط کا معلوم ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کہ بستان یعنی قلب میں پھر عہد شباب یعنی زمانہ بسط کی رونق یعنی شگفتگی حاصل ہوئی ہے اور گل یعنی محبوب حقیقی کا مژدہ یعنی تجلیات جمالیہ بلبل خوش الحان یعنی عاشق پر وارد ہے۔ اور معنی ظاہری ظاہر ہیں۔

ای صبا گر بجوانان چمن باز رسی	خدمت ما برسان سرو و گل و ریحان را

سرو و گل و ریحان سے مراد وہی جوانان چمن بطور وضع مظہر موضع مضمر کے مراد اس سے یاران طریقت مثل پیر بھائیوں کے۔ اسمیں اشارہ اس طرف ہے کہ صاحب طریقہ کو اپنے اصحاب و احباب کا خادم اور نیازمند رہنا چاہیئے کہ اسمیں علاوہ اوائے حق و اختیار تواضع کے انکی دعا و ہمت و تطییب قلب سے باطنی نفع بھی ہے

قال رح

ای کہ بر مہ کشی از عنبر سارا چوگان	مضطرب حال مگردان من سرگردان را

سارا بالف زائدہ بمعنی مثل چوں خاکسارا ے مثل عنبر۔ یا سار بمعنی جا چون نمک سار و بہر دو تقدیر مراد زلف و چوگاں ہم کنایہ از زلف بمناسبت امتداد و طول۔ و کلمہ از برائے بیان۔ یا عنبر سارا صفت و چوگاں موصوف

دمغول کشی محذوف اے پردہ۔ وتمہ مراد بدورخ۔ مطلب یہ ہے کہ زلف عنبر سار یعنی تجلی جلالی سے کہ اُس کے لوازم سے قبض ہے ماہ کو یعنی تجلی جمالی کو مستور نہ کیجئے اور مجھکو مضطرب حال نہ کیجئے ہر چند کہ تجلی جلالی بھی تجلی محبوب ہی ہے لیکن اُسکے عدم تحمل کے بیان سے اپنے ضعف کا اظہار ہے کہ افتقار وانکسار عین مطلوب ہے۔ قال رح

ترسم آن قوم کہ بردر دکشاں میخندند	در سر کار خرابات کنند ایمان را

سر خیال کار خرابات مے نوشی۔ مطلب یہ کہ جو ظاہر پرست مدعی زہد وتقوے عشاق پر ہنستے ہیں۔ جو کہ شراب محبت سے بیخود ہیں اور اسوجہ سے بعضے امور غلبہ عشق سے اُن سے ایسے سرزد ہو جاتے ہیں جو ظاہر پرستوں کی سمجھ میں نہیں آتے مجکو یہ اندیشہ ہے کہ اس تحقیر واستکبار کی نحوست سے یہ کسی ایسی حالت میں مبتلا نہ ہوں کہ صحیح ایمان وتقوی میں خلل انداز ہو مثلاً کسی مملوق ہی کے ناجائز تعشق میں مبتلا ہو جاویں۔ اس میں تعلیم ہے کہ کسی پر ہنسنا اور طعن کرنا نہ چاہیئے ہاں اصلاح کے موقع پر اصلاح کے طریقہ سے اصلاح کرنا ضروری ہے۔ قال رح

تعلیم ترک طعن وتمسخر ہر دیگران

یار مردان خدا باش کہ در کشتی نوح	ہست خاکے کہ بآبے نخرد طوفان را

کشتی نوح طریقہ یا صحبت اہل حق۔ مردان خدا اہل حق۔ خاک قناعت۔ طوفان جاہ وثروت۔ آبے حصہ ازاں۔ یعنی اے طالب حق تو اہل اللہ کی معیت وخدمت کو مت چھوڑ کیونکہ اہل اللہ کے طریقہ علم وعمل یا صحبت میں ایسی قناعت وترک ماسوی کی تعلیم اور تحصیل ہے کہ تمام جاہ وسلطنت کو ذرہ برابر بھی نہیں سمجھتے۔ سو یہی تعلیم ہے ترک ماسوی کی اور ایسے تارکین کے ساتھ لگے لپٹے رہنے کی پس اثبات ہے برکت صحبت کا بھی قال رح

تعلیم ترک ماسوی

بر وا ز خانہ گردون بدرونان مطلب	کاین سیہ کاسہ در آخر بکشد مہمان را

بروا مر از فعل سد بر یعنی برون۔ خانہ گردون دنیا۔ نان تعلقات۔ سیہ کاسہ بخیل۔ یعنی اس دنیا سے بے تعلق رہ اور تعلقات کا طالب مت ہو کیونکہ یہ گردوں یعنی اہل دنیا کہ زیر گردون آہا دہیں آخر کار مہمان کو یعنی تجھکو کہ مہمان چند روزہ ہے ہلاک کر بنگے یعنی تعلقات دنیویہ سے کسی کو فلاح نہیں ہوتی بلکہ خسران وحرمان ہی ہاتھ آتا ہے۔ قال رح

تعلیم ترک تعلق دنیا

گر چنین جلوہ کند مغ بچہ بادہ فروش	خاک روب در میخانہ کنم مژگان را

مغ آتش پرست کنایہ از طالب نور حقیقی وگاہے کنایہ از پیر باشد مغ بچہ بچہ مغ مراد از خلیفہ ارشاد کہ نائب پیر باشد یعنی اگر خلیفہ ارشاد کہ قاسم محبت ہے اسی طرح مظہر کمالات ہو تو میں پلکوں سے در پر جھاڑو دوں۔ اسمیں تعلیم ہے کہ خلیفہ ارشاد گو پیر بھائی ہو لیکن جب وہ بانابت شیخ افاضہ کرے تو اُس کو مخدوم سمجھنا چاہیے مساوات کا دعوی اور حسد موجب حرمان ہے۔ قال رح

تعلیم اکرام خلیفہ ارشاد

نشوی واقف یک نکتہ ز اسرار وجود	گر تو سر گشتہ شوی دائرہ امکان را

اگر وجود سے مراد وجود حقیقی واجب ہے جیسا کہ امکان کے مقابلہ سے معلوم ہوتا ہے تب تو اسرار سے مراد کنہ اور حقیقت ہے یعنی اگر وجود ممکن کے کل حقایق کو بھی محیط ہو جاؤ تب بھی واجب کی حقیقت معلوم نہیں ہو سکتی اگر وجود سے مراد وجود ممکن ہو تو اسرار سے مراد حکمتیں ہیں یعنی اگر تمام عالم میں پھر جاؤ تب بھی حدوث اشیا کی حکمتیں معلوم نہیں ہو سکتیں کہ یہ عالم کیوں پیدا ہوا۔ دونوں تقدیروں پر اس میں تعلیم ہے کہ جو امور احاطۂ ادراک میں کبھی نہ آسکیں طالب حق کو چاہیئے کہ اُس کے ادراک میں اپنا وقت صرف نہ کرے جیسا بہت لوگ اسی غلطی میں مبتلا ہیں۔ قال رح

ہر کرا خوابگہ آخر بدو مشت خاک است	گو چہ حاجت کہ بر افلاک کشد ایواں را

ترجمہ ظاہر ہے اور مقصود تعلیم ہے ترک تعلقات وطول امل کی کہ لازمۂ طلب مقصود حقیقی ہے۔ قال رح

ماہ کنعانی من مسند مصر آن تو شد	وقت آن است کہ پدرود کنی زنداں را

یعنی اے روح یا قلب کہ مشابہ یوسف علیہ السلام کے ہے مسند یعنی مقام عشق تجھکو بفضلہ تعالےٰ میسر ہو گیا اب دنیا کو کہ بجن مومن ہے ترک کر دو۔ مقصود اسمیں بھی ارشاد ہے ترک تعلقات دنیویہ کا۔ قال رح

در سر زلف نہ دانم کہ چہ سودا داری	کہ بہم بر زدۂ گیسوی مشک افشاں را

زلف کنایہ از عالم کثرت کہ سراسر وحدت است چنانکہ زلف سراسر رخ است چونکہ سالک کو بعد عروج کے نزول اور بعد فنا کے بقا ہوتا ہے اور اُسکے لوازم سے ہے توجہ الی الخلق اگرچہ وہ للحق ہوتی ہے اس لئے بعنوان استفہام کہ مقصود اُس سے تقریر ہے کہتے ہیں کہ خدا جانے اس عالم کثرت کیطرف متوجہ کرنے میں کیا راز ہے کہ منتہی کو اسطرف متوجہ کیا جاتا ہے یعنی بڑا راز ہے اور وہ راز تربیت خلق ہے۔ اس مسئلہ کا حقایق میں سے ہونا تو ظاہر ہے اور فن سلوک کے اعتبار سے تعلیم ہے اس امر کی کہ اگر بعد بقا کے یہ حالت عطا ہو تو اُس کو حاجب عن الحق نہ سمجھے کہ یہ بھی موجب قرب الی اللہ ہے۔ قال رح

ملک آزادگی و گنج قناعت کہ بشمشیر میسر نہ شود سلطان را	

ترجمہ ظاہر ہے اور مقصود تعلیم ہے قناعت کی کہ شرط طریق ہے۔ قال رح

حافظا می خور و رندی کن و خوش باش ولے	دام تزویر مکن چوں دگراں قرآں را

ے در رندی میرے نزدیک معنی ظاہری پر محمول ہیں کیونکہ لفظ ولے بمعنی ولیکن ان الفاظ کو معنی محمودہ کے ساتھ ماؤل کرنے سے آبی ہے چنانچہ ظاہر ہے اور مقصود اس سے اجازت وا باحت نہیں بلکہ مبالغہ ہے تزویر کی تقبیح میں جیسا ہمارے محاورہ میں کہا کرتے ہیں کہ زہر کھا لینا مگر فلانے شخص کے گھر کا کھانا مت کھانا یعنی وہ زہر سے بھی بدتر ہے پس اسی طریق پر اس کا مطلب ہے کہ ظاہری گناہ کا کام کر لینا مگر دین کو ذریعہ تزویر مت کرنا یعنی یہ عمل سب معاصی سے بدتر ہے وجہ اُسکی ظاہر ہے کہ اور معاصی میں کسی کو خلل اُخروی ضرر نہیں پہونچتا بخلاف تزویر بالدین کے۔ غزل۔ قال رح

فائدہ ترک خوش دلی از بیقراری کی خبر

فائدہ ترک تعلقات وطول امل

فائدہ رازِ وجود عالم کثرت

فائدہ تعلیم قناعت

فائدہ تقبیح تزویر

بلاز مان سلطان کہ رساند ین دیارا	کہ بلشکر بادشاہی ز نظر مران گدارا
چہ قیامت است جانان کہ بعاشقان نمودی	رخ ہمچو ماہ تابان دل ہمچو سنگ خارا
ز رقیب دیو سیرت بخدا ہمی پناہم	مگر آن شہاب ثاقب مددی کند خدارا
دل عالمی بسوزی چو عذار برفروزی	تو ازیں چہ سود داری کہ نمی کنی مدارا
مژۂ سیاہت ار کرد سوی خون ما اشارت	ز فریب او مبیندیش و غلط مکن نگارا
ہمہ شب دریں امیدم کہ نسیم صبحگاہی	بپیام آشنائے بنوازد آشنارا
بخدا کہ چرعۂ دہ تو بحافظ سحر خیز	کہ دعائی صبحگاہی اثرے کند شمارا

ان اشعار میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بے تکلف مرشد کے خطاب پر انکا انطباق ہو سکتا ہے۔ محبوب حقیقی کو مخاطب بنانا بعض اشعار میں قریب نا ممکن کے ہے ان سب کا حاصل مرشد سے توجہ کی درخواست کرنا ہے اور چونکہ سکر طلب میں مغلوب ہیں اسلیئے بعض الفاظ موہم سوء ادب صادر ہو گئے ہیں چونکہ بعض اوقات طالب کو اپنی حالت کی کمی اور خرابی کے ساتھ یہ گمان ہوتا ہے کہ مرشد کی توجہ و ہمت کی کمی اس کا سبب ہے اور بعض اوقات اس خیال میں کسی قدر صحت بھی ہوتی ہے اسلئے بلسان طالب فرماتے ہیں کہ بادشاہ طریقت یعنی مرشد کی خدمت میں کوئی شخص یہ التماس پہونچادے کہ خدا تعالے نے آپ کو شان ارشاد عطا کی ہے اس کا شکریہ ہے کہ مستر شدین کو اپنی نظر توجہ سے دور نہ کیجئے بلکہ اُنکے حال پر ہمیشہ توجہ مبذول رکھیئے کہ اُن کو نفع کامل ہو۔ اور یہ کیا غضب کی بات ہے کہ جو آپ نے طالبوں کے ساتھ برتاؤ کر رکھا ہے کہ کمالات تو ما شاء اللہ ایسے کچھ مگر قلب میں ایسا استغنا کہ طالبین کی طرف سے توجہ ہی فرمائی جاتی ہے یہ تو شان ارشاد کا مقتضا نہیں ہے میں دشمن شیطان خصلت سے یعنی نفس امارہ سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں یعنی اُسکے شر سے ترساں و لرزاں ہوں کیا عجب ہے کہ نظر مرشد کہ مثل شہاب ثاقب کے دفعیہ شر نفسانی میں ہے کچھ خدا واسطے سمجھکر امداد فرمائے جبوقت آپ کے کمالات کا ظہور ہوتا ہے تو ایک عالم کے قلب میں اضطراب طلب پیدا ہو جاتا ہے پھر جو آپ اُنکی دلجوئی اور اُنکی طرف توجہ نہیں فرماتے اور وہ یوں ہی تڑپ کر رہجاتے ہیں اس سے کیا فائدہ بلکہ آپ کے منصب ارشاد کا مقتضا یہ ہے کہ ان کے حال پر توجہ فرماویں۔ اور اگر آپ کی مژگان سیاہ یعنی صفت استغنا نے ہمارے خون یعنی ہمارے ساتھ سختی و بے توجہی کرنے کا اشارہ کیا ہے تو اسکے مقتضا پر عمل نہ کیجئے کبھی اس باب میں غلطی نہ ہو جاوے غلطی یہی کہ توجہ ضروری کو غیر ضروری سمجھ لیا جاوے میں تمام شب یعنی تمام اوقات انقباض میں اس کا منتظر رہتا ہوں کہ شاید اودھر سے کچھ لطف و عنایت ہو جاوے کہ میرا کام بنجاوے سو خدا کے واسطے آپ اپنی توجہ کا کچھ حصہ حافظ سحر خیز کو دیدیں کہ شاید اُسکی دعا سے آپ کو اور زیادہ نفع ہو جاوے کیونکہ اصاغر کی دعا سے بھی اکابر کی ترقی ہوتی ہے۔ غزل۔ قال ؎

صبا بلطف بگو آن غزال رعنا را	کہ سر بکوہ و بیابان تو دادۂ ما را

شکر فروش کہ عمرش دراز باد چرا	تفقدی نہ کند طوطی شکر خارا
غرور حسن اجازت مگر نداد اے گل	کہ پرسشے نکنی عندلیب شیدا را
بحسن خلق تواں کرد صید اہل نظر	بہ بند و دام نگیرند مرغ دانا را
چو با حبیب نشینی و باده پیمائی	بیاد آر حریفاں باده پیما را
نہ دانم از چہ سبب رنگ آشنائی نیست	سہی قدان سیہ چشم ماہ سیما را
جز این قدر نتواں گفت در جمال تو عیب	کہ خال مہر و وفا نیست روی زیبا را
در آسماں چہ عجب گر گفتۂ حافظ	سماع زہرہ بر قص آورد مسیحا را

اس غزل کا حاصل بھی بعینہٖ مثل غزل سابق کے معلوم ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کہ اے پیغام رساں نرمی و عاجزی سے میرے مرشد سے جو کہ غزال رعنا کی طرح مجھ سے نفور ہیں یوں کہنا کہ آپ نے تمام کو وہ و بیابان میں مجھکو پریشان کر رکھا ہے یعنی بے توجہی سے مجھکو محرومی ہے اور اُس سے میں پریشان ہوں اور معلوم نہیں کیا بات ہے کہ یہ مرشد کہ شیریں ادائی اور تقسیم فیوض کی قابلیت میں شکر فروش کے مشابہ ہیں طالبین کی خبر گیری کیوں نہیں کرتے جو کہ مشابہ طوطی طالب شکر یعنی فیوض کے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ ناز کمال اس کا باعث ہو گیا ہے کہ عشاق کی بات نہیں پوچھتے سو ایسا مناسب نہیں بلکہ خوش اخلاقی و عنایت ضروری ہے کہ طالبین اس سے مائل ہونگے اور اُنکے مستفید ہونیسے آپ کو بھی ثواب ہوگا اور یہ لوگ دوسرے اسباب سے مثل لذات و تمتعات مقید نہیں ہوتے اور اے مرشد جب آپ حق تعالےٰ کے قرب اور اختصاص سے خاص طور پر مشرف ہوں یعنی آپ کی توجہ اور دعا کا وقت ہو تو طالبین کو بھی یاد فرمالیا کیجئے یعنی جسطرح ہمت کی آپ سے درخواست ہے اُسی طرح دعا کی بھی کہ یہ اُس سے زیادہ نافع ہے اور معلوم نہیں کہ ان اہل کمال کو جو کہ مجمع فضایل ہوتے ہیں بے توجہی کی عادت کیوں ہو جاتی ہے۔ آپ میں ماشاء اللہ تعالیٰ ساری خوبیاں ہیں مگر اتنی کسر ہے کہ توجہ و عنایت جیسی ہونا چاہئے وہ نہیں ہے۔ آگے مقطع کا شاعرانہ مضمون ہے جو ترجمہ سے ظاہر ہے ف توجیہ الفاظ موہمہ سوء ادب کی غزل سابق کی تمہید میں مذکور ہو چکی۔ قال ؎

ساقیا برخیز و در دہ جام را	خاک بر سر کن غم ایام را

یعنی اے مرشد مجھکو جام عشق الٰہی دیدیجئے جس سے دنیوی غم و اندیشہ کے سر پر خاک ڈالدوں۔ قال ؎

ساغر می بر کفم نہ تا ز سر	بر کشم این دلق ازرق فام را

ازرق بتقدیم زای معجمہ بر رائے مہملہ کبود مراد مستی مستعار یعنی شراب محبت مجھکو دیدیجئے تاکہ ان تعلقات فانیہ کو برطرف کردوں۔ قال ؎

گرچہ بدنامی است نزد عاقلاں	ما نمی خواہیم ننگ و نام را

یعنی اگرچہ عاشقی موجب بدنامی ہے کیونکہ جاہ و وضع داری بھی اُسمیں برباد ہو جاتی ہے عقلا میں جو اہل دنیا ہیں

فاعلب از مرشد

فاعلب شراب محبت

ترک ننگ و نام

اُنکے نزدیک تو بدنامی کا یہ سبب ہے اور اُنہیں جواہل دین ہیں اور رو دل سے ناآشنا ہیں اُنکے نزدیک وجہ یہ ہے کہ بعض امور غلبہ عشق میں ایسے صادر ہوجاتے ہیں جو ظاہر اقواعد شرعیہ پر بلا تاویل منطبق نہیں ہوتے وہ اسلئے بُرا بھلا کہتے ہیں لیکن ہمکو ننگ و نام نہ چاہیئے رضائے الٰہی کافی ہے۔ قال رح

بادہ وردہ چند ازین بادغرور	خاک بر سر نفس نافرجام را

طلب محبت

عامل در قول او چند ازین بادغرور مقدر یعنی سخن را۔ مطلب یہ کہ اس بادغرور یعنی دعوی ہستی وتعلقات فانیہ کا کہاں تک چرچا کرتا رہوں اور کب تک اسمیں مبتلا رہوں مجھکو شراب محبت دیدیجئے کہ یہ سب رخصت ہو اور گو نفس پر یہ شاق ہے مگر اس نفس نافرجام کی ایسی تیسی۔ قال رح

دود آہ سینۂ سوزان من	سوخت این افسردگان خام را

اسمیں عشق کی تاثیر بتلاتے ہیں کہ میرے سینہ سے جو آہ سوزاں نکلی اُسکا یہ اثر ہوا کہ جو لوگ عشق سے مناسبت نہ رکھتے تھے اُنمیں بھی سوز شش اور شورش پیدا ہوگئی۔ قال رح

محرم راز دل شیدائے من	کس نمی بینم زخاص وعام را

یعنی چونکہ دنیا میں عشاق کم ہیں اور بدون عشاق کے عاشق کا حال کوئی سمجھ نہیں سکتا۔ اسلئے میں کسی شخص کو اپنا محرم اور رازفہم نہیں دیکھتا۔ قال رح

با دلارامی مرا خاطر خوش است	کز دلم یکبارہ برد آرام را

اسمیں بیان ہے قوت عشق محبوب حقیقی کا اور ترجمہ ظاہر ہے۔ قال رح

بدون محبوب حقیقی دل کامل نہیں

نگذرد دیگر بسر واندر چمن	ہر کہ دید آن سرو سیم اندام را

اسمیں بیان ہے محبوب حقیقی کے حسن واجمل واکمل ہونے کا کہ اُسکے مشاہدہ کے بعد پھر محبوبان مجازی کی طرف التفات نہیں رہتا۔ قال رح

از سر دنیا گذشتی غم مخور	خوش بخور ہم خوش بدار ایام را

اسمیں تعلیم شکر ہے تعلقات دنیا سے دل سرد ہوجانے پر کہ منجملہ آثار قبول وذکر وثمرات رضائے حق کے ہے کہ اب انشاء اللہ تعالی کامیابی کی زیادہ اُمید ہے۔ قال رح

صبر کن حافظ بسختی روز وشب	عاقبت روزے بیابی کام را

اسمیں تعلیم ہے صعوبات مجاہدہ کی برداشت کی۔ ترجمہ ظاہر ہے۔ غزل قال رح

ما برفتیم تو دانی و دل غم خورما	بخت بد تا بکجامی برد آبشخور ما

معلوم ہوتا ہے کسی اتفاق سے انمیں اور مرشد میں مفارقت ہوئی ہے خواہ انکو سفر پیش آیا ہو یا مرشد کو یا دونوں کو چنانچہ بعض اشعار اول احتمال پر دال ہیں بعض ثانی پر اور دونوں کا مجموعہ ثالث پر۔ آبشخور بمعنی قسمت وحصہ۔ مطلب ظاہر ہے کہ ہم جدا ہوتے ہیں آپ کو میرے دل غمزدہ کا حال معلوم ہے دیکھیے میرا طالع

واژگوں اس جدائی کے حصہ کو کہانتک امتداد دیتا ہے۔ قال رح

از نثار مژہ چوں زلف شود دُر گیرم	قاصدے کز تو سلامی برساند بر ما

نثار مژہ اشک وسیم مضاف الیہ مژہ۔ و در گیر بمعنی پر گوہر۔ یعنی اگر کوئی قاصد آپ کی طرف سے اس حالت مفارقت میں کچھ سلام و پیغام لاوے تو اس قت۔ راشک نثار کروں اور اسکے سامنے آنکھ یا دامن محبت میں رو ؤں کہ وہ پُر گوہر ہوجاوے جس طرح آپ کی زلف پر گوہر ہے۔ اکثر محبوبوں کی عادت ہے کہ زلف میں موتی پروتے ہیں اور اشک کو اکثر شعرا گوہر سے تشبیہ دیتے ہیں۔ قال رح

بدعا آمدہ ام ہم بدعا دست برآر	کہ وفا با تو قرین باد و خدایا در ما

یعنی رخصت کے وقت میں بھی دعا کرتا ہوا حاضر ہوا ہوں آپ بھی دعا فرمائیے کہ آپ کی توجہ و عنایت ہمیشہ میرے حال پر رہے اور خدا تعالی ہمارا یار رہے یاوری سے یہی مراد ہے کہ مرشد کی عنایت ہمیشہ ہمارے حال مبذول رہے چونکہ طالب زیادہ محتاج ہوتا ہے اسلئے دعا میں اپنی ہی تخصیص کی۔ قال رح

گر ہمہ خلق جہاں بر من و تو حیف خورند	بکشد از ہمہ انصاف ستم دار ما

حیف خورند رشک برند۔ یعنی اگر حساد آپ کی اور میری صحبت کو ناگوار سمجھیں تو ہمارا حاکم حقیقی ان ظالم کا انصاف کریگا۔ غالبا اسمیں تعریض ہے حاسد پر بھائیوں کی طرف یا دنیا دار نادان دوستوں کی طرف جو سمجھا کرتے ہیں کہ فلاں بزرگ کے پاس آنے جانے سے ہمارا عزیز دنیا سے جاتا رہا۔ قال رح

بسرت گر ہمہ عالم بسرم بخر و شند	نتواں برد ہوائے تو برون از سر ما

بسرت دستم بسر تو۔ مطلب ظاہر ہے کہ گو خلقت مجھکو ملامت کیا کرے مگر آپ کی محبت ہرگز زائل نہیں ہو سکتی۔

فلک آوارہ بہر سو کند رم میدانی	رشک می آیدش از صحبت جانان ما

اسمیں تاسف ہے ایسے اتفاقات کے پیش آجانے پر کہ مرشد کی صحبت نصیب نہیں ہوتی باتی۔ اسکی نسبت کرنا فلک کی طرف اور اسکو رشک سے تعبیر کرنا یہ شاعرانہ طرز ہے اصل مقصود تاسف مذکور ہے۔ قال رح

دردمندیم مجو بید ہ از سوز دروں	دمن خشک و لب تشنہ و چشم تر ما

اسمیں مقصود اظہار ہے اپنی دردمندی کا کہ لازمہ غلبۂ عشق ہے۔ ترجمہ ظاہر ہے۔ قال رح

ما ز وصف رخ زیبای تو تا دم نزدہ ایم	ورق گل بجمل است از ورق دفتر ما

اسمیں مقصود وصف ہے محبوب کے جمال و کمال کا بطور کنایہ کے جسکی تقریر ظاہر ہے۔ قال رح

زود باشد کہ بیاید بسلامت یارم	اے خوش آن روز کہ آید بسلامت بر ما

بر ما بمعنی نزد ما۔ اسمیں تسلی دیتے ہیں اپنے دل کو کہ انشاء اللہ تعالی یہ زمانہ مفارقت کا جلدی مبدل بہ وصل ہوگا دوسرے مصرع میں اسکی تمنا ہے اور ترجمہ ظاہر ہے۔ قال رح

ہر کہ گوید کہ بجا رفت خدا را حافظ	گو بزاری سفرے کرد و برفت از بر ما

فی طلب وصل الشد — فی وصف جمال — فی اظہار درد مندی — فی اظہار تاسف بعدم تحقق — فی درخواست دعا از مرشد

تنبیہ طالبین استکراہ مفارقت مرشد

اسمیں اظہار ہے اپنے بیخ اور زاری کا وقت مفارقت کے بعنوان خاص۔ یعنی اے مرشد اگر آپ سے کوئی پوچھے کہ خدا واسطے بتلا دیجئے کہ حافظ کہاں گیا تو آپ کہدیجئے کہ گریہ وزاری کرتا ہوا ہمارے پاس سے سفر میں گیا۔ ف غالبًا ایسے مضامین سے تنبیہ مقصود ہو طالبین کو کہ مفارقت شیخ کو امر ناگوار سمجھنا چاہیئے اور بے ضرورت اس سے جدا نہ ہونا چاہیئے۔ واللہ اعلم۔ غزل۔ قال رح

لطف باشد گر نپوشی از گدا ہاروت را	تا بکام دل نہ بیند دیدۂ ماروت را

روت را در ہر دو مصرعہ بمعنی روی تراو دریں ایہام ست باسم ہاروت و ماروت۔ اسمیں تمنا ہے مشاہدہ دائمہ کی کہ جب تک ہم جی بھر کر آپ کی تجلی کا مشاہدہ نہ کرلیں کیا خوب ہو کہ وہ مستتر نہو اور جی بھرنا باقتضائے عشق ممتنع پس تمنائے دوام مشاہدہ اس سے حاصل ہوگئی۔ قال رح

ہمچو ہاروتیم دائم در بلائے عشق زار	کاشکے ہرگز نہ دیدے دیدۂ ماروت را

حل اشکال

اروت در مصرعہ اول بمعنی متعارف۔ و ماروت در مصرعہ دوم بمعنی مرکب از ضمیر جمع متکلم و روی مضاف بضمیر خطاب و تشبیہ در ابتلائے عشق بہ ہاروت بنا بر مشہور۔ ترجمہ ظاہر ہے البتہ بظاہر یہ اشکال ہے کہ عاشق ہو کر اس تمنا کے کیا معنی کہ کاش میں محبوب کو نہ دیکھتا۔ حل اس کا یہ ہے کہ ایسا دیکھنا جس کے بعد استتار و فراق ہو گیا لازم ہے اور غم اور پریشانی لازم ہے پس یہاں لازم سے مقصود لازم ہے اور انکی تمنا میں کچھ مضائقہ نہیں قال رح

کے شدی ہاروت در چاہ ز نخدانش اسیر	گر نگفتی شمۂ از حسن او ماروت را

ترتیب استدعا مقالات عشق

ہاروت و ماروت در ہر دو مصرعہ بمعنی متبادر و ضمیر شین واو در حسن اور اجع بسوئے زہرہ بقرینہ مقام۔ و را در ماروت را متصل بلفظ شمہ یعنی اگر ماروت شمۂ را از حسن زہرہ بہ ہاروت نگفتے الخ و این ہم مبنی است بر قصہ مشہور کہ بعضے گویند کہ اول ماروت آزاد دیدہ بہ ہاروت گفت۔ مطلب ظاہر ہے۔ غالبًا مقصود اس سے یہ بتلانا ہے کہ عشق حقیقی کا سلسلہ چلنے میں مرشد کے بیان معارف کو بھی بڑا دخل ہے کہ مسترشد سن سن کر معرفت حاصل کرتا ہے اور معرفت سے محبت بڑھتی ہے جیسا مولوی جامی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے ؎

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد ۞ بسا کیں دولت از گفتار خیزد

قال رح

بوئی گل را خاست گوئی در چمن ہاروت بود	بلبلان مستند گوئی دیدہ چوں ماروت را

مسئلہ مظہریت خلق و ظاہریت حق

تا در ہاروت و ماروت برائے خطاب و گوئی در ہر دو مصرعہ بمعنی گویا۔ مطلب یہ کہ یہ جو پھول کی خوشبو پھیل رہی ہے معلوم ہوتا ہے وہاں آپ کے جمال کا ظہور ہوگا اور یہ خوشبو اس کا اثر ہوگا۔ اور اس پھول پر جو بلبلیں مست ہو رہی ہیں معلوم ہوتا ہے ہماری طرح انہوں نے آپ کا جمال دیکھ لیا ہے۔ مطلب یہ کہ عالم میں جہاں کہیں حسن و جمال ہے آپ ہی کے حسن و جمال کا ظہور ہے اور جہاں کہیں عشق و محبت ہے وہ آپ ہی کے ساتھ واقع میں متعلق ہے گو خود اس عاشق کو جہل کی وجہ سے اسکا ادراک نہو۔ اسمیں تحقیق ہے مسئلہ مظہریت خلق و ظاہریت حق کی جس کو بندہ نے کلید مثنوی میں چند جا لکھا ہے طویل الذیل ہونے کی وجہ سے یہاں گنجایش نہیں اور ظاہر ہے کہ اس

صورت میں جس مخلوق پر کوئی کسی وصف کمال کے سبب عاشق ہوگا اور وہ وصف کمال درحقیقت کمال حق تعالیٰ کا ہے پس اصل محبوب حق تعالیٰ ہوا جیسے دیوار پر تابش آفتاب دیکھ کر کوئی عاشق ہو جاوے تو واقع میں وہ دھوپ کا عاشق ہے مگر جاہل ہے اور اسلیئے مورد ملامت بھی ہے۔ قال رح

میکشم جور و جفا ہا بیت زہجران ای صنم	روی بنما تا نہ بینند حافظِ ماروت را

چوں بت را عابدان او بقدر وسع بالبسہ و اقمصہ و حلیہا می آرایند لہذا ایں محبوب اطلاق او عادت شدہ است و روت ای روی تو۔ و حافظ وضع نامظہر موضع مضمر است تا بہ بینیم۔ ترجمہ ظاہر ہے کہ تمنا ہے تو اور تجلیات جمالیہ کی بعد صعوبات قبض و مجاہدات شاقہ کے۔ غزل قال رح ۵

تا جمالت عاشقان را زد بوصل خود صلا	جان و دل افتاد و انداز زلف و خالت ہر بلا

زلف و خال مراد از حسن۔ مطلب یہ ہے کہ جب سے عشاق کو بذریعہ انبیاء و اولیاء کے آپ کے وصل و قرب کا ممکن الحصول ہونا معلوم ہوا ہے تو اس امید میں مشغول طلب ہوئے ہیں اور طرح طرح کے صعوبات کو گوارا کر رہے ہیں۔ شاید اسمیں یہ تبلانا ہو کہ عاشق کو صعوبات سے گھبرانا نہ چاہیے کہ اسکا ثمرہ اخیر دولت قرب ہے قال رح

اینچنین جان عاشقان از دست ہجرت میکشد	کس ندیدہ در جہان جز کشتگان کربلا

اسمیں بیان کرنا مقصود ہے شدائد عشق و ہجران کا کہ عبارت ہے نفس سے جو عادۃً لوازم کثیرہ عشق سے ہے شاید مقصود اس سے بھی پہلے سے بتلانا ہو طالب کو تاکہ وقوع کے وقت بددل اور کم ہمت نہو۔ قال رح

ترک ما گر میکند رندی و مستی جان من	ترک مستوری و زہدت کرد باید اولا

ترک در مصرعہ اول بضم تا مراد معشوق و در مصرعہ ثانی بفتح تا یعنی گذاشتن و جان من منادی خطاب بنفس خود یا بمستر شد و رندی و مستی مراد غالب کردن آثار عشق۔ و مستوری و زہد مراد وضع داری و تحفظ از ملامت مطلب یہ کہ اگر محبوب حقیقی کی جانب سے ایسے واردات عشقیہ کا غلبہ ہو جس سے ظاہرداری منہدم اور وضعداری منعدم ہوتی ہو تو اسمیں یہ پس و پیش نہ کرے کہ خلق ملامت کرے گی یا ریا کار کہے گی بلکہ ان آثار کے تابع ہو جانا چاہیے بلا سے کوئی برا بھلا کہے۔ حاصل یہ کہ شرع کا پاس ضروری ہے وضع کا ضروری نہیں قال رح

بزم عیش و موسم شادی و ہنگام طرب	پنجروزی ایام عشرت را غنیمت دان دلا

اسمیں طالب کو تصیع اوقات سے منع کرنا مقصود ہے یعنی مجمع صحبار و ذاکرین اور اوقات ذکر و طاعت اور زمانہ جوانی و قوت کو کہ یہ چند روزہ عمر تک میسر ہے غنیمت سمجھو اور کچھ ذخیرہ جمع کر لو۔ قال رح

حافظا گر پای بوس شاہ دستت میدہد	یافتی در ہر دو عالم زینت عز و علا

مقصود اس سے تہوین و تسہیل ہے امر مجاہدہ کی یعنی مجاہدات سے مت گھبراؤ کیونکہ اگر اس سے قرب محبوب حقیقی کا میسر ہو گیا جیسا کہ غالب امید بلکہ وعدہ واثقہ ہے تو تمکو تمام تر عزت و علو اور سب کچھ دولت میسر ہو گئی یہ ویسا مضمون ہے جیسا کسی نے کہا ہے ع متاع جان جاناں جان دینے پر بھی سستی ہے واللہ اعلم۔ تمام شد ردیف الف

ردیف الباء

غزل

میدمد صبح کله بستہ سحاب	الصبوح الصبوح یا اصحاب
میچکد ژالہ برخ لالہ	المدام المدام یا احباب
می وزد از چمن نسیم بہشت	خوش بنوشید و اثمامی ناب
تخت زرین ز دست گل بچمن	راح چون لعل آتشین دریاب

کلہ پردہ تنک کہ جہت دفع مگس و پشہ وغیرہ کشند۔ صبوح شراب صبح۔ مدام و راح بمعنی شراب۔ ژالہ مراد شبنم و سحاب فاعل بستہ ای سحاب کلہ را بستہ و کشیدہ است۔ و راح مفعول دریاب۔ آن اشعار میں صبح اور سحاب اور ژالہ اور لالہ وغیرہا مفردات کو جدا جدا امور باطنیہ پر منطبق کرنا جیسا عام شراح نے کیا ہے تکلف محض ہے بلکہ محل یہ ہے کہ کہا جاوے کہ چونکہ عادۃً ایسے وقتوں میں شراب پیا کرتے ہیں کہ صبح کا وقت ہوا بر ہو رہا ہو پھولوں پر شبنم کے قطروں کا ترشح ہوا ہو پھول شگفتہ ہوں اسلئے یہ مجموعہ کنایہ ہے۔ شراب پینے کے موقع اور وقت سے۔ حاصل یہ ہوا کہ اب شراب پینے کا موقع ہے خوب شراب پیو۔ مطلب معنوی یہ کہ عمر ہے۔ مہلت ہے۔ فراغت ہے ذکر و طاعت و معرفت کو غنیمت سمجھو جیسا حدیث میں ہے۔ اغتنم خمسًا قبل خمس صحتك قبل سقمك۔ وحیاتك قبل موتك و فراغك قبل شغلك وشبابك قبل هرمك الخ اوکما قال واللہ اعلم۔

غنیمت شمردن مہلت و فراغت

لب و دندان تو حقوق نمک	داشت برجان و سینہای کباب

مدلول ظاہری تو یہ ہے کہ کباب کی گردن پر محبوب کے لب و دندان اپنا حق نمک رکھتے ہیں یعنی کباب میں جو چاشنی اور لذت ہے وہ محبوب کے لب و دندان کی چاشنی و لذت سے مستفاد ہے۔ اور مدلول معنوی یہ ہے کہ جس ممکن میں جو صفت دلکشی و دلربائی کی موجب ہے وہ محبوب حقیقی کے افاضہ اور افادہ کی بدولت ہے پس طالب حقیقت کو چاہیئے کہ اس کو اپنا قبلۂ توجہ بناوے ماوشما میں دل نہ پھنساوے۔

محبوب مجازی را از افادۂ محبوب حقیقی

در میخانہ بستہ اند دگر	افتح یا مفتح الابواب

میخانہ سے مراد عالم فیض۔ یعنی پھر قبض ہو گیا ہے بسط عنایت کیجئے کو قبض اور بسط عارف کے نزدیک یکساں ہے لیکن بعض اوقات طالب بسط میں اظہار عبدیت و افتقاد احتیاج و ضعف ہے اور یہ خود بھی اعلیٰ مطالب سے ہے اور ایک دقیق کمال ہے۔ اور بعض نسخوں میں دگر کی جگہ مگر ہے خواہ تحقیق کے لئے یا بمعنی شاید کیونکہ قبض کبھی محقق ہوتا ہے کبھی مشتبہ ہوتا ہے۔

در چنیں موسمے عجب نبود	کہ بہ بندند میکدہ بشتاب

اور بعض نسخوں میں ہے عجب باشد۔ پس نسخہ اولے پر بہتر ہے کہ میکدہ سے مراد محل ذکر وطاعت لیا جاوے اور یہ شعر علت ہوگی اشعار چہارگانہ ابتدائی غزل کی یعنی میں اس لئے ذکر وطاعت کی ترغیب دیتا ہوں کہ یہیں اسکا محل (کہ عمر دنیا ہے) مسدود اور ختم نہ ہو جاوے پھر دار الجزا میں عمل معتبر نہیں۔ اور نسخہ ثانیہ پر میکدہ سے عالم فیض مراد لیا جاوے جیسا کہ اس سے اوپر کے شعر میں میخانہ سے یہی مراد تھا۔ یعنی ایسے موسم میں کہ انبساط مطلوب ہو فیوض واردات کا بند ہونا تعجب کی بات ہے اور اس تعجب کی یہ وجہ نہیں کہ یہ امر نامناسب ہے کیونکہ عارف تو اسکو نامناسب ہرگز نہیں سمجھتا بلکہ عقاید صحیحہ میں سے یہی امر ہے کہ ایسے حوادث و بلیات موجب رحمت ہیں بلکہ مقصود تعجب سے تاسف طبعی یا بنا بر اظہار افتقار ہے جسکی شرح اوپر ہوئی ہے۔ چونکہ یہ فعل خلاف توقع ہوا اور تعجب خلاف فرعوم امر پر ہوتا ہے اسلئے اس تاسف کو تعجب سے تعبیر کر دیا گیا واللہ اعلم۔

زاہدا مے بنوش رندانہ		فاتقوا اللہ یا اولی الالباب	

رندی سے مراد مطلق بے تکلفی تصنعات سے نہ کہ آزادی حدود شرعیہ سے۔ یعنی ذکر وطاعت میں ریا و تصنع مت کرو کہ حابط عمل ہے اور اس بارہ میں خدا سے ڈرو کہ مقتضائے عقل ہے۔

گرنشان زآب زندگی جوئی		مئے نوشین بخور ببانگ رباب	

بانگ رباب سے چونکہ حرکت اور رغبت ہوتی ہے شراب پینے کی طرف۔ مراد اس سے محرکات ذکر وطاعت ہیں یعنی تعلیم انبیاء و اولیا کی۔ مطلب یہ کہ اگر حیات ابدیہ مطلوب ہو تو حسب ارشاد ہادیان طریق ذکر وطاعت اختیار کرو جیسا دوسری جگہ کہا ہے ؎ ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق۔

چوں سکندر حیات گر طلبی		لب لعل نگار را دریاب	

لب لعل نگار سے مراد بھی ذکر محبوب ہے اس کا مطلب بھی مثل شعر بالا کے ہے۔

برخ ساقی پری پیکر		موسم گل بنوش بادہ ناب	

عادت ہے کہ محبوب کے جمال کو دیکھتے جاتے ہیں اور مستی میں شراب پیتے جاتے ہیں۔ حاصل یہ کہ ذکر وطاعت میں محض ظاہری اقوال و افعال پر اقتصار مت کرو بلکہ حضور قلب و اقبال علی اللہ کے ساتھ کرو جیسا حدیث میں ہے ان تعبد اللہ کانک ترا ہ (اور حدیث میں) ہے من صلی رکعتین مقبلا بقلبہ علیہما اور قرآن میں ہے فی صلاتہم خاشعون۔

حافظا غم مخور کہ شاہد بخت		عاقبت برکشد زچہرہ نقاب	

اسمیں تسلی ہے سالک کی کہ مجاہدات و ریاضات یا اور واردات شاقہ سے اور حصول ثمرات مطلوبہ میں توقف ہونے سے دلگیر و مایوس نہ ہونا چاہیے حسب وعدہ صادقہ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا ضرور واصل الی المطلوب ہوگا جیسا دوسری جگہ کہا ہے ؎ عاقبت روزی بیابی کام را۔ غزال

گفتم ای سلطان خوباں رحم کن برایں غریب		گفت در دنبال دل رہ گم کند مسکیں غریب	

گفتمش بگذر ز مانے گفت معذورم بدار | خانہ پروردے چہ تاب آرد غم چندیں غریب
خفتہ بر سنجاب شاہی ناز نینے راچہ غم | گر ز خار و خارہ سازد بستر و بالیں غریب
ایکہ در زنجیر زلفت جائے چندیں آشناست | خوش فتاد آں خال مشکیں بر رخ رنگیں غریب
بس غریب افتادہ است آں مور خط گرد رخت | گرچہ نبود در نگارستان خط مشکیں غریب
مینماید عکس مے در رنگ رویے مہوشت | ہمچو برگ ارغواں بر صفحۂ نسریں غریب
گفتم اے شام غریباں طرۂ شبرنگ تو | دیدۂ گریانم اندر کن چوں نبود ایں غریب
باز گفتم ماہ سن آں عارض گلگوں مپوش | ورنہ خواہی ساخت ما را خستہ و مسکیں غریب
گفت حافظ آشنایاں در مقام حیرت اند | دور نبود گر نشینند خستہ و مسکیں غریب

غریب در شعر چہارم و پنجم و ششم بمعنی عجیب و زیبا و خوش۔ مور خط موی سیاہ و حور و مثل مور چنانچہ سعدی گفتہ است ؎ سوال کردم و گفتم بجمال روئے ترا ؎ چہ شد کہ مورچہ بر گرد ماہ جوشیدہ است۔ اس مجموعہ غزل میں بیان ہے مخاطبات و معاملات کا درمیان مسترشد مغلوب الحال و مرشد ہادی طریق و صاحب کمال کے جاننا چاہیے کہ طالب حریص بوجہ صاحب غرض ہونے کے مثل مجنوں کے ہوتا ہے اور یہ معلوم ہے کہ مدار فیض کا مرشد کی توجہ پر ہے کہ تعلیم و ہمت و دعا سب اسی توجہ کے فروع ہیں اور بعض اوقات اپنے زعم میں مسترشد اپنے کسی حال میں کمی پاتا ہے تو اس کو وہم ہوتا ہے مرشد کی کم توجہی کا جس کا منشا یہ ہوتا ہے کہ اول مرشد پر مجہول ہوتا ہے مسترشدین کا اب وہ ایک ہی کو کس طرح سے کر بیٹھے جاوے۔ پھر احوال و واردات کے باب میں اسکو پوری بصیرت و خبرت ہوتی ہے۔ جانتا ہے کہ اختلاف استعداد کی وجہ سے بعض ثمرات میں ضعف یا توقف بھی ہوتا ہے بعض تغیرات عادۃً لازمہ طریق ہوتے ہیں اور مسترشد ان امور میں محض ناتجربہ کار ہوتا ہے ادنی ادنی تبدل اور تخیل سے وہ پریشان ہو جاتا ہے اور مرشد اس کو معمولی بات سمجھتا ہے اس لئے وہ بقدر ضرورت توجہ کو کافی سمجھتا ہے۔ اور مسترشد توجہ میں غلو کا طالب ہوتا ہے اور مرشد پر بوجہ اس کے کہ وہ متبوع ہے اتباع رائے مسترشد کا واجب نہیں ہوتا ایسے وقت میں طبعاً مسترشد تنگ ہوتا ہے اور مرشد کی بے توجہی کے اس کو وساوس آتے ہیں بس اس غزل میں ان وساوس کو اور مرشد کے تمکین و معاملہ و عدم غلو فی التوجہ کو بصورت مقاولات بیان کرتے ہیں۔ کہ میں نے رحم کی درخواست کی تو جواب ملا کہ اپنے دل کے کہنے سے یعنی اپنے قصد و اختیار سے تو گم گشتہ اور سرگشتہ ہوا ہے یعنی سلوک قصداً اختیار کیا ہے تو سلوک میں تو ایسی گم گشتگی اور تحیر لازم ہے پھر اتنا شور و غل کاہے کے واسطے یہ شعر اول ہوا۔ میں نے درخواست کی کہ میرے پاس کو کسی وقت گذرنا چاہیئے یعنی زیادہ معمول سے۔ جواب ملا کہ میں اس سے معذور ہوں کیونکہ صدہا طالب ہیں میں تنہا کہ خود خانہ پرورد و لطیف المزاج ہوں اس کی برداشت ہے ایک کی مرضی کے موافق کیسے کر سکتا ہوں۔ یہ دوسرا شعر ہوا۔ اور صاحب تمکین صاحب تلوین کی پریشانی سے متاثر نہیں ہوا کرتا۔ یہ تیسرا شعر ہوا۔ اور آپ خلایق

بیان وساوس مسترشد در بے توجہی مرشد و تمکین مرشد

کے مرجع ہیں آپ کے کمالات میں یہ بے توجہی واستغنا کا خال بھی بہت ہی خوشنما ہے کیونکہ مرشد محبوب ہوتا ہے اور محبوب کی ہر ادا اچھی معلوم ہوتی ہے گو محب کو اُس سے تکلیف ہی کیوں نہو۔ یہ چوتھا شعر ہوا۔ اور گونگارستان کمالات میں یہ بے توجہی کا صفت فی نفسہ محمود نہیں کیونکہ کمال تو تو۔ کرنا حال طالب پر ہے لیکن آپ کے رخ زیبائے کمالات کے ساتھ یہ خط سیاہ بے توجہی کا خوشنما معلوم ہوتا ہے بالوجہ الذی ذکر۔ یہ شعر پنجم ہوا۔ اور آپ کے چہرہ پر آثار عجز و معرفت آمیہ کے مودار ہیں جسطرح صفحہ نسرین پر برگ سرخ خوشنما معلوم ہوتا ہے۔ یعنی آپ صاحب کمال ضرور ہیں کہ محبوب بے توجہی کی شکایت ہے۔ یہ شعر ششم ہوا۔ میں نے عرض کیا کہ آپ کی زلف مشبہ رنگ شام غریباں ہے۔ یعنی جس وقت زلف کو رخ پر ڈالکر رخ کو چھپا لیتے ہیں خوبیوں کی نظر میں عالم تاریک ہو جاتا ہے مثل شام کے۔ حاصل یہ کہ آپ کی بے توجہی سے رنج اور پریشانی ہوتی ہے جو بے غریب سحر گاہ میں نالہ کیا کرے یعنی اپنا غم ظاہر کرے تو نالہ سحر گاہی کیا کیجئے یعنی استغنا کی مضرت سے اندیشہ کرکے توبہ کیا جیسا شعر ہفتم ہوا۔ پھر میں نے مکرر درخواست کی کہ آپ مجھ سے توجہ کو منصرف نہ کیجئے ورنہ پھر ہمکو آپ بتمامی غم کر دینگے۔ یہ شعر ہشتم ہوا مرشد نے جواب دیا کہ اے حافظ خود آشنا یعنی عارفین اپنے حال کے منا سب مقام تجویز ہیں اور وصل و قرب نام میسر نہیں تو بھر خستہ و مسکین (کہ ناآشنا) ہے اگر غمزدہ ہوا بیٹھا رہے تو مستبعد نہیں۔ یہ شعر مقطع کا ہوا۔ اور مسترشد کی جانب سے جو خطابات مومبہ سوء ادب ہیں غلبہ حال اس کا عذر ہے۔ فقط غزل۔ قال رح

آفتاب از روی او شد در حجاب		سایہ را باشد حجاب از آفتاب	

یعنی جب محبوب حقیقی کی تجلیات سالک کے قلب پر مستولی ہوتی ہیں تو یہ محبوبان مجازی کہ مثل آفتاب کے حسین و جمیل ہیں اُسکے قلب سے غائب و محجوب ہو جاتے ہیں اور مصرعہ ثانیہ تمثیل ہے کہ جس طرح آفتاب کے سامنے سایہ غائب ہو جاتا ہے۔ اسمیں ایک وارد کی تحقیق بھی ہے اور ترغیب بھی ہے کہ تعلقات ماسوی اللہ کو محو کرنا چاہو تو معرفت اور تعلق محبوب حقیقی کا حاصل کرو کہ ایک طریقہ سلوک کا یہ بھی ہے جس میں وصل مقدم ہے فصل پر۔ اور ایک دوسرا طریقہ بھی مشہور ہے جسمیں فصل یعنی قطع تعلقات ماسوی اللہ مقدم ہے وصل یعنی تعلق باللہ پر جس سالک کو جیسی مناسبت ہو اُسکے لئے وہی نافع ہوتا ہے۔ قال رح

دست ماہ و مہر بندد بحسن		ماہ بے مہرم چو بندد نقاب	

ماہ و مہر مصرع اوّل میں بمعنی ماہتاب و آفتاب کنایہ از محبوبان مجازی۔ و ماہ در مصرع دوم کنایہ از محبوب حقیقی و بے مہری کنایہ از استغنا۔ ذاتی و دور اختیار ایں عنوان رعایت تجنیس است۔ و چوں مصرع اولی بنا بر جزاء بودن رتبہ مؤخر است مرجع بند در آن ماہ بے مہر توان شد۔ مطلب اس کا بھی مثل شعر اوّل کے ہے کہ محبوب حقیقی سب محبوبان مجازی کو اپنی تجلی سے عاجز اور مغلوب کر دیتا ہے۔ قال رح

از خیالم باز نہ شناسد کسے		گر در آغوشش بہ بینم شب بخواب	

ترجمہ محصل بعض مجملات

اشارہ بمحویت سالک در وقت غلبۂ تجلی

اسمیں اشارہ ہے محویت سالک کی طرف وقت غلبہ تجلی کے۔ حاصل یہ کہ اگر میں اُسکو کسی شب کو خواب مین اپنی آغوش میں دیکھ لوں۔ چونکہ غلبہ تجلی کی حالت مشابہ منام کے ہوتی ہے اسلیئے اُسکو شب سے تشبیہ دیدی اور آغوش کنایہ ہے قرب سے یعنی اگر ایسی حالت ہوجاوے تو میں ایسا محو ہوجاؤں کہ مجھ میں اور خیال میں تمائز باقی نرہے۔ یہ محمول ہے مبالغہ پر۔ اور خواب وخیال کے اجتماع میں جو صنعۃ اور لطافت ہے ظاہر ہے۔ قال ؎

شاہدان مستور و مستان بے نقاب	خانقہ معمور و درویشان خراب

شاہدان تجلیات محبوب حقیقی۔ مستان عاشقان ومجاذیب۔ درویشان سالکان وعارفان۔ خانقہ عبادتخانہ زاہدان۔ مطلب یہ کہ محبوب حقیقی کی محبت کا مختلف رنگون میں سب ہی جگہ اثر پہونچا ہے کیونکہ وہ تو مع اپنی تجلیات کے مستور ہے اور سب میں اُس کے طالب پس اُن طالبوں میں جو مشرب عشق رکھتے ہیں وہ تو طلب میں بے صبر ہیں جو کہ لوازم عشق سے ہے اور جو سالک وعارف ہیں کہ کسیقدر انکشاف مطلوب کا انکو ہوا ہے۔ وہ اُسکے اثر سے خراب یعنی فنا ومحو ہوچکے ہیں۔ اور جو ابھی میں کثرت عبادت کے طریقہ سے وصول چاہتے ہیں اور اُنپر عشق کا غلبہ نہیں وہ عبادت خانوں میں مشغول طاعات ہورہے ہیں اور عبادت خانے اُن سے آباد ہورہے ہیں۔ اور مستوری اور مستی میں اور معموری اور خرابی میں جو صنعت تقابل ہے ظاہر ہے۔ اسمیں محبوب حقیقی کے وصول کے طرق کے تکثر اور طالبین کے اقسام کی تعداد کی طرف بھی مجملا اشارہ ہے جیسا کہا گیا ہے طرق الوصول الی اللہ بعدد انفاس الخلایق اور اسپر یہ بھی متفرع ہوتا ہے کہ جب تک کسی طالب حق کی حالت کا حد شرعی کے اندر رکھنا تاویل سے ممکن ہو خروج کا حکم نہ لگا دینا چاہیئے۔ قال ؎

خون دل در جام دیدم از سر شک	آبرو بربادو ادم از شراب

از سر شک بیان است مر خون دل را۔ و مراد از شراب عشق۔ اسمیں بیان ہے بعض آثار عشق کا یعنی آنسوؤں سے جو خون دل نکلا جام میں شراب کو دیکھنا گویا اُسکو دیکھنا ہے دونوں سرخ وارغوانی ہیں اور شراب محبت ایسی پی کہ اُس سے ننگ وناموس سب جاتا رہا۔ اسمیں من وجہ یہ بھی اشارہ ہے کہ عاشق کو ایسے حال میں تحمل چاہیئے کہ یہ حال لوازم عشق سے ہے۔ قال ؎

تحمل در عشق

از برائے بادہ مے باید زدن	محتسب را حد بجد وحساب

مے شراب عشق۔ ومحتسب ظاہر پرست وکلام محمول است بر مطائبہ۔ یعنی محتسب جو کہ ترک مے نوشی کی غرض سے حد لگا رہا ہے لوگوں کو چاہیئے کہ اسکو مے نوشی کی غرض سے بے حساب حد لگادیں یعنی اہل ظاہر طریق عشق سے کیا منع کرتے ہیں خود اُن ہی کے لئے اس طریق میں لانیکی کوشش مناسب ہے۔ حد اور بے حد میں صنعت تقابل ہے۔ قال ؎

سوز مستان گر بداند محتسب	در دمد از می شان ز ند بر آتش آب

اسکا مضمون مثل تتمہ شعر سابق کے ہے یعنی اہل ظاہر جو مانع طریق عشق سے ہیں وجہ یہ ہے کہ وہ سوز عشاق

سے بیخبر ہیں ورنہ اگر انکو اسکی خبر ہو جاوے تو فی الفور انکی آتش پر جو پانی چھڑکیں وہ بھی شراب ہی ہو یعنی اگر انکے سوز کی حقیقت سے آگاہ ہوں تو بجاے اسکے کہ اُس کا علاج منع عن العشق کو کہتے ہیں خود عشق ہی سے اُسکا علاج تجویز کریں کیونکہ عشق میں سوز ہوتا ہے فراق محبوب سے اور فراق کا علاج وصل ہے اور وہ وصل چونکہ بوجہ غیر متناہی ہونے کمالات محبوب کے منتہی وصالات کا نہیں ہے اسلیئے خود اُس وصل کے لئے عشق اسکے اوپر کے درجہ وصل کا لازم ہے اسلیئے وصل کے علاج ہونے کو عشق کے علاج ہونے سے تعبیر کر دیا پس شعر بالا میں محتسب کے منع عن العشق کے اثر کا بیان تھا اور اسمیں منع مذکور کے موثر اور علت یعنی بیخبری کا بیان ہے۔ دروم بمعنی نے الفور۔ ازمی بیان مقدم آب۔ قال رح

حافظا وعظ و نصیحت گو مکن	ترک ترکان خطا نبود صواب

اسمیں بھی تعریض ہے محتسب پر یعنی اُس محتسب سے کہدو کہ تم نصیحت مت کر۔ کیونکہ شہر خطا کے ترکوں یعنی محبوبوں کو ترک کرنا (مطلب یہ کہ طریق عشق سے تجلیات محبوب حقیقی کا طالب نہ ہونا) قرین صواب نہیں ہے کیونکہ استعداد طالبین کی مختلف ہے پھر کیسے ترک کر دیا جاوے۔ ترک بالفتح اور ترک بالضم اور خطا اور صواب میں جو صنعتیں ہیں ظاہر ہیں۔ غزل۔ قال رح

تعالے اللہ چہ دولت دارم امشب	کہ آمد ناگہان دلدارم امشب
چو دیدم روی خویش سجدہ کردم	بحمد اللہ نکو کردارم امشب
نہال عیشم از وصلش برآورد	ز بخت خویش برخوردارم امشب
کشد نقش انا الحق بر زمین خوں	چو منصور ارکشی بردارم امشب
برات لیلۃ القدرے بدستم	رسید از طالع بیدارم امشب
برآن عزمم کہ گر خود می رود سر	کہ سر پوش از طبق بردارم امشب
تو صاحب نعمتی من مستحقم	زکوۃ حسن دہ حق دارم امشب
ہمی ترسم کہ حافظ محو گردد	ازیں شورے کہ در سر دارم امشب

یہ غزل حالت بسط کی معلوم ہوتی ہے اسی لئے اسمیں بعض مضامین شکر بشین معجمہ کے اور بعض مضامین سکر بسین مہملہ کے اور بعض مضامین طلب مزید و احتیاج اور بعضے ابتہاج کے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ اللہ اکبر آج مجھکو کیا دولت حاصل ہے کہ دفعۃً قبض رفع ہو کر تجلی بسط کی ہو گئی۔ اور جب مجھکو اس تجلی کا مشاہدہ ہوا تو میں نے سجدہ شکر ادا کیا اور بفضلہ تعالے اچھا کام کیا کیونکہ شکر خود محبوب کو مطلوب ہے۔ اور میرے نہال زندگی کو اُس کے وصل کا ثمر لگا پس بر بمعنی ثمر و از وصلش بیان مقدم اور آج اپنے نصیبے میں خوب فیضیاب ہو رہا ہوں اور آج تو مجھکو وہ جوش ہے کہ مجھکو محبوب حقیقی منصور کی طرح قتل بھی کر دے تو میرا ہر قطرہ خون نقش انا الحق بنانے لگے جیسا منصور کا قصہ اسی طرح مشہور ہے اور آج طالع بیدار سے مجھکو ایسی چیز ملی جو

مایہ مسرت ہونے میں مشابہ ہے برات لیلۃ القدر کے۔ برات وہ پروانہ ہے جسمیں کوئی شاہی حکم جاگیر یا انعام وغیرہ کا لکھا جاوے شب قدر کی طرف اسلیئے نسبت کیجاتی ہے کہ اسمیں کتابت اقدار وارد ہے اور وہ مکتوب برات ہے۔ اور مجھکو وہ جوش نشاط ہے کہ اگر سر بھی جاتا رہے کچھ پروا نہیں پکا ارادہ کرلیا ہے کہ آج طبق اسرار کا سرپوش اٹھائے دیتا ہوں اور اے محبوب حقیقی آپ مالک نعمت ہیں اور میں مستحق نعمت ہوں یعنی باستحقاق فضل پس آج مجھکو حقدار ہونے کی وجہ سے زکوۃ حسن دیدیجئے یعنی خوب انکشاف تجلیات فرمایئے۔ پھر مقطع میں ہے کہ اگر یہی جوش وخروش رہا تو خدا خیر کرے مجھکو اندیشہ ہے کہ کہیں فنا و استہلاک نہ ہوجاوے خواہ عقل و حواس کا یا نفس و روح کا جس کا حاصل جنون ہے یا موت کیونکہ وارد کے قوی اور مورد کے ضعیف ہونیکا یہی انجام ہے۔ غزل

صبح دولت میدہد کو جام ہمچوں آفتاب	فرصتے بہ زین کجا باشد بدہ جام شراب
خانہ بے تشویش و ساقی یار مطرب بذلہ گو	موسم عیش است و دور ساغر و عہد شباب
شاہد و ساقی بدست افشان و مطرب ہائے کوب	غمزۂ ساقی ز چشم می پرستاں بردہ خواب
خلوت خاص است و جائے امن و زہ تگاہ انس	اینکہ می بینم بہ بیداری است یا رب یا بخواب

یہ اشعار بھی حالت بسط کے معلوم ہوتے ہیں اور مقصود ان سے بھی طلب مزید اور شکر علی الحاصل ہے۔ یعنی اس وقت استعداد وصل ترقی پر ہے اور دولت وصل کی قوت قریبہ حاصل ہے جیسے صبح نور بخش و سرور افزا قریب ہوتی ہے سو ایسے میں محبوب حقیقی سے عرض ہے کہ وہ جام نورانی فیوض و تجلیات کا عطا فرمادیجئے اس سے بہتر اور کیا موقع ہوگا کیونکہ بحمد اللہ استعداد کے سب شرایط مجتمع ہیں چنانچہ عالم میں کوئی مزاحم نہیں جسکی مزاحمت موثر ہو اور معطی فیوض خود محبوب حقیقی اور شیوخ کاملین تعلیم کنندہ اور وقت بھی بسط اور عیش کا جسمیں شوق ترقی پر ہوتا ہے اور دور تقسیم ساغر کا کہ ایسے وقت فیوض کی قابلیت خوب ہوتی ہے اور عہد شباب اور ہمت و عزم کا اور شاہد و ساقی کہ معنون واحد کے دو عنوان ہیں وہ محرک شوق ہے اور مطرب یعنی مرشد کامل اس شوق کا معین ہے اور جو مشاہدہ اس بسط میں ہو چکا ہے جو مشابہ غمزہ کے ہے وہ غفلت اور سستی زائل کر چکا ہے اور دل تعلق اغیار سے خالی ہے مثل خلوت خاص کے اور امن کا مقام ہے کہ اسوقت کسیکا خوف بھی قلب پر مستولی نہیں اور جو وحشت قبض میں تھی جس سے بعض اوقات بعض سالکوں کو بعض کام مشکل ہوجاتے ہیں وہ بھی مبدل بہ انس ہے اور یہ اجتماع غایت عجیب ہونے کے سبب محل حیرت ہے جس سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ بیداری میں ہے یا خواب میں پس ایسے میں خوب مشاہدات و فیوض عطا فرمادیجئے۔ قال رح

از خیال لطف می مشاطہ چالاک طبع	در ضمیر ہر گ گل خوش میکند پنہاں گلاب

اول اسکا حل لفظی کہ کسی قدر صعب ہے قابل تحقیق ہے۔ قاعدہ ہے کہ شراب کو لطیف کرنے کے لئے اسمیں خوش عیش لوگ گلاب ملا کر پیتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہے کہ گلاب باطن برگ گل میں بالقوہ مضمر ہوتی ہے اور یہ بھی

طبیات کا مسئلہ ہے کہ نباتات اور اسیطرح حیوانات کے آثار اور قوے کا صدور اس نبات یا حیوان کی قوت طبعیہ سے باذن خالقہا ہوتا ہے ان امور سہ گانہ کے محقق ہوجانے کے بعد ترجمہ سننا چاہیئے یعنی شراب کی لطافت بڑھانے کے خیال اور غرض سے قوت طبعیہ نباتیہ نے (کہ مشابہ بشاط چالاک کے ہے جس کا کام ہوتا ہے عروس کو لطیف بنانا) باطن برگ گل میں کیسی اچھی طرح گلاب کو مخفی کیا ہے کہ اس سے یہ گلاب نکلے گا اور پھر شراب میں ملیگا اور شراب کی لطافت بڑھ جاویگی۔ اب حل معنوی سمجھنا چاہیئے وہ اسطرح ہے کہ جیسے شراب ظاہری کہ سرمایہ نشاط نفسانی کے مجموعہ کا بزرو اعظم ہے محتاج ہے لطف بخشی میں ایسی چیز کی جو صاحب نشاط کے اختیار سے خارج ہے یعنی فاعل طبعی اسی طرح شراب باطنی و مجموعہ سامان استعداد حصول فیوض جو اوپر مذکور ہیں موقوف ہیں اسپر کہ فاعل حقیقی انکو جمع کردے۔ مطلب یہ کہ بسط میں سالک مغرور نہ ہوجاوے جیسا کہ بعض اوقات بسط میں عجب ہوجاتا ہے یہ تمامتر سرمایہ واہب حقیقی کا جمع کیا ہوا ہے پس احتیاج اُسی کی طرف رکھے اور اُسی سے استدعا کرے جیسے ہم اوپر کرچکے ہیں۔ بدہ جام شراب۔ اور اس اجتماع کو اپنی کسی طاعت کا ثمرہ یا اپنے کو اسکا مستحق نہ سمجھے بلکہ اپنے کو محض ناقابل سمجھے جیسا ہم سمجھ رہے ہیں جو اس مصرع سے ظاہر ہورہا ہے۔ اینکہ می بینم بہ بیداری است یارب یا بخواب۔ کیونکہ اپنے کو مستحق اور قابل جاننے والا اسطرح استبعاد و تحیر سے نہیں پوچھتا۔ اور یہ تقریر حل معنوی کی خود حضرت حافظ رح کے ایک ارشاد سے مفہوم ہوئی جو بعض شروح میں اُن سے اسی شعر کے معنی میں منقول ہے۔ تاکہ مطلوب طالب را بخود نخواند طالب بمطلوب رسیدن نتواند۔ قال رح

از پئے تفریح طبع و زیور حسن طرب		خوش بود ترکیب زریں جام با لعل مذاب	

زیور بمعنی آرایش اطلاقا للسبب علی المسبب۔ زریں جام موصوف وصفت مراد قلب کہ کاسہ شراب محبت بود مذاب گداختہ مراد شراب کہ در سرخی با لعل تشبیہش داد وہ کہ گداختہ شدہ باشد۔ اسمیں بھی مثل اشعار بالا کے طلب بے مزید مشاہدہ و عرفان کی یعنی تفریح طبع و حسن طرب کی آراستگی کے واسطے بہت مناسب ہے کہ قلب اور مزید محبت و معرفت میں اقتران کردیا جاوے۔ قال رح

تا شد آن مہ مشتری و رہای حافظ را بکوش		میرسد ہر دم بگوش زہرہ گلبانگ رباب	

چونکہ غزل کے اشعار متضمن ہیں مضامین حسنہ کو اسلیئے مدح کے طور پر کہتے ہیں کہ جب سے حافظ کا سلام محبوب حقیقی کے نزدیک مقبول ہوا ہے (متضمنہ الشکر والدعاء) جب سے ملکوت اعلیٰ میں اُس کا غلغلہ پڑگیا ہے جیسا ایک حدیث میں ہے کہ عبد مقبول کی مقبولیت ملائکہ میں مشتہر کردی جاتی ہے۔ اور ماہ مشتری اور زہرہ کے اجتماع میں جو صنعت ہے مخفی نہیں۔ غزل قال رح

زباغ وصل تو یابد ریاض رضوان آب		ز تاب ہجر تو وارد شرار دوزخ تاب	
چو چشم من ہمہ شب جویبار باغ بہشت		خیال نرگس مست تو بیند اندر خواب	
بحسن عارض قد تو بردہ اند پناہ		بہشت و طوبی طوبی لہم و حسن مآب	

بہار شرح جمال تو داوہ در ہر فصل		بہشت ذکر جمیل تو کردہ در ہر باب	

ان چار دن شعر میں محبوب حقیقی کا کمالات کے ساتھ بالذات و بالاصالۃ متصف ہونا اور جمیع ممکنات کا اسمیں محتاج و مفتقر ہونا مذکور ہے جسکو مسئلہ عینیت و مظہریت سے بھی تعبیر کیا کرتے ہیں۔ یعنی ریاض جنت کو خود اپنی تازگی میں آپکے انتساب کی احتیاج ہے اور شرارہ و رنج میں جو یہ حرارت ہے وہ ایک مظہر آپ کے ہجر و غضب کا ہے اسیطرح خود جو یبار باغ بہشت شب بھر یعنی ہر وقت آپ کے نرگس مست کے خیال میں رہتی ہے جسطرح میری آنکھیں شب کے وقت خواب میں آپ کے نرگس مست کے خیال کو دیکھتی رہتی ہیں شب اور بخواب چشم کی رعایت سے لے آئے اور جو یبار میں بعینہٖ انکا تحقق ضروری نہیں محض تاولا انکا اعتبار کافی ہے اور اکثر جو یبار کے اطراف میں نرگس لگا دیتے ہیں کہ جو یبار میں انکا عکس پڑے اُس عکس کو خیال کہتے ہیں اسمیں اس عادت کی طرف بھی تلمیح ہے جو کہ رعایت شاعرانہ ہے۔ اور آپ کے عارض و قد کا وہ حسن ہے کہ خود بہشت اور طوبیٰ بھی اُسی کی پناہ لیتا ہے اور ان چیزوں کی بڑی خوش قسمتی اور نیک انجامی ہے کہ ایسا مستند اُنکو ملا۔ اور بہار جو ہر فصل میں گل اور ثمر لاتی ہے یہ محض آپ کے جمال کی شارح ہے اور بہشت میں جو ہر باب کے نعم ہیں یہ بھی آپ کے اوصاف جمیلہ کی ذاکر ہیں ان عنوانات کا انطباق معنون مذکور پر محتاج تقریر و تصریح نہیں۔ قال رح

لب و دہان ترا اے بسا حقوق نمک		کہ ہست بر جگر ریش و سینہ ہائے کباب	
بسوخت این دل خام و بکام دل نرسید		بکام اگر برسیدے نریختی خونناب	

اسمیں بیان ہے وارد قبض کا جسکو سخن تلخ نمک ریز سے تعبیر کیا کرتے ہیں۔ یعنی اگر آپ کے لب و دہان سے سخن نمکین نکلا جس کا اثر جگر اور سینہ سوزاں پر پڑا تو کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ آپ کے لب و دہان کے اس جگر و سینہ پر بہت حقوق و احسانات ہیں یعنی محبوب کی عنایات بے غایات ہو چکی ہیں اگر قبض وارد ہوا تو کیا شکایت ہے آگے اسیکو سوزش و ناکامی سے تعبیر کرتے ہیں کہ اگر کامیاب ہوتا تو بیشک خون ناب یعنی خون آلود کیوں بہاتا۔ شعر اول بناءً علی الشکر الاختیاری ہے اور شعر ثانی بناءً علی الاضطراب الاضطراری ہے۔ قال رح

گماں مبر کہ بدور تو عاشقان مستند		خبر نہ داری زا حوال زاہدان خراب	

خبر نہ داری بحذف حرف استفہام یعنی آیا خبر نداری یعنی خبر میداری کقولہ تعالیٰ الا یعلم من خلق۔ اس کا مطلب اس ردیف الباقی کی غزل سابق آفتاب از روی او شد الخ کے شعر چہارم کے قریب ہے یعنی سب ہی آپکے عشق و طلب میں سرگرم ہیں۔ قال رح

مرا بدور لبت شد یقین کہ جوہر لعل		پدید مے شود از آفتاب عالمتاب	

معنی لفظی تو یہ ہیں کہ میں نے محبوب کے لب کو جو کہ مشابہ لعل کے ہے جب اُسکے چہرے کے اندر جو کہ مشابہ آفتاب کے ہے دیکھا تب اس کا یقین آیا کہ جوہر لعل اخ ورنہ پہلے سنا کرتے تھے۔ اور معنی مقصود احقر کے نزدیک مثل اشعار اولی اس غزل کے ہیں کہ آپکے فیض تکوینی سے لعل ظاہری یا قلوب عارفین کو متلون ہوتا ہوا دیکھکر اس کا یقین ہوا

کہ ذات ہی مبدأ فیوض اور محتاج الیہ فی الکمالات ہے۔ قال ؎

مہل کہ عمر بہیودہ بگذرد حافظ	بکوش وحاصل عمر عزیز را دریاب

مطلب ظاہر ہے کہ ناصحانہ واعظانہ مضمون ہے کہ مقصود حقیقی کو حاصل کرلو۔

ردیف التاء

غزل

بیا کہ قصر امل سخت سست بنیاد ست	بیار بادہ کہ بنیاد عمر بر باد است
غلام ہمت آنم کہ زیر چرخ کبود	ز ہر چہ رنگ تعلق پذیرد آزاد ست
نصیحتے کنمت یاد گیر و در عمل آر	کہ این حدیث ز پیر طریقتم یاد ست
مجو درستی عہد از جہان سست نہاد	کہ این عجوزہ عروس ہزار داماد ست
چہ گویمت کہ بمیخانہ دوش مست و خراب	سروش عالم غیبم چہ مژدہا داد ست
کہ ای بلند نظر شاہباز سدرہ نشیں	نشیمن تو نہ این کنج محنت آباد ست
ترا ز کنگرۂ عرش میزنند صفیر	ندانمت کہ دریں دامگہ چہ افتاد ست
غم جہان مخور و پند من مبر از یاد	کہ این لطیفۂ نغزم ز پیرے یاد ست
رضا بداده بده وز جبین گره بگشائے	کہ بر من و تو در اختیار نگشاد ست
نشان مہر و وفا نیست در تبسم گل	بنال بلبل مسکین کہ جائے فریاد ست
حسد چہ میبری اے سست نظم بر حافظ	قبول خاطر و لطف سخن خداداد ست

بجز مقطع کے کہ اسمیں ظاہراً تمدح اور حقیقۃً تحدث بالنعمۃ ہے باقی تمام غزل میں ترغیب ہے تعلقات ماسوے اللہ سے آزادی اختیار کرنے کی اور ترک انہماک وحرص کی اور تحصیل محبت ومعرفت وطاعت الٰہی کی پس فرماتے ہیں کہ محبوب حقیقی کی طرف متوجہ ہوجاؤ کیونکہ حرص وامل کا قصر نہایت سست بنیاد ہے۔ (اسلئے قابل توجہ کے نہیں) اور محبت الٰہی حاصل کرو کیونکہ عمر کی بنیاد برباد ہورہی ہے (اسلئے اسکو محبت الٰہی میں صرف کرنا چاہیئے تاکہ اس عمر کا کچھ ماحصل ہاتھ آوے) اور اس چرخ کبود کے نیچے (یعنی اس عالم میں) میں تو اُس شخص کی ہمت کا غلام ہوں جسکی یہ حالت ہو کہ جس چیز میں شائبہ تعلق کا ہو اُس سے آزاد رہے۔ اور میں تمکو ایک نصیحت کرتا ہوں اُس کو یاد رکھو اور اُسپر عمل کرو کیونکہ یہ مضمون شیخ طریقت سے مجھکو یاد ہے (اور وہ نصیحت یہ ہے کہ) عالم ضعیف الذات (یعنی فانی الوجود) سے درستی عہد (یعنی دوام اجتماع) کے طالب (اور امیدوار) مت رہو کیونکہ یہ عجوزہ (یعنی دنیائے کہنہ) ہزاروں شوہروں کی عروس رہ چکی ہے (اور کسی سے مرافقت نہیں کی) اسسے مفارقت کی اس سے تعلق رکھنا بڑی غلطی ہے اور (میں تم سے کیا کہوں کہ کل (یعنی اس کے قبل) میخانہ (یعنی مقام انکشاف حقیقت) میں جبکہ

میں مست اور فانی تھا (یعنی مجھ پر محویت طاری تھی جس میں حقائق امور قلب پر وارد اور منکشف ہوا کرتے ہیں) سروش عالم غیب نے مجکو کیا کیا بشارتیں دین (یعنی میرے قلب پر یہ مضامین القا کئے گئے) کہ اے بلند نظر جو شاہباز سدرہ نشین کے مشابہ ہے (کیونکہ روح کائنات عالم علوی سے ہے) تیرا نشیمن (اور مسکن) یہ کنج محنت آباد نہیں ہے (مراد دنیا کنج بوجہ تنگی کے کہا اور محنت آباد اسلئے کہ دار المحن ہے یعنی دنیا تیرا وطن اصلی نہیں ہے پھر انمیں کیوں دل لگاتا ہے اور) تجکو تو کنگرۂ عرش (یعنی عالم علوی) سے پکار رہے ہیں پھر معلوم نہیں کہ اس قید گاہ میں تجکو کیا چیز پسند آئی ہے (جو انمیں جی لگاتا ہے پس تجکو چاہئیے کہ) دنیا کے غم (و تعلق) میں مت پڑ اور میری نصیحت مت بھلا کیونکہ یہ لطیفۂ عجیبہ مجکو ایک سالک سے یاد ہے وہ یہ کہ جو کچھ ملجاوے اُسپر راضی رہ اور پیشانی پر بل مت ڈال (یعنی قناعت اور رضا اختیار کر اور کراہت و حرص ترک کر) کہ وہ خواہ میں ہوں یا تو ہو کسی کو (ایسے امور رزق وغیرہ میں) اختیار نہیں دیا گیا۔ (اور اس تفسیر پر اس شعر کو مسئلہ جبر و اختیار فی الافعال سے کوئی تعلق نہیں یعنی جب مقدمہ تکوینیات میں کچھ بس نہیں چلتا تو حرص و کراہت بے سود محض ہے اور) جس طرح تبسم گل کو بقا نہیں اسی طرح اس عالم ناپائدار میں مہر و وفا کا نشان نہیں تو اے بلبل یعنی طالب دنیا تو (اپنی اس حالت طلب دنیا پر) تاسف کر (اور عالم باقی کی طلب سے اسکا تدارک کر آگے مقطع ہے کہ) اے سست نظم تو حافظ پر کیا حسد کرتا ہے قبول خاطر اور لطف سخن تو محض خدا داد امر ہے (ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ) غزل ۔ قال رح

برو بکار خود اے واعظاں چہ فریاد است		مرا فتاد دل از کف ترا چہ افتاد است

واعظ سے مراد جو مانع ہو طریق عشق سے بتوہم اُسکے غیر مشروع ہونے کے اور منحصر سمجھتا ہو وصول الی اللہ کو طریق طاعات ظاہرہ میں ایسے ناصح کو کہتے ہیں کہ جاؤ اپنا کام کرو کیوں خواہ مخواہ نصیحت میں خل مچا رکھا ہے میں تو مغلوب العشق ہو گیا تمکو میری کیا فکر پڑی ہے (کیونکہ حسب قول اہل طریق طرق الوصول الی اللہ بعدد انفاس الخلایق طریق عشق بھی ایک طریق بلکہ اقرب طرق ہے (کما بین فی کتب الفن) قال رح

بکام تا نرساند مرا لبش چوں نائے		نصیحت ہمہ عالم بگوش من باد است

لب کنایہ از لطف۔ نائے واصل کامل۔ یہ بھی متمم ہے سابق کا یعنی جب تک واصل کامل کی طرح اُس کے لطف سے میں مقصود تک نہ پہونچوں گا تمام عالم کی نصیحت جو دربارہ ترک عشق کے ہے بے اثر سمجھوں گا۔ قال رح

میان او کہ خدا آفریدہ است از ہیچ		دقیقہ ایست کہ ہیچ آفریدہ نکشادہ است

مطلب لفظی تو ظاہر کہ کمر کی باریکی کا بیان ہے۔ اور مطلب معنوی یہ ہے کہ میان سے مراد واسطہ و رابطہ بین الحق والعبد ہے۔ اس میں اُسکا غرض بیان فرماتے ہیں کہ وہ ایسی مخفی چیز ہے کہ کسی مخلوق کو اُسکی پوری اطلاع نہیں ہوتی جیسا کسی اور سخن گو نے کہا ہے ؎ میان عاشق و معشوق رمزیست ۔ کراما کاتبین را ہم خبر نیست۔ وجہ یہ ہے کہ وہ واسطہ خاص تعلق قرب و رضا ہے جو کہ غیب ہے اور ظاہر ہے کہ غیر منصوص القبول کو تو خود اُسی کی اطلاع قطعی طور

پر نہیں ہوتی اور منصوص القبول کو گو نفس قرب و رضا کی اطلاع ہوتی ہے لیکن اس کے خصوصیات خاصہ کی اطلاع نہیں ہوتی وھذا ھو المعنی بقولہ علیہ السلام واللہ ما ادری ما یفعل بی ولا بکم اور اس تعلق کو آفریدہ کہنا بوجہ اس کے حدوث کے ظاہر ہے اور آفریدہ از ہیچ کہنا مبالغۃً غایت غموض کیوجہ سے ہے۔ اور یا اسکی یہ بھی توجیہ ہوسکتی ہے کہ یہ رابطہ امور اضافیہ میں سے ہو اور امور اضافیہ بوجہ اسکے کہ انکا وجود انتزاعی ہوتا ہے فی نفسہ مستقلاً متحقق و ثابت نہیں ہوتے۔ قال رح

گدای کوئی تو از ہشت خلد مستغنی است	اسیر توئی از ہر دو عالم آزاد است

مطلب ظاہر ہے کہ محبوب حقیقی کے طالب کو دوسری کوئی چیز خواہ کچھ ہی ہو مطلوب بالذات نہیں۔

اگرچہ مستی عشقم خراب کرد و لے	اساس ہستی من زیں خراب آباد است

یہہ اشارہ ہے بقا بعد الفنا کی طرف جیسا شیخ شیرازی نے بوستاں میں فرمایا ہے ؎

مترس از محبت کہ خاکت کند ٭ کہ باقی شوی چوں ہلاکت کند۔ قال رح

ولامنال زبیداد و جور یار کہ یار	ترا نصیب ہمیں کردہ است و ایں داد است

بیداد و جور مراد تاخیر وصل کہ اخر مثل جور دارد۔ اسمیں تعلیم ہے کہ اگر سالک کو وصل یا ورود احوال میں توقف ہوجاوے تو تنگی و شکایت نہ چاہیئے کیونکہ محبوب نے اس کے لئے یہی تجویز کیا ہے اور یہہ عین عنایت ہے کیونکہ اسمیں مصلحت ہوگی اور راز اسمیں یہہ ہے کہ ہر شخص کی استعداد جداگانہ ہے اور استعداد کے موافق تربیت کی جاتی ہے اور اس کا علم محیط مخصوص حق تعالے کے ساتھ ہے چنانچہ تاخیر وصل کی ایک مصلحت ایکبار مثنوی معنوی میں عجیب طور پر نظر سے گذری جسکی حکایت یہہ ہے کہ ایکبار احقر پر یہ خیال غالب ہوا کہ حقتعالی کو طالب کے طالب ہونے کا علم بھی ہے اور وصل الی المقصود پر قدرت بھی ہے اور طالب کے حال پر رحمت بھی ہے اور اس مجموعہ کا مقتضا یہہ تھا کہ جلدی کامیابی ہوجایا کرتی پھر معلوم نہیں تاخیر میں اور پریشانی میں کیا حکمت ہے یہ سوچ ہی رہا تھا کہ مثنوی جو کھولی تو یہہ اشعار سرصفحہ پر نکلے جنمیں علم اور قدرت اور رحمت کے اثبات کے بعد اسکی حکمت مذکور ہے جس سے پوری تسلی ہوگئی وہ اشعار یہہ ہیں ؎ چارہ می جوید پئے من ورد تو ٭ من شنیدم دوش آہ سرد تو ٭ می توانم ہم کہ بے ایں انتظار ٭ رہ نمایم دادہم راہ گذار ٭ تا ازیں گرداب دوراں واری ٭ بر سر گنج وصالم پائی ٭ لیک شیرینی و لذات مقر ٭ ہست بر اندازۂ رنج سفر۔ آنکہ از فرزند و خویشاں برخوری ٭ کز غریبی رنج و محنتہا بری ٭ قال رح

بروفانہ مخوان وفسوں مدم حافظ	کزیں فسانۂ وافسوں مرا بسے یاد است

اسمیں تعریض ہے مدعی طلب کاذب و مرائی کی طرف یعنی اوپر جس قسم کے مضامین مذکور ہیں اگر یہہ ادعاء محض ہوں تو اس صورت میں بلسان محبوب تنبیہ ہے کہ مجھکو ہر چیز کا علم ہے مجھ سے جھوٹی باتیں بنانا کیا فائدہ پس اسمیں تعلیم ہے اخلاص مع اللہ کی اور مذمت ہے احوال باطنیہ میں تصنع کی۔ واللہ اعلم۔

غزل

روزہ یکسو شد و عید آمد و دنیا برخاست	می بمیخانہ بجوش آمد و می باید خواست

روزہ مراد ریاضت و مجاہدہ و عید کنایہ از وصل و مشاہدہ۔ یعنی الحمد للہ کہ زمانہ مجاہدہ کا گذر گیا اور وقت وصول و مشاہدہ کا آگیا اور قلوب میں نشاط و فرحت وصل سے جوش پیدا ہو گیا اور عشق و محبت میں ترقی ہوئی اور ہمیں ترقی کی طلب چاہیئے پس مصرع اولیٰ میں اشارہ ہے کہ مشاہدہ کے لئے مجاہدہ شرط عادی ہے اور مصرع ثانیہ میں اشارہ ہے کہ بعد وصول و حصول مقصود سالک کو بس نہ کرنا چاہیئے طلب اور طاعت میں طالب مزید ہونا چاہیئے جیسا ارشاد ہے ؎

ہر چہ بروئے میرسی بروئے مائیست ۔۔۔ اے برادر بے نہایت در گہے است

نوبت زہد فروشاں گران جان بگذشت	قال رح	وقت شادی و طرب کردن رندان برخاست

زہد فروشان ریاکاران۔ گران جان کاہلاں مراد بیشتر خان مزور اُن کا ریاکار رکھنا تو ظاہر ہے اور گران جان ہونا اسلیئے ہے کہ ریاکاری میں بوجہ فقدان صدق رغبت کے باطنًا کاہلی ضروری ہے۔ اور رند سے مراد مخلص غیر متصنع و طالب صادق۔ اس شعر میں صورت خبر میں مقتضیٰ و انشاء اس امر کا ہے کہ شیوخ متصنعین کو ترک کرنا چاہیئے جبکہ شیوخ کاملین میسر ہو سکتے ہیں طالب صادق کو اُن کی جستجو لازم ہے اور ان کے میسر ہونے کا وقت نہایت خوشی کا وقت ہے۔ قال رح

چہ ملامت بود آنرا کہ چو ما بادہ خورد		ایں نہ عیب است بر عاشق رند و نہ خطاست

بادہ سے مراد طریق محبت مقرون بملامت۔ مطلب یہ کہ طریق ملامتی میں جس کا حاصل ترک وضع ہے نہ کہ ترک شرع۔ عشاق مخلصین کے لئے کوئی عیب اور خطا نہیں ہے جیسا کہ اہل ظاہر مین سے عوام تو اُس کو اس لئے عیب سمجھتے ہیں کہ اس کو بوجہ قصور نظر کے خلاف شرع خیال کرتے ہیں اور خواص اس کو موہم خلاف شرع اور محتمل قدیہ ضرر الی الغیر ہونے کی وجہ سے عیب سمجھتے ہیں پس لفظ چو ما میں تو اشارہ کر دیا جواب شبہ عوام کیطرف یعنی جو ہماری طرح ہو کہ خلاف شرع نہ کرے جیسا اسی غزل کے ایک شعر میں اپنی حالت بیان کی ہے۔ فرض ایزد بگذاریم الخ اور ظاہر ہے کہ معصیت منافی ہے ادائے فریضہ کے جو اس خاص امر کے متعلق ہے۔ اور لفظ بر عاشق رند میں اشارہ کر دیا جواب شبہہ خواص کی طرف جس کا حاصل یہ ہے کہ مقتدا میں وہ علت نہی کی جاری ہے اور عاشق رند جو کہ مقتدا نہیں ہے اس تعلیل سے خارج ہے پس جب علت نہیں معلول بھی نہیں رہتا یہ کہ لوگ اسکی غیبت کریں گے تو یہ شخص اُس کا سبب ہوا تو ان لوگوں کی طرف سے اسمیں یہ عذر ہو سکتا ہے کہ ان کو جب بعض رذائل کے معالجہ کی طرف اس خاص طریق ملامت میں توجہ غالب ہوتی ہے تو اس مفسدہ مذکورہ سے ذہول ہو جاتا ہے اور قصد ہوتا ہے اپنی اصلاح کا نہ کہ افساد غیر کا۔ گو لازم آتا ہے اور اتقوا مواضع التہم کو یہ حضرات مخصوص کہیں گے غیر مضع ضرورت میں اور معالجہ

موضع ضرورت ہے اور انکی یہہ توجیہات محل اجتہاد ہوسکتی ہیں فلکن بہ عذرًا لھم قال رح

بادہ نوشی کہ درو ہیچ ریائی نہ بود	بہتر از زہد فروشی کہ در و روی وریاست

اس شعر میں اپنے کسی فعل کی توجیہ یا طرفداری نہیں ہے بلکہ اہل طریق کو نصیحت ہے کہ ذکر و طاعت میں دعوی وریا کرنا اور دوسرے اہل معاصی کو حقیر سمجھنا مذموم ہے پس فرماتے ہیں کہ جس بادہ نوشی کے ساتھ ریا نہو وہ اس زہد و ادعائی سے اچھا ہے جس میں ریا ہو۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ معاصی میں بھی باہم تفاوت ہوتا ہے کوئی اکبر کوئی کبیر کوئی صغیر کوئی اصغر اور یہ قواعد شرع سے نہایت واضح و ظاہر ہے۔ قال رح

ما نہ مردان ریائیم و حریفان نفاق	آنکہ او عالم سر است بدیں حال گواست

گو اعتکاف گواہ مطلب ظاہر ہے اور مقصود اس سے پندار و دعوی نہیں بلکہ ترغیب ہے طالبین کی اپنا حال بیان کرنے سے کہ انکو بھی ایسا ہی ریا و نفاق سے بچنا چاہئے۔ اور اس سے یہ امر مستفاد ہوا کہ کامل اگر اپنا حال اس قصد سے ظاہر کرے کہ ناقصین اتباع کریں تو مذموم نہیں ہے۔ قال رح

فرض ایزد بگذاریم و بکس بد نکنیم	وانچہ گویند روا نیست بگوئیم رواست

مدلول لفظی تو ظاہر ہے اور غرض مقصود یہ ہے کہ اصل مقصود تکثیر طاعات و اوراد نہیں ہے بلکہ ورع کے ساتھ تقلیل طاعات کافی ہے اور وہ ورع حقوق اللہ و حقوق العباد دونوں میں ہونا چاہئے چنانچہ فرض ایزد بگذاریم میں اشارہ حقوق اللہ و تقلیل طاعات کی طرف ہے اور بکس بد نکنیم میں اشارہ حقوق عباد کی طرف ہے۔ اور مصرع ثانی میں اس آنچہ سے مراد میرے نزدیک طریق ملامت یعنی ارتکاب خلاف وضع ہے گو ظاہر نظر میں خلاف شرع ہو مگر حقیقت میں خلاف نہو اور اس کے برازو عدم جواز میں اختلاف کی تحقیق جیسا کہ اس مصرع سے معلوم ہوتا ہے مفصلا شعر بالا پھ ملامت الخ کی شرح میں گذر چکی ہے۔ قال رح

چہ بود گر من و تو چند قدح بادہ خوریم	بادہ از خون رزان است نہ از خون شماست
ایں نہ عیب است کزین عیب خلل خواہد بود	ور بود عیب چہ شد مردم بے عیب کجاست

رزان جمع رز بمعنی انگور۔ خون رز شیرہ انگور عرف شما گوشت مردم اشارہ بسوی آیت ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتا الآیہ ان اشعار کا مضمون بھی قریب قریب مضمون شعر بادہ نوشی الخ کے ہے یعنی اگر کوئی مرتکب بادہ خواری کا ہو جائے خواہ تم ہو یا میں ہوں تو غایت مافی الباب وہ شیرہ انگور ہے لحم انسان تو نہیں ہے جس کے کھانے میں معترض مبتلا ہے کہ غیبت و عیب جوئی میں مشغول ہے اور اس کا بادہ خواری سے اشد ہونا بوجہ حق عبد ہونے کے ظاہر ہے پس معترض اشد میں مشغول اور اخف پر معترض ہے اور دوسرے شعر میں اس سے عیب نہونے کی نفی یا تو بایں معنی ہے کہ جس درجہ کا عیب طاعن سمجھ رہا ہے کہ اس کو غیبت سے بھی بڑھکر قرار دیا ہے جیسا کہ اسکے برتاؤ سے معلوم ہوتا ہے کہ بادہ خواری کی مذمت کر رہا ہے اور غیبت کو فعلیا کر رکھا ہے) یہہ اس درجہ کا عیب نہیں ہے بلکہ معاملہ برعکس ہے۔ اور شعر ثانی کے مصرع ثانیہ میں علی سبیل التنزل

کہتے ہیں کہ اگر معترض کا قول مسلم بھی ہو جاوے کہ یہ غیبت سے بھی اشد ہے تو خیر یوں ہی سہی مگر بے عیب کون ہوتا ہے ہم میں یہ عیب ہے معترض میں دوسرا عیب ہے اور مقصود اس تنزل سے محض ترک جدال ہے جو مقتضا ہے وضع درویشی کا نہ کہ توجیہ اپنے فعل کی یا رجوع تحقیق بالا سے کہ اشدیت ہے غیبت کی۔ اور یا عیب ہونے کی نفی بایں معنی ہے کہ بعض اقسام غیبت کے مختلف فیہ بین الائمہ ہیں اور قواعد احتساب میں ثابت ہے کہ مسائل مختلف فیہا میں احتساب نہیں کیا جاوے گا اور مصرع دوم بر طبق تقریر بالا نیز ترک جدال پر محمول کیا جاویگا باقی اجزا کی تفسیر ظاہر ہے اور بہر حال اس مضمون میں تعلیم ہے ترک جدال و ترک استحقار و ترک اعتراض کی جو لوازم طلب مقصود سے ہے۔ قال رح

حافظ از عشق خط و خال تو سرگردان است	ہمچو پرکار و لے نقطۂ دل پا برجاست

مدلول لفظی ظاہر ہے مقصود تعلیم ہے طالبان حق کی کہ طریق محبت میں کیسی ہی پریشانی و حیرانی پیش آوے مگر ثبات قدم و تحمل و صبر و استقلال و استقامت کو ہاتھ سے نہ دینا چاہیئے کہ شرط وصول یہی ہے واللہ اعلم۔ قال رح

غزل

چو بشنوی سخن اہل دل مگو کہ خطا است	سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجا است

اسمیں خطاب ہے معترض ظاہر بین کو جو اہل حال کے کلام پر خورد گیری کرتا ہے استہزاءً اسکو دلبر کہا جیسے اردو کے محاورہ میں ایسے موقع میں کہتے ہیں میرے پیارے یا برخوردار یا مہربان۔ پس فرماتے ہیں کہ اہل حال کے کلام کو غلط مت کہو بلکہ وہ غلطی تمہاری فہم میں ہے کیونکہ تم سخن شناس نہیں ہو اہل حال کے کلام کو نہیں سمجھتے ہو۔ اسمیں تعلیم ہے کہ اہل اللہ کے کلام کو جلدی سے رد نہ کر دے البتہ بے سمجھے اس کے ظاہری معنی کا معتقد بھی نہ ہو بلکہ سکوت اسلم ہے قال رح

سرم بدنیا و عقبی فرو نمی آید	تبارک اللہ ازیں فتنہا کہ در سر ماست

فتنہ سے مراد شورش۔ مطلب یہ کہ چونکہ میرا مقصود بالذات قرب و رضائے حق ہے اسلیئے دنیا بالذات مطلوب ہے اور نہ عقبیٰ گو بالعرض مقصود ہو۔ آگے بطور استعظام امر کے فرماتے ہیں کہ ہمارے دماغ میں بھی عجیب شورش طلب حق کی بھری ہوئی ہے کہ بالذات کسی چیز کی طرف التفات نہیں رہا۔ قال رح

در اندرون من خستہ دل نۂ دانم کیست	کہ من خموشم و او در فغان و در غوغا است

یعنی مجھ خستہ دل کے اندر معلوم نہیں کون شخص ہے کہ میں تو خاموش ہوں اور وہ شور و فغاں میں ہے مراد اس شخص سے خود دل ہے جو محبوب کی یاد اور طلب میں شور و فغاں میں رہتا ہے گو لب بظاہر خاموشی رہے۔

دلم ز پردہ بروں شد کجائی ای مطرب	بنال ناں کہ ازیں پردہ کار ما بنوا است

یعنی میرا دل قابو سے باہر ہو گیا اے مطرب سماع سناوے کہ اس پردہ سرود سے ہماری حالت اصلاح پذیر ہو جائے گی۔ اس میں بیان ہے اس کا کہ سماع کا جواز ایسی مخصوص حالت میں ہے جب قلب کی حالت خود رفتگی

تک پہنچ جاوے اور اس سے اکثر مشتغلان بسماع کی غلطی ثابت ہوتی ہے۔ قال رح

مرا بکار جہان ہرگز التفات نبود	رخ تو در نظرم چنیں خوش آراست

یہ اشارہ ہے منتہی کی حالت کی طرف کہ ابتداء حال میں اس کا التفات خلق کی طرف اس لئے نہیں ہوتا کہ وہ حجاب ہوتا ہے توجہ الی الحق سے لیکن منتہی کے لئے ہر شئ مخلوقات میں سے آئینہ ہوتی ہے مشاہدہ جمال محبوب کی اور آلہ ہوتا ہے وصول و قرب الٰہی کا عملاً بھی اور علماً بھی اسلئے وہ عین التفات الی الحق کی حالت میں ملتفت الی الخلق بھی ہوتا ہے۔ قال رح

نہ خفتہ ام بخیالے کہ میپزم شبہا	خمار صد شبہ دارم شراب خانہ کجاست

یعنی طالب میں مجھکو آرام اور سکون نہیں ملتا اور مدتوں کا مجھکو خمار ہے فنا و سکر کہاں حاصل ہوا کرتا ہے تاکہ ایک گونہ وصول میسر ہونے سے طلب کی بے آرامی ختم ہو گو اس میں بھی دوسری طرح کی پختگی ہو کما قال الشیخ الشیرازی فی المعنی الاول ؎ تعلق حجاب است و بیحاصلی ؛ چو پیوندہا بگسل و واصلی ؛ وقال فی المعنی الثانی ؎ دلا رام در بر دلارام جوی ؛ لب از تشنگی خشک و بر طرف جوی ؛ نہ گویم کہ برآب قادر نیند ؛ کہ بر ساحل نیل مستقی اند۔ قال رح ؎

چنیں کہ صومعہ آلودہ شد بخون دلم	اگر مرا بادہ بشوئید حق بدست شماست

در کلام تقدیرے است یعنی مجاہدہ تا چنیں رسیدہ الخ مطلب یہ کہ ظاہری طاعت یہاں تک کی کہ میرے خون دل سے صومعہ خون آلودہ ہو گیا۔ اب اے محبوب یا اے مرشد اگر مجھکو بادہ محبت یعنی جذبۂ عشق سے غسل دیا جاوے تو آپ کی شان کے شایان ہے۔ اسمیں اشارہ ہے کہ سلوک و ریاضت بدون جذب و عنایت کے مفید نہیں۔ قال رح ؎

ازاں پیر مغانم عزیز میدارند	کہ آتشے کہ نمیرد ہمیشہ در دل ماست

پیر مغاں مجمع اہل عشق یعنی عشاق کی جماعت میں مجھکو اس لئے عزیز سمجھتے ہیں کہ میرے دل میں آتش عشق مشتعل ہے۔ اشارہ اس طرف ہے کہ اہل اللہ مال و دولت کی قدر نہیں کرتے بلکہ دولت باطنی ہی کی قدر کرتے ہیں قال رح ؎

چہ ساز بود کہ بنواخت مطرب عشاق	کہ رفت عمر و ہنوزم دماغ پر ز صدا ست

اسمیں اشارہ ہے خطاب الست بربکم کی طرف یعنی اس خطاب کی اب تک لذت حاصل ہے یا تو یہ کہا جاوے کہ حقیقۃً بعض کو یاد رہتا ہے اور یا کہا جاوے کہ اس کا اثر باقی ہے جس سے التذاذ ہوتا ہے اور یہی دونوں احتمال ہیں شیخ شیرازی رح کے اس ارشاد میں بھی ؎ الست از ازل ہمچناں شان بگوش ؛ بفرہاد قالوا بلیٰ در خروش ؛ یعنی اول کا مصداق ایک کشف ہوا اور معنی ثانی کا مصداق ایک حال ہے۔ قال رح ؎

خمار عشق تو دی شب در ا مد روئم بود	کجاست وقت عبادت چہ جائے وقت مئست

مطلب یہ کہ میرے مقتضائے استعداد کے موافق میری تربیت عشق سے کی گئی ہے۔ اس لیئے اس کے غلبہ میں عبادت و دعا کی تکثیر مجھ سے نہیں ہو سکی تھی۔ اشارہ ہے کہ طریق تربیت سالکین کا ہر ایک کی استعداد کے موافق جدا جدا ہے۔ قال رح

ندای عشق تو دوشم ذر اندرون دادند		فضای سینہ حافظ ہنوز پر صدا است	

مطلب ظاہر ہے کہ میرے لیئے نسبت عشقیہ تجویز کی گئی تھی جس سے اب تک میرا سینہ پر ہے لان المقدر لا یغیر واللہ اعلم۔ قال رح غزل

روضۂ خلد برین خلوت درویشان است		مایۂ بخشی خدمت درویشان است	

اس میں درویشوں کی خلوت اور خدمت کی مدح ہے اول کو روضۂ خلد بریں سے تشبیہ دی گئی ہے اسوجہ سے کہ بڑی نعمت جنت میں مشاہدہ حق تعالیٰ ہے سو یہ ایک قسم کا مشاہدہ درویشوں کو خلوت میں میسر ہوتا ہے یعنی بانقلاب گو جنت میں باعین ہوگا اور خلوت کی قید اسلیئے کہ اس میں استحضار تام ہوتا ہے گو بعض اوقات خلوت کا استحضار ناتمام اس تام سے کسی عارض کی وجہ سے افضل ہو مثلاً کسی حق واجب کا ادا کرنا یا کسی کو نفع پہونچانا و مثل ذلک اور بعد مدح درویشوں کے مصرع ثانیہ میں اُن کی خدمت کی ترغیب دیتے ہیں کہ اعتشام حقیقی کہ مقبولیت عند الحق ہے مقبولین کی خدمت سے کہ اُن کی اطاعت اور محبت سے لوازم عادیہ سے ہے میسر ہوتا ہے۔ قال رح

گنج عزلت کہ طلسمات عجائب دارد		فتح آن در نظر ہمت درویشان است	

اس میں ترغیب ہے کہ مقبولین حق کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کرنا چاہیئے کہ اُن کی توجہ میں یہ برکت ہے کہ خلوت نشینی کا خزانۂ عجیب کہ مراد اُس سے حضور تام و مشاہدہ ہے اُس سے میسر ہوتا ہے چنانچہ توجہ کی یہہ برکت ہونا تجربہ سے بھی ثابت ہے اور ظاہری لم بھی اُسکی یہہ ہے کہ وہ متقی ہوتے ہیں اور حق تعالےٰ اکثر متقی کی مراد پوری فرماتا ہے اور توجہ سے اُنکی مراد یہی ہوتی ہے کہ طالب کو محل توجہ ہے مشرف اس دولت سے ہو جاوے۔ و نیز ثابت ہوا ہے کہ بعضے تصرفات محض توجہ نفس سے حاصل ہو جاتے ہیں۔ قال رح

قصر فردوس کہ رضوانش بدربانی رفت		منظری از چمن زہرت درویشان ست	

یعنی قصر فردوس جسکا دربان رضوان ہے درویش جس چمن کی سیر کرتے ہیں اس کا ایک منظر ہے کیونکہ درویشوں کا سیر گاہ ذات و صفات و افعال حق ہے اور جنت میں ان اشیاء کا کامل ظہور ہوگا۔ و نیز اُن کی سیر کا حاصل مرتبہ و مشاہدہ ہے اور جنت کے مقامات عالیہ ان اعمال صالحہ کا ثمرہ ہے جیسا لفظ فردوس اشارہ ہے مقامات عالیہ کی طرف گو مطلق جنت مطلق اعمال کا ثمرہ ہے۔ قال رح ؎

آنچہ زرمی شود از پرتو آں قلب سیاہ		کیمیاست کہ در صحبت درویشان ست	

می شود فعل ناقص۔ قلب سیاہ اسم آں۔ و زر خبر آن نہ کہ بالعکس فتنبہ۔ مراد ظاہر ہے کہ اہل کمال کی صحبت میں ناقص کامل ہو جاتے ہیں۔ قال رح ؎

وانکہ پیشش ہمہ تاج تکبر خورشید	کبریائے ست کہ در حشمت درویشان ست

اس مین بیان ہے مقبولان حق کی عظمت کا کہ اُنکے سامنے خورشید بھی پست ہے کیونکہ اسکو ظاہری رفعت ہی اور اُن حضرات کو باطنی حقیقی رفعت ہے۔ لکو ھم فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر قال رح

دولتے راکہ بناشد غم از آسیب زوال	بے تکلف بشنو دولت درویشان ست

مطلب ظاہر ہے۔ کیونکہ درویشون کی دولت اخروی ہے۔ اور دوسری دولتین دنیوی ہین اور نص ہے ما عندکم ینفض وما عند اللہ باق۔

خسروان قبلۂ حاجات جہانند ولے	از ازل تا بابد فرصت درویشان ست

فرصت مراد سلطنت یعنی گو سلاطین کو ظاہری چند روزہ سلطنت حاصل ہے لیکن حقیقی و ابدی سلطنت مقبولان حق کو ہے ابدی ہونا تو نصوص خلود سے ظاہر ہے اور ازلی ہونا باعتبار تقدیر و علم الٰہی کے ہے یا ازل سے مراد مطلق ابتدا ایجاد ہے یعنی جب سے اس کا حصول ہوا ہے معنی مشہور مالا اول لہ نہ لئے جاوین۔ قال رح

روی مقصود کہ شاہان جہان می طلبند	مظہرش آئینۂ طلعت درویشان ست

یعنی جن مطالب کو سلاطین دنیا مانگتے پھرتے ہین۔ وہ محض درویشون کی زیارت سے میسر ہوجاتا ہے مقصود مبالغہ ہے کہ درویش مفتاح حصول مراد ہین خواہ بواسطہ ان کی دعا کے خواہ بواسطہ توسل کے اُنکے ساتھ اور خواہ اس واسطہ سے کہ اُنکی صحبت سے اُنکی محبت ہوتی ہے۔ اور محبت ان کی طاعت ہے اور اہل طاعت کے مشکلات غیب سے آسان کی جاتی ہین ونحوہ مافی المثنوی ؎ ای انقیائے تو جواب ہر سوال ۔ مشکل از تو حل شود بے قیل و قال۔ ؎

ای تونگر مفروش این ہمہ نخوت کہ ترا	سروری در کنف ہمت درویشان ست

کنف پناہ یعنی اغنیاء ظاہری کی یہ ثروت وجاہ ان مقبولان حق کی دعا و برکت کی فرع ہوتی ہے الحدیث ھل ترزقون وتنصرون الا بضعفاءکم ونیز حدیثون مین ہے۔ کہ ابدال کی برکت سے بارش وغیرہ ہوتی ہے ونیز قصہ خضر علیہ السلام سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ بعض انتظامات تکوینیہ بعض اہل اللہ سے وابستہ ہوتے ہین۔ وفی المقام کلام طویل لا تحملہ المقام۔ قال رح

گنج قارون کہ فرومی رود از قعر ہنوز	خواندہ باشی تو کہ از غیرت درویشان ست

درویشان کی جمعیت جنسیت کے لئے ہے مراد موسےٰ علیہ السلام۔ مطلب اور قصہ ظاہر و مشہور ہے۔

بندۂ آصف عہدیم کہ در سلطنتش	صورت خواجگی و سیرت درویشان ست

اسمین دو احتمال ہین یا تو مراد اس سے وزیر اس زمانہ کا ہی جسکا نام بعض محشین نے آصف لکھا ہے۔ اور ظاہر مقصود اُسکی مدح ہے۔ اور اشارۃً مدح ہے ہر ایسے شخص کی جو باوجود جاہ وحشم ظاہری کے سیرت درویشانہ رکھی اور دین کو دنیا پر ترجیح دے اور دوسرا احتمال یہ کہ یہ کنایہ ہو شیخ وقت سے جس کی شان یہ ہے۔ کہ اس کی

سلطنت باطنی ہین صورت ظاہری عوام کی سی اور باطن خواص کا سا ہو جس کی حکمت کتمان اور تواضع اور اتباع سنت ہے قال رح ؎

حافظ این جا باادب باش کہ سلطان ملک	ہمہ در بندگی حضرت درویشان ست

یعنی کاملین کے ساتھ باادب رہو کہ اُن کی عظمت ہے کہ ناسوت کے اکابر کہ سلاطین ہین اور ملکوت کے عظماء کہ ملائکہ ہین سب ان حضرات کے سامنے بعجز و نیاز پیش آتے ہین. چنانچہ مسجودیت آدم علیہ السلام و منصوریت حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم فی الغرزات بواسطہ ملائکہ اور عالم باعمل کے لئے ملائکہ کا استغفار اور جبرئیل علیہ السلام کی ندا پر ملائکہ کا محبوبان حق سے محبت کرنا قرآن و احادیث ہین منصوص ہے اور نیاز سلاطین کا مشاہد ہے. قال رح غزل

مطلب طاعت و پیمان صلاح از من مست	کہ بہ پیمانہ کشی شہرہ شدم روز الست

یہ مصرعین اہل حال کی بعضی معذوریون کا بیان ہے. کہ اگر مستی کے غلبہ مین طاعت و صلاح مین اُن سے کوئی کوتاہی ہو جاوے. تو اُن سے وارد گیر و ملامت مناسب نہین کہ روز الست سے مراد مجازاً مرتبہ اعیان ثابتہ کا ہے) مین پیمانہ کشی یعنی سرشاری محبت و مغلوبیت حال کے ساتھ موصوف ہون حاصل اسکا وہی ارشاد ہے کہ مرفوع القلم کو معذور سمجھنا چاہیئے. قال رح

من ہمانم کہ وضو ساختم از چشمہ عشق	چار تکبیر زدم یکسرہ بر ہر چہ کہ ہست

چار تکبیر زدن ترک کلی کردن یعنی جب عشق حقیقی کا غلبہ ہوا سب ماسوائے اللہ سے تعلق قطع کر دیا اسمین بیان ہے عشق آلہی کے اثر کا کہ وہ ماسوا سے نظر کو اُٹھا دیتا ہے. قال رح

مے بدہ تا دہمت آگہی از سر قضا	کہ بروے کہ شدم عاشق بر روئے کہ ہست

اسمین خطاب ہی معترض ملامت گر کو اور مے بدہ مین اسناد مجازی ہے جیسا عنقریب واضح ہوگا حاصل یہ ہے کہ تو جو مجھ پر اعتراض و ملامت کر رہا ہے جسکا سبب غلبہ احوال عشق مین کچھ نشیب و فراز واقع ہو جاتا ہے سو مجھکو درستی ہونے دے. اسیکو مجازاً مے بدہ کہدیا ہے اُس وقت تجھکو راز قضاے آگاہ کرونگا کہ مین کس ذات پر عاشق ہوا ہون اور کس کی صفات و کمالات سے مست ہوا ہون اور وہی عشق و مستی اس نشیب و فراز کا سبب ہو گیا ہے. اسکو سر قضا اس لئے کہا کہ اس عشق و سکر سے ایسے امور کا وقوع مقدر ہو چکا تھا اس مین ارشاد ہے کہ اہل سکر پر اعتراض مناسب نہین. قال رح

کم کو. کم است از کمر مور این جا	نا امید از در رحمت مشو ای بادہ پرست

کوہ سے مراد عوائق و موانع سلوک و وصول اُن کو بوجہ ثقل کے کوہ سے تشبیہ دی. مطلب یہ کہ سالک طالب کو کبھی ناامید نہ ہونا چاہیئے کیونکہ جن موانع کو تم ثقیل سمجھتے ہو وہ نظر بفضل و رحمت آلہیہ نہایت ضعیف ہین اُنکا رفع ہو جانا کچھ دشوار نہین و ہذا کما قال العارف الرومی ؎ تو مگو ما را بدان شہ بار نیست + بر کریمان کار ہا

دشوار نیست + اس تعلیم سے باعتبار فن کے یہ نفع ہی کہ اس سے دل مین نشاط ہوتا ہے اور اُس سے مجاہدہ آسان ہوجاتا ہی اور مجاہدہ کا مقتاح مشاہدہ ہونا معلوم ہے غرض یہ معین حصول مقصود ہے۔ قال رح

جان فدای دہنت باد کہ در باغ نظر	چمن آرای جہان خوشتر ازین غنچہ نہ بست

ممکن ہے کہ اسمین مدح مرشد کی ہو اور چونکہ دہن سے تعلیم و تلقین ہوتی ہے جو مظہر ہے ذرائع قرب کا اسلئے اسکی تخصیص ذکری کی گئی اسمین اشارہ ہوگا۔ وحدت مطلب کی طرف کہ مسئلہ ہے فن کا جسکی شرح حسب ایماء شاہ مولائی مرشدی یہ ہے کہ اپنے شیخ کی نسبت یہ اعتقاد رکھے کہ زندہ بزرگون مین اُس سے بڑھکر مجھکو نفع پہونچانے والا میسر نہ ہوگا۔ قال رح

بجز آن نرگس مستانہ کہ چشمش مرساد	زیر این طارم فیروزہ کسے خوش نہ نشست

نرگس مستانہ چشم محبوب مراد از چشم اہل اللہ کہ مقصود را دیدہ۔ یعنی بجز اہل اللہ کے اس عالم مین کوئی خوش نہین بلکہ سب طالب ماسوئے اللہ پریشان ہین قال اللہ تعالیٰ من عمل صالحا من ذکر او انثی فلنحیینہ حیوۃ طیبۃ" وقال تعالیٰ ومن اعرض عن ذکری فان لہ معیشۃ ضنکا۔ وقال الرومی ؎ ہرچہ جز فکر خدائے احسن است + گر شکر خواری ست از جان کندن ست + و بذا مشاہد اور جملہ دعائیہ چشمش مرساد معترضہ ہے۔ قال رح

حافظ از دولت عشق تو سلیمانی یافت	یعنی از وصل تو اش نیست بخر باد بدست

باد بدست کنایہ از عدم حصول۔ یعنی چونکہ محبوب حقیقی کا وصل مجھکو حاصل نہ ہوا تو باد بدست ہونے کی وجہ سے مجھکو تبہ سلیمانی حاصل ہی کیونکہ ایک معنی کے اعتبار سے وہ بھی باد بدست تھے یعنی باد اُنکی مسخر تھی اس تعبیر مین صنعت شاعری ہے اصل مقصود دو امر کا تبلانا ہے ایک یہ کہ سالک کو چاہیئے کہ کبھی اپنے کو واصل نہ سمجھے کیونکہ سلوک کا حقیقت مین کہین منتہی نہین اور حقیقت وصول کی انتہا ہے سلوک کا۔ دوسرے یہ کہ سلوک مین نامرادی کو بھی عدم الوصول اُسکی ایک فرد ہے دولت سمجھے اور تنگ دل نہ ہو کہ اُس مین بھی مصالح ہین اور اسپر یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ اس سے اوپر کا شعر اسکے معارض ہے۔ کیونکہ وہان معلوم ہوتا ہے کہ طالب حق ہمیشہ خوش رہتا ہی اور یہان اُسکی نامرادی کہ مستلزم ناخوشی کو ہے۔ معلوم ہوتی ہے جواب یہ ہی کہ یہ مقدمہ کہ نامرادی مستلزم ناخوشی کو ہے۔ غلط ہے گو طبعاً اسپر حزن و تاسف ہو مگر عقلاً وہ اسپر بھی راضی مسرور رہتا ہی کیونکہ یہ حالت بھی منافی قرب نہین بلکہ طرق الوصول الی اللہ بعدد انفاس الخلائق ثابت و مقرر ہے۔ فافہم وفی المقام لبسط اور غزل آئندہ کا شعر اول اسی مضمون مین ہے۔ غزل۔ قال رح

سر ارادت ما و آستان حضرت دوست	کہ ہرچہ بر سر ما می رود ارادت اوست

یعنی ہمارا سر ارادت و تسلیم محبوب حقیقی کے آستان پر رکھا ہے۔ کسی حال مین اُسکی شکایت نہین کرتے کیونکہ ہمپر جو گذر رہا ہے یہ اُسی کی مشیت سے ہے اور اُسکی مشیت سراسر حکمت و مصلحت ہے اسلئے قبض و بسط وغیرہ سب خیر ہے **تنبیہ** جاننا چاہیئے کہ ما تعلق بہ المشیۃ الازلیۃ اگر فعل عبد نہین مثل احوال و مواجید

تب تو من کل الوجوہ اُسپر رضا واجب ہے اور اگر فعل عبد ہے۔ تو حسن شرعی کا بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر قبیح شرعی ہے تو من حیث انہ مخلوق للہ تعالیٰ اُسپر رضا واجب ہے اور اُس مین بھی من حیث المجموع حکمت ہی اور من حیث انہ صادر من العبد اُسپر رضا جائز نہین اور اس حیثیت سے وہ خلاف حکمت ہے۔ فافہم

پس شعر مین مراد ہر چہ سے غیر فعل عبد ہی۔ قال رح

نظیر دوست ندیدم اگرچہ ازمہ و مہر	نہادم آئینہ ہا در مقابل رخ دوست

ازمہ و مہر بیان آئینہ ہاست۔ یعنی یہ امر معتاد ہے کہ آئینہ مین مرئی کا جو عکس پڑتا ہی وہ من وجہ نظیر مرئی کا ہوتا ہے مگر محبوب حقیقی ایسا بے نظیر ہے کہ مین نے مہر و ماہ کے آئینہ مین بھی کہ انور المرایا ہین نظر کر کے دیکھا تو اُسکا نظیر نہ پایا۔ اس مین ایک دقیق مسئلہ کی تحقیق ہے وہ یہ کہ قوم کی لسان پر مشہور ہی کہ مخلوقات مرایا و مظاہر ہین جمال الٰہی کے اس سے عوام یون سمجھتے ہین کہ ان مخلوقات مین جو صفات ہین ان ہی کے امثال خالق مین ہونگے۔ اور وہ صفات خالق ان مخلوقات مین بعینہ منعکس و مرتسم ہین۔ اس مین اس غلطی پر متنبہ کر دیا۔ کہ یہ مرآۃ باین معنی نہین کما حققتہ فی شرح المثنوی المسمی بکلید مثنوی بلکہ جس طرح ہر مصنوع اپنے صانع کی صفات کمال پر دال ہوتا ہے۔ اسی مرشد مین یہ مصنوعات اپنے صانع برحق کی صفات کے لئے مابہ الانکشاف ہی۔ قال رح

نثار روی تو ہر برگ گل کہ در چمن ست	فدائے قد تو ہر سرو بن کہ در لب جوست

برگ گل و سرو بن کنایہ از محبوبان مجازی یعنی سب محبوبان مجازی کا حسن و جمال ناقص ہی اور محبوب حقیقی کا کامل اور ناقص کا کامل پر فدا ہونا زیبا ہے۔ قال رح

مگر تو شانہ زدی زلف عنبر افشان را	کہ باد غالیہ سائشت و خاک عنبر بوست

مدلول لفظی تو ظاہر ہے۔ اور مراد معنوی یہ ہے کہ یہ مخلوقات جو مختلف کمالات سے متصف ہو رہی ہی۔ اسکی وجہ یہ ہے۔ کہ کامل حقیقی نے اپنی صفات کا اظہار کیا ہے۔ قال رح

رخ تو در دلم آمد مراد خواہم یافت	چرا کہ حال نکو در قفای فال نکوست

مطلب معنوی یہ ہے کہ محبوب حقیقی کا تصور میرے دل مین جم گیا ہے۔ تو اب امید ہے کہ وصال الی الحق میسر ہو جاوے گا۔ اشارہ اسطرف ہے کہ ذکر اور فکر مفتاح ہے۔ کامگاری قرب کی۔ قال رح

صبا ز حال دل تنگ ما چہ شرح دہد	کہ چون شکنج در غبای غنچہ تو بر توست

مراد معنوی یہ معلوم ہوتی ہی کہ زبان سے دل کا حال پورا ظاہر نہین ہو سکتا کیونکہ حال دل بوجہ ذوقی و وجدانی ہونیکے باطن در باطن وغیر معبر عنہ ہے۔ اشارہ اسطرف ہی کہ اہل حال کے کلمات پر مدار حکم نہ چاہیئے۔ قال رح

نہ من سبوکش این دیر زہد سوزم و بس	بسا سرے کہ درین آستانہ سنگ سبوست

سبوکش محنت کشندہ دیر زہد کنایہ از عشق کہ احوال زہد ظاہری را مغلوب سازد۔ سنگ و سبو صدمہ رسید بلا

یعنی اس عشق سے صرف مین ہی گرفتار بلا نہین ہوا بلکہ بہت سے گرفتار بلا ہو چکے ہین۔ اشارہ اس طرف ہے کہ طریق محبت مین مصاعب و متاعب سے گھبرانا نہ چاہیئے۔ قال رح

زبان ناطقہ در وصف حسن او لال ست	چہ جائے کلک بریدہ زبان بیہودہ گوست

قاعدہ مقررہ ہے کہ تقریر سے ادائے مافی الضمیر بہ نسبت تحریر کے زیادہ ممکن ہے اور جسکی تعبیر زبان سے نہ ہو سکے تحریر سے بدرجہ اولیٰ نہین ہو سکتی۔ مطلب یہ کہ محبوب حقیقی کے کمالات نہ تقریر مین آسکتے ہین۔ نہ تحریر مین اشارہ اس طرف ہے کہ عشاق کے کلام مین جو کچھ محبوب حقیقی کی شان مین وارد ہوتا ہے۔ اسکو عبارت کافیہ سمجھ جاوے وہ ناتمام تعبیر ہوتی ہے اسلئے نہ حق تعالیٰ سے اعتقاد خراب کرے نہ عشاق سے فافہم قال رح

نہ این زبان دل حافظ در آتش طلب ست	کہ داغدار ازل ہمچو لالہ خودرو ست

یعنی میرا عشق و طلب امر مستانف نہین بلکہ مقدر ہے۔ اشارہ اس طرف ہے کہ کمالات مین اپنے اکتساب کو موثر نہ سمجھے بلکہ حقیقی علت اسکی مشیت و موہبت ہے جیسے لالہ خودرو کہ مزروع نہین ہوتا محض قدرتی چیز ہے۔

غزل قال رح

دل سراپردۂ محبت اوست	دیدہ آئینہ دار طلعت اوست

طلعت بمعنی طلوع و ظہور مراد آیات صنع و قدرت من حیث انہا آیات یعنی دل محبوب حقیقی کی محبت سے اور آنکھ اسکی آیات قدرت کے مشاہدہ سے لبریز ہے۔ اس مین ترغیب ہے تحصیل مقامات و علوم محمودہ کی کہ محبت مقام ہے۔ اور مشاہدہ آیات للاعتبار بالاستدلال علم مطلوب ہے۔ قال رح

منکہ سر در نیارم بدو کون	گردنم زیر بار منت اوست

حاصل اسکا یہ ہے۔ کہ مین دونون عالم کی طرف التفات نہین کرتا اور اپنے محبوب کا ممنون ہون اور اسکی دو تقریرین ہو سکتی ہین ایک یہ کہ اول مصرع علت اور دوسرا معلول دوسرے اسکا عکس یعنی چونکہ مین دونون عالم سے مستغنی ہون اسلئے محبوب کا ممنون ہون کہ اسکی عنایت سے یہ نعمت میسر ہوئی یا یون کہا جاوے کہ چونکہ مین محبوب کا ممنون اور اسکا محب ہون اسلئے دونون عالم سے مستغنی ہون اور اس استغنا روے التفاتی سے مراد یہ ہے کہ درجہ استحضار مین اسکی طرف التفات نہین ورنہ آخرت ایک درجہ مین مطلوب ضرور ہے گو بالعرض ہی چنانچہ کہا گیا ہے ع عاشقان جنت برائے دوست میدارند دوست قال رح

تو و طوبےٰ و ما و قامت یار	فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

یہ خطاب ہے زاہد کو کہ تو جنت کا طالب ہے اور ہم محبوب حقیقی کے پس یہ شعر بھی قریب قریب شعر اول کے ہے اور تو جنت زاہد کو بھی مطلوب بالذات نہین۔ مگر ظاہر ہے کہ بہ نسبت عاشق کے زاہد کو جنت کا استحضار زیادہ ہے

قال رح

دور مجنون گذشت و نوبت ماست	ہر کسے پنج روزہ نوبت اوست

اس شعر کی تین غرضین ہوسکتی ہین. ایک یہ کہ کوئی شخص اپنی طلب و محبت پر مغرور نہ ہو کیونکہ عشاق ہر زمانہ مین ہوا کئے ہین. دوسرے یہ کہ ترغیب ہو تحصیل عشق کی کہ عشق و طلب کا چرچا ہر زمانہ مین رہا ہے. تم کو بھی اُسکی تحصیل مین سعی کرنا چاہیئے. تیسرے یہ کہ محبوب کا حسن دائم ہے اور عشاق فنا ہوتے چلے جاتے ہین اور میرے نزدیک یہ تیسرا اقرب ہے. قال رح

منگہ باشم دران حرم کہ صبا	پردہ دار حریم حرمت اوست

قاصد کو باعتبار سبک روی و تبلیغ خبر کے صبا سے تشبیہ دیا کرتے ہین کہ وہ بھی خفیف السیر فی القل رواج و شمائم ہوتی ہے یہان مراد ملائکہ یا انبیا علیہم السلام ہین یعنی جب محبوب حقیقی کی عظمت کا ادراک و معرفت مرتبہ کنہ ذات مین ایسے مقدسین و مقربین کو حاصل نہین بلکہ وہ بھی پردہ کے باہر ہین کما قال سید البشر علیہ صلوٰۃ لا تحصی و لا تحصر لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک اس مین تعلیم ہے کہ ذات من حیث الذات کا ادراک محال ہے. اسکی فکر مین نہ لگے کما قال رح ؎ عقاں شکار کرش نشود دام باز چین + کاینجا ہمیشہ باد بدست ست دام را + قال رح

من و دل گر فنا نصیم چہ باک	غرض اندر میان سلامت اوست

مطلب یہ کہ اگر مین یعنی احوال جہنیہ از قبیل قوت و نشاط اور دل یعنی احوال قلبیہ از قبیل لذت و انبساط فانی و زائل ہو جاوین تو کچھ غم نہین حبیب + کہ شریک واقف احوال کو مقصود سمجھتے ہین. احوال قلبیہ کو بالذات اور جسمیہ کو اُن احوال قلبیہ کی تحصیل کے لئے اور اُن کی کمی سے تنگ اور پریشان ہوتے ہین اس شعر مین اس خیال کی غلطی ارشاد فرماتے ہین. کہ اُنکا کچھ غم نہ کرنا چاہیئے. کیونکہ احوال اختیاریہ نہین اور امور غیر اختیاریہ مقصود نہین اصل مقصود تعلق و قرب محبوب ہے جو وابستہ ہے ذکر و طاعت کے ساتھ سلامت اوست سے یہی مراد ہے یعنی سلامت تعلق او کما قال العارف الرومی فی التوحید ؎ جملہ شان پیدا و ناپیدا ست باد + آنکہ ناپیدست ہرگز کم مباد + ای از دل گر اثر عمر مرشد دی و فی ہذا المعنی قال الرومی ؎ روز ہا گر رفت گو رو باک نیست + تو بمان ای آنکہ چون تو پاک نیست + روز ہائے حوال و مواجید و غیرہا

بے خیالش مباد منظر چشم	زانکہ این گوشہ خاص خلوت اوست

مطلب ظاہر ہے کہ دوام ذکر و مشاہدہ کی تمنا کرتے ہین اور چشم سے مراد بصیرت ہے بصر نہین اور اسکو خلوت سلطان کہا کہ قلب مین دوسرے کی گنجائش نہین اور بعض نسخون مین خلوت کی جگہ دولت ہے مراد ملک حق. قال رح

گر من آلودہ دامنم چہ عجب	ہمہ عالم گواہ عصمت اوست

مطلب ظاہری تو یہ کہ حساد جو مجھپر محبوب کے معاملہ مین تہمتین لگاتے ہین تو میرا ملوث ہونا تو عجب نہ تھا اگر وہ تو پاک دامن ہے اس سے استدلال ہو سکتا ہے ان تہمتون کے کذب ہونے پر اور بلسان اشارہ عجب نہین کہ ایک مسئلہ حقیقت کی طرف اشارہ ہو جسکو اہل کلام نے بیان کیا ہے وہ یہ کہ عبد سے جو صدور قبائح کا ہوتا ہے اور اہل حق

خالق اُن قبایح کا حق تعالیٰ کو کہتے ہین اس سے کوئی نقص ذات حق مین لازم نہین آتا کیونکہ صدور قبایح کا قبیح ہے جس سے عبد کو آلودہ دامن کہینگے اور وہ کچھ عجیب اور مستلزم معذور نہین لیکن خلق قبایح کا قبیح نہین ہے اسکی برائیت باتفاق اہل ملل علے حالہا ہے۔

ہر گلے نوکہ شد چمن آرائے	اثر رنگ و بوی صحبت اوست

صحبت سے مراد تعلق تکوینی مطلب یہ کہ جو کامل عالم مین ظاہر ہوتا ہے وہ بوجب حقیقی کی صنعت کا طفیل ہی یعنی کامل حقیقی وہی ہے دوسرا کوئی قابل طلب التفات نہین۔ پس اس مین تعریض ہوئی اعراض عما سواہ سے قال رح

نقد ظاہر مبین کہ حافظ را	سینہ گنجینہ محبت اوست

مقصود یہ ہے کہ اہل اللہ کی بے سروسامانی سے اُن کی تحقیر نہ کرے اُن کے پاس بڑا خزانہ محبت و معرفت آلہیہ کا موجود ہے۔ غزل

آن سیہ چہرہ کہ شیرینی عالم با اوست	چشم میگون لب خندان دل خورم با اوست
گرچہ شیرین دہنان پادشہانند ولے	آن سلیمان زمان ست کہ خاتم با اوست
روی خوبست و کمال ہنر و دامن پاک	لاجرم ہمت پاکان دو عالم با اوست
خال مشکین کہ برآن عارض گندم گون ست	سر آن دانہ کہ شد رہزن آدم با اوست
دلبرم عزم سفر کرد خدارا یاران	چہ کنم با دل مجروح کہ مرہم با اوست
باکہ این نکتہ توان گفت کہ آن نکتہ دان	کشت ما را و دم عیسے مریم با اوست
حافظ از معتقدان ست گرامی دارش	زانکہ بخشائش لطف ش روح مکرم با اوست

اس غزل کے شعر چہارم کی ترکیب محتاج تنبیہ ہے اسلئے لکھتا ہون خال مشکین اپنے مابعد کی صفت سے ملکر مبتدا ہے۔ اور مصرع ثانی اسکی خبر ہے اور با او مین ضمیر آورا جع ہے۔ طرف مبتدا کے۔ اور اس غزل کو ظاہر سے منصرف کرنا میرے نزدیک تکلف ہے ظاہر یہی ہے۔ کہ یہ مضمون شاعرانہ ہے۔ اور محبوب ظاہری کے باب مین ہی جو رنگ مین ملیح ہوگا۔ اس مین اہل نظر کا ذوق مختلف ہوتا ہے۔ بہرحال حاصل یہ ہے کہ میرا محبوب ملیح کہ تمام عالم کی شیرینی وحلاوت اُسمین مجتمع ہو (یہ مبالغہ ہی) اُسکے پاس یہ چیزین ہین چشم میگون لب خندان دل خورم (یعنی لوازم محبوبیت) اور وہ میرا محبوب اور محبوبون سے وہ نسبت رکھتا ہی جو سلیمان علیہ السلام دوسرے سلاطین سے نسبت رکھتے ہین میرے محبوب کی چونکہ صورت بھی اچھی ہے اور صاحب ہنر یعنی جامع صفات حمیدہ بھی ہے اور اُسکے ساتھ عفیف بھی ہے اسلئے دونون عالم کے پاکون کی توجہ اُسکی طرف ہے (یہ مطلب نہین کہ دُنیا والون کی بھی اور ملکوت والون کی بھی بلکہ مطلب یہ ہے کہ دُنیا ہی مین جو دو طرح کے پاک لوگ موجود ہین بعضے وہ جو دنیا دار کہلاتے ہین اور محرمات سے بچتے ہین اور بعضے وہ جو دیندار کہلاتے ہین اور محرمات سے بچتے ہین پس) دونون عالم والون سے مراد اہل دنیا اور اہل دین رہا یہ کہ جب اُنکی توجہ اہل حسن کی طرف ہوئی تو وہ پاک کہان رہے سو بات یہ ہے

کہ توجہ کے اقسام مختلف ہیں ایک وہ جسمین شائبہ شہوت کا ہو وہ بے شک پاکی کے خلاف ہے اور ایک وہ جسمین فی نفسہٖ شہوت کا نہ ہو مگر طبعی امر ہے کہ شے مستحسن سے قلب کو انبساط ہوتا ہے اور شے مستقبح سے انقباض ہوتا ہے۔ خواہ وہ غیر آدمی ہو جیسے صاف کپڑے کو دیکھکر فرحت ہوتی ہے اور میلے کپڑے کو دیکھکر کدورت ہوتی ہے۔ یا آدمی ہو جیسے حضرت مرزا مظہر جانجانان رحمتہ اللہ علیہ ایام شیر خوارگی مین بدشکل آدمی کی گود مین نہ جاتے تھے پس اس توجہ سے مراد یہ بنساط ہے اور یہ پاکی کے خلاف نہین۔ مگر دونون مین فرق کرنا سخت دشوار ہے بالخصوص اول نظر مین اس لئے عوام کو مطلق نظر و التفات سے روکنا واجب ہوگا۔ اور چونکہ یہ دوسری توجہ شائبہ معصیت و شہوت سے پاک ہے اور مخصوص ہے پاک لوگون کے ساتھ اس لئے اگر اس استحسان کے ساتھ حسین آدمی مین اخلاق محمودہ اور عفت نہ ہو جنکا نہ ہونا مقتضی ہے پاک لوگون کے تنفر و انقباض کو اور مانع ہے توجہ سے اس صورت مین وہ استحسان موجب توجہ ان حضرات کا نہ رہیگا بخلاف توجہ شہوانی کے کہ وہ اس صورت مین بھی ہوگی بلکہ زیادہ ہوگی سو فرماتے ہین کہ چونکہ میرا محبوب جامع حسن صورت و حسن سیرت کا ہے۔ اسلئے پاک لوگون کو اُس کی طرف دوسری قسم کی توجہ ہے خوب سمجھ لیا جائے۔ آگے فرماتے ہین کہ) اُس کا وہ خال مشکین جو اُس رخسارہ گندم گون پر ہے۔ اُس کی یہ شان ہے کہ جو دانہ آدم علیہ السلام کا راہزن ہوا تھا اُس دانہ کا سر اس خال سے ملا ہوا ہے (جس سے اُسکا تبین یہ اثر آگیا ہے کہ یہ خال بنی آدم کا رہزن ہوگیا ہے کہ لوگ اُسپر مفتون و شیدا ہوتے ہین) اور میرے محبوب نے کہین کے سفر کا ارادہ کیا ہے۔ پارہ خدا کے لئے تبلائو مین اس دل مجروح کا کیا علاج کرون کہ اسکا مرہم تو (کنایہ دیدار سے ہے) اس محبوب کے پاس ہے (اور وہ سفر مین جاتا ہے۔ پھر یہ دل بے مرہم رہجاویگا) اور یہ باریک مضمون کس سے کہا جاسکتا ہے کہ اس مشکین دل نے ہم کو قتل کر ڈالا حالانکہ انفاس مسیحائی اُسکے پاس ہین (جنکا مقتضا احیا ہے) اور اسی لئے اسکو باریک مضمون کہا کہ ظاہر جمع بین الضدین ہے۔ کہ سبب احیا سبب اماتت ہوجاوے) حافظ تمھارے ماننے والون مین ہے اُسکی خاطر کیا کرو کیونکہ (علاوہ عقیدتمندی کے ایک اور سبب بھی اُسکے اکرام کا ہے وہ یہ کہ) بہت سے بزرگ روحون کی مہربانی اُسکے حال پر ہے (اگر ان ارواح سے مراد ارواح احیا ہین تب تو معنے ظاہر ہین کہ بہت سے اچھے اچھے لوگ اُسکی بزرگداشت کرتے ہین وہ ایسا بُرا آدمی نہین جس سے کسکو تنفر ہو اور اگر ارواح اموات مراد ہین تو یہ موقوف ہے اثبات فیضان ارواح پر جو اپنے محل مین ثابت ہے اور غیاث مین روح مکرم جبریل علیہ السلام کو لکھا ہے مگر لفظ بس چونکہ تعدد پر دال ہے معنی یہ ہونگے کہ بہت سے جبریل صفت بزرگون کی عنایت اُسکے حال پر ہے۔ اور اگر ان اشعار کو محبوب ظاہری سے منصرف کرکے کلام عارفانہ بنایا جاوے تو غایت مافی الباب مرشد کو خطاب ہوسکتا ہے جس مین بعض اشعار بے تکلف درست ہوجاتے ہین اور بعض کسیقدر تکلف سے جس مین زیادہ تامل کی ضرورت نہین اسی واسطے الطباق کی تقریر مفصل کی حاجت نہین سمجھی گئی واللہ اعلم۔ مثلاً شعر اول مین سیاہ چردہ سے اشارہ ہوگا کہ کمالات اس شر

کے نظر عوام سے مستتر ہین جیسا حسن ملیح کا کہ خفی ہوتا ہے بمقابلہ حسن صبیح کے یا اس وجہ سے کہ حسن ملیح بہ نسبت حسن صبیح کے متمکن ہوتا ہے اشارہ ہو مرشد کے صاحب تمکین ہونے کی طرف۔ اور مثلاً شعر چہارم مین خال مشکین سے مراد لوازم بشریت جو ناشی ہین ظلمات ہیولی سے سو بشہ۔ کامل مین لوازم بشریت کا خلط صفات ملکوتیہ کے ساتھ عجب لطف دیتا ہے بہ نسبت ملکیت محضہ کے کیونکہ صفات ملکیہ کا ظہور با وجود موانع کے دلیل زیادہ کمال کی ہے۔ غزل۔

دارم امید عاطفتے از جناب دوست		کردم جنایتے و امیدم بعفو اوست	
دانم کہ بگذرد ز سر جرم من کہ او		گرچہ پری شست ولیکن فرشتہ خوست	

یہ دونون شعر مقام رجا کے ہین کہ مجھکو حضرت محبوب حقیقی سے امید رحمت کی ہے۔ مین نے گناہ تو کیا ہے لیکن اُسکے عفو کی اُمید ہے مین جانتا ہون کہ وہ میرے جرم سے درگذر فرمائیگا۔ کیونکہ اگرچہ اُسمین صفات جلالیہ و قہریہ بھی ہین لیکن ساتھ ہی صفات جمالیہ و لطیفہ بھی ہین (پری چون از نار باشد کہ مہلک است کنایہ از قہر شد و فرشتہ چون از نور باشد کہ مربی ست کنایہ از لطف شد)

بے گفتگوئے زلف تو دل راہی برد		باز لف سرکش تو کرا روئے گفتگوست	

زلف کنایہ از جذبہ غیبی و گفتگو کنایہ از دعوی استحقاق یعنی کوئی شخص اس قابل نہین کہ استحقاق انجذاب کا دعوی کرے کیونکہ کسی کے پاس ایسا عمل نہین محض آپ کا فضل ہے کہ جسپر عنایت ہوتی ہی اُسکو منجذب فرمالیتے ہین۔ ویویدہ من الحدیث قولہ علیہ السلام ما من کم احد یدخل الجنۃ بعملہ قالت عائشۃ ء ولا انت یا رسول اللہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا انا الا ان یتغمدنی اللہ برحمتہ اہ اور بعض نسخون مین باروی دلکش ہے۔ اشارۃ ہی بطرف قرب و مشاہدہ مقصود کے یعنی اگر جذبہ ہوتا تو شاہد و وصول کا مستحق اور مدعی کون ہوسکتا تھا۔ محض آپ کا جذبہ ہی موصل ہے۔

عمریست تا ز زلف تو بوئے شنیدہ ایم		زان بوئے در مشام دلم ہنوز بوست	

حاصل یہ ہے کہ جب سے ہم عاشق ہوئے ہین وہ عشق بحالہ باقی ہے۔ اسمین تغیر و زوال نہین آیا اشارہ ہی اس مسئلہ کی طرف الفانی لا یرد۔

ہیچ است آن و ہان کہ ندیدم از و نشان		موئیست آن میان و ندانم کہ ایچہ موست	

و ہان و میان کنایہ از صفات ست و ہان از صفاتیکہ آثارش در مصنوعات ظاہر ست چنانچہ در حزب اعظم ست اسئلک باسمک الذی وضعتہ علی الارض فاستقرت وعلی السموات فاستقلت وعلی الجبال فرست واسئلک باسمک الذی استقل بہ عرشک وباسمک الذی وضعتہ علی النہار فاستنار وعلی اللیل فاظلم ومیان از صفاتیکہ آثارش در مصنوعات ظاہر نیست کہ بسیارے از اسماء و صفات در علم غیب خاص مخزون و مکنون ست چنانچہ در حصن حصین آمدہ۔ اسئلک بکل اسم ھو لک

لنفیض به وجهک اوانزلته فی کتابک او علمته احدا من خلقک او استاثرت به فی علم الغیب عندک والبروز علی عدم ظهور بعض الاسماء والصفات یقال ان الاسماء الجمالیة یقتضی الظهور فالمراد بهذه الاسماء ما التی ظهرت آثارها فی الاکوان لان هذا القول ایقاد لبیان حکمة وجود الاکوان فتختص بالاسماء التی لها دخل فی هذا الوجود وهذا الاقتضاء لملظهور لیس اضطراریا بل هو داخل تحت المشیة فاراد اقتضاءه قضی ومالا فلا فافهم فان المقام مطرح الانظار ومزل الافکار والله اعلم بحقائق الاسرار مطلب یہ ہوا کہ صفات حق سبحانہ وتعالیٰ کی کنہ کسی کو مدرک نہیں ہوئی جو کچھ علم ہے باوجہ ہے یہ مسئلہ تصوف وکلام میں مشترک ہے۔ ؎

دلرم عجب از نقش خیالش که چون نرفت	از دیده ام که در مژه اش کارگست نشست

ترجمہ ظاہر ہے اشارہ اس طرف ہے کہ محبت جب دل میں جم جاتی ہے پھر اسکا زوال نہیں ہوتا جیسا حدیث میں ہے کذلک الایمان اذا خالط بشاشة القلوب اور رونے سے جو کچھ جوش میں کمی معلوم ہوتی ہے وہ بعض آثار عارضہ میں ہوتی ہے محبت میں نہیں۔ ؎

چندان گریستم که هر آنکس که برگذشت	از دیده ام چو دید روان گفت این چه جوست

قولہ برگذشت اے برمن۔ قولہ چو دید روان ای اشک را باقی ظاہر ست۔ اس میں اشارہ ہے بعض الوان محبت کی طرف کیونکہ اہل محبت میں سے کسی پر شوق کا غلبہ ہوتا ہے کسی پر انس کا کسی پر ہیبت کا کسی پر حزن کا عجب نہیں کہ صاحب دیوان پر غلبہ شوق کا ہو جس سے گریہ غالب رہتا ہے۔ ؎

ما سر چو گوی بر سر کوی تو باختیم	واقف نشد کسیکه چه گولیست وانچه کوست

اسمیں یا تو اسطرف اشارہ ہو کہ بعض الوان محبت کا کسیکو ادراک نہیں ہوتا جیسے اکثر منتہیوں کی حالت ہوتی ہے۔ کہ غایت لطافت وعلو احوال باطنیہ کے سبب عوام سے بھی ممتاز نہیں ہوتے وہذا احد وجوہ قولہم فی تفسیر النہایة ہی الرجوع الی البدایہ۔ اور یا اسطرف اشارہ ہے کہ مطلقاً نسبت بین العبد وبین الله کی کنہ دوسرے شخص کو مدرک نہیں ہوتی گو بعض میں بعض آثار کا بعض کو ادراک ہو جاوے وہذہ النسبة ہی الولایة التی قیل فیها

میان عاشق ومعشوق رمزیست کراماً کاتبین را هم خبر نیست

حافظ بدست جان پریشان تو وے	بر یاد زلف یار پریشانیت نکوست

یعنی گو یہ پریشانی ظاہراً قبیح معلوم ہوتی ہے لیکن اسکی یاد میں یہ مستحسن ہے۔ اشارہ اس طرف ہے کہ سالک قبض سے اور بعض احوال وواردات سے گو بہت تنگ و پریشان ہوتا ہے حتیٰ کہ بعض نے خودکشی کر لی ہے۔ لیکن واقع میں وہ اس کے حق میں بہتر ہے یا تو اس لئے کہ انجام اس کا بسط وجمعیت ہے اور یا اس لئے کہ قطع نظر انجام سے خود وہ اپنی ذات میں بھی اسکے لئے مصلحت ہے کیونکہ خود سالک کو معلوم نہیں ہو سکتا کہ میری تربیت کس طریق سے مناسب ہے حق تعالیٰ حقائق امور پر مطلع ہیں جس طرح اسکے لئے مصلحت ہوتی ہے اس کی تربیت فرماتے ہیں مثلاً ممکن ہے کہ بسط سے اسکو عجب ہو جاتا اور قبض سے تذلل وانکسار ہوگا بالکل طبیب ماہر مریض کا سا قصد ہے

غزل

آن شب قدری کہ گویند اہل خلوت امشب است	یارب این تاثیر دولت از کدامی کوکب است

ظاہر ایہ شعر حالت لبط کا ہے اور گو لبط فی نفسہ مطلوب نہین لیکن اُسپر مسرت ہونا امر طبعی ہے اور امور طبعیہ کا ظاہر کمال مین بھی انفکاک نہین ہوتا۔ اور دوسرے مصرع مین کہ بعنوان تعجب ہے اشارہ اس طرف ہوسکتا ہے کہ واردات کو اپنا استحقاق اور اپنے اعمال وطاعت کا ثمرہ نہ سمجھے بلکہ اپنے کو اُسکا اہل نہ سمجھکر خدا تعالیٰ کا فضل جانے جیسا تعجب سے معلوم ہوسکتا ہے۔ اور نسبت کرنا کوکب کی طرف بنا علے المشہور شاعری ہے۔

تا بگیسوی تو دست نا سزایان کم رسد	ہر دمے در حلقہ در ذکر یارب یارب ست

ترجمہ کا حاصل تو یہ ہے۔ کہ اے محبوب تیرے ہر حلقہ زلف مین جو عشاق کے قلوب پھنس رہے ہین وہ یارب یارب کے ذکر مین اسلئے مشغول ہین کہ تیرے گیسو تک نا اہلون کا ہاتھ نہ پہونچے اور اس نام کی برکت سے وہ محفوظ رہے۔ یا یہ کہ مقصود اس یارب سے یہ دعا ہے۔ کہ یارب نا سزایان را دسترس بگیسوے محبوب مباد تو توجیہ اور بھی ظاہر ہے اور اشارہ اس امر اخیر کی طرف ہوسکتا ہے۔ کہ طریق وصول مین جو طالبین کے لئے اسباب ہدایت ہین وہ معاندین کے لئے سامان ضلالت ہین۔ کما قال تعالیٰ یضل بہ کثیرا ویھدی بہ کثیرا وقال تعالیٰ واما الذین امنوا فزادتھم ایمانا وھم یستبشرون واما الذین فی قلوبھم مرض فزادتھم رجسا الی رجسھم۔ تقریر کلام کی یہ ہوگی کہ حق تعالیٰ کے طالبین ومحبین ومؤمنین جو ذکر وطاعت مین مشغول ہین معترضین ومعاندین وکفار جو کہ نااہل ہین اُسکو دیکھکر کرُسن کرار اور بھی حق سے بعید ہوتے جاتے ہین پس اس مسببیت کو بمبالغہ بعنوان غائیت بیان کردیا کیونکہ ظاہر ہے کہ طاعت وایمان کی غایت تو یہ نہین ہے کہ دوسرے گمراہ ہون لیکن چونکہ بواسطہ یہ اُسکی طرف مفضی ہوجاتا ہے۔ پس گویا مشابہ اس کے ہوگیا کہ گویا اسی غرض سے طاعت وایمان مین مشغول ہین۔ اور اس مسئلہ کے اظہار سے اس قلیم پر تنبیہ ہوگئی کہ ایمان وطاعت وذکر وغیرہ کو اپنے علم واستعداد کی طرف منسوب نہ کرے۔ کیونکہ اگر یہ امور علت تامہ ہوتے تو کفار مین معلول کیسے متخلف ہوتا بلکہ محض حق تعالیٰ کی نعمت اور اُسکا فضل سمجھے۔ ؎

کشتۂ چاہ زنخدان تو ام کز ہر طرف	صد ہزارش گردن جان زیر طوق غبغب ست

صد ہزار مبتدا وشین مضاف الیہ جان راجع بصد ہزار ومابعد اوخبر وے یعنی صد ہزاران مردم چنین ست کہ گردن جان ایشان زیر طوق غبغب ست مطلب یہ کہ چونکہ لاکھون تیرے عشق مین گرفتار ہین مین بھی گرفتار ہون۔ اگر یہ ترتب محض ذکری باعتبار تقدم وتاخر وجود کے ہے تب تو توجیہ ظاہر ہے اور اگر یہ ترتب علیت ہے تو اشارہ اس طرف ہوسکتا ہے کہ عاشق کو دیکھکر کبھی عشق پیدا ہوجاتا ہے اور ایک ترکیب ہوسکتی ہے کہ شین مضاف الیہ غبغب کا ہو راجع بہ زنخدان باضافت بیانیہ یعنی ہزاران گردن جان زیر طوق غبغب آن چاہ زنخدان ست۔ ؎

تاب خوی بر عارضش ہین کافتاب گرم رو	در ہوائے آن عرق تا ہست ہر روزش تب ست

تاب فروغ خوی عرق۔ عارض رخسارہ۔ قاعدہ ہی کہ محبوب کے چہرہ پر پسینہ آنے سے حسن افزون معلوم ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ اے مخاطب اُسکے حسن کو دیکھو کہ جسکے آفتاب اس عرق عارض کے عشق مین مبتلا ہوا ہے اُسکو گرمی عشق سے تپ ہوگئی ہے حاصل یہ ہے کہ محبوبان مجازی حسن و جمال مین محبوب حقیقی کے سامنے کالعدم دلاشئے اور اپنی صفت مین اُسکی طرف مفتقر ہین۔ غرض اس سے یہ ہوسکتی ہے کہ طالب حقیقت کو ماسوے اللہ سے استغنا رچاہیئے۔ قال الشیخ الشیرازی۔ بر عاشقان جز خود ابہیچ نیست ؎

اندران موکب کہ بر پشت صبا بندند زین	با سلیمان چون برائم من کہ مورم مرکب ست

ترجمہ لفظی یہ ہے کہ جو جماعت کہ پشت صبا پر زین باندھنے والے یعنی چلنے والے ہین اُس جماعت مین سلیمان علیہ السلام کی برابری مجھ جیسے شخص سے جسکی سواری ایک مور ضعیف ہے کب ہوسکتی ہے اور مقصود معنوی یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ عشاق گرم رو عالی ہمت کے مجمع مین عارف کامل کی برابری مجھ کم ہمت کم قوت سے کب ہوسکتی ہے۔ اس مین تعلیم ہے کہ خواہ آدمی کیسا ہی صاحب کمال ہو جاوے۔ مگر کاملین سے بالخصوص مرشد سے اپنے کو ہمیشہ کمتر سمجھے نہ مثل کم ظرفون کے کہ اپنے کمال کے معتقد ہو کر سب سرمایہ برباد کر لیتے ہین۔ ؎

شہسوار من کہ مہ آئینہ دار روی اوست	تاج خورشید بلندش خاک نعل مرکب ست

شہسوار مع مضاف الیہ وصفت مبتدا و مصرع ثانیہ خبر۔ و آئینہ دار خادمیکہ خدمت آئینہ سپرد اوباشد مثل موتراشان۔ مطلب یہ کہ میرا وہ شہسوار کہ چاند اُسکا خادم اور غلام ہے ایسا ہے کہ تاج خورشید اُسکے نعل مرکب کی خاک ہے۔ اُس سے بھی مثل شعر تاب خوی بر عارضش الخ کے وہی محبوب حقیقی کا محتاج الیہ اور محبوبان مجازی کا محتاج ہونا مقصود ہے۔ ؎

آب حیوانش زمنقار بلاغت می چکد	زاغ کلک من بنام ایزد چہ عالی مشرب ست

ش مضاف الیہ بلاغت و راجع بسوی زاغ و در کلام تقدیم و تاخیر ست۔ یعنی زاغ کلک من چہ عالی مشرب ست کہ آب حیوان بلاغتش می چکد و بنام ایزد برائے تعظیم میگویند و تشبیہ کلک بزاغ شاید کہ باعتبار سیاہی باشد ترجمہ لفظی ظاہر ہے بمقصود معنوی یہ ہوسکتا ہے کہ میرا قلم نہایت بلند تر ہے کہ اُس سے مضامین حقائق و معارف سرزد ہوتے ہین۔ اس مین ترغیب و تحسین ہے۔ اس فن شریف کی تاکہ اُسکو حاصل کرین کیونکہ علم ہی زینہ عمل ہے۔ اور صوفی جاہل مسخرہ شیطان ہے۔

من نخواہم کرد ترک لعل یار و جام مے	زاہدان معذور دارید م کہ ایم مذہب ست

مطلب یہ کہ مجھ سے طریق عشق ترک نہ ہوگا زاہدلوگ مجھکو معذور سمجھین۔ یہ بات مقرر ہے کہ وصول الی اللہ کے طرق حسب اختلاف استعداد مختلف ہین اُن مین ایک طریق زہد کا ہے ایک طریق غلبہ و شورش عشق کا ہے۔

اس لئے ایک کو دوسرے پر اعتراض کا حق نہین مگر یہ سب طریق دائرہ شریعت سے خارج نہین کہ اُس سے خروج ضلالت وخسران ہے۔ ؎

آنکہ ناوک نے پرچشمی بر دل حافظ زند	قوت جان حافظش در خندہ زیر لب بست

قوت بروزن حوت غذا وشین مضاف الیہ لب۔ حاصل مطلب یہ کہ اگر محبوب کی تجلی جلالی سے مین کشتہ ہوجاتا ہون جیسا قبض مین تو اُسکی تجلی جمالی سے زندہ بھی ہوجاتا ہون جیسا بسط مین۔ پس اس مین اشارہ ہوسکتا ہے کہ دونون حالت مین راضی ہے کہ دونون حالت مین اُسی کے ساتھ نسبت ہے۔ قال العارف الرومی ؎ چونکہ قبض آمد تو در وے بسط بین + تازہ باش وچین میفگن بر جبین +

غزل

سینہ ام زآتش دل در غم جانانہ بسوخت	آتشے بود درین خانہ کہ کاشانہ بسوخت
تنم از واسطۂ دوری دلبر بگداخت	جانم از آتش ہجر رخ جانانہ بسوخت

ان اشعار مین بعض آثار عشق کے بیان کئے گئے ہین جو بعض احوال مین بسبب حزن یا شوق یا قبض کے پیش آتے ہین اور ترجمہ ظاہر ہے۔ ؎

ہر کہ زنجیر سر زلف پریروئے تو دید	شد پریشان ودلش بر من دیوانہ بسوخت

اسمین بیان ہے اُسکا کہ جو خود عشق مین مبتلا ہوتا ہے۔ اُسکو دوسرے عشاق کی کیفیت معلوم ہوتی ہے اور جو اس سے بے بہرہ ہین وہ عشاق پر اعتراض کیا کرتے ہین۔ اور ترجمہ ظاہر ہے۔ ؎

سوز دل بین کہ زبس آتش واشکم دل شمع	دوش بر من زسر مہر چو پروانہ بسوخت

آتش سے مراد سوختگی اور اشک سے مراد گریہ۔ اس مین بیان ہے اپنی عاشقی کی شدت تاثیر کا۔ یعنی میری سوختگی وگریہ کی کثرت سے وہ لوگ بھی متاثر ہوئے جو خود دوسرون کے دلربا ومحبوب ہین اور یہ شعر بالا کے معارض نہین کیونکہ علم بالکنہ عشق کا تو عاشق ہی کو ہوتا ہے۔ اور علم بالوجہ غیر عاشق کو بھی ہوسکتا ہے اور مطلق تاثر وترحم کے لئے علم بالوجہ بھی کافی ہے۔ ؎

چون پیالہ دلم از توبہ کہ کردم بشکست	چون صراحی جگرم بے مئے وپیمانہ بسوخت

مراد توبہ سے ضبط کرنا اور ظاہر نہ کرنا آثار عشق کا۔ اور مے وپیمانہ سے مراد اسباب عشق جیسے اسکا تذکرہ وچرچا۔ مطلب یہ کہ بعض ناصحین کے کہنے سے جو اسباب ترقی عشق کو ترک کیا اور آثار عشق کے ظاہر ہونیسے اپنے کو ضبط کیا تو میرا دل پیالہ کی طرح پاش اور میرا جگر خشک صراحی کی طرح تفتہ ہوگیا۔ اشارہ اس طرف ہے کہ بعض احوال مین ضبط مقدور یا مناسب نہین ہوتا۔ والتفصیل لیس ہذا محلہ۔ اور پیالہ وصراحی کے جمع کا لطف شاعرانہ ظاہر ہے۔ ؎

ماجرا کم کن وباز آکہ مرا مردم چشم	خرقہ از سر بدر آورد وبشکرانہ بسوخت

خرقہ از سر بر آوردن کنایہ ہے بیحیا بنجانے سے جسطرح ہمارے محاورہ مین بولتے ہین کہ فلان شخص نے تو بالکل کپڑے ہی اُتار کر رکھدیئے یا فلان شخص تو بالکل ننگا ہی ہوگیا یا فلان شخص نے ایسی حرکت کی کہ دیکھنے والونکے کپڑے سے اُترے جاتے تھے یعنی ایسا انقباض ہوتا تھا جیسے کپڑے اُترنے سے ہوتا ہے اور چونکہ اکثر حیا کی نسبت آنکھ کی طرف ہوتی ہے اسلئے سر برآوردن کی اسناد مردم چشم کی طرف کی گئی۔ اسمین خطاب ہے ما المنکر کو یعنی تم مجھ سے زیادہ بحث نہ کرو اور اپنی حالت اصلیہ کی طرف کہ سکوت ہے رجوع کرو کیونکہ مین نے تو حیا و شرم کا لباس اُتار کر حصول عشق کے شکرانہ مین جلا پھونک دیا ہے، تو تمہاری ملامت درباب عشق کے مجھکو کارگر نہ ہوگی۔ یہان حیا و شرم سے مراد ننگ و ناموس دنیوی ہے جو عشق سے زائل ہوجاتی ہے کما قال الرومی رح ؎ شاد باش ای عشق خوش سودائے ما + ای دوائے نخوت و ناموس ما + اے تو افلاطون و جالینوس ما + اور سوختن کو شکرانہ سے مناسبت یہ ہے کہ اکثر عوام عزیزون کے آنے کے وقت دفع تفرید کے لئے اسپند وغیرہ جلاتے ہین سو فرماتے ہین کہ مین نے حیا و شرم کو اس خوشی مین جلا یا اس مین بیان ہے بعض آثار عشق کا یعنی وہ مزیل ننگ و نخوت ہے ؎

آشنای نہ غریبست کہ دلسوز من ست	چون من از خویش برفتم دل بیگانہ بسوخت

غریب بمعنے عجیب و بعید و تقدیر کلام چنین ست کہ عجیب و بعید نیست کہ آشنا دل سوز من ست انجم مطلب یہ کہ اگر کوئی میرا ہم مذاق میرا دلسوز ہو تو تعجب نہین ہین تو جب مغلوب عشق ہوا جو لوگ اس مذاق سے اجنبی تھے یعنی عاشق نہ تھے وہ بھی دلسوزی کرنے لگے۔ اسکی شرح مین اس غزل کے شعر سوم و چہارم سے مدد لینا چاہیئے۔

خرقہ زہد مرا آب خرابات ببرد	خانہ عقل مرا آتش خمخانہ بسوخت

خرقہ زہد زہد ریائی و آب خرابات شراب مراد عشق و مراد از عقل عقل معاش۔ و آتش خمخانہ شراب کنایہ از عشق ترجمہ اسکا ظاہر ہے اور مطلب مثل شعر ششم اس غزل کے ہے۔ ؎

ترک افسانہ بگو حافظ و می نوش دمے	کہ نخوردیم مئے و شمع بافسانہ بسوخت

یعنی دُنیا کی فضول قیل و قال کو ترک کرو اور محبت آلہی حاصل کرو کہ اب تک اسی زق زق بق بق مین سمع عمر گداختہ ہوگئی اور محبت آلہی حاصل نہ کی۔ اسمین ارشاد و تعلیم ہے ترک ماسوی اللہ اور اشتغال باللہ کا اور ترغیب و تخصیص ہے توبہ پر اور بعض نسخون مین بجائے نخوردیم مئے کے نخفتیم شبے ہے یعنی شب بسبب افسانہ پردازی نخفتیم اے از گفتگوئے بے حاصل نیاسودیم اے دل از ترک تعلقات دنیو یہ آرام ندیدیم و عمر را بر باد کردیم۔ غزل۔

زاہد ظاہر پرست از حال ما آگاہ نیست	در حق ما ہر چہ گوید جای ہیچ اکراہ نیست

ترجمہ ظاہر ہے۔ مقصود تعلیم ہے کہ معترض مدعی سے دلگیر نہ ہونا چاہیئے بلکہ اسکے اعتراض کو محمول عدم علم پر کرنا چاہیئے۔ راز اس تعلیم مین یہ ہے کہ اعتراض کی طرف متلفت ہونا اور اس کے جواب مین مشغول ہونا مانع طریق ہے ؎

در طریقت ہر چہ پیش سالک آید خیر اوست	بر صراط مستقیم ای دل کسے گمراہ نیست

مطلب یہ ہے کہ جو شخص اعتقاداً و عملاً صراط مستقیم پر ہو کہ وہ امر اختیاری و قصدی ہے۔ پھر حالاً اس کو خواہ کوئی امر پیش آوے قبض یا بسط۔ جمعیت یا تشویش۔ ذوق یا بے ذوقی وغیر ذلک جو کہ امور غیر اختیاریہ ہیں ان سب میں خیر ہے۔ اور یہ دلیل ضلالت عن الطریق نہیں ہیں کیونکہ جن امور کا انسان مکلف نہیں وہ اسباب قرب و بعد و قبول و رد نہیں ہیں اور غیر اختیاری کا مکلف نہیں۔ ؎

تا چہ بازی ہا رخ نماید بیدقی خواہیم راند	عرصۂ شطرنج رندان را مجال شاہ نیست

بیدق نام مہرہ شطرنج کہ آنرا پیادہ ہم گویند و شاہ دادن و شہ داون مغلوب کردن۔ عرصۂ شطرنج بساط کہ بر وبازی کنند۔ مطلب یہ ہے کہ کسی کے انکار و اعتراض و ملامت سے ہم بے دل نہ ہونگا اپنے کام میں لگا رہونگا اور گو میرا عشق اور طاعت ناتمام اور ادنی درجہ کی ہو جیسا شطرنج میں بیدق مگر میں اسی پر ثبات و دوام رکھونگا کچھ تو ثمرہ ظہور کرے ہی گا اور معترضین و معاندین کی مجال نہیں کہ عشاق کو شہ دیسکیں یعنی ان کو بیدل اور مغلوب کرسکیں اس حکایت میں تعلیم ہے اہل سلوک کو تحمل و استقلال و صبر اور عدم التفات الی الخلاف اور رجا بحصول مقصود اور اپنے مجاہدہ کو ناتمام اعتقاد کرنے کی۔ اور لفظ رخ لانے میں جو لطافت شاعری ہے ظاہر ہے۔ ؎

این چہ استغنا ست یارب این چہ ناز و خاکم ست	کاین ہمہ زخم نہان ست و مجال آہ نیست

اول تین مقدمے سمجھ لئے جاویں پھر شرح شعر کی صاف ہو جاویگی۔ اول غلبۂ عشق کا مقتضا ہے طلب تعجیل وصول اور اسمیں تاخیر ہونے سے جو کہ مبنی ہے حکمت پر طبعاً وہ دل تنگ ہوتا ہے۔ دوم عشق میں جسقدر اسکے آثار سوزش و فریاد کو ضبط کیا جاوے نفع زیادہ ہوتا ہے۔ گو اظہار میں بھی معذور ہے مگر بوجہ انفع ہونے ضبط کے گویا وہ ایک درجہ میں مطلوب اور مامور بہ ہے سوم شدت ضبط کے بعد بعض اوقات بیتابی بڑھ جاتی ہے ایسی حالتمیں اگر کوئی کلمہ بصورت شکوہ نکل جاوے یعنی بے ادبی نہیں۔ وفیہ قال العارف الرومی ؎ گفتگوی عاشقان در کارب ست جوشش عشق ست نے ترک ادب۔ اب مطلب شعر کا سمجھئے فرماتے ہیں کہ یہ کیسا استغنا ہے کہ ہم طلب میں مرے ہیں اور محبوب کو جیسا التفات ہماری تمنا ہے۔ کہ جلدی وصال میسر ہو نہیں ہوتا کما بین فی المقدمۃ الاولی اور کیسا زبردست حاکم ہے کہ اندر ہی اندر عشق کے زخم لگ رہے ہیں اور ضبط کی تاکید ہے کما بین فی المقدمۃ الثانیۃ اور استغنا وغیرہ کلمات کا لانا غایت بیتابی سے ہے کما بین فی المقدمۃ الثالثۃ۔ ہکذا ینبغی ان یفہم المقام کما افہمنی العزیز الہمام اور بعض نسخوں میں واو رحاکم کی جگہ تا و ہ حکمت ہے۔ ؎

چیست این سقف بلند سادہ بسیار نقش	زین معما ہیچ دانا در جہان آگاہ نیست

سقف بلند سے مراد آسمان اور سادہ کہنا بنا بر علی القول المشہور لاہل الہیئۃ جو کہ وہ ثوابت کو فلک ثامن کہتے ہیں اور سیارات کو دوسرے افلاک پر ایک ایک سیارہ ایک ایک فلک پر جسمیں اس آسمان و دنیا پر صرف قمر ہی سوائے بڑے کرہ میں ایک کوکب کا ہونا عادۃً منافی اسکی سادگی کے نہیں اور بسیار نقش کہنا باعتبار مرئی ہونے

یعنی دیکھنے مین سب کو اک اسی پر نظر آتے ہین سو توجیہ کلام کے لئے بنا رضعیف بھی کافی ہے اور اس سے یہ لازم نہین آتا کہ حافظ رح قول اہل ہیئت کے معتقد ہون کیونکہ وہ خود اسی شعر مین تصریحاً آگاہ نیست کا حکم لگا رہے ہین ترجمہ لفظی تو اس شعر کا ظاہر ہے۔ مگر مقصود مسوق لہ الکلام مین گفتگو ہی مشہور شراح مین یہ ہے کہ جملے حوادث را بگردش چرخ منسوب ازند چون بنظر حقیقت دیدہ شود این ہمہ از وست چون بمعرفت آن کسے را راہ نیست کہ این چہ و نسبت با وچرا پس این معمائے ست کہ ہیچکس را بفہم او راہ نیست اھ لیکن احقر کا مذاق اسکو قبول نہین کرتا کیونکہ یہ قول محض نجومیون کا ہے کہ سب حوادث آسمان کی طرف منسوب ہین باقی کوئی دانا اسکا قائل نہین اور نجومیون کا حکمار مین شمار نہین پس یہ کہنا ہیچ دانا در جہان آگاہ نیست اس صورت مین نہین بنتا پھر یہ کہ جیست کہنے سے ظاہر انفی علم ماہیت کی معلوم ہوتی ہے نہ کہ نسبت حوادث کی پھر جب کوئی دلیل عقلی ان احکام نجومیہ پر قائم نہین اور اسلئے دلائل عقلیہ مین تعارض نہین تو اسکا معما کہنا کیا معنی پس احقر کے نزدیک حاصل اسکا یہ ہے کہ طالب حق کو ارشاد فرماتے ہین کہ علویات کی تحقیق مین سر کھپانا جیسا اکثر لوگون کو اسرار ملکوت و لاہوت کی تحقیق کا شوق ہوتا ہے بیکار ہے یہ اسرار تو بہت عالی و غامض ہین علویات مین جو جسم اور مادے ہین اُن ہی کی حقیقت عقلاء کو آجتک مدرک نہین ہوئی مثلاً آسمان ہی کو کسی نے موجود وہمی کہا کسی نے موجود حقیقی کسی نے سیال کہا کسی نے صلب پس طالب حق کو اپنے کام مین لگنا چاہیئے اور جیسے عقول ان احکام فلکیہ مین متحیر و متعارض ہین اسیطرح مکاشفات اُن اسرار مین متحیر و متعارض ہین غرض جو چیز ہماری حس اور دلیل عقلی قطعی اور نقل صحیح سے بعید اور بالاتر ہے۔ اُسمین خوض کو ترک کرنا چاہیئے من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ ولا تقف ما لیس لک بہ علم کے عموم مین یہ بھی داخل ہین۔ ؎

صاحب دیوان ما گویا نمیداند حساب	کاندرین طغرا نشان جستہ ست نیست

نشان جستہ ست نیست انیست کہ اہل دیوان برائے غرباو مساکین رعایا در دیوان می نویسند و طغرا نشانیکہ بربالای دفتر و رخط پیچیدہ باشد مراد دفتر اطلاقاً للحجر علے الکل شراح نے تو اس کے معنے عجیب و غریب کہے ہین اے معشوق ما گو یا حساب نمی داند کہ در دیوان عشق بر عاشقان بیچارہ ترحم نفرماید اس تقریر کو اگر محبوب مجازی پر چسپان کیا جاوے تو مضائقہ نہین لیکن سیاق و سباق سے یہ بعید ہے کہ دونون مین بیان ہو حقائق تصوف کا اور اگر محبوب حقیقی پر منطبق کیا جاوے۔ تو گو مثل شعر چہارم یہان بھی توجیہ کا دعوے کر سکتے ہین لیکن اسکے الفاظ اُس سے زیادہ موحش ہین کہ گنجائش تاویل کی نہین رکھتے اسلئے احقر کے مذاق مین یہ معنی معلوم ہوتے ہین کہ مراد صاحب دیوان سے محتسب ظاہر پرست ہو جو اہل حال صادق کے عذر کو نہین جانتا اور اُنپر بھی وارد گیر کرتا ہے کہ تقشا بھی ایک قسم کا حساب ہے مطلب یہ ہوا کہ ہمارے محتسب صاحب کے یہان تاویل و عذر و ترحم کا باب ہی نہین ہے سب کو ایک لکڑی ہانکتے ہین اسمین اشارہ اسطرف ہے کہ اہل عذر کو معذور رکھنا اور انکو نشانہ اعتراض نہ بنانا ضروری ہے۔ ؎

ہر کہ خواہد گو بیا و ہر کہ خواہد گو برو	گیر و دار و حاجب و دربان درین درگاہ نیست

مطلب یہ کہ جسکا جی چاہے درگاہ حق کی طرف آجاوے۔ اور اُس کی محبت و معرفت اختیار کرے جس کا جی چاہے اعراض کرے یہان نہ کوئی آتے کو روکے نہ جاتے کو ٹوکے پس گویا یہ شعر ان آیات کی شرح ہے۔ قال تعالےٰ من جاھد فانما یجاھد لنفسہ ان اللہ لغنی عن العالمین وقال تعالےٰ من عمل صالحا فلنفسہ ومن اساء فعلیھا وقال تعالیٰ ان تکفروا فان اللہ غنی عنکم قال تعالیٰ ومن ینقلب علےٰ عقبیہ فلن یضر اللہ شیئا پس اس مین ارشاد ہے۔ کہ کوئی شخص اپنے مجاہدہ پر مغرور نہ ہو۔ حق تعالیٰ کا کوئی نفع و ضرر نہین ہر شخص اپنے لئے کر رہا ہے۔ ؎

سہر پیرہست ز قامت ناسازے بانام ماست	ورنہ بشریف تو بیر بازای کس کوتاہ نیست

بے اندام بے زیب و ناموزون چہ اندام در لغت بمعنی زیبائی و آراستگی ست۔ شیخ سعدی رح گفتہ سرو را قامت زیبا کہ ہست ۔ پیش اندام تو ہیچ اندام نیست ۔ مطلب شعر کا یہ ہے۔ کہ ہمارا جو کچھ حرمان ہے اپنے اعمال کی کمی سے ہے ورنہ محبوب حقیقی کی طرف سے تو کسی کے لئے بھی دریغ نہین۔ اس مین ارشاد ہے کہ اپنے اندر کمی پانے سے محبوب حقیقی کا شکوہ دل مین نہ لاوے بلکہ اپنے اعمال کی طرف منسوب کرے بہت سے سالک اس غلطی مین مبتلا ہین کہ کسی حالت مقصودہ مین کمی دیکھتے ہین تنگ ہوتے ہین اور اپنی اصلاح نہین کرتے۔ ؎

بر در میخانہ رفتن کار یکرنگان بود	خود فروشان را بکوی می فروشان راہ نیست

بر در میخانہ رفتن شراب نوشیدن مراد حصول دولت عشق۔ و یکرنگان مخلصان۔ و خود فروشان ریاکاران و مقابلہ اش بایکرنگان باین معنی ست کہ ریاکار دورنگ باشد معبود نداراند و مقصود خلق راند پس فروشان اہل عشق مطلب ظاہر ہے کہ حصول دولت عشق اخلاص پر موقوف ہے ریاکارون کو وہان تک گذر نہین للمناقاۃ مبنیا وجہ یہ کہ لوازم عشق سے ہر غیر کو نظر انداز کرنا اور ریا مین خود غیر ہی مطمح نظر ہے۔ اس مین تعلیم ہے اخلاص کی۔ ؎

بندۂ پیر خرابات کہ لطفش دائم ست	ورنہ لطف شیخ و زاہد گاہ ہست و گاہ نیست

زاہد سے مراد وہ شخص ہے جو صرف اصلاح اعمال ظاہری کا طریقہ بتلاتا ہو۔ شیخ سے مراد وہ شخص جو اصلاح اعمال باطنی کا طریقہ بھی بتلاتا ہو مگر نسبت عشقیہ اسپر غالب نہ ہو۔ اور پیر خرابات سے مراد وہ جو دونون اصلاحون کے ساتھ نسبت عشقیہ کا غلبہ بھی رکھتا ہو۔ گو تمکین کی وجہ سے ظاہری حالت اُسکی شیخ بالمعنی المذکور کے ہمرنگ ہوگئی ہو۔ اب سمجھنا چاہیئے۔ کہ جسپر غلبۂ عشق کا نہ ہوگا اُسکی نظر دوسرے کے عیوب پر زیادہ پڑیگی اور جسپر غلبہ عشق کا ہوگا اُسکی نظر باوجہ نیستی و پستی کے اپنے عیوب پر زیادہ پڑیگی۔ اسلئے شیخ و زاہد مسترشدین سے اُنکی تقصیرات پر کبھی دل سے بھی لطف کر دیتے ہین اور پیر خرابات گو مسترشدین کی مصلحت کے لئے ظاہر اپنے لطفی کرتے ہین لیکن دل سے چونکہ اُس حالت مین بھی وہ اُنکو اپنے سے اچھا سمجھتے ہین اسلئے باطنی لطف مین کمی نہین کرتے۔ ؎

حافظا بر در صدر نہ نشینند ز عالی ہمتی ست	عاشق درد کش اندر بند مال و جاہ نیست

حاصل یہ کہ بعض اہل عشق کا مذاق یہی ہے۔ کہ وہ مشیخت و ارشاد کا کام نہین کرتے آزادی و یکسوئی و بے تعلقی انکا

مقتضائے طبعی ہی کیونکہ مخالطت کا اُن کو تحمل نہین ہوتا۔ سو اُن حضرات کی نسبت یہ نہ سمجھا جاوے کہ اُن مین کچھ نقصان ہے۔ بلکہ وجہ اسکی یہی ہے۔ کہ وہ غیر محبوب کی طرف اصلا التفات نہین کرنا چاہتے اسی کو عالی ہمتی کہا ہے ورنہ اس سے زیادہ عالی ہمتی اُن اہل عشق کو ہے۔ جنکو التفات الی الخلق مانع نہین ہوتا التفات الی الحق سے اور وہ باوجود فنائے تام وعشق اکمل کے پھر خلق کو نفع پہونچاتے ہین اور اُنکی مخالطت پر صبر کرتے ہین قال علیہ السلام المومن الذی یخالط الناس ویصبر علی اذاھم خیر من المومن الذی لا یخالط الناس ولا یصبر علی اذاھم آگے تعریف ہے۔ شیخان مزور پر نہ کہ شیخان صادق پر یعنی عشاق کو کار پیرون کی طرح جاہ ومال کی طلب وحرص نہین ہوتی۔ مطلب یہ کہ شیخت کی دو وجہ ہین شیخت کاذبہ کی تو حرص جاہ ومال اور شیخت صادقہ کی تحمل مخالطت جو حضرات ان دونون سے مبرا ہین انکا یہ شیخت کو نہین لیتے غزل

آن پیک نامہ برکہ رسید از دیار دوست	آورد حرز جان زخط شکبار دوست
خوش میدہد نشان جلال وجمال یار	خوش میکند حکایت غرو وقار دوست
جان داد مش بمژدہ وجلنت ہمے برم	زین نقد کم عیار کہ کردم نثار دوست

شراح کے نزدیک اسمین قرآن مجید کے نزول کا بیان ہے۔ اور احقر کے مذاق مین مراد اس سے واردات علمیہ حقائق ومعارف کا انکشاف ہی جو بذریعہ الہام ہوتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اُن مین اعظم العلوم صفات الٰہیہ کے اسرار ہین اور تمہید شعر مین اُسپر اظہار مسرت ہے۔ کہ بوازم شکر سے ہے اور شعر اول کے مصرع ثانیہ مین کلمہ زبانیہ ہی۔ ؎

سیر سپہر ودور قمر راچہ اعتبار	در گردشند برحسب اختیار دوست

مطلب ظاہر ہے۔ کہ ابطال ہے مذہب اہل نجوم کا اور تعلیم ہے تکمیل توحید کی۔ ؎

شکر خدا کہ از بد وبخت کار ساز	بر حسب مدعاست ہمہ کار وبار دوست

کار وبار دوست یعنی معاملہ کہ از جانب دوست با عاشق پیش آید مطلب یہ کہ آج کل محبوب حقیقی کا معاملہ ہمارے حسب خواہش ہو رہا ہے۔ خدا کا شکر ہے۔ شرح اسکی یہ ہے۔ کہ ہر چند کہ محبوب حقیقی کی طرف سے جو امر ہم مکلف کا اختیار ہو پیش آوے سب خیر ومصلحت ہی لیکن پھر بھی ہر انسان کی طبیعت جس طرز خاص پر مجبول اور پیدا ہوئی ہی اسکا تقضا ایک خاص معاملہ ہوتا ہے جسکی خواہش طبعی طور پر ہوا کرتی ہے۔ گو عارف اُسکو دفع اور مغلوب کر دیتا ہی لیکن تاہم اس سے انکار نہین ہو سکتا کہ اگر خواہش کی موافق حالت وارد ہو جاتی ہے تو مسرت اُس سے ضرور زیادہ ہوتی ہی اور گو وہ حالت بالخصوص مقصود نہ ہو۔ مگر چونکہ محمود تو ہے ہی اسلئے مورد شکر بھی ہے۔ اسمین ارشاد ہی کہ اگر کوئی حالت محمودہ موافق مذاق طبیعت کے ہو تو اُسپر زیادہ شکر کرنا چاہیئے کہ مراد طبعی کا پورا ہونا خود فی نفسہ ایک نعمت ہی۔ ؎

گر باد فتنہ ہر دو جہان را بہم زند	ما وچراغ وچشم وراہ انتظار دوست

مقصود بیان کرنا ہی اپنی پختگی عشق کا کہ خواہ کچھ حوادث واقع ہون مگر ہم عشق سے اعراض نہ کرینگے اور اگر شہ مکر فتنہ کا اثر عالم دنیا پر تو پہنچتا ہے۔ مگر آخرت تک تو نہین پہونچتا۔ پھر ہر دو جہان کے کیا معنی جواب یہ ہی کہ یا تو دونون

عالم سے مراد بر بحر ہے۔ کما قال اللہ تعالے ظہر الفساد فی البر والبحر اور یا ظاہر و باطن ہے کما قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نعوذ باللہ من الفتن ما ظہر منہا وما بطن اور اگر دنیا و آخرت ہی مراد ہون تو مقصود مبالغہ ہے جسکی تقریر یہ ہوگی کہ اگر حوادث و آفات بمنزلۂ نزول نمایند کہ کونین را بہم برنند الخ اور انتظار و اشتیاق کے لئے یہ سامان عادۃً لازم ہے منتظر۔ چراغ۔ چشم۔ راہ اسلئے یہ مجموعہ کنایہ اُس سے ہوگیا۔ اسمین تعلیم ہے۔ استقامت علی الصراط کی خواہ کیسے ہی مزاحمات پیش آوین۔ ۱۲

لحل بجوا ہری بمن آرای نسیم صبح	زان خاک نیک بخت کہ شد رہگذار دوست

مقصود بیان اشتیاق ہے۔ ترجمہ لفظی ظاہر ہے۔ اور کلام مبنی ہے تمثیل پر یعنی جسطرح دوست مجازی کے چلے ہوئے رستہ کی خاک کو عاشق کحل الجواہر سمجھتا ہے کہ اسکو دوست سے تلبس ہے۔ اور وہ اُسکی یادگار ہے۔ اسی طرح مین اُن کلمات حقائق و معارف کا مشتاق ہون جو محبوب حقیقی کو یاد دلاوین اور الطاف غیبیہ کا محتاج ہون جنکو محبوب حقیقی کے ساتھ تلبس مصدریت و مبدئیت ہو۔ اس مین اشارہ ہے کہ محبوب کے ذکر اور اُسکے تعلق کا جو حصہ بھی میسر ہو اُسکو نعمت سمجھے بعضے نادان ان نعمتون کی ناشکری کرتے ہین اور اپنے کو خدا جانے کن کن ثمرات کا مستحق سمجھتے ہین۔ ۱۲

ما نیم و آستانہ عشق و سر نیاز	تا خواب خوش کرا بود اندر کنار دوست

درین بیت باید دید کہ فعل مضارع ثانیہ محذوف است مطلب یہ کہ محبوب کے در کو پکڑ رکھا ہے۔ دیکھئے کس کو وصل میسر ہوتا ہے۔ اشارہ اسطرف ہے نہ کہ دعوی ہے نہ استحقاق ہے نہ کسبیہ کا مجاہدہ اور طلب علت تامہ وصول کی ہے مدار کار مشیت اور فضل پر ہے۔ اسلئے آس لگائے بیٹھے ہین دیکھئے ہماری قسمت مین ہے یا نہین۔ اسمین تعلیم ہے خوف و رجاء قطع دعوے و زعم استحقاق کی۔ ۱۲

دشمن بقصد حافظ اگر دم زند چہ باک	منت خدائے را کہ نیم شرمسار دوست

حاصل یہ ہے کہ گو شیطان میری رہزنی کا قصد کر رہا ہے۔ مگر مجھکو اندیشہ نہین کیونکہ خدا کا احسان ہے کہ مین اسکی اطاعت و موافقت نہین کرتا کہ دوست سے شرمندہ ہونا پڑتا بلکہ خدا نے اس سے مجھکو بچا رکھا ہے اور اسپر مین شکر و منت بجالاتا ہون جب مجھپر محبوب کا فضل ہے۔ تو دشمن کیا کر سکتا ہے۔ اور یہ دعوی تزکیہ کا نہین بلکہ تحدث بالنعمۃ ہے کما یدل علیہ قولہ منت للہ وھذا ھو الذی قال تعالے انہ لیس لہ سلطان علی الذین امنوا وعلی ربھم یتوکلون انما سلطانہ علی الذین یتولونہ الآیہ اور یہ مطلب نہین کہ مجھ سے کوئی معصیت صادر نہین ہوتی بلکہ مطلب یہ ہے۔ کہ وہ معاصی خاص جن بسبب غیر اللہ غالب ہو جو کہ محبوب سے زیادہ شرمسار کی موجب ہین اور زیادہ منافی محبت ہین اور زیادہ مقصود شیطانی ہین اُن سے بچا ہوا ہون۔ غزل۔

زلفت ہزار دل بیکے تار مو بہ بست	راہ ہزار چارہ گر از چارہ سو بہ بست

یعنی آپ کے جذبہ عشق نے ہزارون کو مقید کر رکھا ہے۔ اور بڑے بڑے عقلاء چارہ ساز کو یعنی جو قبل عشق عقلاء تھے

یا جو عقلا، کہ عشاق کا علاج و تدبیر کرنا چاہتے ہین بیچارہ اور عاجز کر دیا ہے۔ اسمین بیان کرنا ہے آثار عشق کا۔ ؎

ناعاشقان ہوی نسیمش ہند جان	بکشود نافۂ و در ہر آرزو بہ بست

مصرع اولی علت و مصرع ثانیہ معلل۔ و نافہ تجلی اجمالی کہ اول بر دل سالک نازل می شود و مراد از آرزو تجلی تفصیلی و بوی نسیم کنایہ از ذوق و مشاہدات۔ یعنی سلوک مین من وجہ تجلی و ظہور مرتبہ اجمالی ہیز، اور من وجہ استتار مرتبہ تفصیل مین واقع ہوتا ہے۔ پس ایسی مثال ہے۔ کہ جیسے نافہ تو کھول دیا تاکہ عشاق اُسکے رائحہ نسیم پر جان و دین اور طلب مین لگ جاوین پھر آرزوے حصول و وصول تام کا باب مسدود کر دیا کیونکہ عالم دنیا کے قوی اُس کے متحمل نہین البتہ آخرت مین ایسی استعداد ہو جاویگی۔ اس مین ارشاد ہے کہ یہان انکشاف تام کی تمنا کرنا ہوس و اضاعت وقت ہے۔ ؎

شبہا ازان شدم کہ نگارم چو ماہ نو	ابر دنمود و جلوہ گری کرد و روبہ بست

روبہ بست اتی در نقاب کنایہ از اختفا و استتار۔ یعنی جسطرح ماہ نو اول کچھ ظاہر ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ پورا چاند نہین ہوتا جتنا ظاہر ہوتا ہے۔ وہ بشکل ابرو ہوتا ہے اور تھوڑی دیر جلوہ کر کے مستتر ہو جاتا ہے اسی طرح میرے محبوب نے کیا کہ تجلی کر کے مستتر ہو گیا اسلئے مین زیادہ تر و شہید ہو گیا۔ شعر بالا تو ہم مضمون شعر بالا کا ہے۔ اور یا دونون مین یہ فرق ہے کہ شعر بالا مین اُس استتار کا ذکر ہے۔ جو عین حالت تجلی مین ہوتا ہے۔ یعنی تجلی تام نہین ہوتی اور اس شعر مین اُس استتار کا ذکر ہے۔ جس مین وہ تجلی اجمالی بھی نہین رہتی۔ اور یہ از قبیل قبض ہے۔ جس مین بہت سی حکمتین ہین پس اس تقریر پر اس مین تعلیم ہے۔ کہ یہ استتار بھی لوازم عادیہ سلوک سے ہے اس سے پریشان و متوحش نہ ہونا چاہیئے۔ ؎

ساقی بچند رنگ مے اندر پیالہ ریخت	این نقشہا نگر کہ چہ خوش در کدو بہ بست

اور شراب کدو مین رکھی ہوتی ہے۔ اُس سے پیالہ مین ڈالی جاتی ہے۔ اسیطرح محبت الٰہی اول قلب حقیقی مین ودیعت رکھی جاتی ہے پھر اُس سے قلب صنوبری مین القا و افاضہ ہوتا ہے۔ پس کدو سے مراد قلب حقیقی اور پیالہ سے مراد قلب صنوبری اور در کدو بہ بست کے یہ معنی نہین کہ خود کدو کو منقش کر دیا جیسا بعض شراح نے سمجھا ہے بلکہ محل نقش تو وہی شراب ہے اور کدو ظرف نقش ہے یعنی کدو کے اندر شراب کو مختلف الوان سے موصوف کر دیا۔ اس مین بیان ہے الوان و آثار عشق کے مختلف ہونے کا یا تو باعتبار مختلف اشخاص کے کہ کسی مین محبت کا ایک طور ظاہر ہوتا ہے۔ کسی مین دوسرا مثلاً انس و شوق و ہیبت یہ تینون الوان محبت ہی کے ہین۔ ہر شخص مین اُس کی استعداد کے موافق ایک ایک لون سے اُسکا ظہور ہوتا ہے۔ اور یا باعتبار ایک ہی شخص کے مختلف اوقات کے اعتبار سے پس اسمین دو نون تقریرون پر ایک ایک امر کی تعلیم ہے۔ ایک یہ کہ جس مین ایک لون غالب ہو وہ دوسرے لون والے کو خالی نہ سمجھے۔ دوسرے یہ کہ اگر ایک کیفیت مغلوب یا زائل ہو کر دوسری کیفیت غالب یا حادث ہو جاوے۔ گو وہ پہلی کیفیت اسکو پسند تھی۔ تو دوسری سے دل تنگ نہ ہو اور سلب حال پر محمول

نہ کرے ان دونون غلطیون مین بکثرت لوگ مبتلا ہین۔ ؎

یارب چہ سحر کرد صراحی کہ خون چشم	با نغمہاے قلقلش اندر گلو بہ بست

سحر تصرف عجیب۔ نغمہ آواز۔ قلقل آواز ریختن شراب از صراحی وضمیر شین راجع بصراحی۔ صراحی سے شراب لیکر پیتے ہین اسیطرح مرشد سے فیوض کو اخذ کرتے ہین پس یہ کنایہ ہوا مرشد سے آمین بیان ہی مرشد کے کمال تربیت اور اُس کی قوت تکمیل کا کہ مرشد کی کس غضب کی تربیت وتکمیل ہی کہ جو مسترشد عشق مین ہر وقت روتا تھا اور چشم سے فوارہ برساتا تھا اب اسکو وہ تمکین حاصل ہوئی ہے کہ باوجودیکہ مرشد اُسکو قلقل کرنا یعنی ضبط پر مجبور نہین کرتا۔ کیونکہ صاحب تمکین کو بمقتضائے وقت اظہار احوال واسرار دونون مضر نہین مگر اُسکا خون چشم ایسا بند ہوا ہے۔ کہ نکلتا نہین مراد خون چشم سے آثار ہین عشق کے اور چونکہ رونے کے ضبط کرنیکا اثر گلو مین ہوتا ہی کہ گلا رُکنے لگتا ہی اسلئے در گلو کہا گیا۔ مطلب یہ کہ اب وہ آثار گریہ وزاری وشورش ونالہ ظاہری نہین ہوتے آمین اشارہ ہی کہ اہل تمکین مالک الاحوال ہوتے ہین۔ مملوک الاحوال نہین ہوتے الا نادراً۔ اور یارب کلمہ تعجب ہے اس اشارہ ہی کہ یہی حالت تمکین کی عالی وعظیم الشان ہی۔ وللقائلین اقوال لاتشفی۔ ؎

داناچو دید بازی این چرخ حقہ باز	ہنگامہ باز چید و در گفتگو بہ بست

غالباً اس مین بیان ہی۔ اہل خلوت کے تقلیل کلام کا چرخ حقہ باز سے مراد مجازاً اہل زمانہ ہین کیونکہ بقول حکماء زمانہ متعلق ہی چرخ سے کہ اُسکی مقدار حرکت ہے۔ پھر اہل کا لفظ مقدر کر لیا جاویگا۔ مطلب یہ کہ چونکہ اہل زمانہ کی غرض پرستی وتخالف ظاہر وباطن کا تجربہ کر لیا اور معلوم ہوا کہ انکو کہنا سننا لاحاصل ومضر سفیہ ہے اس لئے ان حکماء نے ان سے کلام کی تقلیل کر دی اور اپنے وقت کو اس سے زیادہ اہم والفت کام مین مشغول کیا اور امر ونہی کا وجوب مقید ہے رجاء قبول کے ساتھ اس لئے یہ حضرات تارک واجب نہین چنانچہ جہان امید قبول ہوتی ہے۔ وہان سکوت نہین کرتے۔ ؎

مطرب چہ نغمہ ساخت کہ در پردۂ سماع	بر اہل وجد وحال در ہائی ہو بہ بست

یہ بھی ہم مضمون ہے شعر بالا سے سابق والے شعر کا اور در پردہ سماع سے اشارہ ہے کہ اہل تمکین کو بھی ایک گونہ جوش رہتا ہے مگر وہ خود اُسپر غالب رہتے ہین۔ ؎

حافظ ہر آنکہ عشق نورزید و وصل خواست	احرام طوف کعبہ دل بے وضو بہ بست

مطلب ظاہر ہے کہ بلا طلب کے وصول نہین ہوتا قال اُنظروھا وانتم لھا کرھون وقال تعالی ومن کفر فان اللہ غنی عن العلمین بلا طلب کے وصول کی تمنا رکھنا ایسا ہے۔ کہ جیسے بے وضو طواف کرنا کہ باطل محض ہے۔ اور یہ تشبیہ اُس قول پر ہے جس مین وضو نفس صحت طواف کی شرط ہے غالباً حافظ کا یہی مذہب ہے۔ ؎ غزل

مرحبای پیک مشتاقان بدہ پیغام دوست	تا کنم جان از سر رغبت فدای نام دوست

پیک مشتاقان سے مراد وارد غیبی ہے وارد کی تمنا اور اُسکے ورود پر مسرت ظاہر کرتے ہین اور چونکہ وارد سے انکشاف ہوتا ہے۔ بعض اسرار آلہیہ کا اُسکو پیغام دوست سے تعبیر کیا اور چونکہ ان امور سے محبوب کی محبت مین ترقی ہوتی ہے۔ اسلیے مصرع ثانیہ کے مضمون کو اُسپر مرتب فرمایا۔ ؎

والہ وشیدا ست دائم ہمچو بلبل در قفس	طوطی طبعم ز شوق شکر و بادام دوست

اس مین کیفیت شوقیہ کا بیان ہے۔ جو بعض اوقات و احوال مین سالک پر غلبہ کرتی ہے۔ یعنی میری طبیعت کہ مشابہ طوطی کے ہے محبوب حقیقی کے لذت قرب و وصال کے (کہ مشابہ شکر و بادام کے ہی) شوق مین اسطرح شیدا و بیتاب ہے جسطرح قفس مین بلبل کہ کب رہائی ہو کہ گلشن قرب تک پہونچون۔ پس اس شعر کا حاصل قریب قریب شعر مثنوی کے ہے ؎ بشنو از نے چون حکایت می کند ۔ وز جدائیہا شکایت می کند ۔ کز نیستان تا مرا ببریدہ اند ۔ از نفیرم مرد و زن نالیدہ اند۔ ؎

زلف او دام ست و خالش دانہ آن دام من	بر امید دانہ افتادم اندر دام دوست

مقصود کو کہ قرب و وصال ہے دانہ سے تشبیہ دی اور چونکہ قرب و وصال کا متعلق بفتح اللام محبوب ہے اسلیے اُسکو (یعنی اُس قرب و وصال کو) خال کہدیا اور طرفین کو کہ عشق اور طلب ہے دام سے تشبیہ دی اور چونکہ وہ ثمرہ اور نتیجہ جذبہ غیبی کا کما قال تعالیٰ یحبھم و یحبونہ اور جذب محبوب کی صفت ہی اسلیے اُسکو زلف کہدیا مطلب ظاہر ہے کہ امید وصل پر گرفتار عشق ہو گیا۔ اسمین بیان واقع کا بھی ہے۔ اور طالبین کو ترغیب بھی ہے۔ کہ طلب مین سرگرم رہو کہ اس سے امید وصال کی ہے۔ ؎

سر ز مستی بر نگیرد تا بہ صبح روز حشر	ہر کہ چون من در ازل یک جرعہ خورد از جام دوست

اس مین بیان ہے کہ عشق بعد حصول کے زائل نہین ہوتا اور ازل سے مراد مرتبہ اعیان ثابتہ کا ہی اور اُسکا ازلی ہونا ظاہر ہے اور صبح روز حشر سے مراد مجازاً ابد ہے اور ترجمہ ظاہر ہے۔ ؎

من نگویم نامہ از شرح حال خود ولی	در دسر باشد نمودن بیش ازین ابرام دوست

ابرام اصرار و مبالغہ و لجبتوہ آوردن کنایہ از ناخوش کردن و در دسر کنایہ از ایذا رسانیدن بالمعنی الذی فی قولہ تعالیٰ یوذون اللہ و تقدیر عبارت چنین ست کہ بیش ازین ابرام دوست نمودن او را در دسر دادن ست حاصل یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعض اوقات بعض احوال کے انتظار مین ایک گونہ شکوہ یا جزع و فزع یا سوء ادب و گستاخی کی نوبت آجاتی ہے۔ اور اُس وقت ایسا غلبہ ہوتا ہنین کہ شرعاً معذور ہو اور یہ امر حضرت حق تعالیٰ کے نزدیک نامرضی ہے۔ اس لئے کہتے ہین کہ مین اب زیادہ اظہار حال یا شوق کی جرأت نہین کرتا اس مین اسی کی تعلیم بھی ہے۔ ؎

میل من سوی وصال و قصد او سوی فراق	ترک کام خود گرفتم تا بر آید کام دوست

یہان فراق و وصال سے مراد صورت فراق و وصال ہی ورنہ فراق حقیقی پر رضا اور وصال حقیقی کا ترک کسی طرح

جائز ہی نہین بلکہ بعض حالتین قبض و انقطاع واردات کی ایسی پیش آتی ہین کہ اُسکو سالک غیر عارف فراق سمجھتا ہی اور وصال کو اُسکی ضد مین منحصر سمجھتا ہی۔ مگر بعد حصول معرفت کے اُسی فراق کو اُس وصال پر ترجیح دیتا ہے۔ یہ شعر گویا اس شعر عربی کا ترجمہ ہے۔ ؎ ارید وصالہ ویرید ھجری ٭ فاترک ما ارید لما یرید ؎

گر دہد دستم کشم در دیدہ چون توتیا	خاک راہ کان مشرف گردد از اقدام دوست

قدم افتادن محبوب توجہ و تقدم و تقرب او و خاک راہ محل آن توجہ کہ قلب محب باشد فھو کما فی الحدیث من تقرب الی شبرا تقربت الیہ ذراعا وکما فی الحدیث ولکن ینظر الی قلوبکم مطلب یہ کہ جس محب پر محبوب کی توجہ ہی اُسکی ظاہری پستی و خاکساری مانع خدمت و نیازمندی نہونا چاہیئے بلکہ اُسکو غنیمت اور عزیز سمجھکر اُسکو ذریعہ تقرب بنانا چاہیئے اور اُسکی خدمت کو اپنی سعادت سمجھنا چاہیئے۔

حافظ اندر دردا و می سوز و با درمان مساز	زانکہ درمانے ندارد دردبے آرام دوست

اشارہ اس طرف ہی کہ محبت و طلب مین پورا سکون و قرار قلب کو نصیب نہین ہوتا جیسا بعضے متبدیان ناہموار سلوک اسکی تمنا کیا کرتے ہین اور حقیقت مین یہ ایک گونہ آرام و عافیت طلبی ہی جو خود طلبی کے رنگ مین متخیل ہوتی ہے پس تصریح فرمادی کہ یہ ہو ہی نہین سکتا اسکی استدعا ہی عبث بلکہ مضر باطن ہی کہ اصل کام مین اس مشغولی کی وجہ سے کمی ہونے لگتی ہے۔ غزل

آن ترک پری چہرہ کہ دوش از بر ما رفت	آیا چہ خطا دید کہ از راہ خطا رفت

یہ قبض کے وقت کا شعر معلوم ہوتا ہے۔ بلکہ تمام غزل اسی مضمون کی ہے۔ ترک پری چہرہ کنایہ ہی تجلیات واردات سے اور خطا بمعنے گناہ بھی آتا ہی اور ایک شہر بھی ہے جہان کے محبوب مشہور و معروف ہین پس ظاہر یہ ہی کہ اول بمعنی گناہ ہے اور دوسرا بمعنی شہر چونکہ وہ شیراز سے کسیقدر دور ہے۔ تو کنایہ مطلق بعد سے ہوگیا اور یہ بھی احتمال مرجوح ہے کہ دونون بمعنی گناہ ہون اور از راہ بمعنی از سبب کے ہو بہرحال اسمین اشارہ اسطرف ہوگیا کہ قبض کے اسباب مین سے ایک سبب صدور معصیت بھی ہے۔ والیہ الاشارۃ فی قولہ تعالی کلا بل ران علی قلوبھم ما کانوا یکسبون اور اُسکا تدارک عذر و توبہ سے ہے۔ ؎

تا رفت مرا از نظران نور جہان بین	کس وقف ما نمیست کہ نادیدہ چہا رفت

نور جہان بین نور چشم ہوتا ہی مقصود تشبیہ دینا محبوب کو مجموعہ موصوف وصفت کے ساتھ ہی نہ کہ صرف نور کیساتھ تشبیہ سو نیا پھر شبہ کو جہان بین کہنا کیونکہ اُسکو جہان بین کہنے سے کوئی فائدہ نہین۔ محبوب کو نور جہان بین یا ایک نسخہ پر چشم جہان بین کہنا اس بنا پر ہے کہ اس سے عاشق کی آنکھین منور رہتی ہین یہ بھی اشارہ ہی قبض کی طرف یعنی جسسے محبوب سے قبض ہوا ہے کسیکو خبر نہین کہ آنکھ سے کیسے آنسو رواں ہوئے یا یہ کہا جاوے کہ آنکھ مین سے کیا چیز رخصت ہوگئی یعنی روشنی اسمین بیان ہے قبض پر حزن کا اگر وہ قبض عصیان سے ہے تب تو حزن عقلی بھی ہے۔ اور اگر اور سبب سے تو حزن طبعی ہے ورنہ عقل کامل تو اُسکو مصلحت سمجھتی ہے۔ ؎

بر شمع نرفت از گذر آتش جانسوز	آن دود کہ از سوز جگر بر سر ما رفت

گذر رفتن در راہ و سبب مراد اینجا معنی اخیر۔ آتش جانسوز عشق کہ سوزندہ جان ست و ہمین مراد ست از آتش دل کہ در بعض نسخہ ہا ست۔ یعنی آنست کہ بسبب آتش عشق دودے کہ از سوز جگر بر سر ما رفت بر شمع ہم نرفتہ یعنی آنقدر سوزش دارم کہ شمع ہم ندارد۔ ہمین بھی حالت قبض کا بیان ہے۔ ۵

دور از رخ تو دمبدم از گوشۂ چشمم	سیلاب سرشک آمد و طوفان بما رفت

اس بعد سے مراد بھی وہی حالت قبض کی ہے یعنی آنست کہ بسبب دوری از رخ تو کہ داریم دمبدم از چشمۂ دید گان ما سیلاب سرشک روی نمود طوفان ورود بما روی داد۔ ۵

از پای فتادیم چو آمد شب ہجران	در درد بماندیم چو از دست دوا رفت

دوا کنایہ از وصل مراد بسط۔ یہ بھی حالت قبض کا مضمون ہے اور مطلب ظاہر ہے۔ ۵

دل گفت دوا سازش و بد عا بفرستش	عمر ست کہ عمرم ہمہ در کار دعا رفت

یعنی دل کہتا ہے۔ کہ اسکا وصل دعا سے میسر ہو سکتا ہے لیکن مدت ہوئی کہ میری عمر کا تو ایک معتدبہ حصہ دعا ہی مین صرف ہوا مگر وصل میسر نہ ہوا۔ اشارہ اس طرف ہے کہ بعض لوگ جو نری دعا اور تمنا سے کام نکالنا چاہتے ہین۔ تو سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ جس مقصود کا جو طریق ہے۔ عادۃً اسکا حصول اُسی سے ہوتا ہے۔ البتہ دعا سے اس طریق مین برکت و تاثیر ہو جاتی ہے۔ اور جو کام صرف دعا کے متعلق ہے اسکے لئے البتہ دعا ہی کافی ہے مثلاً قرب الٰہی کیلئے طریق عادی سعی فی العمل و ترک منہیات ہی جو شخص اوامر و نواہی مین عمر بھر قصداً اختلال رکھے اور نری دعا سے کام نکالنا چاہیئے تو محض نادان ہے البتہ مجاہدہ کرکے پھر دعا کرے کہ وہ سعی مقبول ہو اور دعا کی یہ ضرورت سمجھے کہ عمل و مجاہدہ علت تامہ نہین تو یہ دعا البتہ مفید اور بجائے خود ہے۔ ۵

احرام چہ بندیم کہ آن قبلہ نہ اینجاست	در سعی چہ کوشیم کہ از مروہ صفا رفت

چون طواف کعبہ اصل مقصود ست و سعی متمم آن پس احرام طواف قبلہ کنایہ از عبادات مقصودہ است و سعی کنایہ از عبادات متمم آن و چنانکہ طواف موقوف بر وجود قبلہ است و سعی موقوف بر مجموعہ صفا و مروہ مقصود بالعبادات حق تعالیٰ ست نہ قبلہ و نہ صفا و مروہ ہمچنان کمال عبادات مقصودہ متممہ موقوف بر حضور قلب ست پس حضور قلب با عتبار عبادت مقصودہ مشبہ بقبلہ شد و با عتبار عبادت متممہ مشبہ بمجموعہ صفا و مروہ شد و در قبض حضور قلب خواہ فی الواقع اگر سببش معصیت باشد یا بزعم سالک اگر سبب غیر او باشد لا محالہ رو بکمی می آرد پس تضجر امیفرمایند کہ عبادت چہ کنیم کہ شرط کمالش مفقود ست و مقصود آن نیست کہ عبادت عبث ست و فقدان صفا را کہ جزو مجموعہ ست باو عار شاعرانہ آورد و ندز برا کہ صفا بمعنے لغوی ست۔ ۵

دی گفت طبیب از سر حسرت چو مرا دید	ہیہات کہ رنج تو ز قانون شفا رفت

قانون یعنی قاعدہ و نام کتابے در طب از شیخ ابو علی سینا و ہمچنین شفا بمعنے صحت و نام کتاب شیخ مذکور و اینجا

قانون بمعنی قاعدہ است و شفا تحمل ہر دو معنی است و لطافت شاعری پوشیدہ نیست یا تو۔ اشارہ اس طرف ہی کہ غیر کاملین حالت قبض کو دیکھ کر سالک کو اور بھی پریشان اور نا امید کر دیتے ہین اور یا اشارہ اسطرف ہی کہ بعض اقسام قبض کا ازالہ اختیار اور تدبیر سے خارج ہے بجز تحمل و استقلال کے کوئی چارہ نہین کما قال الشبر کی فی موضع آخر ؎ باغبان گر پنجہ روزے صحبت گل بایدش ۔ بر جفائے خار ہجران صبر بلبل بایدش ؎

ای دوست بیرسیدن حافظ قدمے نہ	زان پیش کہ گویند کہ از دار فنا رفت

اسمین استدعا ہی بسط کی قبل اس کے کہ حزن قبض مین ہلاک ہونے کی نوبت آجاوے۔ غزل ؎

منم کہ گوشۂ میخانہ خانقاہ من ست	دعائے پیر مغان ورد صبحگاہ من ست

میخانہ عالم عشق پیر مغان مرشد کامل۔ یعنی اور لوگ تو ریائی خانقاہ داور او مین مشغول ہین اور میرے لئے بجائے خانقاہ کے عالم عشق ہے اور بجائے اوراد کے دعائے و توجہ مرشد ہے۔ اور یا وہی مطلب ہے کہ کسی کے لئے طریق زہاد و ابرار نافع ہے اور کسی کے لئے طریق عشاق حسب اختلاف الاستعداد ؎

گرم ترانہ چنگ و صبوح نیست چہ باک	نوای من بسحر آہ عذر خواہ من ست

چنگ و صبوح سے مراد یا تو اعمال ریائی ہین مطلقاً یا خاص سماع و حال ریائی ہی جسکو اکثر عوام جزو یا لازم درویشی کا سمجھتے ہین نوای سحری اشارہ اس آیت کی طرف ہے۔ کانوا قلیلا من اللیل ما یہجعون و بالاسحار ہم یستغفرون حاصل یہ ہوا کہ طمطراق ظاہری کا فقدان کچھ مضر نہین میرا تھوڑا سا اخلاص فی العمل و اعتراف زلل یہ کافی عذر خواہ ہی اسمین مذمت ہی تصنع و حب شہرت کی اور ترغیب ہے اخلاص و انکسار و خمول کی۔ ؎

ز بادشاہ و گدا فارغم بحمد اللہ	گدای خاک در دوست بادشاہ من ست

اشارہ ہی اسطرف کہ طالب حق کو خلق سے مستغنی ہونا چاہیئے البتہ اہل اللہ کا خادم رہنا چاہیئے۔ ؎

غرض ز مسجد و میخانہ ام وصال شماست	جز این خیال ندارم خدا گواہ من ست

مسجد طریق زہد و میخانہ طریق عشق یعنی جس وقت مین میری جو حالت بھی ہو اُس سب سے مقصود آپ ہی ہین اشارہ اسطرف ہی کہ سالک کو تلوینات مین مقصود اُسی کو سمجھنا چاہیئے کسی خاص لون کا طالب ہوکر پریشان نہ ہو۔ ؎

مرا گدائے تو بودن ز سلطنت خوشتر	کہ ذل جور و جفائے تو عز و جاہ من ست

اشارہ اسطرف ہے کہ طالب حق کو محب جاہ نہ ہونا چاہیئے۔ ؎

مگر بہ تیغ اجل خیمہ برکنم ورنہ	ز میدان ز ور و دولت نہ رسم و راہ من ست

یعنی مرجاؤن تو مجبوری ہے ورنہ محبوب سے تو کبھی مونھ پھیر ونگا نہین۔ یہ مطلب نہین کہ مرکر چھوڑ دونگا بلکہ مطلب یہ ہے کہ زندگی بھر نہ چھوڑونگا اور موت کے بعد تو اُسکا احتمال ہی نہین کہ اسوقت تو حالت خاتمہ اور بھی متمنع الزوال ہوجاتی ہی اسمین ارشاد ہے استقامت کے لئے گو کیسی ہی شدائد و بلیات کا ہجوم ہو ؎

از ان زمان کہ بران آستان نہادم روے	فراز مسند خورشید تکیہ گاہ من ست

یعنی عزت حقیقیہ تعلق مع اللہ ہی مین ہے۔ قال اللہ تعالیٰ وللہ العزۃ ولرسولہ وللمومنین ولکن المنفقین لا یعلمون ۵ ؎

اگناہ گرچہ نہ بود اختیار ما حافظ	تو در طریق ادب کوش کاین گناہ من ست

اسمین اعتقاد جبر کا نہین ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ افعال عباد مین گو مرتبہ تحقیق مین دونون نسبتین ہین باعتبار خالقیت کے حق تعالیٰ کے ساتھ اور باعتبار کسب کے عبد کے ساتھ مگر بلا ضرورت تم نسبت اولیٰ کا ذکر مت کرو صرف نسبت ثانیہ کے ذکر پر اکتفا کرو لہ مقتضائے ادب یہی ہے پس بنود اختیار ما ہے مراد نفی موثریۃ تامہ اختیار کی ہے نہ کہ نفی نفس اختیار کی۔ ؎

العل سیراب بخون تشنہ لب یار من ست	باز پئے دیدن او دادن جان کار من ست

سیراب بخون صفت لعل موصوف مع الصفۃ مبتدا۔ وتشنہ لب مضاف بسوئے یار ومضاف مع مضاف الیہ خبر مبتدا مقصود بیان کرنا ہے محبوب کے کامل ہونے کا حسن وجمال مین مطلب یہ کہ لعل جو کہ سرخی مین ایسا سمجھا جاتا ہے۔ کہ گویا خون سے سیراب ہو چکا ہے اور ظاہر ہے کہ سیرابی کے بعد کوئی حالت منتظرہ باقی نہین رہتی پس یہ کنایہ ہوا اپنی صفت مین کامل ہونے سے یعنی ایسا کامل کہ اپنی صفت مین بالکل سیراب ہے مگر وہ بھی میرے محبوب کا تشنہ لب اور محتاج ہے حاصل یہ کہ تمام ممکنات اپنے کمالات مین محتاج ہین واجب الوجود کے اور مصرع ثانیہ کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ وہ ایسا کامل ہے۔ اسلئے اسکی تحصیل بقا کے لئے فنا ہوجانا یہ میری عین سعی ہے آسمین ترغیب ہے طالبین کو۔ ؎

شرم از ان چشم سیہ بادش دمژگان دراز	ہر کہ دل بردن او دید و در انکار من ست

ہر کہ الخ مبتدا مؤخر وشرم الخ خبر مقدم وضمیر شین در مصرع اولیٰ راجع بہ ہر کہ لتقدمہ رتبۃ۔ آسمین بیان ہے معترض کی غلطی کا اور چشم سیاہ ومژگان دراز کنایہ ہے مطلق حسن وجمال سے یعنی جسکو معلوم ہوگیا ہو کہ وہ محبوب ایسا کامل ہے اور ایسے جمال وکمال کا لازمی اثر ہے دلربائی پھر بھی تجھپر انکار وطعن کرتا ہو اسکو شرم کرنا چاہیئے آسمین اشارہ ہے کہ طالب کو طلب مین کسی کے اعتراض وانکار کے سبب ننگ وعار نہ چاہیئے کیونکہ یہ تو حق پر ہے خجلت وخیرت تو معترض کو چاہیئے۔ ؎

سار بان رخت بدروازہ مبر کان سرکوی	شاہراہیست کہ منزلگہ دلدار من ست

دروازہ پر اسباب اس وقت لیجاتے ہین جب سفر چھوڑ کر قیام کا ارادہ ہوتا ہے پس یہ کنایہ ہوا توقف کرنیسے سلوک مین اور ان سرکوی موصوف ہے اور جملہ منزلگہ دلدار من ست اسکی صفت اور یہ مجموعہ مبتدا اور شاہراہیست اسکی خبر اور سار بان خطاب ہے اپنے نفس کو کہ وہ مرکب بدن پہ سوار ہو کر اس راہ کو قطع کرتا ہے مطلب یہ ہوا کہ اے نفس تو اس سفر سلوک مین توقف کا ارادہ مت کر اور شاہراہ کو کہ محل سفر ہے چھوڑ کر کوئی مقام قیام وتوقف کا تجویز مت کر کیونکہ وہ محبوب جس سرکوی اور محلہ مین رہتا ہے وہ کوئی گھر نہین ہے بلکہ یہی شاہراہ ہے جسکو تو قطع کرتا رہا ہے

برخلاف دوسرے محبوبون کے کہ گھرون مین رہتے ہین پس وہ اسی شاہ راہ پر ملیگا سفر کے انقطاع سے نہ ملیگا خلاصہ یہ کہ طلب سے تقاعد نہ کرے وہذا کما قیل ؎ ای برادر بے نہایت درکیے ست + ہرچہ بروے میرسی بروی مایست۔ وقیل ؎ اندرین رہ می تراش و می خراش + تا دمی آخر دمی فارغ مباش۔ ہذا ما ذہب الیہ ذوقی وللشراح والمحشین اقوال عجیبۃ غریبۃ لبعیدۃ غیر قریبۃ۔ وللناس فیما یعشقون مذاہب۔ اور اسمین اشارہ اسکی لامکانی ہونے کی طرف بھی ہوگیا۔ ؎

اینہ طالع خویشتم کہ درین محط وفا	عشق آن لولی سرمست خریدار من ست

مطلب اظہار مسرت ہے کہ برخلاف اور محبوبون کے جن مین وفا کا قحط ہے میرا محبوب کہ فی نفسہ شان استغنا مین ایسا ہے جیسا آن کا مشار الیہ مگر پھر بھی غایت رافت سے میرا خریدار ہے قال اللہ تعالی ان اللہ اشتری من المومنین الایۃ وقال علیہ السلام عن اللہ تعالی من تقرب الی شبرا تقربت الیہ ذراعا الحدیث پس اسمین نعمت کا شکر بھی ہے۔ اپنی عدم صلاحیت کا اعتراف بھی ہے۔ طالبین کو ترغیب بھی ہے۔ کہ ایسے محبوب کا طالب ہونا چاہیئے۔ اور تشبیہ مذکور فی الشعر کے الفاظ گو موحش ہین مگر نظر الی المعنی لاسیما بعد انضمام غلبۃ الحال قابل تسامح ہے۔ ؎

طبلہ عطر گل و درج عبیر افشانش	فیض یک شمہ ز بوی خوش عطار من ست

ضمیر شین راجع بگل مراد از گل اہل کمال، و مراد از طبلہ عطر و درج عبیر افشان کمالات آن اہل کمال مطلب کہ میرا محبوب ایسا کامل ہے۔ کہ سب ہی کمالات کے کمالات اسی کا فیض ہے۔ اسمین بھی ترغیب ہے توجہ الی اللہ و اعراض عما سوی اللہ کی۔ ؎

باغبان ہمچو نسیم زور خویش مران	کاب گلزار تو از اشک چو گلنار من ست

چو گلنار صفت اشک بہل توجیہ یہ ہے کہ باغبان سے مراد مرشد ہوا و رمقصود تعلیم ہوشیوخ کو کہ طالبین کیساتھ بہت عنف اور بید ماغی نہ چاہیئے کہ طالبین کی طلب اور استرشاد سے بھی مرشدین کے کمال مین ترقی ہوتی ہے۔ کما فی الحدیث لان یھدی اللہ بک رجلا خیر لک من حمر النعم الخ و فی الحدیث من سن سنۃ حسنۃ فلہ اجرہ واجر من عمل بھا الخ و فی الحدیث الدال علی الخیر کفاعلہ و فی الحدیث ادعلما ورشدہ وغیر ذلک۔ اور راندن مین نسیم کے ساتھ اسلئے تشبیہ دی کہ نسیم باغ سے باہر ہوجاتی ہے گو خوشبودار ہوکر نکلتی ہے مگر وہ خوشبو عارضی ہوتی ہے اسلئے تہی دست ہی سمجھی جاویگی۔ اسمین اشارہ اسطرف بھی ہے۔ کہ بدون توجہ مرشدین کے مسترشد بے بہرہ رہتا ہے اور جو تھوڑی بہت مناسبت مقارنت سے ہوتی ہے وہ جلد زائل ہوجاتی ہے ؎

شربت قند و گلاب از لب یارم فرمود	نرگس او کہ طبیب دل بیمار من ست

از لب یار بیان قند و گلاب و نرگس فاعل فرمود۔ مراد از نرگس صفت علمیہ بمناسبت آنکہ نرگس مشابہ چشم باشد

وچشم آلہ معائنہ است وہمین سان علم آلہ اطلاع باشد۔ مطلب یہ ہوا کہ میرے محبوب نے میری حالت دیکھکر میرے لئے علاج اپنا لطف اور رحمت کہ مشابہ قند و گلاب ہے) تجویز فرمایا۔ اسمین اشارہ اسطرف ہی کہ محبوب حقیقی برخلاف دوسرے محبوبون کے طالبین پر شفیق ورحیم ہے پس ترغیب ہے طلب و مجاہدہ کی۔ ؎

آنکہ در طرز غزل نکتہ بحافظ آموخت	یار شیرین سخن و نادرہ گفتار من ست

ترجمہ تو ظاہر ہے کہ جس شخص نے مجھکو یہ طرز سخن سکھلایا ہے وہ شخص میرا محبوب ہی جو کہ خود شیرین سخن و نادر گفتار ہے اور اُسکا سکھلانا یا حقیقۃً ہے یا مجازاً اول اسصورت کہ اُسنے طریقہ نبلایا ہو۔ دوسرے صورت کہ اُسکے عشق مین احوال مختلفہ پیش آئے اور جوش مین ایسا بولنا آگیا لیکن یار شیرین سخن کے ساتھ موصوف کرنا قرینہ مرجح احتمال اول کا ہے۔ اور بلسان حقیقت یہ اشارہ ہوسکتا ہے کہ ممکن کے کمالات مستفاد ہوتے ہین کمال واجب سے پس تعلیم ہوگئی ستاد حقیقت کی۔ غزل ؎

روزگاری ست کہ سودای تبان دین من ست	غم این کار نشاط دل غمگین من ست

جمعیت تبان برای جنسیت ست۔ مطلب ظاہر ہے کہ مدت سے یعنی جب سے نصیب ہوا ہی عاشقی میرا مسلک ہے و اس مشرب مین جو مجھکو غم بھی پیش آتا ہے۔ وہ مجھکو سرور معلوم ہوتا ہے۔ اسمین ترغیب ہے عشق و طلب کی اور اسمین تحمل شدائد کی۔ قال الشیخ ؎ خوشا وقت شوریدگان غمش ؛ اگر ریش بینند وگر مرہمش + دمادم شراب الم درکشند + اگر تلخ بینند دم درکشند +

دیدن روی ترا دیدۂ جان می باید	دین کجا مرتبہ چشم جہان بین من ست

ترجمہ لفظی تو ظاہر ہے اور مراد معنوی اس سے اشارہ ہوسکتا ہے تحقیق مسئلہ رویت کی طرف یعنی اس آنکھ سے رویت حق تعالیٰ کی نہین ہوسکتی بلکہ دنیا مین تو محض عقل و بصیرت سے ہوسکتی ہی اور آخرت مین گو چشم سر سے ہوگی مگر اسمین ایک خاص قوت پیدا ہوجاویگی جو کہ اب نہین ہے اُسی سے اُسکا تحمل ہوجاویگا اور حقیقت اُس قوت کی غلبہ روحانیت کا ہے جو کہ تمام جسد کو عام ہوگا اور یہی بنا رہوگی اُسکے بقا کی پس لفظ دیدۂ جان دونون صورتون کو شامل ہے دنیا مین چشم بصیرت کو اور آخرت مین چشم سر کو باعتبار غلبہ روح کے پس جو شخص دنیا مین دعوی رویت کا چشم سر سے کرتا ہے۔ اُسکی غلطی کیطرف اشارہ ہوگیا۔

تا مر اعشق تو تعلیم سخن گفتن کرد	خلق را ورد زبان مدحت و تحسین من ست

ظاہر ہے۔ کہ عشق و محبت کی باتین لذت بخش ہوتی ہین اسلئے ایسی باتون کا کرنے والا ممدوح ہوتا ہی مقصود یہ ہوسکتا ہے کہ جب باتین ایسی لذیذ ہین تو خود عشق کیسا لذیذ ہوگا پس اشارہ ہوگیا اُسکی ترغیب تحصیل کیطرف ؎

دولت فقر خدایا بمن ارزانی دار	کاین کرامت سبب حشمت و تمکین من ست

مقصود یہ ہے۔ کہ فقر الی اللہ ہی سبب عزت حقیقی کا ہے اُسکو چھوڑکر جاہ دنیا مین نہ پڑو۔ ؎

واعظ شہر شناس این عظمت کو مفروش	زانکہ منزلگہ سلطان دل مسکین من ست

مدلول لفظی یہ ہے کہ اے واعظ گو تیری جان پہچان کو توال سے ہے مگر اس بہروسہ تو مغرور مت ہو (عظمت فروختن عزور کردن) کیونکہ مجھکو سلطان سے قرب ہے۔ اور مقصود معنوی یہ معلوم ہوتا ہے کہ معترض مدعی کو خطاب ہو کہ گو تیرے پاس آلات تقویت اغراض کے اور ایذا رسانی کے مجتمع ہین لیکن مجھکو حق تعالے کے ساتھ معیت اور نسبت ہے تیری مخالفت سے مجھکو ضرر نہین ہوسکتا یا تو ظاہراً بھی نہین یا صرف باطناً نہین۔ آسمین تعلیم ہوگی اہل ظاہر کو کہ ناحق اہل باطن کے درپے نہ ہونا چاہیئے اور اُن سے تعرض نہ چاہیئے۔

	یارب این کعبۂ مقصود زیارتگہ کیست		کہ مغیلان طریقش گل نسرین من ست	

مراد از کاف بمعنی کدام در قولہ کیست مزورست نہ ائر نیست۔ و یارب کلمہ ایست کہ ہنگام تحیر گویند یعنی کعبہ مقصود پر پہونچکر کسکی زیارت اور جلوہ گری ہو رہی ہے کہ اُس طریق کے شدائد بھی راحت معلوم ہوتے ہین۔ آسمین ارشاد ہے کہ محبوب حقیقی کی راہ مین شدائد کو راحت سمجھنا چاہیئے کہ ع متاع جان جانان جان دینے پر بھی سستی ہے۔ ؎

	یار ما باش کہ زیب فلک و زینت دہر		از نمد سوی تو واشک چو پروین من ست	

مطلب ظاہری تو یہ ہے کہ عالم کی رونق حسن محبوبان و عشق محبان سے ہے اسلیئے اے محبوب ہمارا یار بنا رہ کہ مجھسے اور تجھسے ملکر رونق اور زینت ہے۔ اور مقصود معنوی یہ ہے کہ محبوب حقیقی سے دعا کرتے ہین کہ میرے حال پر عنایت و توجہ رکھیئے آگے اس توجہ کی حکمت بیان کرتے ہین کہ جیسا حدیث مین آیا ہے کہ قیامت اسوقت آویگی جب روئے زمین پر اللہ اللہ کہنے والا بھی نہ رہیگا اور اللہ اللہ کہنا موقوف ہے توفیق الٰہی پر اور توفیق عطا ہوتی ہے اُسیکو جسپر عنایت و توجہ ہو پس اس عالم کا بقا موقوف ہوا وجود ذاکرین پر جو کہ کسی درجہ میں محب ہین اور اُسکے واسطے سے موقوف ہوا عنایت و توجہ حق پر جسکو روی محبوب کہہ سکتے ہین لان التوجہ صرف الوجہ الی شی پس اگر آپ مجھپر مثلاً توجہ نہ فرمائینگے اور توفیق ذکر و طاعت کی نہ دینگے تو ذکر مقصود ہو جاویگا اور عالم درہم و برہم ہو جاویگا۔ اور مثلاً اسلیئے بڑھا دیا کہ کسی شخص خاص کے ذکر و طاعت پر توقف کا بیان کرنا مقصود نہین پس اس بنا پر مناسب ہے کہ مطلق طالبین کیلئے دعا کرنا مقصود ہو اور بیان حکمت سے مقصود تعلیم حکمت نہین۔ تعالی اللہ عن ذالک علوا کبیرا بلکہ موکد کرنا ہے۔ مضمون دعا کو جیسا کہ حدیث مین ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر مین غلبۂ مومنین کیلئے جب دعا فرمائی تو اُسکی وجہ مین یہہ فرمایا اللھم انک ان لم تشأ لم تعبد بعد اور فرمایا اللھم ان تھلک ھذہ العصابۃ لم تعبد و نحو ذالک خوب سمجھ لو۔ اور لفظ اسکے جو کسی درجہ مین موہم وحشت ہین مقام اوالال پر محمول کر لینے سے اس ایہام کا تدارک ہوسکتا ہے۔

	حافظ از حشمت پرویز و گر قصہ مخوان		کہ لبش جرعہ کش خسرو شیرین من ست	

یعنی اہل دنیا کی حشمت و شوکت کو کیا بیان کرتے ہو اُن کی عزت اہل اللہ کی عزت کے سامنے ادنی درجہ کی ہے کالمحتاج بالنسبۃ الی المحتاج الیہ۔ اور خسرو اور پرویز ایک ہی شخص ہے۔ اور محسرو شیرین یا تو موصوف و صفت ہے پس شیرین بمعنی نعوی ہوگا یا مضاف و مضاف الیہ ہے پس شیرین سے مراد محبوب حقیقی ہوگا اور خسرو سے مراد دونون

صورت میں اسد والے ہین جو شیرین بھی ہین اور ایک حقیقی شیرین کے ساتھ منسب بھی ہین۔

غزل ۵

ای شاہد قدسی کہ کشد بند نقابت		وی مرغ بہشتی کہ دہد دانہ و آبت	

اس غزل کے اکثر اشعار مین تامل کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انمین ناصحانہ خطاب کسی ایسے شخص کو ہے جو ان سے چھوٹا ہے اور اُنکا محبوب ہے جیسا مشہور ہے کہ اپنی بیوی کو فہمایش کرتے ہین جو آزردہ ہوکر میکہ مین چلی گئی تھی پھر بعد اس فہمایش کے وہ آگئی مگر شعر ثانی کو ظاہر الفاظ کے اعتبار سے اس فہمایش سے خارج کہنا چاہیئے۔ یا اور کوئی مستر شد مخاطب ہو جو طریق رشد سے منحرف ہوا اور حافظ راہ شفقت اُسکو راہ پر لانا چاہتے ہون بہرحال آمین اشارہ ہوگا کہ مرشد کو استغنا مین غلو نہ چاہیئے جہان ارشاد نافع ہونے کی اُمید ہو وہان بجوئی سے گو دو نیازمندی کے مرتبہ مین پہونچ جاوے کام لینا چاہیئے اور بعض اشعار دو سرے مضامین کے بھی ہین پس اس شعر اول مین اپنے کسی عزیز کو بعنوان خاص خطاب ہے یعنی اُس کی روح کو کہ حقیقت انسانیہ ہے خطاب فرماتے ہین کہ اے عالم قدس (یعنی عالم ارواح) کے شاہد (یعنی محبوب کیونکہ حقیقت انسانیہ بوجہ مقصود اعظم بالخلق ہونے کے فی نفسہ احب الخلق ہے یا احب الی الخلق ہے۔ یا شاہد بمعنی حاضر لیا جاوے کیونکہ روح ظاہر ہے کہ عالم ارواح مین حاضر تھی۔ اسی طرح مرغ بہشتی بھی اُسیکو کہا خواہ باعتبار مبدأ کے پس بہشت سے مراد عالم قدس ہوگا یا اس اعتبار سے کہ آدم علیہ السلام بہشت مین رہے تھے اور سب ذریت اُنکے وجود مین مندرج تھے اور خواہ باعتبار معاد کے کہ حدیث ہے مومنین کی ارواح کا قنادیل عرش مین رہنا اور جنت مین جہان چاہین کھاتے پیتے پھرنا ثابت ہے رواہ السیوطی فی شرح الصدور اور اصل صفت روح کی ایمان ہی ہے۔ اگر عوارض نہ ہون تو مومن ہی رہے اس لئے اس عنوان سے خطاب مطلق روح کو بھی صحیح ہو سکتا ہے پس ان عنوانات سے خطاب فرماتے ہین کہ تو جو قید جسم مین مقید ہوکر اپنے مقر اصلی سے جدا ہو گیا ہے اور یہ جسم بمنزلہ حجاب و نقاب کے ہو گیا ہے اور اسکی تعقید مثل بند کے ہو گئی ہے تو یہ تو سوچ کہ تیرے اس بند نقاب کو کون کھولیگا اور اس قید سے کون رہائی دیگا اور بعد رہائی کے آب و دانہ یعنی نعمتین عالم آخرت کی تجھکو کون دیگا اور ظاہر ہے کہ وہ رہائی دینے والا اور آب و دانہ دینے والا حق تعالے ہی ہے پس مطلب یہ ہوا کہ جب وہ ایسا منعم و محسن ہے تو تجھکو چاہیئے کہ اُسکی اطاعت و ذکر مین مشغول ہو اور خلاف رشد کام کرنے سے باز رہے۔ وہو یقارب قول الجامی رح ؎ تو ئی آن دست پرورد مرغ اُستاخ ؛ کہ بودت آشیان بیرون ازین کاخ ؛ چرا زان آشیان بیگانہ گشتی ؛ چو دد نان چغد این ویرانہ گشتی

هذا ما القی فی قلبی وللاخرین اقوال اخر لا تشفی ولا تکفی والله اعلم

خوابم نشد از دیدہ درین فکر جگر سوز		کاغوش کہ شد منزل آسایش و خوابت	

یہہ مطلب ہو سکتا ہے کہ غایت شفقت سے اس عزیز کو فرماتے ہین کہ اس فکر مین میری راحت جاتی رہی کہ اے میرے محبوب حقیقی سے بُعد اختیار کرکے کسکا قرب اختیار کیا ہے مطلب یہہ کہ شیطان کا قرب اختیار کیا ہی جو کہ عدو مبین ہے وهذا اکفون السعدای ع ببین کہ از کہ گسستی و باکہ پیوستی ؛ اور اس توجیہ پر زوجہ کا بھی مخاطب ہونا بلا غبار

ہوسکتا ہے اور آغوش مضاف ہے کلمہ کاف کی طرف جو بمعنی کدام ہے۔ ؎

درویش کی پرسی و رسم کہ نباشد	اندیشہ آمد رش دہ رای ثوابت

اسمین بھی اسی عزیز کو نصیحت ہے کہ تم غیر جنس کی صحبت مین پڑکر درویشوں سے جو تمہارے ناصح ہین نجوائے الحق مر بھاگنے لگے ہو مجھکو یہہ خوف ہے کہ کبھی غفلت بڑھتے بڑھتے نوبت یہان تک نہ پہونچ جاوے کہ مغفرت اور ثواب سے بھی استغنا ہو جاوے یعنی فکر آخرت دل سے نکل جاوے اسمین اشارہ اُس مسئلہ کی طرف ہی جو اہل طریق نے فرمایا ہے کہ اس ہاد کی تغرش کے سات درجے ہین۔ اعراض۔ حجاب۔ تفاصل۔ سلب۔ مزید سلب۔ قدیم۔ تسلی۔ عداوت اول اعراض ہوتا ہے۔ اگر معذرت و توبہ نہ کی حجاب ہو گیا اگر پھر بھی اصرار رہا تفاصل ہو گیا اگر اب بھی استغفار نہ کیا تو عبادت مین جو ایک زائد کیفیت ذوق و شوق کی تھی وہ سلب ہو گئی یہہ سلب مزید ہے اگر اب بھی اپنی ہیہودگی نہ چھوڑی تو جو راحت و حلاوت کہ زیادتی کے قبل اصل عبادت مین تھی وہ بھی سلب ہو گئی اسکو سلب قدیم کہتے ہین اگر اس پر بھی توبہ مین تقصیر کی تو جدائی کو دل گوارہ کرنے لگا یہ تسلی ہے اگر اب بھی وہی غفلت رہی تو محبت مبدل بعداوت ہو گئی نعوذ باللہ منہا کذا فی فوائد الفواد اور شعر ہذا مین غالبًا مرتبہ تسلی کا مراد ہے ؎

راہ دل عشاق زد آن چشم خماری	پیداست ازین شیوہ کہ مست ست شرابت

مراد از مست مست کنندہ مبالغہ ست گفتہ کما قال الشاعر۔ تحیۃ بینہم ضرب وجیع۔ راہ زون بیقرار ساختن و جمعیت عشاق برائے جنس ست مراد ذات خود۔ اُس عزیز کو فرماتے ہین کہ مین تیری جدائی مین بیقرار ہون بیشک تیری شراب یعنی آنکھین کہ پرخمار ہین مست کنندہ ہین۔ اشارہ اسطرف ہے کہ بعض اوقات اپنی محبت کا ظاہر کر دینا مخاطب کو متوجہ کر دیتا ہے سو اگر نصیحت مین اسکی ضرورت ہو تو ایسا کیا جاوے رہا یہ کہ اہل حقیقت کو مجازی محبت کب ہوتی ہے۔ جواب اسکا اس ردیف اشعار کی غزل ہم آن سیہ چردہ کہ شیرینی عالم باوست الخ کی شرح دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے ؎

تیرے کہ زدی بر دلم از غمزہ خطا رفت	تا باز چہ اندیشہ کند رای صوابت

یعنی تو نے جو مجھ سے جدائی اختیار کر کے یہہ سمجھا تھا کہ یہہ سحر محبت ہے میری محبت مین مبتلا ہو کر طریق رشد کو چھوڑ دیگا۔ وہ خیال تو غلط نکلا اور نشانہ خالی گیا اب دیکھین کہ آیندہ کے لئے کیا تجویز کیا جاتا ہے اور صواب کہنا تالیف قلب کے لئے ہے۔ اس مین اشارہ اسطرف ہے کہ محبت حق تعالیٰ کی سب محبوبون کی محبت پر غالب رہنا چاہیئے اور یہی غلبہ دلیل ہے اس کی کہ یہ شخص محب حق تعالیٰ ہی کا ہے اور دوسرون پر محض رحمت ہے اکابر پر یہی خیال کرنا چاہیئے ؎

ہر نالہ و فریاد کہ کردم نہ شنیدی	پیداست نگارا کہ بلند ست جنابت

اسمین بھی اُس عزیز محبوب کو خطاب ہے کہ مین نے تیری نصیحت مین کتنا شور و غل مچایا مگر تو نے ایک نہ سنی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی شان بڑی عالی ہو گئی ہے کہ کسی کی سماعت ہی نہین ہوتی یہ بطور عتاب کے کہا گیا جیسے اسطرح کے موقع پر بولا کرتے ہین کہ اب تو آپ کا دماغ آسمان پر پہونچ گیا ہے کسی کی رسائی ہی نہین ہوتی ؎

ای قصر دل افروز کہ منزلگہ انسی	یارب مکناد آفت ایام خرابت

آسمین اُس عزیز محبوب کو دعا ہے۔ اس طور سے کہ اُسکے گھر کو دعا دیتے ہین جس طرح اس شعر عربی مین۔ ؎

ان المروۃ والسماحۃ والندی فی قبۃ ضربت علی ابن الحشرج

یعنی اے قصر دل فروز کہ ننرگا انس ہی خدا کرے آفت زمانہ تجھکو ویران نہ کرے یعنی ہمیشہ آباد رہے اور آسمین اُس عزیز کو یہ دعا ہی۔ کہ خُدا اُسکی اصلاح کرے کیونکہ گھر کی حقیقی آبادی یہی ہے کہ اُسکا بسنے والا اصلح الاحوال ہو ورنہ معنی وہ ویران ہی جیسا حدیث مین ہی مساجد کم عامرۃ وھی خراب خوب سمجھ لو۔ ؎

دور ست سراب درین بادیہ ہشدار		تا غول بیابان نفریبد بسرابت	

یہ دوسرے مضمون کا شعر ہے آسمین سالک کو تنبیہ ہی کہ ابتدائی یا توسطی کیفیات پر مغرور نہو جاوے اور اپنے کو کامل اور واصل نہ سمجھ جاوے کیونکہ وہ امور مقصود نہین ہوتے گو مشابہ مقصود کے ہون جسطرح سراب کمشابہ آب کے ہوتا ہے آب نہین ہوتا پس فرماتے ہین کہ پانی کا کنارہ ابھی دور ہی ہوشیار رہنا کبھی شیطان تجھکو سراب سے دھوکہ ندے۔ اور ممکن ہے کہ اُسی عزیز کو خطاب ہو شاید کسی قرینہ سے معلوم ہوا ہو کہ وہ کمال کے زعم مین ہادی اور مصلح سے اپنے کو مستغنی سمجھنے لگا ہے اور اسلیئے اُس نے بے اعتنائی کی ہو اسوجہ سے اُسکو یہ نصیحت کی ہو۔ ؎

ترغیب بتلک مافات

تا در راہ پیری بچہ آئین روی اے دل		باری بغلط صرف شد ایام شبابت	

آسمین نصیحت ہی اپنے نفس کو یا دوسرے شخص کو بطرز وما لی لا اعبد الذی فطرنی اور ترغیب ہے تدارک ایام گذشتہ کی۔

حافظ نہ غلامیست کہ از خواجہ گریزد		لطفے کن و باز آ کہ خرابم ز عتابت	

یا تو آسمین خطاب ہے محبوب حقیقی کو جیسا غلام اور خواجہ کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہی یعنی مین اب اس در پر آپڑا ہون ٹلنے والا نہین میرے حال پر کرم فرمایئے مین آپکے عتاب سے جسکی علامت قبض کی نوع خاص ہے پریشان ہون اُسکو دور کیجئے اور یا اُسی عزیز کو خطاب ہے اور خواجہ اور غلام غایت ملاطفت و انکسار سے کہدیا واللہ اعلم

غزل ؎

باغ مرا چہ حاجت سرو صنوبر ست		شمشاد سایہ پرور ما از کہ کمتر ست	

سرو صنوبر شمی از سرو و شمشاد قسمی از سرو سایہ پرور نازپرورودہ۔ اقرب یہ ہی کہ آسمین جواب ہی اُس شخص کا جو انکو کسی دوسرے مرشد کی طرف متوجہ کرتا ہے مطلب یہ کہ ہمارا مرشد کسے کم ہی جو ہمکو دوسرے کی حاجت ہو آسمین اشارہ ہوگا مسئلہ وحدت مطلب کی طرف اور سایہ پرور سے ممکن ہی کہ اشارہ ہو مرشد کے صاحب تمکین ہونے کی طرف کیونکہ تمکین مین سکون ہوتا ہے جیسے سایہ مین سکون ہوتا ہی بخلاف دھوپ کے کہ آسمین تیزی و حرارت ہوتی ہی اور ترکیب از کہ کمترست گو موضوع ہے نفی کمی کے لئے مگر عرفاً مستعمل ہے اثبات زیادت کے لئے جیسے قرآن مجید مین ترکیب ومن اظلم موضوع ہے نفی زیادت کے لئے مگر مستعمل ہی اثبات کمی کے لئے یعنی اس مذکور سے اور سب ظالم کم ہین۔

وحدت مطلب

ای نازنین پسر تو چہ مذہب گرفتہ	کشت خون ما حلال ترا از شیر مادرست

اگر اسکو شاعرانہ مضمون کہا جاوے تو محبوب مجازی پر محمول کرنے سے بتکلف معنی درست ہوجاوین گے اور اگر صوفیانہ مضمون کہا جاوے تو بہتر ہے کہ اسکا مخاطب ناصح کو کہا جاوے بسطرح اوپر کے شعر مین بھی ناصح ہی مخاطب تھا اور نازنین پسر بطور استہزا کے کہا گیا تقریر یہ ہوگی کہ میان صاحبزادے تمنے ہماری جان کیون کھا رکھی ہے اور ہمارے خون کے کیون پیاسے ہو رہے ہو اور کیون ہمارے پیچھے پڑے ہو ہم راہ محبت ہین تمہاری نہ بنین گے اور اپنے پیر کو چھوڑنا بھی اس عموم مین داخل ہے۔

چون نقش غم زدہ ریہ بینی شراب خواہ	تشخیص کردہ ایم دمادم امقرر ست

یعنی جب غم والم کے آثار معلوم ہوے لگین گو پاس نہ آتے ہون اور پاس آنے پر تو بدرجہ اولے اسکو تدبیر شراب عشق سے اسکا علاج کرو کہ یہی تدبیر متعین ہے ہم تشخیص کر چکے ہین غم والم سے مراد دنیوی غموم بھی ہوسکتے ہین وساوس وخطرات بھی اور ترک دنیا کے ساتھ توجہ الی اللہ اور ذکر وفکر دونون کا علاج مجرب ہے۔

یک قصہ پیش نیست غم عشق وایں عجب	از ہر کسے کہ می شنوم نامکرر ست

یعنی غم عشق کا ہے تو ایک قصہ مگر جس سے سنا جاوے جدید مضمون معلوم ہوتا ہے وجہ یہ کہ عشق مین ہر ایک کو جدا حالات پیش آتے ہین چنانچہ مشاہد ہوا اور آئین سلیم ہے اسکی کہ ایک حال والے کو دوسرے حال والے پر انکار نہ چاہیے۔

از آستان پیر مغان سر چرا کشم	دولت درین سرا کشائش درین درست

یعنی مرشد سے کیون اعراض کرون جبکہ دولت وکشود باطنی کا مدار وہی ہے یہ بھی شعر اول سے متقارب المعنی ہے۔

دی وعدہ داد وصلم دور سر شراب داشت	امروز تا چہ گوید وبازش چہ در سرست

اسکو محبوب حقیقی کے معاملہ پر محمول کرنا البعید بلکہ ممتنع ہے کہ اسمین صریح احتمال بدا اور خلف وعدہ کا مذکور ہے کو شراح نے اسکو اختیار کیا ہے چنانچہ کہا ہے در میثاق معشوق حقیقی ما را وعدہ وصل داد ورحالیکہ عشوہ داشت چنانچہ در حدیث قدسی آمدہ کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق لاعرف امروز معلوم نیست کہ ارادہ او چیست آیا ما را بدیدار خود فائز میگرداند یا نہ چرا کہ سعادت وشقاوت باختیار اوست سہل یانہ واہل سعادت فائز بدیدار واہل شقاوت محروم ازان معلوم نیست کہ ما را امروز ای درین نشاۂ عنصریہ از اہل سعادت میسکند یا از اہل شقاوت فافہم اسلئے سہل یہ ہے کہ محبوب مجازی کی شکایت پر محمول کرلیا جاوے یعنی اول تو مجھ سے وعدہ وصل کرلیا تھا خدا جانے اسوقت کس نشہ مین تھا مگر اسکا اعتبار نہین آج کیا دماغ مین سمایا ہوا ہو اور ایفا کرے یا نہ کرے اور کیا کہہ اٹھے اور ممکن ہے کہ جس ناصح کو اوپر کے اشعار مین خطاب ہے وہ کسی شیخ ودنیا دار کی طرف بلاتا ہو اسلئے اس شعر مین ایسے دنیا داروں کی مذمت کرتے ہون کہ یہ لوگ ایسے ہوتے ہین کہ اپنے کسی

مطلب یعنی مال وجاہ وغیرہ کا نشہ دماغ میں سماتا ہے تو جھوٹے جھوٹے وعدے تعلیم وتلقین وتکمیل وتربیت کے کرتے ہیں مگر وہاں تو کچھ ہے ہی نہیں بیچارے اپنا مطلب نکالکر آرے بنے بتلاتے ہیں اور لطف ودلجوئی کے خیالات کو بدل ڈالتے ہیں۔ ؎

ما آبروی فقر وقناعت نمے بریم	با پادشہ بگوی کہ روزی مقدرست

مطلب ظاہر ہے اسمیں تعلیم ہے قناعت وتوکل کی۔ بدر الشروح میں منقول ہے در لطائف الطوائف آوردہ کہ پادشاہ آن عصر حافظ را طلب کرد حضرت ہمین بیت نوشتہ فرستاد وخود نرفتند۔ یہ حکایت حافظ رح کی بزرگی کی صاف دلیل ہے۔ ؎

شیراز وآب رکنی وآن باد خوش نسیم	عیش مکن کہ حال رخ ہفت کشورست

آب رکنی رکنا باد کہ چشمہ ایست در شیراز مقصود ظاہراً مدح ہے شیراز کی اور تہا دلیل بعید کہا جاسکتا ہے کہ اشیاء مذکورہ مصرعہ اولے کا مجموعہ اشارہ ہو قالب عنصری کی طرف اسطرح سے کہ شیراز سے خاک اور آب رکنی سے آب اور باد خوش نسیم سے باد اور چونکہ اکثر کا ذکر بجائے کل کے ہے اسلیئے نار کا ذکر نہ کرنا مضر نہو۔ مطلب یہ ہوگا کہ اس جسد کی تحقیر مت کرو کہ ہفت کشور کی یہ زینت ہے کیونکہ عالم لطیف میں روح انسانی اور عالم کثیف میں جسد انسانی اشرف المخلوقات ومقصود اعظم ہے۔ اسلیئے ارشاد ہے۔ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم اور ارشاد ہے صورکم فاحسن صورکم یہ تو شرف باعتبار ذات کے ہے اور شرف باعتبار غایت کے یہ ہے کہ مقصود اصلی روح کیلئے ترقی حاصل کرنا ہے۔ اور وہ موقوف ہی عبادت پر اور بعض انواع ترقی کے بعض ایسی عبادات سے وابستہ ہیں کہ اُن عبادات کا صدور موقوف ہے تعلق جسد پر مثل صوم وصلوٰۃ ونحو ذلک یہ فائدہ بدون تعلق جسد عنصری کے حاصل نہیں ہوسکتا اسلیئے جسد کی حفاظت وصحت کی رعایت خود مسنون ہے کہ ان لجسدک علیک حقا۔ اور مجاہدہ وتعاب نفس میں بھی مصالح ہیں مگر جبکہ اعتدال کے ساتھ ہو پس اسمیں بعض لوگوں کی غلطی کی طرف اشارہ ہوجاویگا جو مشقت نفس میں غلو کرتے ہیں۔ ؎

فرق ست از آب خضر کہ ظلمات جای اوست	تا آب ما کہ منبعش اللہ اکبر ست

اللہ اکبر چشمہ ایست در شیراز کہ از میان کوہ برآید ہر کہ آنرا بند بے اختیار گوید اللہ اکبر۔ اسمیں بھی ظاہراً مدح ہے شیراز کی مبالغہ کے ساتھ اور یہ بھی احتمال ہے کہ مقصود ترجیح بیان کرنا ہو حیات قلب کی حیات بدن پر اور آب خضر کی اضافۃ شخص ادنیٰ ملابستہ کے لئے پتہ کے طور پر ہے یہ نہیں کہ ابن اضافۃ کو مرجوحیت میں کچھ دخل ہو تاکہ ایہام تحقیر کا شبہ ہو چونکہ آب حیات کا لقب آب خضر ہوگیا ہے اسلیئے مفہوم بطنی کے طور پر تعبیر کردیا گیا منہوم اضافی کے طور پر نہیں کیا گیا اور حیات قلب کو آب سے تعبیر کرنا مجاز آ ہے کہ جعلنا من الماء کل شیء حی اور اللہ اکبر میں تو یہ ہوگا یعنی ذکر اللہ سے جو حیات حاصل ہوتی ہے اور ظلمات جای اوست میں اشارہ لطیف ہے کہ حیات دنیا کی کتنی ہی طویل ہو بدون ذکر اللہ کے مجموعہ کدورات وظلمات ہے۔ ؎

تعلیم اعتدال ورعایت صحت

فضیلت ذکر اللہ

درکوی ما شکستہ دلی میخرند و بس	بازار خود فروشی ازان سوی دیگرست

اسمین عجز و نیاز کا اسباب قرب مین سے اور خود نمائی و تکبر کا اسباب بعد مین سے ہونا مذکور ہے۔ اور یہ ظاہر و معلوم ہے۔ ؎

حافظ چہ طرفہ شاخ نباتی ست کلک تو	کش میوہ دلپذیر ترازشہد و شکرست

اسمین بیان ہے مضامین عشقیہ کے لذت و حلاوت کا کہ حافظ کے قلم سے جو مضامین نکلتے ہین تو انکی کلک گویا شاخ نبات ہے ؎

غزل ؎

شگفتہ شد گل حمرا و گشت بلبل مست	صلای سرخوشی ای صوفیان باده پرست

چونکہ عرفا کو گل حمرا کی شگفتگی کا اور بلبل کی مستی کا وقت بادہ نوشی کا موقع ہوتا ہے۔ اسلیئے حاصل شعر کا یہ ہے کہ جب انسان کو صحت و فراغ اور اسباب عمل میسر ہون تو غنیمت سمجھے اور وقت کو ضائع نہ کرے۔ بلکہ اسکو مجاہدہ و ذکر مین مشغول کرے جیسا حدیث مین ہے۔ اغتنم خمسا قبل خمس صحتك قبل سقمك وفراغك قبل شغلك وشبابك قبل هرمك وغناك قبل فقرك وحياتك قبل موتك پس تشبیہ مفرد یا المفرد کے تکلف کی حاجت نہین۔ ؎

آساس توبہ کہ در محکمی چو سنگ نمود	ببین کہ جام زجاجی چہ گونہ اش بشکست

یہ توبہ معاصی سے نہین ہے بلکہ توبہ اظہار احوال سے ہے اور عہد اور عزم ہے کتمان کا مطلب یہ کہ جب غلبہ وارد کا ہوتا ہے۔ وہ عہد ٹوٹ جاتا ہے اور یہ حال توسط سلوک مین ہوتا ہے۔ ؎

بیار باده کہ در بارگاہ استغنا	چہ پاسبان و چہ سلطان چہ ہوشیار چہ مست

اسمین تقویت ہے رجا کی اذا زالہ ہے یاس کا یعنی حق تعالی کی طرف متوجہ ہونے کے لیئے امور مذکورہ فی الشعر مین سے نہ کوئی امر شرط ہے نہ مانع جیسا سلاطین دنیا کے دربارون مین ایسے امور پر نظر ہوتی ہے بلکہ بوجہ استغناء کے اُس درگاہ مین سب برابر ہین غریب امیر اور عاقل اور کم عقل۔ ؎

ازین رباط دو در چون ضرورت ست رحیل	رواق طاق معیشت بپہ سر بلند و چہ پست

اسمین تعلیم ہے زہد کی کہ دنیا کے مال و جاہ مین زیادہ منہمک مت ہو گذر ہر طرح ہو جاتی ہے رواق محل طاق ایوان کذا فی البدر۔ ؎

مقام عیش میسر نمی شود بے رنج	بلا بحکم بلی بستہ اند روز الست

اسمین ترغیب و تقویت ہمت ہے مجاہدہ و تحمل شدائد سلوک پر یعنی جب یوم میثاق مین الست کے جواب مین بلی کہا تھا جسمین اقرار تھا الوہیت کا تو ابتلاء و امتحان تو اسکے ساتھ ہی وابستہ ہو گیا تھا کیونکہ حکمت امتحان کی یہی ہے۔ کہ یہ شخص اُس اقرار پر قائم رہتا ہے یا نہین۔ ؎

بہ ہست و نیست نرنجان ضمیر فتوش میباش	کہ نیست ہست سرانجام ہر کمال کہ ہست

مصرع اول مین ہست و نیست سے مراد مطلق وجود و عدم نہین بلکہ مرغوبات دنیویہ کا وجود و عدم مراد ہے۔ مصرع ثانیہ مین مطلب یہ کہ مال و جاہ وغیرہ کی فکر مین مت پڑ و کہ اگر ان مین کمال بھی حاصل ہو گیا پھر اسکا انجام زوال ہی ہے۔ یہ بھی تعلیم ہے زہد کی۔ ؎

شکوہ آصفی و اسپ ہاد و منطق طیر	بباد رفت و ازان خواجہ ہیچ طرف نبست

طرف بستن فائدہ حاصل کرون۔ آصف نام وزیر سلیمان علیہ السلام با انجام ایشان علیہ السلام "مجازاً" و مراد بخواجہ نیز سلیمان علیہ السلام یعنی اُن کے پاس حشمت کا کہ تمدر سامان تھا مگر بالذات وہ اُنکے لیے نافع نہ ہوا اور بالغیر بوجہ تلبس ذکر و طاعت۔ و آلہ سعی و عمل و دعوت الی اللہ تعالیٰ ہونے کے نافع ہونا حقیقت مین ذکر و طاعت وغیرہ کا نافع ہونا ہے۔ پس گویا یہ شعر متقارب المعنی ہے شعر اول کا۔

ببال و پر مرو ازرہ کہ تیر پرتابی	ہوا گرفت زمانے و لے بخاک نشست

پرتاب بمقدار تیر اندختی۔ اسمین بھی نصیحت ہے کہ دُنیا کے مال و جاہ و اسباب عیش پر مغرور مست ہو کہ یہ پندروزہ ہے جسطرح تیر پرتابی تھوڑی دیر ہوا مین رہتا ہے پھر آخر خاک مین ملجا دیتے جسطرح وہ تیر خاک مین گر پڑتا ہے

زبان کلک تو حافظ چہ شکر آن گوید	کہ تحفۂ سخنت ملیبرند دست بدست

اپنی ذات کو خطاب کرتے ہین کہ اے حافظ تیرا قلم محبوب کی اس نعمت قبول کا کیا شکریہ ادا کر سکتا ہے۔ کہ اُس کلک کے ادیدہ مضامین کو لوگ ہاتون ہاتھ لیجاتے ہین۔ اسمین تعلیم ہے کہ عبد کو چاہیے کہ کسی کمال کو اپنی طرف حقیقۃً منسوب نہ سمجھے بلکہ سبکو اُسکی عطا جانے وما بکم من نعمۃ فمن اللہ

غزل ؎

زلف آشفتہ و خوی کردہ و خندان لب دست	پیرہن چاک و غزلخوان و صراحی در دست
نرگسش عربدہ جوی و لبش افسوس کنان	نیم شب مست ببالین من آمد بنشست
سر فرا گوش من آورد و آواز حزین	گفت کای عاشق شوریدۂ من خوابت ہست
عاشقی را کہ چنین بادۂ شبگیر دہند	کافر عشق بود گر نہ بود بادہ پرست

خوی کردہ عرقناک۔ پیرہن چاک بیباک۔ افسوس کنان شکر کنان مراد خندان یہ سب اشعار قطع بند ہین۔ اور مراد ان حالتون سے سامان و نوازم و وضع محبوبی ہے اسیطرح آواز حزین سے مراد آواز نرم کہ معشوقون کی آواز ہے پس حاصل یہ ہوا کہ نصف شب کے وقت محبوب حقیقی کی طرف سے قلب پر یہ وارد آیا کہ ایسے وقت تو سوتا ہے یہ وقت بادۂ شبگیر یعنی ذکر و شغولی کا ہے جو شخص اس وقت بھی اسکو اختیار نہ کرے وہ راہ محبت کا حق ضائع کرنیوالا ہے۔ پس اسمین تعلیم ہے ترک غفلت اور اشتغال مع اللہ کی اس وقت مبارک مین۔

برو ای زاہد و بر دردکشان خورہ مگیر	کہ ندادند جز این تحفہ بما روز الست

اکثر زاہدان خشک بعض امور پر جو غلبہ عشق مین اہل حال سے صادر ہوجاتے ہین طعن واعتراض کرتے ہین۔ اُسکا جواب دے رہے ہین اور اسمین ارشاد ہے ترک اعتراض کا اہل حال پر۔ ۵

انچہ اورنجت بہ پیمانۂ مانوشیدم	اگر از خمر بہشت ست و راز بادۂ مست

یہ شعر بھی گویا متمم ہے شعر بالا کا اور پیمانہ سے اشارہ مرتبہ استعداد کی طرف ہے اور چونکہ خمر بہشت مین نشہ نہوگا کما قال تعالےٰ لا ینزفون اسلیئے یہ اشارہ ہے ضبط و اخفا کی طرف جو اہل تمکین کو میسر ہوتا ہے اور بادۂ مست سے اشارہ ہے اظہار و جوشش و سورش کی طرف جو کہ لازمہ تلوین ہے یعنی جس مرتبہ مین جیسی استعداد ہے وہی حال پیش آوے گا ہمارا آ مین کیا اختیار ہے پھر اعتراض کیسا۔ ۵

خندۂ جام می و زلف گرہ گیر نگار	ای بسا توبہ کہ چون توبۂ حافظ بشکست

مذکورات مصرعہ اولیٰ سے مراد سامان مستی ہے اسکا مطلب بھی مثل شعر بالا کے ہے یعنی مین عزم بھی اخفا کا کرتا ہون مگر جب اسباب مستی مجتمع اور غالب ہوتے ہین وہ عزم کالعدم ہوجاتا ہے

غزل ۵

خدا چو صورت ابروی دلکشای تو بست	کشاد کار من اندر کرشمہ ہای تو بست

اسکا خطاب مرشد کو ہوسکتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے جب تمہاری ذات کو بنایا (اطلاق اللازم علی الملزوم لان تصویر الحاجبین لازم عادی لمجعل الذات) تو میرا کشود کار باطنی تمہارے فیوض کے ساتھ وابستہ کیا کیونکہ پہلے سے مقدر تھا کہ فلان فلان شخصون کو ان سے نفع ہوگا۔ ۵

ہزار سرو و چمن را بخاک راہ نشاند	زمانہ تا قصب زرکش قبای تو بست

قصب جامہ باشد کہ از کتان و ابریشم بافند کذا فی الغیاث۔ و فاعل نشاند زمانہ۔ یعنی جب سے زمانہ نے تمہارے بدن پر لباس متبحت آراستہ کیا ہے۔ ہزارون سرکشون کو خاکسار بنا دیا یعنی آپ سے ایسے ایسے لوگون کی اصلاح ہوئی جنکی اصلاح کی اُمید ہی نہ تھی۔ اور ایک نسخہ مین ہزار سرو کی جگہ مراد سرو ہی یعنی مجھکو بھی اور دوسرے سرکشون کو بھی الخ۔ اور ایک نسخہ مین زرکش کی جگہ نرگسین ہے اسکے معنی ایک شارح نے اسطرح لکھے ہین نوعے از قبا کہ گلہائے نرگس بر و منقش بود۔ ۵

مراد مرغ چمن را از دل ببرد آرام	سحر گہ آن کہ دل ہر دو در نوای تو بست

فاعل ببرد آن کہ مراد عشق۔ نوا آواز مراد طب اللسانی و عذب البیانی و نوا تیز یعنی گرفتاری و قید آمدہ کذا فی الغیاث۔ یعنی سحر گاہ کے وقت تمہارے حسن محبت نے تمہاری گویائی یا تمہاری قید مین میرا اور مرغ چمن یعنی دیگر طالبین کا دل پھنسا دیا اُسنے ہم کو چمن کر دیا مقصود بیان کرنا بیقراری کا ہے۔ تاکہ مرشد کو توجہ ہو۔ اور سحر گاہ کی تخصیص اسلیئے کہ وہ وقت پھولون کی شگفتگی کا اور باد صبا کے چلنے کا ہوتا ہے۔ جو کہ پھولون کی خوشبو کو منتشر کرتی ہے اُسوقت مرغ چمن کی بیچینی اور ولولہ کی زیادتی ہوتی ہے پس یہ کنایہ ہوا وقت ظہور کمالات شیخ سے یعنی جب سے

آپکے کمالات کا ظہور ہوا ہے طالبین کا یہ حال ہے۔ ؎

نگارما و دل غنچہ سین گرہ بکشود	نسیم صبح چو دل در پئے ہوای تو بست

ہوا محبت۔ مطلب لفظی تو یہ ہے کہ نسیم صبح نے جو اپنا دل تیری محبت مین لگایا تو اسمین یہ اثر ہوگیا کہ ہماری اور دل غنچہ کی گرہین کھولدین یعنی ہمکو شگفتگی ہوئی اور غنچہ بھی کھل گیا اور معنی مقصود یہ ہوسکتے ہین کہ آپکے مخصوصین اور فیض یافتون سے جو آپکے کمالات و فیوض کی خبر سُنی تو مجھکو اور دوسرے طالبین کو انشراح ہوا اور تردد جو طلب مرشد مین تھا رفع ہوگیا۔

مرا بہ بند تو دوران چرخ راضی کرد	ولی چہ سود کہ سر رشتہ در رضای تو بست

براہ تواضع اپنی کم ہمتی کا بیان کرتے ہین کہ گو میری یہ خوش قسمتی ہے کہ آپ کی گرفتاری محبت و عقیدت پر مین راضی ہوگیا اور آپ کو مرشد تجویز کر لیا۔ مگر مجھکو اس سے پورا نفع اسلیئے نہوا کہ اصل مدار نفع تام کا آپکی رضا پر ہے اور مین اپنی کم ہمتی سے اسکی تحصیل و تکمیل نہین کر سکا کیونکہ مرشد کی رضا جب ہوتی ہے کہ جب پورے طور سے مرضیات آلہیہ کو اختیار اور نامرضیات سے اجتناب کرے اور افسوس مجھکو اسکی توفیق نہین ہوئی۔ اور بست کا فاعل دوران چرخ ہے باسناد مجازی۔

جو نافہ بر دل مسکین من گرہ مفگن	کہ عہد با سر زلف گرہ کشای تو بست

خلاصہ مطلب تو یہ ہے کہ میرے دل کو منقبض اور افسردہ مت کر کیونکہ وہ تجھ پر عاشق ہے اور اپنے عاشق سے ایسا معاملہ نہ کرنا چاہیئے۔ اب اسکے ساتھ لطافت شاعری کی غرض سے دل کے انقباض کو گرہ افگندن سے اور اُس کے مقابلہ کے لیئے زلف کو گرہ کشای سے تعبیر کیا اور نافہ کو خود بھی زلف سے مناسبت ہے پھر بستن کا لانا خود لطف کو بڑھاتا ہے۔ کشادن کے مقابلہ مین۔ اور نافہ سے تشبیہ گرہ افگندن مین شاید اسلیئے ہو کہ نافہ خشک ہوکر سمٹ جاتا ہے جیسے کوئی چیز بند ہوگئی ہو یا اسلیئے ہو کہ اسمین خون منجمد و منعقد ہو جاتا ہے۔ اور زلف کو گرہ کشا اسلیئے کہا کہ اسکو دیکھکر عاشق کو انبساط ہوتا ہے۔ اور مرشد کو یہ خطاب اس تقریر سے ہوسکتا ہے۔ کہ آپ اس خادم جان نثار سے بے توجہی نہ کیجئے۔ ؎

تو خود حیات و گر بودی ای زمان وصال	خطا نگر کہ دل امید در وفای تو بست

حیات بخش را حیات گفتن و فاعل وصال را زمان وصال گفتن مجاز ست و نکتہ در مجاز ثانی آن ست کہ زمانہ در بے وفائی و بد عہدی مشہور ست ہمچنان محبوب را فرض کردہ کہ وعدہ وصل کردہ خلاف نمودہ پس گویا فاعل وصال نیست بلکہ زمان وصال ست۔ اگر محبوب مجازی مخاطب ہو تو معنی ظاہر ہین اور اگر مرشد کو خطاب ہو تو کہا جاویگا کہ مرشد کی ظاہری کم توجہی جو کسی مصلحت سے ہوگی مسترشد اسکی مصلحت نہین جانتا اسلیئے تنگ ہوکر غلبہ حال مین کہتا ہے۔ کہ بس آپ سے اور دن ہی کو نفع ہے ہماری حماقت ہوئی جو آپسے اُمید توجہ رکھی اور ایسی تنگی و مغلوبیت مین ایسی بیباکی عفو ہے۔ ؎

ہم از نسیم تو روزی کشائشی یابد	چو غنچہ ہر کہ دل خویش در ہوای تو بست

یہ گویا شعر بالا کا تدارک ہے یعنی جو شخص آپ کے در کو محکم پکڑے رہیگا اور اس ظاہری بے التفاتی سے تنگ ہو کر آپکا دامن چھوڑ دیگا کسی نہ کسی دن آپ کے الطاف سے اسکو کشائش باطنی میسر ہو ہی جاویگی پس گویا آمین نفس کو تسلی دیتے ہین۔ اور حاصل تشبیہ کا یہ ہے کہ جیسے غنچہ کہ ہوا کا دامن نہین چھوڑتا آخر وہ ہوا جب نسیم کی کیفیت سے متصف ہوتی ہے اُس غنچہ کو شگفتہ کر دیتی ہے۔ ؎

زدست جور تو گفتم زشہ خواہم رفت	بخندہ گفت برو حافظا کہ پای تو بست

کہ یعنی کدام مدلول لفظی تو ظاہر ہے۔ مرشد کو خطاب اسطرح ہو سکتا ہے، کہ حضرت اگر مجھ سے کچھ کدورت ہو تو فرما دیجئے مین کہین اور چلا جاؤن چونکہ یہ گمان مسترشد کا غلط تھا اسلیئے اُنکو اسکی وہم پرستی پر بجائے برہمی کے ہنسی آگئی اور فرمایا کہ بسم اللہ جایئے آپ کو بانوھا کس نے مقصود امر فرمانا نہ تھا بلکہ مسترشد کی غلطی کا اس عنوان لطف آمیز سے ظاہر کرنا کہ محب اس ادا ہی سے سمجھ سکتا ہے کہ مجھ سے ناخوش نہین ہین واللہ اعلم فقط۔

غزل ؎

ای ہدہد صبا بسبا میفرستمت	بنگر کہ از کجا بکجا می فرستمت

احقر کے مذاق مین یہ خطاب ہے روح کو اسکو محبوب حقیقی کی طرف متوجہ ہونے کی ترغیب دیتے ہین کہ مین تو تجھ کو دیار محبوب کی طرف متوجہ کرتا ہون دیکھ تو کہ ادنے سے اعلی کیطرف متوجہ کرتا ہون اسکے قبول کرنے مین تجھکو ذرا پس وپیش نہ چاہیئے۔ اور صبا سے تشبیہ اس اعتبار سے دی کہ صبا مبلغ ہوتی ہے روائح کی اسیطرح روح عالم قدس کے ساتھ مناسبت پیدا کر کے مورد ہوتی ہے واردات ونفحات غیبیہ کی اداسی بنا پر ہدہد کہا۔ اور اضافت ہدہد کی صبا کی طرف ایسی ہے جیسے لجین الماء مین۔ ؎

حیف ست طائری تو در خاکدان دہر	زینجا بآشیان وفا میفرستمت

یعنی تو طائر عالم قدس ہو کر اس خاکدان مین پھنس رہا ہے حیف کی بات ہے مین اس عالم پر جفا سے تجھکو آشیان وفا کیطرف کہ عالم علوی ہے متوجہ کرتا ہون و ہذا کما قال الجامی رح ؎ تو ئی آن دست پرورد مرغ گستاخ ؛ کہ بودت آشیان بیرون ازین کاخ ؛ چرا زان آشیان بیگانہ گشتی ؛ چو دونان چند ازین ویرانہ گشتی ؛ ؎

در راہ عشق مرحلۂ قرب وبعد نیست	می بینمت عیان و دعا میفرستمت

می فرستمت یعنی میفرستم نزد تو۔ یہ خطاب ہے محبوب حقیقی کو یعنی آپ کی راہ محبت مین قرب و بعد متعارف نہیں کیونکہ وہ خواص احسام سے ہے اور آپ اس سے منزہ ہین مین باوجود آپ کے باطن ہونے کے چونکہ آپ ظاہر بھی ہین اسلیئے عیاناً آپکو دیکھتا ہون پس ایک بعد معنوی کہ خفاء ذات کا دوسرے قرب معنوی سے کہ بواسطۂ افعال ومصنوعات کے ظہور ہے صفات کا حاجب اور مانع نہین اس تجلی افعالی کو عیان دیدن سے تعبیر کر دیا فلم یبق فیہ اشکال۔ اور اس معائنہ کی حالت مین آپ کے حضور مین دعائین یعنی اپنی حاجت کے لئے التجائین

پیش کر رہا ہون کیونکہ حق دعا اس غلبۂ استحضار ہی سے میسر ہوتا ہے۔ اور یا دعا سے مراد مطلق ندا، اور یاد اور یا اس سے مراد مطلق ثنا و انقیاد کما قیل فی تفسیر الدعاء فی السجود والواجد فی الحدیث ع ان التمام علی الکریم دعاء بہرحال یہ اشکال مندفع ہو گیا جو ظاہر مین متوہم ہوتا ہے۔ کہ محبوب حقیقی کو دعا کی کیا حاجت ہے اور منشا اس اشکال کا صرف یہ ہوا کہ دعا کو بالمعنی المتعارف لیا اور آمین بلا دلیل قید لگائی للمحبوب کی خوب سمجھ لیا جاوے۔۔ ؎

ہر صبح و شام قافلۂ از دعائی خیر	در صحبت شمال و صبا می فرستمت

شمال بادیکہ از شمال در آید وان بر قول اطباء بادیست موافق مزاج آدمی۔ وصبا بادیکہ از مشرق وزد وآن مشہور ست۔ اگر اسکو مجاز پر محمول نہ کیا جاوے تو احقر کے مذاق مین اقرب یہ ہے کہ شمال وصبا سے مراد ملائکہ ہون جو حسب حدیث صبح و شام علی سبیل التعاقب آتے جاتے ہین اور وہ اعمال لیجاکر پیش کرتے ہین اور دعا مین ہی تو یہات ہون جو اس سے اوپر کے شعر مین گذرے ہین اور مقصود اس حکایت سے دوسرون کو ترغیب دنیا ہو کثرت طاعت و ذکر کی۔ ؎

ترغیب ذکر و طاعت

در روی خود تفرج صنع خدای کن	کاینۂ خدای نمائی فرستمت

اسمین خطاب ہر طالب حق کو کہ مصنوعات مین عموماً اور اپنی ذات مین خصوصاً غور و تفکر کرو کہ صانع کی معرفت ہو مین تجھکو اس آئینہ خدا کا پتہ بتلاتا ہون اس پتہ بتلانے کو می فرستم سے تعبیر کر دیا قال اللہ تعالیٰ سنریھم اٰیتنا فی الاٰفاق وفی انفسھم اور ذات انسانی کی خصوصیت ہی کی وجہ سے اکابر طریقت نے فرمایا ہے۔ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ اور اس قول کو مسئلہ وحدۃ الوجود سے کوئی مس نہین جیسا اکثرون کا مزعوم و موہوم ہے بلکہ معنی یہ ہین کہ اپنے نفس کے اندر جو تقلبات و تلونات و تصرفات الٰہیہ عجیب و غریب نظر غائر سے مشاہدہ کیے جاوین جو کہ اور مصنوعات کی تصرفات متعلقہ سے ممتاز ہین تو زیادہ معرفت صانع کی ہوتی ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔ پس اسمین تعلیم ہے طریق ترقی معرفت کی

ترقی معرفت

تا لشکر غمت نکند ملک دل خراب	جان عزیز خود بفدا میفرستمت

قاعدہ ہے۔ کہ بعضی مشقت و مصیبت سے بچنے کے لئے آدمی کچھ فدیہ و معاوضہ خرچ کیا کرتا ہے پس اسی بنا پر محبوب حقیقی سے خطاب کرتے ہین کہ مین نے اپنی جان عزیز فدیہ مین اسلیئے پیش کر دی ہے۔ تاکہ پھر آپ کا لشکر غم میرے ملک دل پر تاخت و تاراج کرکے ویران نہ کرے۔ اور لشکر غم سے مراد بعد و تخطر ہے۔ اسمین تنبیہ و تعلیم اس امر کی ہے۔ کہ نفس پروری و خودداری اصل ہے معاصی کی جسپر بعد و تخطر مرتب ہوتا ہے اور تفویض و تسلیم سے قرب و رضا حاصل ہوتا ہے قال اللہ تعالیٰ ان اللہ اشتری من المومنین انفسھم الخ پس اپنی جان کو جان نہ سمجھے اور اسکے مشتہیات غیر مشروعہ سے بچے پھر نہ دنیا مین اسکو ضیق و ضنک پیش آتا ہے۔ اور نہ آخرت مین وہ عذاب ہجران مین مبتلا ہوتا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ من عمل صالحا من ذکر او انثی وھو مومن فلنحیینہ حیوۃ طیبۃ ولنجزینھم الخ وقال تعالیٰ ومن اعرض عن ذکری فان لہ معیشۃ ضنکا ونحشرہ یوم القیامۃ اعمیٰ۔

	هر دم غمی فرست مرا و بگو بناز		کاین تحفه از برای خدا میفرستمت

آمین اظہار ہے رضا بالقضا کا یعنی جو امر ناگوار نفس کہ غم سے یہی مراد ہے مجھ پر پیش آوے اے محبوب مین اُسپر راضی ہون اور جب آپکی رضا آمین پاؤن تو آمین طلب مزید کرتا ہون آپ اور بھیجیے۔ اور آمین تعلیم ہے طالب کو کہ سلوک کے تشویشات وصعوبات مثل قبض وغیرہ سے دلگیر اور تنگ نہ ہونا چاہیئے بلکہ چونکہ آمین مصلحتین ہوتی ہین اُسکو تحفہ سمجھنا چاہیئے۔ ؎

	ای غائب از نظر کہ شدی ہمنشین دل		امیگویمت دعا و ثنا می فرستمت

غائب از نظر ہونا محبوب حقیقی کا ظاہر ہے قال المولوی رح عشق من پیدا و معشوقم نہان اور ہمنشین دل کو یا اس حدیث کا ترجمہ ہے۔ انا جلیس من ذکرنی اور دعا کی وہی توجیہ ہے جو غزل کے شعر ثالث کی شرح مین گذری اب معنی شعر کے بالکل ظاہر غیر محتاج الی البیان ہین۔ ؎

	تا مطربان ز شوق منت آگہی دہند		قول و غزل بسازو نوا میفرستمت

مصرعۂ اولے علت ہے اور مصرعۂ ثانیہ معلول پس ترتیب کلام مین اول موخر ہے اور ثانی مقدم۔ نوا سرود یعنی اشعار خود موافق ساز و نوا مراد ہین کلمات دلکش وسخنان خوش کہ در رشتۂ نظم می آید میفرستمت تا مطربان پیش تو سرایند و شوق من بر تو اظہار کنند۔ احقر کے مذاق مین اسکی سہل توجیہ یہ ہے کہ محبوب حقیقی کے اشتیاق اور مدح مین جو کلام منظوم کہا جاوے ظاہر ہے کہ وہ منظوم ہی کے لباس مین وہان پیش ہوگا کیونکہ اقوال بعینہا پیش ہوتے ہین قال تعالی ما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید اور ساز و نوا سے مجازاً محض اُسکی منظومیت مراد لیجاوے اور پیش کرنے والے جو ملائکہ ہین چونکہ اسوقت وہ کلام منظوم کے حسابی ہین اسلیئے گو لفظاً بے ادبی ہو مگر نظراً الی المقصود اُن کو مطرب سے تعبیر کر دیا۔ اور آگہی دہند کے معنی خبر از حکایت کنند لیئے جاوین سو اسپر یہ اشکال لازم نہین آتا کہ حق تعالی تو پہلے ہی آگاہ ہین اور ایسے مضامین خود حدیثون مین آئے ہین مثلاً مجالس ذکر سے جب ملائکہ لوٹ کر جاتے ہین تو حق تعالی پوچھتے ہین کہ بتلاؤ میرے بندے کیا کرتے ہین اور پھر وہ عرض کرتے ہین الخ آمین بھی تعلیم و ترغیب ہے ذکر الہی کی اور بشارت ہو اُسکے مقبول اور معروض ہونیکی نظم ہو یا نثر ہو خلوص سے ہو حدود کے اندر ہو وحد النظم اوسع من النثر لا سیما لاہل الحال والشوق واللہ تعالی اعلم۔ ؎

	ساقی بیا کہ ہاتف غیبم بشردہ گفت		با درد صبر کن کہ دوا می فرستمت

قاعدہ ہے کہ خوشی کے وقت ساقی کو بلاتے ہین اور بادہ نوشی کیا کرتے ہین پس یا تو ساقی بیا محض اظہار فرح و بشاشت ہے جیسے یا بشری اور یا مراد اس سے مرشد ہے۔ اور حاصل یہ ہو کہ مجھکو ہاتف کے ذریعہ سے محبوب حقیقی کیجانب سے یہ بشارت ملی ہے جو حاصل ہے ان مع العسر یسرا کا چونکہ واردات دقیقہ کی تحقیق و تعبیر اور واردات صریحہ غیر محتاج الی التحقیق کی پوری شرح اور تفصیل مین مرشد ہی کی حاجت ہے اور یہ وارد صریح تھا۔ اسلیئے مرشد سے درخواست ہو۔ کہ ذرا ادھر متوجہ ہو جیئے یہی معنی ہین بیا کے اور اسکی زیادہ تفصیل کر دیجئے کہ مسرت افزون ہو۔ واللہ اعلم

نعمت پر خوب شکر ادا کرون۔ اس مین ارشارہ اسطرف ہے کہ ان مع العسر یسرا اور اشارہ اسطرف ہے۔ کہ واشکروا لنعمۃ اللہ۔ ۵

حافظ سرود مجلس ما ذکر خیر تست	تعجیل کن کہ اسپ و قبا میفرستمت

اسمین خطاب ہے محبوب سے محب کی طرف خواہ مستقل ہو خواہ تتمہ ہو مقولہ گفت شعر سابق کا اور سرود مجلس ما ذکر الخ حاصل ہے۔ اُس حدیث کا من ذکر فی ملأ ذکرتہ فی ملأ خیر منھم۔ اور اسپ و قبا بھیجنا کنایہ ہے بلانے سے کیونکہ جسکو بلاتے ہین دربار کی لباس پہنے کیلئے اور اسپ قطع مسافت کیلئے سمجھ لیتے ہین حاصل یہ کہ محبوب نے فرمایا کہ چونکہ تو ہمارے ذکر و طاعت مین رہتا ہے ہماری مجلس مین بھی تیرا ذکر رہتا ہے اب ہم جلد تجھکو مرتبۂ قرب و وصال تک پہونچانے والے ہین اور یہی ہے بلانا تو بھی جلدی جلدی اس مرتبہ کی استعداد حاصل کرے یعنی خوب ذکر و طاعت کر کہ استعداد مین قوت ہو جاوے۔ اور اس مرتبہ کی فعلیت میسر ہو۔ ہمین غیب کیلئے اشارہ اسطرف ہے کہ طاعت و مجاہدہ پر یہ ثمرات مرتب ہوتے ہین۔

ترغیب فی الذکر و الطاعت

غزل۔ (در خطاب مرشد کہ وہم بے توجہی او مسترشد را دست داد۔ ۱۲

ای غائب از نظر بخدا می سپارمت	جانم بسوختی و بدل دوست دارمت
تا دامن کفن نکشم زیر پای خاک	باور مکن کہ دست ز دامن بدارمت
گر بایدم شدن سوی ہاروت بابلی	صد گونہ ساحری بکنم تا بیارمت
محراب ابروان بنما تا سحر گہے	دست دعا برآرم و در گردن آرمت
خواہم کہ پیش میرمت ای بیوفا طبیب	بیمار باز پرس کہ در انتظارمت
صد جوی آب بستہ ام از دیدہ ہر کنار	بر لوی تخم مہر کہ در دل بکارمت
میگریم و مرادم ازین چشم اشکبار	تخم محبت است کہ در دل بکارمت
خونم بریز و از غم ہجرم خلاص کن	منت پذیر غمزہ خنجر گذارمت
گر دیدہ و دلم کند آہنگ دیگرے	آتش زنم در آن دل و دیدہ برآرمت
بارم دہ از کرم بر خود تا بسوز دل	در پات دمبدم گہر از دیدہ بارمت
حافظ شراب و شاہد و رندی نہ وضع تست	فی الجملہ می کنی و فروی گذارمت

اگر اس غزل کا مضمون شاعرانہ ہو تو مخاطب محبوب مجازی ہوگا اور کوئی شعر محتاج توجیہ نہوگا اور اگر مضمون محققانہ ہو تو مرشد کو مخاطب قرار دینا سہل ہے۔ مسترشد کو مرشد کی کچھ بے توجہی کا شبہہ ہو گیا ہے گو وہ شبہہ غلط ہی ہو کیونکہ بعض اوقات جس توجہ کو وہ مطلوب سمجھتا ہے۔ وہ ضروری نہین ہوتی اور مسترشد دلولہ طلب مین تنگ ہو کر مرشد کی نسبت شکایت آمیز الفاظ کہنے لگتا ہے اس تقدیر پر تاریخی شبہ استعداد وارد ہوتا ہے کہ حافظ رح کے کوئی مرشد بطریق متعارف نہ تھے۔ صرف مشہور ہے کہ حضرت نجم الدین کبریٰ رح کے نظر کردہ تھے پھر اس

احتمال کی گنجایش کہان ہے۔ اسکے دو جواب ہو سکتے ہین ایک تو یہ کہ اوردن کا حال بیان کر رہے ہین جو حیا نا
پیش آتا ہے۔ اور یہ ذرا البعید ہے۔ کیونکہ اہل حال کو دوسرے کے حال بیان کرنے کی فرصت کہان وہ اپنے ہی
واردات اکثر بیان کرتے ہین۔ دوسرے یہ کہ ممکن ہے کہ جنکے نظر کردہ تھے۔ اُن ہی کی توجہ باطنی دوسرے کبھی
کم کبھی زیادہ ہوتی ہو مثل اشراقین کے اور شاید غائب از نظر اسطرف اشارہ ہو واللہ اعلم۔ پس فرماتے ہین کہ گو
آپ میری نظر سے غائب اور دور ہین خواہ ظاہراً بھی خواہ باطناً کنایہ ہے بے توجہی سے ہین آپکو خدا تعالیٰ کے
سپرد کرتا ہون اور گو آپنے میرے جان کو فراق یا بے توجہی سے سوختہ کر دیا مگر ہین آپکو دل سے چاہتا ہون
اور محبت بھی اس درجہ کی ہے کہ مرتے دم تک اس محبت کو نہ چھوڑونگا اور آپ کے متوجہ اور راضی کرنے کی
جہانتک بن سکیگا ہر طرح کی تدبیر ہین کرونگا حتیٰ کہ اگر فرضاً ہاروت کے پاس بابل ہین جاکر سحر سیکھنا پڑے ہین
یہ بھی کرونگا (مقصود مبالغہ ہے۔ اور آمین اشارہ ہے کہ اگر مرشد کی طرف سے کچھ بے اعتنائی دیکھے تو جی پیش
آوے مسترشد کو چاہیئے کہ اُسکی محبت و اطاعت ہین کمی نہ کرے) آگے توجہ کی درخواست ہے۔ کہ آبرو جو
مشابہ محراب کے ہے وہ دکھلا دیجئے یعنی میری طرف التفات کیجئے تاکہ کسی سحر گاہ کو تو یہ بات میسر ہو کہ دعا کے
لئے ہاتھ اٹھا کر آپ کی گردن ہین ڈال لون یعنی ثمرات توجہ سے متمتع ہون (اور اس عنوان سے تعبیر کرنا بمناسبت
محراب کے ہے) اور میری تو یہ خواہش ہے کہ آپکے سامنے مر جاؤن یعنی آپ پر فدا ہو جاؤن۔ پس ہین ایسا عاشق
ہون تو ایسے عاشق کو بیماری ہین تو پوچھ لیجئے کہ ہین آپکے انتظار ہین ہون مقصود وہی ہے۔ کہ امراض باطنی ہین مبتلا ہون
ذرا توجہ کیجئے اور طبیب کہا بوجہ حذاقت فی التکمیل کے اور بیوفا بوجہ بے توجہی کے آگے اپنی بیقراری کا طلب ہین بیان ہے
کہ ہین نے تمام اطراف و نواحی ہین (کنار طرف) سینکڑون ندیان اشک چشم کی قایم کر رکھی ہین صرف اسی امید پر کہ آپکے دل ہین
ترحم پیدا ہو (کنار کی مناسبت جوی سے اور اسکی رعایت سے مہر کو تخم سے تعبیر کرنا ظاہر الطافت ہے اس سے اگلے شعر کا بھی بعینہٖ یہی مطلب ہے گویا شعر ثانی
بمنزلہ تفسیر شعر اول کے ہے) آگے اس ہجر سے نجات پانے کی ایک تدبیر تجویز کرتے ہین کہ میرا بالکل ہی کام تمام
کر دیا جاؤ تاکہ اس ہجر سے نجات ہو مین ایسے غمزہ قتالہ کا جو خنجر کی طرح پار ہو جاوے ممنون ہونگا۔ یہ یا تو محض اظہار الضجر ہے
یا اشارہ اسطرف ہے کہ مجھکو مقام فنا تک پہونچا دیجئے پھر ہجر سے ایسے نجات ہو جاویگی کہ فراق فراق ہی معلوم نہو گا
کیونکہ جسکو فراق دے تو جی سمجھ رہے ہین وہ واقع مین تو فراق ہے نہین بلکہ عین حکمت ہے صرف اس شخص کے اقتضائے
طبع کے خلاف ہے سو غلبہ فنا سے مقتضیات طبع خود مغلوب ہو جاوینگے اسلیئے وہ فراق فراق نہ معلوم ہوگا آگے
توحید مطلب کا بیان ہے کہ باوجود آپ کی اس بے توجہی کے مجھکو دوسری طرف التفات نہین حتیٰ کہ اگر قلب یا چشم کسی
طرف التفات کرے تو اُس قلب اور چشم کو آگ لگا دون اور خاکستر کر کے آپ کے سامنے نکالکر لا رکھون آگے
درخواست ہے۔ کہ مجھکو اتنا بار تو دیدیجئے کہ آپ کے سامنے اپنے سوز و گریہ کو دل کھولکر ظاہر کر لون کہ یہ موجب
ترحم ہونیکے علاوہ کسیقدر سرمایہ تسلی بھی ہے۔ اور مقطع کا شعر ممکن ہے۔ کہ ساری غزل کے جواب مین بلسان
مرشد ہو۔ جسمین بے توجہی و عتاب کی علت اور پھر معذرت پر عفو کی بشارت بھی ہے اول کا بیان مصرع اول مین

اور ثانی کا بیان مصرعہ ثانی مین ہے. یعنی اے حافظ تم بعض امور مثل اظہار سکر و شطح خلاف وضع درویشی کے کرتے ہو اسلیئے معتوب کیئے جاتے ہو کہ اصلاح ہو جاوے. آگے کہتے ہین کہ خیر چونکہ گاہ گاہ ایسا ہو جاتا ہی اسلیئے چھوڑے دیتا ہون اور معاف کیئے دیتا ہون فی الجملہ مین اشارہ اسطرف ہی کہ حتی الامکان ضبط کرنا ضروری ہے اور مغلوبیت مین معذوری ہے. اور ممکن ہے کہ حافظ درجہ نفس لوامہ مین یہ خطاب اپنے ہی کو کرتے ہون اور فرومیگذارست کا مطلب یہ ہوگا کہ ارتکاب معاصی مین جو ہنر اسالک اپنے نفس کو دیتا ہے وہ نہین دیتا ہون بوجہ عذر کے. اسمین اشارہ اس تعلیم کی طرف ہو جاویگا کہ اگر عذر قوی نہ ہو تو شطحیات پر سالک کو چاہیئے کہ نفس پر عقوبت کرے ؎

غزل

بجان خواجہ وحق قدیم وعہد درست	کہ مونس دم صبحم دعای دولت تست

یہان خواجہ سے مراد خود مخاطب ہی ہے جیسے محاورات مین کہا جاتا ہی کہ سرکار کے سر کی قسم اب اسکی توجیہ کی حاجت نہ رہی کہ غیر اللہ کی قسم کیون کھائی. اور جان سے مراد صفت حیوۃ ہے پس بجان خواجہ ترجمہ ہوا لعمر اللہ وحیوۃ اللہ کا اور حقوق آلہیہ کا قدیم ہونا ظاہر ہے اور عہد درست سے مراد میثاق ربوبیۃ لینا بہتر ہے جو الست بربکم آلایہ مین مذکور ہی. یعنی مین کلام کو قسم سے مؤکد کرکے کہتا ہون کہ صبح ہی اُٹھتے آپ کی عظمت کا ذکر کرتا ہون دعا سے مراد ثنا ہونا پہلے مع توجیہ گذر چکا ہے. ؎

سرشک من کہ ز طوفان نوح دست ببرد	ز روی سینہ نیارست نقش مہر تو شست

قاعدہ ہے کہ پانی سے نقش خام دھل جاتا ہے اسیطرح آنسوؤن سے دل کا غبار نکل کر کیفیت قلبیہ ضعیف ہو جاتی ہی خصوص جب کثرت سے ہون مگر کہتے ہین کہ محبوب کا نقش محبت اس درجہ راسخ ہے کہ باوجود ان مقتضیات ضعف کے اُسمین ضعف نہین ہوا اور ز طوفان نوح دست ببرد یہ مبالغہ شاعرانہ ہے اور حقیقت پر بھی اس اعتبار سے محمول کرسکتے ہین کہ طوفان نوح تو موقوف ہو گیا تھا اور گریہ محبت جب تک جان مین جان ہے ختم ہی نہین ہوتا پس خاص لاتقف عند حد ہونے کی حیثیت سے اُس سے فائق ہے. ؎

بکن معاملہ واین دل شکستہ بخر	کہ با شکستگی ارزد بصد ہزار درست

درست ضد شکستہ و اشرفی ہر دو معنی صحیح می تواند شد. مطلب یہ کہ گو یہ دل شکستہ ہی مگر باوجود شکستگی کے بڑا قیمتی ہے کہ لاکھون درست چیزون کی یا لاکھون اشرفیون کی برابر ہے اسواسطے اس دل شکستہ کو خرید لو چونکہ حدیث مین ہے. انا عند المنکسرۃ قلوبھم اسلیئے اگر خطاب محبوب حقیقی کو ہو تو بطور دعا کے کہتے ہین کہ میرا قلب ایسا ہی ہے جو آپ کی پسند کے لائق ہے. اسلیئے آپ حسب وعدہ اسکو لے لیجئے کقول اللہ تعالی ان اللہ اشتری الخ اور وعدہ کی بناپر دعا کرنا قرآن مین بھی وارد ہے ربنا وآتنا ما وعدتنا الخ اور اسمین اپنی بیع و قابلیت مقبولیت کا دعوی لازم نہین آتا بلکہ اظہار ہے امتثال وانقیاد کا کہ آپ کے امر کے موافق شکستہ کر لیا ہے. اب آپ قبول فرمایئے کقولہ تعالی ربنا انا سمعنا منادیا ینادی للایمان ان آمنوا بربکم فآمنا ربنا واغفرلنا ذنوبنا الخ.

دعا کے حصول مقصود

شدم ز عشق تو شیدای کوہ و دشت و بنور	نمی کنی بتر حم نطاق سلسلہ مست

نطاق کمر بند گھنڈی کذا فی البدر۔ مطلب ظاہر ہے کہ ابتک باوجود یکہ میں نے بہت ہی معصیتیں عشق کی اٹھائیں مگر تو نے رحم نہ کیا اور زنجیر کا بند ڈھیلا نہ کیا۔ اگر محبوب حقیقی مخاطب ہو تو مقصود شکایت نہ ہوگی بلکہ محض تضجر اپنے عجز کی وجہ سے اور ترحم سے مراد مطلق ترحم نہوگا بلکہ ترحم خاص ہوگا جو صاحب قبض کو حالت قبض میں مطلوب ہوتا ہے جس کا حاصل بسط ہے کو عند اللہ اس کی مصلحت کے اعتبار سے حالت ہو جو وہی ترحم ہو۔ وھذا امر اعتباری للترحم الخاص کما ارادتہ فی قولہ تعالیٰ ولولا فضل اللہ علیکم ورحمتہ لا تبعتم الشیطن الا قلیلا فافہم

ملامتم بجرائی مکن کہ مرشد عشق	حوالتم بخرابات کرد روز نخست

مرشد بمعنی ہادی مراد اللہ تعالیٰ یعنی یوم المقادیر میں یا اعیان ثابتہ میں میری استعداد کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ نے میری تربیت کے لئے کیفیت عشقیہ تجویز فرمائی ہے جسکے لئے خرابی بمعنی دارستگی شورش لازم ہے پس اے وہ شخص جو یہ مذاق نہیں رکھتا تو اس پر مجھکو ملامت مت کر۔

ولا طمع مبر از لطف بے نہایت دوست	چو لاف عشق زدی سر بباز چابک دست

یعنی جب طریق عشق میں قدم رکھا ہے تو سربازی و جان نثاری سے اندیشہ مت کرو اور اس کے صلہ میں لطف غیر متناہی کے امیدوار ہو کہ فنا کے بعد بقاء موعود و لازم ہے۔

زبان سور بر آصف دراں گشت ازاں	کہ خواجہ خاتم جم یاوہ کرد و باز نجست

بعض نسخوں میں یہ شعر نہیں ہے اور نہ ہونا ہی زیادہ مناسب ہے کیونکہ توجیہ اس کی محتاج ہے تکلف بعید ہے کیونکہ ظاہر عنوان اس کا موہم ہے کہ کسی قصہ کی طرف اشارہ ہو جسمیں آصف نے سلیمان علیہ السلام کی انگشتری گم کر دی ہو مگر کوئی قصہ اس کا منقول نہیں البتہ اس اشارہ سے قطع نظر کر کے اگر مور سے مراد مطلق شخص ضعیف لیا جاوے اور آصف سے مراد خلیفۃ اللہ انسان اور جم سے مراد مستخلف یعنی حق تعالیٰ اور انگشتری سے مراد قلب جو ودیعت ہے حق تعالیٰ کی انسان کے پاس اور محل ہے تجلی اسماء الٰہیہ کا کہ ہر اسم ان میں اعظم ہے۔ اور یاوہ کردن سے مراد اضاعۃ حق لیا جاوے تو معنی یہ ہوں گے کہ بعضے مخلوق جو کہ باعتبار نوع کے رتبہ میں انسان سے مفضول ہیں جیسے ملائکہ با آسمان و زمین جو کہ اعمال سیئہ انسانیہ کی گواہی دینگے اور بعضے ملامت بھی کرینگے سو ان مفضولوں کی سلامت وغیرہ اس افضل المخلوقات پر محض اس لئے ہے کہ اس نے قلب کی استعداد ضائع کر دی اور اس سے کام نہ لیا ورنہ مفضول کی کیا مجال تھی افضل پر اطالت لسان کی اور نوع کی قید اس لئے لگائی کہ باعتبار شخصیۃ کے تو اکثر ملائکہ اکثر انسانوں سے افضل ہیں۔

بصدق کوش کہ خورشید زائد از نفست	کہ از دروغ سیہ روی گشت صبح نخست

اس میں حسن التعلیل کے طور پر استدلال ہے اس پر کہ صدق کا خاصہ ہونور کا پیدا ہونا مثال اس کی صبح صادق دیکھ لو اور کذب کا خاصہ ہے ظلمت کا پیدا ہونا مثال اسکی صبح اولین یعنی صبح کاذب ہے۔ اور مراد صدق سے صدق معاملہ

مع اللہ ہے اور کذب سے مراد سوء معاملہ مع اللہ۔ ؎

مرنج حافظ واز دلبران رفاکم جوی	گناہ باغ چہ باشد چو این گیاہ نرست

دلبران سے مراد دلبران مجازی اس میں قطع تعلق عما سوی اللہ کے لئے ارشاد ہے خواہ تعلق حب کا ہو یا تعلق رنج کا اور دوسرا مصرعہ مرنج کی دلیل ہے۔ مصرعہ اول کا خلاصہ تسلیم ہے رضا و زہد کی اور مصرعہ ثانیہ تعلیم ہے ایک مسئلہ حقیقت کی۔ حاصل یہ ہوا کہ ماسوی اللہ سے کوئی تعلق نہ رکھو تو وفا کی توقع وطمع کرو اور نہ اس توقع کے خلاف ہونے سے رنج کرو غرض اور ہر التفات ہی نہ کرو اور یہ سمجھو کہ ان کی استعداد مقدار کا یہی مقتضا ہے مو استعداد پر نظر کرکے ان کے گنہگار ہونے پر بھی نظر مت کرو اس کی ایسی مثال ہے کہ کسی باغ میں گھاس نہ جمے تو باغ کی کیا خطا اُس سرزمین کی استعداد ہی ایسی ہوگی اس کا یہ مطلب نہیں کہ ترک وفای واجب میں جو کہ فعل مکتسب ہے گناہ نہیں ہوتا بلکہ مقصود یہ ہے کہ جس مرتبہ میں ان کو گناہ ہوتا ہے تم اس پر خیال ہی نہ کرو کیونکہ سالک مغلوب المحبت و مشغول اذکر کو اس پر خیال کرنا اپنے کام سے معطل ہوجانا ہے اور وہ مرتبہ جس میں گناہ کا حکم کیا جاتا ہے مرتبہ شریعت کا ہے سو دوسرے کی مذمت یا اصلاح کے لئے اس پر نظر کرنا کام اہل فتویٰ و مشائخ کا ہے نہ کہ ذاکرین تارکین کا بلکہ اس شخص کو چاہئے کہ نظر حقیقت پر کرکے اس فعل کو مقدر سمجھ کر اُس سے بے التفات ہوجاوے جیسا کہ فرمایا گیا ہے از خدا دان خلاف دشمن و دوست۔ اور کہا گیا ہے ؎ چون بہ بیرنگی رسی کان داشتی ۔ موسیٰ و فرعون و دارد آشتی۔ اور بعضے نسخوں میں مصرع ثانی اس طرح ہے گیاہ باغ چہ باشد الخ اس میں انقاط کلی ہے یعنی جب دلبران مجازی میں عہد کرکے بھی وفا نہیں جو کہ امر واجب تھا تو ان سے ابتداءً لطف و کرم کی کیا توقع ہے جو کہ محض مندوب ہے کیونکہ تارک واجب سے فعل مندوب کی جو کہ اس سے بھی اشق ہو کیا امید ہے اور اس کی مثال میں فرماتے ہیں کہ جب اس سرزمین کی ایسی استعداد خراب ہے کہ اس میں معمولی گیاہ بھی نہیں جمتی تو گیاہ باغ جمنے کی تو کیا توقع ہے کہ اس کے لئے تو زیادہ لطافت کی ضرورت ہے۔ گیاہ باغ سے مراد پھول پھلواری اور ترکاری جو عمدہ زمین میں لگائی جاتی ہے کیونکہ معمولی گھاس تو ویسے بھی جم آتی ہے جب زمین ایسی شور ہو کہ اُس کے قابل بھی نہ ہو تو گل ولالہ کے قابل تو کب ہوگی۔ ؎

غزل

خلوت گزیدہ را بہ تماشا چہ حاجت است	چون کوئی دوست ہست بصحرا چہ حاجت است

ترجمہ ظاہر ہے اور مقصود اس سے ارشاد ہے تارکان تعلق کو کہ التفات الی الکثرۃ نہ چاہئے اور اس بے التفاتی کے لئے اس کی ضرورت نہیں کہ بستی چھوڑ کر جنگل میں جاکر رہے بلکہ محض توجہ الی الحق بلا مشکت کافی ہے ظاہرا جماعت میں ہو جیسکو خلوت در انجمن کہتے ہیں تنبیہ البتہ اگر کسیکو بدون اختلاط ترک کئے ہوئے نشئت رفع نہو تو اس کے لئے اس کے اہتمام کی بھی ضرورت ہے ؎

جانا بجا ہے تیرے کہ ترا ہست با خدای	آخر دمے بپرس کہ مارا چہ حاجت است

ترجمہ ظاہر ہے ممکن ہے کہ مخاطب اس کا مرشد ہو یعنی گو آپ صاحب کمال ہیں مگر حق تعالیٰ سے تو آپ کو بھی ہر وقت

احتیاج ہے اس پر نظر کرکے میری احتیاج کا بھی لحاظ اور اُس کا تفقد ضروری ہے۔ یہہ خطاب ایسے وقت ہو سکتا ہے جب مسترشد کو مرشد کے استغنا کا وہم غالب ہو جاوے اور اسی غلبہ کی بنا پر یہہ بیباکی کا عنوان بھی معاف ہے۔

ای بادشاہ حسن خدا را لبوختیم	بارے سوال کن کہ گدا را چہ حاجت است

اہل واقرب یہ ہے کہ یہ بھی خطاب مرشد کو ہو اور حسن سے مراد حسن باطنی ہو۔ یعنی میں آپ کے استغنا سے سوختہ ہو گیا اب تو تفقد احتیاج ضروری ہے ؎

ارباب حاجتیم و زبانِ سوال نیست	در حضرتِ کریم تمنا چہ حاجت ست

اس میں اشارہ ہے اس حال کی طرف جس کے غلبہ میں دعا متروک ہو جاتی ہے اور حاصل اُس کا دوام کا غلبہ ہے ایک حق تعالیٰ کی صفت علمیہ کے انکشاف واستحضار کا کہ اُس کے اقتضار سے اظہار حاجت بے سود نظر آتا ہے۔ دوسرے اپنی ناکارگی و نااہلی کے مشاہدہ کا کہ اُس کے اقتضار سے زبان کھولتے ہوئے شرم آتی ہے کما قیل ؎ احب مناجاۃ الحبیب بادیہ ٭ ولکن لسان المذنبین کلیل ٭ زبان سوال نیست یعنی زبان لائق سوال نیست اشارہ ہے امر ثانی کی طرف اور مصرعہ ثانیہ اشارہ ہے امر اول کی طرف اور یہہ حال گو محمود ہے لیکن کمال مقصود یہہ ہے کہ اس پر بھی دعا کرے اور راز اُس کا یہہ ہے کہ صاحب کمال کی نظر میں ان دونوں امروں کے ساتھ ایک تیسرا امر یہ بھی ہوتا ہے کہ باوجود اس کے حق تعالیٰ کا مامر ہے دعا کیلئے اگر حکمت بھی اُس کی منکشف نہ ہو تب بھی غلبہ انقیاد و اطاعت ہی دعا کے لئے محرک کافی ہے اور اگر حکمت بھی منکشف ہو جاوے تو اور بصیرت بڑھ جاتی ہے اور وہ حکمت اظہار انکسار و افتقار ہے جو کہ عبدیت کا شعبہ عظیمہ ہے چنانچہ حضرات انبیاء علیہم السلام کا مسلک دعا ہی رہا ہے اور حضرت خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جو جواب حسبی عن سوالی علمہ بحالی مشہور ہے یا تو وہ روایت تاریخیہ ثابت نہیں اور یا بعد فرض ثبوت یوں کہا جاوے کہ اُس وقت آپ کو بالتخصیص کسی حکمت کی وجہ سے اسی کا امر جزئی ہوا ہوگا۔ پس نصاً یہہ اُس سے مستثنیٰ ہو گیا ولا کلام فی المخصوص نصاً۔

جام جہان نماست ضمیر منیر دوست	اظہار احتیاج خود آنجا چہ حاجت ست

اس میں بھی باختلاف عنوان وہی مضمون ہے جو اس سے پہلے والے شعر میں گذرا اور جام جہان نما تعبیر ہے صفت علمیہ سے۔ ؎

آن شد کہ با رسنت ملاح بر دمی	گوہر چو دست داد بدریا چہ حاجت ست

شراح نے غضب کیا ہے کہ ملاح سے مراد مرشد لیا ہے اور تقریر کی ہے کہ بعد وصول الی اللہ کے مرشد کی احتیاج نہیں رہتی اور گو یہہ امر بتفصیل و شرح خاص صحیح ہے لیکن اُس کے ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ ادب مرشد کی پھر بھی حاجت رہتی ہے ورنہ سب حال و کمال سلب ہو جاتا ہے اور ادب کے اقتضار سے مسترشد باوجود استغنا کے دعویٰ استغنا کا نہیں کر سکتا کہ یہہ دعویٰ سخت بے ادبی ہے پھر بے ادبی کے ساتھ خود وہ گوہر بھی فوت ہو جاوے گا تو کلام بے معنی ہو جاوے گا اس لئے احقر کے مذاق میں مراد دریا سے علوم استدلالیہ ہیں جن سے خوض کرکے

گو ہر حقیقت تک رسائی ہوتی ہے اور ملاح سے مراد اہل استدلال ہیں مطلب صاف ہے کہ جب حقیقۃً مطلوبہ ذوقاً و مشاہدۃً حاصل ہو گئی اب استدلال و اہل استدلال کی کوئی حاجت نہیں رہی۔ فافہم حق الفہم ؎

ای مدعی برو کہ مرا با تو کار نیست	احباب حاضرند با عدا چہ حاجت ست

تقسیم ہر امر عن الخاصۃ الخ

اس میں تعلیم ہے اعراض عن الخاصۃ کی اور ترک صحبت ناجنس کی اور اکتفا علی صحبۃ الاخوان کی چنانچہ ظاہر ہے

محتاج جنگ نیست گرت قصد خون بہت	چون رخت از آن لبت بیغما چہ حاجت ست

ضمیر در نیست راجع بہ جان گرفتن کہ مفہوم ست از قول او گرت قصد خون ماست یعنی جو متاع کا مالک ہو اُس کو لوٹ مار کی کیا ضرورت ہے وہ ویسے بھی تو لے سکتا ہے تو اگر میری جان لینا ہے تو جنگ اور تکلیف دینے کی کیا حاجت ہے جان لے لیجئے سالک پر جو تجلی جلالی ہوتی ہے بعض اوقات اُس سے تنگ ہو جاتا ہے تو ایسے کلام کا صدور بجا مستبعد نہیں گو یہ حقیقت کے اس لئے خلاف ہے کہ ممکن ہے کوئی خاص مصلحت اسی خاص تجلی میں ہو مگر غلبہ حال کی وجہ سے اس کلام میں معذور ہوگا ؎

ای عاشق گدا چو لب روح بخش یار	میدا نادرت وظیفہ تقاضا چہ حاجت ست

اس میں بیان ہے کرم محبوب کا اور تسلی ہے طالب کی یا اپنے دل کی اور ست مضاف الیہ وظیفہ کا ہے یعنی تیرا دینا معمولہ محبوب کو معلوم ہے تقاضا کی ضرورت نہیں اور دادن کی اسناد لب کی طرف یا تو اس لئے ہے کہ وہ روزینہ خود لب میں ہے مثلاً بوسہ بمعنی لطف۔ اور یا اس لئے کہ روزینہ کے لئے حکم لب ہی سے صادر ہوا کرتا ہے اور اس کا حاصل بھی وہی ہے جو دو شعر بالا کا تھا یعنی ارباب حاجتیم الخ اور جام جہان نما الخ ؎

حافظ تو ختم کن کہ ہنر خود عیاں شود	با مدعی نزاع و محا با چہ حاجت ست

تقسیم ترک جدال و طلب اقبال کردن اہل باطل

اس میں تعلیم ہے اہل حق کو اہل باطل سے گفتگو نہ ہونے کی یعنی تم بات کو ختم کرو مراد بات سے حق بات ہے اس میں اشارہ ہو گیا کہ حق کا اظہار تو کر دیا جاوے مگر اس کو ظاہر کر کے کلام کو ختم کر دیا جاوے اور ہنر سے مراد اپنا کوئی کمال نہیں بلکہ امر حق مراد ہے حاصل یہ کہ امر حق خود ظاہر ہو جاتا ہے خواہ دنیا ہی میں آثار و برکات سے کما قیل الحق یعلو و لا یعلی اور یا آخرت میں مرنیکے بعد پس کسی سے نزاع و تکرار کی جبکہ وہ محض بے سود ہے کیا ضرورت ہے ؎

غزل

خوشتر ز عیش و صحبت و باغ و بہار چیست	ساقی کجا ست گو سبب انتظار چیست

تقسیم ترک لب جوئبار مرشد

قاعدہ ہے کہ جب عیش ہوا و ہم جنسوں کی صحبت ہو اور باغ میں بیٹھے ہوں اور موسم بہار ہو اُس وقت اہل نشاط شراب پیا کرتے ہیں اور ساقی سے اُس کی درخواست کیا کرتے ہیں پس یہ کلام بطور تمثیل کے ہے کہ جب شراب محبت کا موقع میسر ہے یعنی طالب کو فرصت بھی ہے قوت بھی ہے تو مرشد سے درخواست کرنا چاہیے کہ وہ توجہ تعلیم طریق محبت و معرفت میں توقف نہ فرماویں اور تقاضا کر کے اس میں مشغول ہونا چاہیئے ؎

معنی آب زندگی و روضۂ ارم	جز ظرف جویبار و مئے خوشگوار چیست

یہاں آب زندگی اور روضہ ارم سے مراد بہشت اور اسکی نعمتیں نہیں کہ اس مراد لینے میں نفی یا تحقیر اُن کی لازم آتی ہے وہما باطلان بلکہ مطلب یہہ ہے کہ آب حیات جو مشہور ہے جیسا کہ بعض روایات غیر مرغوبہ سے اس کا وجود ثابت ہوتا ہے اور اسی طرح روضہ ارم جو عوام کی زبان زد ہے کہ شداد نے بنایا تھا جس کا کسی دلیل صحیح سے وجود ثابت نہیں یہہ دونوں چیزیں زیادہ رغبت کے قابل نہیں بلکہ حقیقی آب حیات اور حقیقی روضہ ارم جو قابل تحصیل ہے مجلس اہل اللہ کی جسکو طرف جو یار کہدیا جو موقع ہوتا ہے شراب پینے کا اور محبت الٰہیہ ہے جسکو مے خوشگوار سے تعبیر کر دیا ؎

ہر وقت خوش کہ دست دہد مغتنم شمار	کس را وقوف نیست کہ انجام کار چیست

یعنی ذکر و طاعت کیلئے جو حصہ عمر کا مل جاوے غنیمت سمجھو شاید انجام کار میں یہہ فرصت نہ ملے کما فی الحدیث اغتنم خمسا قبل خمس اور انجام سے مراد احتمال سوء خاتمہ نہیں ہے کہ اس صورت میں یہہ حکم سابق کی علت نہ بن سکیگا۔

پیوند عمر بستہ بنوئے ست ہوشدار	ہمخوار خویش باش غم روزگار چیست

بموسبتہ بودن کنایہ از بے ثباتی۔ مطلب ظاہر ہے کہ دوسروں کی فکر میں کیوں لگے اپنی فکر کرو کہ عمر کا کچھ اعتبار نہیں کبھی یوں ہی ختم نہ ہو جاوے اور دوسروں کی فکر سے جو مما نعت کی اگر مراد اس سے فکر فضول یا فکر معصیت مثل آزار رسانی و غیبت و اعتراض وغیرہ ہے تب تو ظاہر ہے اور اگر فکر راحت رسانی و خیر خواہی ہے تو بھی شاغل غیر صاحب تمکین کو مضر و مشوش قلب ہے البتہ جو فرد اس کی واجب ہے وہ خود مشغل موجب قرب ہے اور مستثنیٰ ہے ؎

راز درون پردہ ز رندان مست پرس	ای مدعی نزاع تو با پردہ دار چیست

راز درون پردہ راز باطنی۔ و مدعی مراد ظاہر پرست یعنی جو اسرار باطنہ متعلق مشاہدہ و ذوق و وجدان کے ہیں اُن کی خبر اہل حال ہی کو ہوتی ہے اہل ظاہر کا انکار کرنا اور اُن سے الجھنا محض لغو حرکت ہے البتہ اگر سمجھ میں نہ آوے نہ تصدیق کرے نہ تکذیب کرے ہاں اگر دلیل شرعی یا دلیل عقلی قطعی کے خلاف ہو تو اعتقاد اُس دلیل کے موافق رکھے اور اہل حال کے کلام کو منصرف عن الظاہر سمجھے گو توجیہ انصراف کی بالتعیین سمجھ میں نہ آوے لیکن اگر وہ شخص خود علامات صدق سے عاری ہے تو اس پر انکار واجب ہے اور علامات ملفوظات اکابر میں مذکور ہیں ؎

مستور و مست ہر دو ز یک قبیلہ اند	ما دل بعشوہ کہ دہیم اختیار چیست

مستور انکہ بروے سلوک غالب باشد و مست آنکہ بر وجذب غالب باشد مطلب یہہ کہ دونوں قسم کے شیوخ و عرفاء الیصال الی اللہ میں مشترک ہیں پھر علماء یا عملاء ہم کس کو ترجیح دیں کہ ایک کو افضل سمجھیں یا ایک سے فیوض لیں ہمارا کچھ اختیار نہیں جہاں حق تعالےٰ کو نفع دینا مقصود ہوگا اُدھر ہی مناسبت اضطراریہ پیدا ہو جاوے گی اور نفع حسب استعداد حاصل ہو جاوے گا اشارہ اس طرف ہے کہ طالبین کو ان ترجیحات و تفضیلات میں مشغول نہ ہونا چاہیئے جیسا کہ اکثر بوالفضول ایسے مباحث میں رہتے ہیں اور کام کچھ بھی نہیں کرتے ؎

تفضیلت مجلس اہل اللہ

تفضیل بعض اذکار و اوراد بر بعض دیگر

تفضیل بعض اشخاص بر بعض دیگر

تفضیل بعض تصنیفات بر بعض دیگر

سہو و خطای بندہ چو گیرند اعتبار		معنی عفو و رحمت پروردگار چیست	

سہو و خطا سے مراد اگر معنی متبادر ہوں تب تو کچھ اشکال ہی نہیں خود نص موجود ہے رفع عن امتی الخطاء والنسیان اور اگر کنایہ مطلق ذنوب سے لیا جاوے تو مراد نفی مطلق اعتبار کی نہیں لا نہ خلاف النص بلکہ اعتبار بمعنی موثریت تامہ کی نفی ہے جیسا معتزلہ کا مذہب ہے کہ ذنوب پر تعذیب ضروری ہے اور عفو ممتنع ہے پس اسکا رد مقصود ہے اور اصل فساد اُن کے مذہب میں عقل کے حاکم مستقل ماننے سے پیدا ہوا ہے پس اس شعر میں تعلیم ہوگی تصحیح عقاید کی جو کہ شرائط سلوک سے ہے اور ساتھ ہی ساتھ تقویت رجاء بھی ہے جو کہ اخلاق مفروضہ و مقامات مہمہ سے ہے ؎

زاہد شراب کوثر و حافظ پیالہ خواست		تا در میانہ خواستہ کردگار چیست	

مطلب یہ نہیں کہ ان میں ایک موصل ہے ایک غیر موصل بلکہ موصل تو دونوں ہیں کیونکہ کوثر سے مراد طریق ابرار اور پیالہ سے مراد طریق عشاق ہے پس مطلب یہ ہے کہ ہر شخص اپنے مذاق کے موافق ایک طریق وصول کا تجویز کرتا ہے مگر یہ خدا ہی کو معلوم ہے کہ تربیت کس طریق سے مناسب ہوگی ؎

غزل

ما ہم ایں ہفتہ شد از شہر و ز چشم سالی ست		حال ہجران تو جہ دانی کہ چہ مشکل حالی ست	

اگر عشق حقیقی کے متعلق اس شعر کو کہا جاوے تو محمول ہوگا حالت قبض و استتار تجلیات و انقطاع واردات پر اور شہر کنایہ ہوگا قلب سے اور دانی میں خطاب ہوگا منکر و معترض کو حاصل معنی یہ ہوگا کہ پریشانی ہجر کے غلبہ میں جو کچھ اقوال یا افعال حد عقل سے خارج مجھ سے سرزد ہو گئے منکر کیا اعتراض کرتا ہے اس کو کیا معلوم کہ حالت ہجر کیسی صعب حالت ہے میں چونکہ آجکل مبتلائے ہجر ہوں اس لئے پریشان ہوں منکر پر یہ حالت گذری نہیں وہ کیا جانے ؎

مردم دیدہ ز لطف خ او در رخ او		عکس خود دید و گمان کرد کہ مشکین خالی ست	

ترجمہ لفظیہ کی تقریر یہ ہے کہ محبوب کا رُخ ایسا روشن اور تابان ہے کہ اُس رخ کی رخشانی اور تابانی کی وجہ سے جو اُس رُخ میں پُتلی کا عکس پڑا تو اپنا عکس اُس میں دیکھکر اُس عکس کی نسبت یہ سمجھا کہ یہ اسی رُخ پر مشکیں خال ہے۔ اور بیان اشارت مردم دیدہ کنایہ ہے مکاشفہ سے بمناسبت صفت رویت کے اور رُخ سے مراد ذات حق اس لئے کہ رُخ ترجمہ ہے وجہ کا اور وجہ کی تفسیر ذات ہے اور ذات کا لطیف و جمیل ہونا ظاہر ہے اور عکس سے مراد تجلی جو ممکنات کو حاصل ہے اور یہ امر معلوم و مسلم ہے کہ مبدأ ظہور جمیع اشیاء کا کہ موجود ہو ظلی ہیں ذات حق ہے اُس مبدائیت و سببیت کی مناسبت سے مجازاً ذات کو محل انعکاس صور قرار دیکر رخ کہدیا کیونکہ آئینہ بھی بعض مراتب خاصہ ظہور کا مبداء و سبب ہوتا ہے اور مشکین خال سے مراد صفات متعلقہ بذات حق ہیں جیسا خال متعلقات خاصہ رخ سے ہوتا ہے حاصل یہ ہوا کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ غلبہ حال یا اثر اشغال سے مکاشف اپنے لطائف روح وغیرہ کے انوار مشاہدہ کرتا ہے اور اُن کو براہ غلط انوار حق سمجھتا ہے اور ہر چند کہ دوسرے مکنونات ملکوتیہ کے بارہ میں بھی ایسی

غلطی ہوتی ہے لیکن انسان چونکہ اشرف المخلوقات ہے اور اس کی روح و دیگر بعض لطائف کو کہ ذاتاً یا اعتباراً علی اختلاف الاقوال مغائر روح ہیں ذات حق تعالےٰ سے بوجہ تشابہ بعض صفات مثل اطلاق و تجرد و تنزہ عن قید الہیولی کے مناسبت زائد ہے اس لئے ایسی غلطی ان کے بارہ میں زیادہ اور اکثر ہوتی ہے اور اسی لئے مصرعہ ثانیہ میں عکس خود دید میں اسکی تخصیص کی پس وجہ اس غلطی کی بیان فرماتے ہیں کہ ذات حق سبحانہٗ ظہور ہے ان مرئیات کا اور اس مبدائیت کے سبب ربط خاص و مناسبت خاصہ ہے درمیان ذات آوان مرئیات کے پس بعض احیان میں اس مناسبت کا انکشاف غالب اور تغائر و تمائز کی جانب مغلوب بوجہ شدت سکر یا قلت علم کے ہو کر ایسی غلطی ہو جاتی ہے کہ اس کو وجود قدیم سمجھتا ہے اور وہ وجود فعلی ہوتا ہے پس اس میں تنبیہ ہے سالک کی غلطی پر کہ گمراہ نہ ہو جاوے جیسا بایزید رح کا قول مشہور ہے کہ تیس برس تک روح پر دھوکہ کھا رہا ہے

ایکہ انگشت نمائی بکرم در ہمہ شہر	وہ کہ در کار غریبان عجبت ہا لی ست

سہل یہہ ہے کہ مرشد کو مخاطب کہا جاوے کسی قرینہ سے اس پر گمان کم التفاتی کا ہو گیا ہے کما مر فی توجیہ مشرح الاشعار العدیدۃ غیر مرۃ۔

ہیچکد شیر ہنوز از لب ہیچون شکرش	گرچہ در عشوہ گری ہر مژہ اش قتالی ست

ترجمہ لفظی کا حاصل یہہ ہے کہ اگرچہ فن عشوہ گری میں اس کی ہر مژہ قتال ہے لیکن ابھی وہ کم سن ہے کہ اس کے لب سے ہنوز دودھ ٹپک رہا ہے یعنی گویا دودھ بھی نہیں چھٹا خلاصہ یہہ کہ کم عمری ہی میں غضب اور ستم ڈھا رہا ہے اور طبلان اشارت مصرع اولیٰ اشارہ ہو سکتا ہے صفات جمال کی طرف اور مصرعہ ثانیہ صفات جلال کی طرف یعنی گو قاہر ہے مگر لطیف بھی ہے پس سالک کو ظہور صفات جلال کے وقت رجا منقطع نہ کرنا چاہئے اور یہہ تعبیر خاص ہیچکد شیر الخ اشارہ ہو سکتا ہے فان الآن کما کان کی طرف کہ اس میں تغیر محال ہے

بعد از نیم نبود شائبہ در جوہر فرد	کہ دہان تو دریں نکتہ خوش استدلالی ست

مدلول لفظی ظاہر ہے کہ دہن کا غایت کوچک ہونا بیان کرتے ہیں کہ متقسم بھی نہیں جس سے جوہر فرد کے وجود پر استدلال ہو سکتا ہے اور طبلان اشارت دہان سے مراد کلام نفسی ہو سکتی ہے اور حاصل یہہ ہوگا کہ جب دلائل حقہ سے وجود کلام نفسی کا جو کہ ایک صفت لبسیط غیر متجزیہ ہے ثابت ہے باوجود اس کے وہ مبدأ کلام لفظی متجزی کا ہے پس اسطرح اگر جوہر فرد لبسیط مبدأ ہو جاوے جسم مرکب کا تو کیا بعید ہے گو دونوں مبدائیت میں تفاوت ہو کہ ایک جگہ سببیہ و مسببیہ کے طور پر ہے اور ایک جگہ جزو اور کل کے طور پر۔ پس یہہ استدلال ہے ایک نظیر سے دوسری نظیر پر بطور تمثیل کے اور گو ظاہراً صفت کلام سے اثبات کرتے ہیں جوہر فرد کا مگر قصداً جوہر فرد سے اثبات کرتے ہیں صفت کلام کا مبالغۃً قلب کر دیا کما قالوا فی قولہ تعالیٰ انما البیع مثل الربا پس مقصود شعر ہذا سے رد ہے حکماء و معتزلہ پر اور احقاق ہے اہل سنت و جماعت کا اور اس میں تعلیم ہے سالک کی کہ عقائد اہل سنت کے اختیار کرے کہ شرط اول ہے وصول الی المقصود کی۔ واللہ اعلم باسرار عبادہ۔

مژدہ داد ند کہ برما گذرے خواہی کرد	نیت خیر مگردان کہ مبارک فالی ست

مدلول لفظی ظاہر ہے اور بلسان اشارت یہہ معنی ہوسکتے ہیں کہ آثار لطف سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمپر عنایت و رحمت کی جاویگی تو اس ارادہ کو بدلئے گا نہیں اور اس سے یہہ لازم نہیں آتا کہ ارادہ قدیمہ بدلا جاتا ہے بلکہ اصل یہہ ہے کہ تعلق ارادہ کا کہ حادث ہے مشروط ہوتا ہے بعض شرائط کے ساتھ اور حوادث میں تبدیل ممکن ہے مثلاً کسی نے اطاعت کی اس کے ساتھ ارادۂ رحمت کا تعلق ہوگیا ہے کسی معصیت کی اس کے ساتھ ارادۂ غضب کا متعلق ہوگیا اسیطرح عمر بھر ہوتا رہتا ہے پھر خاتمہ ایک پر ہوجاتا ہے تو واقع میں صفت میں تبدیل نہیں ہوئی بلکہ عبد کی حالت میں ہوئی کہ اس پر فعل حق میں کہ حادث ہے تبدیل ہوئی پس مطلب یہہ ہوا کہ ہماری مدد فرما کہ ہماری حالت متغیر نہ ہو جس سے آپ اپنا فعل بدل دیں کما قال تعالیٰ ربنا واٰتنا ما وعدتنا علیٰ رسلك ولا تخزنا یوم القیامة انك لا تخلف المیعاد ای اجعلنا اهلا لوعدك لا ان خلف الوعد محتمل تعالیٰ عن ذلك۔

تعلیم دعائے استقامت

گوہ اندوہ فراقت بچہ حیلت باکشد	حافظ خستہ کہ از نالۂ تنش چون نالیست

ناچنہ ہاریہ از سیان قلم وقت ترا شیدن برآید کذا فی الحاشیۃ مقصود بیان کرنا اپنی عجز و درماندگی کا ہے جلب ترحم کے لئے و ہذا کقولہ تعالےٰ ربنا ولا تحملنا ما لا طاقة لنا به اور اس میں تعلیم ہے التجا و تضرع و استمداد و استعانت کی اور نہی ہے استبداد و دعوی و وثوق علی العمل والنفس سے۔ فقط

تعلیم التجا و تضرع و استمداد

غزل

صحن بستان ذوق بخش و صحبت یاران خوش ست	وقت گل خوش باد کز وی وقت میخواران خوش ست
از صبا ہر دم مشام جان ما خوش می شود	آرے آرے طیب انفاس ہوادا ران خوش ست

یہہ اشعار حالت بسط کے معلوم ہوتے ہیں۔ صحن بستان سے مراد قلب کہ منبت و محل واردات کا ہے اور گل سے مراد وارد کہ سبب ہے بسط کا۔ اور یاران سے مراد اپنے ہم مشرب و ہم طریقہ اصحاب جنکی صحبت سے حالت بسط میں بسط کو ترقی ہوتی ہے اور دعاء دینا گل کو مجاز ہے طلب ترقی واردات سے اور صبا سے مراد مرشد و طیب انفاس ہوادا ران سے مراد کلمات طیبہ و ملفوظات مشائخ و مربین کے جن سے روح میں فرحت اور وارد میں قوت ہوتی ہے اب سب مطلب ظاہر ہے ؎

ناگشودہ گل نقاب آہنگ رحلت ساز کرد	نالہ کن بلبل کہ گلہانگ دل افگاران خوش ست

تعلیم ذوق بسط

یہہ شعر قبض بعد بسط پر منطبق ہوسکتا ہے یعنی ابھی بسط اپنے کمال کو بھی نہ پہونچا تھا کہ زوال پذیر ہونے لگا عاشق کو نالہ زاری کرنا چاہیے کہ خستہ دلوں کی فریاد نافع ہے کہ زاری و ذلیل شکستگی ہے جو فی نفسہ حالت محمودہ ہے اور نیز بعض اقسام قبض تضرع و التجا سے زائل ہوجاتے ہیں ؎

مرغ شبخوان زابشارت باد کاندر راہ عشق	دوست را با نالہ شبہای بیداران خوش ست

شعر بالا کے مصرعہ ثانیہ کا جو حاصل ہے وہی حاصل ہے اس تمام شعر کا ہے اور مرغ شبخوان سے مراد عاشق شبخیز

گرچہ در بازار و سرا زخوشدلی جز نام نیست		شیوۂ رندی و خوش باشی عیاران خوش ست	
از زبان سوسن ایں آوازہ ام آمد بگوش		کاندریں ویرانہ سکسارا ن خوش ست	
حافظا ترکِ جہان گفتن طریق خوش دلی ست		تا نہ پنداری کہ احوال جہانداران خوش ست	

ان سب اشعار کا حاصل ایک ہی ہے کہ عالم میں اگر کسی کو حیات طیبہ و حلاوت روحانی میسر ہے تو صرف آزاد و مشاق کو جو ماسوی اللہ سے قطع تعلق کر چکے ہیں اور انقال و احمال تعلقات سے سبک ہو چکے ہیں ورنہ امرا وغیرہ کو خوشدلی محض نام ہی کی ہے۔ اور رسوں کی تخصیص اس لئے کہ اس کی تشکل زبان کی سی ہوتی ہے اور آزد کہلاتا ہے ۵۰

غزل

در دیر مغان آمد یارم قدحے در دست		مست از مئی و میخواران از نرگس مستش مست	

قدحے در دست کنایہ از ساقی و مفیض بودن۔ دست از مئی کنایہ از مستغنی بسبب صفت کبریا مست بودن میخواران از نرگس مست کنایہ از طریان بخودی از تجلی ذات غنی او غالباً یہ شعر حالت بسط کا ہے یعنی میرے محبوب نے اس صفت کے ساتھ مجھ پر تجلی فرمائی اور میں اُس وقت محو ہو گیا جیسا کہ میخوار اس حالت میں محو ہو جاتے ہیں اور وجہ اس کی یہ ہوتی ہے کہ وارد جدید جب قلب پر آتا ہے قلب کو ایک گونہ حیرت ہوتی ہے یہ بھی ایک درجہ محویت کا ہے اور مست از مئی میں اشارہ اسطرف کر دیا کہ تجلی بسط کی احتیاج متجلی کی وجہ سے نہیں ہوتی بلکہ تربیت متجلی علیہ کیلئے ہوتی ہے اس میں تعلیم ہے اس مسئلہ کی کہ لطف کا منشار احتیاج رب نہیں جیسا مخلوق کے لطف کا منشار یہی ہوتا ہے بلکہ احتیاج عبد ہے ۵۰

از لعل سمندا و شکل مہ نو پیدا		وز قد بلندا و بالای سمنو برست	

مصرعہ اولیٰ کنایہ ہے اس سے کہ ممکنات اپنے کمالات میں سب محتاج ہیں واجب کے۔ اور مصرعہ ثانیہ کنایہ ہے اس سے کہ سب ممکنات ناقص ہیں بالنسبۃ الی کمالات الواجب کے۔ اور مفردات مثل لعل سمند و قد بلند کا اثبات واجب کے لئے لازم نہیں آتا۔ ۵۰

آخر زچہ گویم ہست از خود خبرم چون نیست		از ہر چہ گویم نیست با او نظرم چون ہست	

مصرعہ اولیٰ میں ہست اور نیست کا مرجع خبر ہے۔ اور مصرعہ ثانیہ میں نیست اور ہست کا مرجع نظر ہے اور ہست اول و نیست اول میں اضمار قبل الذکر اس لئے نہیں کہ وہ چون کی جزا میں واقع ہوا ہے اور جزا رتبۃً موخر ہے شرط سے پس اضمار بعد الذکر ہوا۔ مطلب یہ کہ مجھ سے اگر التفات بہ نفس خود کا سوال کیا جاوے تو ہست نہیں کہہ سکتا اور اگر التفات بمحبوب کا سوال کیا جاوے تو نیست نہیں کہہ سکتا۔ اسمیں تعلیم ہے کہ محبت کا حق یہ ہے کہ صرف محبوب نظر میں رہجاوے اور ماسوی نظر سے نکل جاوے حتیٰ کہ اپنی ذات کی طرف بھی التفات نہ رہے و نعم ما قیل۔ ۵۰

ہو فنا ذات میں کہ تو نہ رہے ۔ تری ہستی کی رنگ و بو نہ رہے ۔ اور مصرعہ اولیٰ میں لفظ جزا اور مصرعہ ثانیہ میں لفظ نظر تفنن ہے اور ممکن ہے کہ وجہ اسکی یہ ہو کہ خبر تو تصور مع الحکم ہے اور نظر بالمعنی اللغوی تصور ساذج ہے اور علم اول مفصل ہے بہ نسبت علم ثانی کے اور ظاہر ہے کہ اپنا علم تو انسان کو تفصیلاً ہو جاتا ہے اور ذات باری تعالیٰ کا اجمالاً

کما قیل ؎ ای برتر از قیاس و گمان و خیال و وہم الخ گو اجمال یعنی تصور ساذج نہیں بلکہ وہ تصور مع الحکم ہے مگر اس تصور مع الحکم کو نفس اجمال میں تشبیہ تصور ساذج کے ساتھ دیدی گئی اور نظر کہدیا۔ اور بعض اوقات اس حکم سے بھی ذہول ہوتا ہے اور ساذج بمعنی تصور لا بشرط شی ہوتا ہے گو ساذج بشرط لا شی نہیں ہوتا خوب سمجھ لو۔

چون شمع وجود من شب تا بسحر خود را	می سوخت چو پروانہ تا روز بانشست

شمع وجود مبتدا وی سوخت خبر و مجموعہ شرط و تا روز الخ جزا یعنی جب میرے شمع وجود نے شب میں سحر تک اپنے کو پروانہ کی طرح جلانا شروع کیا تو دن نکلتے تک اُس نے تقاعد نہیں کیا۔ حاصل یہہ کہ میری ہستی نے فناء با نفشانی کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اس میں اشارہ ہے کہ عاشق کو فنا میں کسل و تردد نہ چاہیئے۔ ونعم ما قیل ؎ مترس از محبت کہ خاکت کند بہ کہ باقی شوی چون ہلاکت کند ؎

شمع دل و مسازان بنشست چو او برخاست	افغان ز نظر بازان برخاست چو او بنشست

و مساز موافق و محب۔ اس شعر کی دو توجیہیں ہو سکتی ہیں باعتبار اختلاف معنی برخاست و بنشست کے جو کہ منسوب ہے محبوب کی طرف اگر برخاست کے معنی آہنگ رفتن اور بنشست کے معنی ترک رفتن کے ہوں تب تو یہ معنی ہونگے کہ جب محبوب نے ارادہ جانے کا کیا تو غایت حزن کی وجہ سے محبوں کا شمع دل گل ہو گیا یعنی اُن کے قلوب افسردہ ہو گئے اور جب اُس نے بیٹھ جانے کا ارادہ کیا تو غایت شوق سے خوشی کے نعرے مارنے لگے اور اگر برخاست کے معنی بنظر آمد کے ہوں اور بنشست کے معنی پنہان شدن کے ہوں کیونکہ کھڑے ہو جانے سے سب اہل مجلس دیکھنے لگتے ہیں اور بیٹھ جانے سے اہل مجلس کی نظر سے خفا رہو جاتا ہے تو یہہ معنی ہونگے کہ جب محبوب نمودار ہوا تو عشاق اُس کے غلبہ آثار دیدار سے محو ہو گئے اور جب وہ پنہان ہو گیا تو در ہجر سے شورش و نالہ میں مبتلا ہو گئے مجموعہ توجیہین کے اعتبار سے تجلی و استتار کے آثار مختلفہ کا بیان ہو جاوے گا علی اختلاف احوال الطالبین یعنی کبھی ظہور و تجلی سے شوق اور استتار و غیبت سے حزن ہوتا ہے و ہذا حاصل التوجیہ الاول اور کبھی تجلی و ظہور سے محویت و سکر اور استتار و غیبت سے اضطراب و بیتابی و آہ نالہ ہوتا ہے فافہم حق الفہم۔ ؎

گر غالیہ خوشبو شد در گیسوی او آویخت	ور دو سمہ کمان کش شد با ابروی او پیوست

غالیہ خوشبوی مرکب کہ در گیسو بالند۔ دو سمہ نیل کہ بر جبین متصل با ابرو کشند و مراد از غالیہ دو سمہ یا معنی حقیقی ست کہ از اعیان ست و یا معنی مجازی از اسلام و کفر کہ از اعراض ست و آویختن و پیوستن عبارت از ارتباط گیسو و ابرو کنایہ از صفات مختلفہ محبوب۔ مطلب یہہ کہ جتنے اعیان و اعراض ہیں سب کو محبوب کے صفات مختلفہ سے ارتباط ہی کہ صفات ظاہر اور علل او و مکونات مظاہر اور معلولات ہیں۔ اس میں تعلیم ہے توحید افعالی کی ؎

باز ای کہ باز آید عمر شدہ حافظا	ہر چند کہ ناید باز نیتر سے کہ بشد از شست

اسمیں التجاء و طلب ہے توجہ و لطف محبوب کی کہ اس سے توفیق اعمال و مجاہدہ کی ہو گی جس سے عمر ضائع شدہ در جزاء کا تدارک ہو جاوے گا گو وقت گذشتہ ہاتھ نہیں آیا کہ اُسی کی بعینہ اصلاح ہو سکے لیکن عمر آئندہ کی اصلاح عمر گذشتہ

کے فساد کا حسب وعدہ صادقہ رافع و مکفر ہو جاتا ہے۔ اسمین تسلیم ہے توبہ کی اور اس کی کہ اس کی توفیق بھی حق تعالےٰ ہی سے چاہے اپنے عزم وسعی پر اعتماد نہ کرے۔ ؎

غزل

گل در بر و می در کف و معشوقہ بکام ست		سلطان جہانم بہ چنین روز غلام ست	

یہ شعر حالت بسط کا ہے یعنی گل مقصود آغوش مین ہے۔ اور نشاط وانبساط دستیاب ہے اور محبوب کا معاملہ حسب مراد ہے پس دنیا کے سلاطین بھی ایسے وقت مین ہمارے سامنے مثل غلامان کے ہیچ و ناچیز ہین کہ یہ دولت اُن کو بھی میسر نہین۔ ؎

گو شمع میارید درین بزم کہ امشب		در مجلس ما ماہ رخ دوست تمام ست	

یعنی جب ہماری مجلس قلب مین محبوب کی تجلیات تمام وکمال کے ساتھ ہین تو ہم کو اس ظاہری شمع و روشنی کی ضرورت نہین۔ اشارہ اسطرف ہے کہ تنویر قلب کی کوشش چاہیئے تزئین ظاہری مین منہمک نہو۔ ؎

در مذہب ما بادہ حلال ست ولیکن		بے روی تو ای سرو گل اندام حرام ست	

بادہ سے مراد شورش و مستی و وجد کہ غلبہ حال سے ہو اور مذہب ما کی تخصیص اسلیئے کہ اہل ظاہر تو علی الاطلاق اس کو بوجہ عدم وجدان کے ریا رو ناجائز جانتے ہین پس ارشاد ہے کہ یہ حالت ہمارے نزدیک حلال تو ہی مگر جب کہ منشاء اسکا غلبہ حال ہو ورنہ اگر خالی ریا ہے تو ہمارے نزدیک بھی حرام ہے۔ ؎

گو شم ہمہ بر قول نے و نغمہ چنگ ست		چشمم ہمہ بر لعل لب و گردش جام ست	

قول نے و نغمہ چنگ کنایہ از سخنان عشق۔ و لعل لب و گردش جام کنایہ از تجلیات کہ بستی آرد۔ یعنی میرا تمام تر مقصود و منتہای مرام محبت الٰہی ہے خواہ اُسکے مناشی ہون جیسے سخنان عشق یا اُس سے ناشی ہون ؎

در مجلس ما عطر میامیز کہ جان را		ہر لحظہ ز گیسوی تو خوشبوی مشام ست	
از چاشنی قند مگو ہیچ و ز شکر		زان رو کہ مرا با لب شیرین تو کام ست	

ان دونون شعر کا وہی حاصل ہے جو اس غزل کے شعر دوم کا حاصل ہے اور ان دونون شعر مین صنعت التفات ہے کیونکہ میامیز اور مگو کا مخاطب اور ہے اور گیسوی تو اور لب شیرین تو مین خطاب محبوب کو ہے چنانچہ بعض نسخون مین بجائے میامیز کے میار یدا اس التفات کا موئد ہے۔ ؎

تا گنج غمت در دل ویرانہ مقیم ست		ہیوستہ مرا گنج خرابات مقام ست	

گنج غم مراد عشق و گنج خرابات مقام محو و فنای صفات بشریہ و معنی ظاہر ست۔ اسمین ارشاد اس طرف ہو سکتا ہے کہ محو و فنا لوازم عشق سے ہے اگر یہ لازم متحقق ہو تو حصول عشق کے زعم مین نہ رہے کہ وہ خیال محض ؎

از ننگ چہ گوئی کہ مرا نام ز ننگ ست		وز نام چہ پرسی کہ مرا ننگ ز نام ست	

حاصل مطلب ظاہر ہے کہ مجھ کو ننگ سے فخر و رفعت ہے اور فخر و رفعت سے ننگ ہے۔ اس شعر کا مضمون گویا

متفرع ہے شعر سابق کے مضمون پر اور اس کلیہ کی ایک جزئی ہے یعنی عشق مین نخوت و ناموس کا فنا ہو جانا چاہیئے کما قال الرومی رح ؎ ای دوای نخوت و ناموس ما ۔ ای توافلاطون و جالینوس ما ۔ ؎

می خوارہ و سرگشتہ و رندیم و نظر باز	وان کس کہ چو مانیست درین شہر کدام ست

اس کی ایک توجیہ تو ظاہر یہ ہے کہ گو ہماری حالت قابل ملامت ہو مگر اورون کی بھی ہو اتنا فرق ہو کہ ہم مین ریا نہین اور لوگ ریا سے اپنے کو صالح بنائے ہوئے ہین۔ اور یہ باعتبار اکثر کے کہا اور واقعی یہی قصہ مشاہد ہے۔ اور اسمین اشارہ اسطرف ہوگا کہ اپنے عیب کو دیکھنا چاہیئے دوسرے کے عیوب پر نظر نہ چاہیئے۔ اور ایک توجیہ غامض یہ ہو کہ اگر ہم عاشق ہین تو کیا ہوا شہر مین ایک بھی اس سے بچا ہوا نہین ہے۔ گو بواسطہ کسی مخلوق کے سہی اور تفضیل اس کی یہ ہو کہ جو شخص جس چیز کا محب ہو آدمی کا یا جانور کا یا سیم و زر کا و کسی کمال کی وجہ سے ہے۔ اور وہ کمال مستفاد ہو کمال حق سے پس محبوب بالذات حق تعالی ہی ہے۔ گو محب کو بھی اسکی خبر نہو جیسے عاشق دیوار تابان حقیقت مین عاشق آفتاب کا ہے۔ گو اسکو اسکی خبر بھی نہو پس اسمین اشارہ ہوگا محبوب حقیقی کے منتہای کمالات ہونے کی طرف اور جاننا چاہیئے کہ ایسے بیخبر محب مقبول نہین کیونکہ انکا قبلہ توجہ تو مخلوق ہی ہے پس صرف وجود تعلق کا فی نہین تو اضطرارًا بلکہ اسکے ساتھ قصد تعلق بھی ضرور می ہے۔ اختیارًا۔ ؎

با محتسبم عیب مگویید کہ او نیز	پیوستہ چو ما در طلب عیش مدام ست

مدام شراب۔ یعنی محتسب سے میری کیا شکایت کرتے ہو وہ بھی ہماری ہی طرح مبتلای بیخواری و عشق ہے اسکا مفہوم بھی شعر بالا کے مفہوم کلی کا ایک جزئیہ ہے۔ بای المعنیین اخذت۔

حافظ منشین بے می و معشوقہ زمانے	کایام گل و یاسمن و عید صیام ست

عید صیام عید الفطر۔ چونکہ اجتماع اشیاء مذکورہ مصرعہ ثانیہ عادۃً موقع ہے مسادمت و مصاحبت محبوب کا اسلیئے حاصل معنی بطور کنایہ کے یہ ہوا کہ آب حیات و صحت و شباب و فراغ کلًا یا بعضًا کو مغتنم سمجھو اور ذکر و محبت کا ذخیرہ جمع کرو۔

غزل

اگر بلطف بخوانی مزید الطاف ست	وگر بقہر برانی درون ما صاف ست

ترجمہ ظاہر ہے۔ مقصود یہ ہے کہ عبد کا کسی حالت مین کوئی استحقاق نہین جیسا معتزلہ کا مذہب ہے پس لطف و بسط پر شکر اور بحر و قبض پر تفویض محض چاہیئے۔ ؎

بیان وصف تو گفتن نہ حد امکان ست	چہ اکہ وصف تو بیرون ز حد و صاف ست

یہ شعر حاصل مضمون لا احصی ثناء علیک کا ہے جیسا شعر اول میں عبد کے حق کی نفی تھی اسمین حق تعالی کے حقوق کا غیر متناہی ہونا بیان کیا گیا ہے تاکہ ہر واحد سے بالخصوص مجموعہ امرین سے حق تعالی کا وفور عطا اور بندہ کا قصور و خطا ثابت ہو جاوے اور اسکا استحضار عین وظیفہ سالک ہے۔ ؎

چو سر و سرکشی ای یار سنگدل با ما	چہ چشم ہاست کہ بر روی ما ز اطراف ست

بعض نسخون مین یہ شعر نہین ہے۔ اور غالبا نہ ہونا راجح ہے۔ کیونکہ کوئی اچھی توجیہ اسکی نہین بنتی۔ نیز محبوب حقیقی کو خطاب نہین ہوسکتا اور محبوب مجازی کا خطاب محبوب حقیقی کے خطابات مین متخلل ہونا بدنما معلوم ہوتا ہے اور ہونے کی تقدیر پر اسکی توجیہ مین شفا نہین ہوئی یہ خیال مین آتا ہے کہ محبوب مجازی کی شکایت ہے کہ تو توہم سے سرکشی کر رہا ہے۔ اور دوسرے لوگ ہماری طرف کس درجہ متوجہ ہین۔ پس تجھکو بھی ہمپر توجہ چاہیئے۔ واللہ تعالیٰ یحدث بعد ذلک امرا۔

زچشم عشق توان دید روی شاہد ما	کہ نور چہرۂ خوبان زقاف تا قاف ست

مطلب یہ کہ میرے محبوب کا حسن ایسا ہے کہ دوسرے محبوبون کا حسن اُسی سے مستفاد ہے گویا وہ اُن کے چہرہ کا نور ہے یعنی اُن کے چہرہ مین جو نور ہے وہ اصلی نہین ما بالعرض ہے اور اس ما بالعرض کا ما بالذات حسن محبوب حقیقی ہے پس کمال حسن تو ایسا ہے لیکن محبوبون کو جو ادراک نہین تو وجہ اس کی یہ ہے۔ کہ اُسکے لئے عشق و طلب شرط ہے۔ اور اُنمین شرط فائت ہے۔ ؎

زمصحف رخ دلدار آیتے برخوان	نہ این مقام مقالات کشف کشاف ست

این مقام سے مراد مقام عشق یعنی مباحث و کتب سے کام نہین چلتا بلکہ مطالعہ و مشاہدہ محبوب کا لازم ہے اور اس سے عبثیت علوم ظاہرہ کی لازم نہین آتی بلکہ مقصود اُنکی عدم کفایت کا بیان ہے جیسے کہا گیا ہے۔ درکنز ہدایہ توان یافت۔ خدارا۔ اور کشف بمعنی مشرح ہے اور لطافت اسمین یہ ہے کہ کشف ایک حاشیہ بھی ہے کشاف کا۔ اور بعض نسخون مین مصرعہ ثانیہ اسطرح ہے کہ آن بیان مقامات کشف و کشاف ست۔ اور معنی یہ ہونگے کہ وہ مصحف رخ دلدار خود ہی بیان مقامات کشف و کشاف کا ہے۔ یعنی جملہ ازان حاصل ست حاجت بکشف و کشاف ندارد اسکا حاصل بھی وہی ہے کہ اس مقام مین اسکی حاجت نہین مطلق احتیاج کی نفی نہین جیسے وضو نماز کے قبل ضروری ہے مگر عین نماز کے اندر کوئی وضو کرنے لگے ظاہر ہے کہ نماز نہوگی۔

عدو کہ منطق حافظ طمع کند در سر	ہمان حدیث ہمای و طریق خطاف ست

یعنی میرا مخالف جو طمع کرتا ہے۔ کہ نظم مین حافظ کی سی گویائی و فصاحت حاصل کرلون اسکی ایسی مثال ہے جیسے خطاف کہ ایک پرندہ بیقدر و منزلت سیاہ رنگ ادنیٰ درجہ کا ہے۔ اور اُسکو دطواط بھی کہتے ہین ہمائی مساوات کا دعویٰ کرنے لگے جو اعلیٰ درجہ کا پرندہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ناقصون کو کاملین کی مساوات کا دم مارنا نہ چاہیئے کہ رہزن سلوک ہے۔

غزل

مارا زخیال تو چہ پروای شراب ست	خم گو سر خود گیر کہ خمخانہ خراب ست

شراب سے مراد ظاہری شراب اور خم سے مراد بھی اسی کا ظرف۔ اور خمخانہ سے مراد اپنا خمخانہ یعنی وجود سالک کا مطلب یہ کہ اے محبوب آپ کے خیال اور ذکر مین جو مستی نقد وقت ہے اُس سے اس ظاہری شراب کی کوئی حاجت نہین کیونکہ یہ حلال اور دائمی اور وہ حرام اور عارضی اے مخاطب اس ظاہری خم سے

کہدو کہ اپنا رستہ لے ہمارے یہان اُسکا کچھہ کام نہین کیونکہ ہماری ہستی محبوب کے ذکر و محبت سے فنا ہوچکی ہے جس کا سکر اس سکر خم سے بدرجہا فائق ہے پھر مفضول سے کیا کام رہا اور اس سے یہ لازم نہین آتا کہ جسکو یہ سکر حقیقی حاصل ہو وہ محتاج شراب ظاہری کا ہے۔ اور یہ لازم اسلیئے نہین آتا کہ اُس حالت مین مانع شرعی تو موجود ہے۔ اور ایک مانع کا وجود بھی کافی ہے۔ اور حالت سکر حقیقی مین دو مانع ہین ایک مانع شرعی دوسرا وجود سکر حقیقی کا۔ اور اصل یہ ہے کہ مقصود بیان کرنا اکملیت سکر حقیقی کا ہے بہ نسبت سکر خمری کے تاکہ اُس کی تحصیل کی رغبت ہو پس باعتبار اس مقصود کے اُس لازم کے ورود کا شبہہ اور احتمال ہی نہین۔

اکملیت سکر حقیقی از سکر خمری

گر خمر بہشت ست بریزید کہ بے دوست	ہر شربت عذبم کہ وہی عین عذاب ست

شعر اول مین محبت و معیت آلہیہ کے مقابلہ مین لذات دنیا کا ہیچ ہونا مذکور تھا اور اس شعر مین بدون اس محبت و معیت کے صورت طاعات دینیہ کا کہ عبادت ریائی ہے ہیچ ہونا مذکور ہے۔ کیونکہ عبادت ریائی مین یہی کمی ہوتی ہے کہ معیت آلہیہ و خلوص نیت نہین ہوتا اور چونکہ عبادت فی نفسہ سبب ہے خمر بہشت کا اسلیئے اُسکو اس عنوان سے تعبیر کیا گو عارض ریا کے سبب یہ سببیت نہین رہتی۔ ؎

افسوس کہ شد دلبر و در دیدۂ گریان	تحریر خیال خط او نقش بر آب ست
بیدار شو ای دیدہ کہ ایمن نتوان بود	زین سیل دمادم کہ درین منزل خواب ست

منزل خواب دنیا کہ محل غفلت ست۔ و سیل دمادم حوادث و کاروبار دنیا کہ درہم دین بمنزلہ سیل ست شعر اول حالت قبض کا معلوم ہوتا ہے اور دوسرا شعر عام نصیحت کا کہ اُس حالت قبض کے بھی متعلق ہوسکتا ہے اور دوسرے خالات کے بھی۔ مطلب یہ کہ محبوب سے غیبت اور مفارقت ہوگئی مگر خیال اُسکا باقی ہے۔ اور چونکہ خیال کا اثر چشم پر بھی ہوتا ہے۔ اور اسمین اشک بھر رہے ہین اسلیئے شاعرانہ لطافت سے تعجبا اُس کو نقش بر آب سے تعبیر فرمایا اور مقصود اس سے اُسکا سرعت زوال بیان کرنا نہین ہے کما فہموا۔ آگے فرماتے ہین کہ دُنیا مین غفلت نہ چاہیئے کہ غفلت موجب خسران و مورث حرمان ہے چنانچہ بعض اوقات اسی غفلت سے معصیت اور معصیت سے قبض ہوجاتا ہے۔ ؎

تقریر ترک غفلت

معشوقہ عیان میگذرد بر تو و لیکن	اغیار ہمی بینند ازان بستہ نقاب ست

فاعل بینند ضمیر راجع بمعشوقہ و اغیار مفعول بینند یعنی محبوب کی تجلی ظاہر ہے لیکن چونکہ وہ اغیار کو بھی دیکھہ رہا ہے۔ اسلیئے بطون کا نقاب باندھہ رکھا ہے۔ احقر کے مذاق مین اسمین بیان ہے اسکی حکمت کا کہ دُنیا مین جو ظہور محض نہین ہے جیسا آخرت مین ہوگا بلکہ ممزوج بالبطون ہے حاصل حکمت کا یہ ہوا کہ چونکہ دُنیا مین کفار بھی ہین اور اُنکو ابتلاءً مکلف کیا ہے۔ ایمان بالغیب کا پس اگر انکشاف تام ہوجاتا تو ایمان اضطراری ہوجاتا اور وہ خلاف ابتلا رہتا۔ اسلیئے انکشاف تام نہین ہوا اور ہر چند کہ نفس ابتلا اہل ایمان کے لیے بھی ہے مگر چونکہ وہ قبل مشاہدہ ایمان لاچکے اسلیئے اُن کے حق مین یہ ابتلا بر خاص نہ تھا۔ اور اگر کہا جاوے۔ کہ صرف اہل ایمان کے لیئے

حکمت خفا ورود دنیا

انکشاف تام ہوجاتا ہے کے لئے عام نہوتا۔ اس کا جواب دوسرے قاعدہ مستقلہ سے حاصل ہوسکتا ہے وہ یہ کہ عادت الٰہیہ یہی ہے کہ اکثر احکام دنیویہ مشترک رہتے ہین۔ چنانچہ نزول بلیات وغیرہ مین مشاہدہ ہے اور اس سے یہ نہ سمجھا جاوے کہ آخرت مین باطن کے ساتھ موصوف نہوگا۔ بات یہ ہے کہ وہان کا بطون صرف مانع درک واحاطۂ حقیقت ہوگا مثل بطون دُنیا کے مانع انکشاف ومعائنۂ ذات نہ ہوگا۔

گل بر رخ رنگین تو تا لطف عرق دید	در آتش رشک از غم دل غرق گلاب است

احقر کے ذوق مین مقصود اس سے محض بیان کرنا ہے کمالات حادث کے بے حقیقت ہونے کا کمالات واجب کے سامنے ترجمہ ظاہر ہے۔ کہ جب سے گل نے محبوب کے رخ پر پسینہ کی لطافت دیکھی ہے غم اور رشک سے غرق ندامت مین ڈوب گیا۔ اُس کے عرق ندامت کو گلاب سے تعبیر کردیا۔ والبعد الشاسع حیث شبہوا مفردات الشعر بالا بتبادر الی الاذہان۔ ؎

در بزم دل از روی تو صد شمع بر افروخت	وین طرفہ کہ بر روی تو سد گونہ حجاب است

اس کا حاصل یہ ہے کہ محبوب عین تجلی مین مستتر اور عین ظہور مین باطن ہے۔ کہ ہر چند کہ قلب مین صدہا شمع اُسکی تجلیات وظہورات کی روشن ہین مگر پھر بھی ہزارون حجاب مانع ہین۔ زیادہ تفصیل شعر بالا کے قبل کے شعر معشوقۂ انچ کی شرح مین لکھی گئی ہے۔ ؎

سبز ست در و دشت بیا تا نگذاریم	دست از سر آبے کہ جہان جملہ سراب ست

گذاشتن ترک کردن۔ و در و دشت ہر دو بمعنی صحرا گنایہ از کائنات۔ یعنی تمام ہستی آیات و دلائل و منبہات سے پُر اور معمور ہے آؤ تاکہ کنارہ آب سے کہ اُس سے یہ سبزی ہے۔ دست بردار نہ ہون یعنی بصیرت و فکر سے کام مین۔ کہ وہی ذریعہ ہے استدلال بالآیات وعبرت وتذکر کا۔ آگے اُسکو علت سے موکد کرتے ہین کہ تمتعات دنیویہ تو محض ہیچ ہین ان سے دل بستگی مت کرو۔ اور بعض نسخون مین تا بگذاریم بار موحدہ سے ہے معنی یہ ہونگے کہ آؤ کنارہ آب پر ہاتھ گذار دین یعنی اُسپر قبضہ کرلین اور اُسکو حاصل کرلین جیسے بولتے ہین دست بر سر گذاشتن یعنی سر پر ہاتھ پھیرنا پس اس کا ترجمہ اس طرح ہوگا کہ کنارۂ آب پر سے ہاتھ کو گذار دین۔ لیکن غالبا یہ نسخہ غلط ہوگا کہ ارتکاب تکلف بارد کا کرنا پڑتا ہے۔

در کنج دماغم مطلب جای نصیحت	کاین حجرہ پر از زمزمۂ چنگ و رباب ست

مطلب یہ ہے کہ میرا دماغ آثار عشق سے پر ہے۔ اسمین ترک عشق کی نصیحت کی گنجایش نہین جیسا کہ خشک مزاج ظاہر پرست عشاق پر ملامت کرتے رہا کرتے ہین۔ ؎

راہ تو چہ راہ ست کہ از غایت تعظیم	دریای محیط فلکش ہیچو حباب ست

اسمین عظمت طریق وصول کی بیان کرتے ہین کہ دریای محیط فلک اُس طریق کا ایک حباب ہے یعنی فلک کی رفعت اور عظمت بھی اُسکے سامنے ہیچ ہے۔ اور ظاہر ہی ہے کیونکہ فلک کے طے کرنے سے وصول الی الملکوت

میسر ہوتا ہے ویسں اوس طریق کے قطع کرنے سے وصول الی اللہ نصیب ہوتا ہے وستان بین الملائکۃ ورب الملائکۃ ومالک رب الارباب۔ شاید مقصود اس سے امر ہو غایت مجاہدہ وسعی کا کہ مقصود عظیم کے لیے سعی بھی عظیم ہی چاہیئے پھر خواہ حصول فضل ہی سے ہو جاوے اور یہی ہوتا ہے۔ مگر ارادہ شرط ہے۔ ؎

بی روی دل آرای تو ای شمع دل افروز		دل رقص کنان بر سر آتش چو کباب ست	

یہ شعر حالت قبض پر بسہولت منطبق ہو سکتا ہے۔ اور آتش پر کباب کے الٹ پلٹ ہونے کو رقص سے تعبیر کیا گیا۔

حافظ چہ شد ار عاشق و رند ست و نظر باز		بس طور عجب لازم ایام شباب ست	

چہ شد جزای مقدم وار عاشق الخ شرط موخر و مصرعہ ثانیہ علت ہر دو ست و عاشق و رند و نظر باز کنایہ از غیر ضابط و شباب مراد ابتدای سلوک یا جوش عشق۔ مطلب یہ کہ حافظ جو غیر ضابط ہے۔ جسپر اسکو ملامت کیجاتی ہے۔ تو تعجب مت کرو کیونکہ ابتدار سلوک یا غلبہ عشق میں یہی طور ہوتا ہے۔ اور اسی حالت میں بہت سے عجیب عجب اطوار ہوا کرتے ہیں پھر ملامت نہ کرو۔ اسمیں ممکن ہے کہ ارشاد ہو ترک ملامت کا اہل حال پر۔

غزل

کنون کہ در کف گل جام بادۂ صاف ست		بصد ہزار زبان بلبلش در اوصاف ست	
بخواہ دفتر اشعار و رو بصحرا کن		چہ وقت مدرسہ و بحث و کشف کشاف ست	
فقیہ مدرسہ دی مست بود فتوی داد		کہ می حرام ولی بہ زمال اوقاف ست	
بدور دوصاف ترا حکم نیست دم درکش		کہ ہر چہ ساقی ما رنجیت عین الطاف ست	

گل سے مراد مرشد راہ عشق بقرینہ جملہ در کف گل جام بادۂ صاف ست۔ کیونکہ مرشد بھی فیوض عشقیہ کا قاسم اور واسطہ ہوتا ہے اور بلبل سے مراد طالب۔ اور زبان سے مراد زبان حال۔ اور دفتر اشعار سے مراد لوازم عشق اور صحرا سے مراد جلوہ گاہ و خدمت مرشد کہ مشبہ بگل تھا اور گل صحرا میں ہوتا ہے۔ اور مدرسہ الخ سے مراد خدمت علوم رسمیہ۔ اور می سے مراد وہ امور جن کو اکثر اہل ظاہر علی الاطلاق حرام کہتے ہیں اور عشاق مغلوب الحال اُن میں مبتلا ہیں مثل شطحیات و سماع وغیر ذلک۔ اور مال اوقاف میں بقرینہ مقام یہ بھی قید ہے کہ غیر مستحق را حاصل مطلب یہ ہے کہ شیخ وقت فیوض تقسیم کر رہا ہے۔ اور طالب زبان حال سے اُس کے ثنا خوان ہیں ایسے وقت میں عشق کے لئے آمادہ ہو کر اُسکی خدمت میں پہونچو اور اُس حالت میں علوم رسمیہ کی بحث و درس کا موقع نہیں ہے (کیونکہ اہل خلوت کو برائے چندے دوسرے مشاغل غیر مفروضہ کو موخر کرنا پڑتا ہے) اور عشاق کے گو بعض حالات ظاہرا محل ملامت ہیں مگر انصاف کیا جاوے اور کسیقدر اثر اور مذاق محبت کا ہو تو فقیہ معترض بھی یہی کہے کہ واقعی گو یہ حالات منکر ہیں مگر مال اوقاف کو جو معترضین بلا استحقاق کھا رہے ہیں۔ اُس سے تو یہ حالات اچھے ہیں۔ کیونکہ ان حالات میں بعض امور تو اختلافی منکر ہیں اور مال اوقاف غیر مستحق کے لئے بالاتفاق منکر ہے۔ اور منکر اختلافی اہون و اخف ہے منکر اتفاقی سے اور بعض امور گو اتفاقا منکر ہیں مگر غلبہ حال

ارشاد ترک ملامت ۱۲ منہ

اسمین عذر ہے اور آکلین بغیر حق کے لئے کیا عذر ہے۔ آگے بطور تعلیم فرماتے ہین۔ کہ جب فیض و تعلیم مرشد سے واردات عشقیہ کا سلسلہ شروع ہو تو درد و صاف کی تجویز کرنے کا تم کو کوئی حق نہین یعنی قبض و بسط کی جو ہش یا انکار خلاف طریق ہے۔ جو کچھ عطا ہو جاوے وہی تربیت باطنی کے لئے مصلحت اور وہی عین لطف ہے ؎

ببر زخلق و زعفا قیاس کار بگیر	کہ صیت گوشہ نشینان زقاف تا قاف ست

اسمین تعلیم ہے ترک بمعنی تقلیل تعلقات کی اور ترجمہ لفظیہ ظاہر ہے۔

حدیث مدعیان و خیال ہمکاران	ہمان حکایت زرد و زو بوریا باف ست

ہمکاران عشاق اسکا وہی حاصل ہے جو عزل ندا کے غزل سابق سے سابق کے مقطع کا حاصل ہے۔ ؎

خموش حافظ و این نکتہای چون زر سرخ	نگاہدار کہ قلاب شہر صراف ست

قلاب دغا باز کذا فی الغیاث۔ مطلب یہ کہ جہان نا اہل کلام کے جانچنے والے ہون وہان حقایق و معارف کا اظہار نہ چاہیئے کہ مقصود اظہار علم نہین بلکہ محض افادہ ہے اور وہ مفقود پھر اظہار بے سود۔ آمین تعلیم ہی کہ حتی الامکان حالات باطنی کا ضبط چاہیئے کہ نا اہلون سے متکلم کو ضرر ہوگا یا خود اُن کو انکار کا ضرر ہوگا۔ یا اُنکے انکار سے دوسرے خالی الذہن لوگون کو مخالفت اہل حال کا ضرر ہوگا۔ یا اُن نا اہل نافہمون مین بعضے معتقد ظاہر پر محمول کر کے اپنا دین خراب کرین گے۔

غزل

اگرچہ بادہ فرح بخش و باد گل بیز ست	ببانگ چنگ مخوری کہ محتسب تیز ست
صراحیے و حریفے گرت بدست افتد	بعقل کوش کہ ایام فتنہ انگیز ست
در آستین مرقع پیالہ پنہان کن	کہ ہمچو چشم صراحی زمانہ خونریز ست
ز رنگ بادہ بشوئید خرقہا از اشک	کہ موسم ورع و روزگار پرہیز ست

جیسے بعض اشعار مین احکام سکر کے بیان ہوتے ہین ان اشعار مین احکام صحو کے بیان کئے ہین۔ حاصل یہ کہ اگرچہ عشق سے طبیعت کو جوش ہوتا ہے اور واسطہ فیض سے فیض پہونچ رہا ہے جسکا مقتضا تھا اظہار احوال عشق مگر چونکہ محتسب یعنی مانع اظہار کہ صحو ہے تیز یعنی قوی و غالب ہے اسلیئے اظہار مت کرو کیونکہ حالت صحو مین ضبط واجب ہے اور ایسی حالت مین اگر صراحی یعنی دل پر عشق اور حریف یعنی محرم راز میسر ہو تب بھی مقتضای عقل مین کہ اخفار حال ہے۔ کوشش کرو کیونکہ اہل زمانہ فتنہ انگیز ہین اور ایسے امور پر فتنہ برپا کرتے ہین اور لوگون کو فتنہ مین ڈالنا یا خود فتنہ مین پڑنا درست نہین۔ مگر عارض سکر سے اس نہی کا مکلف نہ رہا تھا۔ جب سکر نہ رہا پھر حکم اصلی عود کر آیا پس پیالہ شراب یعنی احوال عشق کو آستین خرقہ مین پوشیدہ رکھو کنایہ ہے اخفار احوال عشق سے کیونکہ اہل زمانہ خونریز ہین جیسے چشم صراحی خونریز ہوتی ہے۔ اُسکو خونریز اسلیئے کہا کہ اُس مین سے شراب نکلتی ہے جسکا رنگ سُرخ مثل خون کے ہوتا ہے۔ شاید چشم صراحی اُسکی ٹونٹی کو کہا ہو جس مین سے شراب پیتے ہین۔ اور اس پہلے شعر کے مصرعہ ثانیہ کی جو تقریر تھی۔ وہی اس کے مصرعہ ثانیہ کی تقریر ہے۔ اور آگے فرماتے ہین کہ زمانہ سکر مین جو کچھ اظہار

اسرار ہوگیا ہے۔ اب اشک ندامت سے سکر کے اُس دھبہ کو خرقہ وجود سے دھونا چاہیئے۔ یعنی اُس سے عذر و توبہ چاہیئے کیونکہ اب موسم صحو ہے جسمین ورع و تقوی واجب ہے اور لوازم تقوی سے تلافی ہی مافات کی اور رہا یہ کہ سکر مین تو گناہ ہی نہ ہوا تھا پھر توبہ کی کیا ضرورت ہے۔ اُس کی توجیہ یہ ہے کہ بعض اوقات تو سکر بھی ناقص ہوتا ہے جس مین من کل الوجوہ معذور نہین ہوتا یعنی اختیار رہتا ہے۔ مگر تمام جس مین ضبط متعذر نہین بلکہ متعسر ہوجاتا ہے۔ تو اُس وقت گناہ لکھا جانا بعید نہین اور اگر سکر تام بھی ہو تب بھی فی نفسہ تو کلمات غیر مشروعہ قبیح ہین۔ اُسکا قبح مقتضی معذرت ہے۔ جیسا بلا اختیار کسی بزرگ کو اپنی ٹھوکر لگ جاوے تو اطلاع ہونے پر کس قدر شرماتا ہے۔ اور معذرت کرتا ہے۔ تیسرے اسلئے کہ خلق ضلالت سے محفوظ رہے۔ پس ان اشعار مین دو امر کی تعلیم ہے ایک وجوب ضبط کی حالت صحو مین دوسری تلافی حالت سکر کی جیسا حضرت بایزید بسطامی قدس اللہ سرہ جب صحو مین آتے اور سنتے کہ مین نے حالت سکر مین سبحانی ما اعظم شانی کہا تھا تو فرماتے لو قلت سبحانی ما اعظم شانی فانا مجوسی فاقطع زناری واقول اشهدان لا اله الا الله۔ ۵

مجوی عیش خوش از دور واژگون سپہر	کہ صاف این سر خم جملہ درد آمیز ست

واژگون صفت دور سپہر مضاف الیہ دور واژگون۔ مطلب یہ کہ اس دنیا مین راحت مت طلب کرو کہ یہان کی راحت بھی مکدر ہے۔ مقصود تعلیم ہے ترک تعلق و حب دنیا کی تاکہ فکر آخرت مین لگے۔ اور خم سے مراد فلک باعتبار منحدب ہونے کے اور نسبت حوادث کی فلک کی طرف یا اُسکو بحر فتار کہنا شاعری ہے۔ ۵

سپہر بر شدہ پرویز نست خون افشان	کہ قطرہ اش سر کسری و تاج پرویز ست

بر شدہ بمعنی بلند شدہ صفت سپہر۔ و پرویزن غربال۔ وکسرے و پرویز نام دو بادشاہان یعنی یہ فلک بمنزلہ ایک غربال کے ہے جسمین سے خون ٹپکتا ہے۔ چنانچہ سر کسرے اور تاج پرویز بھی اسی کے قطرہ خون ہین کہ اُن کو خون اور ہلاک کرکے قطرہ قطرہ اور ریزہ ریزہ کرکے چھان ڈالا۔ اور بعض نسخون مین بجائے قطرہ کے ریزہ ہی بمعنی ریختہ شدہ اس شعر کا مقصود بھی مثل مقصود شعر بالا ہے۔ ۵

ہر انچہ میرسد از نور فیض سبحانی	نصیبہ دل شخصے کہ شب سحر خیز ست

یہ شعر گویا شعر سابق کا متمم ہے کہ اسمین تزہید تھی دنیا سے اور اسمین ترغیب ہے امور آخرت کی اور بعض نسخون مین یہ شعر نہین ہے اور اسلوب بھی اسکا کلام حافظ کا سا نہین۔

عراق و پارس گرفتی بشعر خود حافظ	بیا کہ نوبت بغداد و وقت تبریز ست

ترجمہ ظاہر ہے۔ مقصود معنوی یہ ہوسکتا ہے۔ کہ شیوخ کو اشاعت طریق و افادہ خلق کی حرص ہونا چاہیئے یہ نہین کہ اگر چند مقامات پر فیض پہونچگیا تو اُس پر قناعت کرین بلکہ دوسرے مقامات پر توجہ کرنا چاہیئے۔ کہ اُن کو بھی انکے افادات سے بہرہ ہو کہ یہ حضرات ورثہ ہین انبیاء علیہم السلام کے اور انبیاء علیہم السلام کی یہی سنت ہے۔ غزل

یارب آن شمع شب افروز بکاشانہ کیست	جان ما سوخت ببیند کہ جانانہ کیست

حالیا خانہ بر انداز دل و دین من ست — تا ہم آغوش کہ می باشد و ہمخانہ کیست
بادۂ لعل لبش کز لب ما دور مباد — رلح روح کہ و پیمان وہ پیمانہ کیست
دولت صحبت آن شمع سعادت پرتو — باز پرسید نگذارا کہ ببر پروانہ کیست
میدہد ہر کسش افسونی و معلوم نشد — کہ دل نازک او مائل افسانہ کیست
یارب آن شاہ وشی ماہ رخ زہرہ جبین — در یکتائے کہ و گوہر یکدانہ کیست
آن مئ لعل کہ ناخوردہ مرا کرد خراب — ہمنشین کہ و ہمکاسہ و پیمانہ کیست
گفتم آہ از دل دیوانہ حافظ بے تو — زیر لب خندہ زنان گفت کہ دیوانہ کیست

یہ تمام غزل حالت قبض و فراق کی معلوم ہوتی ہے اور بعض اشعار مین لفظ یارب آنے سے یہ نہ سمجھا جاوے کہ ان مین غیر رب کے معاملہ کا بیان ہوگا۔ کیونکہ یہ یارب ندا کے لئے نہین ہے۔ بلکہ محض تعجب و حیرت کیلئے ہی اور بجز شعر پنجم و مقطع کے سب اشعار کا ایک ہی مضمون ہے۔ مختلف عنوانات سے کہ ہم سے جدا ہو کر معلوم نہین کس کے حال پر توجہ کی ہے۔ اور دوسرے کے حال پر توجہ سے تعرض بطور غبطہ کئے ہی جو کہ محمود ہی۔ پس فرماتے ہین کہ خدا جانے وہ محبوب کہ شاید شمع شب افروز کے رونق بخشی مین ہے کس کے کاشانہ قلب مین متجلی ہی ہماری جان کو تو فراق مین سوختہ کر دیا بتحقیق تو کر و کسکا دوست بنا ہی فی الحال تو میرے خانۂ دل و دین کو ویران کر دیا ہے۔ فراق مین دل کا ویران ہونا تو ظاہر ہے اور دین کی ویرانی یا تو اسطرح ہی کہ فراق مین شکوہ ہوتا ہی۔ اور یہ فی نفسہ مخل دین ہے گو عارض عذر سے مؤاخذہ نہو اور یا اسلیئے کہ قبض مین افسردگی ہوتی ہی اور افسردگی بہت طاعات مین مخل ہوتی ہے۔ معلوم نہین کس کا ہم آغوش اور ہم خانہ یعنی کس کا مواصل ہے۔ اُس کا بادہ لعل کہ خدا کرے ہم سے بھی اُسکو قرب نصیب ہو معلوم نہین کس شخص کا راحت روح اور کس کے پیمانہ کا ہم عہد ہو رہا ہے۔ یعنی کسکے پیمانۂ دل سے عہد کیا ہوگا۔ کہ تجھ سے قرب کرونگا۔ اور بادہ اور پیمانہ کی مناسبت کا لطف ظاہر ہے اور اُس شمع سعادت پرتو کی دولت صحبت کی نسبت پوچھو تو کہ کسکے پروانۂ دل کے ساتھ واقع ہوتی ہی (پس پروانہ کی بار زائد نہین کما فہم البعض) اور سعادت پرتو کے معنی یہ ہین کہ سعادت پرتو فیض و ظل اوست۔ آگے شعر پنجم ہے جو دوسرے مضمون کا ہے یعنی ہر شخص محبوب کی تملق کرتا ہے۔ جسکو مجازا افسون کہدیا اور یہ بالتعیین معلوم نہوا کہ وہ کس سے خوش ہین۔ اسکا یہ مطلب نہین کہ طریقہ اُن کی رضا کا کسی کو معلوم نہین کیونکہ شریعت نے طریق رضا کا خود بتلا دیا ہے۔ بلکہ مقصود یہ ہے کہ یہ پورا یقین نہین ہوتا کہ ہم اُس طریق پر مستقیم ہین یا نہین کیونکہ بہت سے دقایق جو عوائق رضا ہین خیال مین بھی نہین آتے۔ اب سے غرض یہ تعلیم ہوگی کہ مجاہدہ و ریاضت کرکے مغرور نہو بلکہ لرزان و ترسان رہے۔ آگے پھر عود ہے مضمون سابق کی طرف کہ وہ محبوب کامل الجلال و الجمال معلوم نہین کسکی منزل دل مین در یکتا و گوہر یکدانہ کی طرح تجلی فرما و نور افزا ہے اور معلوم نہین کہ وہ تجلی جواہر اث سکر مین مثل مے لعل کے تھی اور جسکو مین بخوبی مشاہدہ بھی نہ کر چکا تھا اور مست و خراب ہو گیا۔ خدا جانے کس کی ہمنشین

یعنی کسی ہم کاسہ اور ہم پیالہ یعنی کسی مواصل ہے۔ آگے مقطع ہے یعنی میں نے بزبان حال یا بسان قال عرض کیا کہ بدون آپکے حافظ کے دل دیوانہ کی حالت قابل افسوس ہے تبسم زیر لبی کرکے فرمایا کہ تو جو دل کو دیوانہ کہتا ہے۔ تو وہ کسکا دیوانہ ہے۔ ضنائت اور سوال منافی نہین ہے۔ اس معاملہ کے صدور عن المحبوب کے کیونکہ ضحک علی مایلیق بہ احادیث سے ثابت ہے اور سوال کچھ استفادہ مین منحصر نہین کہ محال لازم آوے بلکہ ممکن ہے۔ کہ بہیج شوق کے ہو اور دوسرے اغراض کے لئے سوال ہونا بھی احادیث سے ثابت ہے جیسا حدیث فضل ذکر مین آیا ہے۔ کہ ملائکہ سے سوال فرماتے ہین کہ میرے بندے کیا کر رہے ہین الی آخر الحدیث۔ اور مقصود تمام غزل سے اظہار حزن ہے قبض پر جس سے عجز و تضرع معلوم ہوتا ہے جو کہ لازمہ عبدیت ہے اور تعلیم بھی ہے کہ قبض مین خوب تضرع و زاری و عجز و نیاز سے کام لے کہ خواہ کوئی سبب ہو مگر زاری ہر حال مین نافع ہے ؎

بنال بلبل اگر با منست سر یاریست		کہ ما دو عاشق زاریم و کار ما زاریست	

ترجمہ لفظیہ تو ظاہر ہے۔ اور مقصود اس سے اس امر کا بیان کرنا ہے کہ اصل کام عاشق و طالب کا افتقار اور زاری ہے کما قال الرومی رح ؎ دوست دارد دوست این آشفتگی ۔ حتی کہ اگر کوئی اس سے اختلاط کرنا چاہے تو دیکھے اگر وہ بھی اسی مذاق کا ہو۔ تو اُس سے ارتباط کرے۔ کہ اس سے تقویت حال کی ہوتی ہے۔ ورنہ علیحدہ رہے کہ صحبت ناجنس سے ضرر ہوتا ہے۔ ؎

در آن چمن کہ نسیمی دز و زطرۂ دوست		چہ جاے دم زدن نافہ ہای تاتاریست	

ترجمہ لفظیہ ظاہر ہے۔ اور مقصود معنوی یہ ہے کہ تذکرۂ محبوب کے سامنے تمام مفرحات گرد ہین اسمین تعلیم ہے کہ محب کو دوسری طرف متوجہ نہ ہونا چاہیئے۔

بیار بادہ کہ رنگین کنیم جامۂ دلق		کہ مست جام غروریم و نام ہشیاریست	

مخاطب کو مشورہ دیتے ہین کہ شراب محبت الٰہی سے اپنی ہستی کو متصف کرنا چاہیئے کیونکہ ہماری حالت موجودہ واجب الاصلاح ہے اسلیئے کہ ہم غرور و غفلت مین مدہوش ہو رہے ہین اور اسکا نام ہشیاری و زیرکی رکھا ہے تو اصلاح ضروری ہوئی اور اصلاح کا یہی محبت الٰہیہ طریقہ ہے۔ اور بعض نسخون مین جامۂ زرد بمعنی جامہ مکر ہے۔ مراد اس سے وہی ہستی پر غرور ہے۔ ؎

نہ بستہ اند در توبہ حالیا بر حیسز		کہ توبہ وقت گل از عاشقی زبیکاریست	

اسمین ترغیب عشق کے ساتھ مخاطب کو ایک شبہہ کا کہ عشق کے متعلق ہے جواب دیتے ہین۔ وہ شبہہ غالبہ ظاہر پرستی سے پیدا ہوتا تھا کہ یہ حالت چونکہ سلف سے منقول نہین اسلیئے بدعت و معصیت ہوگی۔ جواب علی سبیل التنزل دیتے ہین کہ اگر یہ فرض بھی کر لیا جاوے تو پھر توبہ کر لیجیو عاشقی سے کیون توبہ و اعراض کرتے ہو کہ ابھی وقت ہے اسکی تحصیل کا کہ صحت و فراغ و قرب مرشد میسر ہے۔ خلاصہ یہ کہ آزمائش ہی کے طور پر اس طریق کو اختیار کر لو

اظہار حزن در قبض و دوام حالت تضرع و زاری

تعلیم کہ صحبت با جنس

تعلیم کہ آنسان اولیٰ از محبوب

جواب شبہہ

کما قال الرومی رحمہ آزمون ہر ایک زمانی خاک باش ؛ اور تحقیقی جواب مین چونکہ مشاغبہ ہوسکتا تھا اُس کو شاید اسلئے اختیار نہ کیا ہو۔ وہ یہ ہے۔ کہ اس عشق کے متعلق دو امر ہین مبادی اور آثار مبادی مثل مجاہدات خاصہ و اشغال خاصہ فی نفسہ امور مباحہ ہین۔ اور ذرائع مقصود ہونے کی وجہ سے عبادت بالغیر ہین اور آثار شورش وغیرہ امور وجدانی مین جو نہ طاعت ہے نہ معصیت اور خود محبت مامور بہ اور طاعت مقصودہ ہے پس کوئی امر بھی بدعت و معصیت نہوا۔ ؎

سحر کرشمۂ وصلش بخواب میدیدم	نہی مراتب خوابی کہ بہ ز بیداری ست

خواب سے مراد منام نہین ہے بلکہ مقابل یقظہ کے ہے یعنی حالت بین النوم والیقظہ جو حیانا اہل سلوک کو پیش آتی ہے۔ یعنی اُسمین کچھ مشاہدات میسر ہوے اور ایسا خواب بہت اچھا جو بیداری سے بھی بہتر ہو۔ تنبیہ یہ حالت مذکورہ از قبیل استغراق ہے اور استغراق مین ترقی ہوتی نہین اور بیداری مین ترقی ہوتی ہے۔ پھر بیداری سے وہ حالت کیسے افضل ہوسکتی ہے تو اُسکی دو توجیہ ہین ایک یہ کہ مطلق بیداری مراد نہو بلکہ خاص وہ بیداری جس مین مشغول بہ ترقی نہو پس عدم ترقی مین دونون برابر پھر مشاہدہ مین وہ حالت فائق پس وہی افضل ہوئی دوسرے یہ کہ ابتدا مین بعض اوقات بعض ذرائع زیادہ انفع ہوتے ہین بعض مقاصد سے اُسکی حقیقت یہ ہے کہ مقاصد مین شرائط کمال نہین ہوتے مثلاً تلاوت بے خشوع اور ایسی حالت مذکورہ سے خشوع پیدا ہوگیا پھر وہ مکمل مقصود کا بھی ہوگیا۔ تو اس اعتبار خاص سے ذریعہ افضل ہوگیا بعض مقاصد سے اور بعض اسلئے کہا کہ مقاصد مین جو فرائض وغیرہ ہین وہ ہر حالت مین ذرائع سے افضل ہین اور یہان سے سمجھ مین آگیا ہوگا۔ کہ بعض مشائخ اذکار و اشغال مین مشغول کرکے تلاوت و نوافل کی تقلیل کرا دیتے ہین۔ سو حقیقت مین اُن کو ترک کرانا مقاصد کا یا ترجیح دینا ذرائع کو مقصود نہین۔ بلکہ اُن کا مقصود یہی ہوتا ہے۔ کہ طالب اُن مقاصد کا اہل کامل بنجاوے۔ ؎

خیال زلف تو پختن نہ کار خامان ست	کہ زیر سلسلہ رفتن طریق عیاری ست

مقصود بیان کرنا صعوبت عشق کا ہے کہ زلف مشابہ زنجیر کے ہے اور زنجیر کے تحت مین چلنا بڑی ہوشیاری کا کام ہے پس زلف محبوب کا طالب ہونا ہر خام کا کام نہین اور یہ صعوبت باعتبار آثار عشق کے ہے۔ کہ واردات شاقہ پیش آتے ہین مثلاً قبض و ہیبت و حیرت و بعض مکاشفات جن مین احتمال اعتقاد امور غیر مشروعہ کا ہوتا ہے۔ جو کہ ہلاکت حقیقیہ کا بھی سبب ہے۔ جیسا دوسری جگہ خود فرمایا ہے ؎ در راہ عشق وسوسہ اہرمن بسی ست ہشدار و گوش را بہ پیام سروش دار۔ پس بڑی ہی احتیاط اور حزم درکار ہے۔ ؎

لطیفہ ایست نہانی کہ عشق از و خیزد	کہ نام آن نہ لب لعل و خط ز نگاری ست
جمال شخص نہ چشم ست و زلف و عارض و خال	ہزار نکتہ درین کاروبار دلداری ست

مطلب یہ کہ جو جمال مدار ہے عشق کا وہ ایک کیفیت خاصہ ہے محبوب مین جو وجداناً مدرک ہوتی ہے خط و خال وغیرہ

ہذا اُسکا نہین ہے اُسیکو دوسری جگہ فرمایا ہے ؎ شاہد آن نیست کہ موئے و میانے دارد + بندہ طلعت آن باش کہ آنے دارد + اور اسمین ایک تحقیق عظیم کی طرف بھی اشارہ ہوگیا وہ یہ کہ بعض اہل ظواہر نے محبت الٰہیہ بمعنی میلان قلب و رجحان طبع کا انکار کیا ہے۔ اور کہا ہے۔ کہ اس محبت کا سبب صرف حسن صورت ہوتا ہے۔ اور حق تعالیٰ اس سے منزہ ہے اُسکا جواب اسطرح ہوگیا کہ ہم اس سبب کا انحصار حسن صورت مین تسلیم نہین کرتے بلکہ سبب اصلی ایک جمال و کمال خاص ہے جو علی وجہ الکمال حضرت حق مین موجود ہے بسط اس بحث کا احیاء العلوم کی کتاب المحبۃ مین ہے جو دیکھنے کے قابل ہے۔ ؎

باستان تو مشکل توان رسید آری	عزم فوج بر فلک سروری بدشواری ست

ترجمہ لفظیہ ظاہر ہے۔ مقصود عظمت بیان کرنا ہے وصول الی المقصود کی تاکہ تعمت عظمی سمجھکر اُس کیلئے خوب سعی کیجاوے اور اُس کی علامات ظاہر ہونے کے وقت شکر ادا کیا جاوے۔ ؎

روندگان طریقت نہ نیم جو بخرند	قبای اطلس آنکس کہ از ہنر عاری ست

قبای اطلس سے مراد عبادات ریائیہ اور ہنر سے مراد اخلاص۔ مقصود ظاہر ہے۔ کہ اہل حقیقت کی نظر مین عبادت بے اخلاص کی کچھ وقعت نہین۔ اسمین تاکید ہے تحصیل اخلاص کی۔

دلشیں بنالہ میباز ار و ختم کن حافظ	کہ رستگاری جاوید در کم آزاری ست

آزردن مراد ناخوش کردن۔ و کم آزاری مراد عدم ازاری۔ مقصود ارشاد ہے کہ عشق مین جو حالات ناگوار پیش آوین اُس سے شکوہ کرنا خلاف مرضی حق ہے۔ جو مخل رستگاری و نجات ہے بلکہ اصطبار ضروری ہے کما قال السعدی رح۔ خوشا وقت شوریدگان غمش + اگر رہش بینند وگر مرہمش ؛ دمادم شراب الم درکشند ؛ وگر تلخ بینند دم درکشند ؛ البتہ مغلوب الحال اس سے مستثنی اور معذور ہے۔

غزل

اگرچہ عرض ہنر پیش یار بی ادبی ست	زبان خموش ولیکن دہان پر از عربی ست

عربی مراد سخنان فصیح کہ از صدق حال برخیزد۔ اسمین ایک حالت خاص کا بیان ہے کہ جوش عشق مین اپنی جان نثاری و خدمت گذاری و وفاداری کے اظہار کا بعض اوقات جوش ہوتا ہے۔ اُس کے بارہ مین کہتے ہین۔ کہ اگرچہ اپنی خوبی و ہنر کا محبوب کے سامنے پیش کرنا بے ادبی ہے اور اسی لئے زبان خاموش بھی ہے۔ لیکن جوش اسقدر ہے کہ ایسے کلمات مُنہ تک آجاتے ہین گو ضبط کیا جاتا ہے۔ اسمین اشارہ اسطرف ہوگیا کہ جوش مین بھی دعویٰ کی کوئی بات نہ ہونا چاہیئے کہ خلاف ادب ہے اور طریق العشق کلہا آداب۔

پری نہفتہ رخ و دیو در کرشمہ و ناز	بسوخت عقل زحیرت کہ این چہ بوالعجبی ست

مقصود یہ کہ عجب محط بصیرت ہے کہ کاملین کے کمالات سے آنکھین بند کرلی ہین اور شیخان مزور کو کامل سمجھ رکھا ہے اسمین اشارہ ہے کہ تجویز مرشد مین بصیرت و تحقیق سے کام لینا چاہیئے کما قال الرومی رح پس ہر دستے نباید داد دست

جواب اہل علوم اس کہ محبت قلبیہ مخصوص بحسن صورت گردانند

تاکید بتحصیل اخلاص

تعلیم صبر در شکایت

تعلیم ادب

تعلیم تجویز مرشد و بصیرت

سبب مپرس کہ چرخ از چہ سفلہ پرور شد	کہ کام بخشی اورا بہانہ سببی ست

یہ بطور سبب مضمون سابق کے ہے، اور چرخ سے مراد عوام اہل عالم ہیں، مطلب یہ کہ عوام کی توجہ کا سبب کیا پوچھتے ہو۔ اُن کے رتبہ بخشی کے لئے کسی سبب معتدبہ کی تھوڑا ہی ضرورت ہے محض خیال کے پابند ہوتے ہیں جو جی میں آیا کر گذرے تحقیق کی عادت ہی نہیں۔ پس اسمیں اشارہ اسطرف ہے کہ عوام کے ہجوم سے کسی کے کمال پر استدلال نہ کیا جاوے۔

ازین چمن گل بیخار کس نچید آرے	چراغ مصطفوی باشرار بولہبی ست

مقصود یہ ہے کہ کوئی راحت بدون محنت اور کوئی نفع بدون تحمل ضرر میسر نہیں حتی کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو باوجود اس محبوبیت کے ابولہب کی ایذا ئیں سہنا پڑیں۔ پس طریق طلب میں امور شاقہ و صعبہ ظاہرہ یا باطنہ جو خلاف مزاج پیش آویں اُن کا تحمل چاہیئے۔ تاکہ دولت مطلوبہ حاصل ہو۔ ؎

حسن زبصرہ بلال زحبش صہیب از روم	زخاک مکہ ابوجہل ابن چہ بوالعجبی ست

مقصود یہ ہے کہ ظاہری اسباب کو نہ موثر سمجھے نہ مانع بالکل دارومدار فضل و مشیت پر ہے۔ اسمیں تعلیم ہے کہ نہ اپنے کمالات پر ناز کرے نہ دوسرے کے نقائص پر اُسکی تحقیر کرے ع تا یار کرا خواہد و میلش بکہ باشد ؎

جمال دختر رز نور چشم ما مست مگر	کہ در نقاب زجاجی و پردۂ عنبی ست

دختر رز بت العنب شراب، و ادچون از عنب حاصل می شود و در زجاج می ماند بطور حسن التعلیل محبوبیت او را معلل بدین علت ساختہ کہ شاید او در نقاب زجاجیہ است کہ از رطوبات سہ گانہ چشم ست کہ مجموعہ آن جلدیہ و زجاجیہ و بیضیہ است و شاید در حجاب عنبی ست کہ از طبقات ہفتگانہ چشم ست کہ مجموعہ آن صلبی و شیمی و شبکی و عنبی و عنکبوتی و فرنی و ملتحمی ست۔ زین رو نور چشم ما باشد۔ و بلسان اشارت مقصود بیان کردن ست عزیز بودن نسبت عشقیہ را کہ درستی مشابہ شراب ست و چون حسن التعلیل محض مضمون شاعرانہ می باشد ضرور نیست کہ در واقع چیزے مصداق آن شود بجز تحسین کلام و تشبیہ پس حاصل معنی آن باشد کہ عشق چنان عزیز ست گویا نور چشم ماست کہ در رطوبت خاصہ و طبقہ خاصہ می ماند۔ ؎

دوای درد خود اکنون ازان مفرح جوی	کہ در صراحی چینی و شیشہ جلبی ست

چون صراحی چینی و شیشہ جلبی از نفس ظروف شراب ست کہ در و نفس شراب می ماند پس کنایہ شد از اکمل افراد خمر مراد اس سے بھی وہی عشق ہے جو کامل درجہ کا ہو۔ اور درد سے مراد امراض قلب کما قال الرومی ؎

ای دوای نخوت و ناموس ما + ای تو افلاطون و جالینوس ما + یا درد سے مراد ضلال طلب اور مفرح سے مراد نسبت و تعلیم اور صراحی چینی و جلبی سے مراد مرد کامل یعنی اگر اپنے درد طلب کی دوا کہ عبارت ہے وصول سے چاہتے ہو۔ تو کسی کامل سے فیوض باطنی حاصل کرو اور اُسکی تلقین کا اتباع کرو۔ ؎

بہ بیم جونہ خرم طاق خانقاہ و رباط	مرا کہ مصطبہ ایوان و پای خم طنبی ست

مصطبہ میخانہ وطنب خیمہ شبک (گویم کہ شاید شامیانہ مراد باشد کہ رفیع ہم ست و درمیان سقفش وقنا تش شباک ہم ست واللہ اعلم وشاید آنرا طنبی ہم گفتہ باشند منسوب الی الطناب بمعنی رسن) وبنای رفیع کذا فی الغیاث والکشایہ والشرح چون در خانقاہ ورباط اکثر رسوم لایعنی وصورت طاعت بیمعنی ماندہ بود لہذا کنایہ از عبادت ریائی گشت چنانکہ در مصرعہ مشہور ع چو بصومعہ رسیدم ہمہ یافتم ریائی + ومراد از میخانہ وخم مے طاعت مقرون بالمحبۃ والاخلاص ست۔ ترجمہ تو یہ ہے کہ خانقاہ و رباط کی محراب مین ایک جو کو بھی نہ خریدون جبکہ میخانہ میرا ایوان ہے اور خم شراب کا پانو میری بنا رفیع ہے۔ مطلب یہ کہ خدا تعالےٰ نے مجھکو ایوان عشق وسامان عشق عطا فرمایا ہے میری نظر مین عبادت ریائی ہیچ ہے۔ مقصود اظہار نفرت ہے ریا سے۔ ؎

اظہار نفرت از ریا

ہزار عقل وادب داشتم من اینجا جہ		کنون کہ مست فخر ایم صلای بی ادبی ست	

عقل سے مراد عقل معاش اور ادب سے مراد ادب عرفی ہے یعنی وضعداری وتکلف۔ مطلب یہ کہ حصول عشق سے پہلے مین بھی عقل معاش اور ادب عرف کا مفید تھا جسکا منشا رحب مال اور جاہ ہے اب تو اسکے ضد کے ساتھ متصف ہوگیا کما قال الرومی رح ؎ ہر کرا جامہ زعشقی چاک شد + او ز حرص وعیب کلی پاک شد۔ مقصود بیان کرنا ہے فضل عشق کا ترغیب کے لئے۔ ؎

فضل عشق وترغیب

بیار مے کہ چو حافظ مدام استظہار		بگریہ سحری ونیاز نیم شبی ست	

استظہار پشتی وقوت۔ مطلب یہ کہ اے مخاطب شراب محبت حاصل کر وجس کے لوازم مین سے گریہ ونیاز ہے۔ کیونکہ کامیابی مین امداد اسی گریہ ونیاز سے ملتی ہے جسطرح حافظ کو اسی سے امداد ملی۔ اور بعض نسخون مین بجاے استظہار کے استغفار ہے یعنی تم جو ظاہری استغفار پر مغرور ہوئے ہو اور عشق ومحبت سے مستغنی ہو تو اصل استغفار تو یہی گریہ ونیاز ہے جو موقوف ہے عشق ومحبت پر جس طرح حافظ بھی اسی استغفار مین مشغول ہے پس اسکو حاصل کرو۔ اور اگر بیار کا مخاطب ساقی ومرشد ہو تو معنی یہ ہونگے کہ فیض عشقی عطا فرمایئے کہ حافظ کو جسطرح استظہار یا استغفار اس سے نصیب ہوا مجھکو بھی ہو پس حافظ کو ایک دوسرا شخص بطور تجریدے فرض کر لیا گیا۔

غزل

عیب رندان مکن ای زاہد پاکیزہ سرشت		کہ گناہ دگرے بر تو نخواہند نوشت	
من اگر نیکم اگر بد تو برو خود را باش		ہر کسی آن درود عاقبت کار کہ کشت	
ہمہ کس طالب یارند چہ ہشیار وچہ مست		ہمہ جا خانۂ عشق ست چہ مسجد چہ کنشت	
سر تسلیم من وخاک در میکدہ ہا		مدعی گر نکند فہم سخن گو سر وخشت	
نا امیدم مکن از سابقۂ روز ازل		تو چہ دانی کہ پس پردہ کہ خوب ست وکہ زشت	
نہ من از خانہ تقوی بدر افتادم وبس		پدرم نیز بہشت ابد از دست بہشت	
بر عمل تکیہ مکن خواجہ کہ در روز ازل		تو چہ دانی قلم صنع بنامت چہ نوشت	

گر نہادت ہمہ این ست زہی پاک نہاد	در سرشتت ہمہ این ست زہی پاک سرشت
باغ فردوس لطیف ست ولیکن زنہار	تو غنیمت شمر این سایۂ بید و لب کشت
حافظا روزِ اجل گر بکف آری جامی	یکسر از کوی خرابات بر بذت بہشت

اس تمام غزل مین خطاب ہے ایسے شخص کو جو ظاہر پر جمود کیئے ہوا اور اہل باطن کے حال سے بیخبر ہو اور اہل حال کو ظاہر مین نصیحت کرتا ہو مگر اُس نصیحت مین اعتراض اور طعن اور تحقیر اور اپنے ترفع و تقدس کا اظہار ہو پس اسکا مختلف عنوانون سے جواب دیتے ہین فرماتے ہین کہ اے زاہد پاکیزہ سرشت تم ہم رندون کا عیب مت کیا کرو (پاکیزہ سرشت باعتبار اُسکے زعم کے یا بطور تمسخر کے کہا) دوسرے شخص کا گناہ تمہارے نامہ اعمال مین تو نہ لکھا جاویگا (یہ جواب علی سبیل التنزل ہے یعنی ہماری حالت اگر تمہارے نزدیک گناہی ہے تو بھی اتنا پیچھے کیون پڑتے ہو گناہ ہمکو ہوگا تمکو تو نہ ہوگا۔ اور اسکا یہ مطلب نہین کہ کوئی شخص پہ جہکر نصیحت نہ کیا کرے یہ تو سنت انبیاء علیہم السلام و نصوص کے خلاف ہے۔ بلکہ مقصود یہ ہے کہ جب ناصح مخاطب کو حق پہونچا چکا تو فرض ادا ہو گیا اب ہر وقت اُسکے درپے ہونا اُس شخص کا کام ہے جو مامور من اللہ ہو یا مامور من السلطان ہو جیسے انبیاء علیہم السلام یا سلاطین و حکام یا امیر البیت وغیرہ کہ یہ مامون ہوتے ہین فتن باطنی سے ورنہ اکثر ریا و نفاق نثار ہو جاتا ہے پند و موعظت کا۔ اور قرآن مجید مین آیہ یا ایہا الذین آمنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اہتدیتم اور حدیث مین ارشاد لا تقیص الا امیرا و مامورا و مختالا اسی پر محمول ہے البتہ جو مخلص ہو وہ ملحق بالمامورین ہے وقلیل ماہم اور یہان کلام باعتبار اکثر اور غالب حالت کے ہے) آگے فرماتے ہین کہ اگر مین نیک ہون یا بد ہون تم جاؤ اپنا کام کرو (یعنی اپنا کام چھوڑکر میرے پیچھے کیون پڑ گئے یہ بھی اشارہ ہے ایک مفسدہ کی طرف جو ایسے ناصح کو پیش آتا ہے یعنی بعض احوال مین دوسرے کو نصیحت کرنا محض مستحب ہوتا ہے مگر اس مشغولی مین اپنے فرضی کام ضایع ہو جاتے ہین۔ تو ایسا مستحب پھر غیر مباح ہو جاتا ہے) ہر شخص انجام کار وہی کاٹے گا جو اُس نے بویا ہوگا (آگے دوسرے عنوان سے فرماتے ہین کہ) تمام آدمی محبوب کے طالب ہین۔ آہمین ہشیار و مست سب آگئے اور ہر جگہ عشق ہی کا ظہور ہے آہمین مسجد اور بتخانہ سب آگیا (یعنی جسطرح مطلق طلب کی دو قسمین ہین ایک مقبول کہ بالذات و بالقصد طلب کرنا جیسے موحدین کی طلب ہے دوسرے بواسطہ کسی مخلوق حقیقی خیالی کے اور بلا قصد کے جیسے مشرکین کی طلب ہے کہ مخلوقات کو ذی کمال سمجھکر اُن کا قصد کرتے ہین اور وہ کمال خواہ حقیقی ہو یا وہمی مستفاد من الواجب ہے تو حقیقت مین مطلوب وہی ہوا مگر طالب کا قصد اُس سے متعلق نہین گو وہ زعم تعلق مین معذور ہو اسیطرح طلب مقبول کی دو قسمین ہین ایک طلب ہوشیاری کیساتھ دوسری طلب مستی کے ساتھ جیسے ہماری طلب ہے پھر جب یہ بھی ایک قسم طلب مقبول کی ہے پھر ہمپر اس طلب مین کیون اعتراض کیا جاتا ہے۔ مصرعہ ثانیہ مین تقسیم اول کیطرف اور مصرعہ اولی مین تقسیم ثانی کیطرف اشارہ ہے آگے فرماتے ہین کہ) میرا سر تسلیم و نیاز تو خاک در میکدہ سے جدا نہوگا (یعنی حالت عشقیہ کو ایسے اعتراضون سے

نہ چھوڑوں گا) اگر یہ عی (یعنی معترض کہ مابہ الاعتراض کا مدعی ہوتا ہے یا اپنی بڑو تقوی کا مدعی ہوتا ہے۔ بات کو نہ سمجھے (یعنی مختلف عنوانوں سے سمجھانے پر بھی نہ سمجھے) تو اُس سے کہدو کہ اینٹ سے سر پھوڑلے (یہ کنایہ ہے عدم حصول مقصود سے آگے فرماتے ہین کہ) تم مجھکو روز ازل مین جو قرار پا چکا ہے۔ اُس سے ناامید مت کرو (یعنی ایسے حکم مت لگادو کہ یہ کافر ہے۔ دوزخی ہے) تمکو کیا معلوم کہ پس پردہ کون اچھا ہے اور کون بُرا ہے (کما قال تعالی فلا تزکوا انفسکم ہو اعلم بن اتقی مطلب یہ کہ اگر میری حالت بُری ہی ہو تو شاید اچھی ہو جاوے اور اگر تمہاری حالت اچھی ہی ہو تو شاید بُری ہو جاوے تو تفاخر اور تحقیر نہایت قبیح ہے۔ آگے فرماتے ہین کہ کچھ مین ہی خلاف تقوی سے باہر نہین نکلا میرے باپ آدم علیہ السلام نے بھی جنت الخا، کو ہاتھ سے دیدیا تھا (بہشت ابد کے یہ معنی ہین اور یہ مطلب نہین کہ ابد کے لئے الخ حاصل یہ کہ مجھ سے اگر کوئی لغزش و خطا ہوگئی تو آخر آدمی ہون خود آدم علیہ السلام سے ہوگئی تھی تو اسقدر اور اسطرح سے طعن و تشنیع مناسب نہین قال علیہ السلام نسی آدم فنسیت ذریتہ وجحد آدم فجحدت ذریتہ۔ آگے فرماتے ہین کہ تم جو ایسی بڑھ بڑھکر باتین بناتے ہو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمکو اپنے عمل پر تکیہ ہے تو) میان عمل پر کبھی تکیہ مت کرنا کیونکہ یوم المقادیر مین معلوم نہین تمکو سعید لکھا ہے یا شقی اور اگر آپ کی یہی ذات ہے تو آپ عجب ذات شریف ہین اور اگر آپ کی یہی طینت ہے تو بہت ہی نیک طینت ہے (مطلب یہ کہ اگر اس تنبیہ پر بھی تم باز نہین آتے اور یہی طرز تمہاری طبیعت ہوگئی ہے تو سلام ہے۔ ایسی طبیعت کو ونداکما قال فی الشعر الاول پاکیزہ سرشت ہنگما ونداما دی الیہ ذوقی۔ آگے فرماتے ہین کہ تم جو محض اعمال ظاہری کی ترغیب جنت کے لئے دے رہے ہو آمین شک نہین کہ) باغ جنت الطیف ہے لیکن یاد رکھو کہ سایہ بید اور لب کشت یعنی نسبت عشقیہ کہ مثل سایہ بید و لب کشت کے فرحت بخش ہے نیز قابل غنیمت سمجھنے کے ہے۔ (یعنی اسکو بھی حاصل کرو کہ جنت کی کامل نعمتین اسی پر موقوف ہین قال تعالی والسابقون السابقون اولئک المقربون بعد قولہ تعالی اصحاب المیمنۃ ما اصحاب المیمنۃ خواہ یہ عشق سلف کے لون سے ہو یا خلف کے لون سے مگر یہ متیقن ہے کہ زہد خشک کو کسی نے سلف مین سے بھی کافی نہین سمجھا۔ آگے اپنے کو وہی اوپر والی نصیحت کرتے ہین کہ تم بھی اپنی نسبت عشقیہ پر مغرور مت ہونا اس کا اعتبار بھی خاتمہ پر ہے) اے حافظ اگر خاتمہ کے روز یہ جام محبت حاصل رہا تو اس خرابات دنیا سے سیدھے جنت مین پہونچوگے (ورنہ خاک بھی نہین فقط) ؎ غزل

جز آستان تو ام در جہان پناہی نیست	سر مرا بجز این در حوالہ گاہی نیست

خطاب ہے محبوب حقیقی کو کہ بجز آپ کے آستانہ کے میری کہین پناہ نہین یہی حاصل ہے مصرعہ ثانیہ کا۔ اس مین تعلیم ہے توکل و تفویض و اعتماد علی الحق کی۔ ؎

عدو چو تیغ کشد من سپر بیندازم	کہ تیر ما بجز از نالہ دآہے نیست

نالہ ہا شباع میباید خواند ورنہ سکتہ لازم می آید۔ وسپر انداختن کنایہ از عجز و ترک جنگ۔ مطلب یہ کہ مین

تعلیم توکل و تفویض

استقامت نہین لیتا ہمارا ہتیار صرف آہ و نالہ ہے۔ آسمین تعلیم ہے سالک کو صبر و رضا و تسلیم کی اور تسلیہ ہے وعدہ نصرت سے۔ ؎

چرا ز کوی خرابات روے برتابم	کزین بہم بجہان ہیچ رسم و راہی نیست

بہم مرکب از لفظ بہ بمعنی بہتر و میم متکلم بمعنی مرا۔ مطلب یہ کہ طریق عشق سے بہتر کوئی طریق نہین اسکو کبھی ترک نہ کرونگا۔ آسمین تعلیم ہے استقامت و ثبات علی مشاق السلوک کی خواہ ظاہری ہون یا باطنی۔ ؎

زمانہ گر بزند آتشم بجز من عمر	بگو بسوز کہ بر من بہ ز گاہی نیست

یعنی اگر زمانہ مجھکو ہلاک بھی کردے کچھ پروا نہین کیونکہ عمر و حیات کی قدر میرے نزدیک ایک پرکاہ کے برابر بھی نہین آسمین تعلیم ہے عدم توحش عن الموت کی کہ یہی توحش سبب ہے حرص و طول امل وغیرہ کا۔ ؎

غلام نرگس جمانش آن سہی سروم	کہ از شراب غرورش بکس نگاہی نیست

جمانش مست و دلیر و شوخ و مراد از نگاہ احتیاج کما فی قولہ تعالیٰ لا یرتد الیہم طرفہم (ارید بالنظر نظر الرحمۃ کما فی الخلق النظر) و شراب غرور عبارت از استغنا مقصود بیان کرنا صفت غنا محبوب کا ہے۔ اور علاوہ تحقیق مسئلہ صفات کے اسطرف بھی اشارہ ہوگیا کہ سالک اوسکی غنا پر نظر رکھے۔ اور اپنی عبادت و ریاضت پر نازنہ کرے جو کچھ کوئی کرتا ہے اپنے لئے کرتا ہے قال تعالیٰ من جاھد فانما یجاھد لنفسہ ان اللہ لغنی عن العلمین۔ ؎

مباش در پے آزار و ہر چہ خواہی کن	کہ در شریعت ما ہیچ از ین گناہی نیست

یعنی برابر این گناہ نیست مبالغۃً باین عنوان تعبیر نمودہ۔ مقصود بالخصوص امر فرمانا ہی اہتمام تقوی و ورع کا حقوق العباد سے کہ سالک کے لئے سب سے بڑھکر مضر ہے۔ کہ تدارک اسکا خارج از اختیار ہے۔ نیز سلوک مین قلب مین خشوع پیدا کرنا خصوصیت کے ساتھ مطمح نظر ہے کہ وہ منبع ہے جمیع اخلاق حسنہ کا اور آزار دینا ناشی ہے قساوت قلب سے جو منافی خشوع ہے اس لئے بھی خلاف موضوع ہونے مین اشد ہے۔ ؎

عنان کشیدہ روای بادشاہ کشور حسن	کہ ست بر سر راہے کہ داد خواہی نیست

سہل یہ ہے کہ خطاب مرشد کو ہو کہ ذرا تفصیلی نظر سے طالبین کی طرف جزئیاً جزئیاً توجہ کیجیے کیونکہ عنان کشیدہ چلنا سبب اسی تفصیلی نظر کا ہوتا ہے) سر راہ مین ایک شخص بھی ایسا نہین جو داد خواہ نہو یعنی سب ممتاج تربیت ہین۔ آسمین ارشاد ہوگا مشایخ کو کہ طالبین سے استغنا نہ کرین اور بعض نے محبوب حقیقی کو مخاطب ٹھیرا کر یہ تقریر کی ہے کہ تجلی کے بعد جو استتار ہوجاتا ہے کچھ تو تجلی کو توقف و امہال ہونے دیجیے کہ بہت سے مشتاق روبراہ ہین۔ ؎

عقاب جور کشادہ است بال در ہمہ شہر	کمان گوشہ نشینے و تیر آہے نیست

مدلول لفظی ظاہر ہے۔ شاید مقصود اس سے متنبہ کرنا ہو اہل ظلم کو کہ اب تک جو باوجود اس ظلم و ستم کے بچے ہو

اسپر نازمت کرنا کسی اہل دل نے اب تک اسطرف توجہ نہین کی ورنہ قلع قمع ہوجاتا اور اُن کی توجہ کا کوئی ضابطہ اور وقت معین نہین پھر کس چیز کے دھوکے مین ہو۔ آمین تحذیر ہوگی ظلم سے خصوصاً اہل دل پر جیسا اکثر منکرین معاندین کا شیوہ ہے۔ اور یا مقصود اس سے درخواست ہے اہل دل سے کہ اپنے معاملہ مین خواہ صبر کرو مگر عامہ خلائق پر جو شخص ظلم کرے اُسوقت اپنے تیروکمان بددعا سے کام لینا چاہیئے اور یہ قید دوسرے دلائل سے معلوم ہے کہ جب بذریعہ نصیحت یا دعا اصلاح ہونے سے یاس ہوجاوے۔ ؎

چنین کہ در ہمہ سودام راہ می بینم	بہ از حمایت زلف تو ام پناہے نیست

مدلول لفظی ظاہر ہے مقصود یہ ہے کہ جب شیاطین انس یعنی اشیوخ مزورین وشیاطین جن یعنی موسوسین ومغوین کا ہجوم ہو تو اللہ تعالیٰ ہی سے پناہ طلب کرے کہ وہ ان اعدا سے محفوظ رکھے اور شریعت کو ایسے وقت معیار رہنا نا اور دعا بھی کرنا یہی اعتصام بحبل اللہ ہے انشاء اللہ تعالیٰ ہر خطرہ سے مامون ومصون رہیگا ؎

خزینۂ دل حافظ بزلف وخال مدہ	کہ کارہای چنین حد ہر سیاہے نیست

سیاہ غلام حبشی۔ دعا کرتے ہین کہ میرا دل کہ کنز معرفت ہی بالقوہ یا بالفعل محبوبان مجازی کے زلف وخال مین مبتلا نہ ہونے دیجیئے کیونکہ ایسے امور عظیم الشان کہ مالک ہونا ہے۔ ایسے کنز کا ایسے غلامون کی حیثیت کے لائق نہین۔ زلف وخال کو سیاہ سے تعبیر کرنے کا لطف ظاہر ہے باعتبار لون کے بھی اور باعتبار بیقدری کے بھی۔ آمین تعلیم ہے کہ عشق مجازی سے قصداً بچنا چاہیئے اور جو بلا قصد ہوجاوے اُس سے حقیقت کیطرف متوجہ ہونیکا قصد کرنا چاہیئے بطریقہ الذی قد عرف ؎

غزل

حال دل باتو گفتنم ہوس ست	خبر دل شنفتنم ہوس ست

مدلول لفظی یہ ہے کہ اپنا حال تجھسے کہنے کی ہوس ہے اور اُس کی ہوس ہے کہ اپنا حال دل کہکر تجھسے اپنے دل کے بارہ مین کوئی خبر اُسکے علاج بالوصل وغیرہ کی سنون کہ اُمید بر ہے۔ اور مقصود یہ ہے کہ اے مرشد یون جی چاہتا ہے کہ اپنے امراض قلب یا واردات بیان کرکے آپسے اُسکے متعلق اصلاح بالتفہیم یا تعبیر یا طریق ترقی سنون۔ ؎

طمع خام مین کہ قصۂ فاش	از رقیبان نہفتنم ہوس ست

مطلب لفظی ظاہر ہے کہ باوجود اس قصۂ عشق کے فاش ہونے کے پھر اُس کے پوشیدہ رکھنے کی ہوس کرنا طمع خام ہے۔ اور مقصود معنوی اشارہ اسطرف ہے کہ جو حالات بلا اختیار ظاہر وفاش ہوجاوے اُس کے اخفار کی کوشش کرنے کی ضرورت نہین اور محققین کا یہی مسلک ہے کہ کسی حال کے نہ اظہار کا قصد کیا جاوے نہ اخفار کا کہ دونون مین التفات الی الغیر ہے۔ اور اصل مقصود توجہ بحبت الی اللہ ہے ؎

شب قدر می چنین عزیز وشریف	با تو تا روز خفتنم ہوس ست

شب قدر مراد عمر کہ قابل قدر ست و چون دنیا محل تاریکی و خفا رحقایق ست تشبیہ بشب دادن مناسب شد و روز مراد روز مرگ کہ وقت انتباہ و انکشاف حقایق ست کما قال علی الناس نیام اذا ماتوا انتبہوا مطلب یہ کہ یوں جی چاہتا ہے۔ تمام عمر دم مرگ تک آپ کے ساتھ معیت بالقلب میسر رہے تا کہ اسکے ثمرہ یعنی بعد مرگ معیت بلا حجاب میسر ہو۔ ؎

دہ کہ در دانہ چنین نازک	در شب تار سفتنم ہوس ست

ترجمہ بلفظی ظاہر ہے کہ شب تاریک میں ایسے گوہر نازک کو سفتہ کرنا ہوس محض ہے۔ اور مقصود معنوی یہ ہے کہ دنیا میں کہ مشابہ شب تاریک کے ہے (بایوجد الذی قد ذکرتی شرح الشعر السابق) وصل بلا حجاب کی تمنا کرنا محض ہوس ہے۔ مقصود بیان کرنا اس خیال کے غلط ہونے کا ہے۔ للامتناع الشرعی ولا یواخذنا بالنھی الغیر الاختیاری۔ ؎

ای صبا امشبم مدد فرما	کہ سحر گہ شگفتنم ہوس ست

یعنی ای فیاض حقیقی یا اے مرشد کہ فیاض مجازی ہے دنیا میں میری مدد فرمائیے تا کہ صبحگاہ قیامت میں مجھکو شگفتگی و کمال انبساط کا حال بلا حجاب نصیب ہو۔ اسمیں اشارہ ہے۔ کہ مجاہدات و ریاضات میں استمداد من اللہ ہی مدار اعظم ہے اپنی قوت پر اعتماد نہ کرے۔ ؎

از برای شرف نبوک مژہ	خاک راہ نور فتنم ہوس ست

از برای و نبوک ہر دو متعلق بر فتن۔ اسمیں تعلیم ہے تحمل مشاق و تذلل کی تحصیل مقصود میں۔ ؎

ہمچو حافظ بر غم مدعیان	شعر رندانہ گفتنم ہوس ست

رغم خاک آلودہ شدن مراد بعکس مراد مدعیان مطلب یہ کہ مدعیون اور معترضون کی پرواہ نہ کرنا چاہیئے اپنے عاشقانہ کام میں لگا رہنا چاہیئے۔ ؎ غزل

حسنت باتفاق ملاحت جہان گرفت	آری باتفاق جہان میتوان گرفت

چونکہ ملاحت سے حسن کا کمال سمجھا جاتا ہے۔ اسلئے یہ کنایہ کمال سے ہوا یعنی چونکہ محبوب حقیقی حسن ذاتی و صفاتی کے ساتھ موصوف ہیں اور اس وصف میں کامل بھی ہیں۔ اسلئے تمام عالم مسخر قدرت ہے طوعاً یا کرہاً اور اس تسخیر میں صفات کمال مثل علم و قدرت و حکمت وغیرہا کا دخل ظاہر ہے۔ اور یہ سب حسن میں داخل ہو گیا و ہذا کقولہ تعالیٰ ولہ اسلم من فی السموات والارض طوعا و کرھا مقصود اس بیان کمال سے تصحیح عقیدہ بھی ہے اور طالب کو ترغیب بھی ہے۔ کہ ایسے کامل سے ضرور محبت کا تعلق ہونا چاہیئے۔ ؎

افشای راز خلوتیان خواست کرد شمع	شکر خدا کہ ہر دلش بر زبان گرفت

خواست کردن یعنی کردن خواست۔ و راز خلوتیان سوز و گداز کہ لازمہ عشق است و شمع عاشق و گرفت گرفتہ شد کنایہ از بند شدن زبان۔ و لطافت شعری درین آنست کہ سوزش شمع کہ سر دل او سمت در زبان او کہ طرف

بلای ادست میرسد ترجمہ لفظی یہ ہے کہ شمع نے چاہا تھا کہ راز اہل خلوت کا ظاہر کرے۔ مگر اُس کے راز دل نے زبان تک پہونچکر اسکو سوختہ کر دیا۔ اور اُسکو اظہار سے بند کر دیا۔ مقصود یہ ہے کہ عشق ایک کیفیت وجدانی ہے کوئی شخص اُسکے بیان کا فی پر قدرت نہین رکھتا جو شخص اسکا ارادہ کرتے اُس کی زبان اُس سے عاجز ہو جاتی ہے اور تمام امور وجدانیہ کی یہی کیفیت ہے کہ زبان اُسکی تعبیر سے عاجز و قاصر ہے۔ پس اگر کوئی مضمون عاشق کا غیر مفہم ہو یا خلاف حق کا موہم ہو اُسپر طعن مت کرو۔ ؎

میخواست گل کہ دم زند از رنگ و بوی تو	از غیرتش صبا نفس اندر دہان گرفت

غیرتش مضاف الیہ نفس ست۔ مدلول لفظی یہ ہے کہ گل اپنے مین رنگ و بو دیکھکر تیرے رنگ و بو کے مساوات کا دعوی کرنا چاہتا تھا۔ مگر صبا نے غایت غیرت سے اُسکا سانس اُسکے مُنہ ہی کے اندر پکڑ لیا۔ یعنی بولنے نہ دیا چنانچہ گل کا نہ بول سکنا ظاہر ہے۔ اور اسمین نہ بولنے کی ایک دعائی علت بطور حسن التعلیل کے ہے۔ اور بعض نسخون مین اس طرح ہے نفسش در دہان الخ پس غیرتش کے معنی ہونگے غیرت خود اور بعض نسخون مین ہے غیرتت یعنی از غیرت۔ برتو۔ حاصل سب کا ایک ہی ہے مقصود معنوی یہ ہے کہ سالک پر جب غلبہ توحید کا ہوتا ہے تو اپنے افعال و صفات کو عین افعال و صفات حق تخیل کر کے دعوی منصوری کرنا چاہتا ہے۔ مگر فیض وحی کہ پیغام رسانی دوست مین مشابہ صبا کے ہے بمقتضاے غیرت کہ صفات حق مین سے ہے جسکا مقتضا عن القبیح ہے اُسکی زبان پکڑتا ہے۔ یعنی شریعت نبی تشریعی اُسکو منع کرتی ہے گو اثر اُس نبی کا واقع نہو کیونکہ امر تشریعی مستلزم تشریعی ہے مستلزم تکوین نہین۔ پس اسمین اشارہ ہے کہ جب تک مرفوع القلم نہو ایسی حالت مین کف لسان و حبس گو غلبہ حال سے ضبط مین کسیقدر تکلف اور تکلیف ہی کیون نہو۔ ؎

چون لالہ کج نہادہ کلاہ طرب زکبر	ہر داغ دل کہ بادہ چون ارغوان گرفت

ہر داغ دل الخ مبتدا کج نہادہ الخ خبر و چون حرف تشبیہ و کبر کج ظاہری یعنی استغنا۔ و داغ دل عاشق کہ دلش داغ شدہ باشد و چون ارغوان یعنی سُرخ مشابہ ارغوان کہ نام گلے ست سُرخ رنگ۔ مطلب یہ کہ جس عاشق نے بادہ عشق نوش کر لیا وہ تمام ماسوی اللہ سے مستغنی ہو گیا گویا لالہ کی طرح کلاہ طرب کج رکھے ہوئے ہے۔ اسمین ترغیب ہے تحصیل عشق کی۔ اور بعض نسخون مین ہے ہر دل کہ داغ بادہ الخ معنی یہ ہونگے کہ جس دل نے ایسی بادہ کے داغ یعنی طلب کو اختیار کر لیا اور ترکیب وہی ہے۔ ؎

زان روی عشق ساغرمی خم بسوخت	کاتش ز عکس عارض ساقی دران گرفت

روی وجہ بمعنی سبب یعنی ازان سبب۔ مدلول لفظی تو ظاہر ہے کہ ساغرمی مین چونکہ عارض ساقی کا عکس پڑتا تھا۔ اسلئے مین اُس ساغر کی طلب مین بیتاب و بیقرار ہو گیا اور بلسان اشارت ساغرمی سے مراد تجلی افعالی اور عارض ساقی سے مراد تجلی صفاتی من انضاض من التجلی الذاتی کما یدل علیہ اضافۃ العارض الی الساق الذی ھو الذات پس مطلب یہ ہوا کہ افعال حق رجو دال ہین صفات حق پر اور ابتدائے

سلوک میں بھی مطمح نظر ہوتا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ویتفکرون فی خلق السموات والارض ربنا ما خلقت ھذا باطلاً الآیۃ اسلئے میری خرمن ہستی کے سوختہ کرنے والے اور فاعل حقیقی کے عشق میں بیتاب کرنے والے ہوگئے کہ انمیں صفات کی اور انکے واسطے سے ذات کی تجلی تھی۔ اسمیں تعلیم ہے ترقی نظر کی سلوک میں اسطرح سے کہ افعال سے صفات کی طرف اور ان سے ذات کی طرف توجہ کرے۔ اور بعض نسخوں میں ہے۔ آن روز عشق الخ اور روز سے مراد وقت یعنی اسی وقت سے ایسا ہوگیا تھا ؎

آسودہ بر کنار چو پرگار می شدم	دوران چو نقطہ عاقبتم در میان گرفت

ترجمہ یہ ہے۔ کہ میں پرکار کی طرح کہ کنارہ پر چلا کرتا ہے۔ نہایت راحت کی حالت میں چل رہا تھا آخر زمانہ نے مجھکو نقطہ کی طرح کہ وسط میں ہوتا ہے۔ اندر لے لیا۔ اور شرح اسکی بعض شراح نے یہ کی ہے۔ کہ میں پہلے عشق سے خالی تھا مگر آخر اسمیں مبتلا ہوکر مصیبت میں پھنس گیا مگر احقر کا ذوق اسکو ایسے قبول نہیں کرتا کہ سوق کلام سے ترجیح ہوتا ہے کہ پہلی حالت کو ترجیح دے رہے ہیں پچھلی حالت پر اور یہ امر نہایت بعید ہے کہ خلو عن العشق کو عشق پر ترجیح دیں اسلئے احقر کے نزدیک بعض محشیون کی توجیہ اچھی معلوم ہوتی ہے کہ جب تک دنیا سے بے تعلق تھا بڑی راحت تھی۔ اب تعلقات میں پڑکر گرفتار بلیات و مصائب ہوگیا۔ پس اسمیں تنفیر ہے تعلقات ہوا و ہوس سے کہ مضیع راحت روحانیہ ہے۔ اور بعض اوقات متلف راحت جسمانیہ بھی۔ ؎

خواہم شدن بکوی مغان آستین فشان	زین فتنہا کہ دامن آخر زمان گرفت

یعنی اس زمانہ میں کہ آخری زمانہ ہے کہ اسمیں وقوع فتن نصوص میں وارد ہے جو فتنے ظاہری و باطنی برپا ہیں ان سب سے اعراض کرکے عشق و معرفت کی پناہ حاصل کرونگا چنانچہ احادیث میں ذکر طاعت کو حصن سے تشبیہ دی گئی ہے جسمیں احکام شرعیہ و احوال عشقیہ سب داخل ہوگئے کہ انپر استقامت و استدامت عاصم عن جمیع الانکازہ ہے۔ ؎

بر برگ گل زخون شقائق نوشتہ اند	کانکس کہ پختہ شد مئی چون ارغوان گرفت

شقائق لالہ و مراد از گل گل لالہ یعنی لالہ جو اپنے کمال کو پہونچکر اپنے خون میں رنگین یعنی سرخ ہوجاتا ہے یہ گویا بزبان حال اس بات کو تبلا رہا ہے۔ کہ جو شخص پختہ یعنی عاقل کامل اور تجربہ کار ہوگا وہ اسیطرح مئی سرخ یعنی طریق عشق کو حاصل کریگا۔ اسمیں بھی فضیلت ہے عشق آلہی کی کہ کمال عقل کا مقتضا اسی طریق کو اختیار کرنا ہے ؎

می دہ کہ ہر کہ آخر کار جہان بدید	از غم سبک بر آمد و وطل گران گرفت

سبک حال۔ و آخر کار جہان زوال و اضمحلال۔ و وطل پیمانہ شراب و وطل گران پیمانہ بزرگ کذا فی الغیاث و مقابلہ اش باسبک لطافت شاعری ست مطلب یہ کہ اے ساقی عنایت ازلی مجھکو فیض عشقی عطا فرمائیونکہ عشق ایسی محبوب اور مرغوب چیز ہے کہ جس نے اس دنیا کا انجام کار کہ فنا و زوال ہے دیکھ لیا وہ اسکے غم و فکر سے ہلکا پھلکا نکل کر ساغر عشق ہی کو اختیار کریگا۔ اور بعض نسخوں میں می خورد ہے۔ اور یہ زیادہ واضح ہے ؎

تقسیم ترقی سالک

فضیلت عشق

یعنی آزادان

می دہ بجام جسم کہ صباح صبوحیان	چون بادشہ بہ تیغ زر افشان جہان گرفت

صبوح شد ایکہ بامداد نوشند و صبوحی آنکس کہ درین وقت شراب نوشد و صباح صبوحیان ظرف گرفت و فاعل گرفت ضمیر راجع بجام و بہ تیغ متعلق بہ گرفت و جملہ صباح الخ صفت جام جم ای جامیکہ در صباح تمام جہان را مثل بادشاہ بہ تیغ زر افشان گرفتہ است یعنی تمام عالم را منور ساختہ است مثل بادشاہیکہ جہان را مسخر کند بہ تیغ کہ شعاعش چون تاب زر ریزد و مراد بجام جم لطیفۂ قلب کہ اول عشق دران پیدا شود و ازان پس در قلب مادی و منور شدن عالم مادی از لطیفۂ قلب پر ظاہر است کہ منتزہ از مادہ و واسطہ فیوض الٰہیہ و مربی جسم مادی ست مطلب یہ کہ لطیفۂ قلب ہین کہ مشابہ جام جم ہے۔ اور جسکی ایسی ایسی شان ہے می محبت بھر کر عطا کر دیجئے اور بعض نسخون مین جام زر ہے اور اُسکا تناسب تیغ زر افشان سے زیادہ ظاہر ہے۔ ۵

فرصت شمار کہ قلتہ چو در عالم اوفتاد	عارف بجام می زدو از غم کران گرفت

فی مفعول زدو معنی بجام می زدو یعنی بجام انداخت یعنی اے طالب تم فرصت اور موقع کے منتظر رہو جب سامان میسر ہو فوراً تحصیل عشق مین سعی شروع کر دو کیونکہ عارفون کا یہی شیوہ رہا ہے کہ جب عالم مین کوئی ظاہری یا باطنی فتنہ دیکھا فوراً قلب مین محبت پیدا کر کے سب جھگڑون سے یکسو ہو گئے۔ یہان دو شبہے ہوتے ہین ایک یہ کہ تحصیل محبت ہر وقت واجب ہے پھر فرصت نگر کے کہنے کے معنی۔ دوسرے یہ کہ اسی بنا پر وقوع فتن کی قید کیون ہے۔ جواب یہ کہ یہ دونون قیدین ایسی ہین جیسے حدیث بیعت مین ہے ما اطقتن یعنی قید واقعی ہے۔ کیونکہ طاقت ہر وقت ہے اسیطرح فرصت اور وقوع فتن ہر وقت ہے اسطرح کی تعبیر مین تسہیل ہے طبع طالب پر پھر ذرا توجہ سے اُس قید کا وقوع بھی ظاہر ہو جاتا ہے اور مقید کے ایقاع کو ضروری سمجھتا ہے۔ ۵

زین آتش نہفتہ کہ در سینۂ من ست	خورشید شعلہ ایست کہ در آسمان گرفت

اسمین معنی ظاہری کے اعتبار سے تو شاعرانہ مبالغہ ہے چنانچہ ظاہر ہے اور معنی باطنی کے اعتبار سے مضمون محققانہ ہے وہ یہ کہ سینہ سے مراد لطیفۂ قلب مجازاً اور چونکہ وہ مادی نہین اسلئے غیر محدود و بمکان ہے اور آتش نہفتہ کہ عبارت ہے محبت سے اُسکی صفت بحلول سرمدی ہے اور محل کے غیر محدود ہونے سے ایسے حال کا غیر محدود ہونا ظاہر ہے۔ اور آسمان مادی ہے اور اُسکا شعلہ آفتاب بھی مادی اور حرارت اُسکے واسطے سے مادی اور محدود ہے اور غیر محدود معنی اعظم ہے۔ محدود سے پس بوجہ اعظمیت کے وہ مثل کل و متبوع کے ہوا اور غیر اعظم مثل جزو و تابع کے ہوا اسلیئے از کہنا صحیح ہو گیا۔ پس مقصود اس سے بیان کرنا ہے شرف و دائع انسانیہ کا تاکہ سالک اُن سے کام لے۔ ۵

حافظ بجو آب لطف از نظم تو نیچکد	غیرے چگونہ نکتہ تواند بر آن گرفت

ظاہر اتو اپنی جگہ صحیح ہے مگر مقصود یہ ہے کہ ملفوظات اہل حال پر ظاہر الفاظ دیکھکر نکتہ چینی نہ چاہیئے بلکہ بطافت معانی کو دیکھنا چاہیئے تاکہ حرمان و خسران سے بچے۔

درخواست محبت

شرف و دائع انسانیہ

غزل

خیال روی تو در ہر طریق ہمرہ ماست		نسیم موی تو ہیوند جان آگہ ماست	

نسیم موی یعنی نسیمے کہ بر موی تو گذر کردہ می آید یا مراد خوشبو مجازاً۔ مدلول لفظی ظاہر ہے اور بلسان اشارت یہ تفسیر ہوسکتی ہے تصور شیخ کی یا دوام عشق و معیت محبوب حقیقی کی۔ ؎

ببین کہ سیب زنخدان او چہ میگوید ہزار یوسف مصری فتادہ در چہ ماست

ترجمہ ظاہر ہے مقصود بیان کرنا ہے کہ محبوب حقیقی سب محبوبون سے اجمل و اکمل ہی تاکہ طالب بشر اشرہ اسکی طرف متوجہ ہو اور دوسری طرف التفات نکرے۔ ؎

بر غم مدعیانے کہ منع عشق کنند		جمال چہرۂ تو حجت موجہ ماست	

بر غم بمعنی برخلاف۔ یعنی جو لوگ مانع عشق ہین۔ اُن کے جواب مین محبوب کا چہرۂ لطیف حجت کافیہ ہی کہ خود اگر دیکھ لین تو عاشق ہوجاوین یا کم از کم ہمکو تو مورد اعتراض نہ بناوین۔ اسمین اشارہ اسطرف ہی کہ عشاق پر جو لوگ معترض ہین سبب اُسکا حقیقت سے بیخبری ہے۔ ؎

اگر بزلف دراز تو دست ما نرسد		گناہ بخت پریشان و دست کوتہ ماست	

مطلب یہ کہ محبوب تک جس شخص کی رسائی نہو اُسکو چاہیئے کہ اپنی استعداد بمعنی قابلیت قریبہ من الفعل کا کہ مکتسب من بعض الافعال ہے کہ بخت اُس سے تعبیر ہے اور اپنے مرتبہ فعل و اکتساب کا کہ دست کوتہ اُس سے عبارت ہے قصور سمجھے محبوب کی طرف سے کرم و لطف مین کمی نہ سمجھے کہ وہ نہایت وسیع و محیط ہے اور زلف کو دراز کے ساتھ موصوف کرنے مین معنی وسعت و احاطہ کی طرف بھی اشارہ ہوسکتا ہے جب اپنی قوت و فعل کی کوتاہی ہے تو سعی کرکے اُسکا تدارک کرے اور بخت سے مراد تقدیر مکتوب استعداد فطری و اضطراری نہین کہ وہ بلا قصد و دخل عبد کے خود مجعول حق و فعل حق ہے اور وہ خیر محض ہے لتضمنہ حکما کثیرۂ اُسکو کوتاہی و قصور سے موصوف کرنا محال ہے۔ ؎

بحاجب در خلوت سرای خاص بگو		فلان ز گوشہ نشینان خاک درگہ ماست	
بصورت از نظر ما اگرچہ محجوب ست		ہمیشہ در نظر خاطر مرفہ ماست	
اگر بسائی حافظ درے زند بکشا		کہ سالہاست کہ مشتاق روی چون مہ ماست	

بسائی بیای معروف بمعنی سوال و در بعض نسخ چو سائلے بیای مجہول ست و معنی ظاہر ست۔ حاجب سے مراد خاص ملائکہ قاسمین فیوض آلہیہ جنکو حدیث اسید بن حضیر مین سکینہ فرمایا گیا ہے۔ پس معنی یہ ہوے کہ ایسے قاسمین فیوض سے فرماد ہے کہ فلان شخص یعنی داعی ہماری درگاہ کا خاک نشین ہی اور گو ظاہرا وہ (بوجہ معاصی کے) ہماری نظر خاص سے محجوب (یعنی بعید) ہے (لان البعد من لوازمہ العادیۃ الحجاب) لیکن (بوجہ خاکساری و انکسار و معذرت تقصیرات کے) ہمارا مورد توجہ ہے تو اگر وہ سائلانہ (وعاجزانہ) دروازہ کھٹکھٹائے

عمدہ بورے طور پر ۱۲ اجمالیت و اکملیت محبوب حقیقی

تقسیم سوی در طریق محبوب

(یعنی طالب فیوض ہو) تو دروازہ کھول دینا (یعنی اُسکو فیوض پہونچانا) کہ مدت ہوگئی وہ ہمارا مشتاق اور طالب) ہے (اور طلب ہی پر فیوض ہیں گو شرائط کمال نہ ہوں۔ پس حاجب سے مراد روکنے والا دربان نہیں بلکہ پہونچانے والا۔ بعض شراح نے اوّل معنی سمجھکر مراد ابلیس لیا ہے اور تکلفات بارده کا ارتکاب کیا)

غزل

درین زمانہ رفیقی کہ خالی از خلل ست	صراحی مئی ناب و سفینہ غزل ست

صراحی مئے ناب دل مالامال از عشق۔ وسفینہ غزل کلام و ملفوظات اہل اللہ اور مطلب ظاہر ہے۔ اور تخصیص درین زمانہ کی اسلئے کہ پہلے تو قابل صحبت کاملین کثرت سے تھے اور اُس زمانہ میں اُنکی قلت اور مزورین کی کثرت ہے اور اخوان دنیا بھی مثل پہلے کے نرہے کہ اُن سے گزر نہ ہوپہنچتا اب تو اگر دوست ہیں وقت ضائع کرنے والے اور اگر دشمن ہیں تو قلب کے پریشان کرنے والے۔ البتہ اس صراحی اور سفینہ کے قبل مرشد کا تجویز کرلنا شرط ہے۔ ؎

جریدہ رو کہ گذرگاہ عافیت تنگ ست	پیالہ گیر کہ عمر عزیز بے بدل ست

جریدہ بے تعلق از دنیا۔ گذرگاہ راہ۔ پیالہ گرفتن عشق اختیار کردن یعنی دنیا سے بے تعلقی اور حق تعالیٰ سے تعلق اختیار کرو اول کی علت یہ ہے کہ تعلقات ہیں عافیت نہیں دوسرے کی علت یہ ہے کہ عمر کا بدل نہیں اسلئے عمر کو مغتنم سمجھو۔ اور تنگ ست کے معنی یہ بھی ہوسکتے ہیں کہ راہ عافیت میں اتنی گنجایش نہیں کہ اسمیں تعلقات دنیا اور عشق الٰہی دونوں کو لیکر نکل سکو اور چل سکو اسلئے اول کو چھوڑ کر ثانی پر اکتفا کرو۔ اسمیں اظہار غلطی ہے ہوسنا کان جمع بینہما کا۔ ؎

نہ من زبے عملی در جہان ملولم و بس	مالات علما ہم ز علم بے عمل ست

اسمیں مذمت ہے بدعملی کی۔ یعنی صرف میں ہی اس بے عملی سے متنفر نہیں ہوں بلکہ علما بھی ایسے علم سے متنفر ہیں جو مقرون بالعمل نہو۔ مقصود اس سے تنبیہ ہے مدعیان علم کو جو اپنے کو بڑا سمجھتے ہیں کہ اگر اُسکے ساتھ عمل نہو تو بیکار ہے اور اگر عمل ہو تو اُسکے لوازم میں سے انکسار ہے ؎

بخشم عقل بہ بین در جہان بآشوب	جہان و کار جہان بے ثبات و بے محل ست

بے محل بے موقع نیست کہ مناسق نیست بآیہ ربنا ماخلقت ہذا باطلا بلکہ بمعنی آنکہ بر محل خود ثبات ندارد پس در لفظین عطف تفسیری ست و معنی ظاہر ست۔ مقصود اس سے تنفیر ہے تعلقات دنیویہ سے جو کہ شرط سلوک ہے۔

دلم امید فراوان ز وصل روی تو داشت	ولے اجل برہ عمر رہزن ایل ست

اسمیں حسرت ہے۔ ایسے لوگوں کے حرمان پر جو تمام عمر اسی ہوس میں رہتے ہیں کہ اب سامان تحصیل ذخیرہ آخرت کا کرینگے حتی کہ موت آجاتی ہے پس امید سے مراد امل ہے بقرینہ آخر بیت اور حرمان کو اجل کیطرف منسوب کرنا حالانکہ اگر اجل بھی نہ ہوتی تب بھی یہ لوگ محروم ہی رہتے اسلئے کہ اجل کی تاخیر میں بعض اوقات بوجہ تجربہ

تعلیم اختیار کردن ملاوت

تعلیم اقصار بر عشق و غیرہ از جمیع کمالات انبیاء و اولیاء

تعلیم عمل بر علم

تنفیر از تعلقات

بعض

قبائح دنیا یا صحبت کسی کامل کے اُس اہل کے تحقق کی بھی نوبت آجاتی ہے۔ اور موت آگئی تو یہ احتمال بھی قطع ہوگیا اسمین تعلیم ہے تعجیل فی المقصود کی۔ ؎

زقسمت ازلی چہرۂ سیہ بختان	بشست و شوئی نگردد سفید ازین مثل ست

اسمین آثار شقاوت قہر کا بیان ہے۔ اور این مثل ست فرمانا شاید اشارہ اُس شعر مشہور کی طرف ہو ؎ بآب زمزم و کوثر سفید نتوان کرد ۔ گلیم بخت کسے را کہ بافتند سیاہ۔ اور زقسمت مین حرف زعلت۔ کیلئے ہے یعنی ہر کہ سیہ بخت باشد بسبب قسمت ازلی۔ اس شعر سے مقصود یا تو تسلیہ ہے کہ مصرین علی العناد کی حالت پر حزن بیکار ہے۔ اُن کی اصلاح نہین ہوسکتی اور تسلیہ سے غرض یہ ہے کہ اُن کی فکر مین پڑکر اپنے قلب کو تشویش مین کہ مانع ترقی سلوک ہے کیون ڈالا جاوے۔ اور یا مقصود تخویف ہے کہ آدمی اپنے حال و اعمال پر ناز نہ کرے کیونکہ علم آلہی مین معلوم نہین کہ سعید ہو یا شقی۔ اور یہ خوف سبب ترقی سلوک ہے ہے ؎

بگیر طرۂ مطلعے و قصہ مخوان	کہ سعد و نحس زتا بر زہرۂ و زحل ست

مصرع ثانیہ بیان ہے قصہ کا یعنی فضولیات کو چھوڑ کر عشق آلہی حاصل کرو۔ ؎

خلل پذیر بود ہر بنا کہ مے بینی	مگر بنای محبت کہ خالی از خلل ست

یعنی قرب و قبول کی جتنی بنائین ہین جیسے اعمال ظاہرہ و باطنہ بلا حصول نسبت کے اُن سب مین احتمال زوال کا ہے۔ مگر محبت آلہی جو بنای قرب و قبول ہے یہ غیر متحمل الزوال ہے وہو المراد فی الحدیث ہبشاشتہ الایمان اذا خالط القلوب۔ کیونکہ مبنی اعمال کا محض قصد ہے اور قصد کا کسیوقت شہوت یا غضب سے مغلوب ہوجانا اور اس مغلوبیت کا مدت تک استقرار مستبعد نہین بخلاف نسبت عشقیہ کے کہ وہ بمنزلہ امر طبعی اضطراری کے ہوجاتا ہے اور ایسے امر کا زوال مستبعد ہے گو کسی وقت اثر ضعیف ہوجاوے مگر پھر جلد عود کر آتا ہے۔ اس سے یہ مقصود نہین کہ اعمال بیکار ہین۔ بلکہ مطلب یہ ہے۔ کہ اعمال کو ذریعہ اس نسبت باطنیہ کا بنانا چاہیئے اور جب تک یہ میسر نہو مجاہدہ شدیدہ کرنا چاہیئے سکے بعد بقدر ضرورت مجاہدہ کافی ہے۔ ؎

بہیچ دور نخواہند یافت ہشیارش	چنین کہ حافظ ما مست بادۂ ازل ست

اسمین بیان ہے نسبت عشقیہ کے دوام و ثبات کا۔ پس یہ شعر شعر سابق کی تفریع یا شرح کے طور پر ہے۔

غزل

دل و دین م شد و دلبر بملامت برخاست	گفت با ما منشین کر تو سلامت برخاست

یعنی عشق مین میرا تو دل اور دین دونون غارت ہوگئے (جسپر مجھکو امید قدردانی کی تھی) مگر محبوب ملامت کرتا ہوا اُٹھا اور کہنے لگا کہ ہمارے پاس مت بیٹھو کیونکہ تم سے سلامتی (واعتدال) کی صفت اُٹھ کھڑی ہوئی (اور اپنی حالت حد سے تجاوز ہوکر قابل ملامت کے کرلی۔ جو ہمکو پسند نہین۔ اسمین اشارۃ یہ ارشاد ہے

ضبط احوال

کہ باستثنار مرفوع القلم شخص کے کسی حالت مین ضبط کو چوکہ اختیاری ہوگو آسمین کچھ کلفت بھی ہو۔ ہاتھ سے دیکر اپنی حالت صحت یا حالت دین کو معرض فساد مین ڈالنا اور اعتدال شرعی سے خارج ہوجانا قبیح و مذموم ہے گو بوجہ بے علمی کے اپنی رائے فاسد سے یہ شخص اُسکے ادخل فی التقرب القبول ہونے کا زعم کرتا ہو اسی لئے حدیث مین سوال شوق کے ساتھ یہ قید لگائی ہے۔ فی غیر ضرر مضرۃ (ای ما یعود الی الصحۃ وفتنۃ مضلۃ (ای ما یعود الی الدین) بعد قولہ واسئلک وشوقا الی لقائک ؎

کہ شنیدی کہ درین بزم دی خوش ننشست	کہ نہ در آخر صحبت بندامت برخاست

تزہید دنیا

این بزم سے مراد دنیا ہے اور یہ شعر مقارب المعنی اس شعر عربی کا ہے۔ ؎ ومن یعمل الدنیا لعیش یسرہ فسوف لعمری عن قلیل یلومہا۔ مقصود اس سے تزہید ہے دنیا مین جو کہ شرائط سلوک سے ہی ؎

شمع گریان لب خندان بزبان حالی زد	پیش عشاق تو شبہا بغرامت برخاست

اسمین حسن التعلیل ہے یعنی شمع جو تمام شب استادہ رہتی ہے اُسکی وجہ یہ ہے کہ اُس نے تیرے روئے خندان کی مساواۃ کا دعوی کیا تھا۔ اسلیئے یہ کھڑا ہونا اُسپر جرمانہ ہوا ہے۔ اور بلسان اشارت بیان ہے۔ اس کا کہ غلبۂ توحید مین جن لوگون نے دعوی اتحاد کیا انجام کار اُن کا مضرت ہوا خواہ جسمانی جیسا منصور کو خواہ نفسانی جیسا بایزید کہ بعد صحو کے پشیمان ہوتے تھے اور کہتے تھے کہ کنت الیوم کافرا مجوسیا والآن اقطع زنار ی اقول اشہد ان لا الہ الا اللہ اور پشیمانی و ندامت گو فضیلت کی چیز ہے مگر آخر قلب کو اُسوقت کلفت تو ہوتی ہے جسکا سبب صدور خطا یا ہے اگر خطا نہ ہوتی تو یہ کلفت کیون ہوتی۔ اس اعتبار سے اسکو ضرر نفسانی مین داخل کیا۔ اور خواہ ضرر روحانی ہے چنانچہ ایسے دعاوی مانع ترقی ہین اگر اُسپر دوام رہا کیونکہ وہ دلیل سکر ہے اور سکر مین ترقی نہین ہوتی۔ ؎

در چمن باد بہاری زکنار گل و سرو	بہواداری آن عارض و قامت برخاست

مضرت دعوی اتحاد

مطلب یہ کہ سب میرے محبوب کے نیاز مند و ثنا خوان ہین حتی کہ باد بہاری جو چمن مین گل و سرو کی بغل مین سے نکلتی ہے یعنی اُسپر سے گذرتی ہے وہ بھی گل کے واسطہ سے اُسکے عارض کی اور سرو کے واسطہ سے اس کے قامت کی ہواداری اور خدمت کرتی ہے کہ گل کو تازہ و خندان اور سرو کو سبز و ریان کرکے اُسکے خوبی عارض و قامت کا اظہار کرتی ہے کیونکہ ؎ ففی کل شئ لہ آیۃ ؛ تدل علی انہ واحد + اسمین محبوب حقیقی کے کمال کا تمام ہونا اور ہر مصنوع کا مدلول بالوجہ العام ہونا بتلانا ہے۔ تاکہ اُسکی طلب مین سعی کرین۔ ؎

مست بگذشتی و از خلوتیان ملکوت	بتماشای تو آشوب قیامت برخاست

مست کنایہ از استغنار۔ و بگذشتی تجلی کردہ مستتر شدی۔ و خلوتیان ملکوت اہل خلوت کہ در مراقبات نسبت بعالم ملکوت پیدا کردہ باشند۔ و تماشا مشاہدہ۔ و بامعنی دریا یعنی برای۔ و آشوب قیامت شورش و نالہ مطلب یہ کہ محبوب حقیقی جو متجلی ہو کر مستتر ہوگیا۔ تو اہل خلوت مشاہدہ سے یا استتار کے بعد مشاہدہ کیلئے

بیتاب ہوکر نالہ و فریاد کرنے لگے۔ لان التجلی مفاجاۃً یورث الشوق ویذہب بالسکون وان الاستتار یورث الحزن وکلاہما یوجب الاضطراب۔ اور بعض خلوتیان ملکوت سے مراد ملائکہ لیتے ہین مگر چونکہ بقول مشہور ملائکہ مین کیفیت شورش نہین ہے۔ نیز اُن کو خلوت کی بھی حاجت نہین ہے۔ اسلیئے احقر نے اسکو پسند نہیں کیا مقصود بیان کرنا آثار احوال کا ہے۔ ؎

پیش رفتار تو پا بر نگرفت از خجلت	سرو سرکش کہ بناز قد و قامت برخاست

اسمین بھی حسن تعلیل ہے یعنی سرو کا جو پاؤن اپنی جگہ سے نہین اُٹھتا اور وہ نہین چلتا اسکی وجہ یہ ہی کہ وہ تیرے قد و قامت کے مساوات کا مدعی ہوا تھا اسلیئے شرم سے گڑ رہا ہے اسکا حاصل مقصود بھی مثل شعر سوم شمع گریزان الخ کے ہے۔ ؎

حافظ این خرقہ بیندار تگر جان ببری	کانش از خرمن سالوس و کرامت برہانیست

این خرقہ یعنی خرقہ سالوس بقرینہ مصرعہ ثانیہ۔ و کرامت مراد دعوی کرامت۔ اسمین مذمت ہے مکر اور دعوی کی یعنی اگر اپنی نجات چاہتے ہو تو اس خرقہ سالوس و اظہار کرامت کو ترک کرو کیونکہ اس سے آگ پیدا ہوتی ہے یعنی یہ سبب ہے دخول فی نار جہنم یا وقوع فی نار الہجران کا۔ ؎

روی تو کس ندید و هزارت رقیب هست	غزل	در غنچہ ہنوز و صدت عندلیب هست

تا در ہزارت مضاف الیہ رقیب نہ باین معنی کہ ایشان رقیب تو ہستند یعنی شریک عشق کسے باتو فانہ غیر مقصود بلکہ باین معنی کہ باہم رقیب اند در تو یعنی شریک عشق بر تو۔ وکس ندید یعنی تفصیلا و ادراکا بالکنہ و در غنچہ یعنی مستتری بالمعنی المذکور۔ یکس ندید نافی رویت باشد در دنیا مطلب یہ کہ محبوب حقیقی کو کوئی نے دنیا مین نہین دیکھا لان الرویۃ لا تقع فی الدنیا ویستثنی منہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حیث رای لیلۃ المعراج او یقال انہ یرای فی الاخرۃ لان السماء من مکان الاخرۃ) اور کسی کو آپکی تفصیلی معرفت نہین ہوئی۔ مگر پھر بھی بیشمار عاشق و طالب ہین شاید مقصود اس سے تصریح اس مسئلہ ہی کی ہو تا کہ اہل سلوک اس ہوس مین نہ پڑین یا کمال حسن و جمال بیان کرنا ہو کہ اس اجمالی ہی معرفت نے یہ نوبت کر رکھی ہے جو اور دن کے تفصیلی مشاہدہ مین بھی نہین اس سے معلوم ہوا کہ وہ بمراتب غیر متناہیہ اورون سے اجمل و اکمل ہے پس ایسی ذات کا طالب ہونا عین واجب ہے اور کس نہ دید سے اگر نفی رویت کی ہو تو مخصوص ہے دنیا کے ساتھ اور اگر نفی ادراک بالکنہ کی ہو جیسا در غنچہ سے یہی مراد ہے تو عام ہے آخرت کو بھی کیونکہ احاطہ حقیقت وہان بھی نہوگا لامتناعہ وھذا ھو معنی قولہ علیہ السلام لا یبقی علی وجہ الارض ماء الکبریاء واللہ اعلم ؎

گر آمدم بکوی تو چندان غریب نیست		چون من درین دیار ہزاران غریب هست

غریب در مصرعہ اولی بمعنی عجیب و بعید و در مصرعہ ثانیہ بمعنی متعارف۔ مطلب یہ کہ مین ہی اکیلا آپ کا مشتاق و طالب نہین ہون۔ اسمین بھی کمال جمال بیان کرنا مقصود ہے۔ تا کہ سامعین کو طلب کا شوق ہو۔ ؎

تعلیم رجا

	ہرچند دورم از تو کہ دور از تو کس مباد		لیکن اُمید وصل تو ام عنقریب ہست

ترجمہ ظاہر ہے اور مقصود اس سے تعلیم ہے رجا رکی کہ وجوب شرعی کیساتھ معین سلوک بھی ہے۔ اور شعر ہذا مین اُسکے دو محل محتمل ہین یا تو دُنیا مین محجوبی کی حالت مین بقاء آخرت کی اُمید یا حالت قبض مین بسط کی امید ۵

تعلیم توحید افعالی یا صفاتی

	در عشق خانقاہ و خرابات شرط نیست		ہر جا کہ ہست پرتو وی جیب ہست

اسکا یہ مطلب نہین کہ خانقاہ کے اعمال اور خرابات کے افعال دونون موصل و موجب قرب ہین بلکہ معنی یہ ہین کہ عاشق جسطرح خانقاہ مین ہادی کا مشاہدہ کرتا ہے خرابات کو دیکھکر مضل کا مشاہدہ کرتا ہے پس اُسکی نظر اور توجہ دونون جگہ اُسی کے ظہور و تجلی پر ہے اور یہ توحید افعالی یا صفاتی کی تعلیم کی طرف اشارہ ہے۔ ۵

	آنجا کہ کار صومعہ را جلوہ میدہند		ما قوس و دیر و راہب و نام صلیب ہست

اسکا مطلب بھی وہی ہے جو اوپر کے شعر کی شرح مین مذکور ہوا۔ و میدہند ای کارکنان قضا و قدر۔ ۵

تعلیم اصلاح خود و ترک شکایت حرمان

	عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر نہ کرد		ای خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست

کہ شد کدام شد۔ مقصود تنبیہ ہے۔ اُن سالکون کی جو حرمان کا شکوہ کیا کرتے ہین مطلب یہ کہ کوتاہی طالب کیطرف سے ہے مطلوب سے دریغ نہین پس اپنی اصلاح چاہیئے۔ ۵

	فریاد حافظ اینہمہ آخر ببرزہ نیست		ہم قصہ غریب و حدیثے عجیب ہست

غالباً اسمین جواب ہے منکران کیفیات وجدانیہ کا۔ فرماتے ہین کہ اگر تمکو وجدان نہو تو استدلال ہی سے سمجھ لو کہ عشاق کا یہ حیرت انگیز آہ و نالہ آخر کسی سبب عظیم ہی سے ہے پس بطریق برہان انی ان کیفیات کے وجود کو ثابت سمجھ لو

	ساقیا آمدن عید مبارک بادت	غزل	وان مواعید کہ کردی نرود از یادت

معنی ظاہری تو یہ ہین کہ اے محبوب تو نے عید کو وعدہ وصل کیا تھا اب عید بھی آگئی وعدہ پورا کرو اور معنی باطنی مین خطاب مرشد کو ہو سکتا ہے جس نے مسترشد سے (کسی ایسے وقت مین کہ مسترشد اُس سے کسی تلقین یا توجہ کا طالب ہوا ہوگا۔ اور اُسوقت مرشد اپنی کسی باطنی تشویش ہیبت وغیرہ مین مبتلا ہوگا) یہ وعدہ کیا ہوگا کہ ہمکو طمانینت ہو تو تمہاری درخواست پوری کرینگے اور قرائن یعنی بشاشت وغیرہ سے مسترشد کو حصول طمانینت معلوم ہوا ہوگا اسوجہ سے اُس حالت طمانینت کو بوجہ مایۂ سرور ہونے کے عید سے تعبیر کر کے اُس پر مبارکباد اور اُس وعدہ کی یاد پیش کرتے ہین۔ واللہ اعلم۔ ۵

	در شگفتم کہ درین مدت ایام فراق		بر گرفتی ز حریفان دل و دل میدادت

شگفت تعجب۔ بر گرفتی برداشتی۔ حریفان یاران و عاشقان۔ دل میدادت استفہام ست یعنی آیا دل تو گوارا میکرد۔ اسمین بھی سہل یہ ہے کہ مرشد کو خطاب ہو یعنی اتنے روز تک جو آپ نے طالبین کی طرف توجہ نہین کی تو کیا آپ کے دل نے اسکو گوارا کیا مجھکو اسی کا تعجب ہے کیونکہ مقتضا ارشاد کا شفقت اور توجہ ہے رہا وجود مانع وہ ایسے ضعیف ہی کہ اہل کمال کی بقدر ضرورت توجہ بھی طالب کی اصلاح کے لئے

کافی ہے اور وہ ہر حال مین ممکن ہے۔ پس اس شعر مین تعلیم ہے مشایخ کو کہ ایسے اوقات مین طالبین سے علیحدگی و بے التفاتی و یکسوئی و جواب خشک نہ چاہیئے اُن کی تو پوری بربادی ہے۔ ؎

برسان بندگی دختر رز گو بدر آی	کہ دم ہمت ما کرد ز بند از آدت

مخاطب برسان مطلق رسانندہ بندگی تحیت و نیاز۔ دختر رز شراب مراد عشق بمشارکت وصف مستی لیکن بحیثیت بودن آن عشق در خود یعنی عشقیکہ وصف مسترشد ست بدر آی یعنی از خلوت۔ بند مراد پردہ استتار۔ اسمین بھی مثل سابق بطور تتمہ مضمون سابق مرشد ہی سے عرض مقصود ہی یعنی اے مبلغ ہماری صفت طلب عشق کیطرف مرشد کو سلام کے بعد یہ پیغام پہونچا دے۔ کہ خلوت سے باہر آیئے اور ہمارے حال پر توجہ فرمایئے اور خدا تعالی نے جو آپکو یہ نعمت کمال اور قوت تکمیل عطا فرمائی ہے اُسکی ایک حکمت یہ بھی سمجھیئے کہ طالبین کا افادہ آپکی ذات سے وابستہ کرنا ہے پس ہمارا جو قصد خدا طلبی ہے یہ بھی سبب ہو گیا ہے آپکے پردہ استتار سے منصہ شہار پر آنے کا پس ایک مقصود کمال سے تکمیل بھی ہے تو اس سے دریغ نہ کیجئے فالہمۃ بمعنی القصد واسناد لفظ کرو الیہا اسناد مجازی الی السبب ونعم ماقیل فی بیان ہذا الحکمۃ ع خاص کند بندہ مصلحت عام را۔ اور یہ جو مین نے کہا ہے ایک حکمت یہ بھی الخ اُسکی وجہ یہ ہے کہ حکمت کا اسمین انحصار نہین اہل ارشاد مین یہ بھی ایک حکمت ہے البتہ جو اہل ارشاد نہین ہین اُن کے باب مین کلام نہین کما قیل ؎ احمد تو عاشقی نیخت تراچہ کار + دیوانہ باش سلسلہ شد شد نہ شد نہ شد

شادی مجلسیان در قدم و مقدم تست	جای غم باد ہر آن دل کہ نخواہد شادت

جای غم بادای محل وظرف غم باد۔ اسمین بھی خطاب ہے مرشد کو اُن کے اہتمالات اور اُن کے خوش رہنے کی دعا کر رہے ہین ؎

چشم بد دور کز ین تفرقہ خوش باز آورد	طالع نامور دولت مادر زادت

یہ بھی خطاب مرشد کو ہے اُن کو حصول طمانیت و رفع تفرقہ خاطر یعنی تشویش پر مبارک باد دیتے ہین مثل شعر اول کے یعنی آپکی خوش بختی و مقبولیت وہبیہ اس تفرقہ سے نکلنے کی باعث ہوئی اللہ تعالی چشم حسد سے محفوظ رکھے کہ یہ تفرقہ قایم رہے

شکر ایزد کہ ازین باد خزان خرنہ نیافت	بوستان سمن و سرو گل و شمشادت

اسمین بھی خطاب ہے مرشد کو اور باد خزان سے مراد وہی تشویش و تفرقہ خاطر اور خرنہ سے مراد خلل و مضرت اور بوستان الخ سے مراد کمالات باطنی مرشد کے یعنی حق تعالی کا شکر ہے کہ اس حالت عارضہ سے آپ کے کمالات کو گزند نہین پہونچا۔ اسمین اشارہ ہے اس تعلیم کی طرف کہ اگر مرشد کو کوئی ایسا امر پیش آجاوے تو مسترشد کو اُسکے کمالات کی نمی کا وہم نکرنا چاہیئے۔ کہ سراسر اسکی ہلاکت ہے۔ ؎

حافظا از دست مدہ صحبت آن کشتی نوح	ورنہ طوفان حوادث ببرد بنیادت

شعر بالا مین اصلاح تھی مسترشد کی علماً اور اسمین اصلاح ہے اُسکی عملاً یعنی اگر ایسی حالت مرشد کو پیش آجاوے تو اُسکی صحبت یا اُسکی خدمت نہ چھوڑ دی کہ جب یہ بیتوجہی کرنے لگا تو دوسری تدبیر کرین بلکہ اُسکی مثال کشتی نوح کی سی سمجھے کہ طوفان سے گو اُسکو حرکت تھی مگر غرق سے خود محفوظ اور راکبین کی حافظ تھی اسیطرح گو مرشد مین کسی باطنی حالت

کے غلبہ سے ایک گونہ خروج عن السکون عارض ہوجاوے مگر وہ اس حالت مین بھی خود ضلال سے محفوظ اور دوسرون کیلئے حافظ ہے۔

غزل

ساقی بیار بادہ کہ ماہ صیام رفت — دور دہ قدح کہ موسم ناموس و نام رفت
وقت عزیز رفت بیا تا قضا کنیم — عمرے کہ بے حضور صراحی و جام رفت
در تاب توبہ چند توان سوخت ہمچو عود — می دہ کہ عمر در سر سودای خام رفت
مستم کن آنچنان کہ ندانم ز بیخودی — در عرصۂ خیال کہ آمد کدام رفت
بر بوی آنکہ جرعۂ جامے بما رسد — در مصطبہ دعای تو ہر صبح و شام رفت
دل را کہ مردہ بود حیاتے ز تو رسید — تا بوی از نسیم میش در مشام رفت
زاہد غرور داشت سلامت نہ برد راہ — رند از رہ نیاز بدار السلام رفت
زاہد تو دان و خلوت و تنہائی و نیاز — عشاق را حوالہ بعیش مدام رفت
نقدے کہ بود مرا صرف بادہ شد — قلب سیاہ بود ازان در حرام رفت
دیگر مکن نصیحت حافظ کہ رہ نیافت — گم گشتۂ کہ بادۂ عشقش بکام رفت

(جاننا چاہیئے کہ طریق موصل الی اللہ دو ہین طریق زہد اور طریق عشق جسکا جیسا مذاق ہو اُس کی تربیت اسی سے ہوتی ہے۔ اور بعضے ان ہی دونون طریقون کو ریا آمیز کرتے ہین سو ایسا زہد ریائی اور عشق ریائی خود موصل ہی نہین پس اس غزل مین بمناسبت اپنے مذاق کے طریق عشق کی طلب کرتے ہین۔ اور طریق زہد کا اپنے لیے غیر کافی ہونا بتلاتے ہین اور کسی کسی شعر مین زہد ریائی کی مذمت کرتے ہین اور عشق ریائی بھی باشتراک علت اسیطرح مذموم ہے مگر چونکہ حافظ رح کے زمانہ مین کہ زمانہ غلبہ و حکومت اسلام کا تھا اہل طریق عشق پر وارد گیر اور ہجوم بلیات کا زائد تھا اسلئے عشق ریائی قریب قریب مفقود کے تھا اسلئے اشعار مین اس سے تعرض بھی کم کیا جاتا ہے پس فرماتے ہین) کہ ای ساقی عنایت ازلی مجھکو طریق عشق عطا فرما کہ زمانہ زہد کا رخصت ہوا یعنی مین نے زہد سے وصول چاہا بوجہ عدم مناسبت مذاق وہ مفید نہوا اسلیئے اسکو رخصت کیا۔ اب قدح عشق پلا دیجئے۔ اور اسمین رسوائی ہوگی مگر ناموس و نام کا زمانہ بھی گیا یا تو یہ مراد ہے کہ اُس زہد حقیقی سے پہلے جو زہد ریائی اختیار کیا تھا وہ بھی گیا اور اس سے یہ لازم نہین آتا کہ حافظ نے ریا اختیار کیا ہو یہ مطلق اہل طریق کی حالت بیان کر رہے ہین اور یا یہ مراد ہے کہ زہد حقیقی مین بھی گو نام و ناموس کا لحاظ نہو مگر طبیعت پر اُسکا اثر ضرور ہوتا ہے عشق مین یہ بھی نہین رہتا۔ آگے فرماتے ہین کہ جسقدر زمانہ بلا نسبت عشقیہ کے گذرا اُسکی قضا کرینگے یعنی خوب کوشش کرینگے جس سے اُسکا تدارک بھی ہوجاوے۔ آگے فرماتے ہین کہ توبہ کی آگ مین کہانتک جلا کرین ابتو شراب عشق پلا دیجئے کہ تمام عمر اس سودای خادم کے خیال مین کہ زہد سے وصل ہوگا گذر گئی اس توبہ سے یا تو توبہ ریائی مراد ہے تب تو اُسکا غیر مفید ہونا ظاہر ہے اور یا یہ کنایہ ہے طریق زہد سے کہ اسمین توبہ حقیقی بلا عشق کے ہے۔ اور چونکہ وہ بار بار ٹوٹ جاتی ہے اسلئے ہمیشہ اسی کلفت و کوفت مین رہنا ہوتا ہے بخلاف توبہ مقرون بالمحبۃ کے کہ ہمیشہ کے لئے اس کلفت نقص قصدی سے امن ہوجاتا ہے گو دوسری حالتین و ہان

اس سے بھی صعب ہوں مگر وہ لذیذ ہیں۔ آگے کہتے ہیں کہ مجھکو اس شراب محبت سے ایسا مست کردی کہ مجھکو یہ بھی خیال نہ رہے کہ کون آیا کون گیا یعنی مستی کامل عطا کر دیجے اور میں اس امید پر کہ شمۂ فیض عشقی نصیب ہو جاوی مصطبہ یعنی مقام خلوت ہیں کہ محل طلب شراب محبت ہو آپکی ثنا وصف کرتا ہوں (فالدعاء کنایۃ عن الثنار) یا یہ معنی ہوں کہ آپسے دعا کرتا ہوں پس دعای تو میں اضافۃ مفعول کی طرف ہوگی کما وقع ضمیر اللہ تعالی مفعولا للدعاء فی قولہ تعالی دعاءُ الجنبہ الخ یعنی دعای عشق برای خود از تو آگے فرماتے ہیں کہ جب سے نسیم مئی محبت سے میرے قلب کے دماغ میں پہونچی ہے وہ مردہ سے زندہ ہوگیا (فالشین مضاف الیہ للمشام) اس زندگی سے مراد نشۂ طریقی ہے آگے فرماتے ہیں کہ زاہد نے تکبر کیا اور اپنے کو ذی کمال وذی استحقاق سمجھا تو ہلاک ہوا۔ (جیسا کہ بعض نادان جاہل کو یہ بلا دعوی تقدس کی پیش آتی ہے) اور عاشق نے عجز و نیاز یعنی انکسار و تذلل اختیار کیا تو وہ دار السلام یعنی بہشت یا مقام سلامتی وحفظ الٰہی میں جا پہونچا (یعنی عشق کے طریق میں یہ خصوصیت ہی) آگے فرماتے ہیں کہ اے زاہد تم جانو اور سامان زہد جانے یعنی تم امین رہو کہ سراسر تعب ہی اور عاشقوں کو تو حصول عشق سے عیش دائمی میسّر ہوگیا یعنی ان قیود تکلیف آمود سے رہائی ہوگئی اور یہ پہلے مذکور ہو چکا کہ عشق میں جو متاعب ہیں وہ خود لذت بخش ہیں اسلئے حقیقۃً متاعب نہیں۔ اور اس شعر میں نیاز سے مراد وہ نیاز نہیں جو اسکے قبل کے شعر میں تھا کہ وہ خاصہ عاشق کا ہے۔ مراد عبادت ہے۔ کہ خلوت میں کر رہا ہے۔ اور عبادت کی ذات نیاز ہے۔ آگے کسی معترض معاند ومنکر مجادل کے جواب میں فرماتے ہیں۔ کہ تم جو غلبۂ جہل وزہد خشک سے طریق عشق کو حرام حرام کہہ رہے ہو خیر حرام ہی سہی۔ مگر میں نے اپنا دل اسمیں اسلئے صرف کیا کہ یہ الفدول بھی قلب سیاہ یعنی روی اور معاصی میں سیاہ تھا پس بقول مشہور مال حرام بود بجائے حرام رفت حرام ہی میں صرف ہوگیا۔ پھر کیوں شور و شغب مچایا ہے اسمیں تعلیم کے لحاظ سے عاشق خصومت نکرے بلکہ ازخار عنان وتسلیم سے پیش آوے۔ آگے مقطع میں ارشاد ہے کہ جسکے حلق میں بادۂ عشق چلا گیا وہ دوسرے طریق کو اختیار نہیں کرتا پس حافظ کو نصیحت بیکار ہے آمیز بیان ہے دوام عشق کا کو تمکین میں سکون ہو جاوے۔ مگر نسبت وہی رہتی ہے۔

صبا اگر گذرے افتدت بکشور دوست	غزل	بیار نفحۂ از گیسوے معنبر دوست
بجان او کہ بشکرانہ جان برافشانم		اگر بسوی من آری پیامی از بر دوست
وگر چنانکہ دران حضرتت بنا شد بار		برای دیدہ بیاور غباری از در دوست

ان اشعار میں تمنا ہے۔ واردات غیبیہ کی شاید انقطاع واردات کی حالت میں کہا ہوگا اور صبا سے مراد وسائط فیض مثل ملائکہ قاسمین فیض کے جو ملقب بہ سکینہ ہیں اور نفحہ سے مراد وارد وتجلیات صفاتیہ سے اور غبار سے مراد وارد وتجلیات افعالیہ سے کیونکہ گیسو متصل ہوتا ہے۔ اور در منفصل اسیطرح صفات غیر مبائن ہیں اور افعال مبائن بوجوہ لتبائن ہیں القدیم والحادث اور پیام سے علوم عالیہ پس مطلب یہ ہوا کہ اے قاسمین فیض عالم قدس میں پہونچکر وارد صفاتی لاکر میرے قلب پر القا کر جس سے مجھ پر علوم عالیہ متعلقہ صفات منکشف ہوں اور اُن کا عالی ہونا ظاہر ہے

کیونکہ اُن کا معلوم صفات ہین اور شرف علم کا شرف معلوم سے ہوتا ہے۔ اگر تم نے ایسا احسان کیا تو مین اُس شکرانہ مین اپنی جان بھی نثار کردون گا۔ اور اگر ایسا امر ہو کہ اس درگاہ مین تم کو دخل ہو تو یہ مطلب نہین کہ یہ ملائکہ فیض کو لا نہین سکتے بلکہ بات یہ ہے کہ ملائکہ ہر امر مین مامور نصًا ہین سو جس فیض کا نازل کرنا مقصود نہو اُسمین اُنکا کوئی دخل نہین ہوتا پس مطلب یہ ہوا کہ اگر مین اس فیض کے قابل نہ ہون اور اسلیئے مبدأ فیاض سے ان فیوض کا واسطہ تکمو نہ بنایا جاوے۔ پس یہ عدم دخل اسطور پر ہے) تو خیر وارد افعالی ہی کو فائض کرو اور امر واذن کی قید قواعد مشہورہ سے یہان بھی ہے۔ مطلب یہ کہ فیض کا تحمل نہین کچھ سلسلہ فیض کا جاری ہونا چاہیئے۔ ۵

من گدا و تمنای وصل او ہیہات	مگر بخواب بہ بینم جمال و منظر دوست
دل صنوبر بیم ہمچو بید لرزان ست	ز حسرت قد و بالای چون صنوبر دوست

در شارح صنوبر گرہے باشد کہ آنرا بدل تشبیہ دہند و دل صنوبر ہم اور اگویند کذا فی الحاشیۃ ان اشعار مین بیان ہے اسکا کہ ورود تجلیات مین بھی انکشاف تام یعنی رویت جسطرح آخرت مین ہوگی اس عالم مین واقع نہین ہوتی لامتناعہ شرعا و ان لم یمتنع عقلا۔ پس مطلب یہ ہوا کہ خواب یعنی حالت استغراق مین تو تجلی ہو سکتی ہے۔ اور اپنے محل مین ثابت ہے کہ وہ تام نہین ہوتی باقی وصل یعنی رویت عیانًا کی تمنا ہی مستبعد ہے اور جسقدر انکشاف ہوتا ہے۔ وہ ایسا ہے۔ کہ اُسمین حسرت استتار کی بھی رہتی ہے لکونہ غیر تام پس اسمین رفع ہے بعض ناواقفون کی غلطی کا۔ اور لفظ گدا سے اشارہ اسطرف ہو سکتا ہے۔ کہ اس رویت کا مانع ہمارا عدم تحمل و عدم قابلیت ہے جو آخرت مین مبدل تحمل ہو جاویگا۔ ۵

اگرچہ دوست بہ چیزے نمی خرد ما را	بعالمی نہ فروشیم موی از سر دوست

یعنی اگرچہ نقصان امکان کی وجہ سے ہم اس قابل نہین کہ محبوب کے مقبول ہون اور جو کچھ عنایت ہی۔ وہ فضل ہی ہے نہ کہ ہماری قابلیت اسی لیئے تنبیہ کر دیا کیونکہ اشتراء عادۃً و شرعًا مبیع کے محلیت و قابلیت کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اسی لیئے جو چیز محل بیع نہ ہو وہ مبیع نہین ہو سکتی اور قرآن مجید مین ان اللہ اشتری الخ مجازی ہی بہرحال گو ہم اس نقصان امکانی کے سبب قابل مقبولیت کے نہین مگر محبوب کمال وجوبی کی وجہ سے کامل المحبوبیت ہی اور اسی کی فرع ہے کہ ہم اس نقصان کی وجہ سے مشرف بوصال تام نہین ہو سکتے حتی کہ آخرت مین بھی یہ انکشاف حد ادراک کہ نہ تک نہ پہونچے گا البتہ محض بمشیت و حکمت الٰہیہ وہان اس ستتار سے حسرت نہ ہوگی اور بجائے وصال تام کے اگر ہمکو واردات صفاتی کہ موے از سر دوست اُس سے عبارت ہی میسر ہو جاوے۔ تو ہمارا انتہی معراج ہے جیساکہ واردات افعالیہ ابتدا اسکی ہے۔ اور چونکہ وارد افعالی کے بعد تمنا ہوتی ہے۔ کہ وارد صفاتی نصیب ہو اسلیئے اُسکی نسبت بعالمی نہ فروشیم کہ کنایہ ہے لا نزید استبدالہ سے نہین کہا جا سکتا بخلاف وارد صفاتی کے کہ اُسکا بدل اُس سے خیر کچھ بھی نہین اور اسمین اشارہ اسطرف بھی ہے کہ جاہ کو حق خداوندی سمجھے اپنے کو جاہ عند اللہ کے قابل نہ سمجھے کما حققہ مرشدی رح پس نجات و مغفرت و عطاے حاجت ہی کو بڑی نعمت جانے۔ ۵

محال بودن تحمل عیانی در دنیا

بودن عدم خاصہ ذاتی

چہ باشد ار شود از قید غم دل آزادش		چو ہست حافظ مسکین غلام وچاکر دوست

اسکی وہی طرح مناسب ہے جو شعر بالا کے آخر شرح میں مذکور ہوا یعنی تذلل و عدم قصد جاہ عند اللہ مانع کفایت برنجات و آزادی۔

غزل

غمش تا در دلم ماوے گرفتہ است	سرم چون زلف او سودا گرفتہ است
لب چون آتشش آب حیات است	ازاں آب آتشے در ما گرفتہ است
ہمارا ہمتم عمری ست کز جان	ہوائے آن قد بالا گرفتہ است
شدم عاشق ببالائے بلندش	کہ کار عاشقاں بالا گرفتہ است

ان اشعار میں مختلف تمثیلات سے اظہار ہے اپنے عشق اور اس کے اثار کا پس مفردات مذکورہ فی الاشعار کے مقابلہ میں محبوب حقیقی میں مفردات مشبہ کا ہونا اور ان میں وجہ شبہ کی تحقیق کرنا ضرور نہیں ترجمہ یہہ ہے کہ جب سے اس کا غم عشق میرے دل میں جاگزیں ہوا ہے اسکے زلف پریشان کی طرح میرا دماغ بھی پریشان ہو گیا ہے اور اس کا لب جو سرخی میں مشابہ آتش کے ہے جان بخشی میں مثل آب حیات کے ہے اس آب سے ہم میں سوز و گداز کی آگ لگ گئی ہے اور ایک عمر گذر گئی کہ میرے ہمارے ہمت نے اس قد بالا کی ہوا یعنی محبت اختیار کر رکھی ہے اور ہما اور ہوا میں مناسبت لفظیہ کی لطافت ظاہر ہے اور ہمت کو ہما اس لئے کہا کہ ہما بلند پرواز ہوتا ہے اور واجب سے محبت کرنا بھی بلند ہمتی ہے اور میں اسکے قد بلند پر اس لئے عاشق ہوا ہوں کہ میں نے دیکھا کہ عاشقوں کا کام بڑا بلند ہے اس لئے اسکی تحصیل کا قصد کیا ہے

چو ما در سایۂ الطاف اویم	چرا او سایہ ازما وا گرفتہ است

یہہ چرا بطور اعتراض کے نہیں بلکہ اجمالاً تحقیق حکمت کی طرف اشارہ کے لئے ہے اور یہہ شعر حالت قبض کا معلوم ہوتا ہے یعنی جب ہم اس کے سایۂ الطاف میں تربیت پا رہے ہیں پھر حق نے ہم سے اپنا سایہ اٹھا لیا اس کی کیا وجہ یعنی یہہ تو ہو نہیں سکتا کہ الطاف کے خلاف کیا ہو کہ حالت الطاف میں بے الطافی محال ہے اور الطاف کا وجود آثار و قرائن سے محقق ہے پھر بے الطافی کا کب احتمال ہے جب یہہ محتمل نہیں تو ضرور سایہ اٹھا لینے میں کوئی نہ کوئی حکمت و مصلحت ہی ہو گی کہ وہ بھی ایک گونہ لطف ہے اس لئے تنگ نہ ہونا چاہئے پس مصرعہ اولیٰ میں سایۂ الطاف سے مراد مطلق لطف کا سایہ اور مصرعہ ثانیہ میں مراد سایہ سے خاص لطف کا سایہ وارتفاع الخاص لایستلزم ارتفاع العام فافہم۔ اس میں حالت قبض کے متعلق اعلیٰ درجہ کی تعلیم ہے جس کا استحضار سالک پر لازم ہے

نسیم صبح عنبر بوست امروز	مگر یارم رہ صحرا گرفتہ است

یہہ شعر حالت بسط پر زیادہ منطبق ہوتا ہے۔ صحرا سے مراد قلب یعنی آج قلب میں فیوض کی خوشبو مہک رہی ہے معلوم ہوتا ہے کہ محبوب کی تجلی قلب پر ہو گئی ہے اور نسیم صبح مبتدا ہے اور عنبر بو خبر ہے

ز دریائے دو چشمم گوہر اشک	جہاں در لولوئی لالا گرفتہ است

گوہر اشک مبتدا و گرفتہ است خبر و جہاں بحذف لا مفعول گرفتہ یعنی میری آنکھوں کے دریا سے جو گوہر اشک نکلتے ہیں اُن گوہروں نے تمام جہان کو در تاباں سے گھیر دیا۔ یعنی اس کثرت سے رویا کہ تمام زمین پر ہو گئی مقصود مبالغہ ہے رونے میں

حدیث حافظ ای سرو من بر		بوصف قد تو بالا گرفتہ است	

یعنی حافظ کے کلام نے جو تیرے وصف قد میں ہے رتبہ بلند حاصل کیا ہے مطلب یہ کہ جو کلام وصف محبوب میں ہو تا ہے وہ مقبول اور محبوب اور گرامیقدر ہوتا ہے پس اس میں اشارہ ہو جاوے گا شرف علم حقائق کی طرف۔ معنی سمن برای پراد چون سمن در سفید یا خوشبو ہے

صبح دم مرغ چمن با گل نوخاستہ گفت		ناز کم کن کہ درین باغ بسے چوں تو شگفت	
گل بخندید کہ از راست نرنجیم ولے		ہیچ عاشق سخن تلخ بہ معشوق نہ گفت	
گر طمع داری ازاں جام مرصع مئی لعل		در و یاقوت بنوک مژہ ات باید سفت	
تا ابد بوی محبت بمشامش نرسد		ہر کہ خاک در میخانہ بر خسار نرفت	

ان اشعار میں مرشد کی خدمت اور ادب کا شرط طریق ہونا اور گستاخی اور بے ادبی کا گو اس کا منشار کوئی امر مطابق واقع کے ہو مذموم ہونا مذکور ہے یعنی بلبل نے کہ طالب ہے گل نوخاستہ سے کہ مرشد کامل ہے (جیسا گل نوخاستہ اپنے وصف میں کامل ہوتا ہے) یوں کہا کہ آپ (اس شان ارشاد پر) ناز نہ کیجئے اور مسترشدین سے استغنا نہ برتئے کہ ایسے ایسے اس باغ دہر میں بہت ہوئے ہیں اور پھر سب فنا ہو گئے اسی طرح تم بھی فنا ہو جاؤ گے تو اس عمر ناپائدار میں جس قدر ثواب افادہ کا حاصل ہو سکے غنیمت سمجھو مرشد نے (اپنی بلند حوصلگی سے برا نہیں مانا بلکہ) ہنسکر فرمایا کہ ہم سچی بات سے ناراض نہیں ہوتے لیکن تمہاری مصلحت کیلئے تمکو تعلیم کرتا ہوں کہ یہ طرز استفادہ کا نہیں کرتا کیونکہ استفادہ کے لئے ادب شرط ہے اور یہ طرز خلاف ادب ہے یہی وجہ ہے کہ آجتک کسی عاشق اور طالب نے اپنے معشوق اور مطلوب سے سخن تلخ نہیں کہا ہے۔ آگے حافظ تائید تعلیم مذکور کے لئے کہتے ہیں کہ اگر تم اس جام مرصع یعنی قلب مرشد سے کہ پر از شراب عشق و محبت ہے مئی لعل یعنی فیض عشقی چاہتے ہو تو طریق نیازمندی اختیار کرنا چاہئے اور دو مژہ سے در و یاقوت پرونا چاہئے یعنی آنسو سفید کہ مشابہ در کے ہیں اور سرخ خون کے کہ مشابہ یاقوت کے ہیں برسانا چاہئے کہ وہ مژہ میں لگ کر ایسے معلوم ہوں جیسے مژہ سے در و یاقوت میں سوراخ کیا ہو مطلب یہ ہے کہ عاجزی اور تضرع سے کام لینا چاہئے اور جس نے دریچہ نکو اپنے رخسار سے صاف نہ کیا ہوگا ابدالآباد تک بوی عشق اس کے دماغ تک نہ پہونچے گی یعنی یہ کام ہے زور کا نہیں اس میں تعلیم ہوئی بعض شرائط طریق کی ؎

فہم و خاطر تیز کردن نیست راہ ۔ جز شکستہ می نگیرد فضل شاہ ؎

در گلستان ارم دوش چو از لطف ہوا		زلف سنبل زنسیم سحری می آشفت	
گفتم ای سند جم جام جہان بینت کو		گفت افسوس کہ آن دولت بیدار بخفت	

ان دو شعروں کا نہ مدلول لفظی نہ مقصود معنوی کچھ میری سمجھ میں نہیں آیا اور شرح سے شرح صدر نہیں ہوا اگر کوئی صاحب سمجھ کر ملتفت کردیں۔ ان کا احسان ہے۔

ف۔ کئی ماہ کا عرصہ ہوا کہ میں مراد آباد میں مولانا محمد صدیق صاحب دام فیضہ سے کہ علاوہ دوسرے کمالات کے نظم و نثر و مہارت ذاتی میں یکتا ہیں ملا ان کو بھی ان اشعار کے حل کا طالب پایا اور یہ ایک تعجب اتفاق ہے پھر انھوں نے اپنی یہ رائے ظاہر (بقیہ حاشیہ ۲۶۱)

سخن عشق نہ آن ست کہ آید بزبان		ساقیا مے دہ و کوتاہ کن ایں گفت و شنفت	

اس شعر کا مدلول لفظی تو ظاہر ہے اور مقصود معنوی بھی مخفی نہیں کہ محبت کی طلب کر رہے ہیں مگر تعبیر بہ لفظ گفت و شنفت اس کو ماقبل سے تعلق ہونیکے احتمال سے اس کی تقریر بھی نہیں لکھی گئی اگر بیچ سے پہلے حل ہو گیا تو حاشیہ پر یا آخر میں اضافہ کر دیا جاوے گا والا فلا

اشک حافظ خرد و صبر بدریا انداخت		چہ کند سوز غم عشق نیارست و نہفت	

اس میں بیان ہے بعض آثار عشق کا کہ اشک حافظ دریا ہو گئے اور خرد و صبر اُس دریا میں غرق ہو گئے کیا کیا جاوے ضبط پر قدرت ہی نہیں۔ (اشک مبتدا انداخت خبر خرد و صبر مفعول انداخت غزل)۔

گر ز دست زلف مشکینت خطائی رفت رفت		ور ز ہندوی شما بر ما جفائے رفت رفت
برق عشق از خرمن پشمینہ پوشی سوخت سوخت		جور شاہ کامران گر بر گدائے رفت رفت
گر دلے از غمزۂ دلدار یارے برد برد		در میان جان و جانان ما جرائے رفت رفت
در طریقت بخش خاطر نباشد مے سیار		ہر کدورت را کہ بینی چون صفائے رفت رفت
عشق بازی را تحمل باید ای دل پائیدار		گر بلائے بود بود لو گر خطائے رفت رفت
از سخن چینان ملامت تا بدید آید دوے		چون میان ہر دو شکر خندان ما جرائے رفت رفت

شعر آخر کے قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اشعار ایسی حالت کے ہیں کہ مرشد سے مسترشد کے بارہ میں کسی نے سخن چینی کی ہے اور اُس طرف سے کچھ عتاب ہو گیا ہے پھر بعد تحقیق برأت ثابت ہوئی جس سے مرشد کو اپنے بے محل عتاب پر افسوس ہے پس مسترشد اس افسوس کو اس طرح رفع کرتا ہے کہ اگر آپ سے عتاب میں غلطی بھی ہو تب بھی مجھ کو کوئی ملال و شکایت نہیں اور اس میں تعلیم ہے اس معاملہ خاص کے متعلق جو کہ احیاناً مرشد و مسترشد کے درمیان واقع ہو جاتا ہے۔ کہ ایسی حالت میں ایسا عملدرآمد کرنا چاہئے نہ یہ کہ اس سے مکدر ہو کر بیٹھ رہے اور تاویل فضل مرشد کی بہت سہل ہے کہ بشر سے ایسی غلطی ہو جانا منافی اُس کے کمال کے نہیں۔ یا یوں سمجھئے کہ ؎ آنرا کہ بجائے تست ہر دم کرمے عذرش بنہ ار کند بعمری ستمے ؛ اور اگر اُس سے

(بقیہ صفحہ ۲۶۰) فرمائی کہ غالباً درمیان میں کوئی شعر رہ گیا ہے کہ اُس میں جواب کا کچھ ذکر ہوگی مذکور ہوگی اور شعر گفتم الخ مستقل ہے بہ قرائن صورت میں شعر ثانی سے مقصود بیان کرنا ہوگا تاجداران جہان کے فنا کا تزہید عن المال والجاہ کیلئے۔ اور سند جم کو خطاب اُس کے وجود فرضی ہونے کے اعتبار سے ہوگا پھر نظر ثانی کے وقت میں نے باحتمال اس کے کہ شاید اس کا حل کسی تاریخی قصہ پر موقوف ہو تاریخ روضۃ الصفا کا مطالعہ کیا اُس میں لکھا ہے کہ جمشید پر شداد نے جس کا باغ ارم مشہور ہے۔ اپنے برادر زادہ ضحاک کو لشکر کشی کے لئے بھیجا تھا جس سے اُس کی سلطنت برباد ہوئی مطلب یہ ہو سکے گا کہ میں نے جو شداد کے باغ ارم میں سنبل وغیرہ کی بہار دیکھی تو مجھ کو جمشید یاد آ گیا جس کو تاراج کر کے اس باغ کے بانی کو ترقی ہوئی اس وقت میں نے اُس کے سند کو مخاطب بنا کر پوچھا کہ جمشید کا سامان جس میں سے جام جم بھی ہے جس کی اضافۃ مسند کی طرف بادنی ملابسۃ ہے کہ اس پر رکھا رہتا تھا کہاں گیا اُس نے بزبان حال اُس کے ہلاک و زوال کی خبر افسوس کے ساتھ دی اور غرض اس سے بھی تزہید مذکور مع تداول ایام میں قیاس ہو جاوے گی واللہ اعلم اور یہ توجیہ شافی نہ ہو مگر کافی ضرور ہو گئی اور قصہ مذکورہ کا کوئی جزا گر ثابت بھی نہ ہو تب بھی ضرر نہیں کیونکہ توجیہ شعر کیلئے اس قدر مقبول یا مشہور ہونا بھی اُس کا مصحح ہو سکتا ہے فقط منہ عشرۂ اولی محرم ۱۳۴۲ھ ہجری

محبت مفرط ہے تو اس تاویل ہی کی ضرورت نہیں کیونکہ وہاں کدورت ممکن نہیں جسکے لئے رافع کی ضرورت ہو پس فرماتے ہیں کہ اگر محبوب کے زلف مشکین سے غلطی ہوگئی ہو گئی اور اگر محبوب کے ہند یعنی زلف سے ہمپر کچھ سختی ہوگئی ہو گئی اور اگر برق محبت نے کسی کمل پوش کا خرمن تاب و قرار جلا دیا جلا دیا برق محبت سے مراد غضب ہے جس سے نوجہ محبت کے برق کا ساکام کیا کہ تاب و قرار کھو دیا پس اضافہ برق کی عشق کی طرف ادنی ملابستہ سے ہے یا برق عشق میں اضافہ بیانیہ ہو یعنی تمہاری محبت نے کچھ نہ خود بخود بواسطہ اس غضب کے میرا خرمن قرار جلا دیا اور اگر دشاہ کا جو گدا پر ہو گیا ہو گیا اگر کوئی دل یعنی میرا دل محبوب یعنی مرشد کے اس خاص غمزہ یعنی عتاب سے بار رنج یا پیچ و تاب بے برشانی میں مبتلا ہو گیا ہو گیا۔ اور میری جان یعنی ذات اور محبوب اور مرشد میں اگر کوئی ماجرا ہو گیا ہو گیا۔ مالقیت میں تو تکدر خاطر کی گنجائش ہی نہیں آپ بدستور اپنی فیضرسانی میں مشغول ہوجئے جو کدورت بنا بر معلوم ہو جب صفائی ہو گئی وہ کدورت جاتی رہی اور بظاہر کی قید اس لئے کہ واقعہ میں تو کدورت ہوتی ہی نہیں اس شعر میں رفت اول کی ضمیر صفا کیطرف اور رفت ثانی کی ضمیر کدورت کی طرف ہے۔ عاشقی کے لئے تحمل ضروری ہے۔ دل کو خطاب کرتے ہیں کہ مضبوط رہنا چاہئے اگر بقصد عتاب کوئی امتحان تھا۔ ایک تاویل یہ بھی نکلی کہ شاید امتحان محبت مقصود ہو) وہ ہو چکا اور اگر کوئی غلطی تھی وہ ہو چکی اور جہل خوروں کی بدولت ایسے ملال پیدا ہوجایا کرتے ہیں لیکن جلیسوں میں ایسا ماجرا جب گذر گیا گذر گیا اس کو دل میں نہ رکھنا چاہئے ؎

عیب حافظ گو مکن زہد کہ رفت ا: خانقاہ	پای آزادان چہ بندی گر بجائے رفت رفت

یعنی زاہد سے کہدو کہ حافظ پر اگر خانقاہ سے چلا گیا اعتراض مت کر آزاد لوگوں کا پاؤں کیسے باندھ سکتے ہو اگر چلا گیا چلا گیا خانقاہ کی مراد طریق زہد ہے یعنی اگر طریق زہد چھوڑ کر بمناسبت مذاق کے طریق عشق کو اختیار کر لیا جیسا لفظ آزادان اس مذاق کا قرینہ ہے تو اعتراض کی کیا بات ہے کہ یہ بھی ایک طریق ہے۔

بکوی میکدہ ہر سالکے کہ راہ دانست	ورد گر زدن اندیشۂ تبہ دانست

یعنی جو سالک کہ عشق الٰہی کے طریق پر مستقیم ہو گیا وہ دوسرے دروازہ پر جانے کو یعنی غیر کی طرف التفات کرنے کو خیال فاسد جاننے لگا۔ اس میں بیان ہے اثر عشق کا کہ تثبت بالاسباب کو مغلوب کر دیتا ہے بخلاف سالک طریق زہد کے کہ اس کا تثبت بالاسباب بحالہ رہتا ہے اس لئے اعتدال پر آجاتا ہے اور دنیاداروں کو اس میں غلو ہوتا ہے کہ حلال و حرام میں بھی امتیاز نہیں کرتے ؎

زمانہ افسر رندی ندادجز بکسے	کہ سرفرازی عالم دریں کلہ دانست

یعنی عاشقی کا تاج اسی کو ملتا ہے جو اس میں یعنی اس کے آثار تذلل و بدنامی کو سرفرازی جانتا ہے اور جو ان سے بچنا چاہتا ہے اس کو یہ دولت میسر نہیں ہوتی اس میں تعلیم ہے آمادگی کی ان امور کے لئے۔ ؎

بر آستانہ میخانہ ہر کہ یافت رہے	ز فیض جام مرا: سر خانقاہ دانست

میخانہ طریق عشق۔ خانقاہ طریق مطلب یہ کہ طریق عشق میں فیض عشقی سے طریق زہد کے ثمرات بھی کہ تصفیہ قلب و تزکیہ نفس ہے حاصل ہو جاتے ہیں اور حصول کے بعد دانستن لازم ہے اس لئے اسرار دانست سے تعبیر کیا مقصود ترجیح ہے طریق عشقی کی کہ اس سے غایات طریق زہد کے بھی حاصل ہو جاتے ہیں اور شدت تعلق و ضعف طبعی محبوب حقیقی کے ساتھ یہ علاوہ ہے بخلاف طریق زہد کے کہ اس میں طریق عشق

کے اور ثمرات تو حاصل ہو جاتے ہیں مگر ایسا شغف نہیں ہوتا۔ مگر یہہ ترجیح ایک وجہ خاص کے اعتبار سے ہے ورنہ بعض کی تربیت کے لئے طریق زہد اس سے زیادہ راجح ہے کہ وہ مثلاً آشنا عشق کا تحمل نہیں کر سکتے ؎

ہر آنکہ راز دو عالم زخط ساغر خواند	رموز جام جم از نقش خاک رہ دانست

ساغر میں جو نقش بنگار بنے ہوتے ہیں خط ساغر سے وہ مراد ہیں اور راز دو عالم سے مراد ان کے احوال مکونیہ تفصیلیہ نہیں ہیں کیونکہ اُن کا انکشاف نہ مقصود ہے اور نہ لازم بلکہ راز سے صرف اُن کی ایک صفت یعنی مظہر للموجود الحقیقی ہونا مراد ہے۔ اور یہہ راز اس لئے ہے کہ ہر ایک کو اُس کی طرف التفات نہیں ہوتا اور جو ہوتا بھی ہے تو دہ علی الدوام مستحضر نہیں رہتا۔ اور جام جم سے مراد جام جم متعارف اور اس کے رموز سے مراد احوال تکوینیہ تفصیلیہ جو اُس جام میں منکشف ہوتے تھے اور مخط فائدہ از نقش خاک ہے۔ نہ کہ دانست پس اس قرینہ سے یہاں ایک قید مقدر ہے۔ ای ہر گاہ کہ دانست۔ معنی یہہ ہوئے کہ جس شخص پر راز عشق منکشف ہو گیا۔ اگر کبھی امور کونیہ اُس پر منکشف ہوتے ہیں تو اُس کو اہتمام و تکلف و توجہ کی ضرورت نہیں ہوتی جیسا اُن لوگوں کو ضرورت ہوتی ہے جو اسی لئے ریاضت کرتے ہیں اور جیسا جمشید کو واسطہ جام کی حاجت ہوتی تھی بلکہ محض نقش خاک راہ سے یعنی معمولی اور سرسری طور پر انکشاف ہو جاتا ہے اور اگر نہ ہو تو دوسری بات ہے اور روجہ احیاناً منکشف ہونے کی یہہ ہوتی ہے کہ غلبۂ عشق سے شواغل نفس میں تقلیل ہو جاتی ہے اور یہی مدار ہے کشف کا بشرط اجتماع دوسرے شرائط مناسبہ کے اور ایک توجیہ از نقش خاک رہ دانست کی یہہ بھی کہی گئی ہے کہ از نقش خاک یقین کرد و شمار کرد یعنی اس کو ایسے کشوف کی کچھ قدر نہیں رہی نقش پا کی برابر سمجھنے لگا جیسا کہا گیا ہے۔ ماکشف را بر کفش زنیم پس از تقریر اول یہ علیہ ہوگا اور دوسری تقریر پر من قبیل کے معنی میں ہوگا۔ والثانی الطف معنی والاول اوفق للاستعمال لفظاً واللہ اعلم ؎

دلم ز نرگس ساقی امان نخواست بجان	چرا کہ شیوۂ آن ترک دل سیہ دانست

نرگس ساقی مراد غلبۂ عشق اطلاقاً للسبب علی المسبب چرا کہ نرگس چشم محبوب سبب ایں غلبۂ عشقی می باشد و چوں آنرا مجازاً نرگس گفت دل سیہ گفتن مناسب فن شعر افتاد۔ وسوء ادب کہ چشم ساقی را سیہ دل کہ بمعنی سنگ دل می آید لازم نیامد چرا کہ اطلاق ایں وصف بر نرگس بالمعنی الحقیقی نیست بلکہ بر مسبب او یعنی عشق کہ آن وصف عاشق است۔ وادب او صاف خود ضروری نیست چنانچہ ہمیں عشق را بلا نکیر ظالم و ستمگر و نخوذلک می نامند مطلب ظاہر ہے کہ میں راہ عشق میں جان کی سلامتی نہیں چاہتا بلکہ جان بازی کو تیار ہوں کیونکہ عشق کا تو یہی خاصہ ہے۔ ونعم ما قیل ؎ اگر مرد عشقی کم خویش گیر و گرنہ رہ عافیت پیش گیر ؎

وراے طاعت دیوانگان زما مطلب	کہ شیخ مذہب ما عاقلی گنہ دانست

طاعت دیوانگان سے مراد جنون عشق اور عاقلی سے مراد ترک عشق یعنی ہم سے ترک عشق کی درخواست مت کرو

کہ ہمارے مشرب میں یہہ گناہ ہے یعنی طریقت کا کیونکہ طریق تربیت کا ترک کرنا مخل وصول الی المقصود ہے اس لئے مستہجن فی الطریقہ ہے۔ ؎

ازجو رکوکب طالع سحر گہان نشستم	چنان گریست کہ خورشید دید و مہ دانست

شاید قبض کو کہ ایک قسم کا ہجران ہے جو رکوکب کہا ہو۔ مطلب یہہ کہ میں اس قدر رویا کہ عالم علوی میں بھی مشتہر ہوگیا۔

خوش آن نظر کہ لب جام وروی ساقی را	ہلال یکشبہ وماہ چہاردہ دانست

عادت ہے کہ ہلال کو بڑے شوق سے دیکھتے ہیں اور بدر کو ذوق سے لئے دیکھتے ہیں مطلب یہہ ہے کہ لب جام کو ہلال کی طرح اور روی ساقی کو بدر کی طرح مشاہدہ کیا کرے پس کلام میں لف ونشر مرتب ہے مقصود یہہ ہے کہ عشق اور معشوق ہی میں مشغول رہے اور کسی طرف التفات نہ کرے۔ ؎

بلند مرتبہ شاہی کہ بر رواق سپہر	نمونہ زخم طاق بارگہ دانست

رواق سقف مقدم خانہ و پردہ کہ درکشیدہ باشند از سقف و پیشگاہ خانہ و مطلق سقف و طاق بنا رخمیہ و محراب کذا فی الغیاث۔ و مراد از بارگاہ بارگاہ عشق مطلب یہہ کہ عالی رتبہ وہ بادشاہ یعنی وہ عاشق ہے کہ عشق کے سامنے تمام عالم کو ہیچ سمجھے اس کا بھی حاصل وہی ہے جو شعر سابق کا تھا۔ پس اس میں بھی تعلیم ہے عالی ہمتی کی۔ اور عاشق کو بادشاہ اس لئے کہا کہ ماسوی اللہ سے مستغنی ہے اور استغنا ہی اصل سلطنت ہے واللحافظ ؎ مبین حقیر گدایان عشق را کایں قوم ؛ شہان بے کمر و خسروان بے کلہند ؎

حدیث حافظ و ساغر کہ شید نہ پنہاں	چہ جای محتسب و شحنہ بادشہ دانست

حدیث الخ مفعول دانست وضمیر در آن کہ راجع ست بہ بادشاہ فاعل آن یعنی حافظ کی خفیہ میخواری کی اطلاع بادشاہ تک کو ہوگئی اور محتسب و شحنہ کا تذکرہ کیا ذکر ہے مقصود یہہ ہے کہ عادۃً کیفیت عشقیہ گو کتنی ہی کوشش اخفا کی کی جاوے مخفی نہیں رہتی کہ عشق و مشک را نتوان نہفتن۔ شاید اشارہ اس طرف ہو کہ اخفا کا بھی قصد نہ کرے والیہ ذہب المحققون قالوا الایقصد الا اظہار ولا الاخفار ؎

غزل

تا سر زلف تو در دست نسیم افتادہ است	دل ہمہ دانہ از غصہ دو نیم افتادہ است

بعض اشعار آئندہ کے قرینہ سے کہ اُن کا انطباق محبوب حقیقی پر غالی از تکلف و سودا دب نہیں بہتر ہے کہ اس غزل کو شان مرشد میں کہا جاوے فاحفظ۔ زلف جب ہوا سے پریشان ہوتی ہے اس کا حسن ظاہر ہوتا ہے پس یہ کنایہ ہوا ظہور کمال سے یعنی جب سے مرشد کا کمال بجہہ ظاہر اور منکشف ہوا ہے قلب عشق سے پارہ پارہ اور خستہ ہوگیا ہے اور چونکہ عشق میں بعض اوقات دل گھٹتا ہے اس لئے از عشق کی جگہ از غصہ کہدیا اور سودا اور زلف میں مناسبت سے لطافت شاعری بڑھ گئی۔

چشم جادوی تو خود عین سواد سحرست	زین قدرست کہ این نسخہ بسقم افتادہ است

سواد حوالی شہر و مجازاً بمعنی شہر۔ سقیم بیمار و چیز ناقص مجازاً یعنی مرشد کی چشم جادو کہ کنایہ ہے کمال باطنی سے جس خاصہ ہے تسخیر طالبین کا بجائے خود خاص ایک شہر پر جادو ہے اور اس کی دلربائی میں شک نہیں لیکن اتنی کسر ہے کہ یہ نسخہ چشم شفا کے لئے ناکافی ہے کیونکہ بے التفاتی غضب کی ہے اور موقوف ہے التفات پر اور عین اور سواد اور سقیم کی مناسبت چشم سے مخفی نہیں یہ کئی جگہ مذکور ہو چکا ہے۔ ولولہ طلب میں بعض اوقات ستر شد شکوہ کرنے لگتا ہے مرشد کی بے التفاتی کا جس کا اس کو وہم ہو جاتا ہے ؎

در خم زلف تو آن خال سیہ دانی چیست	نقطۂ دود کہ در حلقۂ جیم افتادہ است

چون دود سیاہ باشد پس مراد از نقطۂ دود نقطہ سیاہی ست و شاید چون روشنائی از کاجل تیار می سازند و نقاط حروف عادۃً اندوشنائی می دہند از اں بنقطہ دود تعبیر کردہ باشند مطلب یہ کہ زلف کے اندر وہ خال ایسا اچھا معلوم ہوتا ہے جیسے جیم کے اندر نقطہ مقصود ان تشبیہات سے بیان کرنا ہے کمال استحسان جمال باطنی مرشد کا یا محض بتقاضائے محبت یا واسطے اظہار اعتقاد کے بغرض اس کے متوجہ کرنے کے اور چونکہ یہ غرض محمودہ ہے اس لئے اس کی تحصیل کے لئے اظہار محبت خوشامد مذموم نہیں ہے خود حدیث میں ہے کہ جس سے تم کو محبت ہو اس پر بھی ظاہر کر دو ؎

سایۂ سرو تو بر قالبم اے عیسیٰ دم	عکس روحی ست کہ بر عظم رمیم افتادہ است

اس میں بیان ہے اثر توجہ مرشد کا یعنی آپ کی توجہ سے مجھ کو حیات روحانی نصیب ہوتی ہے مجھ پر متوجہ رہئے ؎

زلف مشکیں تو در گلشن فردوس عذار	چہ بیت طاؤس کہ در باغ نعیم افتادہ است

یعنی آپ کے عذار پر کہ مشابہ گلشن کے ہے زلف مشکین لہراتی ہوئی ایسی معلوم ہوتی ہے جیسے باغ میں طاؤس ٹہلتا ہو اس کا مقصود بھی مثل مقصود شعر ثالث اس غزل کے ہے ؎

دل من در ہوس روی تو ای مونس جان	خاک راہے ست کہ در پائی نسیم افتادہ است

یعنی میں ہوا کے قدموں میں خاک راہ بنا ہوا اس لئے پڑا ہوں کہ شاید ہوا مجھ کو اڑا کر آپ تک پہونچا دے اور میں آپ کو دیکھ لوں یہ کنایہ ہے کمال اشتیاق زیارت سے جو آثار محبت سے ہے اور ابتدا میں خصوصاً بہت مفید ہے ؎

ہمچو گرد این تن خاکی نتواند برخاست	از سر کوی تو زاں رو کہ عظیم افتادہ است

ہمچو گرد مشبہ بہ نفی کا ہے نفی کا نہیں شعر سابق میں چونکہ مہجوری تھی وہاں تو گرد نامناسب تھا کہ ہوا پہنچا دے اور یہاں جب کوئے محبوب میں رسائی ہو گئی اب گرد نہ ہونا مناسب ہے کہ جنبش نہ ہو یعنی میرا تن خاکی آپ کے کوچہ سے نہ اٹھے گا جیسے گرد کہ کنایہ ہے طالب ناقص سے اٹھ جاتی ہے کیونکہ میں ایک عظیم طور پر پڑا ہوں اس میں بیان ہے اپنے لزوم عشق و تحمل شدائد کا تاکہ سامعین کو بعض آداب مرشد معلوم ہوں۔ پس عظیم ترکیب میں حال ہے ایسے موقعہ پر ہمارے محاورہ میں بولتے ہیں بیڈھب پڑا ہونا۔

آنکہ جز کعبہ مقامش نہ بدار یا دلبست		بر در میکدہ دیدم کہ مقیم افتادہ است	

لب کو اگر کنایہ ملفوظات سے کہا جاوے بہت ہی مناسب ہے۔ مطلب یہ کہ جو شخص ہر وقت تمہاری کاوی کرتا رہتا تھا۔ اُس نے جو آپ کے کچھ ملفوظات متعلق عشق کے سُن لیے اب وہ آپ ہی کے در پر کہ محل فیض عشق ہے پڑا نظر آتا ہے ؎

اے حافظ گم شدہ را باغمت ای جان عزیز		اتحادیست کہ از عہد قدیم افتادہ است	

یعنی مدت دراز سے یہ گم کردہ راہ آپ کے غم عشق میں مبتلا ہے آپ اُس کی رہبری کیجئے اور یہی اصلی مقصود ہے اس قسم کی عرض معروض سے پس گم شدہ کہنے میں استجلاب ہے ترحم کا ؎

غزل

بلبلے برگ گلے خوشرنگ در منقار داشت		واندران برگ و نوا خوش ناہمہ آزار داشت	
گفتمش در عین وصل این نالہ و فریاد چیست		گفت ما را جلوۂ معشوق در این کار داشت	

ترجمہ۔ ظاہر ہے اس میں بیان ہے اس کا کہ گریہ عاشق کا ہمیشہ دلیل اُس کے فرق و حرمان مقصود کی نہیں ہے بلکہ گریہ کے اور بھی اسباب ہیں منجملہ اُن کے خود گرمی محبت ہے جو قرب و تجلی سے زائد ہو جاتی ہے جس کا اس جواب میں ذکر ہے ۔ں کسی کی نسبت کچھ حکم لگا دینے کی جرأت نہ کرے یہ عبث رسالہ ہفت گریہ میں نہایت بسط و وضوح سے مذکور ہے اور یہ سبب فرح کے علاوہ ہے اور ایک حدیث میں جو حضرت ابی بن کعب رضی کا رونا یہ سُنکر کہ اللہ تعالیٰ نے میرا نام لیا ہے رونا یہ اسی پر محمول کرنا اقرب ہے۔ ؎

بندہ اگر گنہ شست بامانیست جای اعتراض		بادشاہ کامران بود از گدایان عار داشت	

عار سے مراد مطلق عدم مناسبت جس کی وجہ محبوب کا کمال وجوب کبریا ہے بادشاہ سے) اور محب کا نقصان امکان و افتقار (کہ معرہ ہے گدا سے) ہے مطلب یہ کہ چونکہ یہ مقرر ہے کہ چہ نسبت خاک را با عالم پاک اس لئے قرب و وصول نہ ہونا تو اصل ہے اور جائے شکوہ نہیں ہاں اگر قرب و وصول ہو جائے یہ البتہ محل تعجب ہے اور فضل محض ہے اس میں اعلیٰ درجہ کی تعلیم ہے سالک منتظر کے لئے کہ اس مضمون کے استحضار سے اس کا منتظر خاطر بالکلیہ نہ آئس ہو جاوے البتہ فضل کی درخواست ہر حال میں ضرور ہے۔ ؎

عارفی کو سیر کرد اندر مقام نیستی		ہست شد چون مستی از عالم اسرار داشت	

یعنی فنا پر ابقاء مرتب ہوتا ہے اور مستی و استغراق یہ بھی ایک قسم ہے فنا کی جس کو فنا علمی کہتے ہیں اور عالم اسرار سے مراد واردات عشقیہ کا غیر عاشق کے اعتبار سے وہ سرایہ ہیں ان واردات کے غلبہ سے دو بہرے معاملات سے ذہول ہو جاتا ہے یہی فنا علمی ہے ؎

در منای بیدنیاز و عجز با حسن دوست		خورم آن کز ناز نینان نخبت بر خوردار داشت	

مطلب یہ کہ کوئی اپنے عجز و نیاز کے بھروسہ نہ رہے وہ محبوب کے کمال کے سامنے موثر نہیں ہو سکتا کیونکہ ادھر تو

عجز و نیاز بوجہ ناقص ہونے کے جس سے حق عبدیت جو مقتضا ہے محبوب کی عظمت کا ادا نہین ہو سکتا فاعل نہین اور اُدھر ذات وصفات بوجہ کامل اور واجب ہونے کے منفعل نہین پھر تاثیر کی گنجایش کہا ہے۔ بس الکسا بہ تو موثر نہ ہوا اب بس پر فضل ہے محض موہبت ہے جسکو بخشش سے تعبیر کیا گیا ہے البتہ ہمارے امکان اور اُن کے وجوب کا مقتضائی نفسہ یہی ہے۔ کہ ہم انکے سامنے عجز و نیاز کیا کرین۔ اس میں بھی بڑے پاکیزہ مسئلہ کی تعلیم ہے۔ ؎

خیز تا بر کلک آن نقاش جان افشان کنیم	کین ہمہ نقش عجب در گردش پرکار داشت

اسمین صور جمیلہ مخلوقہ سے نظر ہٹانے کا اور خالق الصور کی طرف توجہ بحث کرنیکا امر فرماتے ہین کہ لایق محبوبیت کے وہ ذات ہے جسکے قلم کی حرکت سے یہ تمام نقوش پیدا ہو گئے۔ اسمین بھی بڑا ضروری مسئلہ مذکور ہے جسمین صدہا غلط فہمی گر رہے ہین۔ ؎

گر مرید راہ عشقی فکر بدنامی مکن	شیخ صنعان خرقہ رہن خانۂ خمار داشت

صنعان بالفتح نام بزرگے کہ قصہ آن مشہور ست وخمار شراب فروش وخرقہ رہن خانہ خمار داشتن کنایہ از رسوا شدن چراکہ این فعل ظاہر ست کہ موجب رسوائی ست۔ اسکا یہ مطلب نہین کہ جو شیخ صنعان نے کیا تم بھی وہی کرو بلکہ مطلب یہ ہے۔ کہ جب اس نے عشق مجازی مین بدنامی کی پروا نہ کی تو تم عشق حقیقی مین اسکی کیوں پروا کرتے ہو قال الرومی رح ؎ عشق مولےٰ کے کم از لیلےٰ بود ؛ گوی گشتن بہر اولےٰ بود ؎

وقتِ آن شیرین قلندر خوش کہ در اطوار سیر	ذکر و تسبیح ملک در حلقۂ زنار داشت

اطوار سیر احوالِ سلوک۔ مطلب تعلیم ہے۔ ترک زیار کا یعنی وہ بڑا اچھا عاشق ہے جو ظاہر مین گو بدنام ہو مگر مشغول بذکر و طاعت علی الدوام مثل ملائکہ کے ہو جنکی شان ہے یفترون اور بوجہ احتقار عن العیون کے اُنکی شان لایرآون بھی ہے حاصل یہ کہ تعمیر باطن کو منظور نظر رکھے گو تعمیر ظاہر نہو۔ یہ مقصود نہین کہ ظاہر آشرع کو ترک کر دے بلکہ غرض یہ ہے کہ گو جاہ و شہرت و اعتقاد عوام نہو۔ اور یہ بھی مقصود نہین کہ قصداً رسوا ہو چنانچہ لفظ گو سے احقر نے اسکو ظاہر بھی کر دیا ہے۔ ؎

چشم حافظ زیر بام قصر آن حوریں سرشت	شیوۂ جنات تجری من تحتہا الانہار داشت

اسمین اقتباس ہے۔ مقصود بیان کرنا ہے کثرت بکار کا کہ منجملہ آثار عشق کے ہے۔ ؎

غزل

بدام زلف تو دل مبتلای خویشتن است	بکش بغمزہ کہ اینش سزای خویشتن است

خویشتن ترجمہ نفسہ ست برای تاکید در مصرعہ اولیٰ برای تاکید زلف و در مصرعہ ثانیہ برای تاکید ضمیر شین کہ راجع بدل است و مضاف الیہ سزا یعنی دل خاص تیرے دام زلف یعنی عشق مین مبتلا ہے (خاص کہنے سے یہ فائدہ ہو سکتا ہے کہ بواسطہ مظاہر جمیلہ کے نہین بلکہ بلا واسطہ) اسکو تجلی (جلالی) سے قتل کر دے (قید جلالی کا قرینہ بکش ہے کیونکہ جمالی بھی ہے)

کہ اسکی یہی سزا ہے (مقصود اس عنوان سے محض حکم بالترتب ہے یعنی عشق پر کشتگی مرتب ہوتی ہے۔ جیسے سزا مرتب علی الفعل ہوتی ہے عاشق کو اسکے لئے تیار رہنا چاہیئے۔ ؎

گرت زدست برآید مراد خاطر ما	بجنش زود کہ خیرے برای خویشتن است

یہ محبوب حقیقی کو خطاب نہیں ہوسکتا لاستحالۃ استکمال بالغیر اللہ مرشد کو مخاطب کہنا ممکن ہے اور مطلب ظاہر ہے۔ کہ ہمکو نفع پہونچانے مین آپکو ثوب واجر ہوگا یہ مطلب نہین کہ ہمکو نہوگا بلکہ معنی یہ ہین کہ آپکو بھی ہوگا ؎

بجانت ای بت شیرین من کہ ہمچون شمع	شبان تیرہ مرادم فنای خویشتن است

یعنی شبہای تار مین شمع کی طرح کہ وہ جلکر فنا ہوجاتی ہے میرا مقصود بھی فنا ہی ہے اور تخصیص شب کی اگر حقیقی معنی پر محمول ہو اسلئے ہوسکتی ہے کہ اعمال جنپر احوال باطنیہ زیادہ مرتب ہوتے ہین اکثر شب ہی مین واقع ہوتے ہین اور اگر مجازی معنی یعنی فراق وہیبت وغیرہ پر محمول ہو اسلئے ہوسکتی ہے کہ فنا کے بعض اقسام مین کہ وہ فناء اخلاقی ہے ان خاص احوال کو زیادہ دخل ہے کہ ان سے شکستگی پیدا ہوتی ہے پس اشارہ ہوگا بعض منافع احوال مذکورہ کی طرف۔ ؎

چورای عشق زدی با تو گفتم ای بلبل	مکن کہ این گل خودرو برای خویشتن است

یہان مخاطب وہ شخص ہے جو طریق عشق کو اس غرض سے اختیار کرے کہ حسب خواہش ثمرات ومواجید اسپر مرتب ہونگے۔ پس فرماتے ہین کہ اگر (اس غرض سے) عشق اختیار کرنے کی رای قرار دی ہے۔ تو مین کہہ چکا ہون یعنی کہے دیتا ہون کہ ایسا مت کرو اسواسطے کہ یہ موجود بالذات (خودرو) اس سے کنایہ ہے کہ اسکی روئیدگی بلا کسی کی صنعت کے ہوتی ہے) کائنات سے مستغنی ہے (برای خویشتن اس سے کنایہ ہے اور خودرو مین اشارہ علت استغنا کی طرف کردیا گیا یعنی موجودیت بالذات سبب ہے استغنا کا) اور جو مستغنی بالذات ہوگا اس پر دوسرے کا اثر تو ہو ہی نہین سکتا کہ اس اثر کی وجہ سے دوسرے کی خواہشین پوری کیا کرے بلکہ جو امر خود اس کے علم مین قرین حکمت ہوگا وہی کریگا پس جو شخص اس طریق کو اختیار کرے تجویزون سے قطع نظر کرے اور نامرادی کو مراد سے افضل سمجھے ونعم ماقیل ؎ اگر مرد عشقی گم خویش گیر ۔ وگرنہ رہ عافیت پیش گیر ؎

بمشک چین وچگل نیست حسن گل محتاج	کہ نافہاش زبند قبای خویشتن است

یعنی محبوب کے خود بند قبا ہی سے نافے پیدا ہوتے ہین مقصود یہ ہے کہ محبوب حقیقی کے کمالات ذاتی ہین مستفاد عن الغیر نہین گویا اسمین من وجہ تفسیر ہے شعر سابق کی۔ ؎

مرو بخانہ ارباب بے مروت دہر	کہ کنج عافیت درسرای خویشتن است

اسمین نہی ہے حرص واظہار حاجت عند الخلق سے جو کہ شرائط طریق سے ہے۔ ؎

بسوخت حافظ و در شرط عشق وجانبازی	ہنوز بر سر عہد و وفای خویشتن است

در حرف جار متعلق برابط در خویشتن است یعنی باوجود مصاعب ومصائب کے راہ عشق سے منہ نہین موڑا۔

اسمین اشارہ ہے کہ جو ظاہری و باطنی بلیات اس راہ مین پیش آوین اُن کا برداشت کرنا واجب ہے کما قیل ؎

ناخوش تو خوش بود بر جان من ؛ دل فدای یار دل رنجان من ؛

صوفی از پرتو می راز نہانی دانست	غزل	گوہر ہر کس از ین لعل توانی دانست	

پرتو می اثر عشق۔ راز نہانی معرفت حق۔ گوہر طینت و استعداد۔ لعل مراد شراب کہ مصداق عشق است و لطافت شاعری در ایراد الفاظ متناسبہ مخفی نیست۔ یعنی سالک کو عشق کے اثر سے حق تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو گئی آگے فرماتے ہین کہ اس عشق کے واسطے سے ہر شخص کی طینت و استعداد معلوم کر سکتے ہو اسطرح کہ جو شخص صالح الاستعداد ہو وہ یا اسمین ساعی ہے یا کم از کم قائل اور جو شخص فاسد الاستعداد ہے وہ اسکا مخالف اور معاند

شرح مجموعہ گل مرغ سحر داند و بس		نہ کہ ہر کو ورقے خواند و معانی دانست	

مجموعہ مراد مرتبہ اجمال بقرینہ لفظ شرح یعنی یون تو محبوب کی معرفت اجمالیہ سب ہی کو حاصل ہے مگر کسیقدر اُسکی تفصیل کہ قرب و قبول مین داخل رکھتی ہو۔ یہ صرف طالب ہی کو نصیب ہے نہ اُسکو کہ اوراق کا درس کرتا ہو اور معانے الا وراق کے معانی لغویہ و اصطلاحیہ جان گیا ہو۔ مقصود یہ کہ یہ علم وجدانی ہے استدلالی نہین۔ اور بعض نسخون مین مصرعہ ثانیہ مین کہ پہلے ہے اور نہ پیچھے ہے تو اس صورت مین معانی کے قبل واو نہ ہونا چاہیئے اور معنی یہ ہونگے کہ مرغ صحر کے سوا کسی کے نہ جاننے کی وجہ یہ ہے۔ کہ یہ بات نہین کہ جسنے اوراق پڑھ لئے ہون وہ ان معانی و اسرار کو جانتا ہو۔ اسلئے مقید بالدرسیات کا اس سے آگاہ ہونا ضرور نہین مقصود ترغیب ہی تصفیہ باطن کی کہ یہ علوم قلب پہ وارد ہون۔ ؎

عرضہ کردم دو جہان بر دل کار افتادہ		بجز از عشق تو باقی ہمہ فانی دانست	

باقی مفعول اول دانست دہمہ تاکید او و فانی مفعول ثانی۔ کار افتادہ آنکہ اور اکار عشق افتادہ مقصود یہ ہے کہ محب بجز محبت آلہیہ کے کسی طرف ملتفت نہین ہوتا نعم دُنیا کی طرف تو مطلقاً اور نعم آخرت کی طرف بالذات پس نصوص سوال آخرت کہ مرتبہ بالعرض مین ہے اسکے منافی نہین ؎

آن شد اکنون کہ ز افواہ عوام اندیشیم		محتسب نیز ازین عیش نہانی دانست	

محتسب سے مراد وہ منکر جو قدرت ایذا رکھتا ہو اور عوام سے مراد وہ منکرین جو اسکی قدرت نہ رکھتے ہون مقصود یہ ہے کہ عشق مین نہ ایذا بالید سے اندیشہ کرے نہ ایذا باللسان سے ؎

دل بر آسایش ما مصلحت وقت ندید		ورنہ از جانب ما دل نگرانی دانست	

دل نگرانی بیای مصدری دل نگران ای مشتاق شدن۔ امین نہایت مفید مسئلہ کی تعلیم ہے یعنی اشتیاق کے موافق جو احوال پیش نہین آتے محبوب کو اطلاع تو ہمارے اشتیاق کی ہے مگر ہماری اس آسایش کو جو احوال مرادہ کے وارد ہونے سے حاصل ہوتی ہماری مصلحت کے خلاف جانتے ہین اسلئے اُنکا افاضہ نہین فرمایا جاتا ع کہ خواجہ خود روش بندہ پروری داند ؎

سنگ و گل را کند از یمن نظر لعل و عقیق		هر که قدر نفس باد یمانی دانست	

هر که فاعل کند یمن بضم با برکت و باد یمانی فیض رحمانی کہ کسی نفس رحمانی نیز است ماخوذ از رد وایت مشہورہ علی الالسنہ انی لاجد نفس الرحمان من قبل الیمن کہ در حق اویس قرنی یا اہل یمن وارد شدہ یعنی از یمن فیض الٰہی می یابم کہ مقبولان حق ازان طرف ظاہر خواہند شد مطلب یہ کہ جو شخص فیض رحمانی کی قدر دانی کریگا اور اسکے فائض ہونیکے لئے قابلیت پیدا کرکے اُسکا مورد بنے گا اُسکو صفت کمال کیساتھ قوت تکمیل بھی عطا ہوگی کہ وہ سنگ و گل یعنی ناقص کو لعل و عقیق یعنی کامل کر دیگا خواہ مباشرۃً اگر خدمت ارشاد اُسکے متعلق ہو خواہ تسبباً اگر یہ خدمت اُسکے متعلق نہیں اسطرح کہ اُسکو دیکھکر اُسکے احوال منکرانہ دسامعین متاثر ہوتے ہیں ؎

ای کہ از دفتر عقل آیت عشق آموزی		ترسم این نکتہ بتحقیق ندانی دانست	

بتحقیق متعلق نہی یا منفی دانست مصدر ست ای دانستن ندانی بحذف مضاف ای طریق دانستن ندانی و اغلب کہ بجای ندانی نمانی باشد پس توجیہ ظاہر است مقصود اس کا بھی مثل مقصود شعر ثانی کے ہے کہ علم عاشقی درسی واستدلالی نہیں ذوقی و وجدانی ہے۔ ؎

می بیاور کہ نہ نازد بگل باغ جنان		ہر کہ غارتگری باد خزانی دانست	

یعنی دولت محبت کہ باقی ہے۔ حاصل کر و جسنے فنای دنیا کو چشم تحقیق سے دیکھہ لیا ہوگا وہ کبھی اسباب عیش و سرور پر مغرور نہوگا۔ ؎

حافظ این گوہر منظوم کہ از طبع انگیخت		اثر تربیت آصف ثانی دانست	

حافظ مبتدا و دانست خبر این گوہر منظوم مفعول اول دانست و اثر الخ مفعول ثانی اور انگیخت لازم و آصف ثانی مرشد کہ نائب آصف اول ہادی عالم صلی اللہ علیہ وسلم است مطلب ظاہر ہے مقصود اشارہ اسطرف ہے کہ ملفوظات طیبات مملو با فادات کا صدور متکلم اپنی جانب سے نہ سمجھے بلکہ مرشد کا فیض سمجھے ؎

ملفوظات طیبات را از فیض صحبت دانستن

غزل

حاصل کارگہ کون و مکان این ہمہ نیست	باده پیش آر کہ اسباب جہان این ہمہ نیست
از دل و جان شرف صحبت جانان غرض ست	ہمہ آن ست گر نہ دل و جان این ہمہ نیست
منت سدره و طوبی ز پئے سایہ مکش	کر بخوش بنگری ای سرو روان این ہمہ نیست
دولت آنست کہ بے خون دل آید بکنار	ورنہ با سعی عمل باغ جنان این ہمہ نیست
پنجروزے کہ درین مرحلہ مہلت داری	خوش بیاسای زمانے کہ زمان این ہمہ نیست
بر لب بحر فنا منتظریم اے ساقی	فرصتے دان کہ ز لب تا بدہان این ہمہ نیست
زاہد ایمن مشو از بازی غیرت زنہار	کہ رہ صومعہ تا دیر مغان این ہمہ نیست
دردمندے چو من سوختہ را رو نزار	ظاہر احاجت تقریر و بیان این ہمہ نیست
از تہتک مکن اندیشہ و چون گل خوش باش	زانکہ تمکین جہان گذران این ہمہ نیست

	نام حافظ رقم نیک پذیرفت و لے	پیش رندان رقم سود و زیان این همه نیست

ان اشعار مین کئی امر کی تعلیم ہے۔ ایک دنیا کیطرف مطلق التفات نکرنا نہ متاع کیطرف۔ وہو فی الشعر الاول والرابع نہ جاہ کی طرف وہو فی الشعر التاسع والعاشر نہ عمر کیطرف۔ وہو فی الخامس والسادس نہ اپنے جسم و روح کی طرف۔ وہو فی الشعر الثانی۔ دوسرے نعمار جنت کا بالذات طالب نہونا وہو فی الشعر الثالث تیسرے نئی عجب ہے وہو فی الشعر السابع اور شعر ثامن اور دوسرے اشعار کے بعض بعض جملوں مین کسی امر کی تعلیم نہین محض عشق کی طلب اور اپنے درد عشق کے ظاہر و باہر ہونے کا بیان ہے اور اسمین حاجت بمعنی محتاج ہے اور بعض نسخون مین دردمندی من بیای مصدری واضافت الی ضمیر المتکلم المنفصل ہے اُسمین بھی حاجت بمعنی محتاج ہے۔ پس فرماتے ہین۔ کہ یہ تمام کارخانہ دنیا کا کچھ بھی نہین بس درد عشق ہمکو عطا فرمادیجئے اور دل و جان جو عطا ہوا ہے۔ محض مقصود اُس سے یہ ہے۔ کہ آدمی قریب محبوب کے قابل ہو اور اُنکو اُسکی تحصیل مین استعمال کرے پس تمام تر دولت تو یہ قرب ہے ورنہ دل و جان بیکار ہین۔ اور سدرہ و طوبی سے اگر تمکو سایہ مطلوب ہے جو کہ حظ نفس ہے تو ناحق اُسکے طالب ہوے سالک کا استقامت میں مثل سرو روان کے ہے اگر غور کرکے دیکھو تو محض حظ نفسانی کیلئے وہ مطلوب نہین ہان بوجہ محل قرب ہونیکے مطلوب ہو تو اور بات ہے اور دُنیا کی دولت جو اسقدر مصیبت سے حاصل ہوگیا دولت ہی۔ کہ محنت اُسکی راحت پر غالب رہتی ہے اس شان کی دولت تو اگر جنت بھی ہو تو کچھ نہین۔ یہ مبالغہ کیلئے محض فرض و تقدیر ہے کیونکہ دولت جنت تو واقع مین اس شان کی نہین ہے۔ بلکہ بہت ہی کم محنت مین بہت ہی بڑی یعنی غیر متناہی راحت میسر ہوتی ہے پس یہ اُس ہی مین داخل ہوگئی جسکو بے خون دل آید کہہ رہے ہین یعنی دولت تو وہ ہے جسمین مشقت نہو یعنی اُس دولت کی مقدار کے اعتبار سے وہ مشقت کالعدم ہو اور وہ دولت قرب ہے اور جنت بھی کہ مقام قرب ہے دنیا مین جو تمکو چند روزہ عمر ملگئی ہے اسمین آسایش حقیقی کا سامان کرلو اور یہ بھی معنی ہوسکتے ہین کہ صعوبات دنیا سے آسایش اختیار کرو اور اسکا بھی حاصل وہی ہوگا کیونکہ اس آسایش سے بھی وہی آسایش حقیقی مقصود ہے اور زمانہ کچھ بھی نہین یعنی فانی و منقضی ہے یون ہی عمر ختم ہوجائیگی۔ اور چونکہ عمر باقی نہین پس ہم موت کے انتظار مین ہین اور اسیکو بس فرصت سمجھ لو جو کچھ بھی نہین یعنی اسقدر قلیل جتنا فاصلہ لب سے دہن تک ہوتا ہے۔ پس اے ساقی عنایت ازلی یا اے مرشد اس فرصت مین مدد فرمایئے کہ کچھ لے جاوین اور اے زاہد خشک تو جو اپنے تقدس پر مغرور ہے یاد رکھنا کہ غیرت الٰہی کے تصرفات عجیبہ سے بے خوف مت ہونا کہ صومعہ سے دیر مغان تک بہت فاصلہ نہین اگر غیرت نے کام کردیا تو مسلمان سے کافر بنادینا کچھ مشکل نہین۔ اور جیسا مین دردمند ہون ایسے شخص کو تقریر و بیان کی حاجت نہین میرا حال خشت از بام ہے اور پردہ دری و رسوائی سے کہ خلاف جاہ ہے۔ کبھی پروا نہ کرنا اور ہر حال مین خوش رہو کیونکہ اس جہان فانی کا جاہ و کمین کوئی چیز نہین۔ اور گو بفضل خداوندی حافظ کا نام صلاح و خوبی مین مشہور ہوگیا لیکن عشاق کے نزدیک نیکنامی و بدنامی کا سود و زیان کچھ بھی نہین ہے۔ ؎

بحر لیست بحر عشق کہ ہیچش کنارہ نیست	غزل	آنجا جز انیکہ جان بسپارند چارہ نیست

تعلیم عمل شدائد عشق و قطع طمع عافیت

مطلب یہ کہ جب تک عشق باقی ہے اسکے آثار شورش و سوزش منقطع نہین ہوتے یہانتک کہ موت آجاتی ہے مقصود یہ ہے کہ عمر بھر اسکے شدائد کے تحمل کیلئے آمادہ رہنا چاہیئے طمع عافیت کی نہ رکھنا چاہیئے۔ ؎

آنرا کہ دل بعشق وہی خوش دمی بود	در کار خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست

یعنی اسکے اختیار کرنے کیلئے جبکہ شیخ کامل سے مناسبت مذاق معلوم ہوجاوے یا اضطراری طور پر اسکے آثار ظاہر ہون پس وپیش و اندیشہ مت کرو وہ یقینی امر خیر ہے اور اسکے فیضان کا وقت اچھا وقت ہے۔ ؎

بیان اینکہ تاثیر عشق از کمالیات است نہ از نقائص

مارا بمنع عقل مترسان وحی ہبار	کان تحنہ ورد لایت ما ہیچ کارہ نیست

یعنی اسکے شدائد دیکھکر عقل مانع ہوتی ہے۔ مگر ہم اسکے اس حکم کو لاشی سمجھتے ہین اور فیض عشقی کے طالب ہین۔

از چشم خود بپرس کہ مارا کہ میکشد	جاز الگناہ طالع و جرم ستارہ نیست

قطع نظر اس عنوان خاص سے کہ پرس و جرم ستارہ نیست جسکا سبب شورش عشق ہے کہ ایک قسم کا عذر بھی ہے۔ اصل مضمون یہ ہے کہ عاشق جن شدائد سے متاثر ہوتا ہے اسکا اصل سبب محبوب کی تجلیات کا ظہور و خفا ہے اور اسباب طبیعہ سے جو شدائد ہوتے ہین مثل مرض و فقر وغیرہ وہ اس سے چندان متاثر نہین ہوتا۔ ؎

رویش بچشم پاک تو ان دید چون ہلال	ہر دیدہ جای جلوۂ آن ماہپارہ نیست

ہلال چونکہ باریک بہت ہوتا ہے اس لئے اسکو دیکھنے کے لئے چشم کا امراض سے مبرا ہونا ضرور ہے۔ اسی طرح محبوب کے مشاہدہ کے لئے دیدۂ بصیرت کا مبرا ہونا خلل علمی و عملی سے شرط ہے ورنہ ہر دیدہ اسکی تجلی کا محل نہین ہے۔ اسمین ازالۂ رذائل کی تعلیم ہے۔ ؎

عزیمت عشق شدید و رشد عشق

فرصت شمر طریقہ رندی کہ این نشان	چون راہ گنج بر ہمہ کس آشکارہ نیست

اسمین عزیز اقدر ہونا طریق عشق کا بیان کرتے ہین کہ اسکی عام اطلاع اور عام پسندیدگی اسلئے نہین کہ اسکے آثار اکثر مفوت عافیت ہین اور بعض بظاہر مفوت عافیت معلوم ہوتے ہین۔ ؎

تعلیم موثر در اصلاح اعمال خود

نگرفت در تو گریۂ حافظ ہیچ روی	حیران آن دلم کہ کم از سنگ خارہ نیست

ترکیب کم از سنگ خارہ نیست عرفاً نسبت ذم کے لئے مستعمل ہے اگر عرف سے قطع نظر کرکے محض اسکا مضمون لغوی دیکھا جاوے تو یہ حاصل ہے معنی صمدیت کا کہ وہ بھی نقطہ سنگ سخت کے معنی ہین ہے۔ اور اگر مقصود کنائی دیکھا جاوے تو یہ کنایہ ہے عدم تاثیر سے حاصل یہ ہے کہ ذات ہین بوجہ وجوب کے انفعال اور تاثر نہین ہر فعل کہ اس سے صادر ہوتا ہے ارادہ اور حکمت سے ہوتا ہے پس اسمین اشارہ ہوجاویگا کہ اپنے اعمال و طلب کو موثر نہ سمجھے۔ اور اگر اس تاویل پر بھی طبیعت ابا کرے تو مرشد کی شان مین کہدینا ہوں ہے کہ مخلوق کے ادب کیلئے معنی مجازی کافی محافظ ہے۔ فقط

غزل

چہ لطف بود کہ ناگاہ رشحۂ قلمت — حقوق خدمت ما عرض کردہ برکرمت
بنوک خامہ رقم کردہ سلام مرا — کہ کارخانۂ دوران مباد بے رقمت
نگویم از من بیدل بسہو کردی یاد — کہ در حساب خرد نیست سہو بر قلمت
مرا ذلیل مگردان بشکر این نعمت — کہ داشت دولت سرمد عزیز و محترمت
بیاکہ با سر زلفت قرار خواہم کرد — کہ گر سرم برود برندارم از قدمت
زجان امید آگہ شود مگر وقتے — کہ لالہ بردمد از خاک کشتگان غمت
روان تشنۂ ما را بجرعۂ دریاب — چو میدہند زلال خضر بجام جمت
صبا زروی تو باہر گلے حدیثے کرد — رقیب کے رہ غماز داد در حرمت
دلم مقیم درتست حرمتش بسیار — بشکر آنکہ خدا داشتہ است محترمت
ہمیشہ وقت تو ای عیسی نفس خوش باد — کہ جان عاشق دل خستہ زندہ از دمت
کمین گہست و تو خوش تیز میروی حافظ — مکن کہ گرد برآید ز شہ رہ عدمت

شرح میں ہے اس غزل بجواب مرشدست یعنی مرشد کا کوئی خط وغیرہ آیا ہے اُسکے جواب میں لکھہ رہے ہیں کہ یہ کیسی عنایت ہوئی کہ آپ کی چکیدگی کلک نے اچانک یعنی جبکہ پہلے سے توقع بھی نہ تھی ہماری خادمیت کے حقوق آپکے کرم کے روبرو پیش کئے (یہ اسناد مجازی ہے یعنی رشحۂ قلم سبب ہوگیا بذل کرم کا) آپنے نوکِ خامہ سے مجکو سلام لکھا ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ زمانہ کو آپ کے نقش ہستی سے خالی نہ رکھے (یعنی آپ ہمیشہ قایم رہیں) میں (بعضے ناشکرون کی طرح کہ وہ کہا کرتے ہیں کہ ادھر بھولکر کیسے متوجہ ہوگئے) یون نہ کہونگا کہ مجھکو بھولے سے یاد کرلیا ہے۔ اسواسطے کہ بروی عقل سلیم آپ کے قلم میں سہو کا احتمال نہیں (یعنی خط لکھنے سے عنایت ہی کا قصد ہے اور کوئی غرض دنیوی نہیں) جو کہ محاورۃً اس کہنے سے کہ کیسے متوجہ ہوگئے یہی مقصود ہوتا ہے حاصل یہ کہ غرض پرستی سے آپ کی شان ارفع ہے اور اس سے مطلق سہو کی نفی مقصود نہیں۔ اب میں نہ بہتا ہون کہ آپنے بھی ایسے ہی الطاف نامحدود سے یاد رکھنے میں اتفاق کرکے) بہکا اس نعمت کے شکر انہ میں ذلیل نہ کیجئے کہ دولت سرمد سے ایکو عزیز و محترم رکھا ہے میری طرف متوجہ ہوئے ہیں آپکے جذبۂ محبت سے یہ عہد (کہ ہر گز آپکا دامن نہ چھوڑونگا) کرلیا ہے (اور یہ بھی جانتا ہوں کہ جب آپکے قدم سے نہ اٹھاؤنگا (مگر اسلئے کہا کہ خود وقت ارادت کے یہ عہد قالاً یا حالاً ہو بھی چکا ہے۔ اب یہ تجدید بطریق تاکید ہے آگے اپنی محبت کا اظہار کرتے ہیں کہ) ہمارے دل (کی محبت) کا (پورا) حال آپکو معلوم تو ہو جاویگا۔ مگر کسوقت معلوم ہوگا جب آپکے مقتولان محبت کی قبرون پر لالہ جم آویگا (یعنی جب وہ مرجاوینگے ابھی تو معلوم نہیں مقصود یہ ہے کہ ہمکو اس درجہ کی محبت ہے تو اسی درجہ کی توجہ کے خواہان ہیں سلام و پیام سے زیادہ یاد رکھئے اور) ہماری جان تشنہ کو ایک جرعۂ توجہ سے سرفراز کیجئے جبکہ آپ کو جام جم میں آب حیات خضری عطا

کیا جاتا ہے (یہ کنایہ ہے بیہوش آلہیہ سے اور) قاصد نے ہر طالب سے آپ کی حکایتیں بیان کین (یعنی جسطرح میرے پاس خط آیا اور طالبین کے پاس بھی رقعے پرچے یا زبانی پیام اُس قاصد کے ہاتھ پہونچے جسپر بحکم رشک محبت کہتے ہین کہ) پہرہ دار نے (رقیب بمعنی محافظ) آپکے حرم مین عمداً (یعنی قاصد من ہذہ الحیثیۃ) کوکب اور کسوت رستہ دیدیا تھا کہ اُس نے دوسرے لوگون سے آپکی حکایتین بیان کین۔ یہ مضمون ناشی ہے سُکر سے کما قیل ؎ با سایہ ترا نے پسندم ۔ عشق ست و ہزار بدگمانی۔ (آگے مثل شعر ثالث کے پھر طالب استمرار توجہ ہوتے ہین کہ) میرا دل آپ کے دروازہ پر پڑا ہے اُسکا پاس رکھیئے، اس نعمت کے شکر مین کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو محترم بنایا ہے (آگے دعا پر جواب کو ختم پر لانا چاہتے ہین کہ) اے سجادم خدا تعالیٰ ہمیشہ آپکو خوش رکھے کہ آپ کے کلام تحریری سے عاشق دلخستہ کی جان زندہ ہوگئی (آگے بطور جملہ زیادہ حداد کے بالکل ختم کرنا چاہتے ہین جسمین بعضے شوخ مضامین کی جو کہ اس جواب مین سرزد ہوئے ہین معذرت بھی ہے یعنی) مخاطبت مرشد کی یہ مثل کمین گاہ کے ایک نازک مقام ہے اور تم مطلق العنان تیز چلے جاتے ہو الیسامت کرو کبھی عدم یعنی ہلاکت روحانی کی شاہراہ سے تمہاری گرد اٹھتی نظر آوے یعنی بے ادبی مین ہلاک نہ ہوجاؤ (شارہ مخفف شاہراہ (اسمین ایک گونہ تعلیم بھی ہوگئی کہ اگر غلبہ محبت مین کوئی بے ادبی ہوجاوے فی الفور معذرت کرے) اور اگر ترکیب عیسی نفس باضافہ ثابت ہو چنانچہ میری نظر سے نہین گذرا تو دوسرا نسخہ لیلیا جاوی یعنی عیسی صبا اس تقدیر پر اسکی تقریر شکریہ قاصد کے ساتھ بہتر ہوگی کہ اُسکے گفتگوی قاصدانہ سے طالب کو حیات و فرحت میسر ہوئی واللہ اعلم ؎

غزل

ز گریہ مردم چشمم نشستہ در خون ست	ببین کہ در طلبت حال مرزمان چون ست
بیاد لعل لب و چشم مست میگونت	ز جام غم مئے لعلے کہ میخورم خون ست
ز مشرق سر کوی آفتاب طلعت تو	اگر طلوع کند طالعم ہمایون ست
حکایت لب شیرین کلام فرہادست	شکنج طرہ لیلے مقام مجنون ست
ولم بجو کہ قدت ہمچو سرو دلجویست	سخن بگو کہ کلامت لطیف و موزون ست
ز دور بادہ بجان راحتم رسان ساقی	کہ رنج خاطرم از جور دور گردون ست
ازان زمان کہ ز دستم برفت یار عزیز	کنار دیدہ من ہمچو رود جیحون ست
چہ گونہ شاد شود اندرون غمگینم	باختیار کہ از اختیار بیرون ست
ز بیخودی طلب یار مے کند حافظ	چو مفلسے کہ طلبگار گنج قارون ست

یہ غزل غالباً حالت قبض کی ہے کہ تمام اشعار مین فراق کا شکوہ اور وصال کی تمنا مذکور ہے یعنی غایت گریہ سے میری شکل خون مین غرق ہوگئی اے محبوب ذرا طالبون کے حال کو تو دیکھیئے آپکی یاد مین (جو کہ فراق کے وقت ہے) جام غم سے جو شراب کہ مین نوش کرتا ہون وہ شراب خون ہے یعنی خون پیتا ہون اگر آپکی تجلی ہوجاوی تو میری قسمت بدل جاوی

تقریر ہذا اگر حضرت مرشد کو ظاہر ہو تو فی الفور معذرت کند

نسخہ

شکوہ فراق و تمنائے وصال

(اور ای سامعین میرے اس ذکر فراق و وصال کا اور اس تعلق بعشق کا تعجب مت کرو کیونکہ عشاق تو ہر حال مین محبوب ہی کا ذکر کیا کرتے ہین چنانچہ) فرہاد کا کلام یہی ہوگا کہ لب شیرین کی حکایت کرے۔ اور مجنون (کے دل) کا مقام بس شکنج زلف لیلی ہی ہوگا (اے محبوب) ہماری خاطر داشت کیجئے اور ہم سے خطاب کیجئے یعنی تجلیات و واردات سے مشرف فرمایئے اور بادہ فیض سے مجھکو راحت پہونچایئے کہ جور فراق سے میرا دل رنجیدہ ہے جبسے میرا محبوب میرے ہاتھ سے گیا ہے۔ یعنی جدا ہوا ہے غایت گریہ سے میری آنکھون کی آغوش یا دامن کا کنارہ (علی اختلاف النسختین واختلاف اللغتین فالمعنی الاول بکسر الکاف والثانی بفتحہا کذا فی الغیات) رود جیحون بن گیا ہے۔ اور میرا دل غمگین کیونکہ (اس حالت فراق مین) قصد و اختیار سے خوش ہو (یعنی لوگ سمجھاتے ہین کہ میان دل کو خوش رکھو تو ایسے خوش رکھون) کیونکہ یہ تو اختیار سے خارج ہے (خوشی تو جب ہی میسر ہوگی جب فراق مبدل بوصال ہو (اور یہ خوشی مرتبہ طبیعت مین ہے اور عقلی خوشی عین حالت فراق مصطلح مین بھی جبکہ اُسکے مصالح پر اجمالاً یا تفصیلاً نظر کیجاوے ممکن اور واقع ہے۔ آگے کہتے ہین) حافظ جو محب (رکے وصال) کی درخواست کر رہا ہے حالانکہ (طالب اور مطلوب مین کچھ مناسبت چاہیئے اور وہ یہان مفقود ہے اسکا جواب) رب الارباب پس) اسکی ایسی مثال ہے جیسے کوئی مفلس (اپنے حوصلہ سے زیادہ) گنج قارون کا طالب ہو تو یہ درخواست (ایسی بے عقلی کی) محض ناشی بیخودی سے ہے (بیخودی مین عقل کی موافقت و مخالفت پر نظر نہین ہوتی اور طلب یار کے ترجمہ مین جو احقر نے لفظ وصال نکال دیا ہے وجہ اُسکی یہ ہے کہ نفس طلب یعنی طلب رضا تو عین مقتضیٔ عقل ہے۔ اور مامور بہ شریعت ہین۔ سیطرح طلب لقاء آخرت مین اور گو حوصلہ سے وہ بھی زائد ہے۔ مگر امر شرعی اور وعدۂ یقینی اسپر غالب ہے اور اس وعدہ ہی کی فرع ہے عطا تحمل البتہ یہ مواجید خاصہ جو اصطلاحی وصل ہے شرعاً بھی مامور بہ نہین اور اُنکے درپے ہونا تعلیم عقل صحیح کے بھی خلاف اسی لئے اکابر منع بھی کرتے ہین شعر مین اس کا ذکر ہے اور باوجود اسکے طلب کرنا شعر مین اسکا عذر ہے۔

غزل

زان یار دلنوازم شکریست با شکایت
گر نکتہ دان عشقی خوش بشنو این حکایت

بیمرد بود و منت ہر خدمتے کہ کردیم
یارب مباد کس را مخدوم بے عنایت

رندان تشنہ لب را آبے نمیدہد کس
گویا دے شناسان رفتند از ولایت

در زلف چون کمندش ای دل پیچ کانجا
سرہا بریدہ بینی بے جرم و بے خیانت

این راہ را نہایت صورت کجا توان بست
کش صد ہزار منزل بیش ست در بدایت

چشمت بغمزہ مارا خون خورد و می پسندی
جانا روا نباشد خون ریز را حمایت

ہر چند بر وی آیم ور از درت نتابم
جور از حبیب خوشتر کز مدعی رعایت

ای آفتاب خوبان می سوزد اندرونم
یک ساعتم بگنجان در سایہ ہدایت

در این شب سیاہم گم گشتہ راہ مقصود
از گوشۂ برون آی ای کوکب ہدایت

از ہر طرف کہ رفتم بزد وحشتم نیفزود	زنہار ازین بیابان دین راہ بے نہایت
عشقت رسد بفریاد گر خود بسان حافظ	قرآن ز بر بخوانی با چاردہ روایت

اس غزل کے مضمون میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی باطنی شدید حالت میں گرفتار ہیں اور کشود کار میں توقف ہے اس غایت [illegible] مرشد پر بھی جھنجلاتے ہیں اور دوسرے اہل ارشاد کی بھی شکایت کرتے ہیں پس فرماتے ہیں کہ اپنے یار غار یعنی مرشد کا شکریہ بھی ادا کرتا ہوں بوجہ دلنوازی کے کہ مجھکو راہ بردار یا اور ہمراہی کی مگر شکایت کے ساتھ شکریہ بھی مقرون ہے وہ شکایت شعر ثانی و ثالث میں مذکور ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ اب دستگیری کرکے اس مخمصہ موجودہ سے رہائی نہیں دیتے اگر تم رازدان عشق ہو تو اس شکایت کو اچھی طرح سنو وہ یہ ہے کہ ہم مستعد خدمت بجالائے نہ اسکا کچھ صلہ ملا نہ اسکا احسان مانا یعنی نہ کچھ معاوضہ ملا نہ اسکی قدر کی گئی۔ مراد معاوضہ وقدر سے یہی ہے کہ اس عقبہ میں میری مدد کیجاتی خدا کرے کسی کا ایسا تخدوم بے مہر نہ ملے آگے عام شکایت ہے کہ پیاسوں کو کوئی پانی نہیں دیتا معلوم ہوتا ہے سارے ولی اس مالک میں سے کہیں چلے گئے ہیں یہاں کوئی نہیں رہا کہ ایک پیاسے کی پیاس کو نہیں بجھا سکتے (ولی شناس کنایہ ولی سے ہے کیونکہ ولی را دلی می شناسد شاید اس تعبیر سے مبالغہ مقصود ہو کہ ولی تو کیا کوئی ولی شناس ہی ہوتا تو خیر کسی ولی کا پتہ ہی بتلاتا کہ اس سے رجوع کرتا تنگ ہوکر کہتے ہیں کہ مرشد سے کوچ [illegible] گیا کہ وہاں بے گناہ سر کاٹا جاتا ہے (شاید مسترشد پر اسکے بموقع تقاضا و پریشان گوئی سے کوئی خفگی پڑ گئی ہوگی یہ تنگی اس سے ہوئی اور بیجرم سے مراد جرم خفیف ہے پریشانی میں اپنا جرم خفیف ہی نظر آتا ہے۔ عذر ہے اس بیباکی کا۔ آگے راہ عشق کا بے پایان ہونا بیان کرتے ہیں کہ اس طریق کا انتہا کہاں ہوسکتا ہے جسکو ابتدا ہی میں لاکھوں عقبات ہیں آگے عتاب کی شکایت ہے کہ) آپ کی نگاہ عتاب نے اور رہا سہا برباد کر دیا حضرت خونریز کی حمایت اچھی نہیں یعنی اس عتاب کا استمرار مناسب نہیں اور گو آپ نے اس عتاب سے ذلیل و خوار کیا مگر میں سہنے والا نہیں ہوں مدعیان مشیخت و ارشاد یعنی شیخان مزور کی رعایت سے آپکی کہ مستحق محبت ہیں سختی اور یہ التفاتی ہی اچھی ہے (لاقتضاء المحبۃ الراسخۃ ولبنیہ علی مصالح) اور اب میری سوزش بہت بڑھ گئی ہے اب غائبانہ عنایت کے سایہ میں تھوڑی دیر کو بھی جگہ دیدیجئے [illegible] یعنی حالت حیرت میں میرا راہ مقصود گم ہوگیا ہے۔ ای ہادی ادھر توجہ فرمایئے اور آفتاب اور سایہ کا مقابلہ اور شب سیاہ اور کوکب کا مقابلہ (ظاہر اللطف ہے) میں جہاں گیا وحشت ہی زائد ہوئی اس بادیہ خونخوار و ناپیدا کنار سے بھی پناہ ہے (مقصود اس سے محض استعظام ہے نہ کہ استعاذہ۔ آگے نفس کو امید دلاکر تسلی دیتے ہیں کہ) اگر تم اتنے بڑے عالم بھی ہو کہ قرآن مجید چودہ روایت کے ساتھ تمکو حفظ ہو تب بھی اس طریق میں تمہارا درس عشق ہی ہوگا۔ علوم مکتسبہ فریاد رسی نہ کرینگے یعنی عقبات سے نجات کیلئے درسیات

کافی نہ ہونگی۔ بس استقامت علی الطلب ہی سے کوئی لطیفہ غیبی ایسا وارد ہوگا کہ ترقی کی راہ کھولدیگا۔ اور بعض نسخون مین کزخود ہے یعنی عشق ایسی فریادرسی کریگا جس سے ازخود یعنی بطور موہبت کے تم ایسے علامہ بنجاؤگے مگر اس صورت مین الفاظ قرآن مراد نہ ہونگے بلکہ اسرار جو کہ قلب پر فائض ہوتے ہین اور چودہ روایت کی توجیہ دو ہوسکتی ہین یا تو چودہ قرارت سات مشہور اور باقی غیر مشہور اور یا سات مشہور قرأت کے سات ائمہ ہین اور ہر امام کے دو دو راوی یہ چودہ روایتین ہوئین

غزل

اس غزل کے بعض اشعار محبوب حقیقی کے معاملہ پر منطبق ہوسکتے ہین اور بعض مرشد کے معاملہ پر۔

یارب سببے ساز کہ یارم بسلامت	باز آید و بر ہاندم از چنگ ملامت
خاک رہ آن یار سفر کردہ بیارید	تا چشم جہان بین کنمش جائے اقامت

غالبًا مرشد سفر مین ہین اور اشتیاق سے یا انقطاع فیوض سے حالت خستہ ہے جسپر ناواقف ملامت کرتے ہین اسلئے کہہ رہے ہین کہ اے اللہ کوئی ایسا سامان کردیجئے کہ مرشد آجاوین جس سے میری حالت درست ہوجاوے تاکہ خلائق کی ملامت سے بچ جاؤن اب بشدت اشتیاق سے کہتے ہین کہ انکی راہ کی خاک ہی لادو تاکہ اپنی چشم جہان بین کو اُس خاک کا مقام بناؤن اور شعر اول کی توجیہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ لائمین اُسکی محبت مین اسلئے ملامت کرتے ہین کہ اُسکو دیکھا نہین وہ آجاوے۔ تو سب اُسکو دیکھ لین اور پھر ملامت چھوڑدین جیسا زلیخا نے یوسف علیہ السلام کا جمالی لائمات کو دکھلا کر کہا تھا فذلکن الذی لمتننی فیہ اور مرشد پر اسکا انطباق اس طرح ہوسکتا ہے کہ بعض غیر معتقدین اُن سے ارتباط پر ملامت کرتے ہونگے جو اُنکے کمالات کے مشاہدہ پر ختم ہوجاوے گی ؎

فریاد کہ از سستش جہتم راہ ببستند	آن خال و خط و زلف و رخ عارض و قامت

اسمین بیان ہے۔ اپنی حالت حیرت کا کہ راہ بستن عبادت اسی سے ہے اور یا وہ عبارت ہے اس سے کہ ایسا اسیر کیا کہ رہائی ہی متصور نہین اور دونون کا سبب عشق ہے۔ اشیاء مذکورہ مصرعہ ثانیہ کو سبب کہنے سے یہی مراد ہے۔ ایک حاشیہ مین ہے لفظ ششش لطفے دارد کہ خال و خط وغیرہ در شعر ہمین عدد واقع ست اور یہ محبوب حقیقی و مرشد ہر دو پر منطبق ہوسکتا ہے۔ اور فریاد کرنا توجیہ ثانی پر اس اسیری کے زوال کی تمنا نہین بلکہ شدت اضطراب اسکا منشا ہے۔ ؎

امروز کہ در دست تو ام مرحمتے کن	فردا کہ شوم خاک چہ سود اشک ندامت

اسمین خطاب ہے مرشد کو کہ میرے حال پر توجہ کیجئے ورنہ جب مین مرجاؤنگا۔ اور آپ اپنی بے توجہی کو یاد کرکے افسوس کیا کرینگے۔ اُسوقت کیا فائدہ ہوگا۔ یہ سب شدت اشتیاق کے مخاطبات ہین جسکی وجہ شبہ

بے التفاتی کا ہے۔ اور بعض اوقات دافع مین بھی مرشد سے باقتضاء طبیعت بشری توجہ الی المسترشد مین کوتاہی ہوجاتی ہے تو اس صورت مین حکیمانہ تنبیہ ہے۔

اے آنکہ بقہر و بیان دم زنی از عشق	ما با تو نہ داریم سخن خیر و سلامت

اسمین خطاب اس شخص کو ہوسکتا ہے جو احوال خاصہ پر (مثل ماذکرنی الاشعار السابقہ عاشق کو ملامت کرتا ہے اور اس سے تحقیق سبب اضطراب کی کرتا ہے پس جواب دیتے ہین کہ عشق کے آثار قالی نہین حالی ہین اور خیر و سلامت مختصر ہے مثل مشہور ما بخیر و شما بسلامت کا۔ ؎

درویش مکن نالہ ز شمشیر احبا	کاین طائفہ از کشتہ ستانند غرامت

اسمین تسلی ہے طالب کی کہ ان مرشدون کے (کہ محبوب ہین) معاملہ سے نالان مت ہو کہ یہ حضرات مسترشدین ہی کا جو کہ خود ہی مصیبت باطنی مین مبتلا ہین قصور نکالا کرتے ہین۔ کشتگی اس مصیبت زدگی کو اور غرامت یعنی جرمانہ و تاوان اسی قصور نکالنے کو کہا اس عنوان سے تعبیر کرنا محض ضیق قلب سے ہے ورنہ فی نفسہ تنبیہ ہے اسپر کہ بعض اوقات یہ باطنی مصیبتین واقع ہین سالک کی بے اعتدالی یا بے علمی سے پیش آجاتی ہین

در خرقہ زن آتش کہ خم ابرو ساقی	بر می شکند گوشہ محراب امامت

اسمین بیان ہے اسکا کہ بعض اوقات طالب کو تنگی اس وجہ سے پیش آتی ہے۔ کہ مرشد اسکے کسی امر محبوب للنفس کو چھڑاتا ہے۔ مثلاً ترفع کو چھڑا کر تذلل کے لئے ارشاد کیا نفس پر گران گذرا اس کشمکش مین ضیق ہوگیا اسکی نسبت فرماتے ہین کہ ایسے امر مین اطاعت کرنا ضروری ہے اور اعتقاد ضرورت اور عقد ہمت سے پھر وہ تنگی زائل ہوجاتی ہے۔ پس خرقہ سے مراد ترفع و اظہار بزرگی ہے اور یہی مراد ہے گوشہ محراب امامت سے اور ابرو کا حسن چونکہ خم ہے بڑھ جاتا ہے اس سے مراد ہے حسن ادا و تعلیم مرشد اور بر می شکند سے مراد ہے امر بازالہ ترفع۔ ممکن ہے کہ اوپر کے شعر مین جسکو غرامت کہا تھا۔ اس شعر مین اسی غرامت کی یا ایک مثال ہو ؎

حاشا کہ من از جور و جفائے تو بنالم	بیداد لطیفان ہمہ لطف است و کرامت

یہ گویا ترجمہ ہے ضرب الحبیب زبیب اور اسمین اشارہ اس طرف ہے کہ مرشد کی سختی سرتاسر مصلحت ہوتی ہے اس سے شاکی اور تنگ نہ ہونا چاہیئے۔ ؎

کو تہ نکند بحث سر زلف تو حافظ	پیوستہ شد این سلسلہ تا روز قیامت

اس مین خطاب ہوسکتا ہے۔ محبوب حقیقی کو اور بحث سر زلف سے مراد سخن عشق و محبت ہے یعنی چونکہ عشق و آثار عشق باقی اور لاتقف عند حد ہے اسکی حکایت بھی غیر منقطع ہے۔

غزل

اسمین مدح اور طلب عشق کی اور بیان ہے۔ اسکے بعض آثار کا اور تحریض ہے اسکے شدائد کے تحمل پر۔

ساقیم خضرست و می آب حیات	تو بہ از می چون کنم ہیہات ہات

بادۂ تلخ از لبِ شیریں بیان	در حلاوت می برد آب از نبات
چون دمِ عیسیٰ نسیم او ز لطف	مردۂ صد سالہ را بخشد حیات
جز بآبِ آتشین یعنی شراب	حل نمی گردد مرا این مشکلات
روزیِ ما ہین کہ از دیوان عشق	ہمچو مے ہجران نشد ما را برات
شاد باد ارواحِ آن رندے کہ او	بر سرِ کوئے مغان یابد وفات
حاصلِ عمرِ تو حافظ در جہان	بادۂ صافی ست باقی ترہات

یعنی مرشد قاسم فیضِ عشقی ہے اور شرابِ آبِ حیات ہی تو پھر کیونکر عشق کو ترک کردوں یہ نہایت بعید ہے (ہیہات بَعُدَ) ہان لاؤ (ہات۔ اسم فعل بمعنی الامر) اور محبوب کے لب سے تو بادہ تلخ بھی قند و مصری سے افضل ہے (مراد اس سے یہ ہے کہ جو شدائد محبوب کی طرف سے عشق مین پیش آوین وہ لذات سے بھی زیادہ لذت بخش ہین اور محبوب کے واردات یا کلامِ مرشد دمِ عیسے کی طرح مردہ دلون کے لئے حیات بخش ہین اور معرفت کے یہ مسائل مشکلہ بدون عشق کے کافی طور پر (محض بحث و بیان سے) حل نہین ہوتے۔ آگے عشق کی ایک شدت کا بیان کرتے ہین کہ ہماری غذا دیکھو کہ دفترِ عشق مین ہمارے حصہ مین صرف شرابِ تہر آئی ہے (مراد اس سے قبض ہے برأت بمعنی نصیب و قسمت) آگے اُس شخص کو دعا دیتے ہین جو راہ عشق سے مرتے دم تک نہ ہٹے آگے مقطع مین بتلاتے ہین کہ بجز محبت آلہیہ کے عمر کو جن مشاغل و مقاصد مین صرف کیا جاوے سب فضول اور بیکار ہین۔

غزل

یہ غزل مرشد کی جدائی مین لکھی گئی ہے۔ کذا فی الشرح۔

شربتے از لبِ لعلش بچشیدیم و برفت	روی مہ پیکر او سیر ندیدیم و برفت
گوئی از صحبتِ ما نیک بہ تنگ آمدہ بود	بار بربست و بگردش نرسیدیم و برفت
لبسکہ ما فاتحہ و حرزِ یمانی خواندیم	وز پیش سورۂ اخلاص دمیدیم و برفت
سرِ زفرمانِ خطم گفت مکش تا نروم	ما سرِ خویش ز خطش ہم نکشیدیم و برفت
عشوہ میداد کہ از کوئے ارادت نروم	دیدی آخر کہ چسان عشوہ خریدیم و برفت
شد چمان در چمنِ حسن و لطافت لیکن	در گلستانِ صفا لش نچمیدیم و برفت
گفت از خود ببرد ہر کہ وصالم طلبد	ما بامید وی از خویش بریدیم و برفت
صورتِ او بلطافت اثرِ صنعِ خدا ست	ما برویش نظرِ سیر ندیدیم و برفت
ہمچو حافظ ہمہ شب نالہ و افغان کردیم	کای دریغا بود اعشق نرسیدیم و برفت

در شعر ثانی بگردش کی بجائے بود۔ در شعر ثالث حرزِ یمانی نام دعائے کہ برائے حصولِ مقاصد میخوانند و ہمچنان

فاتحہ وبرائے تسخیر قل ہو اللہ را خوانند۔ و در شعر خاس عشوہ فریب مراد وعدہ کہ بوفا نرسد و در شعر سابع از خود بیرون یعنی فانی شود۔ بمطلب بعد حل مفردات وتعیین غرض کے بالکل ظاہر ہے اور بعض اشعار سے شبہ خلف وعدہ کا ہوتا ہے۔ اسکا دفع یہ ہے۔ کہ یا تو وہ وعدہ مقید تھا کسی قید کے ساتھ اور یا مقصود وعدہ سے بذل توجہ تھا جسکا خلف ثابت نہیں۔ سہ

غزل

اسمین بیان ہے عشق کے آثار خاصہ وعامہ کا

ما را ز آرزوی تو پروای خواب نیست	بے روی دلنہیب تو بودن صواب نیست
در رو در چشم مست تو ہشیار کس ندید	کو دیدہ کز تصور چشمت بخواب نیست
در ہر کہ بنگرم بغمے از تو مبتلاست	یک دل ندیدہ ام کہ ز عشقت خراب نیست
ہر کو بدست عشق تو شد کشتہ بر درت	او را در انجناب سوال وجواب نیست
حافظ چو زر رہبوتہ در افتاد و تاب یافت	عاشق بنا شد آنکہ چو زر را و تاب نیست

بیان آثار خاصہ وعامہ عشق

یعنی تمہارے اشتیاق مین نیند اڑ گئی اور آپکا ذکر دائم ضروری ہے۔ اور آپ کے عشق کے دورہ اور اثر عام سے ایک بھی اپنی حالت مین نہین ہر شخص محو ہے (خواب بمعنی محو) مقصود اشارہ اس مسئلہ کیطرف ہے کہ ہر شخص جس کسی چیز کی محبت مین اُس چیز کے کسی کمال کی وجہ سے مبتلا ہے۔ اُس کمال کا مرجع بالذات حقیقت مین ذات واجب ہے پس متعلق اُس محبت کا واقع مین ذات ہی ہے۔ اسی لئے تصور چشمت کہدیا مگر محب کو اسکی اطلاع نہین جیسے دیوار تابان کا عاشق واقع مین عاشق آفتاب ہے۔ مگر بیخبر اسی لئے اس محبت پر کوئی نفع مرتب نہین ہوتا پھر اس مسئلہ کے بیان سے کیا فائدہ سو فائدہ یہ ہے کہ اس سے حقتعالیٰ کا کمال اور اُس کمال کی وجہ سے واجب المحبۃ والاطاعت ہونا ثابت ہو گیا اسکے بعد کے شعر اور ہر کہ نگرم مین یہی مضمون ہے۔ آگے عشق کا اثر آخرت مین ظاہر ہونے والا مذکور ہے کہ مقتول عشق کا حساب وکتاب جناب باری مین نہو گا لانہ شہید اکبر للحدیث اصبح المجاہد من جاہد نفسہ۔ آگے تحمل بلیات عشق کی ہمت دلاتے ہین اپنی لفظ پیش کرکے بھی کہ اسکو تقویت ہمت مین بڑا دخل ہے اور قاعدہ کلیہ بیان کرکے بھی جسکا ماخذ حدیث صحیح ہے اشد الناس بلاء الانبیاء ثم الامثل فالامثل او نحوہ۔

غزل

خم زلف تو دام کفر و دین ست	ز کارستان او یک شمہ این ست

بیان کفر ودین بمعنی محو جمال محبوب

یعنی کفر اور دین دونون مسخر جمال محبوب ہین اس طرح سے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات مین سے مضل اور ہادی دونون ہین اور اسماء وصفات سب جمیل اور مقتضی ظہور ہین پس اسم ہادی مقتضی ہوا خلق دین کو اور اسم مضل مقتضی ہوا خلق کفر کو پس دونون مخلوق اپنے خلق مین دونون اسمون کے جمال کے تابع ہوئے یہی مراد ہے مسخر اور عاشق ہونے سے اور چونکہ یہ امر عجیب ہے کہ دو متضاد چیزون کی کسی کا جمال

ظاہر ہو ورنہ اکثر محبوبان مجازی مین یہ ہوتا ہے۔ کہ اگر ایک امر سے اُنکا حسن پسند خاطر ہوتا ہے۔ تو اُس کی ضد اُسکی پسندیدگی کو کم کر دیتی ہے اسلئے مصرعہ ثانیہ مین اُسکے عیب ہونے کا حکم کرتے ہین۔ قال الرومی ؎

عاشقم بر لطف و بر قہرش بجد ۔ ۔ ۔ ای عجب من عاشقم بر ہر دو ضد ۔ ۔ ۔ ؎

جمالت معجز حسن ست لیکن	حدیث غمزہ ات سحر مبین ست

یہ لیکن استدراک کے لئے نہین بلکہ ترقی کے لئے ہے یعنی یہ خوبی تو ہے ہی لیکن ایک دوسری خوبی بھی ہے جیسے عربی مین ابر معنی کے لئے لفظ بید آتا ہے۔ مقصود جمال اور استعارہ کہ غمزہ اُسکے عبارت ہے دونون کا کمال بیان کرنا ہے۔ اور بعض نسخون مین بجائے معجز حسن است کے معجز عیسے است ہے۔ حاصل یہ ہوگا کہ جمال تو محیی ہے۔ اور استعارہ قاتل ہے جیسے سحر مہلک ہوتا ہے۔ ؎

بر آن چشم سیہ صد آفرین باد	کہ در عاشق کشی سحر آفرین ست

چشم کو عاشق کش کہنا اگر باعتبار غمزہ یعنی نگاہ ہٹا لینے کے ہے کہ کنایہ ہے استغنا سے تب تو شعر بالا کا مصرعہ ثانیہ اور یہ شعر متحد المعنی ہے اور اگر باعتبار نظر و التفات کے ہے تو عاشق کش کہنا اس معنی کر ہے کہ عشق کو اور زیادہ کر دیا۔ جس سے قلب زیادہ مجروح و بیتاب ہو گیا۔ اور یہ اثر مشاہدہ جمال مین بھی ہے اور صد آفرین باد سے محض مدح مقصود ہے نہ کہ دعا۔ اور سحر آفرین کہتے ہین ساحر کامل کو۔ ؎

عجب راہے ست راہ عشق ہیہات	کہ چرخ ہفتمش ہفتم زمین است

اس مین بیان ہے طریق عشق کے علو کا کہ یہ چرخ ہفتم اُسکی زمین ہفتم ہے یعنی وہ چرخ ہفتم سے بھی اعلی ہے۔ اور توجیہ اُسکی یہ ہو سکتی ہے کہ مورد عشق کا قلب اور روح ہے اور یہ لطائف باین معنی فوق العرش ہین کہ عرش منتہای امکنہ ہے اور یہ بوجہ تجرد کے لامکانی ہین پس خارج از امکنہ ہوئے اور فوق العرش اور لامکانی کا چرخ ہفتم اور مکانی سے رتبتہً اعلی ہونا ظاہر ہے لتنزہ المجرد عن ظلمۃ المادۃ التی ہی فی غیر المجرد ؎

تو پنداری کہ بدگو رفت و جان برد	حسابش باگرامًا کاتبین ست

اعراب کرامًا کاتبین حکائی است۔ یا تو مقصود اس سے تعلیم ہے سالک کی ترک غیبت وغیرہ کے لئے اور یا تہدید ہے معترضین علی العشاق کی۔ ؎

ز چشم شوخ تو کے جان تواں برد	کہ دایم با کمان اندر کمین ست

مقصود یہ ہے کہ محبوب حقیقی کی دلربائی دائم ہے نہ مثل محبوبان مجازی کے کہ زوال حسن سے دلربائی بھی منقطع ہو جاتی ہے۔ اور کمان سے مراد ابرو ہے کہ چشم کے متصل ہوتی ہے۔ ؎

لبت را آب حیوان گفتم اما	چہ جائے آب کان مارمعین ست

مارمعین مراد مارجنت خوذ از قولہ تعالی فی الواقعۃ وکاس من معین۔ یعنی آب حیوان مین چونکہ یہ نقصان ہے۔ کہ گو حیات طویلہ بخشتا ہے۔ مگر حیات ابدی نہین بخشتا اسلئے وہ تشبیہ الفقص ہے اسلئے کم از کم مارمعین سے

بیان عدم دلربائی بغیبت

تعلیم ترک غیبت

بیان عدم دلربائی بغیبت

تشبیہ دینا چاہیئے گو ناقص وہ بھی ہے. مقصود یہ ہے. کہ واجب کی تشبیہ ممکن سے تام نہین پس یہ مسئلہ معلوم ہوگیا کہ ایسی تشبیہات و تمثیلات سے قیاس الغائب علی الشاہد مین مبتلا نہ ہوجاوے جیسا بہت سے جہلاء صوفیہ اپنے عقائد بگاڑ لیتے ہین. مگر پھر بھی اگر اسکی ضرورت ہو تو کسیقدر کامل سے چاہیئے گو اُسکے مقابلہ مین وہ بھی ناقص ہو مگر پھر اقرب الی الادب ہے. ؎

مشو ایجان زکید نفس ایمن	کہ دل بُرد و کنون در بند دین ست

یا تو یہ مقصود ہے کہ طریق عشق مین بعض احوال ایسے پیش آتے ہین کہ اگر علم بحقیقت باہادی کامل نہ ہو تو دین کا اندیشہ ہے پس سالک کو تحذیر ہے. اس مکر الٰہی سے لان المکر یختلف انواعہ باختلاف احوال المکور، اور یا آمادہ کر رہے ہین. دین رسمی کے زوال کے لئے جو کہ اثر ہے عشق کا کیونکہ اہل رسم نے بہت سے قیود و زوائد دین کے اندر اغراض نفسانیہ سے داخل کر رکھے ہین. اسی طرح صورت ریا کو دین بنا رکھا ہے یہ سب حذف ہو جاتے ہین. اور یا دین مرادف ہے ایمان کا اور ایمان تصدیق ہے اور تصدیق علم ہے اور طریق عشق مین بعض اوقات معلومات سے ذہول محض ہوجاتا ہے. پس امین مشو تحذیر کے لئے نہوگا. بلکہ مجازاً محض اطلاع و تنبیہ و تہنیہ کے لئے. ؎

ز جام عشق مے نوشید حافظ	مدامش مستی رندی ازین ست

اس مین بھی بیان ہے بعض آثار عشق کا اور تقریر ظاہر ہے.

غزل

دیدی کہ یار جز سر جور و ستم نہ داشت	بشکست عہد ما و از و ہیچ غم نداشت
یارب ملیرش ار چہ دل چون کبوترم	افگند و کشت و حرمت صید حرم نداشت

یہ مرشد کی بے التفاتی کے توہم پر محمول ہوسکتا ہے اور عہد یا تو حالی ہے. اور یا بیعت کے وقت کا قالی کہ ہم تمہاری تربیت کرینگے. اور شعر ثانی کا منشاء غلبۂ محبت ہے کہ اُسکی تکلیف اسپر بھی گوارا نہین. اور اسمین یہ تعلیم بھی ہوگئی کہ مرشد سے کسی حال مین تعلق محبت کم نہ کرے. ؎

بر من جفا ز بخت بد آمد وگر نہ یار	حاشا کہ رسم جور و طریق ستم نداشت

پہلا کلام سکر کا تھا یہ صحو کا ہے. یعنی جس حرمان پر تنگی ہو رہی ہے. اُسکا سبب بیتوجہی مرشد کی نہین بلکہ نقصان ہے اپنی استعداد کا تتمیہ اور دافع ہین وہ حرمان نہین بلکہ ہر شخص کی تربیت اُسکی استعداد کے موافق ہے ؎

دل اینہمہ جفا کہ بخواری کشید ازو	ہر جا کہ رفت ہیچ کشش محرم نداشت

اشارہ اس طرف ہے کہ تنگ ہوکر در مرشد کو چھوڑ کر دوسری طرف رجوع نکرنا چاہیئے کیونکہ اہل نسبت ہیں باوجود علم کے ایسے شخص کی کوئی قدر نہین کرتا اور جو قدر کرے. وہ صاحب تکمیل نہین اُس سے نفع نہین حاصل ہوسکتا اور اگر اس شخص نے نہ بتلایا تو یہ دلیل عدم خلوص کی ہے جو خود مانع نفع ہے. ؎

ساقی بیار بادۂ وہا مدعی بگو	انکار ما مکن کہ چنین جام جم نداشت

طلب ہے زیادۂ عشق کی اور جواب ہی منکر کا کہ ہمارا جام یعنی قلب کا کشف اسرار الٰہیہ ہے اور جام جم کا کشف اسرار کونیہ تھا فاین ہذا من ذاک اور ایسے علم شریف کا جلوہ گاہ قابل انکار نہین۔ ۵

ہر رہروے کہ رہ بحریم درش نبرد	مسکین بریدوادی درہ درحرم نداشت

اسمین تنبیہ ہے اُن لوگون کی غلطی پر جو سلوک مین مقصد واصلی یعنی قرب درضا کو چھوڑ کر غیر مقصود مثل مواجید و تصرفات وکشوف وغیرہ کی طرف متوجہ ہوتے ہین کہ وہ مقصود ترک نہین پہونچتے گو کتنا ہی مجاہدہ کرین۔ اس مین بھی بہت لوگ مبتلا ہین۔ ۵

خوش وقت رندمست کہ دنیا وآخرت	برباد داد و ہیچ غم از بیش وکم نداشت

بیان ہے فضیلت عاشق کا کہ دنیا کو ترک کر دیتا ہے۔ اور آخرت کو گو ترک نہین کرتا مگر اُسکو ملتفت الیہ بالذات نہین سمجھتا پس برباد داد مفہوم عام ہے دونون کو شامل۔ ۵

حافظ بہر تو گوئے فصاحت کہ مدعی	ہیچش ہنر نبود وخبر نیز ہم نداشت

مطلب یہ کہ تم مضامین عشق کلام فصیح سے کہے جاؤ اور مدعی منکر و مانع کی طرف التفات نہ کرو کہ نہ اُسکو ہنر عشق حاصل ہے۔ کہ اُس کا محقق ہو اور نہ کچھ سُنی سُنائی خبر رکھتا ہے کہ مقلد ہو اسلیے اُسکا انکار قابل التفات نہین۔ اور بعض نسخون مین گوی سعادت ہے۔ یعنی تم تحصیل سعادت عشق مین لگے رہو اور مدعی کی طرف الخ

غزل

برو ای زاہد و دعوت نکنم سوی بہشت	کہ خدا در ازل از بہر بہشتم نسرشت
کیجو از خرمن ہستی نتواند برداشت	ہر کہ در راہ فنا در رہ حق دانہ نہ گشت
تو و تسبیح و مصلی و رہ زہد و ورع	من و میخانہ و ناقوس و رہ دیر و کنشت
منعم از رندی من ای صوفی صافی کہ حکیم	در ازل طینت ما را ز مے صاف سرشت
صوفی صاف بہشتی نبود زانکہ چو من	خرقہ در میکدہ ہا رہن مے ناب نہشت
لذت از حور بہشت و لب حوضش نبود	ہر کہ او دامن معشوق خود از دست بہشت
حافظ لطف حق ار با تو عنایت دارد	باش فارغ ز غم دوزخ و شادی بہشت

زاہد سے مراد ایسا شخص ہے جو محض اعمال کو کمال سمجھتا ہے۔ گو اسمین محبت و خلوص نہو اور صوفی صافی بھی اسی کو کہا صوفی باعتبار اسکے دعوی کے یا تمسخراً اور صافی اس اعتبار سے کہ خلوص سے صاف ہے۔ کذا فی الشرح۔ اور بہشت اور حور اور لب حوض سے مراد اعمال ہین کہ وہ کسی درجہ مین سبب ہین ان مذکورات کے یعنی جبکہ اعمال مین خلوص ہو۔ مگر یہان مطلق اعمال مراد ہین و لو من غیر خلوص اور تسبیح و مصلی وغیرہ اور

خرقہ سے اعمال کا مراد ہونا بہت ہی ظاہر ہے۔ اور میخانہ و خوانہا اور می اور میکدہ اور دامن معشوق سے مراد محبت وخلوص بعد حصول ان مقامات کے مطلب اشعار کا ظاہر ہے کہ بدون اخلاص کے اعمال کا بیکار ہونا بیان کر رہے ہیں اور یہی معنی ہیں بہشتی بنود کے جو کہ شعر خامس میں ہے یعنی عدم اخلاص فی العمل کا یہ مقتضا ہے گو اخلاص فی الایمان بہشتی ہونے کا سبب بنجاوے۔ اور شعر ثانی میں فنا کا شرط بقا ہونا مذکور ہے اور مقطع میں جنت و دوزخ کا ملتفت الیہ بالذات نہ ہونے کی تعلیم کر رہے ہیں۔ اور مرغوب، غیر و مہروب عنہ ہونے کی نفی نہیں کرتے۔ ۵

تعلیم اخلاص

تعلیم کہ التفات الی الجنۃ والنار حجاب است

غزل

اے نسیم سحر آرام گہ یار کجاست شب تار ست وره وادی ایمن در پیش	منزل آن مه عاشق کش عیار کجاست آتش طور کجا وعدهٔ دیدار کجاست

یہ اشعار حاوی قبض استتار کے ہیں جسمیں تجلیات و مشاہدات کی تمنا کر رہے ہیں۔ اور شب تار اور وادی ایمن سے مراد اسباب تجلی مثلاً طلب و مجاہدہ و ذکر و شغل وغیرہ۔ ۵

ہر کہ آمد بجہان نقش بخرابی دارد	در خرابات مپرسید کہ ہشیار کجاست

اگر خرابی سے مراد فنا ہے تب تو تعلیم ہے۔ مراقبہ موت کی اور مصرعہ ثانیہ بطور مثل کے ہے یعنی چنانکہ در خرابات ہشیار نباشد ہمچنین در جہان کسے بے خرابی نباشد۔ اور اگر مراد اس سے صعوبت قبض ہے تو معنی یہ ہونگے کہ کوئی سالک اس سے خالی نہیں پس اسمیں ایک گونہ تسلی ہے اور اس صورت میں خرابات سے مراد طریق اور ہوشیار سے مراد سالم اس صعوبت مذکورہ سے اور یہ حکم باعتبار اکثر کے ہے۔ ۵

آنکس ست اہل بشارت کہ اشارت داند	نکتہ ہاست بسے محرم اسرار کجاست

شاید اشارہ اس طرف ہو کہ ہم اپنے کلام میں بلسان اشارت نکات تصوف کے بیان کرتے ہیں جو ان اشارات کو سمجھ لے اسکو بشارت ہو۔ اور نکات از قبیل علوم مکاشفات کے ہیں کہ بہت سے معلوم ہیں مگر چونکہ محرم اسرار کم ہیں اسلئے بقدر ضرورت بعضے نکات از قبیل علوم معاملہ بیان کر دیتے ہیں۔ اس تقریر پر اسمیں دلالت ہوگئی۔ اسپر کہ ایسے اشعار سے کسی ظاہری لفظ کو کسی عقیدہ کا مدار نہ ٹھیرا لیا جاوے بلکہ جو مسئلہ دوسرے دلائل واضحہ سے ثابت ہو اسکو اُن اشعار پر منطبق کر لیا جاوے نہ یہ کہ خود ان اشعار سے اخذ اور استدلال کیا جاوے بہت لوگ اس غلطی میں مبتلا ہیں

تعلیم کہ اشعار شعرا را مدار عقیدہ نباید

ہر سر موی مرا با تو ہزاران کار ست	ما کجائیم و ملامت گر بیکار کجاست

مطلب یہ کہ طریق باطن امر وجدانی ہے جسکو معاملہ پڑتا ہے۔ وہ تو سمجھتا ہے۔ اور جسکو معاملہ نہیں پڑا اسکو اسکا ذوق اور ادراک نہیں ہوتا پس ملامت غلطی ہے اور کار و بیکار سے مراد یہی معاملہ اور عدم معاملہ ہے۔ ۵

عاشق خستہ ز درد و غم ہجر تو بسوخت بادہ و مطرب و گل جملہ مہیا ست ولی	خود بپرسی تو کہ آن عاشق غمخوار کجاست عیش بے دوست مہیا نشود یار کجاست

عقل دیوانہ شد آن سلسلۂ مشکین کو		دل زما گوشہ گرفت ابرو دلدار کجاست	

ان مین بھی آثار استتار کے ہین۔ اور خود نپرسی عبارت ہے اسنعنا سے اور زہادہ وغیرہ سے مراد اشغال و اعمال و عقل و ایمان شد کے معنی ہین عقل زایل شد۔ اور دل زما گوشہ گرفت سے مراد ہے۔ دل گم شد اور سلسلۂ مشکین اور ابرو دلدار سے مراد تجلیات جنکی تمنا ہے اور تقریر مطلب کی سب ظاہر ہے۔ ؎

دلم از صومعہ و صحبت شیخ ست ملول		یار تر سا بچہ کو خانۂ خمار کجاست	

صومعہ و صحبت شیخ سے مراد اعمال ظاہری بے محبت اور صحبت زاہد خشک۔ اور ترسا بچہ سے مراد مرشد عشق شبہہ بہ للحسن و لو تفاوت بالظاہر و الباطن اور خمار سے مراد بھی یہی۔ یعنی زاہدان خشک و زہد خشک وصول الی المقصود کے لئے کافی نہین مربی باطن کی ضرورت ہے۔ ؎

حافظ از باد خزان در چمن دہر مرنج		فکر معقول بفرما گل بیخار کجاست	

گل بیخار کجاست بیان ہے فکر معقول کا اسمین تسلی ہے حالت مذکورۂ بالا پر یعنی راحت خالی از زحمت عالم مین موجود نہین پس ایسی حالت شاقہ کے پیش آنے سے پریشان مت ہو۔

غزل

خواب آن نرگس فتان تو بے چیز نے نیست		تاب آن زلف پریشان تو بے چیز نے نیست	
از لبت شیر روان بود کہ من میگفتم		کین شکر گرد نمکدان تو بے چیز نے نیست	
چشمۂ آب حیات است دہانت اما		زیر لب چاہ زنخدان تو بے چیز نے نیست	
جان من باد فدائے تو یقین میدانم		در کمان ناوک مژگان تو بے چیز نے نیست	
مبتلائی بغم و محنت و اندوہ و فراق		ای دل این نالہ و افغان تو بے چیز نے نیست	
دو باش از سر کویش بگلستان بگذشت		ای گل این چاک گریبان تو بے چیز نے نیست	
در و عشق ارچہ دل از خلق نہان میدارد		حافظ این دیدۂ گریان تو بے چیز نے نیست	

اس غزل کے سات شعر ہین سے اول کے چار اشعار مین محبوب کے کمالات اور اُن کمالات کے آثار اور اخیر کے تین اشعار مین محب کے حالات اور اُن حالات کے موثرات مذکور ہین پس لفظ چیز کہ ردیف مین ہے اول کے اشعار مین بمعنی اثر ہی اور اخیر کے اشعار مین بمعنی موثر اور اول کے اشعار مین مجموعہ مفردات سے مراد مجموعہ مطلق کمالات ہین خاص مفردات سے خاص کمالات مراد نہین کہ ہر ایک مین تحقیق وجہ شبہہ کی ضرورت ہو اور چشم نرگس کی خوبی خواب سے اور زلف کی خوبی تاب یعنی پیچ سے بڑہ جاتی ہے۔ محض چشم و زلف کی مناسبت سے یہ لائے گئے ہین اور از لبت شیر روان بود نمایہ ابتدائی ظہور سے ہے اور شکر سے مراد لب اور نمکدان سے مراد دہان۔ مقصود یہ ہے کہ محبوب کے جو کمالات ظاہر ہوئے وہ بے وجہ نہین بلکہ مقصود اُس سے خاص آثار کا مرتب کرنا تھا جن مین سے اعظم آثار عشاق کا فریفتہ کرنا ہے۔ اور

اخیر کے اشعار کا مقصود یہ ہے کہ عشاق کا نالہ وافغان اور گریبان چاک اور دیدۂ گریان بے وجہ نہین بلکہ اسکا سبب موثر کوئی امر عظیم ہے۔ یعنی عشق۔ اور شعر سادس مین ظاہر مدلول کے اعتبار سے حسن التعلیل ہے یعنی می گل شگفتگی مین تیرا جو گریبان ہوا سے چاک ہوگیا ہے معلوم ہوتا ہے وہ ہوا کوئے محبوب سے گذر کر گلستان مین آئی ہوگی اسلیئے اسمین یہ اثر پیدا ہوگیا اور مدلول باطنی کے اعتبار سے عاشق کو خطاب ہے کہ جس عشق سے تیرا گریبان چاک ہوا ہے یہ ایک جاذبہ ہے جو جناب محبوب سے تجھپر وارد ہوا ہے۔

غزل

دیدمش دوش کہ سرمست و خراماں میرفت
جام می بر کف و در مجلس رندان میرفت

چون ہمی گفتمش ای مونس دیرینہ من
سخت میگفت دل آزردہ پریشان میرفت

نقش خوارزم و خیال لب جیحون می بست
با ہزاراں گلہ از ملک سلیمان میرفت

میشد آنکس کہ چو او جان سخن کس نشناخت
من ہمی دیدم و از کالبدم جان میرفت

گفتم اکنون سخن خوش کہ بگوید با ما
کان شکر لہجہ خوشگوئے سخندان میرفت

لابہ بسیار نمودم کہ مرو سود نداشت
زانکہ کار از نظر رحمت سلطان میرفت

بادشاہا ز کرم از سر جرمش بگذر
چکند سوختہ از غایت حرمان میرفت

چون لبشد آن صنم از دیدۂ حافظ غائب
اشک ہمواره زرخسار بدامان میرفت

معلوم ہوتا ہے۔ کہ مرشد کسی امر پر آزردہ ہوکر چلے گئے ہین اس معاملہ کو لکھہ رہے ہین سرمست وخراماں کنایہ استغنا سے ہے۔ جام می برکف کنایہ دلفریبی سے یا شان افاضہ سے جو سبب ہے دلفریبی کا۔ رندان سے مراد عشاق۔ خوارزم ایک شہر کا نام ہے اور جیحون اُسکی نہر کا نام ہے۔ کذا فی القاموس۔ مطلب یہ کہ خوارزم اور جیحون کا نقشہ اور خیال دل مین جمائے ہوئے چلے جارہے تھے۔ یا تو وہ شخص وہان کے رہنے والے ہون خواہ کوئی بزرگ ہون یا کوئی محبوب ہو اور یا مراد اس سے بقرینہ تقابل ملک سلیمان سے سکنت ہو یعنی مخدومیت سے دل برداشتہ ہوکر مسکینی کو پسند کرکے چلدیئے جیسا آزاد مزاجون کا مشرب ہوتا ہے۔ از ملک متعلق گلہ کے ہے اور با ہزاران گلہ حال ہی جسکا عال میرفت ہے اس سے مراد یہ ہے کہ سلطنت سلیمان یعنی مخدومیت کی بھی پروا نہ ہوئی کیونکہ آزاد مزاج تھے۔ اور جملہ چو او جان سخن الخ صفت ہے آنکس کی جان سخن مغز سخن یعنی وہ سخن فہم تھے۔ ہمی دیدم کا مفعول فتن اور محذوف ہی کہ بگوید مین کاف کدامیہ ہے مراد اس سے سخنان حقایق ومعارف کار از نظر رحمت سلطان میرفت کے معنی یہ ہین کہ کار روائی از لابہ نیشد از نظر رحمت سلطان یعنی مرشد میشد وآن بوقوع نیامدہ ازان سودی نشد بادشاہا الی حرمان بیان لابہ ومیرفت اندرین شعر بیان سود نداشت۔ واز غایت حرمان متعلق بسوختہ۔ اور تقریر اشعار کی بعد حل ان اجزا کے ظاہر ہے شاید مقصود اس حکایت سے ناواقفون کو یہ تبلانا ہو کہ راہ مین ایسے امور بھی پیش آجاتے ہین

تاکہ وقوع کے وقت پریشان و بددل نہ ہو جاوین کہ یہ سلوک مین سخت مضر ہے۔

غزل

ہر آن خجستہ نظر کز پئے سعادت رفت	بکنج میکدۂ و خانۂ ارادت رفت
ز رطل دُر دکشان کشف کرد سالک راہ	ز موز غیب کہ در عالم شہادت رفت
بیاؤ معرفتِ من شنو کہ در سخنم	ز فیض روحِ قدس نکتۂ سعادت رفت
مجوز طالع مولود من بجز رندی	کہ این معاملہ با کوکبِ ولادت رفت
ز با مداد بدستِ دگر بر آمدہ	وظیفۂ مئ دوشین مگر زیادت رفت
مگر بمعجزہ کوشد طبیب عیسےٰ دم	چرا کہ کار من خستہ از عیادت رفت
ہزار شکر کہ حافظ ز راہ میکدہ دوش	بکنج زاویۂ طاعت و عبادت رفت

اس غزل مین بیان ہے قضیہ و آثار عشق کا اور سعادت سے یہی مراد ہے اور کنج میکدہ اور خانہ ارادت بھی اسی کو کہا ارادت کا ترجمہ ہے مرید) اور بعض نسخون مین ہے از خانہ الخ اُس صورت مین ارادت کے معنی یا رسمی مریدی کے ہین جس سے اعراض ضروری ہے۔ اور یا ارادہ سے مراد ارادہ دنیا و خواہش حظوظ ہے اسکا ترک بھی ضروری ہے اور رطل دردکشان سے مراد بھی عشق ہے اور رموز غیب سے مراد تمام رموز غیب نہین کیونکہ کشف لوازم ولایت سے نہین بلکہ خاص رموز عشق ہین۔ اور اُن کا وقوع ظاہر ہے۔ کہ عالم شہادت ہی مین ہوتا ہے مگر بوجہ غیر مدرک بالعقول العلم ہونے کے رمز کہدیا اور ظاہر ہے کہ حصول عشق سے اسرار عشق کہ وجدانی ہین مدرک ہوتے ہین۔ اور معرفت سے مراد علم معرفت مراد یہ کہ میرے ملفوظات مین نکات سعادت یعنی عشق کے مذکور ہین۔ اور رندی سے مراد بھی عشق ہی اور کوکب ولادت سے مقصود یہ ہے کہ میرا مذاق فطری عشق ہے۔ اور دست کے معنی ہین طرز و روش کذا فی الغیاث اور بعض نسخون مین بطرز دگر لکھا ہے۔ اور زبامداد الخ مین سہل یہ ہے کہ خطاب مرشد کو ہو یعنی پہلے تو آپکو میرے حال پر توجہ تھی مگر اب کچھ طرز بدلا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ آگے کہتے ہین کہ میری بیماری اس درجہ تک پہونچ گئی ہے کہ خالی تسلی و ہمدردی سے کام نہین چلتا مرشد کے تصرف کی ضرورت ہے (اشارہ اسطرف ہے کہ تصرف یعنی ہمت و توجہ کی ایسے وقت احتیاج ہوتی ہے جبکہ تعلیم محض نافع ہو اسی واسطے اکابر نے تصریح کی ہے کہ جب طالب ذکر سے متاثر نہو تو شیخ ہمت سے کام لے) آگے مقطع مین اسپر شکر کرتے ہین کہ مکر سے صحو مین آگئے کیونکہ آخری حالت مین صحو ہی ہو جاتا ہے۔ اور بعض نسخون مین زراہ کی جگہ براہ اور بکنج کی جگہ زکنج ہے اُسوقت معنی یہ ہون گے کہ زہد ریائی سے عشق و خلوص مین آگئے وکلا ہما صحیح۔

غزل

خمے کہ ابروی شوخ تو در کمان انداخت	بقصد جان من زار ناتوان انداخت

خم سے ابر دکا حسن بڑھ جاتا ہے۔ مراد اس سے ظہور حسن ہے یعنی ظہور جمال سے محبوب حقیقی کا یہ مقصود تھا کہ طالبوں کو تعلق و تعشق ہو اور اس سے بھی اس مقصود میں لازم نہیں آتا قال اللہ تعالیٰ ان فی خلق السموٰت والارض واختلاف اللیل والنہار لآیات لاولی الالباب اس سے ظاہر ہے کہ خلق کائنات میں کہ مظہر جمال ہے حکمت اعتبار کی ہے اور اعتبار پر معرفت اور معرفت پر محبت کا ترتب ظاہر ہے پس ظہور جمال میں حکمت ترتب محبت کی ثابت ہوگئی۔ ۵

شراب خوردہ و خوی کردہ کی شدی چمن	کہ آبروی تو آتش در ارغوان انداخت

شراب خوردہ مست کنایہ از استغنا کہ موجب افزونی ربودگی دل عاشق باشد۔ عرق کردہ مراد از ان باکمال جمال چہ عرق بر روی موجب از دیاد حسن ست۔ چمن دل عاشق۔ ارغوان پون سرخ باشد کنایہ از دل خونین عاشق یا پارۂ از دل چنانکہ ارغوان جزوی از چمن باشد ولطافت لفظ آبروی بر ظاہر ست بمضمون شاعرانہ میں تو حسن التعلیل ہے کہ ارغوان کے خونین ہونے کی وجہ محبوب کا چمن میں گذر کرنا ہے کہ اسکو دیکھکر وہ خونبار ہوگیا اور مقصود معنوی وہ ہی ہے جو اوپر کے شعر میں تھا کہ ظہور جمال محبوب سبب ہوگیا دل عاشق کے خونین ہونیکا۔ اور کے شدی سے مقصود اثبات ہے نہ کہ استفہام یعنی خود میدانی۔ ۵

بیک کرشمہ کہ نرگس بخود فروشی کرد	فریب چشم تو صد فتنہ در جہان انداخت
ز شرم آنکہ بروی تو نسبتش کردند	سمن بدست صبا خاک در دہان انداخت
ببزمگاہ چمن دوش مست بگذشتم	کہ از دہان تو ام غنچہ در گمان انداخت
بنفشہ طرۂ مفتول خود گرہ میزد	صبا حکایت زلف تو درمیان انداخت

ان چاروں شعر میں امر مشترک حسن محبوب کو ترجیح دینا ہے دوسرے محبوبوں کے حسن پر خاص خاص عنوان سے چنانچہ شعر اول میں نرگس پر چشم کو اس طرح ترجیح دیتے ہیں کہ نرگس نے دعوی سے ایک ہی کرشمہ کیا تھا کہ اسکے مقابلہ میں تیری فریب چشم نے صد ہا فتنے برپا کر دیئے اور ایک کرشمہ اسلئے کہا کہ اسکا حسن ناقص اور متناہی ہے گویا صد کے مقابلہ میں ایک اور شعر ثانی میں روی محبوب کو سمن پر اس طرح ترجیح دیتے ہیں کہ کہیں کسی نے سمن کو تیرے رخ سے تشبیہ دیدی تھی شرم کے مارے اس نے اپنے موہنہ میں صبا کے ہاتھوں خاک جھونک لی یعنی ہوا سے جو خاک اڑکر اسپر جا پڑی گویا اسکی وجہ یہ ہے شعر ثالث میں دہن کو غنچہ پر اس طرح ترجیح دیتے ہیں کہ میں جو چمن میں گذرا اسکی وجہ یہ ہے کہ غنچہ کو دیکھکر تیرے دہن کا خیال آگیا ورنہ میرا چمن اور غنچہ سے کیا سروکار کیونکہ غنچہ ناقص ہے۔ اور دہان کامل۔ اور شعر رابع میں زلف کو بنفشہ پر اس طرح ترجیح دیتے ہیں کہ بنفشہ اپنے کو آراستہ کر رہا تھا کہ صبا نے تیری زلف کی حکایت اس سے بیان کردی بیچارہ شرمندہ ہو کر رہگیا۔ ۵

کنون بآب مئی لعل خرقہ مے شویم	نصیبۂ ازل از خود نمی توان انداخت

نمی توان انداخت ای نمی توان دور کرد یعنی مذاق عشقی میرا فطری و جبلی ہے و جبل گردد و جبلی نگردد فلا ینفع اللوم ۵

حسن خلق و کائنات

نبود رنگ دو عالم کہ نقش الفت بود	زمانہ طرح محبت نہ ایز زمان انداخت

غالبًا اشارہ ہے مضمون کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف الخ کی طرف پس یہ محبت جو احببت مین مذکور ہے دو عالم کے وجود پر سابق ہے اور یہ محبت حادثہ اُسی کا فیض ہے مقصود اس سے مدح ہے محبت کی۔ ؎

من از ورع می و مطرب ندیدمی ہرگز	ہوای مغبچگانم درین و آن انداخت

این و آن اشارہ بسوی می و مطرب۔ و مغبچگان محبوبان والجمیعۃ للجنس یعنی یہ آثار عشقیہ کہ احیانا فعل خلاف تقوی ہوجاتے ہین محض غلبہ عشق سے صادر ہوتے ہین پس معذور رکھنا چاہیئے۔ ؎

جہان بکار دل ما نمون شود کہ دور زمان	مرا بہ بندگی خواجۂ زمان انداخت

خواجۂ زمان سے مراد مرشد کامل اسمین اپنے نفس کو بشارت دیتے ہین کہ اب سب کام مرضی موافق ہوجاوینگے اور اسمین اشارہ ہے۔ کہ مرشد کامل میسر ہونے کے بعد تسلی اور اُمید کامیابی کی رہنا چاہیئے۔ پریشانی چھوڑ دینا چاہیئے گو مفصلاً کوئی امر فہم مین نہ آوے۔ ؎

مگر کشایش حافظ درین خرابی بود	کہ قسمت ازلش در میٔ مغان انداخت

خرابی سے مراد عشق کہ مخرب ظاہر ہے یعنی میرے لیے جو طریق عشق تجویز ہوا ہے معلوم ہوتا ہے میری تربیت اسی سے وابستہ ہے۔

غزل

روشن از پرتو رویت نظری نیست کہ نیست	منت خاک درت بر بصری نیست کہ نیست
ناظر روی تو صاحب نظر اندوے	سرگیسوی تو در ہیچ سرے نیست کہ نیست

شعر اول کے مصرعہ اولی مین جمال محبوب کے ظہور کا اور شعر ثانی کے مصرعہ ثانیہ مین اُسکی محبت کا عام ہونا اور اُسکے مصرعہ اولی مین معرفت کا خاص ہونا اور شعر اول کے مصرعہ ثانی مین اس معرفت مین محبوب ہی کی منت و فضل ہونا مذکور ہے اور یہ ظہور و محبت کا عموم سب کے اعتبار سے ہے۔ خواہ کسی کو ادراک ہو یا نہو جنکو ادراک ہے اُنکو بلا واسطہ ہے جنکو ادراک نہین اُنکو بواسطہ ہے۔ اور شعر اول کے مصرعہ ثانیہ کی تقریر یہ ہے۔ کہ جن لوگون کی بصر درست ہوگئی ہے۔ یہ اُنکا کمال نہین ہے بلکہ طفیل ہے آپکے خاک در کا پس اسمین اشارہ ہوجاویگا کہ کسی خوبی کو اپنی سعی کا ثمرہ نہ سمجھے بلکہ فضل خداوندی سمجھے۔ ؎

اشک غماز من ار سرخ برآید چہ عجب	تجمل از کردہ خود پردہ درے نیست کہ نیست

پردہ در غماز۔ اصل معنون تو ثابت کرنا ہے۔ اثر عشق سے اشک خونین کے نکلنے کو اور عنوان مین بطور حسن التعلیل کے ایک شاعری لطافت ہے کہ یہ سرخی خجالت سے ہے اور خجالت غمازی سے اور غماز باعتبار دلالت علی العشق کے کہا ؎

کمر کین بمن خستہ چہ بندی کہ زمہر	بر میان دل و جانم کمرے نیست کہ نیست

کین مہر واستفہام چہ بندی برائے ترحم۔ و زمہر بیان کمرے در مصرعہ ثانیہ بمعنی ٹیکہ و میان بمعنی کمر مطلب یہ کہ

میری کمر جان و دل پر عشق کے تمام پٹکے بندھے ہوئے ہین یعنی مین ہر طرح خادم و عاشق ہون مجھپر ترحم فرمائیے اور قہر نہ کیجئے۔ ؎

تا بدامن نہ نشیند زنسیمت گردے	سیل اشک از نظرم برگذری نیست کہ نیست

تعلیم ندمت بر سوال خود

گذر راہ و تا در نسیمت مضاف الیہ دامن۔ ترجمہ تو یہ ہے کہ اس خیال سے کہ ہوا چلنے سے کبھی آپ کے دامن پر گرد نہ بیٹھ جاوے مین تمام سڑکون پر سیل اشک آنکھون سے بہاتا ہون تاکہ گرد جمی رہے اور مقصود یہ ہے کہ مین اسلیئے روتا رہتا ہون تاکہ محبوب کے دامن خاطر پر میری باوجود تقصیر سے غبار نہ بیٹھ جاوے یعنی تاکہ ہمارے گناہون سے ناراض نہ ہو جاوین پس اسمین اشارہ ہوگا کہ بندہ کو ہمیشہ نادم اپنے افعال پر رہنا چاہیئے۔ ؎

تا دم از شام سر زلف تو ہر جا نزند	با صبا گفت و شنیدم سحرے نیست کہ نیست

لطف ادا فکار اسرار

شام سے تشبیہ زلف کی باعتبار سیاہی کے ہے اور مقابلہ اسکا سحر سے لطافت شاعری ہے۔ ترجمہ لفظی تو یہ ہے کہ مین صبا سے ہر سحر کو یہ گفت و شنید رکھتا ہون کہ تیری زلف کی حکایت ہر جگہ بیان نہ کرے اور بلسان اشارت مقصود یہ ہے کہ مین اہل معرفت کو سمجھاتا ہون کہ اسرار باطنی ہر مجلس مین نہ کہین بلکہ جب مخاطب صحیح ہو اسمین بھی ہے۔ افشار اسرار سے غیر اہل کے سامنے۔ ؎

من از ین طالع شوریدہ بر نجم ورنہ	بہرہ مند از سر کویت دگرے نیست کہ نیست

سبب حرمان از ترک کوی محبوب

مطلب یہ کہ محبوب کی طرف سے بخل افاضہ مین نہین۔ مگر میرا نقصان استعداد موجب خسران ہے۔ اشارہ اسطرف ہے کہ کمی کا سبب اپنی حالت ہوتی ہے نہ کہ محبوب کی بے توجہی۔ اور طالب صادق کی کمی باعتبار اسکی کسی خاص خواہش کے ہوتی ہے ورنہ فی نفسہ وہ کمی ہی اسکے حق مین مصلحت ہو مثلاً بعضے طالب مواجید کے ہوتے ہین اور وہ انکے لئے خلاف مصلحت ہوتے ہین۔ ؎

از خیال لب نوشین تو ای چشمۂ نوش	غرق آبے و عرق اکنون شکرے نیست کہ نیست

ترک اتفاقات کہ ای بسا آرزو کہ خاک شد

نوش شیرین و مراد آب حیات کنایۃ الغیاث یعنی شکر بھی محبوب کے خیال لب سے غرق آب و عرق ہے مقصود یہ ہے کہ محبوبان مجازی محبوب حقیقی کے روبرو ناقص ہین اس تبلانے سے غرض یہ ہے کہ ادھر التفات مت کرو۔ ؎

آب چشمم کہ بر دولت خاک در اوست	زیر صد منت او خاک درے نیست کہ نیست

تعلیم شکر

یعنی میرا آب چشم تو آپ کی خاک در کا ممنون ہے کیونکہ اسی کے اشتیاق مین وہ رواں ہوا ہے اور دوسرے خاک در اُس آب چشم کے ممنون ہین کیونکہ وہ آب چشم کثرت گریہ سے ہر جگہ بہتا پھرتا ہے پس سب کو اُس سے حصہ ملا اور بلسان اشارت اسمین بیان اسکا ہے کہ جس طرح سالک پر حق تعالیٰ کا احسان ہے اسی طرح کسی درجہ مین سالک کا احسان دوسرون پر ہے کہ وہ اُنکی رہبری کرتا ہے بلکہ اُسکی حالت محبت و طلب یا گریہ و نالہ کی دیکھکر بھی دوسرون کو نفع پہونچتا ہے۔ اسمین اشارہ ہے مضمون من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ کی طرف۔ ؎

ار وجود آنقدرم نام و نشانے ستکہ ہست	ورنہ از ضعف و آنجا اثرے نیست کہ نیست

مطلب ظاہر ہے کہ غایت ضعف کا بیان کر رہے ہین جس سے تمام قوۃ زائل ہوگئی صرف وجود کا حکم باقی ہے اور اسمین بیان ہے اثر عشق کا۔ ؎

شیر در بادیۂ عشق تو رو باہ شود	آہ ازین راہ کہ در وے خطری نیست کہ نیست

مطلب یہ کہ طریق عشق مین کہ پُر خطر ہے بڑے بڑے تو یار عاجز ہوجاتے ہین۔ اسمین بھی اشارہ ہے تعلیم شکستگی کی طرف کہ یہان زاری کا کام ہے زور کا کام نہین کما قال الرومی ؎ فہم و خاطر تیز کردن نیست راہ پُر خزشکہ می نگیر و فضل شاہ بہ

نہ من دل شدہ زدست تو خونین جگرم	از زخم عشق تو پر خون جگری نیست کہ نیست

جگرے نکرہ تحت نفی مین ہونے سے عام ہے اور عام بمعنی کثیر کے بھی آتا ہے پس اگر مراد کثرت ہی تو ظاہر ہی کہ عشاق حق کثرت سے ہین اور اگر عموم ہی مراد ہے۔ تو عشق عام ہے بواسطہ و بلا واسطہ و مع الادراک و بلا ادراک کو اور اس کا عموم لجمیع القلوب صحیح ہے ؎

از سر کوے تو رفتن تو انم گامے	ورنہ اندر دل بیدل سفری نیست کہ نیست

یعنی سفر تو بڑے بڑے دل مین آتے ہین مگر غلبۂ عشق سے ایک قدم بھی کہین نہین جا سکتا۔ سفر سے مراد میلان الی العادات الطبعیہ اسمین اشارہ اس طرف ہے کہ عشق سے امور طبعیہ کا ازالہ نہین ہوتا البتہ مغلوب ہوجاتے ہین پس احیاناً وسوسہ یا صدور کسی امر طبعی کا مستبعد نہین نہ منافی کمال ہے جیسا بعض منکرین معاندین خفیف خفیف امور پر اعتراض کیا کرتے ہین یا بعضے ناواقف طالبین ایسے امور پر عقیدت مین فتور ڈال لیتے ہین۔ ؎

تو خود ای شعلۂ رخشندہ چہ داری در سر	کہ کباب از رخ کاشت جگری نیست کہ نیست

چہ داری در سر یعنی چہ خیال و چہ ارادہ داری رخ کاشت کنایت از ظہور و خفا و الوفت و صورت استغنا اور یہ استفہام سوال کے لئے نہین بلکہ اثبات کے لئے ہے یعنی ان معاملات مین کہ عشاق کے ساتھ واقع ہوتے ہین کوئی بڑی ہی حکمت و مصلحت ہے اسمین اشارہ ہوگیا کہ جو کچھ ادھر سے پیش آوے اس پر راضی رہے اور یہ نہایت معین ہی سلوک پر ؎

مصلحت نیست کہ از پردہ برون افتد راز	ورنہ در مجلس رندان خبری نیست کہ نیست

اسکا بھی وہی مقصد ہے جو غزل ہذا کے شعر سادس تا دوم از شام الخ کا ہے یعنی علوم مکاشفات علی الاطلاق در علوم معاملہ جو اپنے ساتھ متعلق ہین نااہل سے نہ کہنا چاہیئے۔ ؎

بجز این نکتہ کہ حافظ ز تو ناخوشنودست	در سراپای وجودت ہنری نیست کہ نیست

ز تو ناخوشنودست کے یہ معنی نہین کہ از تو ناراض ست یعنی یہ از صلہ کا نہین بلکہ ابتدایہ ہے یعنی اور از جانب او گاہے مسرت رہ نمودہ۔ اسمین شکایت ہے مرشد کی بے توجہی کی کہ توجہ جو مایۂ مسرت ہی کبھی نصیب نہ ہی حاصل یہ کہ آپ مین سب خوبیان ہین مگر اتنی کسر ہے کہ بے توجہی کی عادت ہے۔ یہ مضمون ذرا البسط کیساتھ ردیف الالف غزل صبا بلطف بگو شعر جز این قدر الخ کی شرح مین لکھا جا چکا ہے۔ دیکھہ لیا جاوے

غزل

کس نیست کہ افتاد آن زلف دوتا نیست
در رہ گذری نیست کہ دامی زبلا نیست

روئے تو مگر آئینۂ لطف الٰہی ست
حقا کہ چنین ست درین روی ریا نیست

زاہد دہدم توبہ زروی تو زہر روے
ہیچش زخدا شرم وزروی تو حیا نیست

نرگس طلبد شیوۂ چشم تو زہے چشم
مسکین خبرش از سر و دردیدہ حیا نیست

از بہرہ خدا زلف میارای کہ مارا
شب نیست کہ صد عربدہ با باد صبا نیست

باز آی کہ بے روی تو ای شمع دل افروز
در بزم حریفان اثر نور و ضیا نیست

دی میشد و گفتم صنما عہد بجا آر
گفتا غلط ای خواجہ درین عہد وفا نیست

تیمار غریبان سبب ذکر جمیل ست
جانا مگر این قاعدہ در شہر شما نیست

چون چشم تو دل می برد از گوشہ نشینان
دنبال تو بودن گنہ از جانب ما نیست

گر پیر مغان مرشد ما شد چہ تفاوت
در ہیچ سرے نیست کہ سرے زخدا نیست

گفتن بہ خورشید کہ من چشمۂ نورم
دانند بزرگان کہ سزاوار سہا نیست

عاشق چہ کند گر نخورد تیر ملامت
یا پیچ ولا در سپر تیر قضا نیست

در صومعۂ زاہد و در خلوت عابد
جز گوشۂ ابروی تو محراب دعا نیست

ای چنگ فرو بردہ بخون دل حافظ
فکرے مگر از عزت قرآن خدا نیست

یہ تمام غزل بحر منقطع کے ذیل والے شعر کے معاملات متعلقہ مرشد پر منطبق ہے۔ یعنی ہر شخص (مراد بکثرت) آپ کے شیدا ہین جسطرف آپ گذرتے ہین طالبین مسخر ہوتے چلے جاتے ہین۔ آپ کا سیما آئینۂ لطف آہی ہے۔ جیسا حدیث مین ہے اذا رؤا ذکر اللہ اور یہ امر بالکل بلا روی و ریا کہتا ہون (یعنی خوشامد و تصنع سے نہین کہتا) زاہد خشک مجھکو آپ کے سلسلہ سے ہٹانا چاہتا ہے ذرا موقع تو دہو رکھے اُس زاہد کو نہ خدا کی شرم رہی نہ آپ کے کمالات کی وہ زاہد بیچارہ کہ نرگس کی طرح جو کہ بشکل چشم ہو۔ مگر بینائی سے معرا شیخ بنکر آپ سے تشبہ کرنا چاہتا ہے اور اپنی ہیئت کی طرف بلاتا ہے چشم نرگس بالمعنی المذکور بھی عجب چشم ہے کہ آپکی چشم کا مقابلہ کرتی ہے اس غریب کو حقیقت (ترجمہ سر بالکسر) کی خبر نہین اور نہ آنکھہ مین حیا ہے (ہم تو آپ کے پورے معتقد ہین اور کمالات کو ظاہر کرنے کی ضرورت نہین (وہذا ہو المراد بقولہ زلف میارا) جیسا کہ شیوخ احیانا کسی مرید کی استواری عقیدہ کی مصلحت سے ایسا کرتے ہین وفی ہذا قیل ریارا الشیخ خیر من اخلاص المرید کیونکہ ہمیشہ ویسے ہی غمازین و مخالفین سے ہمارا عربدہ رہتا ہے اب اظہار کمال سے انکو اور حسد ہوگا اور وہ زیادہ مخالفت کرینگے ہمارا عربدہ اور بڑہیگا اور ترجمہ لفظیہ شعر ہذا کی یہ تقریر ہے۔ کہ تم اپنی زلف کو آراستہ مت کرو کیونکہ صبا اسکو پریشان کریگی اور اسپر ہمارا

اُس سے عربدہ رہا کرتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ پریشان کرنا ایک قسم کی مزاحمت غرض تزئین کی ہے۔ اسلئے مین نے اُس کو کنایہ مخالفت سے قرار دیا اور اگر یہ شبہ ہو کہ پریشان کرنے سے اور بھی حسن مین افزونی ہو جاتی ہے پھر مخالفت کیا ہوئی جواب یہ ہے کہ بالذات تو مخالفت ہی ہے بالعرض سبب ازدیاد حسن کا ہو جاتا ہے سو بزرگوں کی مخالفت سے بھی اسی طرح اُن کے کمالات کی دونی خوبی ظاہر ہوتی ہے۔ اور یہ امر مشاہد ہے۔ آگے باز آئی مین مرشد کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہین اور بدون اُن کے مجلس کا فیوض سے خالی ہونا ظاہر کرتے ہین آگے بے توجہی مرغوم و موہوم کی شکایت ہے اور مرشد کا جواب دربن عہد وفا نیست یہ حسب مذاق مخاطب کے ہے جس نے عہد بجا آر کہنے مین گستاخی کی ہے ورنہ جواب یہ ہے کہ میرا عہد بالتوجہ جن شرائط سے مقید تھا وہ شرطین نہین رہین۔ آگے تیار عربیان الخ کا حاصل مثل شعر بالا کے ہے اور اُسی کے مثل اسمین بھی شوخی ہے۔ آگے اپنے اُس تعشق و تعلق شدید کا سبب بتلاتے ہین کہ جب گوشہ نشین جو دوسری طرف بھی یعنی عبادات و ریاضات مین متوجہ و مشغول ہین آپکی محبت سے خالی نہین حالانکہ ایک طرف تعلق ہونا مانع ہوتا ہے دوسری طرف تعلق ہونے کو تو اگر ہم پیچھے پیچھے پھرین تو ہماری کیا خطا کیونکہ ہمکو تو ابھی کوئی مشغولی بھی نہین محض مرشد کی تلاش ہی شغل ہے۔ اور اگر تمنے مذاق عشقی کا مرشد اختیار کر لیا تو ملامت گر زاہد وغیرہ ہمپر کیون الزام دیتا ہے۔ ہر سر مین (یعنی بکثرت) خدا تعالیٰ کی طلب ہے (دلکو نہ مخفیا عبر عنہ بالسر) اور طالب اپنا رہبر اپنے مذاق کے موافق تلاش کرتا ہی ہے سو ہم نے بھی تجویز کر لیا آگے اُس زاہد مدعی مشیخت کو نصیحت ہے کہ کامل کے سامنے دعوی مذموم ہے۔ آگے ملامت سے اپنی بے پروائی بیان کرتے ہین کہ ہماری تقدیر مین یہی تھا کیا علاج کرین۔ آگے در صومعہ الخ مین خطاب محبوب حقیقی کو ہے کہ سب سالک آپ ہی کے طالب ہین اس سے بھی شاید زاہد کو سنانا ہو کہ پھر ہماری طلب پر کیون ملامت کرتا ہے فیکون تقریرہ کتقریر الشعر گر پیر مغاں الخ آگے مرشد کو تنگ ہو کر کہتے ہین کہ بے توجہی سے کیون قتل کرتے ہو کچھ حافظ قرآن ہونے کا تو پاس کرو والعذر عن امثال ہذا ہو الغلبۃ۔

غزل

رواق منظر چشم من آشیانہ تست		کرم نما و فرود آ کہ خانہ خانہ تست
بلطف خال و خط از عارفان بودی دل		لطیفہای عجب زیر دام و دانہ تست
دلت بوصل گل ای بلبل چمن خوش باد		کہ در چمن ہمہ گلبانگ عاشقانہ تست
علاج ضعف دل ما بلب حوالت کن		کہ آن مفرح یاقوت در خزانہ تست
بہ تن مقصرم از دولت ملازمتت		ولے خلاصہ جان خاک آستانہ تست
چہ جای من کہ بلرزد سپہر شعبدہ باز		ازین حیل کہ در انبانہ بہانہ تست
من آن نیم کہ دہم نقد دل بہر شوخے		در خزانہ بمہر تو و نشانہ تست

تو خود چہ لعبتی ای شہسوار شیرین کار		کہ تو سنے چو فلک رام تازیانہ تست
سرود مجلسہ ما اکنون فلک بقص آورد		کہ شعر حافظ شیرین سخن ترانہ تست

شرح مین ہے این غزل در جدائی مرشد ست مین کہتا ہون کہ بعض اشعار کا محبوب حقیقی کے متعلق ہونا زیادہ انسب ہے وقلیل الہو. رواق سقفے کہ در مقدم خانہ سازند اور شرح مین ہے رواق منظر چشم مردمک دیدہ کذا فی اصطلاح الشعراء اب معنی شعر اول کے ظاہر ہین اور شعر ثانی مین خطاب محبوب حقیقی کو کہا جانا بہتر ہے. کہ عارفین کا جاذب اُسی کا کمال ہے گو یہ بھی احتمال ہے کہ مرشد کا رجع العارفین ومحبوب العارفین ہونا بیان کرتے ہون اور زیر دام ودانہ ہونا کنایہ ہے مخفی ہونے معنی یہ ہوئے کہ آپکے پاس عجب لطائف مخفیہ ہین مراد ان لطائف سے وہی کمالات ہین جو کہ جاذب عارفین ہین اور شعر ثالث مین دعا دیتے ہین کہ آپکو خدا تعالی ہمیشہ مشرف بوصال رکھے کہ عالم مین تا مستر آپ ہی کے ارشادات کے فیوض ہین. شعر رابع مین درخواست سخنان لطف کی کہ تعلیم وتلقین بھی اُس مین داخل ہے کرتے ہین کہ یہ ہمارے امراض باطنی کا علاج ہے بعض امراض مثل حزن ووسوسہ کم توجہی کا تو نفس خطاب اور بعض کا عمل بحسب تعلیم. اور شعر خامس مین کہتے ہین کہ گو ظاہر جسم کے اعتبار سے مین آپکی خدمت مین حاضر رہنے سے مقصر ہون (کیونکہ جدائی کی حالت مین لکھہ رہے ہین) لیکن روح وقلب سے آپ ہی کے آستانہ پر پڑا ہون اور یہ شعر محبوب حقیقی کے خطاب مین بھی ہوسکتا ہے اور معنی ظاہر ہین کہ اُس سے قرب واتصال جسمانی نہین ہے. کیونکہ اتصال جسمانی موقوف ہے متصلین کی جسمیۃ پر وہو ممتنع. اور شعر سادس مین کہتے ہین کہ مین تو کیا چیز ہون آپکی خفی تدبیرون اور خفی حکمتون سے بڑے بڑے عاقل مدبر عاجز ہین شاید اس سے مقصود یہ ہو کہ اگر سالک کو کوئی امر ناگوار پیش آوے تو اُسکو قرین حکمت سمجھے یا یہ مقصود ہو کہ اپنے تصرفات وغیرہ پر ناز نہ کرے شاید وہ استدراج نہو یہ شعر محبوب حقیقی ہی کی شان مین ہوسکتا ہے. شعر سابع مین کہتے ہین کہ مین محبوبان مجازی کے ساتھ دل کو وابستہ نہین کرتا خزانۂ قلب کے دروازہ پر آپ ہی کی مہر اور نشان لگا رہا ہے. اس مین مذمت ہے تعلق محبوبان مجازی کی شعر ثامن مین لعبت جو آیا ہے اُسکے معنی ہین کھلونا چونکہ عادۃً کھلونا خوبصورت اور خوبصورتی کی وجہ سے محبوب ہوتا ہے. حاصل معنی اسکے محبوب ہوئے یعنی آپکی محبوبیت اس درجہ بڑھی ہوئی ہے کہ فلک اتنا بڑا جسم جسپر کسی کی قدرت نہین چلتی آپ کے تحت القدرۃ ہے اور اُسکو محبوبیت کا اثر اسلئے کہنا صحیح ہے کہ قدرت ایک کمال عظیم ہے اور کمال سبب ہے محبوبیت حق تعالی کا پس سخر قدرت اور سخر کمال اور سخر محبوبیت سب کہنا صحیح ہے بالخصوص جبکہ تا اتینا طالعین پر نظر کیجاوے تو بلا واسطہ بھی سخر محبوبیت کہنا بے غبار ہے کیونکہ طلوع خود حاصل ہے محبیتہ کا. یہ شعر محبوب حقیقی ہی کی شان مین ہوسکتا ہے اور شعر تاسع مین اپنے کلام کی کو وصف معشوق مین ہے مدح کرتے ہین کہ آپکی مجلس مین جو سرود ہوتا ہے اُس کا اثر فلک پر بھی ہوتا ہے. یعنی جو شے کسی سے متاثر نہ ہو وہ بھی متاثر ہوتی ہے کیونکہ حافظ کا کلام آپکے ترانۂ مدح پر مشتمل ہے. اور آپکی مجلس مین اُسی کا سرود ہوتا ہے. اسمین بیان ہے تاثیر کلمات عشقیہ کا.

غزل

ساقی بیاکہ یار زرخ پردہ برگرفت	کار چراغ خلوتیان باز در گرفت
آن شمع سرگرفتہ وگر چہرہ برفروخت	وآن پیر سالخوردہ جوانی ز سر گرفت

حاشیہ مین ہے واین شعر در حال بسط بعد قبض گفتہ۔ پردہ مفعول برگرفت وضمیر فاعل راجع بسوی یار۔ کار چراغ الخ مراد رونق تازہ گرفت۔ شمع سرگرفتہ و پیر سال خوردہ کنایہ از دل کہ از افسردگی چون شمع کہ قریب مردن باشد نزدیک بود کہ سر در پردہ ظلمت کشد وہمچو پیر ضعیف شدہ بود پس از بسط مسرور شد۔ یا مراد از شمع سرگرفتہ واردات کہ مخفی وسر در گریبان شدہ بودند۔ یا معنی سرگرفتہ آنکہ گل او گرفتہ باشند کہ ازان پس روشن می شود پس مراد برین تقدیر دل باشد وبس و اشارہ باین باشد کہ ہمین شان بسط بعد قبض می شود مایوس نباید بود واللہ اعلم۔ ۵

آن عشوہ داد عشق کہ مفتی زرہ برفت	وان لطف کرد دوست کہ دشمن حذر گرفت

مفتی سے مراد خواص منکرین اور دشمن سے مراد عوام منکرین یعنی عشق کے آثار ہمیشہ اس طرح وارد ہوئے کہ خواص مذکورین بھی متاثر ہو گئے اور عوام بھی دم بخود رہ گئے اس اثر کے دوام ترتب کا حکم نہین کرتے بلکہ اکثیانا ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ مخالفین پر بھی اثر پڑنے لگتا ہے کما ذکر ہنا۔ ۵

زنہار زین عبارت شیرین و دل فریب	گوئی کہ پستہ تو سخن در شکر گرفت

یہ زنہار استعاذہ کے لئے نہین بلکہ استعظام کے لئے ہے یعنی اللہ اکبر محبوب کا کلام کس رتبہ شیرین ہے گویا اس کے پستۂ دہن نے اپنے سخن کو شکر مین لپیٹ رکھا ہے۔ مقصود بیان کرنا ہے۔ ایک کمال محبوب کا تاکہ غیر طالبین کو طلب اور طالبین کو زیادت طلب پیدا ہو۔ ۵

بار غمے کہ خاطر ما خستہ کردہ بود	عیسے دمے خدا بفرستاد و برگرفت

برگرفت یعنی دور کرد آن بار غم را۔ آمین شکریہ ہمرشد کا کہ انکی ہمت یا تلقین سے قبض رفع ہوا ہوگا۔ ۵

ہر سرو قد کہ برسمہ و خور حسن می فروخت	چون تو در آمدی بپے کار دگر گرفت

حسن می فروخت یعنی تفاخری کرد۔ مطلب یہ کہ جو اپنے کو ماہ و خور سے بھی زیادہ حسین سمجھتے تھے۔ جب محبوب حقیقی کا حسن ظاہر ہو گیا وہ اور کام مین لگ گئے کنایہ اس سے ہے کہ دعوی چھوڑ دیا اور بہتر ہے کہ اور کام سے مراد عاشقی ہو یعنی وہ خود ہی عاشق ہو گئے پس در آمدی سے مراد در آمدی بر دلہای ایشان اور اگر در آمدی کے معنی ہون در آمدی بر دلہای طالبان تو معنی یہ ہونگے کہ جن طالبین کے سامنے محبوبان مجازی دعوی کرتے تھے جب اُن طالبین کے قلوب مین آپکی معرفت ہو گئی اور اُن حسینون نے اپنی بیقدری دیکھی وامید التفات نہ رہی اپنے دوسرے کام مین لگ گئے۔ ۵

زین قصہ ہفت گنبد افلاک پر صدا ست	کوتہ نظر ببین کہ سخن مختصر گرفت

این قصہ سے مراد عشق ہے۔ مطلب یہ کہ عشق کا سب مین اثر ہے کوتاہ نظر اسکو صرف بعض آدمیون ہی کے

تقریر طلب زیادت اور

ساتھ مخصوص سمجھتے ہین اور اُن کو ملامت کرتے ہین عشق سے مراد مطلق انجذاب الی اللہ خواہ مع الشعور رہو یا بلا شعور اور شعور کے ساتھ خواہ خود اُس انجذاب کا ادراک ہو یا نہو اور خواہ بلا واسطہ ہو یا بواسطہ جیسا اُس کے قبل بھی بعض بعض جگہ بیان کیا گیا ہے۔ اس تقریر پر اسمین جواب ہوگا لائم کو اور ممکن ہے کہ فضیلت عشق کی بیان کرنا ہو۔ سہ

جواب ملامتگر

حافظ تو این دعا ز کہ آموختی کہ یار	تعویذ کرد شعر ترا و بزر گرفت

دعا سے مراد مطلق کلام کہ مشتمل ہے ثنا پر۔ تعویذ کرد یعنی اور امثل تعویذ شمار کرد یعنی گرامی داشت و بزر گرفت یعنی خرید چنانچہ تعویذ را می خرند مراد آنکہ شعر را گرامی داشت و بر آن صلہ و داد از لطف و کرم خویش۔ اور یار سے مراد اگر محبوب حقیقی ہے تو زکہ مین کاف سے بھی وہی مراد ہے اور معنی یہ ہونگے کہ جو چیز عند اللہ مکرم ہوئی کی تعلیم کرنے والا اور کون ہوگا تو نے بھی سو اُن کے کس سے سیکھا ہے یعنی اُن ہی سے سیکھا ہے۔ پس مقصود یہ ہوگا کہ جو عمل مبہ در صادر ہو جاوے وہ اُن ہی کا احسان ہے مغرور نہو۔ اور اگر یار سے مراد مرشد ہو تو کاف مین دو احتمال ہین ایک تو وہی جو مذکور ہوا پس مقصود یہ ہوگا کہ مرشد کی عنایت بھی اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے۔ اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ کاف سے مراد بھی مرشد ہو اور آموختن ظاہری ہو یعنی یہ اُن ہی کی تعلیم و تلقین کا فیض ہے اور آموختن کے اس معنی پر یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ یار سے مراد محبوب حقیقی ہو اور کاف سے مراد مرشد

غزل

شنیدہ ام سخن خوش کہ پیر کنعان گفت	فراق یار نہ آن میکند کہ بتوان گفت
حدیث ہول قیامت کہ گفت واعظ شہر	کنایتے ست کہ از روزگار ہجران گفت
نشان یار سفر کردہ از کہ پرسم باز	کہ ہر چہ گفت برید صبا پریشان گفت
فغان کہ آن مہ نامہربان دشمن دوست	ترک صحبت یاران خود چہ آسان گفت
غم کہن بمئی سالخوردہ دفع کنید	کہ تخم خوشدلی این ست پیر دہقان گفت
من و مقام رضا بعد ازین و شکر رقیب	کہ دل بدرد تو خوکرد و ترک درمان گفت
گرہ بباد مزن گرچہ بر مراد دو زد	کہ این سخن بمثل باد با سلیمان گفت
مزن بچوگان و چرا دم کہ بندہ متقبل	قبول کرد سخن ہر سخن کہ جانان گفت
بلشوئہ کہ سپہرت دہد زراہ مرد	ترا کہ گفت کہ این زال ترک دستان گفت
بیار بادہ بخور زانکہ پیر میکدہ دوش	بسے حدیث مغفور و رحیم و رحمان گفت
کہ گفت حافظ از اندیشۂ تو ۲ مد بادر	من این نگفتہ ام آنکس کہ گفت بہتان گفت

بعض احوال قبض

یہ غزل حالت قبض پر منطبق ہوتی ہے۔ پیر کنعان یعقوب علیہ السلام اور ہول قیامت کا روزگار ہجران سے

کنایہ اور شعبدہ ہونا اسلئے صحیح ہے کہ حقیقت عذاب کی بُعد عن الحق ہے اور سب انواع عذاب کے اُسکے آثار وطرق ہین۔ اور سفر کردہ کے معنی ہین در حجاب شدہ مجازاً کیونکہ سفر سبب ہے حجاب کا۔ اور بر یدصبا سے مراد ہین شیوخ غیر محققین جو قبض کی حکمتین نہین جانتے اور طرح طرح سے اُسکے ازالہ ہی کی تدبیرین کرتے ہین اور بعض اوقات وہ تدبیرین سبب نا کافی ہوتی ہین۔ کیونکہ اُسوقت اللہ تعالیٰ کو قبض ہی سے تربیت مقصود ہوتی ہے مطلب یہ ہوا کہ اس استتار کے متعلق کس سے تحقیق کرون کہ ان غیر محققین سے تو کوئی بانہ جمعیت بخش نہین بلکہ پریشان اسی کو کہا (بر ید بمعنی قاصد) اسمین اس طرف بھی اشارہ ہوگیا کہ غیر محقق سے احوال باطنی مین رجوع نکرے۔ اور نامہربان کا ترجمہ ہے قاہر کہ قہر ضد مہربت اور نعوذ باللہ مطلق مہر کی نفی مقصود نہین بلکہ خاص اسی معاملہ مین جسمین قہر ہوا ہے ظاہر ہے کہ مہر نہین ہوا اور یہ باعتبار صورت کے ہے ورنہ قبض بھی عین مہر ہے البتہ وہ لطف بصورت قہر ہے۔ تنگدلی مین صرف قہر کے پہلو پر نظر پڑتی ہے۔ اور چونکہ محبین کیلئے تھا نواع معاملات ابتلار کے پیش آتے ہین اور ابتلار صورۃً خلاف محبت ہے اسلئے دشمن دوست یا نہ افت کہدیا یعنی کیسی آسانی سے اپنے محبین سے فراق اختیار کرلیا۔ اور آسان ہونا اسکا ترجمہ ہے وکان ذلک علی اللہ یسیرا آگے ایک تعلیم محققین کی حالت قبض کے متعلق نقل کرتے ہین کہ ان غمون کا اصل علاج عشق ہے یعنی عشق ومحبت ہی کو مقصود سمجھو دوسرے ثمرات سے کہ واردات بھی اسمین داخل ہین قطع نظر کرو اور وہ حاصل ہی ہے پس اگر دوسرے ثمرات نہین ہین نہ سہی قال الرومی رح ؎ روز ہا گر رفت گو رو باک نیست + تو بجان ای آنکہ چون تو پاک نیست بس اس سے پوری تسلی ہوجاتی ہے۔ گو قبض رفع ہو اسی تسلی کو خوش دلی کہا گیا اور شیخ محقق کو پیر دہقان کہا گیا اور می سالخوردہ چونکہ قوی ہوتی ہے۔ مراد اس سے عشق کامل ہے جس کے آثار مین سے ہے خواہشون کا فنا ہوجانا آگے بھی گو یا اسی مضمون کا اعادہ بعنوان دیگر ہے کہ آئندہ سے مین رضا اختیار کرونگا۔ اور رقیب سے مراد وہی غیر محققین کہ وہ طالب بھی ہین مگر دوسرے طالب کے لئے موصل الی الحبیب نہین بلکہ تعلیم ناقص سے طالب کے پریشان کرنے والے ہین۔ اور یہی شان ہوتی ہے رقیب کی اُنکا شکر اسلئے ادا کرتے ہین کہ اُنکی تعلیم کے ناکافی ہونیکا تجربہ ہوکر دل یکسو ہوگیا۔ اور تزاید غموم سے کہ ایک غم قبض کا تھا دوسرا تدبیرات کے غیر مفید ہونے کا اور بھی دل کو عادت پڑگئی اور اخیر مین علاج چھوڑ دیا کہ حقیقت مین یہی علاج تھا اسلئے رقیب کا بھی شکر ادا کرتے ہین۔ کہ اسکے حصول مین اُسکو بھی من وجہ دخل ہے آگے بسط پر مغرور نہونے کو فرماتے ہین (گرہ بباد زدن تکیہ واعتماد برکار بے بقا کردن کذا فی الغیاث) آگے مضمون رضا کا اعادہ ہے اور حالانکہ ظاہراً مقام رضا علی الفعل کا ہے۔ مگر سخن اسلئے کہا کہ کلام خداوندی مین رضا علی الفعل کا امر ہے تو اُسکو قبول کرنے سے رضا علی الفعل حاصل ہوگی۔ اور یا جانان سے مراد مرشد یعنی مرشد نے جو یہ علاج تبلایا ہے گو تمہاری سمجھ مین نہ آوے مگر مان لینا کہ یہ اطاعت نافع ہونگی اور آگے بھی امر ہے ترک عزور علی البسط کا اور یہ کہ اسکی کیا دلیل ہے۔ کہ یہ زائل ہونگا۔ اسی کو دستان کہا گیا اور سپہر بمعنی زمان کی طرف نسبت ہے مجازی

الی زمان ہے پس اُسکا فاعل ہونا لازم نہین آتا اور زال با عتبار کہنہ ہونے کے کہا اور دستان چونکہ لقب آل پدر رستم کا بھی ہے اسلئے اسکی لطافت شاعری ظاہر ہے اور چونکہ اوپر عشق کو علاج تبلایا ہے اور اسمین بعضے ناواقف بوجہ اُسکے بعض آثار کے شبہ غیر مشروع ہونے کا ڈالدیتے ہین اور یہ شبہ مانع ہوتا ہے اُس کے اختیار کرنے سے اسلئے اس وسوسہ کو دفع کرتے ہین اور علی سبیل التنزل کہتے ہین کہ اگر فرضاً ایسا ہو بھی تو منصوص رحمت ومغفرت کے یاد کرنے سے آگے مقطع مین یہ تبلاتا ہے کہ قبض وغیرہ کیسے ہی شدائد پیش آوین محبوب حقیقی یا مرشد سے تعلق قطع نہ کرنا چاہیئے ثبات چاہیئے۔

غزل

اسمین بیان ہے بعض آثار عشق کا تاکہ عشاق اسکے لئے تیار رہین اور گھبراوین نہین۔

مدامم مست میدارد نسیم جعد گیسویت	خرابم میکند ہر دم فریب چشم جادویت

اثر عشق وتعلق علی الدوام

اس مین بیان ہے فرقتگی عاشق کا علی الدوام جو کہ اثر ہے عشق کا ؎

پس از چندین شکیبائی شبے یارب توان دیدن	کہ شمع دیدہ افروزیم در محراب ابرویت

توان دیدن مقصود استفہام ست افروزیم صیغۂ جمع متکلم۔ اسمین طلب ہے۔ تجلی کی یا قرب کی اول امر طبعی ہے دوسرا امر عقلی اول تقدیر پر شکیبائی سے مراد قبض ہے۔ اور تقدیر ثانی پر مجاہدہ ومشاق اور اظہار شکیبائی سے دعوی مقصود نہین بلکہ استمالت۔ ؎

سواد لوح بینش را عزیز از بہر آن دارم	کہ جان را نسخۂ باشد ز نقش خال ہندویت

لوح بینش مردمک چشم کذا فی الشرح۔ نسخہ صحیفہ ہندو سیاہ۔ ترجمہ لفظی یہ ہے کہ مین پتلی کی سیاہی کو اس لئے محبوب رکھتا ہون کہ محبوب کے خال سیاہ کا وہ میری ذات کے لئے ایک نمونہ اور دفتر مطالعہ ہے۔ یعنی پتلی چونکہ مشابہ خال محبوب کے ہے۔ اسلئے اسکو عزیز سمجھتا ہون اسمین اشارہ اسطرف ہے کہ ایک اثر عشق کا یہ بھی ہے کہ محبوب سے جن چیزون کو تعلق ہے اُن سے بھی محبت رکھے فی الحدیث اللھم ارزقنی حبک وحب من یحبک وحب عمل یقربنی الی حبک ومثل ذلک۔ ؎

تو گر خواہی کہ جاوید آنجہان بینی بسیر آئی	صبا را گو کہ بردارد ز رخ آن برقع از رویت

بیان کشف محاسن وکمال کہ موجب تقرب قلب

مقصود تبیان کرنا ہے۔ کہ محبوب کے جمال وکمال کا انکشاف قلوب کی عمارت ونورانیت ہے۔ پس یہ نور بھی اثر عشق کا ہوا کیونکہ اسکا سبب کہ انکشاف ہی خود سبب ہے محبت سے اور آنجہان سے مراد یا تو عالم ابصار ہے جو اوپر کے شعر مین مذکور ہے۔ یعنی اگر خواہی کہ دیدہا را ہمیشہ با نور داری پس پیش دیدہا تجلی بیاش اور اگر اس شعر کا ماقبل سے اتصال ملحوظ نہ رکھا جاوے تو آنجہان سے مراد ہر مقام ہوگا۔ جہان تجلی ہو یعنی جس مقام کو منور کرتا ہو اُسی مقام مین تجلی فرمایئے پس آن کا مشار الیہ مصرعہ ثانیہ سے مفہوم ہوگا۔ ؎

وگر رسم فنا خواہی کہ از عالم بر اندازی	بنفشان زلف تا ریزد ہزاران جان زہر مویت

اس میں اس کا بیان ہے کہ تعلق مع اللہ سے حیات جاوید حاصل ہوتی ہے ؎ ہرگز نمیرد آنکہ الخ اور حیات سے مراد حیات لذیذہ ہے فلا یرد حیوۃ اہل النار اور یہ حیات بھی اثر عشق کا ہے ؎

من وبادصبا مسکین وسرگردان وبیحاصل	من از افسون چشمت مست واوازبوی گیسویت

اس میں بیان ہے عموم آثار عشق کا کہ میری طرح اور بھی عشاق ان آثار سے متاثر ہیں ؎

من از لطف صبادارم سپاس نکہت بانان	وگرنہ کے گذر بودے سحرگاہان ازین سوبت

یعنی نکہت جانان جو مجھ تک پہونچ گئی جس کا میں شکر گذار ہوں سو یہ بدولت لطف صبا کے ہے ورنہ محبوب کا ادہر کا ہے کو گذر ہوتا کہ میں بلا واسطہ اس نکہت سے کامیاب ہوتا۔ اشارہ اس طرف ہے کہ مرشد کا شکر گذار ہونا ضروری ہے کہ اس کی بدولت معرفت میسر ہوئی ورنہ بلا واسطہ ہادی کے کسیکو یہ دولت نصیب نہیں ہوتی خواہ وہ ہادی نبی ہو یا ولی یا الہام ملک جسکے پاس نبی وغیرہ نہ پہونچیں اور احیانا وہ مشرف ہوجاوے وقد ذم اللہ تعالے قوما اراد والوصول بلا واسطۃ فعال وقال الذین لایعلمون لولایکلمنا اللہ الخ پس نکہت جانان مشکور علیہ ہے مشکور نہیں بلکہ مشکور باد صبا ہے اور یہہ بھی ایک اثر ہے محبت کا کہ واسطہ وصول کی شکر گذاری کرے ؎

سواد دیدہ ہر وقتی بخون دل ہمی دیدم	عزیزش دارم این ساعت بباد خال ہندویت

بخون دل ہمی دیدم یعنی دشمن سید اشتم کذانی الحاشیۃ۔ یہ شعر ہم معنی ہے اس غزل کے شعر ثالث سواد لوح الخ کا جس کی شرح گذر چکی ؎

زہے ہمت کہ حافظ رست ازدنیا واز عقبے	نیاید ہیچ در چشمش بجز خاک سر کویت

اس میں بیان ہے عشق کے اس اثر کا کہ دنیا متروک اور عقبی غیر ملتفت الیہ بالذات ہوجاتی ہے ؎

غزل

مردم دیدۂ ما جز برخت ناظر نیست	دل سرگشتۂ ما غیر ترا ذاکر نیست

اس میں بضمن حکایت اشارۃ تعلیم ہے طالب کو کہ بجز مطلوب حقیقی کے کسی طرف التفات نہ کرے ؎

اشکم احرام طواف حرمت می بندد	گرچہ از خون دل ریش دمم طاہر نیست

اس میں تعلیم ہے کہ بجز پریشانی مین بھی طلب سے تقاعد نہ کرے اور پریشانی کو مانع نہ بنائے جیسے معذور کو حکم ہے کہ گودم سے طہارت نہو مگر اس کو مانع نہ سمجھے جیسے بعضے لوگ ایسے احوال یعنی عجز و معذوری میں معطل ہوجاتے ہیں

بستۂ دام ہوا دعای ہلاکت ست	طائر سدرہ اگر در طلبت سائر نیست

بستۂ دام ہوا دعای ہلاکت ست۔ وطائر سدرہ جبریل مراد سالک۔ وسائر رندہ مراد ساعی ومجاہد۔ اس مین تعلیم ہے مجاہدہ وتحمل مشاق کی سلوک مین اور تہدید ہے استحقاق ہلاکت مے اس کے خلاف مین وہذا کقول الرومی ع ہر کہ این آتش ندارد نیست باد ؎

عاشق مفلس اگر قلب دلش کرد نثار	مکنش عیب کہ بر نقد روان قادر نیست

اس میں تعلیم ہے کہ عبادات کے کمال پر قادر ہونے کا انتظار نہ کرے جیسی بھی ہو جاوے ترک نہ کرے کہ وہی مفتاح مقصود ہو جاتی ہے اور کمال عبادت بھی تدریجاً اسی سے میسر ہو جاتا ہے بہت لوگ اس انتظار میں عمر بھر بطالت میں گرفتار رہے ہیں ۔

عاقبت دست برآن سرو بلندش برسد	ہر کرا در طلبش ہمت او قاصر نیست

اس میں تعلیم ہے طلب میں عالی ہمتی کی اور بشارت ہے وصول الی المقصود کی اس کے ذریعہ سے ۔

از روان بخشی عیسیٰ نزنم پیش تو دم	زانکہ در روح فزائی چو دست قادر نیست

اگر اس میں خطاب محبوب حقیقی کو ہو تو معنی بے تکلف ہیں اور اس میں اس مسئلہ کا بیان ہو جاویگا کہ کمالات ممکن کمال واجب کے سامنے لاشئ محض ہیں اور فائدہ اس کی تصریح سے یہ ہو سکتا ہے کہ ممکن و واجب میں تباین کا اعتقاد واجب ہے ۔ اور حلول و اتحاد کا اعتقاد باطل ۔ اور اگر خطاب مرشد کو ہو تو عیسیٰ سے مراد مجازاً دوسرے شیوخ جو مدعی احیاء قلوب کے ہیں اُن کے زعم کے اعتبار سے اُن کو عیسیٰ کہدیا پس تعلیم اس کی ہو گی کہ اپنے شیخ کو سب شیوخ سے افضل یعنی نافعیت میں اکمل سمجھے جیسا کہ در روح فزائی کی قید اس کا قرینہ بھی ہو سکتا ہے یعنی تربیت باطنی میں آپ کے برابر نہیں ۔ اور مجاز پر محمول کیا اس لئے ضروری ہے کہ اعتقاد تفضیل دلی کا نبی پر کفر ہے ۔

منکہ از آتش سودای تو آہے نہ زنم	کے توان گفت کہ بر داغ دلم صابر نیست

دلم مبتدا صابر خبر و داغ بلا اضافت ست ۔ اس میں تعلیم ہے تحمل و صبر کی اور یہ کہ زیادہ کمال ضبط ہی میں ہے کہ اس میں باطن کی بھی زیادہ ترقی ہے اور ابعد عن الریا بھی ہے کہ عوام اکثر اہل شورش کو زیادہ کامل سمجھتے ہیں اور جو قادری نہ رہے وہ مشتئی ہے ۔ اور بعض نسخوں میں آہے بزنم مطلب یہ ہو گا کہ میں جو کبھی کبھی ایک آدھ آہ کر دیتا ہوں تو مجھکو غیر صابر نہ سمجھا جاوے مگر جب طاقت ہی ضبط کی طاق ہو جاوے تو مجبوری ہے ورنہ باختیار آہ نہیں کرتا ۔ قال الشیخ رح ؎ بہ تسلیم سر در گریباں برند چو طاقت نماند گریبان درند ؎

روز اول کہ سر زلف تو دیدم گفتم	کہ بر پشانی این سلسلہ را آخر نیست

روز اول سے مراد حین روز متکلم کو انکشاف آثار عشق کا ہوا ہے یعنی میں پہلے ہی سمجھ گیا تھا کہ اس کے آثار لاتقف عند حد ہیں ۔ اس میں تعلیم ہے کہ عشاق کو ہمیشہ ان آثار کے لئے آمادہ رہنا چاہئے ؎

سر بپیوند تو تنہا نہ دل حافظ راست	کیست آنکس سر بپیوند تو در خاطر نیست

پیوند وصل ۔ مطلب یہ کہ آپ کے بہت عشاق ہیں اس میں تعلیم ہو سکتی ہے اس کی کہ کوئی اپنے عشق و محبت پر ناز نہ کرے یہاں ایسے ایسے بے انتہا ہیں ۔

غزل

یہ غزل مرشد کے فراق میں ہو سکتی ہے اور اس میں اشارہ اس تعلیم کی طرف ہو سکتا ہے کہ مرشد سے کمال محبت شرط نفع ہے طبعی ہو یا عقلی ۔ ؎

بے مہر رخت روز مرا نور نماندہ است		وز عمر مرا جز شب دیجور نماندہ است	
ہنگام وداع تو ز بس گریہ کہ کردم		دور از رخ تو چشم مرا نور نماندہ است	

دور از رخ تو ترکیب میں حال ہے جس میں کردم عامل ہے اور ضمیر متکلم کی ذوالحال۔ اور ایک توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ یہ جملہ دعا ہو مطلب یہ کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں چشم سرا نور نماندہ است اور ایک معنی کرو کہ محبوب تم بھی میری چشم ہو تو خدا نکرے تمہاری نسبت نہیں کہتا۔ اس بے نوری کو خدا تمہاری ذات سے دور رکھے ؎

من بعد چہ سود ار قدمے رنجہ کنند دوست		کز جان رمقے در تن رنجور نماندہ است	

چہ سود کی وجہ ظاہر ہے کہ ترہیب باطنی کی بعد مرگ نہیں ہوتی لانقطاع العمل ؎

می رفت خیال تو ز چشم من و می گفت		بہمات ازین گوشہ کہ معمور نماندہ است	

خیال سے مراد عکس مرئی کا جو پتلی میں پھرتا ہے اور ظاہر ہے کہ اس کے لئے محاذاۃ شرط ہے جب محبوب محجوب ہو گیا تو وہ عکس بھی زائل ہو گیا پس کہتے ہیں کہ وہ نہاں بھی میرے گوشہ چشم کے غیر معمور رہنے پر افسوس کرتا تھا مقصود اس ادعا سے مبالغہ اپنی خرابی حالت کے بیان میں ؎

نزدیک شد آندم کہ رقیبان تو گویند		دور از درت آن خستہ رنجور نماندہ است	

دور از درت حال ہے یعنی بہت جلد میرے مرنے کی خبر سن لوگے اور رقیبان کی اضافت ضمیر مخاطب کی طرف ادنی ملابستہ سے ہے یعنی رقیبان من کہ در عشق تو شریک من اند یا بالمعنی اللغوی اضافت مفعول کی طرف بھی ہو سکتی ہے یعنی نگہبانان تو و مانعان تو از ملاقات دیگر عشاق ؎

وصل تو اجل را از سر دور ہمین داشت		از دولت ہجر تو کنون دور نماندہ است	

حرف از در مصرعہ ثانیہ برای سببیت است یعنی سبب ہجران۔ اور دولت اس لئے کہا کہ ہر چہ از دوست بر سد نیکوست یا دولت لمعۃ بمعنی نوبت ہے یعنی پہلے تو وصل کی نوبت تھی اب ہجر کی چونوبت آئی تو اس کا یہہ اثر ہوا جو شعر میں مذکور ہے ؎

صبر ست مرا چارہ ز ہجران تو لیکن		چون نیک صبر تو ان کرد کہ مقدور نماندہ است	

یعنی اصل میں تو ہجر کا علاج صبر ہی ہے مگر صبر کیونکر کیا جاوے کہ خارج از قدرت ہو گیا ہے۔ ؎

در ہجر تو گر چشم مرا آب نماندہ		گر خون جگر ریز کہ معذور نماندہ است	

یعنی گو پانی تو آنکھوں کا سب خرچ ہو چکا لیکن اس سے کہیئے کہ خون جگر بہا کہ وہ اس سے بھی عذر نہ کرے گا یعنی بعد اشکباری کے خون باری کیلئے تیار ہے ؎

حافظ ز غم از گریہ مپرداخت چندہ		ماتم زدہ را داعیہ سور نماندہ است	

داعیہ خواہش و سور جشن و شادی عروسی کنایہ از مسرت اس میں بیان ہے بالکلیہ زوال سرور کا اور علی الدوام شغل گریہ کا اور مصرعہ ثانیہ بطور مثال سے کہا ہے۔

غزل

مدتے شد کاتش سودا ہی او رجان ماست	وین تمنا ہین کہ دائم در دل ویران ماست

در مصرعہ ثانیہ ضمیر ور را بسوی تمنا و جملہ دائم الخ صفت تمنا بیان کرتے ہیں اپنے عشق اور تمنائے وصال کا کہ آثار عشق سے ہے ؎

مردم چشم نجوناب جگر غرقہ انداز انکہ	چشمۂ مہر رخش در سینۂ نالان ماست

یعنی چونکہ اُس کا آفتاب رخ میرے سینہ میں ہے اس کے اثر سے میری پتلی خون جگر میں غرق ہے۔ اسمیں بیان کرنا ہے اپنی یاد اور گریہ کا۔ ؎

آب حیوان قطرۂ از لعل ہمچوں شکرش	قرص خورشکسے ز روی آن مہ تابان ماست

یعنی آب حیات اُس کے لب سے اور قرص خورشید اس کے رخ سے کمتر ہے۔ اس میں بیان ہے محبوب حقیقی کے حسن کے سامنے محبوبان مجازی کے حسن کے کم ہونے کا۔ ؎

تا نفخت فیہ من روحی شنیدم مشد یقین	بر من این معنی کہ مازان ویم وی زان ماست

یقین بمعنی بتیقن و این معنی اسم شد و یقین خبر شد یعنی اس آیت میں جو اضافۂ تشریفیہ ہے اس سے اختصاص آدم علیہ السلام کا حق تعالے کے ساتھ اور ان کے واسطہ سے بنی آدم کا معلوم ہوگیا خصوص جبکہ مطلق انسان کے لئے بھی قرآن میں اسی قسم کی اضافۃ آئی ہے ثم سواہ و نفخ فیہ من روحہ اور ظاہر ہے کہ اختصاص نسبت فی الجا نبین ہے اس سے مازان ویم وے زان ماست ثابت ہوگیا۔ مقصود یہ ہے کہ حق تعالے نے انسان کو بدو خلقت میں شرف و اختصاص اپنی ذات پاک کے ساتھ بخشا ہے اگر کوئی ضائع نہ کرے وہ باقی رہتا ہے ورنہ ضعیف یا زائل ہوجاتا ہے پس اس میں تعلیم ہے اُس کو تضییع سے محفوظ رکھنے کی اور تضییع ہوتی ہے غفلت و معصیت سے پس مقصود ان سے بھی کرنا ہے۔

ہر دلے را اطلاعے نیست بر اسرار غیب	محرم این سر معنی دار علوی جان ماست

غیب سے مراد عشق کہ اکثروں سے اُس کے اسرار و آثار مخفی ہیں اور معنی دار صفت اول سر کی اور علوی صفت ثانیہ اُس کی یعنی یہہ جو راز با معنی عالی شان ہے اس سے ہم ہی واقف ہین شاید مقصود اس سے یہہ ہو کہ ناواقفوں کو واقفوں سے دعوی ہمسری نہ چاہیے جیسا ؎ ہمسری با انبیا برداشتند ؛ اولیا را ہمچو خود پنداشتند ؛ بلکہ ان سے بہ نیاز واقتباس فیوض پیش آنا چاہیے۔ ؎

چند گوئی ای مذکر شرح دین خاموش باش	دین ما در ہر دو عالم صحبت جانان ماست

یہہ مطلب نہیں کہ دین کی شرح سننا نہیں چاہتے بلکہ مطلب یہہ ہے کہ تو دین حقیقی کی شرح جانتا نہیں پھر بیان کرنے سے کیا فائدہ تو صرف دین کو جانتا ہے جس میں اعمال بے خلوص و بے معیت حق ہوں ہمارے نزدیک تو دین حقیقی کی روح معیت حق ہے جس سے تو تعرض ہی نہیں کرتا پس اعمال کی نفی بھی نہ ہوئی بلکہ تعلیم ہے خلوص کی کہ شرائط سلوک سے ہے۔ ؎

حافظا تا روز آخر شکر این نعمت گذار	کان صنم از روز اول واردی درمان ماست

روز آخر روز مرگ از روز اول یعنی از ابتدا روجود ما۔ مطلب یہ کہ ہمیشہ سے ہمپر فضل رہا ہے۔ اس میں تسلیم ہے شکر کی کہ واجبات سلوک سے ہے۔

غزل

امروز شاہ انجمن دلبران یکی ست	دلبر اگر ہزار بود دل ہر آن یکے ست
من بہر آن یکے دل و دین دادہ ام بباد	عیبم مکن کہ حاصل ہر دو جہان یکے ست
سود و زیان عالم سودا زدہ را مگوئے	سرمایہ گم کنید کہ سود و زیان یکے ست
خلقے زبان بدعوی عشقش کشادہ اند	ای من غلام آنکہ دلش با زبان یکے ست
حافظ بر آستانۂ دولت نہادہ سر	دولت دران سرست کہ بر آستان یکے ست

اس غزل میں تعلیم ہے اخلاص کی کہ توحید حقیقی ہے۔ یعنی کوئی محبوب مطلوب نہیں سلطان المحبوبین ایک ہی ہے اور گو ظاہر میں بہت سے محبوب ہیں مگر دل ایک ہی پر ہے پس بر حرف چار اور ان اسم اشارہ ہے اس میں ارشاد ہے کہ التفات ذات واحد ہی کی طرف کرنا چاہئے اور دین کے برباد کرنے کے دو معنے ہو سکتے ہیں یا تو زیادہ پارسائی کہ اخلاص سے ریا مرتفع ہو ہی جاویگا اور یا دین بمعنی ایمان مرادف ہے تصدیق و علم کا اور بعض احوال عشقیہ میں علم و شعور بھی مضمحل ہو جاتا ہے۔ اور حاصل ہر دو جہان کے معنے یہ ہیں کہ چیز یکہ در دو جہان حاصل کردنی ست اور یکے سے مراد وہی جو آن یکے میں مراد ہے اور سودا بمعنی خیال یعنی جن لوگوں نے طاعات سے طرح طرح کے خیال مال وجاہ وغیرہ کے بکار رکھے ہیں اُن سے کہدیا جاوے کہ اس سرمایۂ مال وجاہ کو دل سے گم کرو کہ ان کا حصول کہ سود ہے اور عدم حصول کہ زیان ہے سب برابر ہیں یعنی طاعت سے اور مقصود ہے خواہ یہ امور ہوں یا نہ ہوں اور نرے دعوے محبت سے کیا ہوتا ہے قلب و لسان میں مواطاۃ ضروری ہے یعنی جس طرح زبان سے اقرار ہے خلوص کا اسی طرح قلب میں بھی خلوص ہونا چاہئے اور حافظ نے تو روی اخلاص آستانہ پر رکھ چھوڑا ہے وہی شخص با دولت ہے جو اس آستانہ پر سر کو فدا کر دے یعنی دوسرے کی طرف توجہ نہ کرے اور یہ بدون اخلاص کے ہوتا نہیں یعنی اخلاص اختیار کرے۔

غزل

المنۃ للہ کہ در میکدہ باز ست	زان رو کہ ہر ابر و ز او روی نیاز ست
خمہا ہمہ در جوش و خروش اند ز مستی	وان می کہ در آنجا ست حقیقت نہ مجاز ست

یعنی چونکہ میں اُس درسگاہ میں عجز و زاری رکھتا ہوں اللہ تعالے کا احسان ہے کہ دروازہ فیوض مفتوح ہے اور فیوض کا ورود ہے اس میں اشارہ دوام کی طرف ہو گیا ایک یہ کہ توجہ رحمت الہیہ کیلئے عادۃ توجہ عبد کی شرط ہے قال تعالے انلزمکموہا وانتم لہا کارہون۔ وقال علیہ السلام ان اللہ لا یستجیب الدعاء من قلب لاہ دوسرا امر یہ کہ بھی

حق تعالےٰ ہی کا احسان ہے کیونکہ ہمارا عمل ناقص اُن کی رحمت کاملہ متوجہ ہونے میں موثر نہیں ہو سکتا) اور چونکہ رحمت الٰہیہ متوجہ ہے اس لئے قاسمانِ فیوض (کہ ملائکہ ہیں یا مرشدین) سب جوش میں ہیں چنانچہ طالب صادق کو نفع پہونچانے کیلئے سب مستعد ہوتے ہیں ملائکہ عقلاً اور بشر طبعاً بھی) اور جو شراب وہاں ہے وہ حقیقت ہے مجاز نہیں یعنی اس کا اثر دائمی ہے عارضی نہیں مثل خمر ظاہری کے کہ تاثیر اُس کی عارضی ہے ؎ ہر گز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ؛ مثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما۔ اس مدح میں ترغیب ہے اس کے تحصیل کی۔ ؎

ازو ہی ہمہ مستی و غرورست و تکبر	وز ما ہمہ بیچارگی و عجز و نیازست

مستی وغیرہ سے مراد استغنا بمعنی عدم احتیاج نہ بمعنی بیتوجہی و تقابش بعجز و نیاز ہم قرینہ بر آن ست مطلب یہ کہ اُس کو ہم سے حاجت نہیں ہمکو اُس سے حاجت ہے۔ اس میں عقیدہ کی بھی تصحیح ہے اور اس کی بھی تعلیم ہے کہ محتاج کو طلب میں کمی نہ چاہیئے ؎

بشرح شکن زلف خم اندر خم جانان	کو نہ نتوان کرد کہ این قصہ درازست

شرح مضاف بہ شکن و اد مضاف بزلف و او مضاف بجانان و خم اندر خم صفت زلف و محبوبہ مفعول نتوان کرد۔ مراد اس سے یا تو محبوب کے کمالات ہیں کہ غیر متناہی بالفعل ہیں اور یا آثار عشق کے ہیں کہ لاتقف عند حد ہیں یا مدح محبوب کی مقصود ہے اور یا مدح محبت کی۔ ؎

بار دل مجنون و خم طرۂ لیلیٰ ست	رخسارۂ محمود و کف پای ایازست

با بمعنی دخل یا بارگاہ۔ مطلب یہ کہ دل مجنون کا مرجع خم زلف لیلیٰ ہے اسی طرح رخسارہ محمود کا اقرارگاہ کف پائے ایاز ہے اس میں تعلیم ہے کہ محب کو غیر محبوب کی طرف التفات نہ چاہیئے اور نیز محبوب کے ساتھ عجز و نیاز سے پیش آنا چاہیئے۔ ؎

بردوختہ ام دیدہ چو باز از ہمہ عالم	تا دیدۂ من برخ زیبای تو بازست

اس کا بھی حاصل وہی ترک التفات الی ماسوی المحبوب ہے اور تشبیہ باز سے اس لئے دی کہ اس کی آنکھیں باندھے رکھتے ہیں شکار کے وقت کھول دیتے ہیں ؎

راز یکہ بر خلق نہفتیم و نگفتیم	با دوست بگویم کہ او محرم رازست

تعلیم اس کی ہے کہ اپنے حالات باطنی ہر کس و ناکس سے نہ کہے صرف اپنے شیخ یا اُس کے مثل کوئی مربی ہو اُس ہی سے کہے۔ ؎

در کعبۂ کوی تو ہر آنکس کہ در آید	با قبلۂ ابروی تو در عین نمازست

اس میں نماز کی روح کا بیان ہے صورت نماز کی نفی نہیں۔ ترجمہ یہ ہے کہ جو شخص آپ کے کعبہ میں پہونچ گیا وہ آپ کے قبلہ ابرو کی طرف متوجہ ہو جانے سے عین نماز کے اندر داخل سمجھا جاوے گا یعنی روح نماز یہ ہے کہ محبت کے ساتھ متوجہ الی الحق ہو جاوے اگر یہ نہیں تو صورت نماز جسمی ہے پس اس میں تعلیم ہے تکمیل صلوٰۃ کی نہ کہ

التفات معنی محض پر کہ صورت کا مفروض ہونا خود منصوص ہے جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ اُس معنی کے صحیح و معتبر ہونے کی شرط یہی صورت ہے واذا فات الشرط فات المشروط۔ ؎

ای مجلسیان سوزِ دلِ حافظِ مسکین	از شمع بپرسید کہ در سوز و گداز ست

اسمین بیان اپنے سوز و گداز کا بھی ہے اور یہ بھی ارشاد ہے کہ عاشق کے حال کے ادراک کے لئے عاشقی ہی شرط ہے۔ پس مبادرت الی الانکار خوب نہین۔ ؎

غزل

میرِ من خوش میروی کاندر سرا پا میرمت	ترک من خوش میخرامی پیش بالا میرمت
گفتہ بودی کے بمیری پیشِ ما این تجمیل چیست	خوش تقاضا میکنی پیش تقاضا میرمت
عاشقِ مہجور مخمورم بت ساقی کجاست	گو خرامان شو کہ پیش قدر عنا میرمت
ایکہ عمری شد کہ تا بیمارم از مژگان تو	تو نگاہے کن کہ پیش چشم شہلا میرمت
گفتہ لعل منت ہم درد بخشد ہم شفا	گاہ پیش درد گہہ پیش مداوا میرمت
خوش خرامان میروی چشم بد از روی تو دور	دارم اندر سر خیال آنکہ در پا میرمت
گرچہ جای حافظ اندر خلوت وصل تو نیست	ای ہمہ جای تو خوش پیش تو ہر جا میرمت

میرِ من یعنی ای امیر و سردار من۔ پیشِ ما متعلق بمیری۔ این تجمیل جواب ست از عاشق شہلا نوعی ست از نرگس کہ در محل آن بجای زردی سیاہی می باشد مشابہ چشم انسان و شہلا یعنی چشم سیاہ کہ مائل بسرخی باشد گفتہ صیغہ مخاطب ہر تمام غزل مین اپنی جانبازی کا بیان ہے۔ ہر حالت مین اور محبوب کی ہر ادا مین چنانچہ اشعار مین وہ احوال و معاملات مختلفہ مذکور ہین اور جانبازی کو لوازم عشق سے بتلانا یہی فائدہ ہے اس حکایت سے اور ترجمہ ظاہر ہے۔

غزل

کنون کہ می دمد از بوستان نسیم بہشت	من و شراب فرح بخش و یار حور سرشت
چمن حکایت اردی بہشت مے گوید	نہ عاقل ست کہ نسیہ خرید و نقد بہشت
بیا عمارت دل کن کہ این جہان خراب	دران سرست کہ از خاک ما بسازد خشت
دفا مجوی ز دشمن کہ پر توے ندہد	چو شمع صومعہ افروزی از چراغ کنشت
مکن بنامہ سیاہی ملامت من مست	کہ آگہست کہ تقدیر بر نوشتِ چہ نوشت
گدا چرا نہ زند لاف سلطنت امروز	کہ خیمہ سایہ ابرست و بزم گہ لب کشت
قدم دریغ مدار از جنازۂ حافظ	کہ گرچہ غرق گناہ ست میرود بہشت

اس تمام غزل کا حاصل یہ ہے کہ وقت کو مغتنم سمجھکر کچھ سرمایہ نجات و قرب جمع کر لینا چاہیئے۔

اردی بہشت نام ماہ بہار۔ نسیہ سے مراد آخرت اور نقد سے دنیا نہین ہے۔ کہ خلاف سیاق و سباق ہے بلکہ

تحقیق ہے مسوف کی کہ وقت کو اگلے اوقات کے دھوکہ مین ٹالتا ہے۔ و آن سرست یعنی در آن خیال ست
مطلب یہ کہ یہ عالم در پئے اہلاک کے ہے یعنی مرنا یقینی ہے پھر کیون ٹالتے ہو اور دشمن سے مراد یا تو جہان خراب
جو کہ اوپر کے شعر مین مذکور ہے یعنی زمانہ کسی سے وفا نہین کرتا کہ اُسکو ہلاک نکرے اور یا نفس و شیطان کہ اعدی عدوک
الذی بین جنبیک اور ان الشیطان للانسان عدو مبین مسلم ہے معنی یہ ہونگے کہ ان کے دھوکہ مین مت آؤ اور وقت کو
مت ٹالو کما قال تعالیٰ ولیہ تکم بالله الغرور۔ اور پرتو سے نہ دہد اخ یہ علت ہی ماقبل کی تشبیہ کے رنگ مین اور
پرتو ہی نہ دہد جزا مقدم ہے اور مقدمہ ثانیہ شرط موخر ہے اور شمع مفعول ہے فروزی کا معنی یہ ہین کہ اگر صومعہ کی
شمع (مراد صومعہ سے مسجد ہے بقرینہ تقابل) بت خانہ کے چراغ سے روشن کرلو تو وہ کچھ نور نہین دیتا یہ مطلب نہین
کہ اُسمین روشنی نہین ہوتی) بلکہ مقصود یہ ہے کہ کسی درجہ مین بوجہ قبیح ہونے کے اس فعل مین ظلمت ہے یعنی بسطرح
کنشت سے نور لینا مستقبح ہے اسی طرح دشمن سے وفا کی اُمید رکھنا مستقبح ہے اور اس تشبیہ کا تناسب اسطرح ہے کہ
کسی رائی پر عمل کرنا گویا اپنی عقل کو اُس شخص کی عقل سے نور دینا ہی پس ماخوذ منہ کا شئی مذموم ہونا مشبہ مشبہ یہ دونون
مین مشترک ہے۔ نامہ سیاہی مین یا مصدری ہے یعنی نامہ سیاہ شدن یعنی گنہگاری مطلب کہ معاصی پر مجکو ملامت
مت کرو۔ (یعنی ایسی ملامت جسمین بوی تحقیر و ترفع آوے) اور کاف سر مصرعہ ثانیہ پر کد امیہ ہے اور سرش کی ضمیر مست کیطرف
ہے اور بعض نسخون مین سرم ہے اور وہ بہت ظاہر ہے اور اُسکا حاصل حدیث کا مضمون ہی الاعمال بالخواتیم اس کی
مناسبت اس مقام سے یہ ہوگی کہ خود اپنی عمر کو غنیمت سمجھکر کام مین لگو دوسرون کے درپے کیون ہوئے کہ بے سود
ہے اور یا مقصود یہ ہو۔ کہ مین نے اپنے لئے ذخیرہ بنانے کو عشق تجویز کیا۔ تو اسپر خشک مزاج ملامت کرنے لگے جیسا کہ
بعض افعال یا اقوال مستی مین اس قسم کے صادر ہوجاتے ہین اور گو وہ گناہ نہین مگر بزعم معترض اُس کو تسلیم کرکے
جواب دیا تقریر جواب کی ظاہر ہے۔ اور مین کہ گدا ہون مثل لاف سلطنت کے کیون نہ مسرور ہون کہ موقع دولت
عشق حاصل کرنیکا میسر ہے۔ پس خیمہ الخ اس سے کنایہ ہے۔ آگے مقطع مین ارشاد اس کا ہے کہ اہل معصیت یا اہل
ملامت کو حقیر نہ سمجھو اور اسکا حاصل بھی وہی دونون امر ہوسکتے ہین جو شعر لکن الخ کی شرح مین مذکور ہوئے ہین۔
لطیفہ۔ بعض حواشی مین شعر مقطع کے متعلق ایک قصہ عجیب لکھا ہے جو بعینہ نقل کیا جاتا ہے بمنقول ست کہ حافظ
ازین جہان رحلت فرمود مردمان بسبب اعمال رندانہ او نماز جنازہ نمی بردند ناگہان شخصے گفت کہ این رند بر
پارہائے سفال چیزے می نوشت و در سبوی انداخت از سبو پارہ سفال بردارید ہر چہ دران نوشتہ یابید بر آن عمل
کنید چون این امر قرار یافت بہ کریبان ازان سبو پارہ سفال برآوردہ چون دیدند ہمین شعر نوشتہ یافتند ازان
وقت ببعد حافظ شدند و از جملہ اشعارش دیوان مرتب کردند و نماز جنازہ خواندند۔ انتہی۔

ردیف الثاء

غزل

در دما را نیست درمان الغیاث		ہجر ما را نیست پایان الغیاث	

دین و دل بردند و قصد جان کنند	الغیاث از جور خوبان الغیاث
در بہائے بوسہ جانے طلب	میکنند این دستانان الغیاث
خون ما خورند این کافر دلان	ای مسلمانان چہ درمان الغیاث
داد مسکینان بدہ اے روز فضل	از شب یلدای ہجران الغیاث
ہر زمانم درد دیگر میرسد	زین حریفان بر دل و جان الغیاث
ہمچو حافظ روز و شب بیخویشتن	گشتہ ام نالان و گریان الغیاث

شعر اول حالت قبض کا معلوم ہوتا ہے شعر ثانی مین بھی اسی سے تنگدلی کا اظہار ہے کہ اسمین جان جاتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ اور جور کے معنے لغوی مراد نہین کہ ترک عدل ہے بلکہ محض بمعنی قہر کے ہے گو صورۃً ہی ہو اور معنی لطف ہو۔ اور خوبان کی جمعیت جنسیت کے لئے ہے اور دین سے مراد زہد ہے۔ گو صادق ہی ہو نہ عشق کے غلبہ سے اسکے آثار بھی معدوم ہو جاتے ہین اور شعر ثالث مین بوسے سے مراد تجلی مشہود طبقاً ہی اور چونکہ وہ موقوف ہے فنا پر اسلئے درہائے الخ لیا گیا۔ اور جانے مفعول ہے۔ اپنے مابعد کے فعل کا اور طلب نی کفند ایک فصل ہے اور شعر رابع مین کافر دلان کے معنی ہین سنگین دلان لانہم قوم فہیم ثم قست قلوبکم من بعد ذلک فہی کالحجارۃ کذا یہ ہے استغنار و عدم تاثر سے پس نظر باعتبار معنی لغوی کے اسمین کوئی عقلی اشکال نہین جیسا صمد انمعنا مالکلیہ سے ہے اور ماخذ اسکا لغۃ رہ ہے جو قاموس مین ہے الصمدۃ صخرۃ راسیۃ فی الارض مستویۃ بہا او مرتفعۃ اور لفظ کفر بھی لغۃً قبیح نہین قال تعالیٰ فمن یکفر بالطاغوت و یؤمن باللہ اور اگر اس شعر کو خوبان مجازی کی حق مین کہدیا جاوے۔ اور غرض اسکی تنفیر کی جاوے تاکہ اُن سے اعراض کرین تو یہ اشکالات رائے متوجہ ہی ہونگے گو سیاق و سباق کے اعتبار سے قدرے بعید ہے اور قدرے اسلئے کہا کہ غزل مین ہر شعر مستقل ہوتا ہے تو بہت زیادہ بعید نہین۔ اور شعر خامس مین روز فضل سے مراد وصل ہے بقرینہ تقابل کے اور اسمین اشارہ ہے اس طرف کہ وصل محض فضل ہے۔ استحقاق سے نہین۔ اور شعر سادس مین حریفان کے معنی ہین یاران اور جمعیت جنس کے لئے ہے۔ اور شعر سابع مین بیخویشتن بمعنی بیخود و حال ہے

ردیف الجیم

غزل

سرو کہ از ہمہ دلبران ستانی باج	چہ اگر بر سر خوبان خراجی چون تاج
دو نیم شعر خود بر ہم زدہ خطا و ختن	بچین زلف تو ما چین نہادہ داد و حبش
بیاض روی تو روشن چو عارض خورشید	سواد زلف تو از تیرہ تر ز ظلمت داج
لب تو خضر و دہان تو آب حیوان ست	قد تو سرو و سہی بالا و سہی و گردن عاج

داج شب تاریک و اصل داجی بودہ مقصود مشترک ان تمام کا تفسیر ہے محبوب کی دوسرے محبوب سے

صفات ہین اور واجب کا فضل ممکن پر ظاہر ہے۔ اور غرض اس سے تزہید ہے غیر اللہ سے۔ ؎

ازین مرض بحقیقت کجا شفا یابم		کہ از تو درد دل من بمی رسد بعلاج	

مصرعہ ثانیہ کا یہ مطلب نہین کہ تم میرا علاج نہین کر سکتے بلکہ مطلب یہ ہی کہ تمہاری طرف سے میرے درد دل کے علاج کی نوبت نہین پہونچتی یعنی میرا علاج نہین کرتے پھر اور کس طرح شفا ہو گی کیونکہ شفا تو آپ ہی کے علاج مین منحصر تھی۔ یہ تنگی۔ بہ خاص حالات و واردات کے انقطاع ہے۔ ؎

دہان تنگ تو دادہ بآب خضر بقا		لب چو قند تو بردہ ز نبات مصر رواج	

اس شعر کا بھی وہی مطلب ہے جو اول کے اشعار چار گانہ کا۔ ؎

چرا ہمی نشنی جان من ز سنگدلی		دل ضعیف کہ ہست و بنازکی چو زجاج	

چرا اعتراض کے لئے نہین بلکہ استعادہ حکمت کے لئے ہی اور جان من منادی ہے اور دل ضعیف مفعول ہے۔ می نشنی کا۔ زجاج کا بیخ۔ سنگدلی کی تحقیق اس سے اوپر کی غزل مین گذر چکی ہے اور زجاج سے تشبیہ بوجہ ضعف کے ہے۔ خلق الانسان ضعیفا اسمین نص ہے۔ باقی تقریر شعر کی ظاہر ہے۔ ؎

فتادہ در دل حافظ ہوائے چون تو شہے		کمینہ بندہ خاک در تو بودے کاج	

کاج بمعنی کاش۔ مصرعہ اول مین اظہار ہے اپنے عشق کا اور مصرعہ ثانیہ مین تمنا ہے عنایت کی یعنی کاش آپ کے ملازمان درگاہ مین داخل اور شمار ہوتا گو ادنی ہی درجہ مین سہی۔

ردیف الحا

غزل

اگر بمذہب تو خون عاشق ست مباح		صلاح ما ہمہ آن ست کان ترا ست صلاح	

اسمین رضا و تسلیم کا اظہار ہے۔ اور اشارہ معطوف ہے کہ شدائد و مکارہ مین بھی حکمت ہوتی ہے اسپر بھی رضا چاہیے

سواد موی تو تفسیر جاعل الظلمات		بیاض روی تو بیان فالق الاصباح	

مقصود اس سے کمال بیان کرنا ہے صفات محبوب کا۔ تقریر ظاہر ہے۔ ؎

ز دیدہ ام شدہ صد چشمہ در کنار روان		کہ خود شنا نکند در میان آن ملاح	

یعنی اتنا پانی نکلا ہے۔ کہ اسمین ملاح بھی جو کہ شناوری مین کامل ہوتا ہے شناوری نہین کر سکتا مقصود بیان کرنا ہے کثرت گریہ کا جو کہ بعض احوال کے طاری ہونے سے واقع ہوتا ہے۔ ؎

لب چو آب حیات تو ہست قوت روح		وجود خاکی ما را ز دست قوت راح	

راح شراب یعنی قوتیکہ از شراب حاصل می شود۔ اسمین بیان ہے صفت قیومیت کا جسکا استحضار و مراقبہ معین ہے۔ کمال توحید کا۔ ؎

ز چنگ زلف کمندت کسے نیافت خلاص		نہ از کمانچہ ابرو و تیر غمزہ بنجاح	

یعنی نجاح نیافت۔ بیان کرتا ہے۔ کمال محبوبیت اور اسپر عموم محبیت کے مرتب ہونے کا یعنی کثرت محبین یا استیعاب جبکہ محبت کو بواسطہ و بلا واسطہ و مع الادراک و بلا ادراک سے عام لیا جاوے۔ کما ذکر غیر مرۃ۔ ؎

بیا کہ خون دل خویشتن بحل کردم	اگر بمذہب تو خون عاشق ست مباح

یعنی بیا و قتل کن اس سے وہی مقصود ہے جو مطلع کے شعر سے مقصود ہے۔ ؎

نداد لعل لبش بوسہ لیک تلبیس	بنافت کام دل من از و بصد الحاح

لعل لبش فاعل نداد و بوسہ مفعول و مراد تلبیس تملق مجازاً کہ از جانب طالب باشد و کام مفعول بنافت قدس فاعل او بمقصود دونوں جملوں سے باوجود طلب و اہتمام کے اپنی ناکامی کا بیان کرنا ہے جس کی وجہ واقع میں یہ ہوتی ہے کہ طالب کی بعض خاص خواہش اسکی مصلحت کے خلاف ہوتی ہے۔ کما ذکر غیر مرۃ۔ ؎

صلاح و توبہ و تقوے ز ما مجو زاہد	ز رند و عاشق و مجنون کسے نہ جست صلاح

اسکا حاصل وہی ہے جو بارہا مذکور ہوا ہے کہ ہر طالب کا مذاق جدا ہوتا ہے دوسرا طریق اسکے لئے مناسب نہیں ہوتا

پیالہ چیست کہ بر یاد کوشیم قدح	و کحن نشرب شربا کذا ک الا قداح

پیالہ جام صغیر بقرینہ مقابلہ قدح کہ پیالہ بزرگ باشد کما فی الغیاث۔ شربا مفعول مطلق ست از نشرب و الاقداح مفعول بہ است مراد او معنی کذلک ای علی الدوام مقصود اس سے طلب ترقی ہے۔ مراتب قرب و وصول میں اور اشارہ ہے اسکی تعلیم کی طرف کہ طالب کو ایسا ہی چاہیئے اور یہ ترقی موقوف ہے۔ استقامت علی العمل والمجاہدہ پر پس اسمیں بھی فتور و خلل نہ ڈالے قال الرومی رح ؎ ای برادر پے نہایت در گذست ۔ ہر چہ بروے میرسی بروے مایست۔ ؎

دعای جان تو ورد زبان حافظ باد	مدام تا کہ بود گردش مساد صباح

دعا بمعنی ثنا۔ و جان بمعنی نفس و ذات۔ شاید اسمیں اشارہ ہو استقامت علی العمل و المجاہدہ کی طرف جو موقوف علیہ ہے۔ ترقی مراتب قرب و وصول کا جسکی تقریر اوپر گذر چکی۔

غزل

ببین ہلال محرم بخواہ ساغر راح	کہ ماہ امن و امان ست سال صلح و صلاح
عزیز دار زمان وصال را کاندم	مقابل شب قدر ست روز استفتاح
نزلع بر سر دنیای دون کسے نکند	بآشتی ببرای نور دیدہ گوے فلاح
دلا تو فارغی از کار خویش و می ترسم	کہ کس درت نکشاید چو گم کنی مفتاح
بیار بادہ کہ روزش بخیر خواہد بود	ہر آنکہ جام صبوحش نہند چراغ صباح

ان اشعار میں ترغیب ہے عمر کو غنیمت سمجھنے کی اور عمل میں سعی کرنے کی۔ اور ماہ محرم سے سال شروع ہوتا ہے اور نیز وہ اشہر حرم سے ہے جس میں امن و امان ہوتا ہے۔ پس یہ کنایہ ہے۔ اس سے کہ ابھی تمہاری عمر کی ابتدا ہے

باین معنی کہ ختم نہین ہوئی اور وقت بھی امن و امان کا ہے کہ کوئی مزاحم عمل کا نہین جسکی ایک وجہ بھی مناسب مقام مقطع سے پہلے شعر مین مذکور ہے کہ شاہ عادل کی حکومت کا زمانہ ہے اور زمان وصال سے مراد زمانہ امکان وصال یعنی مہلت عمل اور مقابل بمعنی مماثل۔ اور روز استفتاح کہتے ہین یا شرد ہم رجب کو جسکی وجہ تسمیہ غیاث مین اسطرح لکھی ہے در رجعت و در ہای بہشت درین روز کشادہ می شود و ذکریہ نیز بجہت ہمراہان کشادہ می شود۔ و بعضے گویند کہ زبان عیسی علیہ السلام درین روز کشادہ شد۔ مین کہتا ہون: اول وجہ غالبًا بنا علی المشہور ہے ورنہ کوئی روایت اسکے متعلق نظر سے نہین گذری تقریر دونون شعرون کی ظاہر ہے چونکہ اکثر حرص دنیا مانع ہوجاتی ہے سعی للاخرۃ سے اسلئے نزاع الخ مین اسکی مذمت کردی اور مراد کسی نہ کسی سے یہ ہے کہ کس کہ معتد بہ باشد نکند آور گوی مفعول ہے ہر کہ گویی برون فعل مشہور ہے اور دلالخ مین ایقاظ ہے غفلت سے۔ اور مفتاح سے مراد عمر ہے کہ مفتاح عمل ہے۔ یعنی اگر یون ہی ختم ہوگئی تو پھر باب سعادت مفتوح نہ ہوگا لقولہ تعالی ومن کان فی ہذہ اعمی فہو فی الآخرۃ اعمی۔ آگے بیاربادہ الخ مین عمل کے لئے اپنی مستعدی ظاہر کر رہے ہین تالہ دوستون کو بھی ترغیب ہو خصوصًا اس مستعدی کی جو علت بیان فرمائی وہ تو ترغیب عام ہی کے لئے موضوع ہے اور مصرعہ اولی مین روز سے مراد روز حشر لینا بہتر ہے اور مصرعہ ثانیہ مین جام صبوح سے مراد عشق و محبت اور چراغ صباح سے مراد آفتاب اور ضمیر شین کی راجع ہر آنکہ کی طرف اور چونکہ آفتاب نکلتا ہے شب کے ختم ہونے پر اسلئے بقول بعض محشین بہ کہ یہ ہے دم واپسین سے یعنی ہر کس کہ جام صبوح پیش آرد و چراغ صباح ہند روزش بخیر باشد مطلب یہ کہ ہر کہ عشق و محبت دم واپسین پیش آرد روز حشرش بخیر خواہد بود حاصل یہ ہوا کہ روز مرہ اسی حالت مین آجاوے کہ وہ مشغول بالعمل و طاعت ہو کما اقال تعالی ولا تموتن الا وانتم مسلمون۔

لطیفہ ان اشعار کی شرح لکھنے کی تاریخ اتفاق سے ۳۰ یا ۳۱ محرم ہے علی اختلاف الاحساب کہ ان شہون مین کہ ان کا ماہ ہلال کہلاتا ہے۔ (الی سبع فی قول) پس ہمین ہلال محرم کی شرح کا اس تاریخ مین لکھا جانا ایک اتفاق غریب ہے

کدام طاعت شایستہ آید از من مست	کہ رنگ صبح ندانم ز فالق الاصباح

اسمین تنبیہ ہے کہ عمل سعی کرکے مغرور نہو بلکہ خاتمہ سے ڈرتا رہے۔ ترجمہ یہ ہے کہ مجھکو معلوم نہین کہ مجھسے کوئی اطاعت شایستہ خاتمہ کے وقت صادر ہوگی یا نہوگی۔ کیونکہ صبح کا یعنی دم واپسین (کما ذکرنی شرح شعر قبلہ) رنگ ڈھنگ معلوم نہین کہ فالق الاصباح کی جانب سے کس طرح ظاہر ہو۔ اور مست بمعنی حیران یا تو اس ندانستن کی وجہ سے کہا یا بوجہ خائف ہونیکے کہا کما فی قولہ تعالی وتری الناس سکاری الخ۔

زمان شاہ شجاع ست عدو رحمت شرع	براحت ای دل وجان کوش در سماع صباح

اول کے اشعار کی تاکید ہے کہ زمانہ شاہ عادل و مشرع کا ہے۔ کوئی کسی کو ستا نہین سکتا خوب راحت سے عمل مین سعی کرتے رہو۔

بہوی صبح چو حافظ شبے بروز آورد	کہ شبلفد گل عیشت ز شعلہ مصباح

شعلہ مصباح کنایہ آفتاب سے معلوم ہوتا ہے یعنی اپنی عمر کو کہ زمانہ ہجران ہے بامید صبح وصل کے کہ روز واپسین

نصیب ہوگا ختم کردو اور رجا و اُمید کے لوازم مین سے ہے عمل کہ ایسا کرنے سے آفتاب نکلتے ہی تمہارا گل عیش شگفتہ ہوگا یعنی کامیاب ہوگے۔

ردیف الخاء

غزل

دل من در ہوای روے فرخ	بود آشفتہ آیچون موے فرخ
بجز ہندوی زلفش ہیچ کس نیست	کہ بر خوارد ارشد از روے فرخ
سیاہ نیک بخت است آنکہ دائم	بود ہمراز و ہمزانوے فرخ
شود چون بید لرزان سرو آزاد	اگر بیند قدد جوے فرخ
بدہ ساقی شراب ارغوانی	بیاد نرگس جادوے فرخ
دوتا شد قامتم ہمچون کمانے	ز غم پیوستہ چون ابروے فرخ
نسیم مشک تاتاری مخجل کرد	شمیم موی عنبر بوے فرخ
اگر میل دل ہر کس بجائے ست	بود میل دل سوے فرخ
غلام خاطر آنم کہ با شد	چو حافظ چاکر ہندوے فرخ

فرخ کی نسبت محشین و شراح نے لکھا ہے نام شخصے، کہ گوشہ خاطر حافظ بظاہر متعلق باد بود پس اس صورت مین یہ بہتر ہے کہ اس غزل کو ابتدائی زمانہ یعنی قبل حصول عشق حقیقی پر محمول کیا جاوے۔ اور اگر فرخ سے مراد مطلق محبوب ہو جیسا محاورت مین لیلیٰ اور سلمیٰ اور شیرین اور خدا رام سے مطلق محبوب مراد ہوتا ہے تو اس تاویل کی ضرورت نہین۔ اور شعر ثالث مین سیاہ نیک بخت است خبر مقدم ہے۔ اور انکہ الخ مبتدا موخر ہے۔ کہ بالعکس نصاد المعنی اور مراد اس سے زلف ہے۔ اور مطلب اسکا اور شعر ثانی کا متحد ہے۔ اور نسیم مشک تاتاری مفعول ہے خجل کردکا اور شمیم الخ فاعل ہے اُسکا۔ اور شعر متسل یا لمقطع مین اشارہ بہ وحدت مطلوب یا وحدت مطلب کی طرف۔ اور مقطع مین اشارہ اس طرف ہے۔ کہ محبوب کے متعلقین و منتسبین سے محبت رکھنا عین محبت محبوب ہے یو یدہ حدیث اللھم ارزقنی حبک وحب من یحبک۔ باقی اشعار کی تقریر مطلب ظاہر ہے۔

عرض حال ردیف الخار المعجمہ کے ختم تک دیوان حافظ ایک خمس و قدرے زائد ہے چونکہ زیادہ مقصود اس شرح کے شروع کرنے سے صرف یہ امر تھا کہ اس کلام کا طرز معلوم ہو جاوے تاکہ مطالعین دیوان اغلاط و زلات اعتقادیہ مین متبلا ہونے سے محفوظ رہین اور ایک بڑی کتاب کا خمس ایک معتدبہ مقدار ہے جسکی شرح سے یہ مقصود مذکور باحسن والکمل وجوہ حاصل ہو سکتا ہے۔ اور جسکی قوت سے بقیہ کا حل بھی ذرا تدبر سے ممکن ہے اور اسی بنا پر خود ان اجزاء موجودہ مین بھی اخیر کی غزلون کی شرح مین کسی قدر اختصار ہو گیا ہے۔ کیونکہ اول مین مسائل و اسالیب کلام کا تفصیلی حل مابعد کے اجمالی حل کے لئے مغنی سمجھا گیا غرض اس ردیف الخار سے آگے کہنے کا

ارادہ نہ تھا سو جسطرح کلید مثنوی ایک دفتر کا جو کہ سدس المجموع ہے حل اور شرح ہے اسی طرح بحمد اللہ اس شرح سے بھی ایک خمس دیوان کا حل بقدر ضرورت ہو گیا جسکے مطالعہ سے انشاء اللہ تعالیٰ علاوہ مناسب طرز دیوان کے خود مسائل کثیرہ نافعہ فن معلوم ہو جاوینگے پس اب اسی عرض حال پر شرح ہذا کو ختم کرتا ہوں مگر چونکہ اتفاق سے اسکا خاتمہ ایسی غزل پر ہوا ہے۔ جو کہ ظاہراً ایک محبوب مجازی کے متعلق ہے۔ اس لئے بنظر جلالت شان دیوان کہ سراسر حقیقت و عرفان ہے مناسب معلوم ہوا کہ ردیف الدال کے چند اشعار جو کہ عرفان سے لبریز اور محبوب حقیقی کے عشق انگیز ہیں۔ اس مقام مختم پر درج کر دئے جاویں اور چونکہ ردیف الدال متن کے نسخہ میں اور غزل سے اور شرح بدر الشروح کے نسخہ میں اور غزل سے شروع ہے۔ اسلئے دونوں غزلوں کے تین تین شعر اول اور آخر اور وسط کے تبرکاً نقل کر کے اس عرض حال کو ختم کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے اپنے اور منتفعین بالکتاب کے خاتمہ بالخیر کے لئے دعا کرتا ہوں۔

اشعار غزل اول ردیف الدال موافق نسخہ متن

ابر آذاری برآمد باد نوروزی وزید	دور می میخواہم و مطرب کہ میگوید رسید
غالباً خواہد کشود از دوستم کار یکدوش	من نمی کردم دعا وصبح آمین میدمید
تیر عاشق کش ندانم بر دل حافظ کہ زد	عہ این قدر دانم کہ از مژگانش خون میچکید

اشعار غزل اول ردیف الدال موافق نسخہ شرح

اتانکہ عہ خاک را بنظر کیمیا کنند	آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند
بے معرفت مباش کہ در من پزید عشق	اہل نظر معاملہ با آشنا کنند
حافظ مدام وصل میسر نمی شود	شاہان کم التفات بحال گدا کنند

وکان ہذا فی الیوم الرابع من شہر اللہ المحرم ۱۳۲۷ھ بحیرتہ فی بلدۃ تھانہ بھون صینت عن الفتن وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین فی السر والعلن۔

عہ منجملہ لطائف آنست کہ ابتدای کلام حافظ در این شعر مقارب المعنی ہستند پس ختم برین نہایت لطافت دارد ۱۲ منہ

عہ در ختم بر شعر ہذا ہم لطیفہ ایست وآن اینکہ از بعضے ثقات شنیدہ ام کہ در بدو حال حافظ آن گاہ کہ بمرشدی کامل نرسیدہ بود ندا بالہام آلہی حضرت شیخ نجم الدین کبری رح برای تربیت باطن حافظ در شیراز تشریف آوردند حافظ را طلبیدند پس ژولیدہ حال خستہ بال مدنظر بر شیخ افتادن ہمان بود این شعر بزبان روان شدن ہمان حضرت شیخ توجہ خاص نمودند والقاء نسبت فرمودہ راہ خود گرفتند ازان وقت حافظ را کمالات وحالات روز افزون روی نمود پس ختم برین شعر کہ ابتدای عرفان از ہمین بود نہایت مناسبت دارد ۱۲ منہ

حقیقۃ الطریقۃ

من

السنۃ الانیقۃ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی نور الارض والسماء، وھو یھدی لنورہ من یشاء والصلوٰۃ والسلام الاتمان الاکملان علی سیدنا محمد سید الانبیاء، من صدرہ مشکوٰۃ فیھا مصباح الاھتداء، وھو للذین امنوا ھدی وشفاء، وعلی الہ الانقیاء وصحبہ الاصفیاء، وورثتہ من العلماء والاولیاء الذین لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ واقام الصلوٰۃ التی تنھی عن الفحشاء، ویتفقون فی السراء والضراء، یخافون یوما تتقلب فیہ القلوب والابصار لیجزیھم اللہ احسن الجزاء، ویزیدھم اللہ من فضلہ واللہ یرزق من یشاء بغیر احصاء، من احبھم واتبعھم کان مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصلحاء، ومن ابغضھم وعاندھم کان من اھل الشقاء، من الذین اعمالھم کسراب بقیعۃ یحسبہ الظمآن کالماء، اولبحر لجی یغشاہ موج من فوقہ موج من فوقہ سحاب ظلمات بعضھا فوق بعض،

بعد حمد وصلوۃ مدعائے ضروری یہ ہے کہ ہر مسلمان پر بعد تصحیح عقائد واصلاح اعمال ظاہری فرض ہے کہ اپنے اعمال باطنی کی اصلاح کرے قرآن مجید میں بے شمار آیات اور حدیث میں بے انتہا روایات اسکی فرضیت پر صراحۃً دال ہیں گو اکثر اہل ظاہر بسبب پابندی ہوا وہوس اس دلالت سے غافل ہیں کون نہیں جانتا کہ قرآن وحدیث میں زہد وقناعت وتواضع واخلاص وصبر وشکر وحب الٰہی ورضا بالقضاء وتوکل وتسلیم وغیرہم ذلک کی فضیلت اور انکی تحصیل کی تاکید اور انکے اضداد حب دنیا وحرص وتکبر وریا وشہوت وغضب وحسد وخود نمائی کی مذمت اور ان پر وعید وارد مذکور ہے پھر ان کے مامور بہ اور ان کے منہی عنہ ہونے میں کیا شبہ رہا اور یہی معنی ہیں اصلاح اعمال باطنی کے اور یہی مقصود اصلی ہے طریقت میں جس کو فرض ہونا بلا اشتباہ ثابت ہے اور اسی کے ساتھ تجربہ اس کا بھی شاہد ہے کہ اس اصلاح کا مدار اعظم عادۃً صحبت میں صحبت وخدمت واطاعت ان حضرات کی ہے جو اپنی اصلاح کر چکے ہیں یہاں صحبت ظاہری ہمیشہ نہ آوے تو صحبت معنوی یعنی ان حضرات کے حالات وحکایات کا علاوہ مقام صحبت ظاہری کے ہو کر

کسی درجہ میں کفایت کرسکتا ہے اور یہی راز ہے کہ نصوص میں بکثرت صحبت نیک کی ترغیب اور صحبت بد سے ترہیب آئی ہے۔ اسی طرح آیات و احادیث میں مقبولان الٰہی کے قصص جابجا آئے ہیں۔ اور یہ بھی بشہادت تجربہ ثابت ہوچکا ہے کہ یہ تاثیر صلحاء کی صحبت ظاہری یا معنوی کی موقوف ہے اسپر کہ انکے ساتھ عقیدت و محبت ہو ورنہ عمر بھر بھی کچھ نفع نہیں ہوتا اور جس طرح کہ اہل صلاح کی صحبت نافع و مفید ہے۔ اسی طرح اہل فساد کا قرب اور تعلق خاطر مضر اور مہلک ہے اور اس زمانہ میں بوجہ قلت علم و نیز غلبۂ ہوائے نفسانی اصلاح باطنی کی طرف اوّل تو اکثر کو التفات ہی نہیں پھر اگر کسی کو خیال بھی ہوتا ہے۔ اور اس ضرورت سے کسی کی صحبت کا جویا ہوتا ہے تو چونکہ اکثر طبائع میں اعتدال علمی و عملی بہت کم ہے یا تو تشدد و تعصب زیادہ ہے اور یا مداہنت و ضعف دینی بڑھا ہوا ہے۔ اسلئے دو امر قوی مانع طریق و سد راہ ہو جاتے ہیں متشددین تو کاملین و اہل حق کے بعض اقوال یا افعال یا احوال کی کنہ۔ اور مرم نہ سمجھنے سے انکو مخالف سنت قرار دیکر اُن سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں اور اُنکی برکات سے محروم رہتے ہیں بلکہ بعض اوقات گستاخی و بے ادبی کرکے اپنی عاقبت کو پُرخطر کرلیتے ہیں۔ اور مداہنین اور ضعیف الاعتقاد لوگ ناقصین و اہل باطل کے تمام اقوال و افعال و احوال کو بلا تطبیق شریعت دل و جان سے قبول کرکے انکی صحبت خدمت اختیار کرکے اور اُن کے محب و معتقد بنکر اپنا دین ضائع کر بیٹھتے ہیں اسلئے سخت ضرورت واقع ہوئی کہ قرآن و حدیث سے طریقت کی حقیقت دکھلا دی جاوے تاکہ اس کے بعد اہل کمال پر انکار نہو اور ناقصین پر اعتقاد نہو متشدد دین کا افراط کہ بعضے انمیں باوجود تحصیل علم کے کاملین کو ناقص اور اُنکی حالت کو خلاف شریعت اور یہ کہ دین میں اسکی کچھ اصل نہیں گمان کرتے ہیں رفع ہو جاوے اور سست اعتقادوں کی تفریط کہ ناقصین اور مبطلین کو کامل اور اُنکی حالت کو باوجود خلاف شریعت ہونیکے عین حقیقت اور یہ کہ عین قرب و وصل ہے سمجھتے ہیں دفع ہو جاوے اور امر حق کہ اعتدال بین الافراط والتفریط ہے متعین و متحقق ہو جاوے۔ یہ رسالہ جسکا نام بمقتضائے مضمون مزبور کے حقیقۃ الطریقۃ من السنۃ الانیقۃ رکھا گیا ہے۔ بعد فراغ رسالہ الاقتصاد فی التقلید والاجتہاد کے لکھا گیا ہے اور دونوں رسالوں میں مجاورت زمانی کے ساتھ مشارکت معانی بھی ہے کہ دونوں میں اتباع کاملین کا مضمون ہے ایک میں اصلاح ظاہری کے اعتبار سے دوسرے میں اصلاح باطنی کے اعتبار سے۔ اور اس رسالہ کے اول میں ایک مقدمہ ہے اور آخر میں ایک خاتمہ اور درمیان کے مضامین جنکے ابواب کی مجمل فہرست مقدمہ میں آتی ہے۔ مقاصد ہیں ؎

مقدمہ

اوپر تمہید میں گذر چکا ہے کہ مقصود اصلی اس طریق باطن میں اصلاح اعمال باطنی ہے اور ان اعمال کو اصطلاح میں اخلاق[1] و مقامات کہتے ہیں لیکن جس طرح ہر مقصود کے ساتھ اُسکے کچھ متعلقات بھی ہوا کرتے ہیں اسی طرح اس اصلاح مذکور کے ساتھ بھی بہت سے امور اُسکے متعلق ہیں پھر ان متعلقات میں سے بعض امور وہ ہیں جو بمنزلہ ثمرات غیر اختیاریہ اصلاح مذکور کے ہیں اُنکو اصطلاح میں احوال[2] کہتے ہیں اور بعض امور ان ثمرات کے معین و بمنزلہ اسباب حصول ہیں انکو اشغال[3] کہتے ہیں۔ اور بعض امور کسی اشتباہ کا دفع یا کسی مرض باطنی کا علاج یا کسی عمل کا طرز و طریق ہے اسکو تعلیمات[4] سے تعبیر کرنا مناسب ہے اور بعض امور اختیاری یا غیر اختیاری اِن ثمرات کے آثار ظاہری ہیں اُنکو علامات[5] سے تعبیر کرنا زیبا ہے۔ اور بعض امور از قبیل نصوص اُن اخلاق و صفات محمودہ پر بشارت دینے والے ہیں انکو فضائل[6] کہنا لائق ہے اور بعض امور از قسم افعال اختیاریہ بمنزلہ امور طبعیہ اس قوم کے ہیں انکو عادات[7] و آداب کہنا مناسب ہے۔ اور بعض افعال از قسم افعال مباحہ مبنی بر بعض مصالح غیر ضروریہ ہیں انکو رسوم[8] کہا جاوے تو بہتر ہے اور بعض امور محض تحقیقات علمیہ ہیں انکو مسائل[9] کہنا چاہئے۔ اور بعض امور از قسم عبارات ہیں انکو اقوال[10] کہنا چاہئے اور بعض امور ظاہر نظر میں حدود جواز سے متجاوز معلوم ہوتے ہیں اگر واقع میں وہ داخل حدود ہیں تو اُنکی نسبت جو تاویل اور تطبیق کیجاوے اُسکو توجیہات[11] کہنا خوب ہے اور اگر واقع میں بھی خارج حدود ہیں تو اسمیں تنبیہ کی حاجت ہے جسکو اصلاح[12] کہنا چاہئے اور بہت کم ایسے امور رہ گئے ہونگے کہ ان کلیات میں سے کسی کی فروعوں انکو متفرقات[13] کہا جاویگا۔ پس کل مقاصد و متعلقات کی مجمل فہرست یہ ہوئی۔ اخلاق۔ احوال۔ اشغال۔ تعلیمات۔ علامات۔ فضائل۔ عادات، رسوم۔ مسائل۔ اقوال۔ توجیہات۔ اصلاح۔ متفرقات۔ ان مضامین میں سے جنکا مدلول نصوص اور قرآن و حدیث میں مذکور ہونا ظاہر و مشہور ہے اُن میں چونکہ التباس نہیں ہوتا جو منشا ہے افراط و تفریط کا اسلئے اُن سے تعرض کرنیکی احتیاج نہوئی و نیز کتب فن میں مع دلائل وہ مدوّن بھی ہیں اور جنکا مدلول و مذکور ہونا غیر ظاہر و غیر مشہور ہے وہ مجمل التباس و مظنۂ اشتباہ ہو سکتے تھے اور ہوتے ہیں اسلئے اس رسالہ میں صرف ایسے امور کے اثبات کے لئے نصوص و احادیث جمع کئے گئے ہیں۔ جنکے ترجمہ کے بعد صاف لکھکر اثبات کی تقریر کر دی ہے اگرچہ ایسے کل امور کا اسمیں استیعاب و احاطہ نہیں کیا گیا اور نہ آسانی سے ہو سکتا تھا۔ لیکن تاہم ایک ایسا معتد بہ ذخیرہ ہے جسمیں اکثر مہمات کی تحقیق ہو گئی ہے اور بقیہ امور کا قیاس کر لینا ان پر چنداں دشوار نہیں رہا۔ اور ہر چند کہ مقتضائے ترتیب کا یہ تھا کہ ان سب ابواب کے اصول و ماخذ جدا جدا علی سبیل التعاقب لکھے جاتے مگر اولاً اپنی تسہیل ثانیاً ناظرین کی تنشیط کے لئے سب کو مخلوط لکھتا چلا گیا۔ لیکن اسقدر رعایت پھر بھی رکھی گئی کہ ہر حدیث یا آیت کے بعد کہ

وہی مقاصد ہیں اس رسالہ کے جس جزئی کا اثبات مقصود ہوا سکے استدلال سے قبل اسکے عنوان کلی کو تصریحاً لکھدیا پھر استدلال کی تقریر کردی اور حاشیہ پر بھی مقابلہ میں ف لکھکر اسکے اوپر وہ عنوان کلی اور نیچے وہ جزئی لکھدی گئی تاکہ اول نظر ہی میں معلوم ہوجاوے کہ اس مقام پر فلاں کلی کی فلاں جزئی کا اثبات کیا گیا ہے۔ اب اگر کسی وقت ان مضامین کو مرتب کرنا مصلحت معلوم ہو تو عنوانات مذکورہ کو متن یا حاشیہ کے مواضع متفرقہ سے بآسانی مجتمع کرکے مرتب کرلینا ممکن ہے واللہ اسئال التوفیق فی کل عمل والعصمۃ من الخلل والزلل

حدیث اوّل عند النسائی فی حدیث عمر بن الخطابؓ حین جاء جبرئیل علیہ السلام یسأل عن امور الدین بقول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانہ لجبرئیل علیہ السلام نزل فی صورۃ دحیۃ الکلبی (تیسیر کلکتہ ص) ترجمہ نسائی کی روایت میں اس حدیث میں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کچھ مسائل دین پوچھنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شریف لائے تھے یہ بھی مذکور ہے کہ وہ جبرئیل علیہ السلام تھے کہ حضرت دحیہ کلبی کی صورت میں نازل ہوئے تھے۔ **ف مسئلہ تمثل** کوئی ذات باوجود بقاء اپنی حالت وصفت کے کسی دوسری صورت میں ظہور کرے اسکو تمثل کہتے ہیں اور اس دوسری صورت کو صورت مثالی کہتے ہیں خواب و مکاشفات میں تو اکثر اشیاء متمثل ہوتی ہیں اور خرق عادت کے طور پر کبھی بیداری میں بھی تمثل ہوتا ہے اس حدیث سے اسکا اثبات ہوتا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام صورت بشریہ میں متمثل ہوئے یہ نہ تھا کہ فرشتہ سے آدمی بن گئے ورنہ استحالہ وانقلاب ہوتا قرآن مجید بھی اسکا مثبت ہے قال اللہ تعالیٰ فتمثل لہا بشرا سویا یعنی حضرت جبرئیل علیہ السلام حضرت مریم علیہا السلام کے روبرو ایک صحیح سالم بشر کی شکل میں متمثل ہوگئے۔ اور اس سے جواز تناسخ کا دھوکہ نہ ہوجاوے۔ کیونکہ تمثل میں ذات کو اپنی کسی حالت سے انتقال نہیں ہوتا اور تناسخ میں روح کا منتقل ہونا اعتبار کیا گیا۔

حدیث دوم عن عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم المہاجر من ہجر ما نہی اللہ عنہ اخرجہ الخمسۃ (تیسیر کلکتہ ص) ترجمہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مہاجر (حقیقی) وہ شخص ہے جو ترک کردے اُن اُمور کو جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے روایت کیا اسکو بخاری ومسلم وترمذی و ابوداؤد ونسائی نے **ف (مسئلہ) مقصودیت** معنی حضرات صوفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ظاہر بدون باطن کے قابل اعتبار نہیں اور مقصود اعمال سے اُنکے حقایق ومعانی ہیں۔ اس حدیث میں اسپر صاف دلالت ہے کہ اگر کوئی شخص ظاہراً ہجرت کرے مگر جو اصلی غرض ہے ہجرت سے کہ نامرضیات حق سے کنارہ کرنا اسکا اہتمام نکرے تو وہ حقیقۃً مہاجر نہیں۔ لیکن اس سے کوئی نہ سمجھ جاوے کہ ظاہر محض غیر مقصود ہے اصل یہ ہے کہ ہر باطن کیلئے جو ظاہر شارع نے تجویز کیا ہے بدون اُس ظاہر کے وہ باطن حاصل ہی نہیں ہوسکتا۔

حدیث سوم عن ابن مسعودؓ قالوا یا رسول اللہ ان احدنا لیجد فی نفسہ ما لان یحترق حتی یصیر حممۃ او یخر من السماء الی الارض احب الیہ من ان یتکلم بہ قال ذاک محض الایمان رواہ مسلم (تیسیر کلکتہ ص ۱۰) ترجمہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم میں سے بعض بعض اپنے دل میں ایسے وساوس پاتا ہے کہ اگر جلکر کوئلہ ہو جائے یا آسمان سے زمین پر گر جاوے یہ زیادہ گوارا ہے۔ اس وسوسہ کو زبان پر لاوے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ خالص ایمان کی علامت ہے۔ روایت کیا اسکو مسلم نے **ف تعلیم عدم التفات الی الخطرات** خطرات و وساوس کے دفع میں تن دہی و مبالغہ کرنا یا اسکے خزن میں مبتلا ہو جانا سالک کو بہت پریشان کرتا ہے محققین اسی حدیث کے موافق اسکا یہی علاج کرتے ہیں کہ اس کا غیر مضر ہونا سمجھا کر اسکو بیفکر کر دیتے ہیں اور اس سے معاً دفع بھی ہو جاتا ہے۔

حدیث چہارم عن عوف بن مالک الاشجعی قال کنا عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم تسعۃ او ثمانیۃ او سبعۃ فقال الا تبایعون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فبسطنا ایدینا وقلنا علام نبایعک یا رسول اللہ قال علی ان تعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئاً وتصلوا الصلوات الخمس وتسمعوا وتطیعوا واسر کلمۃ خفیۃ قال ولا تسئلوا الناس شیئاً فلقد رایت بعض اولئک النفر یسقط سوط احدھم فما یسأل احداً ینا ولہ ایاہ۔ اخرجہ مسلم وابوداؤد والنسائی (تیسیر کلکتہ ص) ترجمہ حضرت عوف بن مالک اشجعی سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے نو آدمی تھے یا آٹھ یا سات آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بیعت نہیں کرتے ہمنے اپنے ہاتھ پھیلا دیئے اور عرض کیا کہ کس امر پر آپ کی بیعت کریں یا رسول اللہ آپنے فرمایا ان امور پر کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اُسکے ساتھ کسی کو شریک مت کرو اور پانچوں نمازیں پڑھو اور (احکام) سنو اور مانو اور ایک بات آہستہ فرمائی وہ یہ کہ لوگوں سے کوئی چیز مت مانگو۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے اُن حضرات میں سے بعض کی یہ حالت دیکھی ہے۔ کہ اتفاقاً چابک گر پڑا تو وہ بھی کسی سے نہیں مانگا کہ اُٹھا کر اون کو دیدے روایت کیا اسکو مسلم اور ابوداؤد اور نسائی نے **ف مسئلہ بیعت طریقت و اصلاح اعمال** حضرات صوفیہ کرام میں جو بیعت معمول ہے جسکا حاصل معاہدہ ہے التزام احکام و اہتمام اعمال ظاہری و باطنی کا جسکو ان کے عرف میں بیعت طریقت کہتے ہیں۔ بعض اہل ظاہر اسکو اس بنا پر بدعت کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہیں صرف کافروں کو بیعت اسلام اور مسلمانوں کو بیعت جہاد کرنا معمول تھا۔ مگر اس حدیث میں اسکا صریح اثبات موجود ہے کہ یہ مخاطبین چونکہ صحابہ ہیں اسلئے یہ بیعت اسلام یقیناً نہیں کہ تحصیل حاصل لازم آتا ہے۔ اور مضمون بیعت سے ظاہر ہے کہ بیعت جہاد بھی نہیں بلکہ بدلالت الفاظ معلوم ہے۔ کہ التزام و اہتمام اعمال کے لئے ہے پس مقصود ثابت ہو گیا۔ **ف عادۃ تعلیم شیخ**

للمصلحۃ اکثر مشائخ کی عادت ہے کہ مریدین کو خلوت میں خفیہ تعلیم فرماتے ہیں کبھی تو یہ سبب ہوتا ہے کہ وہ امر عام فہم نہیں ہوتا اسکے اظہار میں افتتان و اضلال عوام کا ہے اور کبھی یہ وجہ ہوتی ہے۔ کہ خفیہ تعلیم دلیل خصوصیت و اہتمام ہے اسمیں طالب کے دل میں زیادہ وقعت اور منزلت ہوتی ہے۔ اور یہ بھی نفع ہے۔ کہ دوسرے طالبین اسکو سُنکر حرص و تقلید نہ کریں جنکی حالت کے مناسب دوسری تعلیم ہے۔ سو اس حدیث میں اس عادت کی اصل پائی جاتی ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک امر خفی طور سے فرمایا جس میں علاوہ بعض مصالح مذکورہ کے عجب نہیں کہ علی الاطلاق اسکے واجب نہ ہونیکی طرف اشارہ ہو کیونکہ امور واجبہ کا مقتضا اعلان ہے بہرحال مطلق مصلحت سے اخفا ثابت ہوگیا۔ **ف** (مسئلہ) **مبالغہ در امتثال امر شیخ** اکثر مریدین کا مقتضای طبیعت ہوتا ہے۔ کہ مرشد کے احکام ماننے میں اسقدر مبالغہ کرتے ہیں کہ رعایت معنی کیساتھ مدلول ظاہر الفاظ تک کا لحاظ رکھتے ہیں۔ اس حدیث سے اسکا اثبات ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ امر یقینی ہے کہ مراد منع کرنا تھا دوسرے کی چیز مانگنے سے نہ کہ اپنی چیز بطور استعانت مانگنے سے مگر چونکہ بلفظہ فی نفسہ اسکو محتمل تھا گو وہ احتمال قرائن کی وجہ سے یقیناً منفی ہو اس احتمال لفظی کی رعایت سے اپنی چیز مانگنے کی بھی احتیاط رکھی جیسا دوسری حدیث میں ہے کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اثنار خطبہ میں فرمایا کہ بیٹھ جاؤ ایک صحابی دروازہ سے آرہے تھے سُنکر وہاں ہی بیٹھ گئے۔ حالانکہ مقصود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ تھا کہ اندر آکر موقع پر بیٹھ جاؤ کھڑے مت رہو نہ یہ کہ آؤ بھی مت۔ یہ شعبہ ہے غایت احترام و تادب شیخ کا جو کہ استفادہ باطنی کے لئے شرط اعظم ہے

حدیث پنجم عن عائشۃ رض قالت ما مس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یدِ امرأۃ قط الا ان یاخذ علیہا فاذا اخذ علیہا فاعطتہ قال اذہبی فقد بایعتک رواہ الشیخان وابوداود (تیسیر کلکتہ ص)

ترجمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی عورت کے ہاتھ کو کبھی نہیں چھوا البتہ صرف زبانی بیعت لے لیتے تھے جب زبانی عہد لینے پر وہ عہد دیدیتی فرماتے کہ جاؤ میں نے تمکو بیعت کرلیا روایت کیا اسکو بخاری و مسلم و ابوداؤد نے **ف اصلاح مصافحہ نہ کرنے بزنان در بیعت** بعض ناواقف یا بے احتیاط درویش عورتوں سے دست بدست بیعت لیتے ہیں یہ عمل بالکل ناجائز ہے بلا ضرورت اجنبی عورت کے بدن پر ہاتھ لگانا گناہ ہے۔ اس حدیث میں اس عمل کا ابطال و رد ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کون مربی اور عفیف ہوگا۔ جب آپنے اسمیں احتیاط فرمائی تو دوسرے کسی پیر کو باپ یا فرشتہ سمجھکر ایسی بے تکلفی و بے پردگی کو کیونکر گوارہ کیا جاسکتا ہے حقیقت بیعت کی محض معاہدہ ہے سو زبانی کافی ہے۔ مشائخ متاخرین نے تقویت اتصال کے لئے و نیز تسکین قلب عوام کے لئے کپڑے کا ایک گوشہ خود لینا اور دوسرا گوشہ مرید کو دینا معمول کرلیا ہے۔ اس کا مضائقہ نہیں بلکہ اگر مرد کے لئے بھی بضرورت یا بلا ضرورت زبانی بیعت پر اکتفا کیا جاوے مضائقہ نہیں۔ لیکن چونکہ ہاتھ میں ہاتھ لینا بیعت کی ایک مسنون ہیئت ہے اور مرد میں اس سے کوئی امر مانع نہیں لہذا معنی اور صورت کا جمع کرلینا اولیٰ ہے۔

حدیث ششم عن ابی هریرة انه دخل السوق فقال ما اکم ههنا و میراث محمد صلے الله علیه وا سلم یقسم فی المسجد فذهبوا وانصرفوا و قالوا ما رأینا شیئا یقسم رأینا قوما یقرؤن القرآن قال فما لکم میراث نبیکم صلی الله علیه وسلم رواه الدارمی (نیسیر کلکته ص۳۵)

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بازار میں تشریف لائے اور لوگوں سے فرمایا کہ میں تمکو یہاں دیکھتا ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث مسجد میں تقسیم ہو رہی ہے یہ سنکر لوگ اُدھر چلے اور پھر لوٹ آئے اور کہنے لگے ہم نے تو کچھ بھی تقسیم ہوتے نہیں دیکھا صرف ایک قوم کو دیکھا کہ قرآن کے پڑھنے میں لگے ہیں آپ نے فرمایا کہ یہی تو میراث ہے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت کیا اسکو رزین نے ف عادۃ ادا مقصود بر موز و عبارات غیر ظاہرہ برائے مصلحے اکثر بزرگوں کی تقریر و تحریر میں بعض مضامین خلاف ظاہر پائے جاتے ہیں جنکی توجیہ و مراد سُننے کے بعد بالکل صحیح و مطابق واقع کے ثابت ہوتے ہیں کبھی اسکا سبب غلبہ حال ہوتا ہے کبھی قصد افہام عوام سے کبھی تشویق و ترغیب طالب کی کہ ابہام سے شوق تعیین ہوتا ہے۔ اور بعد شوق جو تعیین ہوتی ہے وہ اوقع فی النفس ہوتی ہے اس حدیث میں اس عادت کا اثبات ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے مصلحت تشویق کے لئے اول ابہاماً فرمایا جس سے ابہام معنی غیر مقصود کا ہوا حتیٰ کہ والیسی کے بعد لوگوں نے تکذیب بھی کی مگر بعد تفسیر معلوم ہوا کہ کلام صادق ہے پس عبارات موہمہ دیکھکر کسی صاحب کمال یا صاحب حال پر جرح قدح نہ کرے کہ مثمر حرمان ہے۔

حدیث ہفتم عن ابی بن کعب قال کان رجل من الانصار بیته اقصی بیت فی المدینة فکان لا تخطئه الصلوٰة مع رسول الله صلے الله علیه وسلم قال فتوجعنا له فقلت له یا فلان لو انك اشتریت حمارا یقیك من الرمضاء ویقیك من هوام الارض قال اما والله ما احب ان بیتی مطنب ببیت محمد صلے الله علیه وسلم قال فحملت به حملا حتی اتیت نبی الله صلی الله علیه وسلم فاخبرته قال فدعاه فقال له مثل ذلك وذکر انه یرجو فی اثره الاجر فقال له النبی صلی الله علیه وسلم ان لك ما احتسبت رواه مسلم ج ۱ ص ۲۳۵ مجتبائی

ترجمہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص انصار میں سے تھے جنکا گھر مدینہ میں بہت دور تھا۔ پھر بھی کوئی نماز اُنکی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فوت نہ ہوتی ہم لوگوں کو اُن کے حال پر ترس آیا میں نے اُن سے کہا کہ میاں فلانے کیا خوب ہو اگر تم ایک دراز گوش خرید لو کہ تمکو گرم کنکر پتھر سے بچاوے اور حشرات الارض سے بھی حفاظت رہے وہ شخص کہنے لگے یاد رکھو میں اسکو پسند نہیں کرتا کہ میرا گھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دولتخانہ سے متصل ہو حضرت ابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کہنے کا مجھپر بار عظیم ہوا حتیٰ کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں حاضر ہوا اور سب قصہ

بیان کیا۔ آپ نے اُن کو بلایا۔ انہوں نے ویسا ہی جواب دیا اور یہ عرض کیا کہ میں اپنے قدم سے چلنے میں مُید ثواب کی رکھتا ہوں حضور نے اُن سے فرمایا تمکو وہی ملیگا جسکا تم خیال رکھتے ہو۔ روایت کیا اسکو مسلم نے ف

عادۃ ادا مقصود بر موز مثل سابق اسمیں بھی وہی تقریر ہے۔ جو ابھی اس سے اوپر کی حدیث کے ذیل میں گذری۔ دیکھئے ان انصاری صحابی نے ایسے عنوان سے یہ مضمون ادا کیا جسکے الفاظ نہایت ناگوار تھے اور اسی وجہ سے حضرت ابی بن کعب پر گران گذرا عجب نہیں کہ اپنے اخلاص کے اخفار کے لئے اس طرز کو اختیار کیا ہو یا اسی طرح کی اور کوئی مصلحت ہو آخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دریافت فرمانے پر مقصود اصلی واضح ہوا آپ سے اخفار کی کوئی وجہ نہ تھی۔ ۵

ماحال دل رابا یار گفتم	نتوان بہفتن در دراز طبیبان

تنبیہ لیکن بلا کسی مصلحت معتد بہ کے ایسا عنوان موہم استعمال کرنا بنص لاتقولوا راعنا نحو ذلک ممنوع ہے

ج حدیث ہشتم عن حنظلة بن الربیع الاسیدی کاتب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لقینی ابوبکر فقال کیف انت قلت نافق حنظلة قال سبحان اللہ ما تقول قلت نکون عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم یذکرنا بالنار والجنة کانا رای عین فاذا خرجنا من عندہ عافسنا الازواج والاولاد والضیعات ونسینا کثیرا قال واللہ انی لاجد مثل ھذا فانطلقا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وذکرا لہ ذلک فقال والذی نفسی بیدہ لو تدومون علی ما تکونون عندی وفی الذکر لصافحتکم الملئکة علی فرشکم وفی طرقکم ولکن یا حنظلة ساعة وساعة ثلث مرات اخرجہ مسلم والترمذی (تیسیر ص۱۵)

ترجمہ حضرت حنظلہ بن ربیع اسیدی کاتب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ مجھ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اور پوچھا کہ اے حنظلہ کیسے ہو میں نے کہا حنظلہ (یعنی میں) تو منافق ہو گیا اُنہوں نے تعجب سے) فرمایا سبحان اللہ کیا کہتے ہو میں نے کہا کہ (اسلئے منافق کہتا ہوں کہ) ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جو ہوتے ہیں اور آپ ہمکو دوزخ بہشت یاد دلاتے ہیں تو اسوقت ایسے ہوتے ہیں گویا کھلی آنکھوں اُن کو دیکھ رہے ہیں پھر جب آپ کے پاس سے آتے ہیں تو بیوی بچوں اور معاملات جائداد میں آلودہ ہو جاتے ہیں اور اُن میں سے بہت سی باتوں کا خیال بھی نہیں رہتا وہ فرمانے لگے واللہ ایسی حالت تو میں بھی پاتا ہوں پھر دونوں صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چلے اور آپ سے اسکا ذکر کیا آپ نے فرمایا قسم اس ذات کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے جس حالت پر میرے پاس ہوتے ہو اگر تم لوگوں کو اس پر یا یہ فرمایا کہ ذکر میں دوام ہو جاوے۔ تو تم سے بستروں پر اور سڑکوں پر ملائکہ مصافحہ کرنے لگیں۔ لیکن اے حنظلہ ایک ساعت کیسی ایک ساعت کیسی یہ مضمون آپنے تین بار فرمایا روایت کیا اسکو مسلم اور ترمذی نے ف

عادۃ خود را یا نفس را کافر وغیرہ گفتن ببعضے اسباب

بعض بزرگوں کے کلام میں اپنے کو کافر کہدینا یا نفس کو کہ اسکی حقیقت بھی عین اس شخص کی ذات ہی (بعض صفات ذمیمہ کے اعتبار سے) کافر کہدینا خواہ بعض اعمال سیئہ واحوال رویہ کے اعتبار سے یا کسی خاص اصطلاح کے اعتبار سے پایا جاتا ہے۔ جسپر ظاہر نظر میں شبہ ہوتا ہے کہ جو شخص اپنے کو کافر کہے وہ مسلمان کب رہ سکتا ہے اس حدیث میں اس عادت کی اصل پائی جاتی ہے کہ حضرت حنظلہ نے عدم دوام غلبہ حال کے اعتبار سے اپنے کو منافق کہدیا۔ جو یقیناً معنی حقیقی شرعی میں مستعمل نہیں کیونکہ اسکے لوازم سے کفر بمعنی تکذیب اللہ ورسول کے ہو بلکہ محض اختلاف حالت غیبت وحضور میں تشبیہ کا لحاظ کرکے اصطلاح خاص پر بنا کرکے مجازاً کہدیا اسی کی نظر دوسری اصطلاح بھی ہے جسکا اعتبار کرلیا جارہے مثلاً فانی پر باعتبار معنی ستر کے کہ مدلول لغوی کفر کا اور مناسب حال فنا کے ہے کافر اطلاق کردیا جاتا ہے کذا سمعت من مرشدی پس ان اصطلاحات پر کسی کی تکفیر یا تفسیق نہیں ہوسکتی۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد میں جو کہ جواباً آیا ہے۔ اس مجاز کا رد نہیں ہے۔ بلکہ اسکی بناء کے مذموم ہونے کی نفی ہے۔ **ف حال مشاہدہ** کسی امر کے استحضار اور خیال کا قلب پر غالب اور قوی ہوجانا مشاہدہ کہلاتا ہے۔ اس حدیث میں اسکا اثبات ہے کہ حضرت حنظلہ نے جنت ودوزخ کی یاد کی نسبت یہ فرمایا کہ گویا کھلی آنکھوں دیکھنے لگتے ہیں آہ۔ مراد اس سے یہی غلبہ استحضار ہے اور مشاہدہ کے لغوی معنی مراد نہیں ہوتے بعضے ناواقفی سے غلطی میں پڑجاتے ہیں **ف متفرق۔ برکت صحبت شیخ** جس طرح مجاہدات وریاضات سے کسی کیفیت کا ورود ہوتا ہے اسی طرح شیخ کی صحبت اور خطاب سے بھی ہوجاتا ہے۔ گو اسکو مثل اثر ریاضت کے رسوخ اور بقا نہیں ہوتا چنانچہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کہ خدمت مبارک سے علیحدہ ہوکر تعلقات میں مبتلا ہوجاتے ہیں اور بہت سی باتیں یاد نہیں رہتیں اس سے ناشی ہے۔ اور یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ اس نسیان کا سبب اشتغال تعلقات تھا کیونکہ خود یہ تعلق اور اشتغال بھی مبنی غیبت وضعف وارد پر ہے جسکا سبب وہی بعد صحبت نبوی ہے۔ **ف حال کشف ملکوت** اشغال ومراقبات سے جب نفس میں یکسوئی واستغراق غالب ہوتا ہے حسب مناسبت فطریہ احیاناً ملکوت وغیرہ کا انکشاف ہوجاتا ہے۔ اس حدیث سے اس کا امکان بلکہ وقوع معلوم ہوتا ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ملائکہ تم سے مصافحہ کرتے اسمیں انکشاف سے بھی زیادہ ملاقات ومماسہ کا اثبات ہے۔ **ف مسئلہ متضمن تعلیم تلوین وعدم دوام غلبہ حال** اکثر سالکین اس سے پریشان ہوتے ہیں کہ ہماری فلاں حالت ضعیف ہوگئی یا فلاں کیفیت زائل ہوگئی شاید ہمکو تنزل ہوگیا ہو اور اس سے مایوس اور شکستہ دل ہوجاتے ہیں شیخ کاملین نے انکی غلطی رفع کرنیکے لئے تحقیق فرمادیا ہے۔ کہ حالات کا غلبہ دائم نہیں ہوتا بالخصوص مبتدی کہ اسکو بہت تغیر وتبدل پیش آتا ہے جسکو تلوین کہتے ہیں اور اہل تمکین کی بھی حالت میں اُن کے مرتبہ کے موافق تفاوت ہوتا ہے۔ اس حدیث سے اسکا بھی اثبات ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک ساعت کیسی

ایک ساعت کیسی غرض یہ لوازم سلوک سے ہے مضر نہیں اس سے پریشان نہ ہونا چاہیئے کہ وہ پریشانی البتہ مضر ہے

حدیث نہم عن انس قال دخل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم المسجد فاذا حبل ممدود بین الساریتین فقال ماھذا قالوا حبل لزینب فاذا فترت تعلقت بہ فقال لا حلوہ لیصل احدکم نشاطہ فاذا فتر فلیقعد اخرجہ البخاری وابوداؤد والنسائی (تیسیر الکلۃ ص۵) ترجمہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے تو دیکھتے کیا ہیں کہ ایک رسّی دو ستونوں کے درمیان میں تنی ہوئی بندھ رہی ہے۔ آپنے فرمایا کہ یہ کیا چیز ہے۔ حاضرین نے عرض کیا کہ یہ حضرت زینب کی رسّی ہے جب وہ (عبادت سے) ماندہ و خستہ ہوجاتی ہیں۔ تو اس سے لگ جاتی ہیں آپنے فرمایا کچھ نہیں اسکو کھول ڈالو (نفل) نماز طبیعت کی تازگی تک پڑھنا چاہیئے اور جب ماندگی اور تعب ہونے لگے تو بیٹھ جانا چاہیئے روایت کیا اسکو بخاری اور ابوداود اور نسائی نے

ف لغلیم توسط فی المجاہدہ ائمہ سلوک نے اتفاق کیا ہے کہ مجاہدہ و ریاضت میں اسقدر افراط اور غلو نہ کرے کہ طبیعت تنگ ہوجاوے یا صحت میں فتور پڑجاوے اس حدیث میں اسی تعلیم کی تصریح موجود ہے۔ اور جن حضرات سے اسکی کثرت اور مبالغہ منقول ہے۔ اُن پر شبہ نہ کیا جاوے کیونکہ غلبۂ شوق و قوت محبت میں اُنکو فتور سستی و تنگی عارض نہ ہوتی تھی۔ اور حدیث میں قعود کو فتور پر مرتب فرمایا ہے۔

حدیث دہم عن انس قال خط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطا وقال ھذا الانسان وخط الی جانبہ خطا وقال ھذا اجلہ وخط آخر بعیدا منہ وقال ھذا الامل فبینما ھو کذلک اذ جاءہ الاقرب اخرجہ البخاری والترمذی (تیسیر الکلۃ ص۱۴) ترجمہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خط کھینچ کر اُس کی نسبت فرمایا کہ یہ انسان ہے اور ایک خط اُس کے قریب کھینچکر فرمایا کہ یہ اُس کی موت ہے اور ایک خط اُس سے دور کھینچکر فرمایا کہ یہ انسان کی آرزو اور اُمنگ ہے پس انسان اسی حالت میں رہتا ہے (کہ آرزو پوری کرون) دفعتہً یہ پاس آنیوالی چیز یعنی موت آپہونچتی ہے۔ روایت کیا اسکو بخاری اور ترمذی نے

ف توجیہ وریا و آفتاب و غیرہ گفتن ذات و صفات حق را بہت سے بزرگوں کے کلام میں خصوصاً نظم میں ذات و صفات حق تعالےٰ پر کہیں دریا کا اطلاق آیا ہے کہیں آفتاب و ماہتاب کا جس پر قدیم کو حادث کہدینے کی قباحت اور سوء ادب کے علاوہ بطلان اتحاد اور غلطی حمل بیّن المتباینین وغیرہ محذورات ظاہراً لازم آتے ہیں اور توجیہ اور وجہ تصحیح اس کی یہ ہے کہ مقصود تمثیل و تشبیہ ہے نہ اتحاد اور تشبیہ میں کچھ محذور نہیں کمشکوۃ فیہا مصباح خود قرآن میں ہے غایت مافی الباب یہ کہ کوئی کلمہ دال علی التشبیہ کلام میں مذکور نہیں لیکن حذف کردینا اسکا کلام فصحا میں بکثرت پایا جاتا ہے۔ سو یہ حدیث اس حذف کی تائید و تقویت میں صریح ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خطوط کی طرف اشارہ فرماکر اُن کو انسان اور

اجل اور امل تبلا دیا یوں نہیں فرمایا کہ الانسان کالاجل کالامل حالانکہ مقصود یہی ہے۔ پس صحت اطلاق یقیناً ثابت ہوئی البتہ دو امر قابل تحقیق باقی رہے ایک یہ کہ تشبیہ و تمثیل کیلئے وجہ تشبیہ و مناسبت کا تحقیق ضروری ہے۔ سو وہ کیا ہے۔ دوسرے یہ کہ حسب تصریح محققین اسماء و صفات آلہیہ توقیفی موقوف علی اذن الشارع ہیں سو ان اطلاقات خاصہ کا اذن کہاں ہے۔ پس امر اول کی تحقیق اجمالاً یہ ہے کہ دریا و مثلہ میں وجہ تشبیہ مشبہ و مشبہ بہ میں محض شی و احد کا امور کثیرہ کیلئے منشار تحقق ہو جانا ہے۔ گو مشبہ میں وحدت کا حقیقیہ ہونا اور مشبہ بہ میں وحدت کا اعتباریہ ہونا اور مشبہ میں منشاریت کا باعتبار علت فاعلیہ ہونا اور مشبہ بہ میں باعتبار علت مادیہ ہونا اور مشبہ میں منشار کا مختار ہونا اور مشبہ بہ میں مضطر ہونا یہ امور مابہ الامتیاز و التفاوت بھی ہیں مگر تشبیہ میں قادح نہیں جیسا اہل علم پر مخفی نہیں اس کی تحقیق باحسن وجوہ قاضی مبارک نے بھی شرح مسلم میں کی ہے اور آفتاب کی وجہ تشبیہ بہت ظاہر ہے۔ یعنی مفید انوار ہونا اور امر دوم کی تحقیق یہ ہے کہ توقیفیت اس اطلاق میں ہے جو بطور تسمیہ ہو مطلق اثبات اوصاف کمال میں نہیں پس اب اس میں کوئی اشکال نہیں رہا اس توجیہ کے بعد اشعار ذیل اور جو ان کے مثل ہوں حل ہو جاوینگے جن میں بعض تکفیر تک پہونچ گئے۔ اور بعض ظاہر کے معتقد ہو کر ملحد ہو گئے۔ مغربی فرماید ؎ زدریا موج گوناگون برآمد ز بیچونی برنگ چون برآمد۔ مولوی رومی فرماید ؎ آفتاب آمد دلیل آفتاب ۔ گر دلیلت باید از وی رو متاب حافظ فرماید ؎ شراب لعل کش و روی مہ جبینان بین ۔ خلاف مذہب آنان جمال اینان بین مراد بمہ جبینان تجلیات صفات حق۔

حدیث یازدہم عن ابن عمر قال اخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بمنکبی وقال کن فی الدنیا کانک غریب او عابر سبیل اخرجہ البخاری والترمذی وزاد بعد قولہ او عابر سبیل وعد نفسک من اھل القبور (تیسیر کلانہ ص ۲۱۲) ترجمہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا کندھا پکڑ کر ارشاد فرمایا کہ دنیا میں اسطرح رہ گویا تو مسافر ہے بلکہ گویا راہ میں گذر رہا ہے۔ روایت کیا اس کو بخاری اور ترمذی نے اور ترمذی نے عابر سبیل کے بعد یہ جملہ اور زیادہ روایت کیا ہے کہ اپنے کو اہل قبور میں سے شمار کر۔ ف **تائید قول مرتوا قبل ان تموتوا** یہ قول اس قوم کی زبان زد ہے یہ حدیث اس قول کی ہم معنی ہے پس اگر اس کو اس حدیث کی روایت بالمعنی کہا جاوے مستبعد نہیں اور اکثر صریح اقوال ان حضرات کے بنام حدیث جو مشہور ہیں اکثر اُن کے مضامین احادیث میں وارد ہیں اس لئے صوفیہ کو وضاعین حدیث کہنا زیادتی ہے۔ ف **خلق مراقبہ** کسی مضمون کا دل سے اکثر احوال میں یا ایک محدود وقت تک اس غرض سے کہ اس کے غلبہ سے اسکے مقتضا پر عمل ہونے لگے تصور کرنا مراقبہ کہلاتا ہے۔ جو اعمال مقصودہ قلب میں سے ہے اس حدیث میں اسکا امر ہے۔ کیونکہ اہل قبور میں سے اپنے کو شمار کرنا عمل قلب کا ہے اور اثر خوف

پر مرتب ہے وہ تقلیل تعلقات دنیویہ اور مثل میت کے شہوت وغضب و اخلاق ذمیمہ کا مضمحل اور انقیاد و تفویض کا غالب ہو جاتا ہے۔

۲۱۲ **حدیث دوازدہم** وعن قیس بن ابی غرزۃ قال کنا نسمی فی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم السماسرۃ فمر بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسمانا باسم ھو احسن منہ فقال یا معشر التجار ان البیع یحضرہ اللغو والحلف فشوبوہ بالصدقۃ رواہ ابو داود والترمذی والنسائی (مشکوۃ ج ۱ ص ۲۳۵) **ترجمہ** حضرت قیس بن ابی غرزہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سماسرہ یعنی دلال کہلاتے تھے حضور نے ہمکو اس سے اچھے نام سے نامزد فرمایا کہ اے جماعت تاجروں کی (وہ اچھا لقب یہی ہے) بیع وشراء میں گاہے لغو اور حلف کا اتفاق ہو جاتا ہے تم لوگ اسمیں صدقہ کی آمیزش کر دیا کرو روایت کیا اسکو ابو داود اور ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ نے **ف رسم تبدیل اسم مناسب حال درویشی** بعض خاندانوں میں دیکھا ہے کہ بعد بیعت کے مرید کو ایک نیا نام جسمیں شاہ وغیرہ بھی ہوتا ہے عطا فرماتے ہیں مثلاً برکت شاہ ورحمت شاہ وغیرذلک اس حدیث سے اسکا استنباط ممکن ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بجائے لقب ہمارے حالت موجودہ کے مناسب تاجر لقب عطا فرمایا۔

۲۱۳ **حدیث سیزدہم** عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلی احدکم فلیجعل تلقاء وجھہ شیئا فان لم یجد فلینصب عصاہ فان لم یکن معہ عصا فلیخط خطا ثم لا یضرہ ما مر امامہ رواہ ابو داؤد وابن ماجہ (مشکوۃ ج ۱ ص ۶۶) **ترجمہ** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم میں کوئی شخص نماز پڑھنے لگے تو اسکو چاہئے کہ اپنے سامنے کوئی چیز رکھے (تاکہ سترہ ہو جاوے) اور اگر کوئی ایسی چیز نہ ملے تو اپنا عصا کھڑا کرے اور اگر عصا بھی پاس نہ ہو تو (سامنے) ایک خط کھینچ لے پھر جو کچھ بھی سامنے سے گذرتا رہے اسکو مضر نہیں۔ روایت کیا اسکو ابو داؤد اور ابن ماجہ نے **ف شغل جمع خاطر** بزرگوں نے جو اشغال تجویز کئے ہیں ان سب سے مقصود اصلی یہ ہے کہ قلب کا انتشار جو بوجہ تشویش افکار کے ہے دفع ہو کر جمعیت خاطر اور خیال کی یکسوئی حاصل ہوتا کہ اس کے خوگر ہونے سے توجہ تام الی اللہ جو کہ مبتدی کو بوجہ غیب ہونے مدرک کے اور مزاحم ہونے افکار مختلف وحسیات حاضرہ کے متعذر ہے سہل ہو جاوے اشغال مختلفہ اسی کے حیل وطرق ہیں سترہ کا حکم اس عمل کا ماخذ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ تبصریح علماء اسرار مقصود سترہ سے بھی جمع خاطر اور ربط خیال ونفی انتشار ہے جیسا ابن ہمام نے شرح ہدایہ میں لکھا ہے اور سترہ اس کی تدبیر ہے۔

۲۱۴ **حدیث چہاردہم** عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ اذا احب عبدا دعا جبرئیل فقال انی احب فلانا فاحبہ قال فیحبہ جبرئیل ثم ینادی فی السماء

فیقول ان اللہ یحب فلانا فاحبوہ فیحبہ اھل السماء ثم یوضع لہ القبول فی الارض واذا ابغض عبدا دعا جبرئیل فیقول انی ابغض فلانا فابغضہ قال فیبغضہ جبرئیل ثم ینادی فی اھل السماء ان اللہ یبغض فلانا فابغضوہ قال فیبغضونہ ثم یوضع لہ البغضاء فی الارض (رواہ مسلم (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۱۷) **ترجمہ** حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ کو محبوب بناتے ہیں تو حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بلا کر ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم فلاں شخص سے محبت رکھتے ہیں تم بھی اُس سے محبت رکھو پس جبرئیل علیہ السلام بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر جبرئیل علیہ السلام آسمان میں ندا فرما دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص کو چاہتے ہیں تم سب اُس سے محبت رکھو سو آسمان والے بھی اُس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر اہل زمین میں اُس شخص کی مقبولیت رکھدی جاتی ہے اور جب اللہ تعالیٰ کو کسی شخص سے بغض ہوتا ہے تو اسی ترتیب مذکور سے اہل زمین کے قلوب تک اُسکی مبغوضیت آجاتی ہے۔ روایت کیا اسکو مسلم نے **ف**۔ **علامت مقبول و غیر مقبول** اس حدیث میں اولیاء کی غیر اولیاء سے ایک شناخت مذکور ہے اس علامت سے طلبِ شیخ میں کام لینا چاہئے و نیز غیر مقبول سے احتراز لازم سمجھنا چاہئے۔ حاصل اس کا یہ ہے کہ بلا کسی سبب و تعلق و نفع یا ضرر دنیوی کے اکثر خلائق کا کسی کیطرف میلان قلب اور گمان نیک ہونا علامت ہے اُس شخص کے محبوب و مقبول ہونے کی اسی طرح بلا کسی لوث نفع و ضرر ظاہری کے اکثر لوگوں کا کسی سے نفرت کرنا اور اُسکو اچھا نہ سمجھنا علامت ہے غیر مقبول عند اللہ ہونے کی اور جو صداقت یا عداوت کسی احسان یا رشتہ داری یا ضرر و ناموافقت معاملہ سے ہو اسکا اعتبار نہیں۔ اور یاد رہے کہ جن لوگوں کی طینت میں جہل و فساد غالب ہے اُن کا ادراک بھی غیر معتبر ہے۔

حدیث پانزدہم عن معاذ بن جبلؓ قال سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول قال اللہ تعالیٰ وجبت محبتی للمتحابین فی والمتجالسین فی المتزاورین فی والمتباذلین فی رواہ مالک (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۱۸) **ترجمہ** حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میری محبت اُن لوگوں کے لئے ثابت ہو چکی جو میرے ہی واسطے باہم ایک دوسرے سے محبت رکھتے ہیں اور میرے ہی علاقہ سے ایک دوسرے کے پاس بیٹھتے ہیں اور میرے ہی سبب ایک دوسرے کی زیارت و ملاقات کرتے ہیں اور میری ہی وجہ سے آپس میں ایک دوسرے پر مال خرچ کرتے ہیں۔ روایت کیا اُسکو امام مالک رح نے **ف**۔ **فضیلت جماعۃ صوفیہ** یہ حدیث صوفیہ اہل حق کی فضیلت اور اُنکے لئے بشارت پر صاف دلالت کرتی ہے۔ کیونکہ یہ صفات جو حدیث میں مذکور ہیں بالکل وجوہ ان حضرات میں مشاہدہ کئے جاتے ہیں پیر و مرید میں محبت اور پیر بھائیوں میں اُلفت اسیطرح دوسرے بزرگوں سے تعلق اور جان و مال سے دریغ نہ کرنا اور دور و دراز سے زیارت کے لئے سفر کرنا یہ امور اُن

حضرات میں محض خالصاً للہ بلا کسی دنیوی تعلق کے ہوتے ہیں۔

۲۶ **حدیث شانزدہم** عن ابی الدرداء قال ما اودان لی متجرا علی درجة جامع دمشق اصیب فیه کل یوم خمسین دینارا اتصدق بها فی سبیل الله ولا تفوتنی الصلوٰة فی الجماعة وما لی تحل بیع ما احل الله تعالیٰ ولکنی اکره ان لا اکون من الذین قال الله تعالیٰ فیهم رجال لا تلهیهم تجارة ولا بیع عن ذکر الله اخرجه ابن زین (تیسیر الکلیۃ ص ۲۵) ترجمہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں اسکو پسند نہیں کرتا کہ جامع مسجد دمشق کی سیڑھیوں پر (کہ وہ جگہ زیادہ اجتماع کی ہے) میری تجارت ہو جسمیں مجھکو پچاس دینار روزانہ ملجاویں اور اُن کو (روزانہ) اللہ تعالیٰ کی راہ میں خیرات بھی کردوں اور جماعت کی کوئی نماز بھی فوت نہ ہو (یعنی ایسی حالت میں بھی پسند نہیں کرتا) اور اُسکی یہ وجہ نہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام کرتا ہوں لیکن مجھکو یہ امر ناگوار ہے کہ اُس جماعت میں داخل نہ رہوں جنکے بارہ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جن کو تجارت اور بیع ذکر اللہ سے غافل نہیں کرتی۔ روایت کیا اسکو رزین نے **ف عادۃ۔ مبالغہ در ترک تعلقات** اکثر اصحاب طریقت نے اپنے لئے بکثیر تعلقات کو پسند نہیں کیا گو وہ تعلقات مباح ہی کیوں نہ ہوں اور اسی لئے متوکلانہ آزادانہ زندگی بسر فرمائی ہے۔ حتیٰ کہ حضرت مرشدی علیہ الرحمۃ نے ایک دیندار دولتمند کو جو ہندوستان سے ہجرت مکہ معظمہ کا ارادہ رکھتے تھے تحریر فرمایا تھا کہ ریاست سے مکہ میں صرف اُسی قدر آمدنی منگانے کا انتظام کرنا جتنا تمہارے مصارف ضروریہ کیلئے کافی ہوجاوے خیرات کے لئے اپنے پاس مت منگانا جس کی خدمت کرنا ہو وہاں سے وہاں ریاست سے متعلق کردینا تاکہ یہاں رہنے کی حالت میں قلب کو غیر اللہ کا اتنا تعلق بھی نہ رہے۔ سو اہل ظاہر اول خود اس درجہ تقلیل تعلقات مباحہ کو رہبانیت کہتے ہیں پھر جسکو صاحب مضمون حضرت مرشدی رح کے ارشاد میں ہے کہ ظاہراً یہ تعلق عبادت ہی اسکے قطع کو تو خدا جانے کیا کہیں گے لیکن اس حدیث سے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا صاف یہی مذاق معلوم ہوتا ہے۔ کہ انھوں نے باوجود تصدق کے بھی کثرت مال و تجارت کو پسند نہیں فرمایا صحابی پر رہبانیت یا ترک عبادت کا کب احتمال ہوسکتا ہے راز اُسمیں یہی ہے کہ اُن تعلقات سے غلبہ و دوام حضور میں خلل ہوجاتا ہے جیسا خود حضرت ابوالدرداء نے مابی میں اسکا رہبانیت نہ ہونا اور نکتی میں یہ راز بتلا دیا اور آیت کو ایک وجہ خاص پر محمول فرمایا یعنی ترک تجارت و بیع پر باعتبار حالت اکثر طبایع کے محمول فرمایا اسی معنی میں کہا گیا ہے ؎ ہر چہ از دوست میرسد نیکوست۔ ہر چہ از یار دور فتی چہ زشت آن نقش و چہ زیبا

فائدہ۔ اور قرآن مجید کی اس آیت لا تلهیهم الخ سے بنا بر تفسیر مشہور کے صوفیہ کے قول خلوت در انجمن کا بھی اثبات ہوتا ہے

۲۷ **حدیث ہفدہم** عن جابر فی حدیث طویل فیه قصة بیع الجمل فلما قدمت المدینة قال رسول الله صلے الله علیه وسلم لبلال اعطه اوقیة ذهب وزده فزادنی

قیراطا فقلت لا تفارقنی زیادۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فکان فی کیس لی الی ان اخذہ اھل الشام یوم الحرۃ رواہ مسلم (تیسیر ملکانہ ص ۲۹) ترجمہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں جسمیں شتر فروخت کرنے کا قصہ مذکور ہے۔ مروی ہے کہ جب میں مدینہ طیبہ پہونچا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ ان کو (یعنی جابر رضی اللہ عنہ کو) ایک اوقیہ سونا (قیمت شتر) دیدو اور (اوپر سے) کچھ زیادہ دیدو پس انہوں نے مجھکو ایک قیراط زیادہ دیا میں نے (دل میں) کہا کہ یہ زیادہ جو حضور نے (علاوہ) دیا ہے۔ یہ میری جان سے علیحدہ نہ ہوگی (یعنی اسکو اہتمام وحفاظت سے رکھونگا) پس، وہ میری تھیلی میں موجود رہی یہانتک کہ اسکو اہل شام نے واقعہ حرہ میں لے لیا روایت کیا اسکو مسلم نے ف۔ عادۃ امساک تبرکات شیوخ اکثر اہل محبت کی عادت ہے کہ اپنے بزرگوں کی چیزیں برکت یا یادگار کے لئے نہایت اہتمام وذوق شوق سے رکھتے ہیں اس حدیث میں اسکی اصل صراحۃً موجود ہے۔ عادۃ امساک تبرکات

حدیث ہشتم عن عوف بن مالک الاشجعی قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انا وامرأۃ سفعاء الخدین کھاتین یوم القیامۃ امرأۃ امت من زوجھا ذات منصب وجمال حبست نفسھا علی یتاماھا حتی بانوا او ماتوا۔ اخرجہ ابو داؤد (تیسیر ملکانہ ص ۲۳) ترجمہ حضرت عوف بن مالک اشجعی سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں اور وہ عورت جسکے رخساروں کی رونق (محنت ومشقت سے) جاتی رہی ہو مثل ان دو انگلیوں کے (یعنی سبابہ ووسطیٰ کے قریب) ہونگے قیامت کے روز یعنی وہ عورت جو اپنے شوہر سے بیوہ ہوگئی اور شان وصورت والی ہے اور اپنے کو اپنے یتیم بچوں (کی پرورش) کیلئے نکاح سے باز رکھا یہانتک کہ وہ (بڑے ہوکر) الگ ہوگئے یا مر گئے۔ روایت کیا اسکو ابو داؤد نے ف۔ عادۃ ترک نکاح بمصلحتے بعض درویش آفات تعلقات سے بچنے کے لئے یا مشغولی مع اللہ میں نقصان وخلل کے احتمال سے نکاح نہیں کرتے بعض قاصر الفہم اس پر طعن ترک سنت کا کرتے ہیں۔ اس حدیث میں صریح اجازت بلکہ فضیلت ہے کہ جہاں بچوں کی اضاعۃ حقوق کا اندیشہ ہو نکاح نہ کرے (بشرطیکہ اپنے دین کی حفاظت پر قادر ہو جیسا عامہ نصوص سے معلوم ہے) جب بچوں کا ضیاع حق عذر ہے تو حق تعالےٰ کے حقوق وتعلقات خاصہ کا ضیاع ہوجانا کیوں نہ عذر ہوگا (اور وہی شرط حفاظت دین یعنی کف نفس عن الحرام پر قدرت یہاں بھی معتبر ہے) ترک نکاح بمصلحتے

حدیث نوزدہم عن الاحنف بن قیس فی حدیث طویل قال قلت ای لابی ذر ما تقول فی ھذہ العطاء قال خذہ فان فیہ الیوم معونۃ فاذا کان ثمن الدینک فدعہ اخرجہ الشیخان (تیسیر ملکانہ ص ۳۰) ترجمہ احنف بن قیس سے ایک حدیث طویل میں مروی ہے کہ میں نے حضرت ابوذر رضی سے پوچھا کہ آپ اس عطاء کے باب میں (جو کہ سلاطین وامراء سے ماہانہ یا سالانہ ملتی ہے) کیا فرماتے ہیں انہوں نے

فرمایا کہ لے لیا کرو کیونکہ اُس سے اس زمانہ میں (فراغ قلب کے لئے) مدد ملتی ہے لیکن جب وہ تمہارے دین کا معاوضہ ہو جاوے تو چھوڑ دینا۔ روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے۔ **ف۔ عادۃ قبول ہدایا از اہل اموال** عام طور پر بزرگوں کی عادت ہے کہ فتوحات وغیرہا کو رد نہیں کرتے انمیں یہی فائدہ ہے کہ اطمینان خاطر میسر ہوتا ہے اور تشویش رزق مخل مشغولی بحق نہیں ہوتی اس حدیث میں اسکے جواز کی صراحۃ ہے اور اس حکمت کی طرف اشارہ ہے البتہ اگر محض محبت سے خدمت کرنا مقصود نہو بلکہ کسی امر واجب یا محرم کے مقابلہ میں ہو تو اُس حالت میں قبول کرنا ممنوع ہوگا جیسا خود اس حدیث میں یہ بھی مذکور ہے اسیطرح اگر اُس مال کے جنس کی وجہ سے گناہ اور دین کا ضرر ہو جب بھی رد متعین ہوگا ضرر دین سب میں امر مشترک ہے۔

حدیث بست عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص قال مر بی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم واذا طین حائط امن خص فقال ما ھذا یا عبد اللہ فقلت حائط اصلحہ فقال الامر ایسر من ذلک وفی روایۃ ما اری الامر الا اعجل من ذلک اخرجہ ابو داؤد والترمذی وصححہ (تیسیر للکلکتہ ص ۳۱) ترجمہ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس ہو کر گذرے اور میں ایک پھوس کی دیوار کو لیپ رہا تھا آپنے دریافت فرمایا کہ اے عبد اللہ یہ کیا ہے میں نے عرض کیا کہ حضرت ایک دیوار ہے جسکو درست کر رہا ہوں آپنے ارشاد فرمایا کہ (موت کا) قصہ اس سے بھی بے تکلف آجانے والا ہے اور ایک روایت میں یہ ہے کہ میں (موت کے) قصہ کو اس سے بھی جلد تر آنیوالا دیکھتا ہوں روایت کیا اسکو ابو داؤد اور ترمذی نے اور صحیح کہا اس حدیث کو۔ **ف۔ عادۃ مبالغہ در تقلیل متاع** اس عادت کی تقریر حدیث شانزدہم کے تحت میں گذر چکی ہے۔ یہ حدیث بھی اس عادت کی ماخذ ہے چنانچہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسے قلیل تعلق کو بھی ان کی شان کے مناسب سمجھا۔

حدیث بست ویکم عن الحارث الاعور عن علی قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم (فی فضیلۃ القرآن من حدیث طویل) لا یشبع منہ العلماء ولا یخلق علی کثرۃ الرد ولا تنقضی عجائبہ الحدیث اخرجہ الترمذی (تیسیر للکلکتہ ص ۳۸) ترجمہ حارث اعور سے روایت ہے وہ حضرت علی سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (قرآن کی فضیلت میں) فرمایا کہ علماء اس سے سیر نہ ہوں گے اور باوجود کثرت تکرار کے یہ کبھی کہنہ نہ ہوگا اور اُسکے عجائب ختم نہ ہونگے روایت کیا اسکو ترمذی نے **ف۔ حال علوم وہبیہ و واردات قلبیہ** جب ذکر اللہ کی مواظبت اور ریاضات و مجاہدات کی کثرت سے ظلمات نفسانیہ و کدورات طبعیہ کا ازالہ ہو جاتا ہے اور قلب و روح کو حق تعالے کے ساتھ ایک نسبت خاصہ و تعلق مخصوص پیدا ہو جاتا ہے اُسوقت قلب پر بلا واسطہ

ظاہری تحصیل وسماع وغیرہ کے کچھ اسرار لطیفہ وعلوم شریفہ کا ورود والقاء ہونے لگتا ہے اس حدیث میں اس ورود کا اثبات ہے کیونکہ علوم مدونہ منقولہ محدود ومنقضی ہیں اور ان کی تحصیل کے بعد ان سے سیری بھی ہوجاتی ہے یہ عدم انقضاء وعدم شبع ان ہی علوم وہبیہ کے خواص میں سے ہے۔

۳۲ **حدیث بست ودوم** عن ابی ہریرۃ رض ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ما اجتمع قوم فی بیت من بیوت اللہ تعالیٰ یتلون کتب اللہ ویتدارسونہ بینہم الا نزلت علیہم السکینۃ وغشیتہم الرحمۃ وحفتہم الملائکۃ وذکرہم اللہ فیمن عندہ اخرجہ ابوداؤد (تیسیر ملکانہ ص ۳۸) **ترجمہ** حضرت ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نہیں مجتمع ہوا کوئی مجمع کسی گھر میں اللہ کے گھروں میں سے کہ کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہوں اور باہم اسکو پڑھتے پڑھاتے ہوں مگر نازل ہوتی ہے اوپر کیفیت تسکین قلبی کی اور ڈھانپ لیتی ہے ان کو رحمت اور گھیر لیتے ہیں انکو ملائکہ اور ذکر فرماتے ہیں انکا اللہ تعالےٰ ان (ارواح وملائکہ) میں جو کہ اللہ کے پاس ہیں روایت کیا اسکو ابوداؤد نے **ف**. عادۃ. **ذکر حلقہ** بہت سے ذاکرین کے ایک جگہ جمع ہوکر ذکر کرنے سے دلچسپی ذکر میں اور تعاکس انوار قلوب میں اور نشاط اور ہمت کا بڑھنا اور سستی کا دفع ہونا اور مداومت میں سہولت وغیرہ منافع حاصل ہوتے ہیں اسکو ذکر حلقہ کہتے ہیں اس حدیث میں اسکی اصل مع اشارہ کے اسکی برکات کی طرف موجود ہے۔ **ف**. **رسم بنا خانقاہ بغرض اجتماع فی الذکر** حضرات صحابہ وتابعین بوجہ قوت قلب وقرب عہد فیض مہد تحصیل ملکہ ذکر میں محتاج خلوت مکانی کے نہ تھے بعد میں تفاوت احوال وطبائع کے سبب عادۃً اس ملکہ کی تحصیل موقوف ہوگئی خلوت مکانی وبُعد عن عامۃ الخلق پر اسوقت حضرات مشائخ میں خانقاہیں بنانیکی رسم بمصلحت محمودہ ظاہر ہوئی ہرچند کہ اس حدیث میں بناءً علی المشہور نبوت اللہ کی تفسیر مساجد کے ساتھ کی گئی ہے لیکن اطلاق لفظ اور اشتراک علت کی بناء پر خانقاہوں کو بھی اس کے عموم میں داخل کرنا مستبعد نہیں پس اس حیثیت سے یہ حدیث اس رسم کا ماخذ ہوسکتی ہے۔ **ف** **حال کیفیت باطنی مسمی بہ نسبت** مشاہدہ شاہد ہے کہ اشتغال باذکار سے قلب میں ایک کیفیت غریبہ لذیذہ پیدا ہوجاتی ہے۔ اور مواظبت سے متمکن رسوخ ہوجاتا ہے۔ صوفیہ کی اصطلاح میں اسکو نسبت کہتے ہیں اس حدیث میں صراحۃً اسکا بیان ہے اور سکینہ سے تعبیر فرمایا ہے۔

۳۳ **حدیث بست وسوم** عن ابی سعید الخدری رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اللہ تعالیٰ من شغلہ القرآن عن مسئلتی اعطیتہ افضل ما اعطی السائلین اخرجہ الترمذی (تیسیر ملکانہ ص ۳۸) **ترجمہ** حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں جو شخص ایسا ہو کہ قرآن مجید اسکو مجھ سے کوئی چیز مانگنے سے (یعنی دعا کرنے سے) مشغول کردے (یعنی فرصت نہ لینے دے) میں جسقدر اور سائلوں کو اور دعا مانگنے والوں کو دیتا ہوں اس شخص کو

ترک مطلوبات و تعطیل ذکر

سب سے زیادہ دونگا روایت کیا اسکو ترمذی نے **ف عادۃ ترک عبادات غیر واجبہ در غلبہ ذکر** اکثر بزرگوں کے طریق میں کسی خاص ایک ذکر میں مرید کو مشغول کر دیتے ہیں اور نوافل و اوراد مختلفہ و طاعات متنوعہ حتی کہ بعض اوقات درس و تدریس یا وعظ و نصح (جبکہ علی التعیین یہ شخص اسکا مکلف نہو) چھڑا دیتے ہیں جسکی لم اور راز معلوم نہونے سے ظاہر بیں حیران ہوتا ہے۔ اور اجمالاً لم اسکی یہ ہے۔ کہ ابتدا امر میں باطن اپنی جمعیت و انتشار میں تابع ظاہر کا ہوتا ہے۔ البتہ آخر میں معاملہ بالعکس ہو جاتا ہے۔ پس اگر اشغال مختلفہ بحالہا باقی رکھے جاویں تو طبیعت میں یکسوئی اور خواطر میں اجتماع عادۃ ہرگز حاصل نہیں ہوتا جو کہ مطمح نظر ہے سلوک میں پس یہ حدیث من وجہ اس طریق کی تقریر عمدہ رہی ہے۔ کہ قرآن میں کہ ایک نوع ہے ذکر کی ایسا مشغول ہونا کہ دعا کی بھی خبر نہ رہے (جو کہ فی نفسہ ایک عبادت عظیمہ ہے مگر مرتبہ وجوب بالذات تک نہیں پہونچی) مذموم نہیں قرار دیا گیا۔ بلکہ اسپر ایک فضیلت کو مرتب فرمایا گیا ہے اور یہی حاصل تھا طریق مذکور کا۔

۴۴ **حدیث بست و چہارم** عن عائشۃ رض قالت قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الماھر بالقرآن مع السفرۃ الکرام البررۃ والذی یقرء القرآن ویتتعتع فیہ وھو علیہ شاق لہ اجران اخرجہ الخمسۃ الا النسائی (تیسیر کلاں ص ۲۹) ترجمہ حضرت عائشہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص قرآن میں ماہر ہے۔ وہ تو (درجہ میں) اُن ملائکہ کے ساتھ ہے جو پیغام آلہی کے سفیر اور مکرم اور نیک ہیں اور جو شخص قرآن پڑھتا ہو اور اسمیں اٹکتا اور رُکتا ہے اور اسکو وہ دشوار ہے (یعنی چونکہ اسمیں ماہر نہیں) اُسکو دو ثواب ملینگے روایت کیا اسکو بخاری و مسلم و ترمذی و ابو داؤد نے

عدم اہتمام لذت در ذکر و تعلیم

ف تعلیم۔ عدم اہتمام لذت در ذکر و عبادت بعض اوقات ذکر اور عبادت میں حلاوت اور لذت محسوس نہونے سے ناواقف تنگدل ہو کر اسکو چھوڑ بیٹھتا ہے یا افسردہ خاطر ہو کر یہ سمجھتا ہے۔ کہ میرا یہ عمل محض عبث اور بے سود ہے۔ اور اس گمان سے ترقی باطنی رک جاتی ہے کیونکہ اُسکا بڑا مدار یقین پر ہے محققین نے تصریحاً فرمایا ہے کہ ذکر مقصود ہے۔ لذت مقصود نہیں بلکہ لذت نہونے پر برابر مشغول رہنا اسمیں بوجہ زیادت مجاہدہ کے نفع زیادہ ہے۔ پس لذت نہونا مضر نہیں بلکہ امر مذکور کے اعتبار سے نافع ہے۔ اس حدیث میں یہ تعلیم مضمر ہے کہ ایسی تلاوت کا موجب تضاعف اجر ہونا ارشاد فرمایا ہے اور اسکی علت کی طرف بھی دھو علیہ شاق میں اشارہ فرما دیا جو حاصل ہے مجاہدہ کا۔

۴۵ **حدیث بست و پنجم** عن اسید بن حضیر قال بینما ھو یقرأ من اللیل سورۃ البقرۃ وفرسہ مربوطۃ عندہ اذ جالت الفرس فسکت فسکنت فقرأ فجالت فسکت فسکنت الفرس ثم قرأ فجالت وکان ابنہ یحیی قریبا منھا فانصرف فاخرہ ثم رفع رأسہ الی السماء فاذا مثل الظلۃ فیھا امثال المصابیح فلما اصبح حدث بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال او تدری ما ذاک قال لا قال تلک الملئکۃ دنت

لصوتك ولو قرءت لا صبحت ينظر اليها الناس لا تتوارى منهم اخرجه البخاري

(تیسیر کلکتہ ص ۳۹) ترجمہ حضرت اسید بن حضیر رض سے روایت ہے کہ وہ ایک شب کو سورہ بقر پڑھ رہے تھے اور اُن کا گھوڑا اُن کے پاس بندھا ہوا تھا دفعۃً گھوڑا اُچھلا یہ پڑھتے پڑھتے تاموش ہو گئے وہ گھوڑا بھی ٹھہر گیا یہ پھر پڑھنے لگے وہ پھر اُچھلنے لگا یہ پھر خاموش ہو گئے وہ پھر ٹھہر گیا اُنہوں نے پھر پڑھنا شروع کیا وہ پھر اُچھلنے لگا اور انکا لڑکا یحییٰ اس سے قریب تھا۔ یہ وہاں سے چلے اور اُس لڑکے کو ہٹا لیا پھر سر اُٹھا کر جو آسمان کی طرف دیکھا تو اس میں ایک سائبان سا نظر پڑا جس میں چراغ سے معلوم ہوئے۔ جب صبح ہوئی تو اُنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں ذکر کیا آپ نے فرمایا جانتے ہو کہ یہ کیا تھا اُنہوں نے نے عرض کیا نہیں آپ نے فرمایا کہ یہ فرشتے تھے کہ تمہاری آواز سے نزدیک آ گئے تھے۔ اور اگر تم پڑھتے رہتے تو صبح کے وقت وہ فرشتے یہاں ہی رہتے کہ سب لوگ اُنکو دیکھتے اور وہ اُن کی نظروں سے غائب نہ ہوتے روایت کیا اسکو بخاری نے **ف۔ مسئلہ۔ امکان انکشاف ملائکہ غیبی** را محققین نے تصریح کی ہے کہ اولیاء اللہ ملائکہ کو دیکھ سکتے ہیں۔ بلکہ کلام وسلام کو بھی ممکن بلکہ واقع کہا ہے اُس حدیث میں صراحۃً اس کشف کا وقوع مذکور ہے اور صحیح مسلم میں حضرت عمران بن حصین کو سلام کرنا فرشتوں کا مروی ہے اور صرف اتنا ہی امر خواص نبوت سے نہیں بلکہ مامور بالتبلیغ العام ہونا بھی اُسکے ساتھ منضم ہے جو غیر نبی میں مفقود ہے پس اشتباہ غیر نبوت کا نبوت سے لازم نہیں آتا **ف مسئلہ۔ امکان علم اور ادراک کنہ کشف خود**۔ اس حدیث سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ بعض اوقات اہل کشف کو خود اپنے کشف کی حقیقت کا ادراک نہیں ہوتا چنانچہ حضرت اسید بن حضیر کو ملائکہ کا کشف تو ہوا مگر یہ اطلاع نہ ہوئی کہ یہ ملائکہ ہیں محققین نے بھی اسکی تصریح کی ہے۔ جو شخص اس تحقیق سے آگاہ ہو جاویگا۔ وہ کشف میں اپنی فہم و رائے پر ہرگز اعتماد نہ کریگا اور ایسا شخص بہت سی غلطیوں سے محفوظ رہیگا۔

حدیث بست و ششم عن ابی بن کعب رض قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یا ابا المنذر اتدری ای آیۃ من کتاب اللہ معك اعظم قلت اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم فضرب فی صدری وقال لیھنك العلم ابا المنذر اخرجہ مسلم وابو داؤد

(تیسیر کلکتہ ص ۴۵) ترجمہ حضرت ابی بن کعب رض سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا کہ اے ابو المنذر تم جانتے ہو کہ ساری کتاب اللہ میں سب سے بڑی کون سی آیت تمہارے پاس ہے میں نے عرض کیا کہ آیت الکرسی پس آپ نے میرے سینہ میں ہاتھ مارا اور فرمایا کہ تمکو یہ علم مبارک ہو اے ابو المنذر روایت کیا اسکو مسلم و ابو داؤد نے **ف حال علم وہبی** حدیث بست و یکم کے ذیل میں اسکی تقریر گذر چکی ہے۔ اس حدیث میں بھی اسکا اثبات ہے کہ بجانب اللہ بطور الہام کے اعظم آیۃ کی تعیین اُنکے قلب پر وارد ہو گئی۔ اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے اسپر مبارک باد دینے سے اس علم کی فضیلت بھی ظاہر ہے اور یہ جو فرمایا کہ

سب سے بڑی آیت یہ باعتبار ثواب خاص کے ہے اسکی نظیر دوسری آیات اور سورتوں کے باب میں بھی وارد ہے جسمیں ہر مقام پر وجوہ و اعتبارات مختلفہ کا لحاظ کیا گیا ہے۔ اور اسی بنا پر باہم متعارض بھی ہونگی مثلاً آیۃ الکرسی کا متضمن توحید ہونا باعث تضاعف ثواب خاص ہوسکتا ہے وعلی ہذا ورنہ صفات لازمۂ نفس القرآن مین جیسے کلام الٰہی ہونا یا فصاحت و بلاغت مین معجز ہونا و نحوہا ان مین قرآن کے سب اجزا متساوی و متماثل ہیں اور اس معنی کے اعتبار سے بعض اجزا کی اعظمیت پر کوئی اشکال نہین۔

حدیث بست و ہفتم عن ابی ہریرۃ قال وکلنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بحفظ زکوٰۃ رمضان فاتانی آت فجعل یحثو من الطعام فاخذتہ الی ان قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تعلم من تخاطب منذ ثلث یا ابا ہریرۃ قلت لا قال ذاک شیطان اخرجہ البخاری (تیسیر کلکتہ ص ۴۵) ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ رمضان کی حفاظت کے لئے مقرر فرمایا (ایک روز) ایک آنے والا میرے پاس آیا اور غلہ میں سے لپین بھرنے لگا میں نے اسکو پکڑ لیا یہاں تک قصہ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ تین روز سے کس سے بات چیت کیا کرتے ہو مین نے عرض کیا کہ نہین آپنے فرمایا کہ وہ شیطان تھا روایت کیا اسکو بخاری نے **ف مسئلہ** مثل جنی حدیث سے صاف واضح ہے کہ شیطان انسانی شکل مین متمثل ہوکر نظر آیا۔ **ف حال** کرامت اہل حق کا مذہب ہے کہ کرامت کا ولی سے صادر ہونا ممکن ہے حدیث میں وقوع صاف مذکور ہے۔ کہ حضرت ابوہریرہ نے اُس شیطان کو پکڑ لیا۔ **ف۔ مسئلہ امکان عدم ادراک حقیقت کرامت** خود اسکی تقریر حدیث بست و پنجم کے تحت مین ف ثانی کے بعد گذر چکی ہے۔ وہاں کشف تھا یہان کرامت چنانچہ اس قصہ میں حضرت ابوہریرہ نے اسکی شناخت سے اپنی لاعلمی بیان کی جسکے پکڑنے مین کرامت واقع ہوئی۔

حدیث بست و ہشتم عن ابی ایوب رضؓ انہ کان لہ سہوۃ فیہا تمر وکانت تجیء الغول فتاخذ منہ فشکی ذلک الی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال اذا رایتہا فقل بسم اللہ اجیبی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال فاخذہا الحدیث اخرجہ الترمذی (تیسیر کلکتہ ص ۴۵) ترجمہ حضرت ابوایوبؓ سے روایت ہے۔ کہ انکی ایک بخاری میں خرما بھرے رکھے تھے اور خبیث جنات آکر اُسمین سے لیجاتے اُنہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین اُسکی شکایت کی آپنے فرمایا کہ جاؤ اگر اسکے کسیکو دیکھو تو یون کہدینا بسم اللہ اجیبی رسول اللہ یعنی اللہ کے نام سے مدد لیتا ہون رسول اللہ کا بلایا ہوا چل راوی کہتے ہین کہ اُنہون نے (یہی کہکر) اُسکو پکڑ لیا۔ روایت کیا اسکو ترمذی نے **ف رسم اعمال و عزائم** اکثر بزرگون کے پاس جو اہل حاجت خاص اغراض کے لئے نقش و تعویذ یا جھاڑ پھونک کرانے آجاتے ہین مثلاً آسیب اُتروانے کے واسطے

اسیطرح اور کسی مطلب کے لئے تو وہ حضرات اپنے حسن واخلاق سے اسکو رد نہیں کرتے کچھ اللہ کے نام سے استدلال کرکے تدبیر کر دیتے ہین اس حدیث مین آسیب کو مغلوب کرنے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کلمات خاصہ کی تعلیم فرمائی پس اس رسم کو خلاف سُنت نہ کہا جاویگا۔ اسیطرح دوسری احادیث مین رقیہ وتعلیق تعویذ وارد ہے **تنبیہ** اس حدیث سے وجود غول کا ثابت ہوتا ہی اور دوسرے نصوص میں بھی وجود جن کی تصریح ہے یہی حقیقت ہے غول کی اور دوسری ایک حدیث مین جو لاغول سے نفی غول کی فرمائی گئی ہے۔ اُس سے مراد نفس غول کی نفی نہین بلکہ اہل جاہلیت جس درجہ میں اُنکی قدرت ضرر رسانی کے معتقد تھے مقصود اُسکی نفی فرمانا ہے۔ ہذا ما عندی۔

حدیث بست و نہم عن جابر قال فینا نزلت اذ ھمت طائفتن منکم ان تفشلا واللہ ولیھما قال نحن الطائفتان بنو حارثۃ وبنو سلمۃ وما یسرنی انھا لم تنزل لقول اللہ تعالیٰ واللہ ولیھما اخرجہ الشیخان (تیسیر للکلہ ص ۴۸) ترجمہ حضرت جابر رضہ سے روایت ہے فرمایا انہون نے کہ یہ آیت ہم لوگون کے حق مین نازل ہوئی ہے اذ ہمت طائفتان منکم ان تفشلا واللہ ولیھما (ترجمہ یہ ہی کہ اُسوقت کو یاد کرو کہ تم لوگون مین دو گروہون نے کم ہمتی کا ارادہ کیا تھا اور اللہ تعالیٰ اُن دونون کے سنبھالنے والے تھے یعنی کم ہمتی سے بچالیا) حضرت جابر کہتے ہین کہ وہ دو گروہ ہم لوگ تھے بنو حارثہ اور بنو سلمہ اور مجھکو یہ امر خوش نہیں آتا کہ یہ آیت نازل نہ ہوتی یعنی باوجودیکہ ظاہرا اسمین ہماری برائی مذکور ہے۔ اور اُسپر ہمکو ملامت کی گئی ہے جسکا طبعی مقتضا یہ ہے کہ اُسکا نازل نہونا اچھا معلوم ہوتا مگر باوجود اسکے پھر بھی نازل ہونا ہی زیادہ خوش آتا ہے) کیونکہ اسمین یہ فرمایا ہی کہ اللہ ولیھما روایت کیا اسکو بخاری ومسلم نے۔ **ف حال التذاذ بعتاب محبوب بعنوان متضمن محبت** بہت سے عشاق سے منقول ہے کہ اُنکو اپنے یا دوسرے کے مکاشفات یا الہامات سے حق تعالےٰ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے اپنا مورد کلمات عتاب یا بعد وطرد ہونا مکشوف ہوا تو اُنہون نے اُسپر مسرت والتذاذ ظاہر کیا جو ظاہر نظر میں مستبعد معلوم ہوتا ہے۔ مگر اس حدیث سے یہ استبعاد دفع ہوجاتا ہی کہ باوجود قدرے عتاب کے چونکہ اسمین ایک لفظ مشعر عنایت ہی حضرت جابر نے اُسپر مسرت ظاہر فرمائی اسیطرح عشاق کو جو کبھی عتاب وملامت کا انکشاف ہوا ہے۔ ساتھ ہی قرائن مقامیہ یا مقالیہ سے عنایت کا بھی مشاہدہ ہوا ہے ورنہ غضب وسخط محض تو علامت ہی شقاوت ولعنت کی اس پر خوش ہونیکی کوئی صورت نہین جیسا بوستان میں ایک عابد کی حکایت مذکور ہے کہ اُنکو غیب سے آواز آئی تھی کہ تیری کوئی عبادت مقبول نہین اور اُنہون نے یہ کہا کہ جب دوسرا در ہی کوئی نہیں تو خواہ قبول ہو یا نہو کہان جاؤن جسکے بعد ندا آئی قبول ست گرچہ ہنر نیست ۔ کہ جز ما نباشد دگر نیست۔ یا حضرت شاہ ابو المعالی رح کی حکایت مشہور ہی کہ اُنکے کسی مخلص مرید کو روضہ اقدس پر حکم ہوا کہ اپنے بدعتی پیر سے ہمارا سلام کہدینا اور حضرت کو جب یہ پیغام

حال لذت التذاذ بعتاب

سب سے بڑی آیت یہ باعتبار ثواب خاص کے ہے اسکی نظیر دوسری آیات اور سورتوں کے باب میں بھی وارد ہے جسمیں ہر مقام پر وجوہ و اعتبارات مختلفہ کا لحاظ کیا گیا ہے۔ اور اسی بنا پر باہم متعارض بھی ہونگی مثلاً آیۃ الکرسی کا متضمن توحید ہونا باعث تضاعف ثواب خاص ہوسکتا ہے وعلی ہذا ورنہ صفات لازمۂ نفس القرآن مین جیسے کلام الٰہی ہونا یا فصاحت و بلاغت مین معجز ہونا و محو ہا ان مین قرآن کے سب اجزا متساوی و متماثل ہیں اور اس معنی کے اعتبار سے بعض اجزا کی اعظمیت پر کوئی اشکال نہیں۔

حدیث بست و ہفتم عن ابی ہریرۃ قال وکلنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بحفظ زکوٰۃ رمضان فاتانی آت فجعل یحثو من الطعام فاخذتہ الی ان قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تعلم من تخاطب منذ ثلث یا ابا ہریرۃ قلت لا قال ذاک شیطان اخرجہ البخاری (تیسیر کلکتہ ص ۴۵) ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضی سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ رمضان کی حفاظت کے لئے مقرر فرمایا (ایک روز) ایک آنے والا میرے پاس آیا اور غلہ میں سے لپین بھرنے لگا میں نے اسکو پکڑ لیا یہاں تک قصہ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ تین روز سے کس سے بات چیت کیا کرتے ہو مین نے عرض کیا کہ نہین آپنے فرمایا کہ وہ شیطان تھا روایت کیا اسکو بخاری نے **ف مسئلہ مثل جنی** حدیث سے صاف واضح ہے کہ شیطان انسانی شکل مین متمثل ہوکر نظر آیا۔ **ف حال کرامت** اہل حق کا مذہب ہے کہ کرامت کا ولی سے صادر ہونا ممکن ہے حدیث میں وقوع صاف مذکور ہے۔ کہ حضرت ابوہریرہ نے اُس شیطان کو پکڑ لیا۔ **ف۔ مسئلہ امکان عدم ادراک حقیقت کرامت** خود اسکی تقریر حدیث بست و پنجم کے تحت مین ف ثانی کے بعد گذر چکی ہے۔ وہاں کشف تھا یہان کرامت چنانچہ اس قصہ میں حضرت ابوہریرہ نے اُسکی شناخت سے اپنی لاعلمی بیان کی جسکے پکڑنے مین کرامت واقع ہوئی۔

حدیث بست و ہشتم عن ابی ایوب رض انہ کان لہ سہوۃ فیہا تمر وکانت تجیٔ الغول فتاخذ منہ فشکی ذلک الی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال اذہب فاذا رایتہا فقل بسم اللہ اجیبی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال فاخذہا الحدیث اخرجہ الترمذی (تیسیر کلکتہ ص ۴۶) ترجمہ حضرت ابوایوب رض سے روایت ہے۔ کہ انکی ایک بخاری میں خرما بھرے رکھے تھے اور خبیث جنات آکر اُسمین سے لیجاتے اُنہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین اُسکی شکایت کی آپنے فرمایا کہ جاؤ اگر اسکو کسیکو دیکھو تو یون کہدینا بسم اللہ اجیبی رسول اللہ یعنی اللہ کے نام سے مدد لیتا ہون رسول اللہ کا بلایا ہوا چل راوی کہتے ہین کہ اُنہون نے (یہی کہکر) اُسکو پکڑ لیا۔ روایت کیا اسکو ترمذی نے **ف رسم اعمال و عزائم** اکثر بزرگون کے پاس جو اہل حاجت خاص اغراض کے لئے نقش تعویذ یا جھاڑ پھونک کرانے آجاتے ہین مثلاً آسیب اُتروانے کے واسطے

اسیطرح اور کسی مطلب کے لئے تو وہ حضرات اپنے حسن واخلاق سے اسکو رد نہیں کرتے کچھ اللہ کے نام سے استمداد کرکے تدبیر کر دیتے ہین اس حدیث مین آسیب کو مغلوب کرنے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کلمات خاصہ کی تعلیم فرمائی پس اس رسم کو خلاف سُنت نہ کہا جاویگا۔ اسیطرح دوسری احادیث مین رقیہ وتعلیق تعویذ وارد ہے **تنبیہ** اس حدیث سے وجود غول کا ثابت ہوتا ہے اور دوسرے نصوص میں بھی وجود جن کی تصریح ہے یہی حقیقت ہے غول کی اور دوسری ایک حدیث مین جو لاغول سے نفی غول کی فرمائی گئی ہے۔ اُس سے مراد نفس غول کی نفی نہین بلکہ اہل جاہلیت جس درجہ پر اُنکی قدرت جزر رسانی کے معتقد تھے مقصود اُسکی نفی فرمانا ہے۔ ہذا ما عندی۔

حدیث بست و نہم عن جابر قال فینا نزلت اذ همت طائفتان منکم ان تفشلا والله ولیهما قال نحن الطائفتان بنو حارثة وبنو سلمة وما یسرنی انها لم تنزل لقول الله تعالی والله ولیهما اخرجه الشیخان (تیسیر للکلہ ص ۴۸) ترجمہ حضرت جابر رضہ سے روایت ہے فرمایا انہون نے کہ یہ آیت ہم لوگون کے حق میں نازل ہوئی ہے اذ ہمت طائفتان منکم ان تفشلا والله ولیهما (ترجمہ یہ ہے کہ اُسوقت کو یاد کرو کہ تم لوگون مین دو گروہون نے کم ہمتی کا ارادہ کیا تھا اور اللہ تعالی اُن دونوں کے سنبھالنے والے تھے یعنی کم ہمتی سے بچایا) حضرت جابر کہتے ہین کہ وہ دو گروہ ہم لوگ تھے بنو حارثہ اور بنو سلمہ اور مجھکو یہ امر خوش نہیں آتا کہ یہ آیت نازل نہ ہوتی یعنی باوجودیکہ ظاہراً ہمین ہماری برائی مذکور ہے اور اُسپر ہمکو ملامت کی گئی ہے جسکا طبعی مقتضا یہ ہے کہ اُسکا نازل نہونا اچھا معلوم ہوتا مگر باوجود اسکے پھر بھی نازل ہونا ہی زیادہ خوش آتا ہے) کیونکہ اسمین یہ فرمایا ہے کہ اللہ ولیہما روایت کیا اسکو بخاری ومسلم نے۔ **فحال التذاذ بعتاب محبوب بعنوان متضمن محبت** بہت سے عشاق سے منقول ہے کہ اُنکو اپنے یا دوسرے کے مکاشفات یا الہامات سے حق تعالے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے اپنا مورد کلمات عتاب یا بعد وطرد ہونا مکشوف ہوا تو اُنہون نے اُسپر مسرت والتذاذ ظاہر کیا جو ظاہر نظر میں مستبعد معلوم ہوتا ہے۔ مگر اس حدیث سے یہ استبعاد دفع ہوجاتا ہے کہ باوجود قدرے عتاب کے چونکہ اسمین ایک لفظ مشعر عنایت ہے حضرت جابر نے اُسپر مسرت ظاہر فرمائی اسیطرح عشاق کو جو کبھی عتاب وملامت کا انکشاف ہوا ہے۔ ساتھ ہی قرائن مقامیہ یا مقالیہ سے عنایت کا بھی مشاہدہ ہوا ہے ورنہ غضب وسخط محض تو علامت ہی شقاوت ولعنت کی اس پر خوش ہونیکی کوئی صورت نہین جیسا بوستان میں ایک عابد کی حکایت مذکور ہے کہ اُنکو غیب سے آواز آئی تھی کہ تیری کوئی عبادت مقبول نہین اور اُنہون نے یہ کہا کہ جب دوسرا در ہی کوئی نہیں تو خواہ قبول ہو یا نہو کہان جاؤن جسکے بعد ندا آئی

قبول ست گرچہ ہنر نیست ✦ کہ جز ما پناہے دگر نیست۔ یا حضرت شاہ ابو المعالی رح کی حکایت مشہور ہے کہ اُنکے کسی مخلص مرید کو روضہ اقدس پر حکم ہوا کہ اپنے بدعتی پیر سے ہمارا سلام کہدینا اور حضرت کو جب یہ پیغام

حال لذت بتاب محبوب

پہونچا نقص کی حالت طاری تھی اور زبان پر یہ جاری تھا ؎ بدم گفتی وخورسندم عفاک اللہ نکو گفتی ؛ جواب تلخ می زیبد لب لعل شکر خارا + یا کسیکو شغل کے وقت یہ ندا آئی تھی کہ تو کافر ہوکر مریگا اُن کے شیخ نے اُن کو ارشاد فرمایا کہ یہ دشنام محبت ہی جو محبوبوں کی عادت ہوتی ہے تم اپنے کام میں لگے رہو۔ مثنوی کے اس عنوان عام میں یہ مضمون بھی داخل ہے ؎ ناخوش تو خوش بود بر جان من + دل فدائی یار دل رنجان من

۳۴ حدیث سی ام عن جابر قال مرضت فاتانی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یعودنی وابی بکرؓ وھما ماشیان فوجدانی قد اغمی علی فتوضا النبی صلے اللہ علیہ وسلم ثم صب وضوءہ علی فافقت الحدیث اخرجہ الخمسۃ الا النسائی (تیسیر کلکتہ ص ۴۹) ترجمہ حضرت جابر رضؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہین کہ میں بیمار ہوا میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضؓ عیادت کرنے کے لئے پیادہ تشریف لائے اور مجھکو بیہوش پایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور وضو کا پانی مجھپر ڈال دیا میں ہوش میں آگیا۔ روایت کیا اسکو بخاری ومسلم وترمذی وابو داؤد نے ف رسم تحصیل برکت از تبرکات اکثر اہل محبت وعقیدت کا معمول ہے کہ مقبولان الٰہی کے ملبوسات یا مستعمل اشیاء سے برکت حاصل کرتے ہین اس حدیث مین صراحۃ اسکا اثبات ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا آب وضو اُنپر ڈالا جسکی برکت سے وہ ہوش میں آگئے۔ انتفاع بتبرکات

۳۵ حدیث سی ویکم عن عبادۃ بن الصامت قال کان نبی اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اذا نزل علیہ الوحی لذلک وتربد وجھہ اخرجہ مسلم وابو داؤد والترمذی (تیسیر کلکتہ ص ۵۰) ترجمہ حضرت عبادہ بن صامت سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جب وحی نازل ہوتی تھی۔ اُسوقت آپ کو ایک قسم کا کرب ہوتا تھا اور آپ کا چہرہ مبارک متغیر ہوجاتا۔ روایت کیا اسکو مسلم اور ابو داؤد اور ترمذی نے ف حال غیبت ومحو کسی وارد غیبی کے غلبہ وہجوم سے حواس بشہ۔ یہ کا معطل ہونا اصطلاح میں غیبت ومحو کہلاتا ہے گاہے اُس وارد غالب کا اثر ظاہر جوارح پر بھی محسوس ہوتا ہے۔ اس حدیث میں صراحۃ اسکا ذکر ہے گو تعیین وارد میں تفاوت ہو۔ غیبت ومحو حال

۳۶ حدیث سی ووم عن عائشۃ رضؓ قالت کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یحرس لیلۃ حتی نزل واللہ یعصمک من الناس فاخرج رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم راسہ من القبۃ فقال یا ایھا الناس انصرفوا فقد عصمنی اللہ عز وجل اخرجہ الترمذی (تیسیر کلکتہ ص ۵۴) ترجمہ حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ رات کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پہرہ دیا جایا کرتا تھا۔ یہانتک کہ یہ آیت نازل ہوئی کہ اللہ تعالیٰ لوگون (کے شر) سے بچالیں گے۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر مبارک خیمہ سے نکال کر فرمایا اے لوگو جاؤ مجھکو اللہ تعالیٰ نے بچا لیا روایت کیا اسکو ترمذی نے ف عادۃ ترک اسباب مظنونہ توکل کی یہ قسم قوی القلب کے حفظ الٰہی بذریعہ

لئے جائز بلکہ مستحب اور اکثر اہل طریق کا یہی شعار رہا ہے۔ یہ حدیث صراحۃً اسپر دال ہے **تنبیہ** اور اسباب یقینیہ ضروریہ کا ترک ناجائز اور خارج از توکل ہے۔ البتہ اگر خرق عادت کے طور پر واقع ہو وہ مستثنیٰ ہے۔ ۴۴م

حدیث سی و سوم عن ابن عباسؓ ان رجلا اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال انی اذا اصبت اللحم انتشرت للنساء واخذتنی شھوتی فحرمت علی اللحم فانزل اللہ تعالیٰ یا ایھا الذین امنوا لا تحرموا طیبت ما احل اللہ لکم اخرجہ الترمذی (تیسیر ص ۱۵۰ ج ۲) **ترجمہ** حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں جب گوشت کھاتا ہوں تو میری طبیعت عورتوں کی طرف ابھرتی ہے۔ اور میری خواہش مجھ پر غالب ہوتی ہے۔ اسلئے میں نے اپنے اوپر گوشت کو حرام کر لیا پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ اے ایمان والو اللہ تعالیٰ نے جن پاکیزہ چیزوں کو تمہارے لئے حلال فرمایا ہے تم اُن کو حرام مت کرو۔ روایت کیا اسکو ترمذی نے **ف اصلاح منع غلو در ترک لذات** بعض متشددین بعض حلال چیزوں کو جیسے مطلق گوشت یا مثلاً بکرے کا گوشت وغیرہ اسطرح ترک کر دیتے ہیں جسطرح حرام چیزوں کو ترک کرتے ہیں یا اُنکے ترک کو موجب تقرب الی اللہ اعتقاد کرتے ہیں یہ عملاً و علماً غلو و افراط فی الدین و بدعت سیئہ اور جس رہبانیت کا ابطال نیا ہے۔ یہ تحمین و تحل سے آیت کا شان نزول جو حدیث میں آیا ہے۔ اور خود اُسکا رسول اسکی منع میں نص صریح ہے۔ اس مجاہدے نے چو لذات کو ترک کیا اُسکا مرتبہ اس سے زیادہ نہیں ہے جسطرح بعض مضر اور طبیعہ سے بعض افراد سے پرہیز کرتا ہے نہ عقیدۃً اُسکو حرام سمجھتا ہے نہ اس ترک کو عبادت جانتا ہے ایسے ترک کو البتہ رہبانیت سے کوئی تعلق نہیں۔ جیسا بعض کم فہم اسکے بھی منکر ہوئے ہیں۔

حدیث سی و چہارم عن ابن عمر قال لما توفی عبد اللہ بن ابی ابن سلول الی ان قال فقام عمر فاخذ بثوب النبی صلے اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ تصلے علیہ وقد نھاک ربک ان تصلی علیہ فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انما خیرنی اللہ الحدیث اخرجہ الخمسۃ الا ابا داؤد (تیسیر ص ۱۵۰ ج ۲) **ترجمہ** حضرت ابن عمر رضؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب عبد اللہ بن ابی ابن سلول (منافق) مر گیا (تو ایسا ایسا ہوا) یہاں تک قصہ بیان کیا کہ حضرت عمر رضؓ کھڑے ہو گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کپڑا پکڑ لیا اور عرض کیا کہ یا رسول آپ اسپر نماز (جنازہ) پڑھتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپکو اس پر نماز پڑھنے سے (بوجہ منافق ہونے کے اس آیت استغفر لھم او لا تستغفر لھم الآیہ میں) منع فرمایا ہے۔ آپنے فرمایا ہے کہ مجھکو اللہ تعالیٰ نے اس (اُس آیت میں) اختیار دیا ہے (منع نہیں فرمایا) روایت کیا اسکو بخاری و مسلم و ترمذی و نسائی نے **ف حال** سکے سبب وارد **قوی** وارد غیبی کے ظاہری و باطنی احکام میں

امتیاز کا اُٹھ جانا سکتہ ہے۔ اور اس امتیاز کا عود کر آنا صحو ہے حضرت عمر رضؓ کے قلب پر بقبض فی اللہ کا ورود ایسا قوی ہوا کہ اُن کو اس طرف التفات نہ ہوا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قولاً و فعلاً کیا معاملہ کر رہا ہوں جو صورۃً ادب سے مستبعد ہے سو ایسی حالت میں شارع علیہ السلام نے معذور رکھا ہے پھر جب حالت صحو میں آئے تو حدیث میں آیا ہے کہ بعد میں مجھکو اپنی جرأت پر تعجب ہوا اور نادم ہوئے۔ فائدہ آیت موصوفہ کا مدلول استغفار کا منافقین کے لئے نافع نہ ہونا ہے نہی عن الاستغفار اسکا مدلول نہیں اس نہی کے غیر مدلول ہونیکو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیرنی اللہ میں بیان فرمادیا حضرت عمر نے غلبہ سکر میں اسمیں تامل نہیں فرمایا اور ظاہر سیاق کو نہی پر معمول فرمایا۔

حدیث سی و پنجم عن عبد اللہ بن کعب عن کعب فی حدیث تخلفہ عن تبوک ونھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم المسلمین عن کلامنا ایھا الثلاثۃ وفیہ قال لما جاءنی الذی سمعت صوتہ یبشرنی نزعت لہ ثوبی فکسوتھما ایاہ ببشارتہ وفیہ حتی اذا ضاقت علیھم الارض بما رحبت اخرجہ الخمسۃ (تیسیر کلتہ ص ۲۹۶) **ترجمہ** حضرت عبد اللہ بن کعب سے روایت ہے۔ وہ حضرت کعب سے اُن کے غزوہ تبوک سے رہجانے کے واقعہ میں روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو اُن تینوں آدمیوں کے ساتھ کلام کرنے سے منع فرمادیا (جو کہ غزوہ سے رہ گئے تھے) اور اُس حدیث میں یہ بھی ہے حضرت کعب کہتے ہیں کہ جس وقت میرے پاس وہ شخص آیا جسکی میں نے آواز سُنی تھی۔ کہ وہ مجھکو بشارت (قبول توبہ کی) دیتا تھا تو میں نے اپنے دونوں کپڑے اُتار کر اس بشارت کے صلہ میں اُسکو دیدئے اور اُس حدیث میں یہ بھی ہے حتی کہ اُن تینوں آدمیوں پر جب زمین باوجود اپنی اتنی بڑی فراخی کے تنگ ہوگئی (بوجہ غم کے الخ) روایت کیا اسکو بخاری ومسلم وترمذی ونسائی وابوداؤد نے **ف عادۃ** مہاجرت مرید للزجر کثیر بزرگوں کی حکایتیں سُنی گئی ہیں کہ مریدکی کسی خلاف وضع حرکت پر اُسکو نکال دیا یا اس سے بولنا چھوڑ دیا یا اور کوئی مناسب سزا دی اور مقصود اس سے محض تنبیہ ہوتی ہے۔ عداوت منشا نہیں ہوتا سو اس حدیث سے اس عمل کا تحسن ہونا ثابت ہے۔ کہ حضور نے ان تینوں صاحبوں سے یہی معاملہ فرمایا **ف رسم عطار یا چہ در طرب آرند را** یہ بھی اہل وجد میں معمول ہے۔ کہ کسی شعر پر محظوظ ہوکر سُنانے والے کو کوئی کپڑا یا کچھ نقد دیدیتے ہیں حضرت کعب کا اُس بشیر کو کپڑا دیدینا اسی قبیل سے ہے **ف حال قبض** محبوب کی تجلی جلالی یعنی آثار عظمت واستغنا کے وارد ہونے سے قلب کا گرفتہ ہونا قبض کہلاتا ہے۔ اس واقعہ میں جو ان تینوں صاحبوں کی حالت تنگی کی ہوگئی تھی وہ بھی قبض تھا جسکا سبب توقف قبول توبہ میں تھا جو آثار جلال سے ہے اسی حالت کو اس قصہ میں ضیق ارض وضیق النفس سے تعبیر فرمایا گیا ہے اور قبض کے مقابل حالت بسط ہے یعنی آثار لطف وفضل کے ورود سے قلب کو سرور وفرحت ہونا اسی واقعہ میں ان حضرات پر قبول توبہ کے

عادۃ مہاجرت مرید للزجر کثیر بزرگوں کی حکایتیں سُنی گئی

حال قبض وبسط

ظاہری تحصیل وسماع وغیرہ کے کچھ اسرار لطیفہ وعلوم شریفہ کا ورود والقاء ہونے لگتا ہے اس حدیث میں اس ورود کا اثبات ہے۔ کیونکہ علوم مدونہ منقولہ محدود ومنقضی ہیں اور ان کی تحصیل کے بعد ان سے سیری ہی ہو جاتی ہے یہ عدم انقضاء وعدم شبع ان ہی علوم وہبیہ کے خواص میں سے ہے۔

حدیث بست و دوم عن ابی ھریرۃ رض ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال ما اجتمع قوم فی بیت من بیوت اللہ تعالیٰ یتلون کتب اللہ ویتدارسونہ بینھم الا نزلت علیھم السکینۃ وغشیتھم الرحمۃ وحفتھم الملائکۃ وذکرھم اللہ فیمن عندہ اخرجہ ابوداؤد

(تیسیر کلکتہ ص ۳۰) ترجمہ حضرت ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نہیں مجتمع ہوا کوئی مجمع کسی گھر میں اللہ کے گھروں میں سے کہ کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہوں اور باہم اسکو پڑھتے پڑھاتے ہوں مگر نازل ہوتی ہے اوپر ان کیفیت تسکین قلبی کی اور ڈھانپ لیتی ہے ان کو رحمت اور گھیر لیتے ہیں ان کو ملائکہ اور ذکر فرماتے ہیں انکا اللہ تعالےٰ ان (ارواح وملائکہ) میں جو کہ اللہ کے پاس ہیں، روایت کیا اسکو ابوداؤد نے **ف**۔ عادۃ۔ ذکر حلقہ بہت سے ذاکرین کے ایک جگہ جمع ہو کر ذکر کرنے سے دلچسپی ذکر میں اور تعاکس انوار قلوب میں اور نشاط اور ہمت کا بڑھنا اور سستی کا دفع ہونا اور مداومت میں سہولت وغیرہ منافع حاصل ہوتے ہیں اسکو ذکر حلقہ کہتے ہیں اس حدیث میں اسکی اصل مع اشارہ کے اسکی برکات کی طرف موجود ہے۔ **ف**۔ رسم بنا خانقاہ بغرض اجتماع فی الذکر حضرات صحابہ وتابعین بوجہ قوت قلب وقرب عہد فیض مہد تحصیل ملکہ ذکر میں محتاج خلوت مکانی کے نہ تھے بعد میں تفاوت احوال وطبائع کے سبب عادۃً اس ملکہ کی تحصیل موقوف ہو گئی خلوت مکانی وبُعد عن عامۃ الخلق پر بسوقت حضرات مشائخ میں خانقاہیں بنانیکی رسم بمصلحت محمودہ ظاہر ہوئی ہر چند کہ اس حدیث میں بناء علی المشہور بیوت اللہ کی تفسیر مساجد کے ساتھ کی گئی ہے لیکن اطلاق لغۃ اور اشتراک علت کی بناء پر خانقاہوں کو بھی اس کے عموم میں داخل کرنا مستبعد نہیں پس اس حیثیت سے یہ حدیث اس رسم کا ماخذ ہو سکتی ہے۔ **ف** حال کیفیت باطنی مسمی بہ نسبت مشاہدہ شاہد ہے کہ اشتغال بالذکر سے قلب میں ایک کیفیت غریبہ لذیذہ پیدا ہو جاتی ہے۔ اور مواظبت سے اسمیں رسوخ ہو جاتا ہے۔ صوفیہ کی اصطلاح میں اسکو نسبت کہتے ہیں اس حدیث میں صراحۃً اسکا بیان ہے اور سکینہ سے تعبیر فرمایا ہے۔

حدیث بست و سوم عن ابی سعید الخدری رض قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول اللہ تعالیٰ من شغلہ القرآن عن مسئلتی اعطیتہ افضل ما اعطی السائلین اخرجہ الترمذی

(تیسیر کلکتہ ص ۳۰) ترجمہ حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں جو شخص ایسا ہو کہ قرآن مجید اسکو مجھ سے کوئی چیز مانگنے سے (یعنی دعا کرنے سے) مشغول کر دے (یعنی فرصت نہ لینے دے) میں جسقدر اور سائلوں کو (اور دعا مانگنے والوں کو) دیتا ہوں اس شخص کو

ترک طاعات و نوافل ذکر

سب سے زیادہ دونگا روایت کیا اسکو ترمذی نے **ف عادۃ ترک عبادات غیر واجبہ در غلبہ ذکر** اکثر بزرگوں کے طریق میں کسی خاص ایک ذکر میں مرید کو مشغول کر دیتے ہیں اور نوافل و اوراد مختلفہ و طاعات متنوعہ حتی کہ بعض اوقات درس و تدریس یا وعظ و نصح (جبکہ علی التعیین یہ شخص اسکا مکلف نہو) چھڑا دیتے ہیں جسکی لم اور راز معلوم نہونے سے ظاہر بین حیران ہوتا ہے۔ اور اجمالاً لم اسکی یہ ہے۔ کہ ابتدا امر میں باطن انسی حمیت و انتشار میں تابع ظاہر کا ہوتا ہے۔ البتہ آخر میں معاملہ بالعکس ہو جاتا ہے۔ پس اگر اشغال مختلفہ بحالہا باقی رکھے جاویں تو طبیعت میں یکسوئی اور خواطر میں اجتماع عادۃ ہرگز حاصل نہیں ہوتا جو کہ مطمح نظر ہے سلوک کا پس یہ حدیث من وجہ اس طریق کی تقریر کر رہی ہے۔ کہ قرآن میں کہ ایک نوع ہے ذکر کی ایسا مشغول ہونا کہ دعا کی بھی خبر نہ رہے (جو کہ فی نفسہ ایک عبادت عظیمہ ہے مگر مرتبہ وجوب بالذات تک نہیں پہونچی) مذموم نہیں قرار دیا گیا۔ بلکہ اسپر ایک فضیلت کو مرتب فرمایا گیا ہے اور یہی حاصل تقاطر طریق مذکور کا۔

۲۴۴ **حدیث بست و چہارم** عن عائشۃ رض قالت قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الماھر بالقرآن مع السفرۃ الکرام البررۃ والذی یقرء القرآن ویتتعتع فیہ وھو علیہ شاق لہ اجران اخرجہ الخمسۃ الا النسائی (مشیہ بکلکتہ ص ۲۹) ترجمہ حضرت عائشہ رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص قرآن میں ماہر ہے۔ وہ تو (درجہ میں) اُن ملائکہ کے ساتھ ہے جو پیغام آلہی کے سفیر اور مکرم اور نیک ہیں۔ اور جو شخص قرآن پڑھتا ہے اور اسمیں اٹکتا اور رُکتا ہے اور اسکو وہ دشوار ہے (یعنی چونکہ اسمیں ماہر نہیں) اُسکو دو ثواب ملینگے روایت کیا اسکو بخاری و مسلم و ترمذی و ابو داؤد نے **ف تعلیم۔ عدم اہتمام لذت در ذکر و عبادت** بعض اوقات ذکر اور عبادت میں حلاوت اور لذت محسوس نہونے سے ناواقف تنگدل ہو کر اسکو چھوڑ بیٹھتا ہے یا افسردہ خاطر ہو کر یہ سمجھتا ہے۔ کہ میرا یہ عمل محض عبث اور بے سود ہے۔ اور اس گمان سے ترقی باطنی رک جاتی ہے کیونکہ اسکا بڑا مدار یقین پر ہے محققین نے تصریحاً فرمایا ہے کہ ذکر مقصود ہے۔ لذت مقصود نہیں بلکہ لذت نہونے پر برابر مشغول رہنا اسمیں بوجہ زیادت مجاہدہ کے نفع زیادہ ہے۔ پس لذت نہونا مضر نہیں بلکہ امر مذکور کے اعتبار سے نافع ہے۔ اس حدیث میں یہ تعلیم مصرح ہے کہ ایسی تلاوت کا موجب تضاعف اجر ہونا ارشاد فرمایا ہے اور اسکی علت کی طرف بھی وھو علیہ شاق میں اشارہ فرما دیا جو حاصل ہے مجاہدہ کا۔

۲۴۵ **حدیث بست و پنجم** عن اسید بن حضیر قال بینما ھو یقرأ من اللیل سورۃ البقرۃ وفرسہ مربوطۃ عندہ اذ جالت الفرس فسکت فسکنت فقرأ فجالت فسکت فسکنت الفرس ثم قرأ فجالت وکان ابنہ یحیی قریبا منھا فانصرف فاخرہ ثم رفع رأسہ الی السماء فاذا مثل الظلۃ فیھا امثال المصابیح فلما اصبح حدث بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال او تدری ما ذاک قال لا قال تلک الملئکۃ دنت

لصوتك ولو قرءت لاصبحت ينظر اليها الناس لا تتوارى منهم اخرجه البخاري
(تیسیر ملکہ ص ۳۹) ترجمہ حضرت اسید بن حضیر رض سے روایت ہے کہ وہ ایک شب کو سورہ بقر پڑھ رہے تھے
اور اُن کا گھوڑا اُن کے پاس بندھا ہوا تھا دفعۃ گھوڑا اُچھلا یہ پڑھنے پڑھتے خاموش ہو گئے وہ گھوڑا بھی
ٹھہر گیا یہ پھر پڑھنے لگے وہ پھر اُچھلنے لگا یہ پھر خاموش ہو گئے وہ پھر ٹھہر گیا اُنہوں نے پھر پڑھنا شروع
کیا وہ پھر اُچھلنے لگا اور انکا لڑکا یحییٰ اس سے قریب تھا۔ یہ وہاں سے چلے اور اُس لڑکے کو ہٹا لیا پھر سر اُٹھا کر
جو آسمان کی طرف دیکھا تو اُس میں ایک سائبان سا نظر پڑا جس میں چراغ سے معلوم ہوئے۔ جب صبح ہوئی
تو اُنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں ذکر کیا آپ نے فرمایا جانتے ہو کہ یہ کیا تھا اُنہوں نے
نے عرض کیا نہیں آپ نے فرمایا کہ یہ فرشتے تھے کہ تمہاری آواز سے نزدیک آ گئے تھے۔ اور اگر تم پڑھتے رہتے
تو صبح کے وقت وہ فرشتے یہاں ہی رہتے کہ سب لوگ اُنکو دیکھتے اور وہ اُن کی نظروں سے غائب نہ ہوتے
روایت کیا اسکو بخاری نے ف۔ مسئلہ۔ امکان انکشاف ملائکہ غیر نبی را محققین نے تصریح کی ہے
کہ اولیاء اللہ ملائکہ کو دیکھ سکتے ہیں۔ بلکہ کلام و سلام کو بھی ممکن بلکہ واقع کہا ہے اُس حدیث میں صراحۃً اس
کشف کا وقوع مذکور ہے اور صحیح مسلم میں حضرت عمران بن حصین کو سلام کرنا فرشتوں کا مروی ہے اور
صرف اتنا ہی امر خواص نبوت سے نہیں بلکہ مامور بالتبلیغ العام ہونا بھی اسکے ساتھ منضم ہے جو غیر نبی میں
مفقود ہے پس اشتباہ غیر نبوت کا نبوت سے لازم نہیں آتا ف مسئلہ۔ امکان علم ادراک
کنہ کشف خود۔ اس حدیث سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ بعض اوقات اہل کشف کو خود اپنے کشف کی
حقیقت کا ادراک نہیں ہوتا چنانچہ حضرت اسید بن حضیر کو ملائکہ کا کشف تو ہوا مگر یہ اطلاع نہ ہوئی
کہ یہ ملائکہ ہیں محققین نے بھی اسکی تصریح کی ہے۔ جو شخص اس تحقیق سے آگاہ نہ ہوجاویگا۔ وہ کشف میں اپنی
فہم و رائے پر ہرگز اعتماد نہ کریگا اور ایسا شخص بہت سی غلطیوں سے محفوظ رہیگا۔

۲۲۶ **حدیث بست و ششم** عن ابی بن کعبؓ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
یا ابا المنذر اتدری ای آیۃ من کتاب اللہ معک اعظم قلت اللہ لا الہ الا ھو الحی
القیوم فضرب فی صدری وقال لیھنك العلم ابا المنذر اخرجہ مسلم وابو داؤد
(تیسیر کلمۃ ص ۴۵) ترجمہ حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن
سے فرمایا کہ اے ابو المنذر تم جانتے ہو کہ ساری کتاب اللہ میں سب سے بڑی کون سی آیت تمہارے پاس ہے میں
نے عرض کیا کہ آیت الکرسی پس آپ نے میرے سینہ میں ہاتھ مارا اور فرمایا کہ تمکو یہ علم مبارک ہو اے ابو المنذر
روایت کیا اسکو مسلم و ابو داؤد نے ف حال علم وہبی حدیث بست و یکم کے ذیل میں اسکی تقریر گذر چکی
ہے۔ اس حدیث میں بھی اسکا اثبات ہے کہ بجانب اللہ بطور الہام کے اعظم آیۃ کی تعیین اُنکے قلب پر وارد ہو
گئی۔ اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے اسپر مبارک باد دینے سے اس علم کی فضیلت بھی ظاہر ہے اور یہ جو فرمایا کہ

سب سے بڑی آیت یہ باعتبار ثواب خاص کے ہے اسکی نظیر دوسری آیات اور سورتوں کے باب میں بھی وارد ہے جسمیں ہر مقام پر وجوہ و اعتبارات مختلفہ کا لحاظ کیا گیا ہے۔ اور اسی بنا پر باہم متعارض بھی ہونگی مثلاً آیۃ الکرسی کا مضمون توحید ہونا یا عظمت تضاعف ثواب خاص ہوسکتا ہے وعلی ہذا اور نہ صفات لازمۂ نفس القرآن میں جیسے کلام الٰہی ہونا یا فصاحت و بلاغت میں معجز ہونا ونحوہا ان میں قرآن کے سب اجزا متساوی و متماثل ہیں اور اس معنی کے اعتبار سے بعض اجزا کی اعظمیت پر کوئی اشکال نہیں۔

حدیث بست و ہفتم عن ابی ہریرۃ قال وکلنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بحفظ زکوٰۃ رمضان فاتانی آت فجعل یحثو من الطعام فاخذتہ الی ان قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تعلم من تخاطب منذ ثلث یا ابا ہریرۃ قلت لا قال ذاک شیطان اخرجہ البخاری (تیسیر کلمۃ ص ۴۵) ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ رمضان کی محافظت کے لئے مقرر فرمایا (ایک روز) ایک آنے والا میرے پاس آیا اور غلہ میں سے لپیں بھرنے لگا میں نے اسکو پکڑ لیا یہاں تک قصہ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ تین روز سے کس سے بات چیت کیا کرتے ہو میں نے عرض کیا کہ نہیں آپنے فرمایا کہ وہ شیطان تھا روایت کیا اسکو بخاری نے **ف مسئلہ** مثل جنی حدیث سے صاف واضح ہے کہ شیطان انسانی شکل میں متشکل ہوکر نظر آیا۔ **ف حال** کرامت اہل حق کا مذہب ہے کہ کرامت کا ولی سے صادر ہونا ممکن ہے حدیث میں وقوع صاف مذکور ہے۔ کہ حضرت ابوہریرہ نے اس شیطان کو پکڑ لیا۔ **ف۔ مسئلہ** امکان عدم ادراک حقیقت کرامت خود اسکی تقریر حدیث بست و پنجم کے تحت میں وجہ ثانی کے بعد گذر چکی ہے۔ وہاں کشف تھا یہاں کرامت چنانچہ اس قصہ میں حضرت ابوہریرہ نے اسکی شناخت سے اپنی لاعلمی بیان کی جسکے پکڑنے میں کرامت واقع ہوئی۔

حدیث بست و ہشتم عن ابی ایوب رضؓ انہ کان لہ سہوۃ فیہا تمر وکانت تجیء الغول فتاخذ منہ فشکی ذلک الی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال اذہب فاذا رایتہا فقل بسم اللہ اجیبی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال فاخذہا الحدیث اخرجہ الترمذی (تیسیر کلمۃ ص ۴۵) ترجمہ حضرت ابوایوبؓ سے روایت ہے۔ کہ انکی ایک بخاری میں خرما بھرے رکھے تھے اور جیت غول آکر اسمیں سے لیجاتے انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اسکی شکایت کی آپنے فرمایا کہ جاؤ اگر اب کے کسیکو دیکھو تو یوں کہدینا بسم اللہ اجیبی رسول اللہ یعنی اللہ کے نام سے مدد لیتا ہوں رسول اللہ کا بلایا ہوا چل راوی کہتے ہیں کہ انہوں نے (یہی کہکر) اسکو پکڑ لیا۔ روایت کیا اسکو ترمذی نے **ف رسم اعمال وعزائم** اکثر بزرگوں کے پاس جو اہل حاجت خاص اغراض کے لئے نقش و تعویذ یا جھاڑ پھونک کرانے آجاتے ہیں مثلاً آسیب اتروانے کے واسطے

اسیطرح اورکسی مطلب کے لئے تو وہ حضرات اپنے حسن واخلاق سے اُسکو رد نہیں کرتے کچھ اللہ کے نام سے استمداد کرکے تدبیر کر دیتے ہین اس حدیث مین آشیب کو مغلوب کرنے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کلمات خاصہ کی تعلیم فرمائی پس اس رسم کو خلاف سُنت نہ کہنا چاہیئے۔ اسیطرح دوسری احادیث مین رقیہ وتعلیق تعویذ وارد ہے **تنبیہ** اس حدیث سے وجود غول کا ثابت ہوتا ہے اور دوسرے نصوص میں بھی وجود جن کی تصریح ہے یہی حقیقت ہے غول کی اور دوسری ایک حدیث مین جو غول سے نفی غول کی فرمائی گئی ہے۔ اُس سے مراد نفس غول کی نفی نہین بلکہ اہل جاہلیت جس درجہ میں اُنکی قدرت حضر رسانی کے معتقد تھے مقصود اُسکی نفی فرمانا ہے۔ ہذا ما عندی۔

حدیث البہت وہم عن جابر قال فینا نزلت اذ ہمت طائفتن منکم ان تفشلا واللہ ولیہما قال نحن الطائفتان بنو حارثۃ وبنو سلمۃ وما یسرنی انہا لم تنزل لقول اللہ تعالیٰ واللہ ولیہما اخرجہ الشیخان (تیسیر للکہ ص ۴۸) ترجمہ حضرت جابر رضہ سے روایت ہے فرمایا اُنہون نے کہ یہ آیت ہم لوگون کے حق مین نازل ہوئی ہے اذ ہمت طائفتان منکم ان تفشلا واللہ ولیہما (ترجمہ یہ ہے کہ اُسوقت کو یاد کرو کہ تم لوگون مین دو گروہون نے کم ہمتی کا ارادہ کیا تھا اور اللہ تعالیٰ اُن دونوں کے سنبھالنے والے تھے یعنی کم ہمتی سے بچالیا) حضرت جابر کہتے ہین کہ وہ دو گروہ ہم لوگ تھے بنو حارثہ اور بنو سلمہ اور مجھکو یہ امر خوش نہیں آتا کہ یہ آیت نازل نہ ہوتی (یعنی باوجودیکہ ظاہراً ہمین ہماری بُرائی مذکور ہے۔ اور اُسپر ہمکو ملامت کی گئی ہے۔ جسکا طبعی مقتضا یہ ہے کہ اُسکا نازل نہونا اچھا معلوم ہوتا مگر باوجود اسکے پھر بھی نازل ہونا ہی زیادہ خوش آتا ہے) کیونکہ اسمین یہ فرمایا ہے کہ اللہ ولیہما راوایت کیا اسکو بخاری ومسلم نے۔ **ف حال النداء بعتاب محبوب بعنوان متضمن محبت** بہت سے عشاق سے منقول ہے کہ اُنکو اپنے یا دوسرے کے مکاشفات یا الہامات سے حق تعالےٰ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے اپنا مورد کلمات عتاب یا بعد وطرد ہونا مکشوف ہوا تو اُنہون نے اُسپر مسرت واللہ ظاہر کیا جو ظاہر نظر میں مستبعد معلوم ہوتا ہے۔ مگر اس حدیث سے یہ استبعاد دفع ہوجاتا ہے کہ باوجود قدرے عتاب کے چونکہ اُسمین ایک لفظ مشعر عنایت ہے حضرت جابر نے اُسپر مسرت ظاہر فرمائی اسیطرح عشاق کو جو کبھی عتاب وملامت کا انکشاف ہوا ہے۔ ساتھ ہی قرائن مقامیہ یا مقالیہ سے عنایت کا بھی مشاہدہ ہوا ہے ورنہ غضب وسخط محض تو علامت ہی شقاوت ولعنت کی اس پر خوش ہونیکی کوئی صورت نہین جیسا بوستان میں ایک عابد کی حکایت مذکور ہے کہ اُنکو غیب سے آواز آئی تھی کہ تیری کوئی عبادت مقبول نہین اور اُنہون نے یہ کہا کہ جب دوسرا در ہی کوئی نہیں تو خواہ قبول ہو یا نہو کہان جاؤن جسکے بعد ندا آئی قبول ست گرچہ ہنر نیست ✦ کہ جز ما نیاہے وگر نیست۔ یا حضرت شاہ ابو المعالی رح کی حکایت مشہور ہے کہ اُنکے کسی مخلص مرید کو روضہ اقدس پر حکم ہوا کہ اپنے بدعتی پیر سے ہمارا سلام کہدینا اور حضرت کو جب یہ پیغام

حال النداء بعتاب محبوب

پہونچا تو مرض کی حالت طاری تھی اور زبان پر یہ جاری تھا ؎ بدم گفتی وخورسندم عفاک اللہ نکو گفتی بہ جواب تلخ می زیبد لب لعل شکر خارا + یا کسیکو شغل کے وقت یہ ندا آئی تھی کہ تو کافر ہوکر مریگا اُن کے شیخ نے اُن کو ارشاد فرمایا کہ یہ دشنام محبت ہی جو محبوبوں کی عادت ہوتی ہے تم اپنے کام میں لگے رہو۔ مثنوی کے اس عنوان عام میں یہ مضمون بھی داخل ہے ؎ ناخوش تو خوش بود بر جان من + دل فدائے یار دل رنجان من

حدیث سی ام عن جابر قال مرضت فاتانی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یعودنی وابو بکرؓ وھما ماشیان فوجدانی قد اغمی علی فتوضا النبی صلے اللہ علیہ وسلم ثم صب وضوءہ علی فافقت الحدیث اخرجہ الخمسۃ الا النسائی (تیسیر بلکہ ص ۴۹) ترجمہ حضرت جابر رضؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں بیمار ہوا میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضؓ عیادت کرنے کے لئے پیادہ تشریف لائے اور مجھکو بیہوش پایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور وضو کا پانی مجھپر ڈال دیا میں ہوش میں آگیا۔ روایت کیا اسکو بخاری ومسلم وترمذی وابو داؤد نے ف رسم تحصیل برکت از تبرکات اکثر اہل محبت وعقیدت کا معمول ہے کہ مقبولان الٰہی کے ملبوسات یا مستعمل اشیاء سے برکت حاصل کرتے ہیں اس حدیث میں صراحۃً اسکا اثبات ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا آب وضو اُنپر ڈالا جسکی برکت سے وہ ہوش میں آگئے۔

حدیث سی ویکم عن عبادۃ بن الصامت قال کان نبی اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اذا نزل علیہ الوحی اذلک وتربد وجھہ اخرجہ مسلم وابو داؤد والترمذی (تیسیر بلکہ ص ۵) ترجمہ حضرت عبادہ بن صامت سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جب وحی نازل ہوتی تھی۔ اُسوقت آپ کو ایک قسم کا کرب ہوتا تھا اور آپ کا چہرہ مبارک متغیر ہوجاتا۔ روایت کیا اسکو مسلم اور ابو داؤد اور ترمذی نے ف حال غلبت وہ محو کسی وارد غیبی کے غلبہ وہجوم سے حواس بشریہ کا معطل ہونا اصطلاح میں غلبت وہ محو کہلاتا ہے گاہے اُس وارد غالب کا اثر ظاہر جوارح پر بھی محسوس ہوتا ہے۔ اس حدیث میں صراحۃً اسکا ذکر ہے گو تعیین وارد میں تفاوت ہو۔

حدیث سی وودوم عن عائشۃ رضؓ قالت کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یحرس لیلۃ حتی نزل واللہ یعصمک من الناس فاخرج رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم راسہ من القبۃ فقال یا ایھا الناس انصرفوا فقد عصمنی اللہ عز وجل اخرجہ الترمذی (تیسیر بلکہ ص ۵۴) ترجمہ حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ رات کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پہرہ دیا جایا کرتا تھا۔ یہانتک کہ یہ آیت نازل ہوئی کہ اللہ تعالیٰ لوگوں (کے شر) سے بچالیں گے۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر مبارک خیمہ سے نکال کر فرمایا کہ اے لوگو جاؤ مجھکو اللہ تعالیٰ نے بچا لیا روایت کیا اسکو ترمذی نے ف عادۃ ترک اسباب مظنونہ توکل کی یہ قسم قوی القدر ہے

لئے جائز بلکہ مستحب اور اکثر اہل طریق کا یہی شعار رہا ہے۔ یہ حدیث صراحۃً اسپر دال ہے **تنبیہ** اور اسباب یقینیہ ضروریہ کا ترک ناجائز اور خارج از توکل ہے۔ البتہ اگر خرق عادت کے طور پر واقع ہو وہ مستثنیٰ ہے۔

۴۳م **حدیث سی وسوم** عن ابن عباسؓ ان رجلا اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال انی اذا اصبت اللحم انتشرت للنساء واخذتنی شھوتی فحرمت علی اللحم فانزل اللہ تعالیٰ یا ایھا الذین امنوا لا تحرموا طیبت ما احل اللہ لکم اخرجہ الترمذی (تیسیر الوصول ص ۳۰۰ ج ۲) **ترجمہ** حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں جب گوشت کھاتا ہوں تو میری طبیعت عورتوں کی طرف ابھرتی ہے۔ اور میری خواہش مجھپر غالب ہوتی ہے۔ اسلئے میں نے اپنے اوپر گوشت کو حرام کر لیا پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ اے ایمان والو اللہ تعالیٰ نے جن پاکیزہ چیزوں کو تمہارے لئے حلال فرمایا ہے تم اُن کو حرام مت کرو۔ روایت کیا اسکو ترمذی نے **ف اصلاح منع غلو در ترک لذات** بعض متشددین بعض حلال چیزوں کو جیسے مطلق گوشت یا مثلاً بکرے کا گوشت وغیرہ اسطرح ترک کر دیتے ہیں جسطرح حرام چیزوں کو ترک کرتے ہیں یا اُسکے ترک کو موجب تقرب الی اللہ اعتقاد کرتے ہیں یہ عملاً و علماً غلو و افراط فی الدین و بدعت سیئہ و اجیسی رہبانیت کا اجتلال آیا ہے۔ یہ تحسین و عمل ہے آیت کا شان نزول جو حدیث میں آیا ہے۔ اور خود اُسکا مدلول اسکی منع میں اُس صریح ہے۔ اور جو مجاہدہ نے جو لذات کو ترک کیا اُسکا مرتبہ اس سے زیادہ نہیں ہے جسطرح بعض مضار اطبیہ سے بسبب مریض بعض اغذیہ سے پرہیز کرتا ہے نہ عقیدۃً اُسکو حرام سمجھتا ہے نہ اس ترک کو عبادت جانتا ہے ایسے ترک کو البتہ رہبانیت سے کوئی تعلق نہیں۔ جیسا بعض کم فہم اسکے بھی منکر ہوئے ہیں۔

۴۴م **حدیث سی و چہارم** عن ابن عمر قال لما توفی عبد اللہ بن ابی ابن سلول الی ان قال فقام عمر فاخذ بثوب النبی صلے اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ تصلی علیہ وقد نھاک ربک ان تصلی علیہ فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انما خیرنی اللہ الحدیث اخرجہ الخمسۃ الا ابا داؤد (تیسیر الوصول ص ۳۵۱ ج ۲) **ترجمہ** حضرت ابن عمر رضؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب عبد اللہ بن ابی ابن سلول (منافق) مر گیا (تو ایسا ایسا ہوا) یہاں تک قصہ بیان کیا کہ حضرت عمرؓ اٹھ کھڑے ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کپڑا پکڑ لیا اور عرض کیا کہ یا رسول آپ اسپر نماز (جنازہ) پڑھتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپکو اس پر نماز پڑھنے سے (بوجہ منافق ہونے کے اس آیت استغفر لھم او لا تستغفر لھم الآیہ میں) منع فرمایا ہے۔ آپنے فرمایا ہے کہ مجھکو اللہ تعالیٰ نے اس (اُس آیت میں) اختیار دیا ہے (منع نہیں فرمایا) روایت کیا اسکو بخاری و مسلم و ترمذی و نسائی نے **ف حال** سکوت سبب وارد قوی دارد غیبی کے ظاہری و باطنی احکام میں

تیاز نکالا اٹھ جانا سلیم ہے۔ اور اس امتیاز کا عود کرآنا صحیح ہے حضرت عمر رض کے قلب پر بقبض فی اللہ کا ورود ویسا قوی ہوا کہ اُن کو اسطرف التفات نہ ہوا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قولاً و فعلاً کیا معاملہ کر رہا ہوں جو صورۃً ادب سے مستبعد ہے سو ایسی حالت میں شارع علیہ السلام نے معذور رکھا ہے پھر جب حالت صحو میں آئے تو حدیث میں آیا ہے کہ بعد میں مجھکو اپنی جرأت پر تعجب ہوا اور نادم ہوئے۔ فائدہ آیت موصوفہ کا مدلول استغفار کا منافقین کے لئے نافع نہ ہونا ہے نہی عن الاستغفار کا مدلول نہیں اس نہی کے غیر مدلول ہونیکو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسا کہ میں بیان فرمادیا حضرت عمر نے غلبہ سکر میں اسمیں تامل نہیں فرمایا اور ظاہر سیاق کو نہی پر معمول فرمالیا۔

حدیث سی و پنجم عن عبد الله بن كعب عن كعب في حديث تخلفه عن تبوك ونهى رسول الله صلى الله عليه وسلم المسلمين عن كلامنا ايها الثلاثة وفيه قال لما جاءني الذي سمعت صوته يبشرني نزعت له ثوبي فكسوتهما اياه ببشارته وفيه حتى اذا ضاقت عليهم الارض بما رحبت اخرجه الخمسة (ترجمہ حضرت عبداللہ بن کعب سے روایت ہے۔ وہ حضرت کعب سے اُن کے غزوہ تبوک سے رہجانے کے واقعہ میں روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو اُن تینوں آدمیوں کے ساتھ کلام کرنے سے منع فرمادیا (جو کہ غزوہ سے رہ گئے تھے) اور اُس حدیث میں یہ بھی ہے حضرت کعب کہتے ہیں کہ جس وقت میرے پاس وہ شخص آیا جسکی میں نے آواز سُنی تھی۔ کہ وہ مجھکو بشارت (قبول توبہ کی) دیتا تھا تو میں نے اپنے دونوں کپڑے اُتار کر اس بشارت کے صلہ میں اُسکو دیدئے اور اُس حدیث میں یہ بھی ہے حتیٰ کہ اُن تینوں آدمیوں پر جب زمین باوجود اپنی اتنی بڑی فراخی کے تنگ ہوگئی (بوجہ غم کے الخ) روایت کیا اسکو بخاری و مسلم و ترمذی و نسائی و ابوداؤد نے **ف عادۃ** مہاجرین مرید المزجر اکثر بزرگوں کی حکایتیں سُنی گئی ہیں کہ مرید کی کسی خلاف وضع حرکت پر اُسکو نکال دیا یا اس سے بولنا چھوڑ دیا یا اور کوئی مناسب سزا دی اور مقصود اس سے محض تنبیہ ہوتی ہے عداوت منشا نہیں ہوتا سو اس حدیث سے اس عمل کا تحسن ہونا ثابت ہے۔ کہ حضور نے ان تینوں صاحبوں سے یہی معاملہ فرمایا **ف رہم عطار پارچہ در طرب آرند** را یہ بھی اہل وجد میں معمول ہے۔ کہ کسی شعر پر مخطوظ ہوکر سُنانے والے کو کوئی کپڑا یا کچھ نقد دیدیتے ہیں حضرت کعب کا اس بشیر کو کپڑا دیدینا اسی قبیل سے ہے **ف حال قبض** محبوب کی تجلی جلالی یعنی آثار عظمت و استغنا کے وارد ہونے سے قلب کا گرفتہ ہونا قبض کہلاتا ہے۔ اس واقعہ میں جو ان تینوں صاحبوں کی حالت تنگی کی ہوگئی تھی وہ بھی قبض تھا جسکا سبب توقف قبول توبہ میں تھا جو آثار جلال سے ہے اسی حالت کو اس قصہ میں ضیق ارض و ضیق النفس سے تعبیر فرمایا گیا ہے اور قبض کے مقابل حالت بسط ہے یعنی آثار لطف و فضل کے ورود سے قلب کو سرور و فرحت ہونا اسی واقعہ میں ان حضرات پر قبول توبہ کے

عادۃ — عادۃ مہاجرین مرید المزجر اکثر بزرگوں کی حکایتیں سُنی گئی ہیں

حال قبض و بسط

بعد یہ حالت بھی وارد ہوئی تھی چنانچہ حدیث میں صحیح ہے جس کا ادنیٰ اثر محشر کو اپنا تمام لباس تار کر دینا ہے جسکا بیان اوپر آچکا

حدیث سی و ششم عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لما اغرق اللہ فرعون قال آمنت انہ لا الہ الا الذی آمنت بہ بنی اسراءیل قال جبرئیل یا محمد لو رایتنی واناآخذ من وحال البحر واد سہ فی فیہ مخافۃ ان تدرکہ الرحمۃ اخرجہ الترمذی (تیسیر کلکتہ ص ۶۳) ترجمہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرعون کو غرق فرمایا تو وہ کہنے لگا کہ میں ایمان لاتا ہوں نہیں کہ کوئی معبود برحق نہیں بجز اس ذات کے جسپر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں حضرت جبرئیل علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اے محمدؐ اگر آپ مجھکو (اسوقت) دیکھتے (تو تعجب فرماتے) کہ میں دریا کی کیچڑ لیکر فرعون کے مونہہ میں ٹھونستا تھا اس اندیشہ سے کہ اسکو رحمت آلہیہ نہ پالیوے روایت کیا اسکو ترمذی نے **ف** حال سکر باوجودیکہ مدار قبول ایمان کا بعد اجتماع شرائط کے قلب پر ہے۔ اگر وہ وقت قبول توبہ کا نہ تھا تو زبان سے کہنا نافع نہیں ہوسکتا اور اگر وہ وقت قبول کا تھا تو عزم قلب کافی تھا باوجود اسکے اسکے مونہہ میں کیچڑ دینا یہ بسبب غلبہ سکر کے تھا جسکی حقیقت تحت حدیث سی چہارم کے مذکور ہوچکی اور سبب اس غلبہ کا غایت درجہ کا بغض فی اللہ تھا۔

حدیث سی و ہفتم عن ابن عباسؓ قال قال ابوبکر یا رسول اللہ قد شبت قال شیبتنی ھود والواقعۃ اخرجہ الترمذی (تیسیر کلکتہ ص ۶۳) ترجمہ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے (حضور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مین) عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ تو بوڑھے ہوگئے آپنے ارشاد فرمایا کہ مجھکو سورہ ہود اور سورہ واقعہ نے بوڑھا کر دیا (بوجہ اسکے کہ سورہ ہود میں امم سابقہ کے معذب اور مورد غضب آلہی ہونے کا ذکر ہے اور واقعہ میں اہل نار و جنت کی حالت کی تفصیل ہے اور یہ دونوں مضمون عبرت و خشیت پیدا کرنیوالے ہیں) روایت کیا اسکو ترمذی نے **ف** حال ہیبت قبض و بسط میں جب اور ترقی ہوتی ہے اسکو ہیبت و انس کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال چونکہ نہایت ارفع ہیں لہذا آپ کی خشیت کو جو کہ مقدمہ قبض کو بھی شامل ہے۔ ہیبت سے تعبیر کرنا شایان ہے **ف** خلق مراقبہ ذات و صفات حق تعالےٰ یا کسی مضمون خاص کی طرف تدبر تام سے متوجہ ہوجانا اور اسکا تصور قلب میں مواظبت کے ساتھ جمانا یہ مراقبہ کہلاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ اثر خشیت کا جو ان سے بوڑھا کر دے موقوف ہے تفکر دائم و توجہ قوی پر پس حدیث سے مثل حال ہیبت کے عمل مراقبہ کا بھی اثبات ہوتا ہے چنانچہ ظاہر ہے۔

حدیث سی و ہشتم عن ابی سعید ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اتقوا فراسۃ المؤمن فانہ ینظر بنور اللہ تعالیٰ اخرجہ الترمذی (تیسیر کلکتہ ص ۶۴) ترجمہ حضرت ابوسعید خدری رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ نور آلہی سے دیکھتا ہے۔ روایت کیا اسکو ترمذی نے **ف** حال فراست

صفاء قلب کی بدولت جو کہ مواظبت ذکر اللہ و ملازمت تقوی سے حاصل ہوتا ہے۔ اکثر وجدانی طور پر حقائق
واقعات کے مدرک ہونے لگتے ہین اسکو فراست کہتے ہیں گویا وہ کشف کا ایک شعبہ ہے حدیث صراحۃً اسکی
مثبت ہے اور حدیث مین نور اللہ عبارت اسی صفاء سے ہے جسکا سبب ذکر و تقوی ہے۔

۳۳۹ **حدیث سی و نہم** عن عائشۃ انها قالت قلت یا رسول الله الذین یؤتون ما اتوا
وقلوبهم وجلة اهم الذین یشربون الخمر ویسرقون قال لا یا بنت الصدیق
ولکنهم الذین یصومون ویتصدقون ویخافون ان لا یقبل منهم اولئك الذین
یسارعون فی الخیرات اخرجه الترمذی (تیسیر الوصول ص ۱۸۰) **ترجمہ** حضرت عائشہ رضہ سے روایت
ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (قرآن مجید میں جن لوگون کے بارہ مین یہ فرمایا گیا ہے کہ) ایسے لوگ
جو وجود دیتے ہین اُن اعمال کو کہ وجود دیتے ہین اور قلوب اُن کے ڈرتے ہین (یہ فضیلت کے موقع میں
فرمایا گیا ہے) کیا اُن سے ایسے لوگ مراد ہین جو شراب پیتے ہین اور چوری کرتے ہین (شبہ کی وجہ یہ
ہوئی کہ اُن اعمال کی تعیین صریح الفاظ سے نہین فرمائی اور دلوں کا خوفناک ہونا غالبًا اعمال سیئہ
سے ہوتا ہے سو یہ قرینہ ہے اعمال بد مراد ہونے کا مگر موقع فضیلت مین اسکا فرمانا اس قرینہ کا کسی
قدر مزاحم ہے پس یہ اشتباہ موجب سوال ہوگیا) آپنے فرمایا کہ نہین اے بیٹی صدیق کی بلکہ وہ لوگ
مراد ہیں جو روزہ رکھتے ہین اور خیرات کرتے ہین اور خائف رہتے ہین۔ کہ اُن کا یہ عمل مقبول ہو یعنی
اپنی مذلت پر اور حق تعالے کی عظمت پر نظر کرنے سے اپنے اعمال قابل قبول نہین دیکھتے) یہ وہ لوگ
ہیں جو بھلائیون میں دوڑتے ہین روایت کیا اسکو ترمذی نے **ف خلق خوف و تواضع** حدیث کی
دلالت اسپر ظاہر ہے **ف علامت مقربین** حق تعالے نے ان اوصاف کو عباد مقبولین کے خواص
سے فرمایا ہے۔ پس یہ علامات اولیاء سے ہے تتبع احوال سے یہ صفت عارفین میں دوسری اکثر صفات
پر غالب معلوم ہوتی ہے گویا اُنکا شعار خاص ہے۔

۳۴۰ **حدیث چہلم** عن ابن عباس فی قصة هلال بن امیة قال والذی بعثك بالحق انی
لصادق ولینزلن الله تعالی ما یبری ظهری من الحد فنزل جبرئیل علیه السلام
وفیه فقال النبی صلی الله علیه وسلم لولا ما مضی من کتاب الله لکان لی ولها
شان اخرجه البخاری والترمذی وابو داؤد (تیسیر الوصول ص ۱۸۰) **ترجمہ** حضرت ابن عباس رضہ سے ہلال بن امیہ کے قصہ
میں مروی ہے (جبکہ انہون نے اپنی بیوی پر دعوی زنا کا کیا اور گواہ نہونے کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے ارشاد فرمایا کہ یا تو گواہ لاؤ ورنہ تم پر حد قذف کہ اسّی تازیانے ہین جاری ہوگی) اُنہون نے عرض کیا۔ کہ
قسم ہے اُس ذات پاک کی جس نے آپ کو دین حق دیکر بھیجا کہ بیشک میں سچا ہون اور اللہ تعالی ضرور ایسا حکم نازل
فرماوینگے جو میری کمر کو حد (قذف) سے بری کردے گا۔ پس حضرت جبرئیل علیہ السلام (لعان کی آیت لے کر)

خوف و تواضع — علامت اولیاء

نازل ہوئے (جسمین میان بی بی کی قسمون سے فیصلہ ہوجاتا ہے) اور اسی حدیث مین یہ بھی ہی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا (جبکہ لڑکا اُن علامتون کا پیدا ہوا جنکو پہلے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ولد الحرام ہونیکی علامتین وحی باطن سے قرار دیا تھا) کہ اگر وہ حکم قرآنی نازل نہ ہوتا جو کہ جاری ہوچکا ہی تو میرا اور اُس عورت کا بڑا معاملہ ہوتا (کہ مین اُسکو سزا دیتا) روایت کیا اسکو بخاری اور ترمذی اور ابو داؤد نے ف حال کرامت ان صحابی کا یہ فرمانا کہ اللہ تعالیٰ ضرور ایسا حکم نازل فرماوینگے الخ اگر خبر پر محمول کیا جاوے جیسا ظاہر عورت جملہ کا مقتضا ہی تو اسمین اُن کی پیشین گوئی کی کرامت ہی۔ اور اگر باعتبار قصد کے اسکو انشاء کے ساتھ ماول کیا جاوے تو قبول دعا کی کرامت ہی ف اصلاح ترجیح شریعت بر حقیقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نور وحی سے حقیقت حال منکشف ہوگئی تھی۔ کہ اگر فلان فلان علامت کا لڑکا ہو تو حرام سے ہی کیونکہ آپ ایسا امر جسمین نسبت ایسے امر عظیم کی کسی شخص کی طرف ہو ظن اور قرائن سے نہین فرماتے پس باوجود تیقن حقیقت کے آپنے صرف بوجہ اسکے قانون شرعی اُس حقیقت پر عمل کرنے سے مانع تھا مقتضائے حقیقت مکشوفہ کو ترک فرمادیا اسمین بہت بڑا مسئلہ ثابت ہوگیا جسمین اصلاح ہی عقیدہ و عمل کی کہ شریعت کو حقیقت پر ہمیشہ ترجیح دیجاوے گی اور یہ بہت بڑی رحمت ہے حق تعالیٰ کی ورنہ تمام نظام عالم کا درہم برہم ہوجاتا مثلاً حقیقت امر یہ ہے کہ تمام اشیاء مملوک حق تعالیٰ کی ہین اور نسبت مجازی کو عباد کی طرف ہے مگر حقیقت کے روبرو مجاز مضمحل ہونا چاہیئے سو اگر اس حقیقت پر کوئی شخص عمل کرنے لگے تو وہ اپنی اور پرائی چیزین اور منکوحہ و غیر منکوحہ عورت مین کوئی فرق نہ کرے گا۔ اور اس سے جو کچھ مفاسد و قبائح و شرور لازم آسکتے ہین ظاہر ہے۔ سو حق تعالیٰ کا فضل ہی کہ شریعت کو ان شرور کا مانع اور سد باب بنادیا جو لوگ اس راز کو نہین جانتے وہ اپنا عقیدہ اور عمل تباہ کرکے زندقہ و الحاد مین مبتلا ہوجاتے ہین۔

۴۱۴ حدیث چہل ویکم عن عائشۃ رضؓ فی حدیث الافک حین نزل براءتھا قالت فقالت لی امی وقومی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلت واللہ لا اقوم الیہ ولا احمد الا اللہ ھو الذی انزل براءتی اخرجہ الخمسۃ الا ابا داؤد ترجمہ حضرت عائشہ رضؓ سے اُس قصہ مین جبکہ اُنپر تہمت لگائی گئی تھی روایت ہے کہ جب اُن کی برارت قرآن مجید مین نازل ہوئی تو اُنکی والدہ نے کہا کہ اُٹھو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ (یعنی بطریق ادائے شکریہ وسلام کے یہ اُسوقت جوش مین تھین) کہنے لگیں کہ والد مین اُٹھ کر آپکے پاس نہ جاؤنگی اور مین بجز خدا تعالےٰ کے کسی کا شکریہ ادا نہ کرونگی اُسی نے میری برارت نازل فرمائی ہی (اور سب کو تو شبہہ ہی ہوگیا تھا) روایت کیا اسکو بخاری اور مسلم اور ترمذی اور نسائی نے (تیسیر کلکتہ ص ۱۰) ف حال شطح و اولال بعضے بزرگون سے نظماً یا نثراً بعض ایسے کلمات منقول ہین جنکا ظاہری عنوان موہم گستاخی ہی اگر یہ غلبہ حال مین ہو تو اسکو شطح و اولال کہتے ہین حضرت صدیقہ رضؓ کا یہ کہنا اسی قبیل سے ہی جسکا منشاء ایک خاص سبب سے شدت غم ہی۔ وہ یہ کہ خود جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم بھی بمقتضای بشریت و عدم علم غیب اس معاملہ

میں مشوش و متردد تھے اور حضرت صدیقہ رضؓ کو اس تردد کی اطلاع تھی۔ پس ان کو یہ قلق تھا کہ افسوس آپ کو بھی شبہہ ہے پس برارت کے نزول سے اسکو جوش آگیا اور یہ جواب ان سے صادر ہوا چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسپر انکار نہیں فرمایا حدیث سے اہل شطح و اولال کا معذور ہونا ثابت ہوگیا۔

حدیث چہل و دوم عن ابی ہریرۃؓ فی قولہ تعالیٰ انک لا تھدی من احببت قال نزلت فی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حیث یرادو عمہ اباطالب علی الاسلام اخرجہ مسلم والترمذی ۴۲ھ

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضؓ سے اس آیت کے بارہ میں انک لا تھدی الخ مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملہ میں نازل ہوئی ہے کہ آپ اپنے چچا ابوطالب کو اسلام کی ترغیب دے رہے تھے (اور وہ نہ مانتے تھے) روایت کیا اسکو مسلم اور ترمذی نے ص ۱۰ ف اصلاح نفی تصرف مستقل عن الشیخ

اصلاح نفی تصرف مستقل عن الشیخ

بعضے ناواقف غلطی سے یوں سمجھتے ہیں کہ فیض پہونچانا شیوخ کے قبضہ و اختیار میں ہوتا ہے۔ اس حدیث سے اس غلطی کی پوری اصلاح ہوتی ہے۔ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار میں نہ ہوا تو اوروں میں تو اسکا کب احتمال ہے اور جب نفع دینی جو اصل کام شیخ کا ہے مستقلاً خارج از اختیار ہے تو نفع دنیوی تو بدرجہ اولے استقلالاً اختیار میں نہوگا بہت جہلاء ایسے بھی گرفتار ہیں کہ نعوذ باللہ اہل اللہ کو ساری خدائی کا مالک سمجھتے ہیں بدلالۃ النص اسکی بھی اصلاح ہوگئی۔

حدیث چہل و سوم عن ابن عباس فی قولہ تعالیٰ ما جعل اللہ لرجل من قلبین فی جوفہ قال قام نبی اللہ صلعم یوما یصلی فخطر خطرۃ الحدیث اخرجہ الترمذی ۴۳ھ

ترجمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے آیت ما جعل اللہ لرجل الخ کی شان نزول میں مروی ہے کہ ایک روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنے کھڑے ہوئے۔ اور نماز میں آپ کو کچھ خطرہ ہوا الحدیث روایت کیا اسکو ترمذی نے (تیسیر کلتہ ص ۲)

عدم اخلال خطرہ در کمال صلوۃ

ف مسئلہ عدم اخلال خطرہ در کمال صلوۃ بعضے لوگ کمال صلوۃ کے لئے خطرات کے نہ آنے کو شرط سمجھتے ہیں۔ اس حدیث سے عدم اشتراط صاف معلوم ہوگیا لیکن یاد رہے خود کسی لایعنی بات میں فکر و غور کرنا البتہ منافی کمال صلوۃ ہے غرض خطرات کا لانا تو اختیاری ہے اور خطرات کا آنا غیر اختیاری ہے اور امر اختیاری مخل کمال ہوتا ہے اور غیر اختیاری کا نہ تو وجود مخل کمال ہے اور نہ عدم مکمل صلوۃ ہے بلکہ عدم خطرہ ایک قسم کا استغراق ہے جو فی نفسہ حالت محمودہ ہے مگر مقصود نہیں بلکہ بعض اوقات خطرہ والی نماز بے خطرہ والی نماز سے افضل و اکمل ہوتی ہے کہ خطرات کو دفع اور قلب کو جمع کرنے میں مشقت لاحق ہوتی ہے اور مدار فضل اجر عمل مشقت ہے

حدیث چہل و چہارم عن ابی ہریرۃ قال ان نبی اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال اذا قضی اللہ تعالیٰ الامر فی السماء ضربت الملائکۃ علیہم السلام باجنحتہا خضعانا لقولہ کانہ سلسلۃ علی صفوان اخرجہ البخاری ۴۴ھ

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ آسمان میں کسی امر کا فرشتوں کو حکم فرماتا ہے تو فرشتے

اُس کی بات سُننے کے وقت عاجزانہ اپنے بازو جھکا دیتے ہین اور وہ بات ایسی ہوتی ہے جیسے کسی پتھر پر زنجیر کو کھینچا جاوے (اور اُسمین آواز پیدا ہو) روایت کیا اسکو بخاری نے (تیسیر کلانہ ص ۴۳۰) **ف مسئلہ ظہور قدیم درصورت حادث** یہ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام قدیم ہے۔ اور صورت سلسلہ علی صفوان حادث ہے پس کلام قدیم کا ظہور ہین مشابہ صوت حادث کے ہونا جو حدیث میں آیا ہے اس سے وہ امر ثابت ہوا جو اکثر بزرگوں کے کلام میں مذکور پایا جاتا ہے کہ ذات قدیم نے کائنات حادثہ میں ظہور فرمایا کہیں تجلی مثالی سے تعبیر کرتے ہین اور درحقیقت اس ظہور و تجلی کی نہ استحالہ ہے نہ حلول ہے نہ اتحاد ہے کہ یہ سب تخیلات عقلیہ و نقلیہ ہین بلکہ ایجاد ہے ایک امر کا بجز بعض اوصاف کے اُس قدیم کے مشابہ ہے جس نے وہ حادث اُس قدیم کا اُن اوصاف کے لحاظ سے کاشف ہوجاتا ہے اور اُس حادث کو صورت اور مثال بھی کہا جاتا ہے حدیث میں جو رائیت ربی فی احسن صورۃ آیا ہے اُس کا بھی یہی محمل ہوسکتا ہے اور تشبیہ خود آیت نور میں ثابت ہے خوب سمجھ لو۔

حدیث چہل و پنجم عن ابن مسعودؓ قال اذا تکلم اللہ تعالیٰ بالوحی سمع اھل السماء صلصلۃ کجر السلسلۃ علی الصفا فیصعقون الحدیث اخرجہ ابوداؤد ترجمہ حضرت ابن مسعود رضؓ سے مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ وحی کے ساتھ کلام فرماتا ہے تو اہل آسمان ایک آواز سنتے ہین۔ جیسے پتھر کی چٹان پر زنجیر گھسیٹی جاوے پھر اس سے بیہوش ہوجاتے ہیں روایت کیا اسکو ابوداؤد نے (تیسیر کلانہ ص ۴۳۰) **ف حال غیبت و محو** قوت وارد سے کبھی سالک از خود رفتہ ہوجاتا ہے اس حال کو غیبت و محو کہتے ہین اس حدیث سے اس کا صاف اثبات ہوتا ہے۔

حدیث چہل و ششم عن انس قال نزل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم انا فتحنا لک فتحا مبینا وفیہ فالفتح المبین ھو فتح الحدیبیۃ اخرجہ الشیخان والترمذی ترجمہ حضرت انس رضؓ سے روایت ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر آیت انا فتحنا الخ نازل ہوئی یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمنے آپ کو ایک فتح نمایاں دی اور یہ فتح مبین فتح حدیبیہ ہے۔ روایت کیا اسکو بخاری و مسلم و ترمذی نے (تیسیر کلانہ ص ۴۳۰) **ف تعلیم عدم تضجر از قبض** واقعہ حدیبیہ میں معلوم ہے کہ ظاہر مسلمانون کو کفار سے دبنا اور دبکر صلح کرنا پڑا لیکن بتفسیر حضرت انس رضؓ اللہ تعالیٰ نے اُسکو اس بنا پر فتح نمایاں فرمایا کہ اسمین بہت سی مصلحتین مضمر تھین اور آخر کار یہی مقدمہ فتح مکہ کا ہوا جسکے فتح نمایاں ہونے مین کچھ خفا نہین اس سے مشائخ کی اُس تعلیم کی اصل نکلی کہ وہ قبض کو کہ ظاہرا ناکامی ہے طالب کے حق میں حالت محمودہ اور نفع میں مثل بسط کے فرماتے ہین۔ کیونکہ وہ بھی متضمن مصالح سالک کو ہوتا ہے اور نیز مقدمہ بسط قوی کا ہوتا ہے قال العارف الرومی ؎ چونکہ قبضی آیدت اے راہرو آن صلاح تست آں دل مشو چونکہ قبض آمد تو در روی بسط بین بتازہ باش و چین میفگن چین

حدیث چہل و ہفتم عن ابن عباسؓ فی قولہ تعالیٰ اعلموا ان اللہ یحی الارض بعد موتھا قال لین القلوب بعد قسوتھا فیجعلھا منیبۃ یحی القلوب المیتۃ بالعلم والحکمۃ

والافقد علم احیاء الارض بالمطر مشاھدۃ اخرجہ رزین ترجمہ حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت ہی کہ انھون نے اس آیت کی تفسیر میں یہ علموا ان اللہ یحی الارض بعد موتھا یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قلوب کو اُنکے قسوت کے بعد نرم کر دیتا ہی پھر اُن کو خشوع اور انابت کے ساتھ موصوف کر دیتا ہی یعنی مردہ دلوں کو علم اور حکمت کے ساتھ زندہ کر دیتا ہے۔ ورنہ زمین کا بارش سے تر و تازہ ہونا تو مشاہدہ سے معلوم ہے۔ روایت کیا اسکو رزین نے تیسیر کلکتہ ص ۸۰۔ حاصل مقام یہ ہے کہ اس آیت سے اوپر حق تعالےٰ نے قلوب میں خشوع پیدا کرنے کا حکم فرمایا ہی اسکے بعد مضمون حیات ارض کا ارشاد ہوا ہے جسکی دو توجیہ ہوسکتی ہین ایک یہ کہ مقصود نظیر بیان کرنا ہی حیات قلب کی۔ دوسری یہ کہ ارض سے مراد مجازاً خود قلب ہو اطور استعارہ کے جیسا ابن عباس رضؓ نے ارشاد فرمایا

ف قول القلب ارض اللہ الواسعۃ بعض صوفیہ نے قلب کو ارض اللہ الواسعۃ سے تعبیر کیا ہی یہ حدیث اُس قول کا ماخذ ہوسکتی ہے ف متفرقات تفسیر خلاف ظاہر اکثر صوفیہ کرام کے کلام میں بعض آیات و احادیث کا خلاف ظاہر معنی پر محمول ہونا پایا جاتا ہے۔ جسپر بعض اہل ظاہر انکار کرنے میں مبادرت کر بیٹھتے ہین اس حدیث سے ایسی تاویلات کی صحت نکلتی ہے۔ کلید مثنوی جلد اول کے صفحہ ۸۳ میں اسکی مبسوط تحقیق ہے جو دیکھنے کے قابل ہے اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے الفوز الکبیر میں حدیث متفق علیہ اعملوا فکل میسر لما خلق لہ الخ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس آیت پڑھنے کو فاما من اعطی الخ اسی پر محمول کیا ہی اور حدیث میں جو آیا ہی القرآن لہ ظہر و بطن یرواہ فی شرح السنۃ مشکوۃ ص۲۷ اسکے معنی بھی کلید مثنوی میں بضمن تحقیق تفسیر صوفیہ لکھے گئے ہین

حدیث چہل و ہشتم عن ابی ھریرۃ فی قولہ تعالیٰ وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ وَلَوْ کَانَ بِھِمْ خَصَاصَۃٌ الایۃ ان رجلا من الانصار بات بہ ضیف ولم یکن عندہ الا قوتہ وقوت صبیانہ فقال لامراتہ نومی الصبیۃ واطفی السراج وقربی للضیف ما عندک فنزلت الایۃ اخرجہ الترمذی وصححہ ترجمہ حضرت ابوہریرہؓ سے اس آیت کی تفسیر مین ویؤثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ روایت ہی کہ ایک صحابی انصاری کے پاس رات کو ایک مہمان آیا اور ان صحابی کے پاس بجز اپنے اور بچون کی قوت لایموت کے اور کچھ نہ تھا پس (یہ سوچکر کہ اگر ہم اور بچے یہ کھانا کھالیں گے۔ تو مہمان بھوکا رہجاویگا) اپنی بی بی سے فرمایا کہ بچوں کو تو (بہلاکر) سُلا دینا اور چراغ گل کر دینا تاکہ یہ ہمارے کھانے کو نہ دیکھے ورنہ خود بھی نہ کھاویگا) اور جو کچھ حاضر ہے مہمان کے سامنے رکھدینا (چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور دونوں میاں بی بی سو رہنے چلاتے رہے اور کھانا بالکل نہیں کھایا) اس پر آیت نازل ہوئی۔ روایت کیا اسکو ترمذی نے اور تصحیح بھی کی۔ (تیسیر کلکتہ ص ۷۹) ف عادت اخفاء عمل بہت بزرگونکی عادت ہی کہ اپنے عمل صالح کے اخفاء مین بہت مبالغہ کرتے ہین۔ اس حدیث سے اسکی صاف تائید ہوتی ہے ف خلق ایثار نیز ان حضرات کے اخلاق میں جو صفت ایثار کی ہے یعنی دوسروں کی مصلحت کو اپنی مصلحت پر مقدم رکھنا اس حدیث مین اسکا بھی اثبات ہے۔

ف قول القلب ارض اللہ الواسعۃ

ف متفرقات تفسیر خلاف ظاہر

حدیث چہل و ہشتم

ف عادت اخفاء عمل

ف خلق ایثار

۳۴۹ **حدیث چہل ونہم** عن ابن عباس فی قولہ تعالیٰ وَلَا سُوَاعًا وَّلَا یَغُوْثَ وَیَعُوْقَ وَنَسْرًا قال وکلها اسماء رجال صالحین من قوم نوح علیه السلام فلما هلکوا اوحی الشیطان الی قومهم ان انصبوا الی مجالسهم التی کانوا یجلسون فیها انصابا وسموها باسمائهم ففعلوا فلم تعبد حتی اذا هلک اولئك ونسی العلم عبدت اخرجه البخاری ترجمہ حضرت ابن عباس رض سے اس آیت کی تفسیر میں (لاتذرن ودًّا ولا سواعًا ولا یغوث ویعوق ونسرًا) مروی ہے کہ یہ سب نام تھے قوم نوح کے کچھ بزرگوں کے جب وہ لوگ مر گئے شیطان نے اُن کی قوم کو یہ بات وجھائی کہ جہاں یہ لوگ بیٹھتے تھے وہاں کچھ نشان (بطور یادگار کے) کھڑے کر لو اور ان کے نام اُن بزرگوں کے نام پر رکھ لو چنانچہ اُنہوں نے ایسا ہی کیا اور اُسوقت تو اُن کی عبادت نہیں ہوئی یہانتک کہ جب یہ لوگ مر گئے اور علم جاتا رہا تو اُن کی عبادت ہونے لگی روایت کیا اسکو بخاری نے۔ (تیسیر کلکتہ ص ۸۱) **ف اصلاح تحریم صور مشائخ** بعضے لوگوں کی عادت ہے کہ اپنے پیروں کے بزرگوں کی تصویریں تبرکاً اپنے پاس رکھتے ہیں اس حدیث سے اُنکا موجب مفاسد ہونا ظاہر ہے۔ اور وہ مفاسد شاہد بھی ہیں اور چونکہ شرائع سابقہ میں فی نفسہ تصویر مباح بھی تھی اور اس شریعت میں وہ فی نفسہ بھی حرام ہے اسلئے اب اُس سے بھی زیادہ مفسدہ ہے بالخصوص اس سے اور زیادہ مفسدہ قوی ہو جاتا ہے کہ شریعت میں تصویر واجب الاہانت ہے اور ایسی تصویروں کی خود تعظیم کیجاتی ہے تو شرع کا پورا مقابلہ ہے

۳۵۰ **حدیث پنجاہم** عن ابی هریرة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال ان العبد اذا اخطأ خطیئة نکت فی قلبه نکتة فاذا هو نزع واستغفر وتاب صقل قلبه وان عاد زید فیها حتی تعلو قلبه وهو الران الذی ذکر الله تعالیٰ اخرجه الترمذی وصححه ترجمہ حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اُسکے قلب میں ایک دھبہ پیدا ہو جاتا ہے پھر جب وہ باز آتا ہے اور توبہ واستغفار کر لیتا ہے تو اُسکا قلب صاف ہو جاتا ہے اور اگر دوبارہ پھر کرتا ہے تو اُس دھبہ میں ترقی ہوتی ہے یہانتک کہ اُسکے قلب کو محیط ہو جاتا ہے اور یہ وہی زنگ ہے جسکا ذکر اللہ تعالیٰ نے (اس آیت میں) فرمایا ہے۔ (کلا بل ران علی قلوبهم ما کانوا یکسبون) جسکا ترجمہ یہ ہے کہ یوں نہیں بلکہ اُنکے دلوں پر اُنکے اعمال بد کا زنگ چڑھ گیا ہے) روایت کیا اسکو ترمذی نے اور تصحیح بھی کی۔ تیسیر کلکتہ ص ۸۲ و ۸۳ **ف منشاء اختلاف قلب و ظلمت قلب** منفرقات نور و ظلمت قلب اکثر بزرگوں کے کلام میں وارد ہے کہ ذکر و طاعت سے قلب نورانی ہو جاتا ہے۔ اور غفلت و معصیت سے قلب ظلمانی ہو جاتا ہے اس حدیث میں اُسی نور و ظلمت کا ذکر ہے پس آثار ذکر و طاعت کے انوار ہیں اور آثار غفلت و معصیت کے ظلمات اور یہ نور و ظلمت مثل اجسام منیرہ و مظلمہ کے حسی نہیں ہیں اور جو انوار بعض اوقات محسوس ہوتے ہیں وہ مقصود نہیں۔

۳۵۱ **حدیث پنجاہ ویکم** عن ابن عباس فی قوله تعالیٰ لترکبن طبقا عن طبق قال حال بعد حال قال هذا نبیکم صلی الله علیه وسلم اخرجه البخاری ترجمہ حضرت ابن عباس رض سے اس آیت کی تفسیر میں لترکبن طبقا عن طبق

منقول ہے کہ انہون نے اسکی یہ معنی کہے ہین حالاً بعد حال اور کہا جسکے مخاطب تمہارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہین (یعنی آپ یکے بعد دیگرے، حالات کو طے فرماوین گے) روایت کیا اسکو بخاری نے تیسیر کلکتہ ص ۸۰۳ **ف مسئلہ** عدم انتہائی ترقی عارف اہل طریق کے ملفوظات میں منقول ہے کہ عارف کامل کی ترقی کبھی منتہی نہین ہوتی یہ حدیث اپنے اطلاق الفاظ سے اسپر منطبق ہے کیونکہ حالا بعد حال سے نہ تثنیہ مقصود ہے اور نہ اسمیں کوئی عدد اور حد مذکور ہے اسلئے احوال لاتقف عند حد اسکا مصداق ہوگا اور یہی مطلب ہے اُس ملفوظ مذکور کا۔

عدم انتہائی ترقی عارف

حدیث پنجاہ و دوم عن ابی ذرؓ قلت یا رسول اللہ وما کانت صحف ابراھیم وموسی قال کانت عبرا کلھا عجبت لمن ایقن بالموت ثم یفرح عجبت لمن ایقن بالنار کیف یضحک عجبت لمن رای الدنیا وتقلبھا باھلھا ثم یطمئن الیھا عجبت لمن ایقن بالقدر ثم ینصب عجبت لمن ایقن بالحساب ثم لا یعمل اخرجہ رزین ترجمہ حضرت ابوذر رضہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کے صحیفون میں کیا مضامین تھے آپنے فرمایا وہ سب نصائح تھین جنمین سے بعض یہ ہین کہ میں اُس شخص پر تعجب کرتا ہون جو موت کا یقین رکھتا ہو اور پھر خوش ہوتا ہو میں اس شخص پر تعجب کرتا ہون کہ دوزخ کا یقین رکھتا ہے پھر کیسے ہنستا ہے میں اُس شخص پر تعجب کرتا ہون جو دنیا کو اور اہل دنیا کے ساتھ اسکے انقلابات کو دیکھتا ہو پھر اُسمین جی لگاتا ہو میں اُس شخص پر تعجب کرتا ہون جو تقدیر کا یقین رکھتا ہے (اور جانتا ہے کہ رزق مقدر ملیگا اور) پھر (طلب رزق میں مبالغہ کے ساتھ) مشقت کرتا ہے میں اُس شخص پر تعجب کرتا ہون جو حساب کا یقین رکھتا ہو اور پھر (نیک) عمل نہ کرتا ہو۔ روایت کیا اسکو رزین نے تیسیر کلکتہ ۸۰۲ **ف تعلیم مراقبہ** کسی مضمون کو زیادہ سوچنا اور اُسکو پیش نظر رکھنا یہ مراقبہ کی حقیقت ہے جسکی تعلیم اہل سلوک میں معتاد ہے اور اُسکے راسخ کرنے کے لئے ابتدا مین تجربہ سے اس کی ضروریات ثابت ہوئی ہے کہ کوئی وقت معین و مقدر کرکے اُس فکر میں مشغول رہے اس حدیث میں اُسکی اصل موجود ہے کیونکہ شخص امور مذکورہ کے یقین پر یہ ثمرات مرتب ہونا بدون اسکے کہ چندے ان امور کے پیش نظر رکھنے کا قصداً اہتمام کیا جاوے عادۃً متعسر ہے اور یہی حاصل ہے مراقبہ کا۔

تعلیم مراقبہ

حدیث پنجاہ و سوم عن ابن عمرؓ ان رجالا من اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ارو لیلۃ القدر فی المنام فی السبع الاواخر فقال صلے اللہ علیہ وسلم اری رؤیاکم قد تواطأت فی السبع الاواخر من کان متحریھا فلیتحرھا فی السبع الاواخر اخرجہ الثلاثۃ والترمذی ترجمہ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ صحابہ میں سے بعضوں کو خواب میں شب قدر دکھلائی گئی کہ آخیر کی سات تاریخوں میں ہے جناب رسول اللہ صلعم نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہارے خوابون کو اس باب میں متوافق پاتا ہون سو جو شخص شب قدر کو تلاش کرنا چاہے وہ آخیر کی سات تاریخوں میں تلاش کرے۔ روایت کیا اسکو بخاری اور مسلم اور مالک اور ترمذی نے تیسیر کلکتہ ص ۸۰۳ **ف مسئلہ** موجب اطمینان شدن توافق کشوف بعض بزرگون نے تصریح کی ہے کہ گو کشف حجت شرعیہ

موجب اطمینان شدن توافق کشوف

نہیں لیکن اگر کسی امر مسکوت عنہ فی الشرع میں بہت سے کشف متفق و متوافق ہو جاویں تو موجب اقناع و طمانینہ سمجھا جاویگا یہ حدیث اسپر صاف دال ہے۔

۵۴ **حدیث پنجاہ و چہارم** عن ابن عباس رض قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الشیطان جاثم علے قلب ابن آدم فاذا ذکر اللہ تعالیٰ خنس واذا غفل وسوس اخرجہ البخاری تعلیقا

ترجمہ حضرت ابن عباس رض سے مروی ہے کہ جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شیطان آدمی کے قلب پر جما ہوا بیٹھا ہے جب آدمی اللہ کو یاد کرتا ہے تو وہ ہٹ جاتا ہے۔ اور جب غافل ہوتا ہے تو وسوسہ ڈالنے لگتا ہے۔ روایت کیا اسکو بخاری نے بحذف سند تیسیر ص ۸۵ **ف تعلیم انقطاع وسوسہ بذکر** اس حدیث میں علاج ہے وسوسہ کا کثرت ذکر سے اور اسکی وجہ عقلا بھی ظاہر ہے کیونکہ مسئلہ عقلیہ مسلمہ ہے کہ نفس ایک آن میں دو طرف توجہ نہیں کر سکتا۔ جب ذکر میں مشغول ہوگا ظاہر ہے کہ وساوس غیر ذکر میں منقطع ہو جاوینگے و ریہ علاج مشترک ہے اختیاریہ موثمہ و وساوس اختیاریہ مباحہ و وساوس غیر اختیاریہ میں یعنی جو وسوسہ معصیت کا ہو اور قصداً ہو اور اسکے مقتضا پر عمل بھی ہو خواہ ظاہراً یا باطناً جسمیں گناہ ہوتا ہے اور جو ایسا نہ ہو اور اسمیں گناہ نہ ہوتا ہو گو قصداً ہو اور جو بلا قصد ہو یہ تینوں کا علاج ہے اور وساوس مباحہ میں گو ضرر معصیت نہ ہو لیکن قلب کی استعداد رد ی ہو جاتی ہے جس سے معصیت کے لئے اسرع للقبول ہونیکا اندیشہ قوی ہے۔ اور وسوسہ غیر اختیاریہ سے گو استعداد بھی خراب نہیں ہوتی لیکن کلفت اور تشویش قلب پیدا ہونے سے اندیشہ تعطل و ترک ذکر کا ہوتا ہے لہذا اس کا علاج بھی مصلحت ہے۔

۵۵ **حدیث پنجاہ پنجم** عن ابی سعید قال اعتکف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فی المسجد فسمعھم یجھرون بالقرآن فکشف الستر فقال الا ان کلکم یناجی ربہ فلا یوذین بعضکم بعضا ولا یرفع بعضکم علے بعض فی القراءۃ او فی الصلوٰۃ اخرجہ ابوداؤد (ترتیب کلمہ ص ۵۵) ترجمہ حضرت ابوسعید رض سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں اعتکاف فرمایا اور لوگوں کو قرآن پکار کر پڑھتے ہوئے سنا پس پردہ اٹھایا اور فرمایا کہ سن لو تم میں ہر شخص اپنے رب سے عرض معروض کر رہا ہے (اور وہ آہستہ اور پکار کے ہر طرح سن لیتا ہے) پس ایک دوسرے کو پریشان مت کرو یعنی قرآن پڑھنے میں یا نماز میں ایک دوسرے پر آواز بلند مت کرو۔ روایت کیا اسکو ابوداؤد نے تیسیر صفحہ ۸۶ **ف تعلیم مشروطیت مشروعیت جہر بالذکر بعدم تاذی جیران** اس حدیث میں آپ نے نہی عن الجہر کو معلل فرمایا عدم ایذاء کے ساتھ اس سے دو امر مستفاد ہوئے ایک یہ کہ ذکر جہری فی نفسہ مشروع ہے۔ اور دوسرے یہ کہ اسکی مشروعیت مشروط ہے اس سے کہ کسی کو ایذاء اور تشویش نہ ہو پس اسمیں فصل ہی درمیان افراط و تفریط کے اس مسئلہ میں جو اسوقت واقع ہو رہے ہیں کہ بعضے مطلقا جہر بالذکر کو خلاف سنت کہتے ہیں اور بعضے اسپر اسقدر مصر ہیں کہ گو اہل محلہ کو تکلیف ہو نیند یں برباد ہو جاویں نمازی بھولے لگیں لیکن وہ اسطرف اصلا التفات نہیں کرتے اصل یہ ہے کہ عبادت مقصودہ تو نفس ذکر ہے اور جہر فی نفسہ عبادت نہیں صرف اسمیں بعض مصالح

ہیں تاثر قلب تعلیل خطرات ونحو ذلک لیکن اگر کسی کو ایذا پہونچے تو ایذا رسانی سے جو مضرت باطنی ہوتی ہے وہ اس مصلحت سے زیادہ اشد ہے۔ لہذا اسوقت اخفاء ضروری ہے رہا یہ کہ اگر مفاسد و مصالح دونوں قسم کے عوارض نہوں تو نفی نفسہ چہ اولے ہے۔ یا خفی تو احادیث سے اولویت خفی کی معلوم ہوتی ہے۔

حدیث پنجاہ وششم عن عائشة رضی الله عنها قالت قام رجل من اللیل فقرأ ورفع صوته فلما اصبح قال رسول الله صلی الله علیه وسلم یرحم الله فلانا کای من ایة اذکرنیها اللیلة کنت اسقطها رواه الشیخان وابوداؤد وهذا لفظ ہ ترجمہ حضرت عائشہ رضہ سے روایت ہے کہ ایک شخص (صحابہ میں سے) رات کو اٹھے اور قرآن پڑھا اور بلند آواز سے پڑھا جب صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فلانے شخص کا بھلا کرے کہ اس نے بعض آیتیں رات مجھکو یاد دلادیں جنکو میں بھول گیا تھا۔ روایت کیا اسکو بخاری و مسلم و ابوداؤد نے اور یہ لفظ ابوداؤد کے ہیں۔ تیسیر ملکتہ ص ۸۶ ف

مسئلہ توسط ناقص در افاضہ برای کامل اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گاہے ناقص واسطہ فیض کامل کے لئے بن جاتا ہے۔ پھر یہ واسطہ بننا اگر بلا قصد ناقص کے ہے تب تو کچھ اشکال ہی نہیں جیسا اس حدیث میں مذکور ہے کیونکہ مفیض محض حق تعالیٰ ہے۔ اور ناقص سبب محض ہے۔ اور اس مرتبہ میں چونکہ ہر مستفیض اپنے مفیض کے لئے واسطہ افاضہ ہی چنانچہ جب کسی ہادی سے اسکے تابع کو ہدایت کا نفع ہوگا۔ ظاہر ہے۔ کہ ثواب کا نفع اس مستفیض کے ذریعہ سے اس مفیض کو ملیگا۔ اور اگر یہ واسطہ بننا بقصد ناقص کے ہے جیسا کہ مشاورت کے بعض مواقع میں روایات سے ثابت ہے تب بھی افضلیت ناقص کا شبہ نہ کرنا چاہیئے کیونکہ نبی کا افضل ہونا بمعنی زیادت قرب و کثرت ثواب عند اللہ ہے اور یہ توسط کسی امر خاص میں اس زیادت و کثرت کے منافی نہیں اور غیر نبی میں اگر اس ناقص کو اس امر خاص میں اس کامل سے بھی اکمل کہدیا جاوے۔ تو کوئی اشکال نہیں اور اس امکان توسط سے فوائد صحبت صلحاء کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ کہ شیخ بھی صحبت سے اپنے کو مستغنی نہ سمجھے بسا اوقات اسکو مریدوں سے بعض منافع باطنی پہونچ جاتے ہیں۔

حدیث پنجاہ وہفتم عن ابن مسعود رضی الله عنه قال قال لی رسول الله صلی الله علیه وسلم اقرأ علی القرآن فقلت اقرأ علیك وعلیك انزل فقال انی احب ان اسمعه من غیری فقرأت علیه النساء فاذا عیناه تذرفان اخرجه الخمسة الا النسائی ترجمہ حضرت ابن مسعود رضہ سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھکو قرآن پڑھکر سناؤ میں نے عرض کیا کیا میں آپ کو پڑھکر سناؤں حالانکہ خود آپ پہ نازل ہوا ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں بھی چاہتا ہوں کہ دوسرے کی زبان سے سنوں سو میں نے آپکو پڑھکر سنایا اور اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ آپکے آنسو چلنے لگے۔ روایت کیا اسکو بخاری و مسلم و ابوداؤد و ترمذی نے تیسیر ملکتہ ص ۸۶ ف **مسئلہ** خاصیت سماع غالب امر طبعی ہے کہ کسی چیز کے خود پڑھنے سے وہ لطف نہیں حاصل ہوتا جو دوسرے کے سننے سے حاصل ہوتا ہے۔ اس حدیث سے اسکی تائید ہوتی ہے اور یہی نکتہ ہے کہ تقویت

حال یا تجدید شوق و تحصیل جمعیت کے لئے دوسرے شخص کو سماع کے لئے تجویز کیا جاتا ہے البتہ بعض سماع کا ناجائز ہونا یہ دوسری بات ہے۔ ف حال وجد کسی حالت محمودہ غریبہ کا غلبہ اصطلاح میں وجد کہا جاتا ہے تذرفان سے اسکی اصل بھی ثابت ہوتی ہے۔

حال وجد

حدیث پنجاہ و ہشتم عن اسماء قالت ما کان احد من اصحاب رسول اللہ یعنی صلی اللہ علیہ وسلم ولا اصحابہ یسمع شیئا من القرآن الا بکی حتی تلاوۃ القرآن وانما کانوا یبکون ویتفکرون ثم تلین جلودھم وقلوبھم الی ذکر اللہ اخرجہ ابن ابی شیبۃ فی المصنف۔

ترجمہ حضرت اسماء رضہ سے روایت ہے کہ سلف (یعنی صحابہ و تابعین) میں سے کوئی قرآن کے کچھ حصہ پر بھی قادر نہ تھا، اور نہ کوئی پہچانتا تھا صرف رویا کرتے تھے اور انکے بدن پر رونگٹے کھڑے ہوجاتے تھے پھر خدا کی یاد کی طرف انکے پوست اور قلوب نرم ہوجاتے تھے۔ روایت کیا اسکو رزین نے تسہیل کلمہ ص ۸۶ ف مسئلہ وجد کا ماثبین وجد کی حقیقت تو اوپر بیان ہوچکی ہے۔ اس حدیث میں کا ثبین کا وجد مذکور ہے اور قرآن مجید میں بھی اسی کا تذکرہ ہے اور غشی و صعق جسکو عوام وجد سمجھتے ہیں وہ وجد کی متوسط درجہ کی قسم ہے جو سلف میں کم پائی جاتی ہے جیسا کہ ترمذی جلد ثانی ص ۶۵ میں حضرت ابوہریرہ رضہ کا بیہوش ہوجانا مروی ہے۔

کا ثبین وجد

حدیث پنجاہ و نہم عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قام احدکم من اللیل فاستعجم القرآن علی لسانہ فلم یدر ما یقول فلیضطجع اخرجہ مسلم وابو داؤد ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم میں کوئی شخص رات کو اٹھے پھر (غلبہ نوم سے) قرآن اسکی زبان سے صاف نہ نکلے اور (نوم کے غلبہ سے) کچھ خبر نہو کہ کیا زبان سے نکل رہا ہے۔ تو اسکو لیٹ جانا چاہیئے (تاکہ نیند آنے سے طبیعت ہلکی ہوجاوے اس وقت پھر پڑھنا شروع کرے) روایت کیا اسکو مسلم و ابوداؤد نے تسہیل ص ۸۶ ف تعلیم و اصلاح منع عن الغلو فی الریاضۃ بعض لوگ تقلیل طعام یا تقلیل منام وغیرہ اسباب مجاہدہ میں بہت زیادہ غلو کرتے ہیں کہ بحوق ضرر کی طرف بھی التفات نہیں کرتے اس حدیث میں اسکی اصلاح ہے۔ اور راز اسمیں دو ہیں ایک یہ کہ غلو سے بعض اوقات ضرر جسمانی لاحق ہوجاتا ہے پھر ضروری عبادت بھی نہیں ہوسکتی دوسرے یہ کہ جب غلبہ نوم سے الفاظ صحیح نہیں نکلیں گے تو جو ثواب خاص ان الفاظ کے متعلق ہے وہ حاصل نہوگا پھر نرے جاگنے سے کیا فائدہ۔

تعلیم و اصلاح منع عن الغلو فی الریاضۃ

حدیث شصتم عن عبد الرحمن بن عبد القاری قال سمعت عمر بن الخطاب یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من نام عن حزبہ من اللیل او عن شیئ منہ فقرأہ ما بین صلوۃ الفجر وصلوۃ الظھر کتب لہ کانما قرأہ من اللیل اخرجہ الستۃ الا البخاری ترجمہ حضرت عبد الرحمن بن عبد قاری سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عمر رضہ سے سنا کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص اپنے معمولی وظیفہ سے یا اسکے کسی جزو سے سو رہے (یعنی آنکھ نہ کھلنے سے نہ ہو جاوے) پھر نماز فجر اور ظہر کے درمیان میں پڑھ لے تو ایسا ہی ثواب ملیگا جیسے رات ہی پڑھ لیا۔ روایت کیا اسکو مسلم و مالک و ابوداؤد و ترمذی و نسائی نے

۶۰

ف تعلیم قضاء حزب اس حدیث میں تعلیم ہے کہ معمولات گو وہ نوافل ہوں حتی الامکان ناغہ نہ کرے اگر معین وقت پر نہ ہو دوسرے وقت پر سہی اور ناغہ کی بے برکتی اس قول میں مذکور ہے من لا ورد لہ لا وارد۔

۶۱ **حدیث ششصت و یکم** عن الحرث بن سوید قال حدثنا عبد اللہ بن مسعودؓ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول للہ افرح بتوبۃ عبدہ المؤمن من رجل نزل فی ارض دویۃ الی قولہ فاذا راحلتہ عندہ علیہا زادہ وشرابہ ثم قال اللہم انت عبدی وانا ربک اخطأ من شدۃ الفرح رواہ الترمذی

ترجمہ حارث بن سوید سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ نے یہ حدیث بیان کی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ایمان والے بندہ کے توبہ کرنے پر اس شخص سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جو کسی چٹیل میدان میں پہونچکر مقام کرے اور سو کر جو اٹھے تو اپنی سواری کا اونٹ نہ پاوے اور نہایت پریشان ہو یہانتک کہ بعد تلاش کے مایوس ہو کر مرنے کے لئے آمادہ ہو کر اپنے مقام پر آلیٹے اور آنکھیں آنکھہ گجاوے پھر آنکھہ کھلنے کے بعد اچانک دیکھتا ہے کہ اسکی سواری کا جانور اسکے پاس کھڑا ہے اور اسپر اسکا سامان خورد و نوش موجود ہے پس (جوش خوشی میں) اسکے منہ سے یہ نکلا کہ اے اللہ تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں مارے خوشی کے بچل گیا روایت کیا اسکو ترمذی نے تیسیر ص ۸۸ ف مسئلہ حال شطح بعض اہل حال سے غلبہ حال میں ایسے کلمات صادر ہو جاتے ہیں جو شریعت پر منطبق نہیں ہوتے اس حدیث میں اس حال کا اسکی نظر سے معتبر ہونا اور نیز اسپر مواخذہ نہ ہونا ثابت ہوتا ہے کیونکہ اسکے نقل کے بعد اسپر انکار نہیں فرمایا گیا۔

۶۲ **حدیث شصت و دوم** عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رأیت امرأۃ سوداء ثائرۃ الرأس خرجت من المدینۃ حتی نزلت بمہیعۃ وہی الجحفۃ فاولت ان وباء المدینۃ نقل الیہا اخرجہ البخاری والترمذی **ترجمہ** ابن عمر رضؓ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں نے ایک سیاہ فام پراگندہ بال عورت کو (خواب میں) دیکھا کہ مدینہ سے نکلکر جحفہ میں جاکر ٹھیری سو میں نے یہ تعبیر لی کہ مدینہ کی وبا جحفہ میں چلی گئی۔ روایت کیا اسکو بخاری اور ترمذی نے تیسیر ص ۹۱ ف آگے آتا ہے۔

۶۳ **حدیث شصت و سوم** عن ام العلاء الانصاریۃ قالت لما قدم المہاجرون طار لنا عثمان بن مظعون فی السکنی فاشتکی فمرضناہ حتی توفی قالت فرأیت لعثمان فی المنام عینا تجری فاخبرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ذلک عملہ یجری اخرجہ البخاری

ترجمہ ام علاء انصاریہ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ جب مہاجرین (مدینہ میں) آئے تو سکونت کے لئے ہمارے حصہ میں عثمان بن مظعون رضؓ آئے پھر وہ بیمار ہو گئے سو ہمنے اُن کی تیمارداری کی یہاں تک کہ اُنکی وفات ہو گئی وہ کہتی ہیں کہ میں نے خواب میں حضرت عثمان کا ایک چشمہ بہتے دیکھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے خبر دی آپ نے فرمایا یہ اُن کا عمل ہے کہ اُسکا ثواب جاری ہے روایت کیا اسکو بخاری نے تیسیر ص ۹۱ ف مسئلہ تحقق عالم مثال اس حدیث

میں اور حدیث سابق میں اثبات ہی عالم مثال کا جسمیں معانی مخصوصہ صور خاصہ میں متمثل و متشکل ہو کر ظاہر ہوتے ہیں

۶۶۴ **حدیث شصت و چہارم** عن انس رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یتمنین احدکم الموت من ضر اصابہ الحدیث اخرجہ الخمسۃ ترجمہ حضرت انس رضہ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص تم میں کسی تکلیف کی وجہ سے جو کہ اُسکو پہونچی ہے موت کی تمنا کرے۔ روایت کیا اُس کو بخاری و مسلم و ابوداؤد و ترمذی و نسائی نے تسہیر ص ۹۲ **ف مسئلہ تمنی موت** اکثر عشاق کے کلام میں موت کی تمنا منقول ہی جو ظاہر اخلاف شرع معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اس حدیث میں من ضر اصابہ کی قید اس شبہ مخالفت کو رفع کرتی ہے یعنی نہی مقید ہے کسی ضرر سے متبدل ہونے کے ساتھ اور جہاں یہ قید نہو یہ نہی بھی نہ ہوگی جب تک دوسری دلیل نہی کی نہو اور ان حضرات کی تمنی محض شوق الی لقاء اللہ ہوتی ہے لہذا خلاف شرع نہ ہوگی اور یہ ایک حال ہے جو آثار بسط سے ہے اور بعض پر ہیبت کا غلبہ ہوتا ہی۔ وہ مانع تمنا ہوتی ہے۔

۴۱۵ **حدیث شصت و پنجم** عن اسامۃ بن زید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صنع الیہ معروف فقال لفاعلہ جزاک اللہ خیرا فقد ابلغ فی الثناء اخرجہ الترمذی ترجمہ حضرت اسامہ بن زید رض سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کے ساتھ کوئی احسان کیا جاوے اور وہ اُسکے کرنے والے کو کہے جزاک اللہ خیرا یعنی اللہ تعالیٰ تجھکو نیک عوض دے تو اُسنے (اُسکی) ثنا (ودعا) کا پورا حق ادا کر دیا۔ روایت کیا اسکو ترمذی نے تسہیر ص ۹۲ **ف تعلیم دعا** عادت دعا للمہدی ہمیں تعلیم ہی اور بعونہ تعالیٰ صلحاء و مشائخ کی عادت بھی ہی کہ جو شخص انکی خدمت قلیل یا کثیر سے کرتا ہی اُسکی بہت قدر کرتے ہیں اور اظہار خوشی کے ساتھ ہدیہ دینے والے کو دعا دیتے ہیں ہمیں علاوہ برکت و فضیلت نفس اتباع سنت کے محسن کی تطییب قلب بھی ہے جو استقلالاً بھی طاعت ہی پس بیقدری اور سخت کرنا جیسا بعض بدعینین یا ناقصین کی عادت ہے سخت مذموم بات ہی اور ایک گونہ ناشکری ہے۔ فقط

۶۶۶ **حدیث شصت و ششم** عن ابی سعید رض قال قیل یا رسول اللہ ای الناس افضل قال مؤمن مجاھد بنفسہ و مالہ فی سبیل اللہ قیل ثم من قال رجل فی شعب من الشعاب یتقی اللہ ویدع الناس من شرہ اخرجہ الخمسۃ ترجمہ حضرت ابوسعید رض سے روایت ہے کہ کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ سب سے افضل کون شخص ہے۔ آپنے فرمایا جو مومن اپنی جان و مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا ہو سوال کیا گیا کہ پھر کون شخص افضل ہی آپنے فرمایا جو شخص (پہاڑ کی) گھاٹیوں میں سے کسی گھاٹی میں رہتا ہو اللہ سے ڈرتا ہو اور خلق کو اپنے شر سے فارغ کر رکھا ہو روایت کیا اسکو بخاری و مسلم و ترمذی و نسائی و ابوداؤد نے تسہیر بکلتہ ص ۹۳ **ف عادۃ عزلت** اکثر اہل اللہ کی عادت رہی ہی کہ خلق سے اختلاط کم رکھا ہو اور گوشہ نشیں رہے ہیں اس حدیث سے اسکی اجازت اور ایک درجہ میں فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ اور حدیث میں اسکے محل کی طرف بھی اشارہ ہی کہ جب اختلاط میں احتمال ایصال شر الی الخلق کا ہو اور اسی پر قیاس

کیا جاویگا وصول شر من الخلق کو اور فیہ حدیث مذکور ہی میں یہ اشارہ بھی ہے کہ جس شخص سے خیر و نفع عام زیادہ متوقع ہو اُسکے لئے اختلاط افضل ہے چنانچہ مؤمن مجاہد کو صاحب عزلت سے افضل فرمایا اور یہی خلاصہ ہے تحقیق کا مسئلہ جوت عنہا میں کہ جس شخص سے مسلمانوں کو نفع پہونچتا ہو اُسکے لیے جلوت بہتر ہے اور جس سے نفع متعلق نہو اور جلوت میں احتمال اضرار یا تضرر کا ہو اُسکے لئے خلوت بہتر ہے۔

۶۷ **حدیث شصت و ہفتم** عن شداد بن الہاد ان رجلا من الاعراب جاء فامن بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم الی قولہ ولکن ابتعتک علی ان ارمی الی ھھنا واشار بیدہ الی حلقہ بسہم فاموت فادخل الجنۃ فقال ان تصدق اللہ یصدقک فلبثوا قلیلا ثم نھضوا فی قتال العدو فاتی بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم محمولا قد اصابہ سہم حیث اشار فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اھو ھو قالوا نعم قال صدق اللہ فصدقہ ثم کفن فی جبۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث اخرجہ النسائی

ترجمہ حضرت شداد بن الہاد سے روایت ہی کہ ایک شخص دیہاتی حاضر ہوا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا اور اسی حدیث میں یہ ہی کہ اُس شخص نے عرض کیا کہ میں نے اس شرط پر آپ کا اتباع کیا ہی کہ (جہاد میں) میری اس جگہ یعنی حلق میں تیر لگ جاوے اور میں مرجاؤں اور جنت میں چلا جاؤں آپنے ارشاد فرمایا کہ اگر تو اللہ کے ساتھ (اپنی نیت میں) سچا ہی تو خدا تعالیٰ تجکو (اس امید میں) سچا کر دیگا غرض تھوڑی ہی مدت گذری تھی پھر ایک جہاد کے لیے لوگ تیار ہوئے (اور وہ شخص بھی چلا) پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اُسکی لاش اُٹھا کر لائی گئی اور اُسکی خاص حلق ہی میں تیر لگا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا یہ وہی شخص ہے لوگوں نے عرض کیا کہ ہاں وہی شخص ہے کہ آپنے فرمایا یہ اللہ کے ساتھ سچا تھا اللہ نے اسکو سچا کر دیا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قمیص مبارک میں اُسکو کفن دیا گیا روایت کیا اسکو نسائی نے۔ تتمیم ص ۹۶ **ف** حال کرامت۔ اس حدیث میں اثبات ہی کرامت کا چنانچہ یہ واقعہ اُس صحابی کی ایک گونہ کرامت ہے **ف** رسم تبرک فی الکفن قمیص مبارک میں اُس صحابی کا کفنایا جانا اصل ہی اس رسم کی جو محبان قوم میں مستعمل ہی کہ بزرگوں کے البسہ وغیرہا سے برکت حیوۃً و مماتاً حاصل کرتے ہیں۔

۶۸ **حدیث شصت و ہشتم** عن ابن عمرؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی قام یوم بدر فقال ان عثمان انطلق فی حاجۃ اللہ وحاجۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانی ابایع لہ اخرجہ ابوداؤد

ترجمہ حضرت ابن عمر رضہ سے روایت ہی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یوم بدر کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اللہ و رسول کے کام میں گئے ہوئے ہیں اُن کے لئے میں بیعت کرتا ہوں روایت کیا اسکو ابوداؤد نے۔ تتمیم ص ۱۰۲ **ف** رسم بیعت غائبانہ بزرگوں میں یہ رسم شائع ہی کہ اگر طالب بدون حاضری خدمت شیخ کے خواستہ بیعت کی کرے تو غائبانہ اُسکی بیعت قبول کر لیتے ہیں یہ حدیث بیعت غائبانہ میں صریح ہے حدیث عثمان رضہ حاضر نہ تھے۔ مگر اُن کی رضا و رغبت کی وجہ سے اُنکو بیعت فرمالیا اور گو یہ بیعت

قتال کی تھی لیکن اقسام بیعت میں اس امر میں فرق کا کوئی قائل نہیں اور یہ غائب ہونا بوجہ علالت مزاج صاحبزادی حضور صلی اللہ علیہ وسلم بضرورت انکی تیمارداری کے تھا جو حضرت عثمان رضہ کے نکاح میں تھیں۔

۴۶۹ **حدیث شصت ونہم** عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص قال کان علی ثقل النبی صلی اللہ علیہ وسلم رجل یقال لہ کرکرۃ فمات فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھو فی النار فذھبوا ینظرون الیہ فوجدوا عباءۃ قد غلھا اخرجہ البخاری ترجمہ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسباب پر ایک شخص کرکرہ نام متعین تھا وہ مرگیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ دوزخ میں ہے لوگ اسکو دیکھنے چلے (کہ دیکھیں انمیں کون سی بات دوزخی ہونے کی ہے سو اُس کے اسباب میں) ایک کملی ملی جس کو اُس نے (مال غنیمت سے) چورا لیا تھا روایت کیا اسکو بخاری نے تیسیر ص۵۰۔ **ف** اصلاح عدم کفایت صحبت شیخ مع فساد عمل اکثر رسم پرست درویش اسپر نازاں ہوتے ہیں کہ ہمکو فلاں بزرگ سے انتساب ہے اور اسکے بہروسہ اعمال کی پرواہ نہیں کرتے اس حدیث سے ان لوگوں کی غلطی صاف معلوم ہوتی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے زیادہ کسی کی صحبت بابرکت ہوگی۔ مگر اسپر بھی فساد عمل کا خمیازہ اُسکو بھگتنا پڑا سو دوسرا انتساب تو اس سے بدرجہا کم ہے

۴۷۰ **حدیث ہفتادم** عن ابی امامۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ترک المراء وھو مبطل بنی لہ بیت فی ربض الجنۃ ومن ترکہ وھو محق بنی لہ فی وسطھا ومن حسن خلقہ بنی لہ فی اعلاھا اخرجہ الترمذی تیسیر ص۵۰۔ ترجمہ حضرت ابو امامہ رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ناحق پر ہو اور بحث و مباحثہ چھوڑ دے (اور حق کو قبول کرے) اُسکے لئے جنت کے کنارے پر ایک گھر بنایا جاویگا اور جو شخص حق پر ہو اور پھر بھی بحث و مباحثہ چھوڑ دے (یہ سمجھکر کہ مخاطب مانتا نہیں فضول وقت برباد ہوتا ہے۔ اور احتمال ہے کہ شاید اپنے اندر کوئی نفسانیت پیدا ہوجاوے) اُسکے لئے اوسط جنت میں گھر بنایا جاویگا (جو کہ کنارہ جنت سے افضل ہے) اور جسکے اخلاق اچھے ہونگے اُسکے لئے اعلیٰ جنت میں گھر بنایا جاویگا (جو کہ وسط جنت سے افضل ہے) روایت کیا اسکو ترمذی نے **ف** عادۃً ترک مباحثہ اکثر بزرگوں کو دیکھا گیا ہے کہ مکالمات و مخاطبات میں جب کوئی اُن سے اُلجھتا ہے باوجود اپنے حق پر ہونے کے طرح دیکر سکوت فرماتے ہیں جس میں وہی مصلحت ہوتی ہے جسکی طرف ترجمہ حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے۔ اس حدیث سے اسکا پسندیدہ ہونا معلوم ہوتا ہے۔

۴۷۱ **حدیث ہفتاد ویکم** عن سہل بن سعد قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من مسلم یلبی الا لبی ما عن یمینہ وشمالہ من حجر او شجر او مدر حتی تنقطع الارض من ھھنا وھھنا اخرجہ الترمذی ترجمہ حضرت سہل بن سعد رضہ سے روایت ہے کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی مسلمان لبیک کہتا ہے اُسکے داہنے اور بائیں جتنے پتھر یا درخت یا ڈھیلے ہیں سب لبیک کہتے ہیں یہانتک کہ

زمین ادھر سے بھی اور ہر سے بھی ختم ہو جاتی ہے روایت کیا اسکو ترمذی نے تیسیر ص ۱۰۰ ف حقایق تکلم جمادات اس حدیث کے ظاہر سے اہل کشف کے اس کشف کی تصدیق ہوتی ہے۔ کہ جمادات بھی کسی قدر حس و شعور رکھتے ہیں۔ اور تکلم وغیرہ اُن سے صادر ہوتا ہے۔

حقایق تکلم جمادات

حدیث ہفتاد و دوم عن نافع انه سمع اسلم مولی عمر یقول کان ابن عمر یری عمر علی طلحة ثوبا مصبوغا وهو محرم فقال ما هذا فقال انما هو مغرة او مدرة فقال انکم ایها الرهط ائمة یقتدی بکم الناس فلو ان رجلا جاهلا رای هذا قال ان طلحة بن عبید الله کان یلبس الثیاب المصبغة فی الاحرام فلا تلبسوا ایها الرهط من هذه الثیاب رواه مالک ترجمہ حضرت نافع سے روایت ہے انہوں نے اسلم سے جو کہ معتق حضرت عمر رض کے تھے سنا کہ ابن عمر رض سے بیان کر رہے تھے۔ کہ حضرت عمر رض نے حضرت طلحہ رض کے بدن پر رنگین کپڑے حالت احرام میں دیکھے پوچھا کہ یہ کیا ہے انہوں نے جواب دیا کہ یہ تو گیرو ہے یا مٹی ہے آپ نے فرمایا کہ تم لوگ (دین کے) پیشوا (سمجھے جاتے) ہو لوگ تمہارا اقتدا کرتے ہیں اگر کوئی جاہل آدمی اس (لباس) کو دیکھے یوں کہے کہ طلحہ بن عبید اللہ احرام میں رنگین کپڑے پہنے ہوئے تھے سو تم لوگ ایسے رنگین کپڑے مت پہنا کرو۔ روایت کیا اسکو مالک نے تیسیر ص ۱۰۹ ف اصلاح مبالغہ در تورع اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو لوگ مقتدا ہیں اُنکو اور عام لوگوں کی نسبت ورع و تقوی میں زیادہ اہتمام مناسب اور ضروری ہے اور صوفیہ کا مقتدا ہونا ظاہر ہے پس اُنکو بھی اسکی رعایت پر ضرور ہے۔ آجکل اسکا عکس ہے کہ بعضے لوگ طریق تصوف میں داخل ہو کر اور آزاد ہو جاتے ہیں اور بعض کا عقیدہ ہے کہ تصوف میں شریعت کی پابندی کی ضرورت نہیں نعوذ باللہ منہ۔

اصلاح مبالغہ در تورع

حدیث ہفتاد و سوم عن الصعب بن جثامة انه اهدی الی رسول الله صلی الله علیه وسلم حمارا وحشیا وهو بالابواء او بودان فرده علیه فلما رای ما فی وجهه قال انا لم نرده علیک الا انا حرم انما رواه البخاری ترجمہ صعب بن جثامہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں ایک گورخر بطور ہدیہ کے بھیجا اور آپ اسوقت ابواء یا ودان میں تھے آپ نے اسکو واپس فرما دیا جب اُنکے چہرے پر آثار رنج کے دیکھے فرمایا کہ ہم نے اور کسی وجہ سے اسکو واپس نہیں کیا مگر صرف بات یہ ہے کہ ہم احرام کی حالت میں ہیں۔ روایت کیا اسکو بخاری و مسلم و مالک و نسائی و ترمذی نے ف تعلیم معذرت در رد ہدیہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کسی عذر صحیح سے کسی کا ہدیہ واپس کیا جاوے۔ تو اُس عذر کو ظاہر بھی کر دیا جاوے۔ تاکہ کسر خاطر یعنی دلشکنی نہ ہو چنانچہ آپ نے احرام کا عذر فرمایا جسکی دو توجیہ ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ وہ گورخر زندہ تھا سو اسکا قبول کرنا محرم کو مطلقاً جائز نہیں۔ دوسری اگر وہ زندہ نہ ہو تو آپ کو شبہ ہوگا کہ شاید ہمارے لئے شکار کیا گیا ہو اور اس صورت میں شافعیہ کے نزدیک تو قبول کرنا جائز ہی نہیں اور حنفیہ کے نزدیک گو جائز ہے مگر تورع عدم قبول میں ہے

تعلیم معذرت در رد ہدیہ

حدیث ہفتاد و چہارم ۷۴ھ عن ابن عمرؓ قال سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یهل ملبیا الی قوله لا یزید علی هذه الکلمات زاد فی روایة عن عبد اللہ بن عمرؓ عن عمرؓ یقول بعد هذه الکلمات لبیک اللهم لبیک لبیک وسعدیک والخیر فی یدیک والرغباء الیک والعمل وفی روایة ابی داؤد قال والناس یزیدون ذا المعارج ونحوه من الکلام والنبی صلی اللہ علیہ وسلم یسمع ولا یقول شیئا ترجمہ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لبیک میں کلمات مخصوصہ سے زائد نہ فرماتے تھے مگر حضرت عمرؓ لبیک وسعدیک والخیر فی یدیک والرغباء الیک والعمل اور بڑھا دیتے تھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ بعضے لوگ ذا المعارج وغیرہ الفاظ بڑھا دیتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سنکر کچھ نہ فرماتے تھے تیسیر ص ۱۱۳ **ف متفرقات** جواز زیادت فی الاذکار بعضے متشددین حضرات صوفیہ پر بعضے اذکار و اوراد کے ایجاد پر اعتراض بدعت کا کرتے ہیں اس حدیث سے اس ایجاد کا جواز ثابت ہوتا ہے کیونکہ لبیک منقول پر جسقدر زیادت تھی۔ وہ ایجاد ہی کی فرد ہے اور مرجع اس ایجاد جائز کا غلبہ ہے کسی حال کا یا قصد تحصیل ہے کسی حال کا البتہ بدعت وہ ایجاد ہے۔ جو جزو دین بنا دیا جاوے گو فی نفسہ مما یصلح سبباً ہی کیوں نہ ہو اور اگر فی نفسہ بھی غیر مباح ہو تو اور بھی اشنع واقبح ہے۔

حدیث ہفتاد و پنجم ۷۵ھ عن جابرؓ فی حدیث طویل فقال صلی اللہ علیہ وسلم لو استقبلت من امری ما استدبرت ما اهدیت اخرجه الخمسة الا الترمذی وهذا لفظ الشیخین ترجمہ حضرت جابرؓ سے ایک حدیث طویل میں مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (حجۃ الوداع میں جبکہ بعض صحابہ احرام کھولے ہوئے تھے اس بنا پر متردد ہوئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بوجہ ہدی کے احرام نہ کھولا تھا) ارشاد فرمایا کہ جو بات پیچھے سے میری سمجھ میں آئی اگر پہلے سے سمجھ میں آتی تو میں قربانی کا جانور ساتھ نہ لاتا (جو کہ مانع ہو گیا احرام کھولنے سے) روایت کیا اسکو بخاری و مسلم و ابو داؤد و نسائی نے اور یہ لفظ شیخین کے ہیں **ف اصلاح** عدم اختیاریت و عدم دوام کشف بعض اہل غلو کا اعتقاد ہے کہ کشف بزرگوں کا اختیاری فعل ہے جب چاہیں جس واقعہ کو چاہیں معلوم کر لیتے ہیں بعضے سمجھتے ہیں کہ بزرگوں کو ہر وقت ہر واقعہ معلوم رہتا ہے۔ اس حدیث سے ان دونوں خیالوں کی غلطی ثابت ہوتی ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بعد کی مصلحت اول سے منکشف نہیں ہوئی اور کوئی نقص نہیں ہے ایسے اعتقاد والوں کو اپنی اصلاح کرنا چاہیئے۔

حدیث ہفتاد و ششم ۷۶ھ عن ابن عباس قال لما قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابی ان یدخل البیت وفیه الالهة فامر بها فاخرجت واخرجوا صورة ابراهیم واسمٰعیل علیهما السلام فی ایدیهما الازلام فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قاتلهم اللہ اما واللہ لقد علموا انهما لم یستقسما بها قط فدخل البیت فکبر فی نواحیه اخرجه البخاری ترجمہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم (مکہ میں) تشریف لائے تو خانہ کعبہ

کے اندر تشریف لے جانا گوارا نہ کیا کیونکہ اُسکے اندر (مشرکین کے رکھے ہوئے) بہت سے بت تھے آپنے اُنکی نسبت حکم فرمایا وہ سب باہر کردئے گئے اور ابراہیم علیہ السلام واسماعیل علیہ السلام کے تصویر کو بھی باہر لائے اُن دونوں (تصویروں) کے ہاتھ میں قمار کے تیر تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا خدا ان (مشرکین) کو غارت کرے واللہ ان کو خوب معلوم ہے کہ ان دونوں حضرات نے کبھی ان تیروں سے قمار نہیں کھیلا اور پھر بھی ان کے ہاتھ میں تیر دیدئے) اس کے بعد آپ خانہ کعبہ میں داخل ہوئے اور سب گوشوں میں اللہ اکبر اللہ اکبر فرمایا روایت کیا اسکو بخاری نے تیسیر ص ۱۲۲ ف اصلاح عدم تعظیم تصویر بزرگان بعض اہل غلو بزرگوں کی تصویروں کی تعظیم کیا کرتے ہیں اور اُن کو متبرک سمجھتے ہیں اس حدیث سے اس عقیدہ وعمل کا بالکلیہ قلع وقمع ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خانہ کعبہ کے اندر تشریف لیجانے سے دونوں پیغمبروں کی تصویروں کی موجودگی کا مانع ہونا واضح دلیل اس مدعا کی ہے۔ اور یہی حال ہے نقلی اور مصنوعی قبور کا جو کسیکے نام زد ہوں غرض یہ کہ جو چیز خود غیر مشروع ہو کسی مقبول کے ساتھ نام زد ہونے سے وہ مشروع ومعظم نہیں ہوجاتی۔ فقط

اصلاح عدم تعظیم تصویر بزرگان

۷۷ **حدیث ہفتاد وہفتم** عن الاسلمیة قالت قلت لعثمان بن طلحة ما قال لك رسول الله صلى الله عليه وسلم حين دعاك قال قال لي انى نسيت ان امرك ان تخمر القرنين فانه ليس ينبغي ان يكون في البيت شئ يشغل المصلي اخرجه ابوداؤد ترجمہ اسلمیہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عثمان بن طلحہ (کلیدبردار کعبہ شریفہ) سے پوچھا تھا کہ تمکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا کر کیا فرمایا تھا انہوں نے جواب دیا کہ یہ فرمایا تھا کہ میں تم سے یہ کہنا بھول گیا تھا کہ تم دونوں سینگوں کو جو کہ کعبہ کے اندر اُس دُنبہ کے لگے ہے تھے جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فدیہ ذبح کیا گیا تھا) ڈھانک دینا کیونکہ بیت اللہ کے اندر کسی ایسی شے کا رہنا اچھا نہیں جس سے نماز پڑھنے والے کا دل بٹے (سو کھلا رہنے سے دل بٹے گا اور ڈھانک دینے سے اُدھر خیال نہ جاوے گا) روایت کیا اسکو ابوداؤد نے تیسیر ص ۱۲۳ ف تعلیم وعادۃ خلوہ حجرہ عن المتاع اہل طریق کا عادۃ ہے کہ جو حجرہ خلوت وعبادت کے لئے ہو اُسمیں بجز ایک چٹائی کے جس پر بیٹھے گا کوئی متاع نہ ہونا چاہیئے تاکہ ذکر کے وقت قلب بطرف مشغول نہ ہو یہ حدیث اسکی اصل صریح ہے۔

تعلیم وعادۃ خلوہ حجرہ عن المتاع

۷۸ **حدیث ہفتاد وہشتم** عن عائشة قالت كانت قريش ومن دان دينها وهم الحمس يقفون بالمزدلفة وكانوا يقولون نحن قطين الله فكان اذا خرج من حرمه اخرجه البخاري ترجمہ حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ قریش اور جو لوگ اُنکے طریقہ پر تھے اور یہ سب حمس کہلاتے تھے (عرفہ کے دن جبکہ سب عرفات میں جاتے تھے یہ لوگ) مزدلفہ میں ٹھہرے رہتے تھے اور کہا کرتے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے خواص میں سے ہیں اُسکے حرم سے باہر نہیں جاتے (اور عرفات حرم سے خارج ہے اور مزدلفہ داخل ہے) روایت کیا اسکو بخاری نے تیسیر ص ۱۲۳ ف اصلاح بطلان رسوم مخترعہ مجاورین ان لوگوں کو یہ ناز اور دعوی خصاص اس بنا پر تھا کہ یہ لوگ بیت اللہ کے خدام ومجاور تھے قرآن شریف میں ان کی اس رسم کا ابطال فرمایا ہے جس سے معلوم ہوا کہ قبور

اصلاح بطلان رسوم مخترعہ مجاورین

اولیاء کے مجاورین نے بھی جو رسمیں خلاف شرع اپنی پیرزادگی کے اختصاص کے اظہار کیلئے تراش رکھی ہیں سب باطل ہیں

حدیث ہفتاد و نہم عن انسؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتی الجمرۃ فرماھا الی قولہ قال ابو طلحۃ اقسمہ بین الناس اخرجہ الخمسۃ الا النسائی ترجمہ حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں) جمرہ کے پاس (منیٰ کے دن) تشریف لائے اور اسپر کنکریاں ماریں (سر مبارک منڈوا کر) ابو طلحہ سے فرمایا کہ یہ بال لوگوں میں (تبرکاً) تقسیم کر دو روایت کیا اسکو بخاری و مسلم و ترمذی و ابو داؤد نے تبصرہ ۱۲۵

ف عادۃ عطا رتبرک مریدرا اکثر مشائخ کا معمول ہے کہ جس مرید میں رغبت صادق پاتے ہیں یا کسیکی استدعا دیکھتے ہیں کہ وہ ان کی کسی خاص چیز کو بوجہ محبت کی نظر سے لینے کی تمنا کرتا ہے۔ اسکو ایسی چیز تبرکاً دیتے ہیں۔ یہ حدیث اسکی اصل ہے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ حضرات اپنے کو بابرکت سمجھتے ہیں بلکہ مقصود دوسرے کا تطییب قلب ہوتا ہے جو بنا بر حسن ظن اس کا مستدعی ہوتا ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں اس اشکال و جواب کی گنجائش ہی نہیں کیونکہ آپ کے برکات و فضائل قطعیات سے ثابت ہیں جن پر اعتقاد لانے کے آپ بھی مامور ہیں۔

حدیث ہشتاد و م عن ابن عباس قال اتی عمر بمجنونۃ قد زنت وفیہ قال علیؓ یا امیر المومنین لقد علمت ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال رفع القلم عن ثلثۃ عن الصبی حتی یبلغ وعن النائم حتی یستیقظ وعن المعتوہ حتی یبرأ وان ھذہ معتوھۃ بنی فلان لعل الذی اتاھا اتاھا وھی فی بلائھا فخلی سبیلھا اخرجہ ابو داؤد ترجمہ حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضؓ کے پاس ایک مجنون عورت لائی گئی جسنے زنا کیا تھا اور اسمیں یہ بھی ہے کہ حضرت علی رضؓ نے فرمایا اے امیر المومنین آپ کو معلوم ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ تین شخص مرفوع القلم ہیں ایک نابالغ جب تک کہ بالغ ہو دوسرے سونیوالا جب تک جاگ نہ اٹھے تیسرے مختل الحواس جب تک کہ صحت یاب نہو اور یہ فلاں قبیلہ کی مختل الحواس عورت ہے ممکن ہے کہ جس وقت اس شخص نے اس سے صحبت کی ہو یہ اپنی اس مرض میں مبتلا ہو غرض اسکو رہا کر دیا روایت کیا اسکو ابو داؤد نے تبصرہ ۱۲۶

ف مسئلہ عفو از اہل سکر عقل کا مغلوب ہو جانا جیسا کبھی احوال جسمانیہ سے ہوتا ہے ایسے ہی کبھی احوال نفسانیہ سے بھی ہوتا ہے اور یہ اطباء کے نزدیک بھی ثابت و مسلم ہے منجملہ احوال نفسانیہ کے وہ احوال بھی ہیں جن سے سکر کا غلبہ ہوتا ہے اور عقل مغلوب ہو جاتی ہے سو جسطرح مجنون و معتوہ شرعاً معذور ہے اسیطرح صاحب سکر و مغلوب الحال بھی اپنے اقوال شنیعہ اور اپنے افعال ترک واجب یا ارتکاب محرم میں معذور ہے اور یہ سکر بعض اوقات دوسرے کو محسوس نہیں ہوتا جس طرح جنون و عتہ بعض اوقات دوسرے کو محسوس نہیں ہوتا جس سے اشتباہ ہوتا ہے جسطرح حضرت عمر رضؓ کو اشتباہ ہو گیا تھا جو حضرت علی رضؓ کے قول سے زائل ہوا اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کسی شخص میں قرائن سے معذور ہونے کا احتمال بھی ہو اسکی حالت کو معذوری ہی پر محمول کرنا بہتر ہے

جیسا حضرت علی رضہ کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے۔ لعل الذی اتاہا انہ کہ لعل موضوع ہے احتمال کے لئے اور قرینہ یہاں اس عورت کا اکثر احوال میں متقوہ ہونا تھا۔ اور جن حضرات کے کلام میں تاویل عذر کی جاوے گی اُن میں ایک قرینہ منقول ہونا ان کے سکر کا ہے اور ایک قرینہ معقول ہونا اُن کے فضائل وکمالات وابتاع سنت کا غالب احوال میں ہے جو مضطر کریگا تاویل کی طرف ورنہ جسکا غالب حال فسق ومعصیت وابتداع وبطالت ہو وہاں کوئی حاجت تاویل کی نہ ہوگی کیونکہ احتمال غیر ناشی عن دلیل معتبر نہیں ورنہ انکار واحتساب وسیاست کا باب ہی سدود ہوجاویگا وہو باطل۔

حدیث ہشتادویکم عن انس رض ان رجلا کان یتہم بام ولد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقال لعلی اذہب فاضرب عنقہ فاتاہ فاذا ہو فی رکی یتبرد فقال لہ اخرج فناولہ یدہ فاخرجہ فاذا ہو مجبوب لیس لہ ذکر فکف عنہ واخبر بہ النبی صلے اللہ علیہ وسلم فحسن فعلہ زاد فی روایۃ وقال الشاہد یری ما لا یری الغائب اخرجہ مسلم ترجمہ حضرت انس رضہ سے روایت ہے کہ ایک شخص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ کی ام ولد (یعنی کنیز صاحب اولاد سے) کے ساتھ لوگ متہم کرتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا کہ جاؤ اُسکی گردن مارو مطلب یہ تھا کہ باقاعدہ تحقیق کرکے باضابطہ سزا دو) چنانچہ حضرت علی رضہ اُسکے پاس پہونچے وہ ایک کنوے میں (جو بطور باولی کے تھا) ٹھنڈک کے لئے غسل کر رہا تھا آپنے اُس سے فرمایا باہر نکل اُسنے اپنا ہاتھ آپکو دیدیا آپنے اُس کو نکالا اچانک جو اُسپر نظر پڑی تو وہ مقطوع الذکر تھا آپ اُسکی سزا سے رُک گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اسکی خبر دی آپنے اُن کے اس فعل کی تحسین فرمائی۔ اور ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ آپنے فرمایا کہ سامنے والا ایسی چیز کو دیکھ سکتا ہے جسکو دور والا نہیں دیکھ سکتا روایت کیا اسکو مسلم نے تبییض ص ۱۳۶ ف اصلاح ترجیح باطن امر شیخ پر ظاہر امر شیخ اس مقام پر حکم نبوی ظاہر مطلق تھا جس کا مقتضا یہ تھا کہ جاتے ہی اُسپر بے تامل اجاری کر دیتے اور جس میں پس وپیش اور توقف کرنا ظاہر حکم نبوی کی مخالفت معلوم ہوتی ہے چنانچہ جو لوگ غلبہ ظاہر پرستی سے شیخ کی اطاعت میں غلو کرتے ہیں وہ اطاعت میں حقیقت امر کو اصلا نہیں دیکھتے حتی کہ شریعت کے وفاق و خلاف سے بھی بحث نہیں کرتے اور محققین مریدین کو ایسے مواقع میں شیخ کا مخالف سمجھتے ہیں جیسا حضرت سلطان نظام الدین اولیاء کے اتباع میں حضرت مولانا نصیر الدین رح کو اور حضرت مولانا شاہ امداد اللہ صاحب کے اتباع میں حضرت مولانا رشید احمد صاحبؒ کو عوام الناس کہا کرتے تھے۔ مگر حضرت علی رضہ کی تحسین فعل سے صاف واضح ہوگیا کہ ایسے اطلاقات حقیقت میں مقید ہوا کرتے ہیں انطباق علی القواعد الشرعیہ کے ساتھ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام میں یہ تقیید ضروری ہے اور یہ تقیید بھی آپ ہی کا حکم ہے سو درحقیقت یہ آپ ہی کی اطاعت ہے تو دوسرے شیوخ جو کہ معصوم عن الخطا بھی نہیں اُن کے احکام تو کیونکر مقید بقید مذکور نہ ہوں گے اور چونکہ کاملین قاطبۃ اطاعت شرع کا ارشاد فرماتے ہیں سو ایسے اوامر

میں علی الاطلاق اطاعت نہ کرنا گو صورۃً اُن کی مخالفت ہو مگر معنیً انکی موافقت و مطاوعت ہو غرض اہل صورت ظاہر امر شیخ کو ترجیح دیتے ہیں جو کہ ضلالت ہی ہاں کوئی مغلوب الحال اور معذور ہو وہ مستثنیٰ ہی اور اہل معنی باطن امر شیخ کو ترجیح دیتے ہیں جو کہ ہدایت ہی اس غلطی میں بہت لوگ مبتلا ہیں اُن کو حضرت موسیٰ و خضر علیہما السلام کے قصہ سے اشتباہ ہو گیا ہے لیکن وہاں حضرت خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے کوئی اطاعت نہیں کرائی تھی محض سکوت کے لئے فرمایا تھا سو اطاعت کا قیاس سکوت پر محض تحکم ہے پھر سکوت بھی ایسے شخص کی مجال پر تھا جس کا حق پر ہونا بارشاد حق معلوم ہو چکا تھا دوسرے اس علت میں بھی شریک نہیں ہو سکتا البتہ بیمار اور انکار میں مناسب نہیں جیسا حدیث ہشتادم کے ذیل میں بیان کیا گیا لیکن جب دوسری جانب قرائن سے مظنون ہو جاوے۔ اُس وقت قطع تعلق اُس سے واجب ہے

حدیث ہشتاد و دوم عن علیؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفع القلم عن ثلاثۃ عن النائم حتی یستیقظ و عن الصبی حتی یحتلم و عن المجنون حتی یعقل اخرجہ ابو داؤد والترمذی زاد ابو داؤد فی الخرف و عن الخرف ترجمہ حضرت علی رضہ سے روایت ہی کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین شخص مرفوع القلم ہیں سوتا ہوا جب تک کہ بیدار نہ ہو اور نابالغ جب تک بالغ ہو اور مجنون جب تک ہوش درست نہ ہو روایت کیا اسکو ابو داؤد اور ترمذی نے اور ابو داؤد کی ایک روایت میں اتنا اور زیادہ ہے اور ایک وہ شخص جس کی عقل بیحد بڑھاپے سے فتور آگیا ہو تیسیر ص ۱۴۱ **ف مسئلہ** عفو از مغلوب الحال اس کا بیان مثل بیان حدیث ہشتادم کے ہی۔ البتہ اس میں یہ جزو ذرا زیادہ صریح ہی کہ شریعت میں زوال عقل جنون ہی میں منحصر نہیں بلکہ پیرفرتوت کو بھی گو بعض ہی احکام میں سہی حکم مجنون میں ٹھیرایا ہی پس عدم انحصار کے بعد کسی وارد قوی کا غلبہ بھی اسی حکم میں ہوگا۔

حدیث ہشتاد و سوم عن النواس بن سمعان قال سالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن البر والاثم فقال البر حسن الخلق والاثم ما حاك فی صدرك وكرهت ان يطلع عليه الناس اخرجہ مسلم والترمذی ترجمہ حضرت نواس بن سمعان رضہ سے روایت ہی کہ میں نے جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے نیکی اور گناہ کے متعلق سوال کیا آپ نے ارشاد فرمایا کہ نیکی حسن خلق ہی اور گناہ وہ ہی جو تمھارے دل میں کھٹکے اور تم اسپر لوگوں کے مطلع ہونے کو ناگوار سمجھو روایت کیا اس کو مسلم و ترمذی نے تیسیر ص ۱۴۲ **ف مسئلہ** اعتبار حکم قلب سلیم مراد گناہ سے حدیث میں وہ امور ہیں جن کے گناہ ہونے کی کوئی نص نہیں مگر کسی کلیہ سے اُس میں گناہ ہونے کا شبہ ہو جاتا ہے تو ایسے امور کے لئے آپ نے یہ پہچان بتلائی اور پہچان اسی قلب کے اعتبار سے ہے جو سلیم ہو چنانچہ صحابی کا مخاطب ہونا اسکا قرینہ ہی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بعض امور غیر منصوصہ علیہ میں مسلم کامل کے قلب کا حکم معتبر اور جائز العمل ہی۔ پس اس سے اصل اُس معمول کی نکل آئی جو اکثر بزرگوں میں دیکھا جاتا ہی کہ جب کوئی طالب آتا ہی اگر اس کا قلب قبول کرتا ہی تو اُس کو سلسلہ میں داخل کرتے ہیں ورنہ جواب

دیدیتے ہین حالانکہ ظاہری طور پر کوئی وجہ خاص رد و قبول کی اس شخص ہیں محسوس نہیں ہوتی۔ مگر اکثر بعد تفتیش کے اُن کی شہادت قلب کی صحت ثابت ہوئی ہے۔ اور چونکہ شرعاً کسیکو دخل سلسلہ کرنا یا اپنی صحبت میں رکھنا واجب نہیں بلکہ دونوں شقین مباح و جائز ہیں اسلئے یہ اعتراض لازم نہیں آتا کہ وجدان ظنی سے کسی خاص شخص کے ساتھ کوئی خاص معاملہ کرنا کب جائز ہے جیسا کسی کو چور سمجھ لینا قرائن ظنیہ سے جائز نہیں البتہ دلیل ظنی سے کہ منحصر ہے قیاس شرعی ہیں مجتہد کو حکم کلی کر دینا بلا کلام جائز ہے۔

۴۸ھ **حدیث ہشتاد و چہارم** عن ابی ذر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا اباذر انی اراک ضعیفا و انی احب لک ما احب لنفسی لا تامرن علی اثنین ولا تلین مال یتیم اخرجہ ابو داؤد

ترجمہ حضرت ابوذر رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے ابوذر میں تجھکو ضعیف پاتا ہوں (کہ تعلقات کا تحمل نہیں کر سکتے) اور میں تمہارے لئے اُس چیز کو پسند کرتا ہوں جس کو اپنے لئے پسند کرتا ہوں (پس میں جو کچھ کہونگا خیر خواہی سے کہونگا سو میں تمکو دو باتیں کہتا ہون یعنی) کبھی دو شخصوں پر اُن کے کسی معاملہ کے فیصل کرنے کے لئے حکم مت چلانا (یعنی کسی کے معاملہ کا فیصلہ مت کرنا) اور مال یتیم کے متولی (نگران) مت بننا روایت کیا اسکو ابو داؤد نے تیسیر ۱۲ ف۔ عادۃ دخل ندادن در معاملات اکثر صوفیہ کی عادت ہوتی ہے کہ دنیوی معاملات میں دخل نہیں دیتے جسپر ظاہر بین طعن کرتے ہیں کہ ان لوگوں کی ذات سے کسیکو نفع نہیں پہونچتا اس حدیث سے اس عادت کا بوجہ صریح استحسان ثابت ہوتا ہے۔ اور راز اس میں یہ ہے کہ نفع پہونچانا بیشک خیر ہے مگر اکثر اوقات بعض کے لئے یہ نفع پہونچانا سبب ہو جاتا ہے کسی شر میں واقع ہو جانے کا اور ظاہر ہے کہ دفع مضرت مقدم ہے جلب منفعت سے البتہ جس شخص کی حالت بالکل قابل طمانیت ہو کہ کسی شر کا احتمال، نہو اُس کا یہ حکم نہیں چنانچہ حضرات شیخین رضہ کے لئے نصوص میں خلافت تجویز فرمائی گئی انی اراک ضعیفا اس طرف مشیر ہے اور چونکہ قبل کمال اپنی معرفت پر وثوق کرنا خطا ہے۔ اسلئے شیخ مربی کی رای پر مدار کار رکھنا چاہیئے

۴۸ھ **حدیث ہشتاد و پنجم** عن جبیر بن مطعم قال اتت امرأۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فکلمتہ فی شیٔ فامرھا ان ترجع قالت فان لم اجدک کانھا تعنی الموت قال فان لم تجدینی فاتی ابا بکر اخرجہ الشیخان و الترمذی ترجمہ حضرت جبیر بن مطعم رضہ سے روایت ہے کہ ایک عورت حضور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کسی امر میں گفتگو کی آپنے اُس سے فرمایا کہ پھر آنا اُسنے عرض کیا کہ اگر اسوقت آپ کو نہ پاؤں مراد اُسکی یہ تھی کہ اگر آپ کی وفات ہو جاوے آپنے ارشاد فرمایا کہ اگر مجھکو نہ پاوے تو ابوبکر کے پاس چلی جانا روایت کیا اسکو بخاری و مسلم و ترمذی نے ف عادۃ استخلاف و سجادہ نشینی اکثر مشایخ کی عادت ہے کہ ابقاء فیض و اجراء سلسلہ کے لئے اپنے اتباع میں سے کسیکو اپنا خلیفہ و جانشین کر دیتے ہیں واحد کو یا متعدد کو کبھی حیات میں کبھی بقید اپنی وفات کے مگر مقصود ان سب صورتوں کا مشترک و متحد ہے۔ اس حدیث سے اسکی اصل ثابت ہوتی ہے البتہ یہ ضرور ہے کہ وہ شخص اہل ہو اور اب جو خلافت و سجادہ نشینی کا طریق متعارف

عادۃ دخل ندادن در معاملات

عادۃ استخلاف و سجادہ نشینی

ہوگیا ہے کہ کبھی شیخ کی حیات میں اور کبھی بعد وفات سلسلہ کے لوگ جمع ہوکر شیخ کے اقارب یا خدام میں سے جس کو زیادہ اختصاص دیکھا گو وہ اختصاص دنیوی ہی ہو اور گو انمیں اُسکی اہلیت نہو دستار بندی کر دیتے ہیں یہ بالکل طریقہ کا افساد اور طالبین کی رہزنی اور عوام کی اضاعت دنیا و دین ہے۔

حدیث ہشتاد و ششم عن عائشۃؓ فی حدیث طویل قالت وکان لعلی وجہ من الناس حیۃ فاطمۃؓ فلما ماتت انصرفت وجوہ الناس عنہ اخرجہ الشیخان واللفظ لمسلم ۲۰۶

ترجمہ حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ (بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے) حضرت فاطمہ رضؓ کی حیات تک حضرت علی رضؓ کی وجاہت لوگوں کی نظر میں زیادہ رہی جب انکا انتقال ہوگیا تو لوگوں کا رخ ذرا بدل گیا روایت کیا اس کو بخاری اور مسلم نے تیسیر ص ۱۵۰ ف عادۃ تعظیم منتسبین بمشائخ اہل طریق کی عادت طبعیہ ہے کہ بزرگوں کے منتسبین کو محض اس انتساب کی وجہ سے معظم سمجھتے ہیں اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ امر حضرات صحابہ رضؓ میں بھی طبعاً پایا جاتا تھا۔ عادۃ تعظیم منتسبین مشائخ

حدیث ہشتاد و ہفتم عن عائشۃؓ من خطبۃ عمرؓ قال فیہا انا اعلم ولو احرص علی امرکم ولکن المتوفی اوصی الی بذلک واللہ الھمہ ذلک ولیس اجعل اماتی الی احد لیس لھا باھل ولکن اجعلھا الی من تکون رغبتہ الی التوقیر للمسلمین اولئک احق بھم ممن سواھم اخرجہ مالک ۲۰۷

ترجمہ حضرت عائشہ رضؓ سے حضرت عمر رضؓ کے خطبہ کا یہ مضمون منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا میں عمر میں اور تم پر حاکم بننے کی مجھکو خواہش نہ تھی لیکن متوفی (یعنی حضرت ابوبکر رضؓ) نے مجھکو اس کی وصیت کی تھی اور اللہ تعالیٰ نے اُن کے قلب میں اسکا القاء فرمایا تھا اور میں اس عہدہ کو ایسے شخص کے حوالہ نہیں کرتا جو اس کا اہل نہ ہو البتہ ایسے شخص کے لئے تجویز کرتا ہوں جسکی رغبت اہل اسلام کی توقیر کی طرف ہو سو یہ لوگ بہ نسبت دوسرے لوگوں کے زیادہ مستحق ہیں روایت کیا اسکو مالک نے تیسیر ص ۱۵۱ ف مسئلہ الہام بعض اولیاء کا صاحب الہام ہونا منقول ہے اس سے اس کا اثبات ہوتا ہے۔ ف اصلاح عدم اختلاف نا اہل بعض متصوفین محض رسم کے طور پر حفظ سلسلہ کے لئے کسی کو خلیفہ بنا دیتے ہیں اس حدیث سے اسکا ابطال ہوتا ہے اہل رسم کو اس کی اصلاح کرنا چاہیئے۔ مسئلہ الہام — اصلاح عدم اختلاف نا اہل

حدیث ہشتاد و ہشتم عن ابن عمرؓ فی حدیث طویل عن عمر قال ان اللہ تعالیٰ یحفظ دینہ وانی ان لا استخلف فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یستخلف وان استخلفت فان ابابکرؓ قد استخلف الحدیث اخرجہ الخمسۃ الا النسائی ۲۰۸

ترجمہ حضرت ابن عمر رضؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضؓ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کی حفاظت خود فرماویں گے اور میں اگر کسیکو خلیفہ نہ بناؤں تو یہ بھی جائز ہے کیونکہ) رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کسیکو اختیار خلیفہ نہیں بنایا اور اگر خلیفہ بنادوں تو یہ بھی جائز ہے کیونکہ ابوبکر رضؓ نے (مجھکو) خلیفہ بنایا تھا روایت کیا بخاری و مسلم و ترمذی و ابوداؤد نے تیسیر ص ۱۵۱ ف عادۃ مہم

گزاردن خلافت بعض مشائخ کی عادت ہے کہ کسی کو بالتعیین خلیفہ نہیں بناتے کہ جو اہل ہوگا آپ ہی حق تعالیٰ اُس سے کام لے لیگا: اس حدیث سے اس عادت کی اصل نکل آئی اور جاننا چاہیئے کہ اہل طریقت کا قول ہے کہ خلیفہ ہونے کے لیے خلیفہ بنانے کی ضرورت نہیں البتہ بیعت کی ضرورت ہے اور بعد بیعت کے اہلیت و صلاحیت اور صلاحیت و اہلیت کی حقیقی علامت شہادت قلب سلیم ہے اور ظاہری علامت اُس زمانہ کے مشائخ مسلمین کا اُسکو جائز رکھنا اور اُسپر انکار نہ کرنا ہے۔

۶۸ **حدیث ہشتادونہم** عن عمر بن میمون الاودی فی حدیث طویل قال عمرؓ لعبد اللہ بن عمرؓ انطلق الی ام المؤمنین عائشۃ رضؓ وقل یستاذن عمر بن الخطاب ان یدفن مع صاحبیہ الی قولہ فقالت کنت اریدہ لنفسی ولاوثرنہ الیوم الخ رواہ البخاری ترجمہ عمر بن میموں الاودی سے (قصہ شہادت حضرت عمر رضؓ میں) منقول ہے کہ (حالت مرض الموت میں) حضرت عمر رضؓ نے اپنے صاحبزادے عبد اللہ بن عمر سے فرمایا کہ حضرت ام المؤمنین عائشہ رضؓ کے پاس جاؤ اور یوں کہو کہ عمر بن الخطاب اس امر کی اجازت چاہتے ہیں کہ (بعد وفات آپکے حجرہ میں) اپنے دونوں ساتھیوں کے پاس دفن کئے جاویں حضرت عائشہ رضؓ نے (جواب میں) فرمایا کہ یہ موقع میں نے تجویز تو اپنے لئے کر رکھا تھا مگر میں حضرت عمرؓ کو نفس پر ترجیح دیتی ہوں (اور دفن کی اجازت دیتی ہوں) تیسیر ماہین صفحہ ۱۵۱ و صفحہ ۱۵۵ ف رسم تبرک بوضع متبرک در دفن بزرگون سے بکثرت منقول ہے کہ موضع متبرک میں یا کسی صالح کے جوار میں دفن ہونے کا اہتمام و وصیت کرتے ہیں اس روایت میں اس کی اصل صریحاً موجود ہے ف **رسم ایثار در فضائل** اکثر اہل ادب کی یہ بھی عادت مشاہدہ کی جاتی ہے کہ فضائل کے مواقع پر تادبا اپنے سے بڑوں کو مقدم رکھتے ہیں مثلاً کوئی بزرگ دوسری صف میں اگر کھڑے ہو گئے اور پہلی صف میں کوئی انکا معتقد و مخلص کھڑا ہے تو وہ پیچھے ہٹ کر اُن کو مقدم کر دیتا ہے حضرت عائشہ رضؓ کے ایثار سے اس کا استحسان معلوم ہوتا ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ قربات میں ایثار نہ چاہیئے کیونکہ یہ مستلزم ہے بے رغبتی کو قربات میں برکات میں مضائقہ نہیں اور فعل عائشہ رضؓ سے برکات میں ثابت ہے نہ کہ قربات میں علماء محققین نے اسکا جواب دیا ہے کہ اپنے سے بزرگ کا احترام کرنا یہ اُس قربت سے بھی بڑھکر قربت ہے پس اعلیٰ درجہ کی قربت کو ادنیٰ درجہ کی قربت پر ترجیح دینا بے رغبتی قربت سے نہیں البتہ جہاں یہ دوسری قربت پہلی قربت سے افضل ہو وہاں نہ چاہیئے۔

۶۹ **حدیث نودم** عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لاتستروا الجدر رواہ ابوداؤد ترجمہ حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دیواروں کو کپڑوں سے مت چھپاؤ۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔ تیسیر ص ۱۵۵ ف۔ اصلاح کراہتہ غلاف قبور اس حدیث سے مفہوم ہوتا ہے کہ قبور پر غلاف چڑھانا بُرا ہے کیونکہ وہاں دیوار گھیری کی برابر بھی ضرورت نہیں محض تزئین و تجمل و ترفع ہی مقصود ہے جس کی قبور کے لئے اجازت ثابت نہیں۔

۴۹۱ **حدیث نود ویکم** عن ابی موسی قال کنا فی سفر فجعل الناس یجهرون بالتکبیر فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اربعوا علی انفسکم انکم لا تدعون اصم ولا غائبا انکم تدعون سمیعا بصیرا وھو معکم والذی تدعونہ اقرب الی احدکم من عنق راحلتہ اخرجہ الخمسۃ الا النسائی

ترجمہ حضرت ابو موسیٰ رضؓ سے روایت ہے کہ ہم ایک سفر میں تھے لوگ اللہ اکبر اللہ اکبر پکار کر کہنے لگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی جانوں پر نرمی کرو تم کسی بہرے یا غائب کو نہیں پکار رہے ہو تم ایک سمیع بصیر کو پکارتے ہو اور وہ تمہارے ساتھ ہے اور جس کو تم پکارتے ہو وہ تم سے ناقہ کی گردن سے بھی نزدیک تر ہے روایت کیا اس کو بخاری و مسلم و ترمذی و ابو داؤد نے تبیین ص ۵۵ ف اصل ۳۶ عدم اعتقاد تقرب در جہر بذکر نفی جہر تو نہ ص کثیرہ سے ثابت ہوا اس میں کسیکو کلام نہیں البتہ کلام جہر مفرط میں ہے سو بعضے غالی اس کو قربت مقصودہ سمجھتے ہیں اور اعتقاد رکھتے ہیں کہ نفع ذکر کا اسی پر موقوف ہے اور اسی وجہ سے ان کو کسی کی راحت و ایذا کی بھی پرواہ نہیں ہوتی اور بعضے متشددوں اس بنا پر کہ کسی روایت میں منقول نہیں بلکہ اس حدیث میں نہی منقول ہے چنانچہ ارکعوا اول ہے کہ اس جہر میں افراط تھا اس کو مذموم و بدعت سمجھتے ہیں مگر تحقیق یہ ہے کہ نہ قربت ہے نہ بدعت جبکہ اس کے قربت ہونے کا اعتقاد نہ کرے بلکہ اس کو معالجہ سمجھے کیونکہ اس میں تجربہ سے خاصیت دیکھی گئی ہے کہ قلب میں رقت اور خواطر میں جمعیت حاصل ہوتی ہے پس اس بنا پر یہ مباح ہے اور مباح کی اباحت ہمیشہ مشروط ہوتی ہے رفع عوارض کے ساتھ پس اس میں بھی قید ہوگی کہ کسیکو ایذا و تشویش نہو ورنہ آبادی سے دور جانا چاہیئے اور اس حدیث میں جو نہی آئی ہے محمول ہوگی اعتقاد قربت پر جیسا کہ تعلیل لا تدعون اصم الخ میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے جس کی تقریر یہ ہے کہ جہر مفرط قربت اس وقت ہو سکتا تھا کہ منادی سمیع بصیر نہ ہوتا تو اس کے اسماع کے لئے جہر مفرط ضروری تھا اور جبکہ وہ واقع میں بھی اور تمہارے اعتقاد میں بھی سمیع بصیر ہے پھر جہر مفرط موقوف علیہ اسماع کا نہ ہوا تو قربت بھی نہ ہوگا باقی اس سے نفی اس فائدہ معالجہ کی لازم نہیں آتی کیونکہ وہ مسکوت عنہ ہے۔ رہا یہ کہ جب وہ بھی ایک امر قابل تحصیل ہے تو مرغوب فیہ نہ ہوا پھر اس کی ترغیب کیوں نہیں دی گئی۔ اصل یہ ہے کہ صحابہ رضؓ کو یہ فائدہ بدون اس معالجہ کے حاصل تھا اسلئے اس وقت مرغوب فیہ نہ تھا بعد میں اسکی احتیاج ہوئی ف مسئلہ قرب و معیت حق تعالےٰ کا قرب و معیت اصل میں بے کیف ہے نہ اسکو قرب ذاتی کہہ سکتے ہیں نہ قرب مکانی بعض متکلمین اس کو قرب صفاتی کہتے ہیں بمعنی قرب علمی لیکن سلف کا مسلک یہی ہے کہ صفات آلہیہ میں تعیین نہیں کرتے بلکہ ایمانا بہما اما اللہ تعالیٰ پر حمل کرتے ہیں اور بعضے اکابر کے کلام میں جو اس قرب کی تعبیر بعنوان موہمہ للتقیید آئی ہے مقصود تقیید نہیں ہے بلکہ مقصود تشبیہ بغرض تفہیم ہے یہ حدیث اس تعبیر کی جواز کی دلیل ہے حیث قال من عنق راحلتہ

۴۹۲ **حدیث نود و دوم** عن ابی ہریرۃ فی دعاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللھم اغسلنی من خطایای بالماء والثلج والبرد اخرجہ الخمسۃ الا الترمذی وھذا لفظ

الشیخین ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضؓ سے دعاء نبوی میں منقول ہے کہ اے اللہ مجھکو میرے گناہوں سے پاک کردے پانی اور برف اور اولہ سے روایت کیا اسکو بخاری و مسلم و ابوداؤد و نسائی نے اور یہ الفاظ بخاری و مسلم کے ہیں تیسیر ص ۱۵۹ **ف توجیہ** تمثیل صفات بآب و دریا بعض عرفاء کے کلام منظوم میں ذات و صفات الٰہیہ کو آب اور دریا سے تمثیل دینا وارد ہے جیسے مغربی رح کے اس قول میں۔ زدریا موج گوناگوں برآمد۔ وغیرذالک جس سے مقصود تمثیل من کل الوجوہ نہیں تعالے اللہ عن ذالک علوا کبیرا بلکہ مقصود تشبیہ بعض صفات مشترکہ میں بغرض توضیح و تفہیم ہے مثلاً جسطرح آب و دریا باوجود بساطت و وحدت کے منشا ہوتا ہے امور متکثرہ کا اسیطرح ذات و صفات باوجود بساطت و توحد کے منشا ہے ممکنات متکثرہ کا گو وجہ منشائیت دونوں جگہ جدا جدا ہے۔ اس حدیث سے اس تمثیل کا جواز ثابت ہوتا ہے کیونکہ ماء و ثلج و برد سے مقصود صفت رحمت ہے لجامع التطہیر اور چونکہ ذات اور صفات میں تغائر نہیں جب صفات کی تمثیل کا جواز ثابت ہوگیا ذات کی تمثیل کا جواز بھی ثابت ہوگیا۔

تشبیہ صفات بآب و دریا

۹۳ **حدیث نود و سوم** عن زید بن ثابت فی حدیث امرہ صلے اللہ علیہ وسلم بالتسبیح وغیرہ دبر الصلوات قال فلما امر وابذلک رأی رجل من الانصار فی منامہ ان رجلا یقول اجعلوھا خمسا وعشرین واجعلوا فیھا التھلیل فلما اصبح ذکر ذلک لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال اجعلوھا کذلک اخرجہ النسائی ترجمہ حضرت زید بن ثابت سے (اس حدیث میں جس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمازوں کے بعد سبحان اللہ وغیرہ پڑھنے کی نسبت حکم فرمانا مذکور ہے) یہ بھی مروی ہے کہ جب لوگوں کو اس کا حکم دیا گیا تو ایک انصاری نے خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص کہتا ہے کہ تم ان کلمات کو پچیس پچیس بار کرلو اور ان میں لا الہ الا اللہ کو بھی داخل کرلو جب صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا گیا آپ نے فرمایا یوں ہی کرلو روایت کیا اسکو نسائی نے تیسیر ص ۱۶۰ تا ۱۶۱ **ف**

متفرقات ادب شیخ بذکر تلقین منافی پیش اہل طریق نے آداب شیخ میں لکھا ہے۔ کہ اگر مرید کو کوئی چیز خواب میں تلقین کی جاوے تو بدون اس کے کہ شیخ سے ذکر کرے اسپر عمل نہ کرے۔ اس حدیث میں اس کی تصریح ہے اور ایسے واقعات سے مرید یہ نہ سمجھے کہ مجھکو شیخ سے زیادہ انکشاف ہوگیا گو ایسا ہونا ممکن ہے اور اس سے کچھ افضلیت و اکملیت بھی لازم نہیں آتی مگر مرید کے لئے یہ زعم مضر ہوتا ہے اس لئے ایسا نہ سمجھے بلکہ یہ سمجھے کہ یہ بھی شیخ ہی کا فیض ہے کہ اسکی برکت سے میں ایسا ہوا غرض اس فیض کا واسطہ بھی شیخ ہی کو سمجھے اور یہ بھی یقین کرے کہ اس منام یا کشف کی حقیقت کو شیخ مجھ سے زیادہ جان سکتا ہے اسی لئے اس سے ذکر کرکے اسکے امر سے تجاوز نہ کرے

متفرقات ادب شیخ بذکر تلقین منافی پیش

۹۴ **حدیث نود و چہارم** عن عائشۃ رضؓ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اخذ مضجعہ نفث فی یدیہ وقرأ الحدیث اخرجہ الستۃ الا النسائی ترجمہ حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے خوابگاہ میں تشریف لے جاتے تو اپنے ہاتھوں میں کچھ دم کرتے اور پڑھتے

روایت کیا اس کو بخاری و مسلم و ترمذی و ابو داؤد و مالک نے تیسیر ص ۱۶۱ ف رسم جھاڑ پھونک گو اہل طریق کے نزدیک یہ مقصود نہیں مگر بنظر نفع رسانی خلق جو شخص اس کی درخواست کرتا ہے اس کی دل شکنی نہیں کرتے اس حدیث سے اس کی مشروعیت معلوم ہوتی ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اپنے نفس کے لئے بھی کچھ حرج نہیں اور راز اس میں یہ ہے کہ اس میں ایک قسم کا افتقار و انکسار و اظہار عبدیت و احتیاج ہے یا آپ نے بیان جواز کے لئے کیا ہو۔

رسم جھاڑ پھونک

حدیث نود و پنجم عن مالك فی دعاءہ صلے اللہ علیہ وسلم اللھم از ولنا الارض الحدیث ۷۹۵

ترجمہ امام مالک رح سے دعا نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں منقول ہے اے اللہ ہمارے لئے زمین کو لپیٹ دے تیسیر ص ۱۶۲ ف قول ازمکان طی ارض، بہت حکایات میں اولیاء اللہ کی یہ کرامت منقول ہے کہ زمانہ قصیر میں مسافت طویل قطع کرلی بعض متقشفین اس کو مستبعد سمجھ کر انکار کر بیٹھے ہیں مگر صوفیہ اور علماء محققین اس کو ممکن اور واقع کہتے ہیں اس حدیث سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ کہ بندہ طی ارض کے مراتب مختلف ہیں اور اس میں کسی مرتبہ کے ساتھ محدود و مقید نہیں کیا گیا نہ اور کوئی دلیل تقیید و تحدید کی ہے پس مطلق اپنے اطلاق پر باقی رہے گا اور علی الاطلاق طی ارض ممکن رہے گا۔

قول ازمکان طی ارض

حدیث نود و ششم عن جابر قال صنع ابو الھیثم طعاما فدعا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم واصحابہ فلما فرغوا قال ثیبوا اخاکم قالوا وما اثابتہ قال ان الرجل اذا دخل بیتہ واکل طعامہ وشرابہ فدعالہ فتلك اثابتہ رواہ ابو داؤد ۷۹۶

ترجمہ حضرت جابر رض سے روایت ہے کہ ابو الہیثم رض نے کچھ کھانا تیار کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کی دعوت کی جب کھانے سے) فارغ ہوئے آپ نے فرمایا کہ اپنے بھائی کو (اس کا) عوض دو صحابہ نے عرض کیا کہ اس کا عوض کیا ہے آپ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص کسی کے گھر میں جاوے اور اس کا کھانا اور پانی کھاوے پیوے پھر اس کے لئے دعا کرے تو یہ اس کا عوض ہو جاوے گا روایت کیا اس کو ابو داؤد نے تیسیر ص ۱۶۲ ف عادۃ دعا بعد اکل للداعی اکثر دردیشوں کی عادت ہے کہ کھانا کھا کر کھانا کھلانے والے کو دعائیں دیا کرتے ہیں اس حدیث سے اس عادت کا اثبات ہوتا ہے اور اسی مضمون میں ایک دوسری حدیث بھی ہے **حدیث دیگر** عن انس رض قال اکل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عند سعد بن عبادۃ خبزا وزیتا ثم قال افطر عندکم الصائمون واکل طعامکم الابرار وصلت علیکم الملئکۃ اخرجہ ابو داؤد

عادۃ دعا بعد اکل للداعی

ترجمہ حضرت انس رض سے روایت ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن عبادہ رض کے پاس روٹی اور روغن زیتوں نوش فرمایا پھر (بطور دعا کے) فرمایا کہ (خدا کرے) تمہارے پاس روزہ دار افطار کیا کریں۔ اور تمہارے کھانے کو نیک لوگ کھایا کریں اور تم پر فرشتے رحمت بھیجا کریں روایت کیا اس کو ابو داؤد نے ف یہاں بھی مثل حدیث بالا کے تقریر ہے۔

حدیث نود و ہفتم عن قتادۃ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا رای الھلال صرف وجھہ عنہ رواہ ابو داؤد ۷۹۷

ترجمہ حضرت قتادہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ہلال دیکھتے تھے تو انکی طرف سے اپنا منہ پھیر لیتے تھے۔ روایت کیا اسکو ابو داؤد نے تیسیر ص ۱۶۵ اف تعلیم عدم التفات الی الانوار ممن یقتدیٰ بہ تعلیم ہے کہ اگر مراقبات میں کچھ انوار منکشف ہوں تو انکی طرف توجہ نہ کرنا چاہیئے اور ان ہی انوار کی نسبت کہا ہے کہ حجاب نورانی اشد ہے حجاب ظلمانی سے اس حدیث سے اس تعلیم کی تائید ہو سکتی ہے۔ کیونکہ آپ کا چاند سے اعراض فرمانا اس وجہ سے تھا کہ بعض عوام کو اسکی طرف ایسی نظر تعظیمی سے توجہ رکھتے تھے کہ صانع عالم کی طرف توجہ کرنے سے وہ مانع ہو جاتی تھی سو یہی علت انوار مذکورہ میں محقق ہے کہ اُن کی طرف التفات کرنا مانع و شاغل ہو جاتا ہے مقصود حقیقی کی طرف توجہ کرنے سے خوب سمجھ لو۔

۷۹۸ **حدیث نود و ہشتم** عن عمران بن حذیفۃ قال کانت میمونۃ تدان وتکثر فقال لھا اھلھا فی ذلک ولاموھا فقالت لا اترک الدین وقد سمعت خلیلی وصفیی صلی اللہ علیہ وسلم یقول ما من احد یدان دینا فیعلم اللہ انہ یرید قضاءہ الا اداہ اللہ تعالیٰ عنہ فی الدنیا اخرجہ النسائی

ترجمہ حضرت عمران بن حذیفہ رضؓ سے روایت ہے۔ کہ حضرت میمونہ رضؓ قرض لیتیں اور کثرت سے لیتیں اُن کے گھر والوں نے اس بارہ میں اُن سے گفتگو کی اور اُن کو ملامت کی اُنہوں نے فرمایا کہ میں دین لینا نہ چھوڑوں گی میں نے اپنے محبوب اور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ ارشاد فرماتے تھے کہ جو شخص کچھ قرض لے اور اللہ تعالیٰ کو معلوم ہو کہ وہ اس کے ادا کرنے کا ارادہ رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُسکا قرض ادا کر دیگا روایت کیا اُس کو نسائی نے تیسیر ص ۲۰۲ اف عادۃ جرأت در دین برای اضیاف و مساکین اکثر بزرگوں کو دیکھا ہے کہ مہمانوں اور مسکینوں کی خدمت کے لیے بے تکلف قرض لے لیتے ہیں حضرت میمونہ رضؓ کے عمل سے اس کی تائید ہوتی ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ حضرت میمونہ فضول تو قرض لیتی نہ ہونگی۔ جرأت در دین برای اضیاف و مساکین

۷۹۹ **حدیث نود و نہم** عن ابی ھریرۃؓ فی حدیث فضیلۃ الذکر قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیقول ملک منھم فلان عبد خطاء لیس منھم انما مر لحاجۃ فجلس فیقول اللہ قد غفرت لھم القوم لا یشقیٰ جلیسھم اخرجہ الشیخان والترمذی

ترجمہ حضرت ابو ہریرہ رضؓ سے حدیث فضیلت ذکر میں روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فرشتہ کہتا ہے کہ فلاں بندہ نہایت خطاوار ہے وہ اُن میں سے نہیں محض ایک کام کیلئے آنکلا تھا سو (وہاں) بیٹھ گیا حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے اسکو بھی بخشد یا وہ ایسے لوگ ہیں کہ اُن کا پاس بیٹھنے والا بھی محروم نہیں رہتا روایت کیا اس کو بخاری اور مسلم اور ترمذی نے تیسیر ص ۲۰۳ اف رسم ادخال عوام در سلسلہ ہائی بزرگان کثر بزرگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ سلسلہ میں ایسوں کو بھی داخل کر لیتے ہیں جن سے کچھ بھی ذکر وغیرہ کرنے کی یا اپنی حالت کو پورے طور سے درست کرنے کی توقع نہیں ہوتی سو یہ امر ظاہر نظر میں عبث معلوم ہوتا ہے لیکن غور کرنے سے اس میں یہ نفع معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص سلسلہ کی برکات ہی سے کسی درجہ میں تو بہرہ ور ہو جاتا ہے رسم ادخال عوام در سلسلہ ہائی بزرگان

پس یہ بیعت محض برکت سلسلہ کے لئے ہوتی ہے اس حدیث سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ مقبولان الٰہی کا مجلس بھی محروم نہیں ہوتا اور ظاہر ہے کہ جو شخص کسی بزرگ کے سلسلہ میں داخل ہوگا۔ غالباً اُس سے مجالسہ و مخالطت و موانست کا تعلق تو ضرور پیدا ہو جاوے گا پس حدیث کے عموم میں وہ بھی داخل ہو جاوے گا۔

۴۳۰ **حدیث صدم** عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اول من یدعی بہ یوم القیمۃ الحدیث وفیہ قال شفی فاخبرت معاویۃ بھذا الحدیث عن ابی ھریرۃ فقال قد فعل بھؤلاء ھذا فکیف بمن بقی من الناس ثم بکی معاویۃ بکاءً شدیدا حتی ظن انہ ھالک ثم افاق ومسح عن وجھہ اخرجہ مسلم والترمذی واللفظ لہ والنسائی

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضؓ سے ایک حدیث مروی ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس شخص کا حال بیان فرمایا ہے جو قیامت میں سب سے پہلے بلایا جاوے گا۔ اس روایت میں یہ بھی ہے کہ شفی راوی کہتے ہیں کہ میں نے ابوہریرہ رضؓ سے سُنکر حضرت معاویہ رضؓ کو اس حدیث کی خبر دی حضرت معاویہ فرمانے لگے کہ ایسے لوگوں کے ساتھ جب ایسا معاملہ کیا گیا تو بقیہ لوگوں کا تو کیا حال ہوگا پھر حضرت معاویہ اسقدر زار زار روئے کہ گمان ہوتا تھا کہ جان نکل جائیگی۔ پھر ہوش میں آئے اور اپنا چہرہ پونچھا روایت کیا اسکو مسلم اور ترمذی اور نسائی نے اور الفاظ ترمذی کے ہیں تیسیر ص ۸، اف حال وجد دھمکتے ہیں حالت غریبہ محمودہ کو آگے اس کے مراتب بہ ہیئات مختلف ہیں اور جو ریا سے نہ ہو سب محمود ہے حضرت معاویہ رضؓ کی حالت سے اس کا صریح اثبات ہوتا ہے۔

۴۱۱ **حدیث صدو یکم** عن ابی ھریرۃ فی قصۃ مناظرۃ ابی بکرؓ وعمرؓ فی قتال مانعی الزکوٰۃ قال عمرؓ فواللہ ما ھو الا ان رأیت ان اللہ شرح صدر ابی بکرؓ للقتال فعرفت انہ الحق رواہ البخاری وغیرہ

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضؓ سے حضرات شیخین رضی اللہ تعالےٰ عنہما کا مناظرہ درباره قتال مانعین زکوٰۃ کے مروی ہے اُس میں حضرت عمر رضؓ کا ارشاد ہے کہ واللہ صرف یہ بات تھی کہ میں نے دیکھا کہ حضرت ابوبکر رضؓ کو قتال کے باب میں شرح صدر ہو گیا سو مجھکو بھی معلوم ہو گیا کہ یہی حق ہے روایت کیا اس کو بخاری وغیرہ نے تیسیر بابین ص ۱۷۸ و ص ۱۸۵ اف حال الہام اکثر اولیاء اللہ کی حکایات الہام کی منقول ہیں اس حدیث میں اُس کا اثبات ہے اسی کو شرح صدر سے تعبیر کیا گیا ہے حقیقت اُسکی یہ ہوتی ہے کہ بلا واسطہ نظر و اکتساب کے کسی حقیقت کا قلب میں انکشاف ہو جاوے سو قصہ مناظرہ مذکورہ میں دونوں حضرات کو یہی پیش آیا کیونکہ اس مناظرہ میں جس قدر کلام منقول ہے وہ استنباط معتاد کے لئے کافی نہیں اول حضرت ابوبکر کو الہام ہوا اور اُن کے کلام کے فیض سے حضرت عمر رضؓ کو الہام ہو گیا اور چونکہ نصوص شرعیہ اس الہام کے موافق تھیں لہذا اسپر عمل بھی جائز ہوا

۴۱۲ **حدیث صدو دوم** عن ابی ذرؓ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیست الزھادۃ فی الدنیا بتحریم الحلال ولا اضاعۃ المال ولکن الزھادۃ ان تکون بما فی ید اللہ تعالیٰ اوثق منک بما فی یدک وان تکون فی ثواب المصیبۃ اذا اصبت بھا ارغب منک فیھا لو انھا بقیت لک اخرجہ

الترمذی وزاد رزین لان اللہ تعالیٰ یقول لکیلا تاسوا علیٰ ما فاتکم ولا تفرحوا بما اتاکم

ترجمہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ زہد فی الدنیا یہ نہیں ہے کہ حلال چیزوں کو حرام کر لیا جاوے اور نہ یہ ہے کہ مال کو اڑا دیا جاوے لیکن زہد یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے قبضہ میں جو چیز ہے۔ اس پر تمہارا اعتماد اور وثوق بنسبت اس چیز کے زیادہ ہو جو کہ تمہارے قبضہ میں ہے اور نیز زہد یہ ہے کہ اگر جب کوئی مصیبت آوے تو تمکو اس کے ثواب کی زیادہ رغبت ہو بنسبت اس کے کہ وہ مصیبت باقی رہے روایت کیا اس کو ترمذی نے اور رزین نے اتنا اور زیادہ کیا یعنی دلیل اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تاکہ تم لوگ فوت شدہ چیز پر مغموم نہ ہو اور جو تم کو عطا فرمایا ہے اس پر اترا ؤ نہیں تیسیر ص ۱۸۵ ف

اخلاق

اخلاق و علامات اولیاء زہد و توکل اس حدیث میں زہد و توکل کی حقیقت کی شرح ہے جو کہ اخلاق اولیاء اللہ سے ہے اور اخلاق میں سے ہونے کے سبب علامات میں سے بھی ہے اور اس شرح حقیقت میں بڑی غلطی رفع کر دی گئی ہے۔ اکثر عوام اپنے اعتقاد میں زاہد اسی کو سمجھتے ہیں جو تمام لذات مباحہ سے اس طرح مجتنب ہو جیسے ان کو حرام سمجھتا ہو اور اس کے پاس جو آتا ہے سب کو فوراً خرچ کر ڈالے گو غیر مصرف ہی میں سہی اور جو بلا و مصیبت کے زوال کی تدبیر نہ کرتا ہو بس ان کے نزدیک بزرگی کی شرط یہی ہے اس میں یہ بتلا دیا گیا کہ یہ امور شرط نہیں بلکہ حق تعالیٰ پر زیادہ اعتماد ہونا اپنے مقبوض سے زیادہ اور مصیبت گو خود مرغوب فیہ نہ ہو مگر ثواب مرغوب فیہ ہونا یہ ضروری ہے پس مصیبت پر خوش اس لئے ہے کہ وہ سبب ہے ثواب کا اور آیت سے استدلال ظاہر ہے کہ لاتاسوا علی ما فاتکم دلیل ہے اس جزو کی ان تکون فی ثواب المصیبۃ الخ کیونکہ ما فاتکم میں صحت عافیت بھی آگئی اور لا تفرحوا دلیل ہے اس جزو کی ان تکون بما فی ید اللہ الخ اور انطباق ظاہر ہے۔

۱۰۳ حدیث صد و سوم عن عطیۃ السعدی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یبلغ العبد حقیقۃ التقویٰ حتی یدع ما لا باس بہ حذرا لما بہ باس اخرجہ الترمذی ترجمہ عطیہ سعدی سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بندہ حقیقۃ تقویٰ کو نہیں پہونچتا جب تک کہ ایسی چیز کے اندیشہ سے جسمیں کوئی خرابی ہو ایسی چیز کو چھوڑ دے جس میں کوئی خرابی نہ ہو۔ روایت کیا اسکو ترمذی نے تیسیر ص ۱۸۶ ف

متفرقات

دفع اعتراض بر ترک لذات مباحہ

متفرقات دفع اعتراض بر ترک لذات مباحہ دفع اعتراض بر ترک لذات مباحہ اعتراض مخالفت سنت کا کیا کرتے ہیں اس حدیث میں اس ترک کا مسنون ہونا ثابت ہوتا ہے۔ جبکہ قصد یہ ہو کہ ان کے تناول سے قوت بہیمیہ میں زیادتی ہو کر معصیت کا سبب بن جاوے جیسا کہ مدلول صریح ہے حتی یدع ما لا باس الخ کا اس کو کمال تقویٰ فرمایا گیا ہے۔

۱۰۴ حدیث صد و چہارم عن عباۃ بن تمیم ان ابا بشیر الانصاری اخبرہ انہ کان مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی سفر فارسل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رسولا لا تبقین فی رقبۃ بعیر قلادۃ من وتر او قلادۃ الا قطعت اخرجہ الثلثۃ و ابو داؤد ترجمہ عباد بن تمیم سے روایت ہے کہ ابو بشیر انصاری رضی نے ان کو خبر دی کہ وہ ایک سفر میں جناب رسول مقبول صلی اللہ

علیہ وسلم کے ہمراہ تھے سو آپ نے حضرت معاویہ رضؓ کو حکم فرمایا کہ کسی اونٹ کی گردن میں کوئی گلوبند تانت کا یا مطلق گلوبند فرمایا چھوڑا نہ جاوے مگر کہ اُس کو کاٹ دیا جاوے روایت کیا اسکو بخاری و مسلم و مالک و ابوداؤد نے۔

اصلاح ترک تمائم غیر مشروعہ

تیسیر ص ۱۹۲ ف اصلاح ترک تمائم غیر مشروعہ اکثر شارح حدیث نے اس کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ اہل جاہلیت کی عادت تھی کہ جانور کی حفاظت کے واسطے گنڈے بنوا کر اُن کے گلے میں باندھ دیتے تھے چونکہ وہ غیر مشروع ہوتے تھے اس لئے آپ نے کٹوا دئے پس اس میں نہی ہے ایسے تعویذ گنڈوں سے جو خلاف شرع ہیں آج کل نام کے فقیروں میں اسکی کچھ پرواہ نہیں یہ امر واجب الاصلاح ہے۔

حدیث صد و پنجم ۱۰۵ عن کبشۃ الانصاریۃ قالت دخل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فشرب من فی قربۃ معلقۃ قائما فقمت الی فیہا فقطعتہ اخرجہ الترمذی و زاد رزین فاتخذتہ رکوۃ اشرب فیہا

ترجمہ حضرت کبشہ انصاریہ رضؓ سے روایت ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم میرے یہاں تشریف لائے اور ایک مشک ٹنگی ہوئی تھی اُس کے منہ سے کھڑے ہو کر پانی پیا پس میں اٹھی اور اتنا چمڑہ کاٹ لیا کہ برکت کے لئے اپنے پاس رکھونگی روایت کیا اسکو ترمذی نے اور رزین نے اتنا اور زیادہ کیا ہے کہ میں نے اس چمڑے کا ایک چھوٹا سا مشکیزہ بنا لیا کہ اُس میں (برکت کے لئے) پانی پیا کرتی تھی۔

تبرک بمستعملات مشائخ

تیسیر ص ۱۹۸ ف رسم تبرک بمستعملات المشائخ جس چیز کو بزرگوں کا مونہ یا ہاتھ یا بدن لگا ہو معتقدین اُس کو تبرک سمجھتے ہیں اس حدیث سے اس کا صریح اثبات ہوتا ہے ف اصلاح جواز استعمال تبرکات مشائخ اور یہ جو عادت ہے کہ ایسی چیزوں کا بکثرت استعمال نہیں کرتے اگر یہ اس غرض سے ہو کہ زیادہ روز تک یہ تبرک باقی رہے مضائقہ نہیں اور اگر اس خیال سے ہو کہ یہ سوء ادب ہے تو یہ خیال فی اصل ہے اشرب فیہا میں کہ بتبادر اس سے عادت شرب ہے اس خیال کی اصلاح ہے۔

حدیث صد و ششم ۱۰۶ عن جابرؓ قال دخل النبی صلی اللہ علیہ وسلم حائط رجل من الانصار وھو یحول الماء فی حائطہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کان عندک ماء بات ھذہ اللیلۃ فی شنۃ والا کرعنا الخ رواہ البخاری و ابوداؤد

ترجمہ حضرت جابر رضؓ سے روایت ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری کے باغ میں تشریف لائے اور وہ اپنے باغ میں پانی پھیر رہا تھا آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تمہارے پاس ایسا پانی ہو جو اس شب کو مشک میں رہا ہو (یعنی باسی پانی ہو تو لاؤ) ورنہ ہم پانی جو باغ میں جاری ہے منہ لگا کر پی لیں گے۔ روایت کیا اسکو بخاری اور ابوداؤد نے

متفرقات دفع اعتراض بر توسع فی اللذات

ف متفرقات دفع اعتراض بر توسع فی اللذات بعض مشارب میں توسع اور کسیقدر اہتمام اور تکلف منقول ہے بعض خشک مزاج اُن پر اعتراض کیا کرتے ہیں کہ یہ نفس پروری اور بزرگی کے خلاف ہے۔ اس حدیث میں باسی پانی کی تلاش اور اہتمام مذکور ہے جس سے اس کا غیر مذموم ہونا ثابت ہوا بالخصوص منتہی کے لئے اور راز اس میں یہ ہے کہ بسا اوقات اس میں منعم حقیقی کی محبت بڑھتی ہے اور بعض اوقات مقصود اپنی احتیاج کا اظہار عملی ہوتا ہے اور یہ سب مقاصد سلوک سے ہیں غرض ترک لذات میں بعض خاص مصالح ہیں اور تناول لذات میں بعض خاص مصالح ہیں باختلاف احوال مختلف

اوقات میں ایک کو دوسرے پر ترجیح ہو جاتی ہے۔

حدیث صدوہفتم عن ابی ھریرۃ قال قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم اتیت لیلۃ اسری بقدحین من خمر و لبن فاخذت اللبن فقال الملک الحمد للہ الذی ھداک للفطرۃ لو اخذت الخمر غوت امتک۔ اخرجہ النسائی ترجمہ حضرت ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شب معراج میں میرے پاس دو پیالے لائے گئے ایک میں شراب تھی اور ایک میں دودھ میں نے دودھ لے لیا (ہمراہی) فرشتہ نے کہا کہ اللہ کا شکر ہے جس نے آپ کو دین لینے کی ہدایت کی اگر آپ شراب لے لیتے تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی۔ روایت کیا اسکو نسائی نے تیسیر ص ۲۰۱ ف مسئلہ ثبوت عالم مثال دودھ صورت مثالیہ دین کی تھی اور شراب صورۃ مثالیہ لذات دنیا کی اور ان پیالوں کا پیش ہونا ایک نوع کا امتحان تھا اس حدیث سے عالم مثال کا ثبوت ہوتا ہے جس کی تصریح اکابر کے کلام میں ہے۔

مسئلہ ثبوت عالم مثال

حدیث صدوہشتم عن جابر رض انہ سمع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول بین الرجل و بین الشرک ترک الصلوٰۃ۔ اخرجہ مسلم ترجمہ حضرت جابر رض سے روایت ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حد درمیان آدمی کے اور شرک کے ترک صلوۃ ہے روایت کیا اسکو مسلم نے تیسیر ص ۲۰۵ مطلب یہ کہ جب ترک صلوۃ کیا تو حد شرک میں چلا گیا یعنی عملاً مشرک اور کافر ہو گیا ای عمل عمل الکفار و المشرکین ف قول تسمیہ بعض معاصی بکفر بعض بزرگوں کے کلام میں بعض معاصی کو کفر کہدینا وارد ہے ۵ کفراست در طریقت ما کینہ داشتن ۵ آئین ماست سینہ چو آئینہ داشتن ۵ اور مشتاب ۵ ہر آن کو غافل از حق یک زماں ست ۵ در آن دم کافرست اما نہان ست ۵ اس حدیث سے اس قول کی تائید ہوتی ہے اور جو توجیہ حدیث میں ہے وہی انکے کلام میں

قول تسمیہ بعض معاصی

حدیث صدونہم عن ابی ذر رض ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قام حتی اصبح بایۃ والایۃ ان تعذبھم فانھم عبادک وان تغفر لھم فانک انت العزیز الحکیم اخرجہ النسائی ترجمہ حضرت ابوذر رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام شب نماز میں کھڑے رہے یہاں تک کہ ایک ہی آیت پڑھتے پڑھتے صبح کر دی اور آیت یہ ہے ان تعذبھم الخ یعنی ای اللہ اگر آپ میری امت کو سزا دینے لگیں تو وہ آپکے بندے ہیں اور اگر آپ اُن کی مغفرت فرما دیں تو آپ زبردست اور حکمت والے ہیں۔ روایت کیا اسکو نسائی نے تیسیر ص ۲۱۹ ف متفرقات جواب اعتراض بر جمد فی العمل بعض بزرگوں پر اُن کے کثرت مجاہدات کے بارہ میں متقشفین نے اعتراض بدعت ہونے کا کیا ہے اس حدیث سے اسکی سنیت ثابت ہوتی ہے اور بعض احادیث میں جو اسکی نہی آئی ہے۔ تو خود اُن ہی حدیثوں میں مصرح ہے کہ وہ اُس شخص کے لئے ہے جس کو اُسمیں نشاط نہ ہو اور اُسپر دوام نہ کر سکے۔

متفرقات

جواب اعتراض بر جمد فی العمل

حدیث صدودہم عن علی بن عبد الرحمن قال ابن عمر رض بحکی صلوۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اشار باصبعہ التی تلی الابھام فی القبلۃ ورمی ببصرہ الیھا اخرجہ النسائی ترجمہ علی بن عبد الرحمن سے روایت ہے کہ ابن عمر رض نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی حکایت میں یہ فرمایا کہ آپنے انگشت شہادت سے قبلہ کی طرف اشارہ کیا اور

اپنی نگاہ اُس کی طرف ڈالی روایت کیا اس کو نسائی نے تیسیر ص ۲۲۳

ف ۱۱۱ **حدیث صد و یازدہم** عن ابن الزبیر فی صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یجاوز بصرہ اشارتہ اخرجہ ابو داؤد ترجمہ حضرت ابن الزبیر رضؓ سے آپ کی نماز کے بارہ میں مروی ہے کہ آپ کی نگاہ آپ کے اشارہ بالسبابہ سے آگے نہ بڑھتی تھی روایت کیا اسکو ابو داؤد نے تیسیر ص ۲۲۳ ف **شغل ربط النظر لاجتماع الخواطر** اشغال میں ایک شغل یہ بھی ہے کہ کسی چیز کی طرف نگاہ جما کر دیکھا جاوے مقصود اس سے اور جمیع اشغال سے اجتماع خواطر و یکسوئی ہوتی ہے ان دونوں حدیثوں سے اس کا اثبات ہوتا ہے۔

ف ۱۱۲ **حدیث صد و دوازدہم** عن الفضل بن عباسؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الصلوٰۃ مثنی مثنی تشہد فی کل رکعتین و تخشع و تمسکن و فیہ و من لم یفعل فھی خداج اخرجہ الترمذی ترجمہ حضرت فضل بن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نماز دو دو رکعت ہوتی ہے یعنی ہر دو رکعت کے بعد تشہد ہوتا ہے اور نماز میں خشوع اور نیازمندی ہوتی ہے اور جو ایسا نہ کرے وہ نماز ناقص ہوتی ہے روایت کیا اس کو ترمذی نے تیسیر ف **مسئلہ ضرورت خشوع** نماز کے اندر اور اسی طرح دوسری عبادات میں حضور قلب کو اہل سلوک ضروری قرار دیتے ہیں اور اکثر مقیدان ظاہر اس کو ضروری نہیں سمجھتے اس حدیث میں ضرورت کی نہایت تصریح ہے کہ بدون اُس کے نماز کو ناقص فرماتے ہیں اور نماز و دیگر عبادات میں فرق کا کوئی قائل نہیں

ف ۱۱۳ **حدیث صد و سیزدہم** عن عائشۃؓ قالت صلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی خمیصۃ لھا اعلام فنظر الی اعلامھا نظرۃ فقال اذھبوا بخمیصتی ھذہ الی ابی جھم و ائتونی بانبجانیتہ فانھا الھتنی انفا عن صلوتی اخرجہ الستۃ الا الترمذی و فی روایۃ مالک و ابی داؤد کنت انظر الیھا و انا فی الصلوٰۃ فاخاف ان تفتننی ترجمہ حضرت عائشہ رضؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چادرہ میں نماز پڑھی جس میں بیل بوٹے تھے آپ کی نظر جو اُن بوٹوں پر پڑی تو آپ نے فرمایا کہ یہ چادرہ ابوجہم کے پاس لیجاؤ (کہ انہوں ہی نے ہدیہ بھیجا تھا) اور میرے واسطے اُن کا سادہ چادرہ لے آؤ اس نے ابھی میرا دل نماز سے ہٹا دیا ہوتا روایت کیا اس کو بخاری و مسلم و ابو داؤد و نسائی و مالک نے اور مالک و ابو داؤد کی روایت میں یہ ہے کہ نماز میں میری نگاہ اُس پر پڑتی تھی مجھکو احتمال تھا کہ میرا دل بٹا دے (گو ایسی کی نوبت نہیں آئی) تیسیر ص ۲۲۶ ف **عادۃ قطع اسباب تفرق خاطر** جن بزرگوں نے اسباب شغل قلب بغیر اللہ کی تقلیل کی ہے اُن کے اس عمل کی اس حدیث سے تصویب نکلتی ہے ف **مسئلہ منوخ و ساوس کاملین** و اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اہل کمال کو بھی احیاناً اُن کے مرتبہ کے موافق وساوس خفیفہ پیش آجاتے ہیں اور یہ منافی اُن کے کمال کے نہیں ف **خلق اظہار حال خود** یہ شعبہ ہے تواضع و اخلاص کا کہ اپنا حال جو ناقصین کی نظر میں منافی کمال معلوم ہو اپنے معتقدین میں ظاہر کر دیا جاوے مگر شرط اُس کی یہ ہے کہ اُن کے افتتان فی الدین کا خوف نہ ہو اور نیز وہ حال معصیت نہو ورنہ اخفا اجب یا واجب ہے نہی عن اظہار المعاصی کی حدیثیں اور حضرت صفیہ کا قصہ اعتکاف کا دیکھیں

آنے کا اور محدث فی الصلوٰۃ کو اخذ الف کا حکم اس اخفا کی دلیلیں ہیں۔

۱۱۴ح **حدیث صدوچہاردہم** عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعن اللہ الیہود والنصاریٰ اتخذوا قبور انبیائہم مساجد رخمسۃ الا الترمذی ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ لعنت کرے یہود اور نصاریٰ کو کہ اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا یعنی قبروں کو سجدہ کرتے ہیں۔ روایت کیا اسکو بخاری و مسلم و ابوداؤد و نسائی نے تیسیر ص ۲۲۷ ف اصلاح حرمت سجدہ قبور۔ اس حدیث میں اصلاح ہے اس فعل کی جو اس وقت جہلاء صوفیہ میں شائع ہے کہ بزرگوں کی قبور کو سجدہ کرتے ہیں خواہ وہ سجدہ عبادت ہو کہ شرک و کفر ہے خواہ وہ سجدہ تحیت ہو کہ سخت کبیرہ قریب بکفر ہے۔

اصلاح حرمت سجدہ قبور

۱۱۵ح **حدیث صدوپانزدہم** عن ابی الدرداء قال قام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یصلی وفیہ قال ان عدو اللہ ابلیس جاء بشہاب من نار لیجعلہ فی وجہی فقلت ثلث مرات اعوذ باللہ منک مسلم ترجمہ حضرت ابوالدرداء رضؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے کھڑے ہوئے اور اسی حدیث میں ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ دشمن خدا یعنی ابلیس ایک شعلہ آگ کا لایا تاکہ اس کو میرے مونہ میں لگائے۔ روایت کیا اسکو مسلم نے تیسیر ص ۲۲۸ اسی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو محفوظ رکھا ف متفرقات تنبیہ کا بر عدم الامن من الشیطان اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خواہ کوئی کتنا ہی بڑا کامل کیوں نہ ہو جاوے مگر اسکو شیطان سے بیفکر نہ ہونا چاہیئے بلکہ ہمیشہ ہوشیار و بیدار رہے کہ کسی موقع پر اس کو نقش میں نہ ڈالدے اس خبیث کی جرأت دیکھئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار عالی تک پہونچنے کا اس کو حوصلہ ہوا مگر چونکہ انبیاء علیہم السلام سے گناہ نہیں کرا سکتا اس لئے اضرار جسمانی ہی کی ہوس ہوئی۔

تنبیہ بر عدم الامن من الشیطان

۱۱۶ح **حدیث صدوشانزدہم** عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من سمع المنادی فلم یمنعہ من اتباعہ عذر لم تقبل منہ الصلوٰۃ التی صلاہا قیل وما العذر قال خوف او مرض اخرجہ ابوداؤد ترجمہ حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص موذن کی اذان سنے پھر اس کا اتباع کرنے سے اس کو کوئی عذر مانع نہ ہو (اتباع سے مراد جماعت میں حاضر ہونا ہے) تو اس کی نماز جو اس نے پڑھی ہے مقبول نہ ہوگی عرض کیا گیا کہ عذر کیا چیز ہے آپ نے فرمایا کہ خوف یا مرض روایت کیا اسکو ابوداؤد نے تیسیر ۲۳۲ ف اصلاح اہتمام جماعت آج کل بعض درویشوں کو جماعت کی نماز کا مطلق اہتمام نہیں ہے یہ حدیث ان کی اصلاح کرتی ہے اور دلالت کرتی ہے کہ ان کی وہ نماز کالعدم ہے اور جب فرض ناقص ہوا تو اوراد و اشغال کیا کفایت کریں گے۔

اصلاح اہتمام جماعت

۱۱۷ح **حدیث صدوہفدہم** عن ابن عباسؓ وسئل عن رجل یصوم النہار ویقوم اللیل ولا یشہد الجماعۃ ولا الجمعۃ فقال ہذا من اہل النار اخرجہ الترمذی ترجمہ حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت ہے اور ان سے ایسے شخص کی نسبت سوال کیا گیا تھا جو دن بھر روزہ سے رہتا ہے اور رات بھر بیدار رہتا ہے لیکن جماعت و جمعہ

میں حاضر نہیں ہوتا تو انہوں نے فرمایا کہ ایسا شخص جہنمیوں میں سے ہے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے تیسیر ص ۳۴۲
ف اس میں بھی وہی مضمون زیادہ تاکید و وعید کے ساتھ ہے جو حدیث صد و شانزدہم میں مذکور ہے۔

ص۱۱۸ **حدیث صد و ہشدہم** عن عتبان بن مالک قال قلت یا رسول اللہ ان السیول تحول بینی وبین مسجد قومی فاحب ان تاتینی فتصلی فی مکان من بیتی اتخذہ مسجدا فقال صلی اللہ علیہ وسلم سنفعل الحدیث اخرجہ الثلثۃ والنسائی "ترجمہ حضرت عتبان بن مالک رضؓ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (برسات کے دنوں میں) میرے اور میری قوم کی مسجد کے درمیان میں (پانی کا) سیلاب حائل ہو جاتا ہے (اس لئے میں مسجد میں حاضر نہیں ہو سکتا اور نگاہ ان کی ماؤف تھی اسلئے کچھ نظر آتا نہ تھا کہ کہاں پانی ہے کہاں خشک ہی) سو میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے یہاں تشریف لائے اور میرے گھر میں کسی جگہ نماز پڑھ دیجئے کہ میں (ایسی ضرورت کے موقع پر) اس کو نماز کی جگہ بنالوں (یعنی وہاں نماز پڑھ لیا کروں) آپ نے وعدہ فرمایا کہ ہم ایسا کر دیں گے۔ روایت کیا اسکو بخاری و مسلم و مالک و نسائی نے تیسیر ص ۳۴۳ ف عادۃ تعیین مکان حزب

عادۃ تعیین مکان حزب

باوجودیکہ یہ صحابی اپنے گھر میں ہر جگہ نماز پڑھ سکتے تھے مگر پھر بھی نماز کی جگہ کو متعین کرنا چاہا جس میں مصلحت یہ تھی کہ تعیین مکان سے عبادت میں یک سوئی ہوتی ہے۔ اس سے اصل نکلتی ہے اس کی کہ اوراد و معمولات میں اکثر جگہ کو معین رکھتے ہیں۔ مگر اس کے جواز کی شرط دو ہیں ایک یہ کہ اس تعیین کو قربت مقصودہ نہ سمجھے دوسرے یہ کہ کسی کا حق فوت نہ کرے ورنہ ممنوع ہے ایک حدیث میں ایسی توطین کو توطین بعیر سے تشبیہ دیکر ممانعت فرمائی ہے

ف ۱۲ **ترک بعض مواضع مبارکہ** ترک بعض مواضع مبارکہ

ف ۱۲ **ترک بعض مواضع مبارکہ** باوجودیکہ یہ صحابی خود بھی جگہ کی تعیین کر سکتے تھے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دینے سے محض یہ غرض تھی کہ وہ جگہ متبرک ہو جاوے گی تو وہاں نماز پڑھنے میں زیادہ برکت ہوگی پس اس سے مقامات متبرکہ میں ذکر و طاعت کرنے کی اصل نکلتی ہے۔ اس میں بھی شرط یہی ہے کہ اعتقاد یا عملاً غلو نہ ہو ورنہ شرک و بدعت کی حد میں داخل ہو جاتا ہے۔

ص۱۱۹ **حدیث صد و نوزدہم** عن انسؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی لادخل فی الصلوٰۃ وانا ارید ان اطیلہا فاسمع بکاء الصبی فاتجوز فی صلوتی لما اعلم من وجد امہ من بکائہ اخرجہ الخمسۃ الا ابا داؤد "ترجمہ حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں (بعض اوقات) نماز شروع کرتا ہوں اور ارادہ کرتا ہوں کہ قدرے طویل پڑھوں پھر کسی بچہ کا رونا سنتا ہوں تو نماز میں اسلئے اختصار کر دیتا ہوں کہ جانتا ہوں اس کی ماں (جو کہ احتمالاً نماز میں شریک ہے) بیچین ہوگی۔ روایت کیا اس کو بخاری و مسلم و ترمذی و نسائی نے تیسیر ص ۳۴۴ ف مسئلہ عدم لزوم استغراق در صلوٰۃ برای کامل

مسئلہ عدم لزوم استغراق در صلوٰۃ برای کامل

بعض لوگ استغراق کو کمال مقصود سمجھ کر کاملین کے لئے اسکو لازم سمجھتے ہیں۔ اس حدیث سے محقق ہو گیا کہ یہ لازم نہیں اور نہ کمال مقصود ہے ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لازم ہوتا پھر بکا صبی کی اطلاع اور قلق ام کا تصور کیوں ہوتا البتہ اگر کسی کو ہو جاوے تو فی نفسہ محمود ہے مگر محمودیت مستلزم مقصودیت نہیں

اکثر متوسطین اہل سلوک کو ایسے حالات پیش آیا کرتے ہیں اور یہ حدیث اُس حالت پر محمول ہے۔ جب عورتیں جماعت میں آتی تھیں پھر دلائل شرعیہ سے ان کو ممانعت کر دی گئی۔

۱۲۰ ج **حدیث صد و بستم** عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اقیموا الصفوف وحاذوا بین المناکب وسدوا الخلل ولینوا بایدی اخوانکم ولا تذروا فرجات الشیطان الحدیث اخرجہ ابوداؤد ترجمہ حضرت ابن عمر رضؓ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ صفوں کو سیدھا کیا کرو اور کندھوں کو برابر رکھا کرو اور درمیانی فصل کو بند کر دیا کرو اور اپنے بھائیوں کے ہاتھوں میں نرم ہو جایا کرو اور شیطان کے فاصلے بیچ میں مت چھوڑا کرو روایت کیا اس کو ابوداؤد نے تیسیر ص ۲۳۴ ف **ملتقرقات ادب تراص فی الحلقہ** مشائخ نے فرمایا ہے کہ اگر ذکر حلقہ کے ساتھ کیا جاوے تو خوب مل ملکر بیٹھیں اس حدیث میں سدوا الخلل ولا تذروا اس کی اصل ہے اور بعض اہل وجدان نے فرمایا ہے کہ فرجات چھوڑنے سے وساوس زیادہ ہوتے ہیں فرجات الشیطان میں اسطرف بھی اشارہ ہے۔

ملتقرقات ادب تراص فی الحلقہ

۱۲۱ ج **حدیث صد و بست و یکم** عن عبد اللہ بن مغفل المزنی قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم صلوا قبل المغرب رکعتین ثم قال صلوا قبل المغرب رکعتین لمن شاء خشیۃ ان یتخذھا الناس سنۃ اخرجہ ابوداؤد بھذا اللفظ وفی اخری للشیخین قال صلوا قبل صلوٰۃ المغرب ثم قال فی الثالثۃ لمن شاء کراھیۃ ان یتخذھا الناس سنۃ ترجمہ حضرت عبد اللہ بن مغفل مزنی سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب کے قبل دو رکعتیں پڑھنے کو فرمایا پھر دوسری یا تیسری بار میں یہ بھی فرمادیا کہ جسکا جی چاہے اسلئے کہ آپ کو یہ امر ناپسند ہوا کہ لوگ اس کو معمول لازمی قرار نہ دے لیں (لمن شاء سے اس کا انسداد مقصود تھا) روایت کیا اس کو ابوداؤد اور بخاری اور مسلم نے تیسیر ص ۲۴۲ ف **اصلاح ترک رسوم ملتزمہ عامہ** باوجودیکہ یہ دو رکعت منصوص ہیں مگر پھر بھی اُن کے التزام کا انسداد فرمایا گیا تو جو رسوم منصوص بھی نہیں اور عام طور پر شائع ہو گئی ہیں اُن کے التزام کا انسداد شارع علیہ السلام کو کیسے مقصود نہ ہوگا اور تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ ایسے امور کا انسداد بدون ترک کے نہیں ہو سکتا پس الکا ترک لازم ہوگا محققین اسی نکتہ کی بنا پر ان امور سے بالکلیہ روکتے ہیں۔

اصلاح ترک رسوم ملتزمہ عامہ

۱۲۲ ج **حدیث صد و بست و دوم** عن المغیرۃ بن شعبۃ قال قام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حتی تفطرت قدماہ فقیل لہ قد غفر لک ما تقدم من ذنبک وما تاخر قال افلا اکون عبدا شکورا اخرجہ الخمسۃ الا ابا داؤد ترجمہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شب کو اسقدر نماز میں کھڑے رہتے کہ قدم مبارک ورم کر جاتے آپ سے عرض کیا گیا کہ آپ کے تو اگلے پچھلے ذنوب معاف کر دیئے گئے (پھر آپکو اس مشقت کی کیا حاجت ہے) آپ نے فرمایا کیا میں بندہ شکر گذار نہ ہوں۔ روایت کیا اسکو بخاری و مسلم ترمذی و نسائی نے تیسیر ص ۲۴۴ غفر ذنوب کو مجازاً ذنوب فرمایا گیا

ہے ف اس میں بھی مثل حدیث صدونہم کے مضمون ہے۔

حدیث صد و بست و سوم عن عائشۃؓ قالت کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا یدع قیاما اللیل وکان اذا مرض او کسل صلی قاعدا اخرجہ ابو داؤد ترجمہ حضرت عائشہ رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد ترک نہیں فرماتے تھے البتہ جب بیمار یا کسلمند ہوتے تو (بجائے کھڑے ہونے کے) بیٹھکر پڑھ لیتے روایت کیا اس کو ابو داؤد نے تیسیر ص ۴۴ ۲ ف تعلیم ارحۃ نفس جب قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ مرید کی نشاط میں کمی ہوگئی ہے تو مشائخ اہل ارشاد اس کو تخفیف فی العمل اور نفس کو راحت دینے کی تعلیم کرتے ہیں اس حدیث میں اس کی اصل مصرح ہے کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی تخفیف پر عمل فرما لیتے۔

حدیث صد و بست و چہارم عن عثمان بن ابی العاص قال قلت یا رسول اللہ ان الشیطان قد حال بینی و بین صلاتی و بین قراءتی یلبسہا علی فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ذلک شیطان یقال لہ خنزب فاذا احسستہ فتعوذ باللہ منہ واتفل علی یسارک ثلثا قال ففعلت ذلک فاذہبہ اللہ تعالی عنی اخرجہ مسلم ترجمہ حضرت عثمان بن ابی العاص رضہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ شیطان میرے اور میری نماز اور قرأت کے درمیان حائل ہوگیا ہے کہ اسمیں شبہے ڈال دیتا ہے۔ (یعنی عدد رکعات اور قرأت وعدم قرأت میں شک پیدا ہوجاتا ہے) آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ ایک شیطان ہے جس کا لقب خنزب ہے جب تم کو اس کا اثر معلوم ہو تو اعوذ باللہ پڑھو اور بائیں طرف تین بار تھتکار دو وہ کہتے ہیں کہ میں نے اس کو کیا سو اللہ تعالی نے اس کو مجھسے دفع کردیا روایت کیا اس کو مسلم نے تیسیر ص ۳۵۰ ف متفرقات علاج وسوسہ وسوسہ کا علاج مختلف طرق سے آیا ہے ان میں سے ایک طریق یہ بھی ہے حاصل سب کا توجہ الی اللہ و ترک التفات الی الوسوسہ ہے اور سب طرق اسی کے تحصیل کے ذرائع ہیں چنانچہ یہاں بھی تعوذ باللہ ذریعہ توجہ الی اللہ کا اور تفل عن یسارہ طریقہ ترک التفات الی الوسوسہ کا ہے اور ظاہر ہے۔ کہ یہ طریق خاص قبل از شروع نماز ہے کہ اس طرح وسوسہ کا ازالہ کرکے نماز میں کھڑا ہوجاوے اور داخل صلوۃ کے اقبال علی الصلوۃ کافی ہے۔ واللہ اعلم۔

حدیث صد و بست و پنجم عن ابی ہریرۃؓ قال سال رجل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عن المباشرۃ للصائم فرخص لہ فاتاہ اخر فسالہ فنہاہ وکان الذی رخص لہ شیخا کبیرا والذی نہاہ شابا اخرجہ ابو داؤد ترجمہ حضرت ابو ہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روزہ دار کے لیے عورت سے ملنے کے متعلق دریافت کیا تو اسکو اجازت دیدی پھر دوسرا شخص آیا اور اس نے پوچھا تو اسکو منع فرمایا اور دیکھنے سے معلوم ہوا کہ جس کو اجازت دی تھی وہ بوڑھا تھا اور جسکو منع کیا وہ جوان تھا روایت کیا اس کو ابو داؤد نے تیسیر جلد ثانی ص ۵۳ ف عادۃ اختلاف تعلیم حسب استعداد اہل ارشاد کی عادت ہے کہ ہر شخص کو اسکی استعداد و حالت کے مناسب تعلیم و تربیت فرماتے ہیں یہ حدیث اس عادت کی اصل صریح ہے اور اختلاف تعلیم

---

۱۲ (یہاں سے تیسیر جلد ثانی کے مسئلے ہیں)

کا یہ بھی ایک نکتہ ہے تاکہ دوسرا منکر ہوس کے مارے وہی نہ کرنے لگے اور دوسرا نکتہ یہ ہے کہ مخفی تعلیم کی وقعت زیادہ ہوتی ہے اور وقعت سے اہتمام اتباع کا امر طبعی ہے۔

۱۲۶ام **حدیث صد و بست و ششم** عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا تخصوا لیلۃ الجمعۃ بقیام من بین اللیالی ولا تخصوا یوم الجمعۃ بصیام من بین الایام الا ان یکون فی صوم یصوم احدکم اخرجہ مسلم ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ شب بیداری کے لئے شبوں میں سے شب جمعہ کی تخصیص مت کرو اور نہ روزہ کے لئے دنوں میں سے روز جمعہ کی تخصیص کرو مگر یہ کہ وہ جمعہ ایسے روزہ میں آجاوے جس میں روزہ رکھنے کا پہلے سے معمول ہو (مثلاً ایک شخص ہر تیسویں چودھویں پندرھویں کا روزہ رکھتا تھا اور اتفاقاً تاریخوں میں جمعہ آگیا) روایت کیا اس کو مسلم ۱۲ تنویر ۱۵۲

ف اصلاح منع از تخصیص مطلق بطور قربت جس تخصیص میں شرع دار و نہیں اسکی قربت ہونے کا اعتقاد کرنا مطلقاً یا اس کو عمل میں لانا بقصد خصوصیت گو التزام نہ ہو یا بطور التزام و اصرار کے گو قصد خصوصیت نہ ہو یا جہ ایہام عوام مظنون ہو گو قصد و اصرار مذکور بھی نہ ہو دلائل شرعیہ سے سب منہی عنہ ہے اس وقت ان بلاؤں میں عوام کیا بہت سے خواص خصوص اہل تصوف بکثرت مبتلا ہیں۔

۱۲۷ام **حدیث صد و بست و ہفتم** عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فی حدیث طویل ان اللہ لا ینظر الی صوركم ولا اجسادكم ولكن ينظر الى قلوبكم واعمالكم التقوى ههنا التقوى ههنا ويشير الى صدره الحديث رواه الاستة الا النسائی وهذا لفظ مسلم

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ تمہاری صورت اور جسم کو نہیں دیکھتے (کہ حسین و جسیم ہے یا نہیں) لیکن تمہارے قلوب اور اعمال کو دیکھتے اور دو مرتبہ یہ ارشاد فرمایا کہ تقوی اس جگہ ہے یعنی سینہ میں روایت کیا اسکو بخاری و مسلم و ترمذی و ابوداؤد و مالک نے اور یہ الفاظ مسلم کے ہیں تنویر ۲۶۲

ف مسئلہ اثبات اعتبار باطن اس حدیث سے بھی طریق تصوف کا اثبات ہوتا ہے کیونکہ خلاصہ اس کا یہی تصفیہ قلب و تہذیب اعمال ہے اور تنفیر ہے تعمیر بدن سے اور اس تعمیر بدن میں اعمال ریائیہ بھی آگئے کیونکہ حدیث میں ان ہی اعمال کو منظور الیہا فرمایا گیا ہے جو مقرون بخلوص القلوب و تقوی ہوں اور بعض بزرگوں کے کلام میں جو ظاہر کا مطلقاً غیر معتد بہ ہونا اور مدار محض باطن پر ہونا وارد ہے۔ اس کی توجیہ یہی ہے خود احادیث میں ایسے اطلاقات آئے ہیں مثلاً لا ایمان لمن لا امانۃ لہ۔

۱۲۸ام **حدیث صد و بست و ہشتم** عن انس رضہ قال بعثنی رسول اللہ فی حاجۃ فابطأت علی امی فلما جئت قالت ما حبسك قلت بعثنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فی حاجۃ قالت وما هی قلت انها سر قالت لا تحدثن بسر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم احدا اخرجہ الشیخان

ترجمہ حضرت انس رضہ سے روایت ہے کہ مجھکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کام کو بھیجا جسکو میں کے پاس پہونچنے

میں دیر ہوئی جب میں آیا تو انہوں نے مجھسے پوچھا کہ تو کہاں رہگیا تھا میں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھکو ایک کام کو بھیجا تھا کہنے لگیں وہ کیا کام تھا میں نے کہا کہ وہ راز کی بات ہے کہنے لگیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راز کسی سے مت کہنا۔ روایت کیا اس کو بخاری اور مسلم نے اور الفاظ مسلم کے ہیں تیسیر ص۲۶۰ ف تعلیم حفظ اسرار مشائخ کے یہاں اسکی سخت تاکید ہے کہ اسرار باطنی کا کسی پر افشار نہ کریں خواہ وہ متعلق تعلیم کے ہو خواہ متعلق واردات کے ہو اور گو یہ اسرار اکثر مرید کے ہوتے ہیں اور حدیث میں راز شیخ کا مذکور ہے لیکن علت مشترک ہے یعنی اظہار کا خلاف مصلحت ہونا خواہ وہ مصلحت کسی قسم کی ہو۔

ماخذ اسرار

حدیث صد و بست و نہم عن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان من عباد اللہ لاناسا ما ھم بانبیاء ولا شہداء یغبطھم الانبیاء والشہداء یوم القیمۃ لمکانھم من اللہ تعالیٰ قالوا یا رسول اللہ تخبرنا من ھم قال ھم قوم تحابوا بروح اللہ علی غیر ارحام بینھم ولا اموال یتعاطونھا فواللہ ان وجوھھم لنور وانھم لعلی نور لا یخافون اذا خاف الناس ولا یحزنون اذا حزن الناس وقرأ ھذہ الآیۃ الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون اخرجہ ابوداؤد

۱۲۹ح

ترجمہ حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے بندوں میں ایسے بھی لوگ ہیں جو نہ پیغمبر ہیں اور نہ شہید ہیں اور پیغمبر اور شہید قیامت کے روز اُن پر اُن کے ایک خاص رتبہ کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اُن کو حاصل ہوگا رشک کریں گے لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ ہم کو خبر دیجئے کہ وہ کون لوگ ہیں آپنے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ محض حق تعالیٰ کے تعلق سے اُن میں باہم محبت ہو نہ کچھ آپس میں رشتہ ناتہ ہو اور نہ کچھ روپیہ پیسہ کا لین دین ہے بخدا اُن کے چہرے نورانی ہوں گے اور نور (کے مکانات) پر جلوہ گر ہوں گے جب لوگ مبتلائے خوف ہوں گے وہ خائف نہ ہوں گے اور جب لوگ مغموم ہوں گے وہ مغموم نہ ہونگے اور یہ آیت پڑھی الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون روایت کیا اسکو ابوداؤد نے تیسیر ص۲۶۰

ف فضیلت اولیاء اللہ صوفیہ محققین و محققین کا مصداق حدیث ہونا محتاج بیان نہیں۔ اور بعظیم سے تفضیل علی الانبیاء کا شبہ نہ کیا جاوے بعض خاص وجہ سے اکابر بھی اصاغر کی خاص حالت کی تمنا کیا کرتے ہیں مثلاً انبیاء غم امت میں مشغول ہیں اور یہ عین دلیل اُن کے افضلیت کی ہے اور ممکن ہے کہ یہ لوگ اس سے خالی ہوں ونحو ذلک

فضیلت اولیاء اللہ

حدیث صد و سی ام عن ابی ذرؓ قال قلت یا رسول اللہ الرجل یحب القوم ولا یستطیع ان یعمل عملھم قال انت یا اباذر مع من احببت اخرجہ ابوداؤد وفی لفظ الترمذی عن صفوان بن عسال المرء مع من احب

۱۳۱ح

ترجمہ حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ایک شخص کسی جماعت سے محبت رکھتا ہے اور اُن کی برابر عمل و عبادت نہیں کرسکتا آپنے فرمایا اے ابوذر تم اُسی کے ساتھ ہوگے جس سے محبت رکھتے ہوگے اور ترمذی میں صفوان بن عسال کی روایت سے یہ الفاظ ہیں کہ آدمی اُسی کے ساتھ ہوگا جس سے محبت رکھتا ہوگا۔ تیسیر ص۲۶۰ ف فضیلت محبین اولیاء اللہ و دلالت حدیث کی حضرات اہل اللہ

فضیلت محبین اولیاء اللہ

محبین و معتقدین کی فضیلت پر ظاہر ہے۔ اور تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ تعلق بیعت سے اضطراراً مشائخ کیساتھ محبت ہوجاتی ہے۔ اس مصلحت سے بعض اہل ارشاد ایسوں کو بھی داخل سلسلہ کر لیتے ہیں جن سے زیادہ مجاہدہ و ریاضت کی توقع نہیں اور بعضے دوسری مصلحتوں سے ہر شخص کو بیعت کرنے میں قدرے مضائقہ کرتے ہیں۔ والاعمال بالنیات۔

حدیث صدوسی ویکم عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الارواح جنود مجندۃ ما تعارف منہا ائتلف وما تناکر منہا اختلف اخرجہ مسلم وابو داود واخرجہ البخاری عن عائشۃ

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ارواح لشکر کے لشکر ہیں جو (عالم ارواح میں مجتمع تھیں جن میں (وہاں) باہم جان پہچان ہوئی ہے اُن میں (یہاں بھی) باہم الفت ہے اور جن میں جان پہچان نہیں ہوئی اُن میں اختلاف مزاج ہے۔ روایت کیا اس کو مسلم اور ابوداؤد نے اور روایت کیا اس کو بخاری نے حضرت عائشہ رضہ سے **ف مسئلہ** اشتراط تناسب شیخ و مرید در نفع یہ امر تجربہ سے ثابت ہوچکا ہے کہ فیوض باطنی کے لئے پیر و مرید کی باہمی مناسبت فطری شرط ہے اس حدیث کے عموم میں یہ مناسبت بھی داخل ہے کیونکہ نفع عادۃ موقوف ہے الفت پر اور الفت بنص حدیث موقوف ہے تعارف عالم ارواح پر جو حقیقت ہے مناسبت فطری کی اور یہی مناسبت ہے جس کے نہ ہونے پر مشائخ طالب کو اپنے پاس سے دوسرے شیخ کے پاس جس سے مناسبت مظنون یا مکشوف ہو بھیج دیتے ہیں۔

اشتراط تناسب

حدیث صدوسی ودوم عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لما خلق اللہ آدم علی صورتہ الحدیث اخرجہ البخاری ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالے نے آدم علیہ السلام کو اپنے ظہور صفات کی حالت پر پیدا کیا آگے حدیث کا پورا مضمون ہے روایت کیا اس کو بخاری نے تیسیر ص۲۰۲ **ف قول** مظہریت انسان للحق حدیث کے جو معنی شراح کے نزدیک مشہور ہیں کہ صورۃ کی ضمیر اللہ تعالے کی طرف ہے اُس بنا پر یہ حدیث صوفیہ کے اُس قول مشہور کا اثبات کرتی ہے کہ انسان کو حق تعالے کا مظہر کہتے ہیں جس کی مختصر شرح یہ ہے کہ انسان ایک مصنوع عجیب ہے حق تعالے کا اور مصنوع سے استدلال ہوتا ہے صانع کے وجود اور صفات کمال پر پس اس معنی کے اعتبار سے مصنوع کو صانع کا ظہور یعنی ذریعہ ظہور ہے اور اسی اعتبار سے مطلق خلق کو بھی مظہر حق کہدیتے ہیں اور بعض تفاسیر اس قول کی اور بھی ہیں جن میں سے بعض کی بنا پر خاص عارف ہی کو مظہر کہتے ہیں وہ تفاسیر کلید مثنوی میں ذکر کی گئی ہیں حدیث سب کی اصل ہوسکتی ہے لان الصورۃ بمعنی الظہور مفہوم عام نکلا۔

مظہریت انسان للحق قول

حدیث صدوسی وسوم عن ابن عمرؓ انہ نظر یوما الی الکعبۃ فقال ما اعظمک وما اعظم حرمتک والمؤمن اعظم حرمۃ عند اللہ تعالی منک اخرجہ الترمذی ترجمہ حضرت ابن عمر رضہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک دن کعبہ شریفہ کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ تیری بڑی شان ہے اور تیری بڑی حرمت ہے اور مومن اللہ کے نزدیک حرمت میں تجھ

سے بھی زیادہ ہے روایت کیا اسکو ترمذی نے تیسیر ص۲۸۲ **ف** قولہ: از ہزاران کعبہ یک دل بہتر است اس حدیث سے اس قول مشہور کا پورا اثبات ہوتا ہے کیونکہ حدیث میں مومن کو جو کعبہ سے اعظم کہا گیا تو اسی اس کا ایمان ہے اور موصوف بالایمان قلب ہے۔ پس قلب مومن کا افضل ہونا کعبہ سے ثابت ہوا اور اعظم کو مطلق فرمایا اس لئے ہزار درجہ اعظم کہنا بھی بروے حدیث گنجائش رکھتا ہے اور از ہزاران بہتر کہنے کا حاصل یہی ہے کہ ہزاران درجہ از کعبہ بہتر است۔ اسی طرح بعض بزرگوں کے کلام میں قلب کو تجلی گاہ حق کہنا وارد ہے اس حدیث سے اس کی بھی اصل نکل سکتی ہے کیونکہ جب کعبہ تجلی گاہ حق ہے تو افضل من الکعبہ کو بدرجہ اولے تجلی گاہ کہنا صحیح ہو سکتا ہے۔ باقی یہ ظاہر ہے کہ یہ فضیلت جزئی ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ انسان کو جہت سجدہ بھی بنایا جاوے۔

حدیث صد وسی و چہارم عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المرء علی دین خلیلہ فلینظر احدکم من یخالل اخرجہ ابوداؤد والترمذی **ترجمہ** حضرت ابوہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آدمی اپنے دوست کے طریق پر ہوتا ہے سو ذرا دیکھ بھال لیا کرے کہ کس سے دوستی کرتا ہے۔ روایت کیا اسکو ابوداؤد اور ترمذی نے۔ تیسیر ص۲۹۳ **ف** اصلاح۔ احتیاط در اتخاذ شیخ۔ ظاہر ہے کہ پیر سے اعلیٰ درجہ کی محبت ہوتی ہے اور جب معمولی دوستی دین کے اندر موثر ہے تو اتنی بڑی دوستی تو اس تاثیر سے کیسے خالی رہیگی۔ چنانچہ مشاہدہ ہے کہ پیر کے عقائد و اعمال و اخلاق کا اثر مرید میں سرایت کرتا ہے اگر زیادہ نہیں تو کم از کم استحسان ہی کے درجہ میں ضرور اثر کرتا ہے یعنی مرید ان امور کو مستحسن سمجھتا ہے پس اگر پیر کی حالت خراب ہوئی تو مرید کا خراب ہونا ظاہر ہے اس لئے تلاش پیر میں بڑی احتیاط چاہیئے ہمیں زیادہ تر بے اعتنائی کی جاتی ہے جس کی اصلاح واجب ہے۔

حدیث صد وسی و پنجم عن عمرؓ قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الا لا یخلون رجل بامرأۃ الا کان ثالثھما الشیطان اخرجہ الشیخان وابوداؤد۔ **ترجمہ** حضرت عمر رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سن رکھو کوئی مرد کسی عورت کے پاس تنہائی میں نہیں ہوتا مگر تیسرا وہاں شیطان ہوتا ہے روایت کیا اسکو بخاری و مسلم و ابوداؤد نے تیسیر ص۲۹۳ **ف** اصلاح۔ احتجاب مرید از شیخ۔ یہ ظاہر ہے کہ جب پردہ نہیں ہوتا تو بعض اوقات تنہائی بھی ہو جاتی ہے اور بعض اوقات گو ظاہراً تنہائی نہیں ہوتی۔ مگر چونکہ وہاں سب عورتیں اس مرد کی نامحرم ہی ہوتی ہیں اور کسی عورت کا محرم بھی وہاں نہیں ہوتا اس لئے حکماً وہ بھی تنہائی ہی ہے پس بے پردگی کے لئے خلوت منہی عنہا عادۃً لازم ہے نیز بے پردگی میں دوسرے مفاسد بھی ہیں اس لئے آجکل جو رسم قبیح ہے کہ مرید نی پیر سے پردہ نہیں کرتی اسکا انسداد و اصلاح واجب ہے۔

حدیث صد وسی و ششم عن ابی موسیٰ قال قام فینا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بخمس کلمات فقال ان اللہ لا ینام ولا ینبغی لہ ان ینام یخفض القسط ویرفعہ یرفع الیہ عمل اللیل قبل عمل النہار وعمل النہار قبل عمل اللیل حجابہ النور لو کشفہ لاحرقت سبحات وجھہ ما انتھی الیہ بصرہ من خلقہ اخرجہ مسلم **ترجمہ** حضرت ابوموسیٰ رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم میں کھڑے ہو کر پانچ مضمون بیان فرمائے ان میں یہ بھی مضمون تھا کہ اللہ تعالیٰ کا حجاب نور ہے اگر وہ اس حجاب کو اٹھا دے۔ تو اس کے انوار جلال ذاتی تمام مخلوق کو

مسئلہ امتناع رویت در دنیا

جہانتک اللہ تعالیٰ کی نگاہ پہونچے سب کو جلادے (اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نظر تمامی مخلوق کو محیط ہے مطلب یہ ہوا کہ تمام مخلوق اُس کے نور ذات سے سوختہ ہوجاوے) روایت کیا اسکو مسلم نے تیسیر ص۲۶۶ ف **مسئلہ امتناع رویت در دنیا** اکثر جہلاء صوفیہ کا اعتقاد ہے کہ سالک کو دنیا ہی میں مثل آخرت کے اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوسکتا ہے یہ حدیث اس اعتقاد کی تغلیط کرتی ہے۔ ان لوگوں کو اپنے اس اعتقاد کی اصلاح واجب ہے۔

حدیث صد و سی و ہفتم عن عمر بن ثابت الانصاری انہ اخبرہ بعض اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال یوم حدث الناس انہ مکتوب بین عینیہ کافر یقرأہ من کرہ عملہ او یقرأہ کل مؤمن وقال تعلموا انہ لن یری احد منکم ربہ حتی یموت رواہ مسلم **ترجمہ** بعض صحابہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس روز دجال سے ڈرایا یوں بھی فرمایا کہ اُس کی دونوں آنکھوں کے درمیان میں کافر لکھا ہوگا جو شخص اُس کے عمل کو ناپسند کریگا وہ اس کو پڑھے گا یا یہ فرمایا کہ ہر مومن اُس کو پڑھے گا اور آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ خوب جان رکھو کہ مرنے سے پہلے تم میں سے کوئی شخص اپنے رب کو ہرگز نہیں دیکھ سکتا (اور دجال کو سب دیکھیں گے پس ثابت ہوا کہ وہ رب نہیں ہے) روایت کیا اس کو مسلم نے جلد ثانی ص۳۹۹ ف اسمیں امتناع رویت در دنیا اور زیادہ وضاحت وصراحت کے ساتھ مذکور ہے۔

محل حدیث ۱۳۶

حدیث صد و سی و ہشتم عن ابی ھریرۃ ان اعرابیا دخل المسجد ورسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جالس فصلی رکعتین ثم قال اللھم ارحمنی ومحمدا ولا ترحم معنا احدا فقال النبی صلے اللہ علیہ وسلم لقد تحجرت واسعا ثم لم یلبث ان بال فی المسجد فاسرع الیہ الناس فنھاھم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وقال انما بعثتم میسرین ولم تبعثوا معسرین صبوا علیہ سجلا من ماء او قال ذنوبا من ماء اخرجہ الخمسۃ الا مسلما وھذا لفظ ابی داؤد والترمذی

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی مسجد میں آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے اور اُس نے دو رکعت پڑھی پھر دعا کی کہ اے اللہ مجھپر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت فرما اور (اُس رحمت میں) ہم دونوں کے ساتھ کسیکو شریک مت کر (وہ یوں سمجھا کہ شاید رحمت محدود ہوگی اگر اور لوگ بھی شریک ہوں گے تو ہمارا حصہ گھٹ جاوے گا) پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (بھلے مانس) تو نے ایک غیر محدود چیز کو (بزعم خود) محدود کر دیا پھر زیادہ دیر نہ گذری تھی کہ اُس نے مسجد میں پیشاب کر دیا لوگ اُسکی طرف (روکنے کے لئے) دوڑے آپ نے اُن کو منع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ تم آسانی کرنے کو آئے ہو سختی کرنے نہیں آئے اس پیشاب پر ایک ڈول پانی بہادو روایت کیا اس کو بخاری و مالک وابوداؤد وترمذی ونسائی نے تیسیر ص۲۷۸ ف **خلق رفق برا قوال وافعال جاہلان** اکثر بزرگوں کی عادت ہے کہ جہلا کی حرکات پر تشدد نہیں کرتے بلکہ نرمی اور تحمل سے پیش آتے ہیں حتی کہ بعض اوقات کم فہموں کو مداہنت کا شبہہ ہوجاتا ہے سو اس حدیث سے ایسے امور میں غایت نرمی اور ضبط کا اثبات ہوتا ہے۔ اور مداہنت وہ ہے جسمیں اپنی کوئی دنیوی غرض ہو اور جہاں مصلحت دینیہ ہو وہ محمود ہے

خلق رفق برا قوال وافعال جاہلان

حدیث صد و ہفتم عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال بعد ذکر فضل بعض الاعمال فذلکم الرباط فذلکم الرباط فذلکم الرباط اخرجہ مسلم ومالک والترمذی والنسائی۔

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض اعمال کی فضیلت ذکر کرکے اُن اعمال کی نسبت فرمایا کہ یہ مورچہ بندی ہے یہ مورچہ بندی ہے یہ مورچہ بندی ہے۔ (یعنی شیطان کے ساتھ جو مسلمان کا محاربہ رہتا ہے ان اعمال کو کرنا گویا اپنی سرحد کی حفاظت ہے) روایت کیا اسکو مسلم اور مالک اور ترمذی اور نسائی نے تیسیر ص۲۸۳ **ف قول جہاد با شیطان** ہمارے پیر و مرشد علیہ الرحمۃ نے اپنے رسالہ جہاد اکبر میں سالک کی لڑائی لشکر شیطان و نفس سے قرار دیکر نہایت نفیس اور مفصل مضمون لکھا ہے یہ حدیث اس مضمون کی مرجع اصل ہے کیونکہ رباط محاربہ میں ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہاں محاربہ نفس و شیطان ہی سے ہے۔

حدیث صد و ہشتم عن جابر رضؓ فی حدیث طویل فلما خرج الرجلان الی فم الشعب اضطجع المھاجری وقام الانصاری یصلی فاتی الرجل فلما رای شخصہ عرف انہ ربیئۃ فرمی بسھم فوضعہ فیہ فنزعہ حتی رمی بثلثۃ اسھم ثم رکع وسجد ثم انبہ صاحبہ فلما عرف انھم قد نذروا بہ ھرب ولما رای المھاجری ما بالانصاری من الدماء قال سبحان اللہ الا انبھتنی اول ما رمانی قال کنت فی سورۃ اقرؤھا فلم احب ان اقطعھا اخرجہ ابو داؤد

ترجمہ حضرت جابر رضؓ سے ایک قصہ میں روایت ہے کہ جب دونوں شخص (کہ صحابی تھے) گھاٹی کے مونہ پر پہونچے تو مہاجری تو لیٹ گئے اور انصاری (جنکی باری پہرہ دینے کی تھی) نماز پڑھنے کھڑے ہوگئے اتنے میں ایک شخص (جو جاسوس کفار کا تھا) آیا جب اُس نے ان انصاری کا جثہ دیکھا سمجھ گیا کہ یہ نگراں ہیں پس ان کے ایک ایسا تیر مارا کہ اُن کے بدن میں پرو دیا اُنہوں نے نکالکر پھینک دیا یہانتک کہ تین تیر مارے پھر رکوع اور سجدہ کیا پھر (نماز سے فارغ ہوکر) اپنے ساتھی (مہاجری) کو جگایا جب اُس جاسوس کو معلوم ہوا کہ لوگوں کو میری خبر ہوگئی ہے۔ تو وہ بھاگ گیا اور جب مہاجری نے انصاری کو خونا خون دیکھا تو (تعجب سے) کہا سبحان اللہ تم نے مجھکو اول ہی تیر مارنے پر کیوں نہ جگا لیا کہنے لگے کہ میں ایک سورت پڑھنے میں مشغول تھا مجھکو اُس کا قطع کرنا اچھا نہ معلوم ہوا۔ روایت کیا اسکو ابوداؤد نے تیسیر ص۲۸۸ **ف حال لذت و حالت قرأت نماز اور قرآن یاد طاعت میں لذت حاصل ہونا ایک حال رفیع ہے اور ان صحابی کی حالت اس کے محمود ہونے کی دلیل ہے کیونکہ عدم قطع کو لم احب سے معلل فرمانے کی یہی توجیہ ہوسکتی ہے۔**

حدیث صد و نہم عن علی رضؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من ترک موضع شعرۃ من جنابۃ لم یغسلھا فعل بہ کذا وکذا من النار قال علی رضؓ فمن ثم عادیت رأسی ثلثا وکان یجز شعرہ اخرجہ ابوداؤد

ترجمہ حضرت علی رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص جنابت میں ایک بال کی جگہ بھی بے دھوئے چھوڑ دے دوزخ میں اُس کا ایسا ایسا حال ہوگا

حضرت علی رضؓ فرماتے ہیں کہ بس اسی وقت سے میں اپنے سر کا دشمن ہو گیا اور حضرت علی رضؓ کی عادت تھی کہ اپنے سر کے بال قطع کرا دیتے تھے۔ روایت کیا اسکو ابو داؤد نے تیسیر ص۲۹۲ ف عادۃ حلق موی سر اکثر مشائخ کی عادۃ ہے کہ سر کے بال منڈوا دیتے ہیں حضرت علی رضؓ کا یہ عمل اس عادت کا ماخذ ہے اور مصلحت اور مبنی اسکا خود حدیث مرفوع میں مذکور ہے کہ احتیاط ہے غسل میں اور دوسری مصلحتوں کا ہونا بھی اس کے منافی نہیں مثلاً بالوں کی خدمت میں شغل قلب ہونا یا بعض اشغال کی حرارت سے بالوں کا موذی ہونا۔

حلق موی سر عادۃ

حدیث صد و چہل و دوم عن عثمان بن کنانۃ بن کلیب عن ابیہ عن جدہ انہ جاء رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقال قد اسلمت فقال لہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم القِ عنک شعر الکفر یعنی احلق الحدیث اخرجہ ابو داؤد ترجمہ کلیب رضؓ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں نے اسلام قبول کیا آپ نے فرمایا کہ حالت کفر کے بال اتر واڈ الو یعنی سر منڈوا دو۔ روایت کیا اسکو ابو داؤد نے تیسیر ص۲۹۸ ف رسم حلق الشعر وقت البیعۃ بعض مشائخ کا معمول منقول ہے کہ مرید کرنے کے وقت اسکی موتراشی کرتے تھے اس کی اصل اور مصلحت کہ زمانہ معصیت کے اثر کو زائل کرنا ہے حدیث میں مذکور ہے۔

حلق الشعر وقت البیعۃ

حدیث صد و چہل و سوم عن اسلم قال فی حدیث طویل وکان عند عمر صحاف تسع فلا تکون فاکہۃ ولا طریفۃ الا جعل منہا فی تلک الصحاف فبعث بہا الی ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث اخرجہ مالک۔ ترجمہ اسلم سے حدیث طویل میں روایت ہے کہ حضرت عمر رضؓ کے پاس نو طباق تھے سو کوئی میوہ یا اور کوئی عمدہ چیز نہیں ہوتی تھی مگر حضرت عمر رضؓ اس کو ان طباقوں میں لگا کر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہرات کے پاس (کہ نو تھیں) بھیجا کرتے روایت کیا اسکو مالک نے تیسیر ص۳۰۵ ف عادۃ خدمت اہل الشیخ بعدہ عام اہل طریق کا عمل ہے کہ پیر کی غیبت یا وفات کے بعد ان کے اہل و عیال کی خدمت لازمی طور پر کرتے ہیں یہ حدیث اس کے محمود ہونے میں صریح ہے۔

خدمت اہل الشیخ بعدہ عادۃ

حدیث صد و چہل و چہارم عن عمر رضؓ قال یا کم واللحم فان لہ ضراوۃ کضراوۃ الخمر وان اللہ یبغض اہل البیت اللحمیین اخرجہ مالک۔ ترجمہ حضرت عمر رضؓ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ گوشت (کی کثرت) سے احتیاط رکھا کرو کیونکہ اسکی خواہش بھی ایسی ہی ہو جاتی ہے جیسے شراب کی طلب ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ ایسے گھر والوں کو پسند نہیں کرتے جنکو گوشت کھانیکی (لازمی) عادت ہو جاوے۔ روایت کیا اس کو مالک نے تیسیر ص۳۰۵ ف عادۃ بعض ترک اللحم بعض درویش دیکھے گئے ہیں کہ گوشت نہیں کھاتے سو المیین تفصیل ہے اگر اس ترک کی وہ مصلحت ہو جو حدیث میں مذکور ہے یعنی تقلیل قوت بہیمیہ جو مفضی الی المعاصی ہو جاتی ہے تب تو اس کا مبنی صحیح اور موافق حدیث کے ہے البتہ گاہ گاہ کھا لینا مناسب ہے کہ صورۃً تحریم حلال نہ ہو اور اگر اس کو کچھ قرب الٰہی میں دخل سمجھتے ہیں تو بدعت ہے۔ اور اگر عملیات وغیرہ اس کا سبب ہے تو بنا رالعبث علی

ترک اللحم عادۃ بعض

العبث ہے۔ اور اگر اسکا منشا رفع کو خلاف ترحم علی الحیوان سمجھنا ہے تو الحاد فی الدین ہے۔

حدیث صد و چہل و پنجم عن جابرؓ قال ادرکنی عمر وفیہ قال اوکلما اشتھیت شیئًا اتہ تریدہ حسب احدکم من السرف ان یاکل کل ما اشتھی اخرجہ مالک ترجمہ حضرت جابر رضؓ سے روایت ہے کہ مجھکو حضرت عمر رضؓ ملے اور اُس میں یہ بھی ہے کہ حضرت عمر رضؓ نے فرمایا کیا جب کسی چیز کی تم کو رغبت ہوتی ہے تم اُسکو خرید ہی لیتے ہو آدمی کے مسرف ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ جس چیز کو جی چاہا کرے وہی کھالیا کرے روایت کیا اس کو مالک نے تیسیر ص۳۰۵

ف عادۃ تقلیل لذات قریب قریب کل اہل طریق کے تقلیل لذات کا ایک خاص درجہ میں اہتمام رکھتے ہیں جو مدلول ہے حدیث کا اور یہ ایک شعبہ ہے مجاہدہ کا۔

حدیث صد و چہل و ششم عن ابی سعید قال کنا فی مسیر لنا وفی الحدیث قصۃ اللدیغ وفیہ فقال ما رقیت الا بام الکتاب قلنا لا تحدثوا شیئًا حتی ناتی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فنسالہ فلما قدمنا ذکرنا لہ فقال وما یدریک انھا رقیۃ اقسموا واضربوا لی بسھم اخرجہ الخمسۃ الا النسائی

ترجمہ حضرت ابوسعید رضؓ سے روایت ہے کہ ہم لوگ ایک سفر میں تھے اور اسی حدیث میں مارگزیدہ کا قصہ ہے اور اُسمیں یہ ہے کہ ابوسعید کہتے ہیں کہ میں نے (اُس مارگزیدہ کو) صرف سورہ فاتحہ سے جھاڑا تھا (وہ اچھا ہوگیا اور جو معاوضہ میں سو بکریاں ٹھہری تھیں وہ وصول کرلیں پھر) ہم نے (باہم) کہا کہ ابھی (ان بکریوں کے بارہ میں) کوئی نئی بات (تصرف وغیرہ) مت کرنا یہانتک کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر (حکم شرعی) دریافت کرلیں سو ہم جب حاضر ہوئے ہم نے آپ سے ذکر کیا آپنے (تعجب سے) فرمایا کہ تم کو کیسے خبر ہوگئی کہ سورہ فاتحہ جھاڑ بھی ہے (پھر اُن کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ) ان بکریوں کو تقسیم کرو اور میرا بھی حصہ لگانا (یہ اس لئے فرمادیا کہ اس کے حلال ہونے میں شبہہ نہ رہے) روایت کیا اسکو بخاری و مسلم و ترمذی و ابوداؤد نے تیسیر ص۳۱۲

ف رسم نذرانہ تعویذ بعضے تعویذوں میں نذرانہ ٹھہرالینا یا لے لینا بعضے بزرگوں کا معمول ہے اس کا جائز ہونا اور بزرگی کے منافی نہ ہونا اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے بشرطیکہ وہ عمل خلاف شرع نہ ہو اور اسمیں کسی قسم کا خداع نہ ہو جسکی تفصیل رسالہ التقی میں لکھدی ہے البتہ خود تعویذ گنڈوں کا مشغلہ غیر منتہی کے لئے بوجہ ہجوم عوام و مرجعیت انام کے مضر باطن ہے۔

حدیث صد و چہل و ہفتم عن انس قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا عدوی ولا طیرۃ ویعجبنی الفال قالوا وما الفال قال کلمۃ طیبۃ اخرجہ الخمسۃ الا النسائی ترجمہ حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بیماری لگنا (اسطرح کہ تخلف ہی نہو) کوئی چیز نہیں اور بدشگونی کوئی چیز نہیں اور مجھکو فال نیک اچھی معلوم ہوتی ہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ فال نیک کیا چیز ہے فرمایا کہ کوئی دل خوش کن کلمہ ہے (کہ کان میں پڑجاوے اور اس کو مطلب سے کچھ مناسبت ہو جیسے کوئی شخص گم شدہ چیز کو تلاش کرتا تھا اتفاق سے کسی شخص نے دوسرے کو واجد علی نام لیکر پکارا جسکے معنی ہیں پالینے والا تو وہ شخص اس کو سن کر خوش ہوگیا)

عادۃ تقلیل لذات

رسم نذرانہ تعویذ

روایت کیا اس کو بخاری و مسلم و ترمذی و ابو داؤد نے تبیر ص۳۱۶ **ف** رسم تفاؤل از قرآن یا کتب بزرگان بعض اہل عقیدت کو دیکھا گیا ہے کہ کسی ظاہری یا باطنی حاجت کے بارہ میں قرآن مجید یا دیوان حافظ یا مثنوی مولوی رومی سے فال لیتے ہیں اس حدیث میں اس کی حقیقت بیان کی گئی ہے اگر اسی حد تک ہو مضائقہ نہیں اور حاصل اس کا رجا من اللہ تعالیٰ باسباب الرجاء ہے جو بلا تفاول بھی امور محمودہ میں سے ہے۔ اور اگر اس سے تجاوز کیا جاوے مثلاً اس بزرگ کو حاضر و ناظر یا اس جواب کو ان کا تصرف یا اس مضمون کو فیصلہ قطعی سمجھا جاوے تو مذموم اور بدعت قریب لشرک ہونے میں کوئی شبہ نہیں اور ری سے لوٹا گھما کر چور معلوم کرنے کا گناہ ہونا معلوم ہو گیا ہوگا

حدیث صد و چہل و ہشتم عن علی رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نعم الرجل الفقیہ فی الدین ان احتیج الیہ نفع وان استغنی عنہ اغنی نفسہ اخرجہ رزین ترجمہ حضرت علی رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دین کا عالم بھی خوب ہوتا ہے۔ اگر کوئی اس کے پاس (دینی) احتیاج پیش کرے تو نفع پہونچاوے (یعنی دین کی تعلیم کرے) اور اگر کوئی اس کے پاس احتیاج نہ پیش کرے تو وہ بھی اپنے آپ کو بے پرواہ کرکے رکھے روایت کیا اس کو رزین نے۔ تبیر ص۳۱۷ **ف** عادۃ عدم تصدی یعنی در پے کسے نشدن جماعت صوفیہ میں اکثر کا مسلک نصیحت کے باب میں یہ ہے کہ زیادہ کسی کے پیچھے نہیں پڑتے ایک دو بار کہہ دیا اپنا حق ادا کر دیا اگر مان لیا بہتر ورنہ اپنے شغل میں لگتے ہیں اغنی نفسہ اپنے عموم سے اس عادت کا ماخذ ہے اور دوسری جزئی اس کی یہ بھی ہے کہ اپنی دنیوی حاجت اُنکے سامنے پیش نہیں کرتا مگر بقرینہ مقارنت استغنی جزئی اول اقرب،

حدیث صد و چہل و نہم عن ابی الدرداء قال سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول ان العلماء ورثۃ الانبیاء اخرجہ ابو داؤد۔ ترجمہ حضرت ابو الدرداء رض سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ علماء وارث ہوتے ہیں انبیاء علیہم السلام کے روایت کیا اسکو ابو داؤد نے تبیر ص۳۱۸ **ف** مسئلہ توارث نسبت اہل طریق میں مشہور ہے کہ نسبت باطنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متوارث چلی آتی ہے۔ اس حدیث سے اس کا اسطرح اثبات ہوتا ہے کہ دوسری حدیثوں سے علم کا مصداق وحقیقی علم فی القلب ثابت ہوتا ہے اور اسکو مورث عن الانبیاء فرمایا یہی حاصل ہے مسئلہ مذکورہ کا۔ اور انبیاء کے جمع لانے کی یہ توجیہ ہے کہ ہر امت کے علماء کو یہ دولت اپنے اپنے پیغمبر سے پہونچی خواہ بواسطہ یا بلا واسطہ

حدیث صد و پنجاہم عن علی رض قال حدثوا الناس بما یعرفون اتحبون ان یکذب اللہ و رسولہ۔ اخرجہ البخاری۔ ترجمہ حضرت علی رض سے روایت ہے کہ لوگوں کے سامنے ایسی بات کرو جس کو وہ سمجھیں کیا (سمجھ سے باہر باتیں کرکے) تم اسکو پسند کرتے ہو کہ خدا و رسول کی تکذیب کیجاوے (یعنی جب وہ بات قرآن و حدیث سے صراحۃً یا استدلالاً ثابت ہے تو خدا و رسول کی کہی ہوئی ہو اور چونکہ سمجھ سے باہر ہے اسلئے عوام کریں گے اسکی تکذیب پس تم سبب ہوئے خدا و رسول کی تکذیب کے اور چونکہ ضروریات دین میں سے کوئی امر ایسا نہیں ہے لہٰذا یہ شبہ نہیں ہو سکتا کہ اس میں بعض دین کا کتمان لازم آتا ہے) روایت کیا اسکو بخاری نے تبیر ص۳۱۹ **ف**

ع دکذا قولہ تعالیٰ امن استغنی فانت لہ تصدی ۱۲ منہ

اصلاح۔ کف لسان عن الدقائق عند العوام۔ بعضے بیباک صوفی عوام کے سامنے بے تکلف تصوف کے دقائق بیان کر بیٹھتے ہیں بعضے عوام تو اُن کو خلاف شریعت سمجھکر اُن کی تکذیب کرتے ہیں اور بعضے باوجود اُن کی حقیقت نہ سمجھنے کے اُن کو مانکر قواعد مشہورہ شرعیہ کے منکر ہو جاتے ہیں سو ہر حال میں اللہ و رسول کی تکذیب کا تحقق ہوا و الثانی اشد من الاول اس حدیث میں اس عادۃ کی ممانعت ہے۔

حدیث صد و پنجاہ و یکم عن ابن مسعود رض انہ قال ما انت بمحدث قوما حدیثا لا تبلغہ عقولھم الا کان لبعضھم فتنۃ اخرجہ مسلم ترجمہ حضرت ابن مسعود رض سے روایت ہے کہ جب تم کسی قوم سے ایسی بات کرو گے کہ اُن تک اُن کی عقل کی رسائی نہ ہو تو وہ ضرور بعضوں کے لئے خرابی کا باعث ہوگی روایت کیا اس کو مسلم نے تیسیر ص ۳۱۵

ف اس حدیث سے بھی وہی مضمون ثابت ہوتا ہے جو اس کے قبل کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔

حدیث صد و پنجاہ و دوم عن ابن عمرو بن العاص قال کنت اکتب کل شئی سمعتہ من رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فنھتنی قریش وقالوا اتکتب کل شئی ورسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بشر یتکلم فی الرضا والغضب فامسکت عن الکتابۃ حتی ذکرت ذلک لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاومأ باصبعہ الی فیہ وقال اکتب فوالذی نفسی بیدہ ما یخرج منہ الا حق۔ اخرجہ ابو داؤد۔

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رض سے روایت ہے کہ میں جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتا تھا اُس کو لکھ لیا کرتا تھا مجھکو قریش نے منع کیا اور کہا کہ تم سب کچھ لکھ لیتے ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (آخر) بشر ہیں خوشی اور ناخوشی ہر حالت میں کلام فرماتے ہیں (اور ناخوشی میں احتمال ہوتا ہے کلام میں کمی بیشی ہو جانے کا) میں لکھنے سے رُک گیا یہانتک کہ میں نے اسکا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا آپنے اپنی انگشت مبارک سے اپنے دہن مبارک کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اس مونہ سے بجز حق بات کے اور کچھ نہیں نکلتا (نہ حالت رضا میں نہ حالت غضب میں یعنی ہم دوسرے لوگوں کی طرح مغلوب الغضب نہیں ہوتے کہ غصہ میں جو چاہے مونہ سے نکل گیا) روایت کیا اسکو ابو داؤد نے۔ تیسیر ص ۳۱۹

ف رہسم کتابت ملفوظات اکثر معتقدین اپنے معتقد علیہم کے ملفوظات جمع کیا کرتے ہیں اس حدیث سے اسکا جواز ثابت ہوتا ہے اور جواز کے ساتھ یہ بھی تاکید نکلتی ہے کہ اس جمع میں نہایت احتیاط درکار ہے کیونکہ مشائخ میں بشریت منظنہ ہے صدور خطا کا اور ملفوظ عن الخطا یعنی عصمت متحقق نہیں۔

حدیث صد و پنجاہ و سوم عن ابی ھریرۃ رض قال خطب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فذکر قصۃ الحدیث فقال ابو شاہ اکتبوا لی یا رسول اللہ فقال اکتبوا لابی شاہ اخرجہ الترمذی صحیح ترجمہ حضرت ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا پھر راوی نے حدیث میں ایک مضمون ذکر کیا ہے (خطبہ سُنکر) ابو شاہ نے عرض کیا کہ یہ مضمون مجھکو لکھ دیجئے یا رسول اللہ آپنے فرمایا کہ ابو شاہ کو لکھ دو روایت کیا اس کو ترمذی نے اور صحیح کہا اُس کو تیسیر ص ۳۲۹ **ف** رہسم کتابت ارشاد زبانی یا شجرہ و سند برائے مرید اس حدیث سے زبانی تلقین

وارشاد کئے ہوئے امر کے مقید بالکتابۃ کر دینے کا موافق سنت ہونا ثابت ہوا۔ اہل طریقت کی یہ سب عادتیں اسمیں داخل ہوگئیں ذکر و شغل کا طریقہ پاوے، لئے لکھکر دیدینا۔ شجرہ لکھکر دینا سند خلافت لکھ دینا۔

حدیث صد و پنجاہ و چہارم عن ابی ایوب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لولا انکم تذنبون لذہب اللہ تعالی بکم و لخلق خلقا یذنبون فیغفر لہم اخرجہ مسلم والترمذی و لمسلم عن ابی ہریرۃ نحوہ و زاد فیستغفرون فذا دزرین قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہ لو لم تذنبوا لخشیت علیکم ما ہو اشد منہ وہو العجب۔

ترجمہ حضرت ابو ایوب رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم لوگ گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالیٰ تم کو اس عالم سے لے جاتا اور ایک اور مخلوق پیدا کرتا جو گناہ کرتے پھر (حسب زیادت روایت مسلم) وہ استغفار کرتے اور اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت کرتا۔ روایت کیا اسکو مسلم اور ترمذی نے اور رزین نے اتنا اور زیادہ کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اگر تم گناہ نہ کرتے تو مجھکو اُس سے زیادہ سخت چیز کا تمپر اندیشہ تھا اور وہ عجب یعنی خود بینی ہے تیسیر ص ۳۱۹ ج ۳۲

ف مسئلہ ضرورت تکوینیہ قبائح در عالم دیگر ف مسئلہ اقتضاء اسماء آلہیہ ظہور را دیگر ف

تعلیم حکمت بعض انواع قبض۔ اول کے دو مسئلے مسلم اور ترمذی کی روایت سے ثابت ہوتے ہیں اول مسئلہ کی تقریر یہ ہے کہ محققین نے فرمایا ہے کہ عالم میں تشریعاً تو صرف ایمان و طاعت ہی مطلوب ہے مگر تکویناً کفر و معصیت بھی ضروری التحقق و مطلوب الوجود ہے۔ اور دوسرا مسئلہ جو بمنزلہ حکمت مسئلہ اولے کے ہے اُس کی تقریر یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے تمام اسماء جمیل ہیں اور جمیل ہونے کی وجہ سے مقتضی ظہور ہیں اور ہر ایک کا ظہور خاص خاص حوادث کے تحقق کو مقتضی ہے حدیث کی دلالت مسئلہ اولے پر ظاہر ہے کہ ذنوب کی ضرورت صدور کو کس اہتمام سے فرمایا اور مسئلہ ثانیہ پر نیز دلالت یغفر لہم میں تامل کرنے سے معلوم ہوتی ہے کیونکہ حکمت اس ضرورت مذکورہ کی اپنی مغفرت کو فرمایا جس کی تقریر یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک غفار بھی ہے اُس کا ظہور اسی طرح ہے کہ عالم میں ذنوب کا وجود ہو اور اُس سے غفار کا تعلق ہو ان ہی دونوں مسئلوں کی طرف حافظ شیرازی نے نہایت لطیف طور پر اس شعر میں اشارہ کیا ہے۔ ؎ در کارخانہ عشق از کفر ناگزیر است ۔ آتش کرا بسوزد گر بولہب نباشد۔ کارخانۂ عشق سے مراد کارخانہ عالم ہے۔ بوجہ اس کے کہ حسب قول مشہور فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق سبب خلق عالم کا حب معرفت ہے اور حب عشق باہم متراوف ہیں پس حاصل یہ ہوا کہ منتقم مثلاً مقتضی ظہور ہے۔ اور وہ موقوف ہے وجود کفر پر۔ اور یاد رکھنا چاہیئے کہ اقتضاء سے مراد اقتضاء اضطراری نہیں تعالی اللہ عن ذلک علواً کبیراً اور نہ مقصود اس سے ترغیب دنیا ہے معاصی پر للزوم التعارض بین النصوص بلکہ ایک حکمت بیان کرکے مقصود تقویت قلب نائب عن المعاصی بعد صدور المعاصی ہے۔ اور تیسیر مضمون یعنی حکمت بعض انواع قبض رزین کی روایت سے ثابت ہے جس کو مشائخ اپنی

مسئلہ ضرورت تکوینیہ قبائح در عالم

مسئلہ اقتضاء اسماء آلہیہ ظہور را

تعلیم حکمت بعض انواع قبض

تعلیمات میں ارشاد فرمایا کرتے ہیں یعنی قبض کی ایک نوع وہ ہے جو صدور معصیت سے ہو بعض اوقات سالک صدور معصیت کے بعد اس قدر دلگیر اور تنگ ہوتا ہے کہ اگر اُس کو سنبھالا نہ جاوے تو یا تو اپنے کو ہلاک کر ڈالے یا نا اُمید ہو کر معطل محض ہو جاوے اور سب ذکر و طاعت کو چھوڑ بیٹھے ایسے وقت اُنکو اس بات کے سمجھانے کی ضرورت ہوتی ہے کہ اگر معصیت صادر ہو گئی تو توبہ کر لو اور بعد توبہ کے اسقدر پریشان اور مایوس مت ہو کیونکہ اُس میں بھی ایک حکمت تھی وہ یہ کہ شاید عدم صدور سے تم میں عجب پیدا ہو جاتا خدا تعالےٰ نے اس کا علاج کر دیا سو اس مضمون سے اس کو توبہ کا عزم اور طاعت کی طرف عود پیدا ہو جاتا ہے جو کہ مامور بہ ہے خوب سمجھ لو۔

حدیث صد و پنجاہ و پنجم عن ابن عباس قال حدثنی عمر بن الخطاب قال لما کان یوم بدر نظر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الی المشرکین وھم الف واصحابہ ثلثمائۃ وتسعۃ عشر رجلا فاستقبل القبلۃ ثم مد یدیہ فجعل یھتف بربہ یقول اللھم انجزلی ماوعدتنی اللھم اتنی ماوعدتنی اللھم ان تھلک ھذہ العصابۃ من المسلمین لا تعبد فی الارض فما زال یھتف بربہ مادا یدیہ حتی سقط رداءہ عن منکبیہ الحدیث اخرجہ مسلم والترمذی

ترجمہ حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ مجھ سے حضرت عمر رضؓ نے حکایت بیان کی کہ جب غزوہ بدر کا دن ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کو دیکھا وہ ایک ہزار تھے۔ اور آپ کے اصحاب تین سو اُنیس تھے پس آپ قبلہ کیطرف متوجہ ہو کر دونوں ہاتھ (دعا کے لئے) دراز کر کے حق تعالیٰ کو پکارنے لگے اور یوں فرمانے لگے کہ اے اللہ مجھسے جو وعدہ فرمایا ہے اس کو پورا فرمائیے اے اللہ مجھسے جو وعدہ فرمایا ہے وہ مجھکو عطا فرمائیے اے اللہ اگر یہ جماعت مسلمانوں کی فنا ہو گئی۔ تو پھر زمین میں آپ کی عبادت نہ ہو گی (کیونکہ بجز ان کے اور کوئی عابد نہیں ہے) پس آپ برابر اسیطرح ہاتھ پھیلائے ہوئے دعا کرتے رہے یہانتک کہ آپ کی چادر مبارک آپکے کندھوں سے کھسک کر گر گئی روایت کیا اسکو مسلم اور ترمذی نے تیسیر ص ۳۲۶ **ف حال** اور دلال اول جسکا ترجمہ ناز ہے ایک حال ہے جو بعض محبین کو غلبۂ اُنس و انبساط میں کہ ایک نوع ہے محبت کی پیش آیا ہے اس حدیث کا مضمون صاف ناشی ہے اسی ادلال سے کامل اور غیر کامل میں اتنا تفاوت ہے کہ کامل کا قول و فعل اس حالت میں بھی حدادب سے متجاوز نہیں ہوتا غیر کامل سے احیانا ایسا بھی ہو جاتا ہے اور اسی لاتعبد کے مضمون کو حافظ شیرازی نے اسطرح ادا کیا ہے ؎ سایۂ معشوق گر افتاد بر عاشق چہ شد ؛ ما با و محتاج یو دیم او بما مشتاق بود۔ ای حدیث ما را خوباں بود مغبر عن الارادۃ بالاشتیاق۔

حدیث صد و پنجاہ و ششم عن انس رض فی قصۃ غزوۃ احد من قول انس بن النضر قال یا سعد بن معاذ الجنۃ ورب النضر انی لاجد ریحھا من دون احد الحدیث اخرجہ الشیخان والترمذی۔

ترجمہ حضرت انس بن مالک سے قصہ غزوہ احد میں اُن کے چچا حضرت انس بن النضر کا قول مروی ہے کہ اُنہوں نے فرمایا اے معاذ قسم ہے نضر کے پروردگار کی کہ جنت کی خوشبو پاتا ہوں جبل احد کے پیچھے سے روایت کیا اسکو بخاری و مسلم اور ترمذی نے۔ تیسیر ۳۲۹ **ف حال** کشف عالم غیب عالم غیب کی اشیاء کا

منکشف ہونا ایک حال رفیع ہے جبکہ اتباع شرع کے ساتھ ہو حدیث کی دلالت اسپر ظاہر ہے۔

حدیث صد و پنجاہ و ہفتم عن سعد بن ابی وقاص قال رایت علی یمین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعلی شمالہ یوم احد رجلین علیہما ثیاب بیض یقاتلان کاشد القتال ما رایتہما قبل ولا بعد یعنی جبرئیل و میکائیل علیہما السلام اخرجہ الشیخان

ترجمہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ سے روایت ہے کہ میں نے غزوہ احد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داہنے بائیں دو شخص دیکھے جنپر سفید کپڑے تھے اور بہت سخت لڑائی لڑ رہے تھے میں نے اُن کو نہ اُس سے پہلے دیکھا تھا اور نہ بعد میں دیکھا یعنی وہ دونوں شخص جبرئیل و میکائیل علیہما السلام تھے روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے تیسیر ص ۳۳۰ **ف حال** کشف ملائکہ دیگر **ف مسئلہ** تمثل حضرت جبرئیل علیہ السلام و میکائیل علیہ السلام کا نظر آجانا حضرت سعد کو حدیث میں صریحاً مذکور ہے اور اسیطرح آدمی کی شکل میں متمثل ہونا بھی جس کی شرح سب سے اول حدیث کے ذیل میں گزر چکی ہے۔ اور ظاہر یہ ہے کہ اگر یہ فرشتے اوروں کو بھی نظر آتے تھے تب تو مدلول حدیث مسئلہ تمثل ہے اور اگر اوروں کو نظر نہ آتے تھے تو مدلول حدیث کشف ملائکہ ہے۔

حدیث صد و پنجاہ و ہشتم عن ابی ہریرۃ فی قصۃ غزوۃ الرجیع من الحدیث الطویل عن بعض بنات الحارث کانت تقول ما رایت اسیرا قط خیرا من خبیب لقد رایتہ یاکل من قطف عنب وما بمکۃ یومئذ ثمرۃ وانہ لموثق بالحدید وما کان الا رزق رزقہ اللہ خبیبا وفیہ وبعثت قریش الی عاصم لیوتی ابشیء من جسدہ بعد موتہ وکان قتل عظیما من عظائہم یوم بدر فبعث اللہ علیہم مثل الظلۃ من الدبر فحمتہ من رسلہم فلم یقدروا منہ علی شیء اخرجہ البخاری وابوداؤد۔

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضؓ سے قصہ غزوہ رجیع کے متعلق ایک حدیث طویل میں یہ قصہ حارث کی ایک دختر سے منقول ہے وہ کہتی ہے کہ میں نے حضرت خبیب رضؓ سے اچھا کوئی قیدی نہیں دیکھا میں نے اُن کو انگور کا خوشہ کھاتے ہوئے دیکھا اور اُس وقت مکہ میں میوہ یا پھل کا کہیں نام و نشان نہ تھا اور خود وہ لوہے میں مقید تھے۔ وہ محض ایک (غیبی) رزق تھا جو اللہ تعالے نے حضرت خبیب رضؓ کو عطا فرمایا تھا اور اسی حدیث میں یہ قصہ (حضرت عاصم رضؓ کا) ہے کہ قریش نے عاصم کی طرف کچھ آدمی روانہ کئے تاکہ اُن کی لاش کا کوئی جزو (کاٹ کر) لے آئیں اور (وجہ اس کی یہ تھی کہ اُنہوں نے قریش کے کسی بڑے سردار کو بدر کے دن قتل کیا تھا اسلئے نشان کے واسطے لاش کا جزو منگاتے تھے کہ دیکھکر خوشی اور تسلی زائد ہو) پس اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں پر سائبان کی طرح (یعنی بکثرت) بھڑوں کو بھیجدیا اور اُنھوں نے حضرت عاصم (کی لاش) کو قریش کے قیرستادوں سے محفوظ رکھا غرض وہ لوگ اُنپر ذرا قادر نہ ہوسکے روایت اس کو بخاری و ابوداؤد نے تیسیر ص ۳۳۰ **ف حال** کرامت حدیث میں حضرت خبیب رضؓ اور حضرت عاصم رضؓ کی عظیم کرامتیں مذکور ہیں

جو کہ بشرط اتباع شریعت اہل اللہ کے حالات رفیعہ میں سے ہے۔

حدیث صد و پنجاہ و نہم عن انس رض فی قصۃ غزوۃ بئر معونۃ قال بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قوما من بنی سلیم الی بنی عامر وفی روایۃ بعث خالی حراما اخا ام سلیم فی سبعین راکبا فلما قدموا قال لھم خالی اتقدمکم فان امنونی حتی ابلغھم عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والا کنتم منی قریبا فتقدم فامنوہ فبینما ھو یحدثھم عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذ اومأوا الی رجل منھم فطعنہ فانفذہ فقال اللہ اکبر فزت ورب الکعبۃ الحدیث اخرجہ الشیخان وفی روایۃ للبخاری عن انس رض یقول لما طعن حرام بن ملحان یوم بئر معونۃ قال (ای اللہ بالدم ھکذا فنضحہ علی وجھہ ورأسہ ثم قال فزت ورب الکعبۃ۔ **ترجمہ** حضرت انس رضؓ سے قصہ غزوہ بیر معونہ میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی سلیم میں سے ایک جماعت کو (کہ مسلمان تھے) بنی عامر کے پاس (کہ کافر تھے تبلیغ دین کی غرض سے) بھیجا اور ایک روایت میں ہے کہ میرے (یعنی انس رضؓ کے) ماموں حرام بن ملحان کو کہ ام سلیم (والد انس) کے بھائی تھے بمعہ اسی ستر سواروں کے بھیجا جب یہ لوگ وہاں پہونچے تو اُن سے میرے ماموں نے کہا کہ میں آگے جاتا ہوں اگر اُن لوگوں نے مجھکو اتنا امن دیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم اُن کو پہونچا سکا تو خیر ورنہ اس وقت تم میرے پاس آجانا غرض وہ آگے بڑھے اور اُن لوگوں نے (ظاہر میں) امن دیا پس اسی درمیان میں کہ وہ اُن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بات چیت کر رہے تھے کہ دفعۃً اُن لوگوں نے اپنے میں سے ایک شخص کی طرف اشارہ کیا اُس نے ان کے ایک نیزہ مارا اور پار کر دیا یہ (خوشی کے جوش میں) بول اُٹھے اللہ اکبر قسم رب کعبہ کی میں مراد کو پہونچگیا روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے تیسیر ص ۱۳۱ م۔ اور بخاری کی ایک روایت میں حضرت انس ہی سے یہ ہے کہ جب ان کے یوم بیر معونہ میں نیزہ لگا تو خوش ہو کر (خون کو اس طرح لے کر اپنے چہرہ اور سر پر چھڑکا (اور ملا) پھر کہا کہ قسم رب کعبہ کی میں مراد کو پہونچ گیا۔ بخاری جلد ثانی ص۸۸۰ **ف** حال اشتیاق موت ان کے اس مقال اور فعل سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان کو اس عاشقانہ موت کی شدت سے تمنا اور اشتیاق تھا جس کے حصول پر شدت سے خوش ہوئے پس عشاق کے کلام میں جو یہ مضمون بکثرت پایا جاتا ہے یہ اسکی اصل ہے۔ **ف** قول۔ وضو بخون۔ اور نیز بعض عشاق کے کلام میں خون سے وضو کرنے کا مضمون آیا ہے چہرہ پر خون ملنا اس مضمون کا پورا نقشہ ہے۔

حدیث صد و شصتم عن انس رض قال خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی الخندق فاذا المھاجرون والانصار یحفرون فی غداۃ باردۃ ولیس لھم عبید یعملون ذلک لھم فلما رای ما بھم من النصب والجوع قال اللھم ان العیش عیش الاخرۃ فاغفر للانصار والمھاجرۃ فقالوا مجیبین لہ نحن الذین بایعوا محمدا علی الجھاد ما بقینا ابدا اخرجہ الشیخان والترمذی۔ **ترجمہ** حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم خندق کی طرف متوجہ ہوئے اور مہاجرین و انصار سردی میں صبح کے وقت اُس کو کھود رہے تھے اور اُن کے پاس

حال اشتیاق موت

قول بضو بخون

غلام نہ تھے کہ اس کام کو کر لیتے جب آپ نے اُن کی مشقت اور فاقہ کی حالت دیکھی تو (اُن کے دل بڑھانے کو) دعا کی کہ اے اللہ عیش تو آخرت ہی کا ہے سو انصار اور مہاجرین کی مغفرت فرما دیجئے صحابہ نے جواب میں (یہ کلام منظوم) عرض کیا نحن الذین الخ یعنی ہم وہ ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد پر بیعت کی ہے۔ جب تک ہم زندہ رہیں گے روایت کیا اس کو بخاری و مسلم و ترمذی نے تیسیر ص۳۳۱ ف عادۃ بعض سماع برائی مشیط روح۔ بعض اہل طریق کا یہ مذاق ہوا ہے کہ جب اسباب عارضہ سے طبیعت میں ملال یا فتور یا انقباض ہوا ہے اُسکے رفع کے لئے موافق شرائط اباحہ کے قدرے سماع سن لیا ہے تاکہ نشاط پیدا ہو کر طاعت مقصودہ سہل ہو جاوے۔ پس مقصود طاعت ہوتی تھی اور سماع معین اُس مقصود کا اس حدیث سے اسکا اثبات ہوتا ہے کہ حضر خندق جو اس وقت طاعت تھی اور رجوع و نصب مظنہ فتور کا تھا اُس میں کلام منظوم سے نشاط و انبساط کا کام لیا۔ تامل کرنے سے یہی مصلحت معلوم ہوتی ہے۔ باقی سماع کو خود مقصود بنا لینا یا اُس میں رعایۃ شرائط کی نہ کرنا تلعب بالدین ہے۔

حدیث صد و شصت و یکم عن عائشۃ رض قالت لما رجع النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الخندق الحدیث وفیہ وکان سعد اصیب یوم الخندق فی اکحلہ فضرب علیہ صلی اللہ علیہ وسلم خیمۃ فی المسجد لیعودہ من قریب فقال سعد اللھم انک تعلم انہ لیس قوم احب الی ان اجاھدھم فیک من قوم کذبوا رسولک واخرجوہ اللھم فانی اظن انک قد وضعت الحرب بیننا وبینھم فان کان بقی من حرب قریش شئ فابقنی حتی اجاھدھم فیک وان کنت وضعت الحرب فافجرھا واجعل موتی فیھا فانفجرت من لیلتہ فلم یرعھم فی المسجد الا الدم یسیل الیھم فاذا سعد یغذ وجرحہ دما فمات منھا اخرجہ الشیخان۔

حدیث صد و شصت و دوم عن جابر رض قال ان سعد بن معاذ رمی یوم الاحزاب قطعوا اکحلہ او ابجلہ فحسمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالنار فانتخت یدہ فنزف الدم فحسمہ اخری فانتخت یدہ فلما رای ذلک قال اللھم لا تخرج نفسی حتی تقر عینی من بنی قریظۃ فاستمسک عرقہ فما قطر قطرۃ حتی نزلوا علی حکمہ فحکم فیھم ان تقتل رجالھم وتستحیی نساءھم فقال صلی اللہ علیہ وسلم اصبت حکم اللہ فیھم وکانوا اربع مائۃ فلما فرغ من قتلھم انفتق عرقہ فمات رض اخرجہ الترمذی وصححہ۔ ترجمہ (ان دونوں حدیثوں میں ایک ہی صحابی کا قصہ ہے یعنی سعد بن معاذ رض کا سو پہلی حدیث میں تو یہ قصہ ہے کہ) حضرت عائشہ رض سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ خندق سے لوٹ کر تشریف لائے اسی میں یہ قصہ ہے کہ یوم خندق میں حضرت سعد رض کی رگ ہفت اندام میں تیر لگا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غرض سے کہ قریب ہی سے عیادت فرماتے رہیں گے ان کے لئے مسجد میں ایک خیمہ لگا دیا تھا (ایسی جگہ جہاں نمازیوں کو شکی ہو جسطرح اعتکاف والے پردہ

وغیرہ باندھ لیتے ہیں کہ محفوظ جگہ میں پریشانی (ہجوم وغیرہ سے امن رہتا ہے پس حضرت سعد نے دعا کی کہ اے اللہ
آپ کو خوب معلوم ہے، کہ جن لوگوں نے آپکے رسول کی تکذیب کی اور اُن کو (مکہ سے) جلاوطن کیا (مراد قریش ہیں)
اِن کے ساتھ جہاد کرنا جسقدر مجھکو محبوب ہے اتنا کسی قوم کے ساتھ نہیں (یہ تمہید ہے اگلی دعا کی) اے اللہ میرا یہ
گمان ہے کہ آپنے ہمارے اور ان کے درمیان میں لڑائی موقوف کر دی ہے (یعنی میرا یہ خیال ہے کہ اب
ہمارا اِن کا کوئی معرکہ ہونے والا نہیں ہے) سو اگر (میرا یہ خیال غلط ہے اور) قریش کے ساتھ کوئی معرکہ ہونا
باقی ہے تو مجھکو زندہ رکھئے یہانتک کہ میں آپ کی راہ میں ان سے جہاد کروں اور اگر (میرا گمان صحیح ہے اور
واقعی) آپ (ہمارے اِن کے) معرکہ جنگ کو موقوف کر چکے ہیں تو میرے زخم کو جاری کر دیجئے اور میری موت
اسی میں کر دیجئے چنانچہ اُسی رات کو وہ رگ کھل گئی۔ اور دفعتہً اہل مسجد نے دیکھا کہ اُن کی طرف خون بہا ہوا
آرہا ہے دیکھتے کیا ہیں کہ حضرت سعد کے زخم سے خون بہ رہا ہے۔ پس اُسی میں انتقال فرما گئے روایت کیا اس کو
بخاری و مسلم نے (تیسیر ص ۳۳۱ اور دوسری حدیث میں یہ قصہ ہے کہ) حضرت جابر رضؓ نے روایت کی ہے کہ حضرت
سعد بن معاذ رضؓ کے یوم احزاب میں (کہ یوم خندق کا ایک یہ بھی نام ہے) تیر لگا جس سے شہ رگ (یعنی ہفت
اندام) کٹ گئی سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (خون تھمنے کے لئے) اُسپر آگ کا داغ دیا سو اُس سے خون تھم
گیا مگر) اُن کا ہاتھ ورم کر گیا (کیونکہ خون کی آمد جوش پر تھی) پھر (جوش سے) خون جاری ہو گیا آپنے دوبارہ
اُسپر داغ دیا سو پھر (خون تھم کر) ہاتھ ورم کر گیا جب حضرت سعد نے یہ حالت دیکھی تو دعا کی کہ اے اللہ میری
جان نہ نکلے جب تک میری آنکھیں بنی قریظہ کی طرف سے ٹھنڈی نہ ہو جاویں (بنی قریظہ ایک قوم ہے یہود کی
اُنہوں نے احزاب کی اعانت کی تھی اسلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ خندق سے فارغ ہو کر اُن کی سزا دینے
کیطرف متوجہ ہوئے تھے اور اُن کا محاصرہ کر لیا تھا مطلب ان کی دعا کا یہ ہے کہ میں آنکھوں سے اِن کی اس
شرارت کی سزا دیکھ لوں جب مروں) چنانچہ اُن کی رگ کا خون بند ہو گیا اور ایک قطرہ بھی نہ نکلا یہانتک کہ
(محاصرہ سے تنگ ہو کر) بنو قریظہ اِن ہی حضرت سعد رضؓ کے فیصلہ پر قلعہ سے اُترے اور باہر آئے (یعنی رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم سے اُنہوں نے یہ درخواست کی کہ ہم باہر آتے ہیں اس شرط پر کہ حضرت سعد جو ہمارے لئے
تجویز کریں وہی کارروائی ہم سے کی جاوے گمان اُنکا جاہلیت کے تعلقات کی وجہ سے یہ تھا کہ یہ ہماری رعایت
کریں گے حالانکہ تعلق مع اللہ نے سب تعلقات مخالفہ کو قطع کر دیا تھا) سو اُنہوں نے موافق قاعدہ شریعت کے
اُن کے مقدمہ میں یہ فیصل کیا کہ اِن کے بالغ مردوں کو قتل کیا جاوے اور اِن کی عورتوں کو اور اسیطرح بچوں کو
زندہ رکھا جاوے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے (اس فیصلہ میں) خدا تعالےٰ کے حکم کے موافق
کیا اور یہ لوگ چار سو تھے جب (حسب فیصلہ مذکورہ) ان کے قتل سے فراغت ہوئی وہ رگ پھٹ پڑی اور اُن
کا انتقال ہو گیا روایت کیا اسکو ترمذی نے اور تصحیح کی اس حدیث کی (تیسیر ص ۳۳۲) **ف** حال کشف
و کرامت اُنمیں اُنکا کشف تو یہ ہے کہ اُنہوں نے کہا تھا کہ میرے خیال میں ہماری اور قریش کی معرکہ آرائی موقوف

حال مصنف در کرامت

ہوگئی ہے چنانچہ اسکے بعد کوئی معرکہ کی لڑائی نہیں ہوئی صرف فتح مکہ میں یوں ہی خفیف سا مقابلہ ہوا کہ جسکو مقاتلہ کہنے میں خود علماء کا اختلاف ہے چنانچہ مکہ کا عنوۃً یا صلحاً فتح ہونا فقہاء میں مختلف فیہ ہے اور کرامت انکی دونوں کو ہیں ایک خون جاری کا بند ہوجانا جیسا دوسری حدیث میں ہے اور ایک بند خون کا جاری ہوجانا جیسا پہلی حدیث میں ہے اور دونوں دعاؤں میں کچھ تعارض نہیں بتطبیق اسطرح ہوسکتی ہے کہ اول خون جاری ہوپھر اُن کی دعائے مذکور فی الحدیث الثانی سے بند ہوگیا ہو پھر دعائے مذکور فی الحدیث الاول سے جاری ہوگیا ہو پس حدیث ثانی میں راوی کا فلما فرغ الخ کہنا اختصار فی البیان ہو اور مطلب یہ ہو فلما فرغ ودعا بما فی الحدیث الاول انفتق الخ **ف حال**۔ حب حیوۃ۔ وحب موت بعض اہل اللہ کے کلام سے جب حیوۃ اور بعض کے کلام سے حب موت مفہوم ہوتی ہے حضرت سعد کی دعاؤں سے دونوں کی اصل مع توجیہ کے معلوم ہوتی ہے کہ حب حیوۃ کی توجیہ جب اشتغال بالطاعات ہے کما قال فان بقی الخ وقال لاتخرج الخ لان السرور بذل الکفار طاعۃ ایضاً اور سبب موت کی وجہ بجز شوق لقاء وصول دین کے اور کچھ ہو ہی نہیں سکتی۔

حال حب حیوۃ وحب موت

حدیث صد و شصت وسوم عن عروۃ بن الزبیر عن المسور بن مخرمۃ ومروان الحدیث الطویل وفیہ من قصۃ الحدیبیۃ ثم ان عروۃ بن مسعود جعل یرمق اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعینہ قال فواللہ ما یتنخم رسول اللہ نخامۃ الا وقعت فی کف رجل منھم فدلک بھا وجھہ وجلدہ واذا امرھم ابتدروا امرہ واذا توضأ کادوا یقتتلون علی وضوئہ واذا تکلم خفضوا اصواتھم عندہ وما یحدون النظر الیہ تعظیماً لہ وفی ھذا الحدیث قال عمر بن الخطاب رض فاتیت نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلت یا نبی اللہ الست نبی اللہ حقا قال بلی قلت الیس عدونا علی الحق وعدو نا علی الباطل قال بلی قلت فلم نعطی الدنیۃ فی دیننا اذن قال انی رسول اللہ ولست اعصیہ وھو ناصری قلت اولیس کنت تحدثنا انا سنأتی البیت ونطوف بہ قال بلی افاخبرتک انک تاتیہ العام قلت لا قال فانک اتیہ ومطوف بہ قال فاتیت ابا بکر فقلت یا ابا بکر الیس ھذا نبی اللہ حقا قال بلی قلت الیس عدونا علی الحق وعدو نا علی الباطل قال بلی قلت فلم نعطی الدنیۃ فی دیننا اذن فقال ایھا الرجل انہ رسول اللہ ولن یعصی ربہ وھو ناصرہ فاستمسک بغرزہ فواللہ انہ علی الحق قلت الیس کان یحدثنا انا سنأتی البیت ونطوف بہ قال بلی فاخبرک انک تاتیہ العام قلت لا قال فانک اتیہ ومطوف بہ قال عمر فعملت لذلک اعمالا الحدیث اخرجہ البخاری وابو داؤد۔

ترجمہ عروہ بن الزبیر نے مسور بن مخرمہ اور مروان سے حدیث طویل روایت کی ہے اور اُس میں منجملہ قصہ حدیبیہ کے یہ حکایت بھی ہے کہ عروہ بن مسعود یکے از رؤساء مکہ جو بغرض تجسس حال مسلمین و گفتگوی معاملہ صلح وغیرہ آیا تھا وہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو اپنی آنکھ سے دیکھتا تھا اُسکا قول ہے کہ واللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کہنکار تھوکتے تھے تو صحابہ میں سے کسی نہ کسی آدمی کے ہاتھ میں پڑتا تھا اور وہ اُسکو اپنے مونہ پر اور بدن پر مل لیتا تھا اور جب آپ اُن کو کسی کام کی فرمائش کرتے تو اُسکے کرنے کو سب دوڑتے اور جب آپ وضو کرتے تو وہ آپ کے وضو کے پانی لینے پر لڑتے تھے اور جب آپ کلام فرماتے تو وہ اپنی آوازوں کو آپکے سامنے بالکل پست کر لیتے اور آپ کو تیز نگاہ بھر کر دیکھ نہ سکتے بسبب آپ کی غایت تعظیم کے اور اسی حدیبیہ میں یہ قصہ بھی ہے (یہ اُس وقت کے متعلق ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کی صلح کو منظور فرمایا اور باقتضائے وقت بعض شرطیں اُس صلح میں بظاہر ایسی تھیں جس سے مسلمانوں کے ذہنے کا شبہ ہو سکتا تھا پس اُسکے متعلق یہ قصہ ہوا) کہ حضرت عمر رض کہتے ہیں کہ میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا (اُسوقت یہ جوش میں تھے ان کو وہ شرائط ناگوار تھیں) اور عرض کیا یا نبی اللہ کیا آپ سچے نبی اللہ نہیں ہیں آپنے فرمایا کیوں نہیں۔ میں نے عرض کیا کیا ہم حق پر اور ہمارے مخالف ناحق پر نہیں ہیں آپنے فرمایا کیوں نہیں ہیں نے عرض کیا تو پھر اس حالت میں ہم دین کے بارہ میں کیوں ذلت گوارا کریں آپنے فرمایا میں یقیناً اللہ کا رسول ہوں اور میں اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف کوئی کام نہیں کرتا ہوں (سو جو کچھ میں نے اسوقت کیا وہ حکم خداوندی کے خلاف نہیں ہے) اور اللہ تعالیٰ (انجام کار) مجھکو غالب کرنے والا ہے (گو کسی حکمت سے اُسمیں قدرے توقف ہو) میں نے عرض کیا کیا آپ ہم سے فرمایا نہ کرتے تھے کہ ہم بیت اللہ میں جاوینگے اور اسکا طواف کریں گے (یعنی پھر صلح توڑکر ابھی کیوں نہ جا گھسیں) آپنے فرمایا ہاں یہ تو کہا تھا لیکن کیا میں نے یہ بھی کہا تھا کہ تم اسی سال بیت اللہ میں جاوگے میں نے عرض کیا کہ نہیں آپنے فرمایا تو تم ضرور (وقت موعود پر) بیت اللہ میں جاؤگے بھی اور اُسکا طواف بھی کروگے حضرت عمر رض کہتے ہیں کہ پھر میں حضرت ابوبکر رض کے پاس پہونچا (اُنکا جوش اُس وقت تک فرو نہوا تھا اُسی کے غلبہ میں یہ وہاں پہونچے) اور میں نے کہا (آگے وہی اوپر کے سوالات ہیں اور وہی جوابات اُنکو ملے ہیں چنانچہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ اے ابوبکر کیا یہ (یعنی حضور) سچے نبی اللہ نہیں ہیں اُنہوں نے فرمایا کیوں نہیں میں نے کہا کہ کیا ہم حق پر اور ہمارے مخالف ناحق پر نہیں ہیں اُنہوں نے فرمایا کیوں نہیں میں نے کہا تو پھر اس حالت میں ہم دین کے بارہ میں کیوں ذلت گوارا کریں اُنہوں نے فرمایا کہ مرد خدا آپ یقیناً اللہ کے رسول ہیں اور آپ اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف کوئی کام نہیں کرتے ہیں اور اللہ تعالےٰ آپ کو غالب کرنے والے ہیں پس تم آپ کی رکاب مضبوط پکڑے رہو (یعنی اتباع وامتثال وتسلیم میں مستقیم رہو) واللہ آپ بلاشبہ حق پر ہیں میں نے کہا کہ کیا آپ ہم سے فرمایا نہ کرتے تھے کہ ہم بیت اللہ میں جاوینگے اور اُس کا طواف کریں گے اُنہوں نے فرمایا ہاں یہ تو فرمایا تھا لیکن یہ بھی فرمایا تھا کہ تم اسی سال بیت اللہ میں جاؤگے میں نے کہا نہیں اُنہوں نے فرمایا تو ضرور بیت اللہ میں جاؤگے بھی اور اُسکا طواف بھی کروگے حضرت عمر رض کہتے ہیں کہ میں نے اس جرأت کے تدارک کیلئے بہت سے اعمال (صالحہ کئے (کہ یہ صورت گستاخی کی معاف ہو) روایت کیا اسکو بخاری وابوداؤد نے تیسیر ص ۳۳۳ و ۳۳۴ ف عادۃ مبالغہ و محبت و احترام شیخ

عادۃ مبالغہ و محبت و احترام شیخ

حدیث کے اول کے ٹکڑے میں صحابہ رضؓ کا جو برتاؤ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مذکور ہے اس سے یہ امر بخوبی ثابت ہے جو عملاً بمنزلہ ملتزم اہل طریق کے ہے کہ شیخ سے محبت درجہ جان بازی تک رکھتے ہیں اور احترام سلاطین سے زیادہ کرتے ہیں البتہ حد شرع سے تجاوز نہ ہونا چاہیئے **ف** حال، فنا فی الشیخ گو حدیث میں اسکی تصریح تو نہیں مگر غور کرنے سے استدلال سے اسکا ثبوت بہت واضح ہے یعنی حدیث کے آخر کے ٹکڑے میں جو حضرت صدیق رضؓ کے جوابوں کا لفظاً و معنیً اتحاد اجوبہ نبویہ کے ساتھ مذکور ہیں اس سے بخوبی ثابت ہے کہ قلب صدیقی قلب نبوی کے ساتھ ایسا متصل تھا کہ ایسے علوم و احوال کا بعینہ فیضان ہوتا تھا اور ایسا اتصال بدلیل عادت خواص فنا فی الشیخ سے ہے اور خاصہ کا وجود دلیل یقینی ہے وجود ذی خاصہ کی پس جب یہ اتصال حدیث سے ثابت ہو تو یہ فنا بھی ثابت ہو گیا جسکی حقیقت غایت تناسب مرید و شیخ میں ہے جو کہ غایت اطاعت و محبت سے پیدا ہو جاتا ہے۔

حدیث صد و شصت و چہارم عن سلمۃ بن الاکوع رضؓ قال قدمنا الحدیبیۃ مع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الحدیث وفیہ ثم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعانا للبیعۃ فی اصل الشجرۃ فبایعتہ فی اول الناس ثم بایع وبایع حتی اذا کان فی وسط الناس قال بایع یا سلمۃ قلت قد بایعتک یا رسول اللہ فی اول الناس قال وایضاً وانی اعزل فاعطانی جحفۃ ثم بایع حتی اذا کان فی اخر الناس قال الا تبایعنی یا سلمۃ قال قلت قد بایعتک یا رسول اللہ فی اول الناس وفی اوسط الناس قال وایضاً فبایعتہ الثالثۃ الحدیث اخرجہ مسلم۔ **ترجمہ** حضرت سلمہ بن اکوع سے روایت ہے کہ ہم حدیبیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پہونچے اور اسی حدیث میں یہ ہے کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمکو بیعت کے لئے درخت کے نیچے بلایا سو اول ہی جماعت میں میں نے آپ سے بیعت کی پھر اور لوگوں کو بیعت کیا پھر اور لوگوں کو بیعت کیا یہانتک کہ جب وسط کی جماعت کی نوبت آئی آپنے فرمایا اے سلمہ بیعت کرو میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں تو اول ہی جماعت میں آپسے بیعت کر چکا ہوں آپنے فرمایا پھر سہی، اور آپ نے مجھکو خالی ہاتھ دیکھا تو مجھکو ایک ڈھال دی پھر بیعت کرتے رہے یہانتک کہ جب آخیر کے لوگوں کی نوبت پہونچی تو آپنے فرمایا اے سلمہ مجھ سے بیعت نہیں کرتے میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں تو اول کی جماعت کے ساتھ اور نیز وسط کی جماعت کے ساتھ بیعت کر چکا ہوں آپنے فرمایا کہ پھر سہی میں نے تیسری بار بھی بیعت کی روایت کیا اس کو مسلم نے تیسیر ص ۳۳۵ **ف** ۴ تجدید بیعت مرید قدیم للتاکید بعض دفعہ کسی مصلحت سے اپنے مرید قدیم کو اسکی درخواست پر یا خود اسکو مشورہ دیکر دوبارہ بیعت کرتے ہیں یہ حدیث اسکی مشروعیت کی دلیل ہے

حدیث صد و شصت و پنجم عن علی رضؓ فی قصۃ کتاب حاطب وقال عمر دعنی یا رسول اللہ اضرب عنق ھذا المنافق فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قد شھد بدرا وما یدریک لعل اللہ تعالی اطلع علی اھل بدر فقال اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم اخرجہ الخمسۃ الا النسائی۔

ترجمہ حضرت علی رضؓ سے حضرت حاطب رضؓ کے خط لکھنے کے قصہ میں ہے (یہ خط کفار مکہ کے نام تھا جس میں رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض ارادوں کی جنگ کے متعلق اطلاع تھی پھر وہ خط پکڑا گیا اور حاطب سے باز پرس ہوئی اور حاطب نے اپنا جو عذر بیان کیا وہ قبول کیا گیا مگر حضرت عمر رض کو بہت جوش آیا اسکے متعلق حدیث میں حکایت ہے) کہ حضرت عمر رض نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھکو اجازت دیجئے میں اس منافق کی گردن مارو (منافق غصہ میں کہدیا) آپ نے فرمایا کہ وہ (یعنی حاطب) غزوہ بدر میں شریک ہوا ہے اور تمکو کیا خبر کچھ عجب نہیں ہے (یعنی ایسا ہوا ہے) کہ اللہ تعالے نے اہل بدر کی طرف متوجہ ہوکر فرمادیا کہ جو چاہو کرو میں نے تمہارا گناہ بخشدیا روایت کیا اسکو بخاری و مسلم و ترمذی و ابوداؤد نے تیسیر ص ۳۳۹ ف اصلاح بطلان عقیدہ اباحت بعض جہلاء رواجن زیغ کا اعتقاد ہے کہ جب آدمی کامل ہوجاتا ہے تو اسکے لئے کوئی چیز حرام نہیں رہتی سب جائز ہوجاتا ہے اس فرقہ کو اباحیہ کہتے ہیں اور عجیب یہ ہے کہ اس حدیث سے اس دعوی پر استدلال کرتے ہیں کہ دیکھو اہل بدر کے لئے کیا ارشاد ہوا حالانکہ یہ حدیث اسپر صریح رد کرتی ہے کیونکہ لفظ غفرت سے جسکے معنی ہیں گناہ کا بخشدینا خود معلوم ہوتا ہے کہ ناجائز افعال سے انکو گناہ تو ہوتا ہی مگر غایت کرم سے وعدہ مغفرت کا فرمایا گیا جب گناہ ہوا تو وہ فعل جائز کیسے ہوا البتہ اگر احللت لکم لم یجب لکم ہوتا تو استدلال کی گنجایش تھی اور اگر وعدہ مغفرت پر کسیکو دھوکہ ہو تو اہل بدر پر دوسرے کو قیاس کرنا مع الفارق ہے کیونکہ مقیس علیہ کے بارہ میں نص ہے۔ اور مقیس میں نص نہیں فاین ھذا من ذالک فرقہ اباحیہ کا یہہ اعتقاد کفر ہے جو شخص اسمیں مبتلا ہو اسکو اپنی اصلاح واجب ہے۔

حدیث صد و شصت و ششم۔ عن وھب قال سالت جابرا عن شان ثقیف اذ بایعت قال اشترطت ان لا صدقۃ علیھا ولا جھاد وانہ سمع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول سیصدقون ویجاھدون اذا اسلموا اخرجہ ابو داؤد۔ **ترجمہ** وہب سے روایت ہے کہ میں نے حضرت جابر رض سے قبیلہ بنی ثقیف کا قصہ انکے بیعت کے وقت کا دریافت کیا انہوں نے فرمایا کہ ان لوگوں نے یہ شرط لگائی تھی کہ انکی ذمہ یعنی ہمارے ذمہ زکوٰۃ اور جہاد نہ ہوگا۔ اور حضرت جابر رض نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ یہ لوگ زکوٰۃ بھی دیا کرینگے اور جہاد بھی کیا کرینگے جب اسلام لے آئینگے (یعنی اسوقت ان سے قیل و قال و جواب و سوال کی ضرورت نہیں جسطرح یہ کہیں اسیطرح ان کی بیعت قبول کرلی جاوے پھر آپ ہی اسلام اور علم اور صحبت کی برکت سے درست ہوجاویں گے) روایت کیا اسکو ابوداؤد نے تیسیر ص ۳۴۲

ف عادۃ تسامح فی الضروریات احیانا بعض دفع بزرگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ اپنے پاس آنے جانیوالوں کے ساتھ اور بالخصوص جن سے زیادہ تعلق نہیں ہے اور کبھی اپنے متعلقین کے ساتھ بھی بعض قبائح پر چشم پوشی و خاموشی کر جاتے ہیں، اور اسی حالت میں ان کو اوراد و اذکار کی تلقین بھی کر دیتے ہیں ترک قبائح کا انتظار نہیں کرتے اس سے عوام کو شبہہ مداہنت کا ہوجاتا ہے اور راز اسمیں یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی بصیرت خداداد سے سمجھ جاتے ہیں کہ جس خیر کی انکو تعلیم کیگئی ہے یہی توبہ عن الشر کے لئے رفتہ رفتہ کافی

ہوجاوے گی کبھی یہ سمجھتے ہیں کہ اگر زیادہ تشدد کیا جاوے گا یہ اس خیر سے بھی باز رہیں گے اور اصل سلام یا عزم توبہ ہی سے متوحش ہوجاویں گے تو خیر ہوجاوے غنیمت ہے۔ کبھی معلوم ہوتا ہے کہ دفعۃً ترک معصیت پر قدرت ان کی ضعیف ہے تدریج سے استعداد پیدا ہوجاویگی یہ حدیث بزرگوں کے اس طرز عمل کی واضح اصل ہے

حدیث صد و شصت و ہفتم عن ابی موسی قال لمعاذ کیف تقرأ انت قال سانبئک بذلک اما انا فانام ثم اقوم فاقرأ واحتسب فی نومتی ما احتسب فی قومتی اخرجہ الخمسۃ الا الترمذی۔

ترجمہ حضرت ابوموسیٰ رضؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے حضرت معاذ رضؓ سے (جبکہ زمانہ حکومت یمن میں دونوں ملے تھے) فرمایا کہ تم کس کیفیت سے (شب کو نماز میں) قرآن پڑھتے ہو انھوں نے فرمایا کہ میں تو سو رہتا ہوں پھر اٹھتا ہوں پھر (نماز میں) قرآن پڑھتا ہوں (یعنی ساری) رات بیدار نہیں رہتا اور میں اپنے سونے میں بھی ویسا ہی ثواب سمجھتا ہوں جیسا اپنی شب بیداری میں سمجھتا ہوں روایت کیا اسکو بخاری و مسلم و ابوداؤد و نسائی نے تیسیر ص ۳۴۳ ف مسئلہ عبادت شدہ لعادات عارفین اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جب معرفت صحیح ہوجاتی ہے۔ اور اس سے امور عادیہ بھی صادر عن المصلحت ہونے لگتے ہیں تو وہ امور عادیہ بھی عبادت و موجب اجر و قرب الٰہی ہوجاتے ہیں چنانچہ ایسے شخص کا سونا بنی اس مصلحت پر ہوتا ہے کہ سونے سے آرام ملیگا اور نشاط سے عبادت ہوگی بعض اوقات یہ قصد ہوتا ہے کہ عمل بالرخصہ میں شان افتقار و اظہار عجز و ضعف ہے کبھی یہ نیت ہوتی ہے کہ اس سے قوت و صحت رہتی ہے اور اس قوت و صحت کو خدمت خلق میں صرف کریں گے۔ ان سب اغراض سے وہ نوم عبادت ہوجاتی ہے۔ اسی طرح دوسرے افعال مباحہ اسی قسم کے مصالح پر مبنی ہوتے ہیں ملفوظات قوم میں اس مسئلہ کی تصریح ہے اور حدیث میں اسپر دلالت

حدیث صد و شصت و ہشتم عن جریر بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا لا تریحنی من ذی الخلصۃ وکان بیتا فی خثعم یسمی الکعبۃ الیمانیۃ فانطلقت فی خمسین ومائۃ راکب من احمس وکانوا اصحاب خیل وکنت لا اثبت علی الخیل فضرب فی صدری حتی رایت اثر اصابعہ فی صدری وقال اللھم ثبتہ واجعلہ ھادیا مھدیا فانطلق الیھا فکسرھا وحرقھا اخرجہ الشیخان وابوداؤد

ترجمہ حضرت جریر بن عبد اللہ رضؓ سے روایت ہے کہ ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھکو ذی الخلصہ سے راحت نہیں دیتے اور یہ ایک مکان تھا قبیلہ خثعم میں بکعبہ یمانیہ (جلاہیں) کہلاتا تھا اور انھوں نے اسکو کعبہ مشرفہ کے مقابلہ میں بنایا تھا اور اس وجہ سے حضور کو اس سے کلفت ہوتی تھی۔ اسی لئے فرمایا کہ مجھکو اس سے راحت نہیں دیتے یعنی اس کو منہدم کرآؤ تو خوب ہو) میں قبیلہ احمس کے ڈیڑھ سو سواروں کو لیکر چلا اور یہ لوگ گھوڑے کی سواری میں ماہر تھے اور میں گھوڑے پر جم نہ سکتا تھا میں نے آپ سے عرض کیا) آپ نے میرے سینہ میں ہاتھ مارا یہانتک کہ میں نے آپ کی انگلیوں کا نشان اپنے سینہ میں دیکھا اور دعا کی کہ اے اللہ اس کو جماوے (یہ جامع دعا ہے اسمیں ثبات علی الدین و ثبات علی المرکب

مسئلہ عبادت شدہ لعادات عارفین

دونوں داخل ہو گئے) اور اسکو ہدایت کنندہ ہدایت یافتہ رکھ پھر یہ وہاں گئے اور اُسکو توڑ دیا اور جلا دیا روایت کیا اسکو بخاری و مسلم و ابو داود نے۔ تیسیر ص ۳۴۳ **ف متفرقات ایصال اثر بتصرف** ظاہر آپ کا ہاتھ مارنا اُن کے قلب میں ایک قسم کا تصرف تھا کہ ان کے دل میں سے جھجک اور خوف سواری کے وقت کا نکل جاوے مشائخ کے اس قسم کے تصرفات کی اس سے اصل نکلتی ہے۔ اور توجہ و ہمت بھی غالباً اسی کا نام ہے جبریل علیہ السلام کا آغاز وحی میں آپ کو دبانا بھی اسی قبیل سے ہے البتہ اسکے کچھ آداب ہیں ایک یہ کہ غرض اور طریق مباح ہو دوسرے یہ کہ ظاہراً یا باطناً اُسپر عجب نہو اور اُسکی وجہی تذبیر یہ ہے کہ اُسکو مقرون بالدعا کر دیا جاوے جیسا حدیث میں دعا بھی ہے تیسرے یہ کہ اُسمیں زیادہ اشتغال نہ کرے کہ فاعل و منفعل دونوں کے لئے کثرت میں فتنہ ہے اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بکثرت منقول نہیں جیسا آجکل بعض نے اختیار کیا ہے اور فتن اُسکے مشاہد ہیں مخیل اعظم ہے یہ ہے کہ عموماً اسکو کمال سمجھنے لگتے ہیں حالانکہ یہ عمل محض ضرورت کے لئے ہے والضرورۃ تتقدر بقدرھا وبہذا بعض اکابر نے تصریح کی ہے کہ جب مرید میں کوئی ذکر اثر نہ کرے تب پیر توجہ سے کام لے وجہ اُسکی وہی تقدر بقدر الضرورۃ ہے۔

حدیث صد و شصت و نہم عن ابن مسعود رض قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا یبلغنی احد عن احد من اصحابی شیئاً فانی احب ان اخرج الیکم وانا سلیم الصدر اخرجہ ابو داؤد و الترمذی

ترجمہ حضرت ابن مسعود رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے یاروں میں سے کوئی کسی کی نسبت مجکو کوئی خبر (شکایت وغیرہ) نہ پہونچاوے کیونکہ میں یوں چاہتا ہوں کہ تمہارے پاس صاف سینہ ہو کر آیا کروں) روایت کیا اسکو ابو داؤد اور ترمذی نے تیسیر ص ۳۴۵ **ف مسئلہ عدم زوال امور طبعیہ از کامل** محققین نے تصریح کی ہے کہ کامل ہو کر امور طبعیہ زائل نہیں ہوتے البتہ اُن کا ایسا غلبہ نہیں ہونے پاتا کہ اُسکو شریعت سے خارج کر دے اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حکایت و شکایت کا اثر آپکے قلب مبارک پر بھی ہوتا تھا البتہ عمل اُسپر بلا حجت شرعیہ نہ ہوتا تھا اور اس عدم غلبہ کے لئے بھی قصد اور ضبط کی حاجت رہتی ہے پس بعض سالکوں کا اسکی ہوس کرنا محض ناذرشت کردن ہے اور بعض سے جو ایسے واقعات منقول ہیں وہ ایک غلبہ حال نے جو امر عارضی ہے البتہ غیر مجاہد کو اُسکے ترک میں مشقت زیادہ ہوتی ہے مجاہد کو کم لیکن تاثیر اور ضرورت قصد کف دونوں میں مشترک ہے۔

حدیث صد و ہفتادم عن عامر بن سعید قال دخلت علی قرظۃ بن کعب وابی مسعود الانصاری فی عرس فاذا جاریۃ تغنین فقلت انتما صاحبا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من اھل بدر یفعل ھذا عندکم فقالا اجلس ان شئت معنا وان شئت اذھب فقد رخص لنا فی اللھو عند العرس اخرجہ النسائی۔ تیسیر ص ۳۴۶

حدیث صد و ہفتاد و یکم عن محمد بن المنکدر قال بلغنی ان اللہ تعالیٰ یقول یوم القیمۃ این الذین

متفرقات ایصال اثر بتصرف

مسئلہ عدم زوال امور طبعیہ از کامل

کانو ینزھون اسماعھم عن اللھو من مزامیر الشیطان ادخلوھم فی ریاض المسک ثم یقول للملئکۃ علیھم السلام اسمعوھم حمدی واخبروھم ان لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔ اخرجہ زرین۔ تیسیر ص ۳۴۶

ترجمہ حدیث اول حضرت عامر بن سعد سے روایت ہے کہ میں ایک شادی میں حضرت قرظہ بن کعب اور ابو مسعود انصاری کے پاس گیا تو چند لڑکیاں گیت گا رہی ہیں (جاریہ لغت میں نابالغ لڑکی کو کہتے ہیں) میں نے کہا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہو اور پھر اہل بدر میں سے ہو اور باوجود اسکے تمہارے سامنے یہ فعل ہوتا ہے۔ اُن دونوں نے فرمایا کہ تمہارا جی چاہے بیٹھو اور تمہارا جی چاہے چلے جاؤ ہمکو شادی میں ایسے لہو کی اجازت دی گئی ہے روایت کیا اسکو نسائی نے **ترجمہ حدیث دوم** حضرت محمد بن المنکدر سے روایت ہے کہ مجکو یہ خبر پہونچی ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت میں فرماویں گے کہ وہ لوگ کہاں ہیں جو اپنے کانوں کو لہو (مباح) سے اور مزامیر شیطان سے (کہ لہو غیر مباح ہے) بچاتے تھے اُنکو مشک کی باغوں میں داخل کرو پھر ملائکہ علیہم السلام سے ارشاد ہوگا کہ اُنکو میری حمد سُناؤ اور اُن سے کہدو کہ ان پر کچھ خوف ہے اور نہ یہ مغموم ہوں گے۔ روایت کیا اسکو رزین نے

ف عادۃ سماع چشتیہ و مثلھم و ترک سماع نقشبندیہ و نحوھم اہل حق کے دونوں گروہ اہل سماع و غیر اہل سماع کے ان دونوں عمل کا منشا صحیح ہے ایک پر شوق کا غلبہ ہے دوسرے پر احتیاط کا غلبہ حدیث اول گروہ اول کی عادت سے الصق ہے اور حدیث ثانی گروہ ثانی کی عادت سے اوفق ہے جب تفریح اسماع جسمیہ ایک درجہ تک مرخص فیہ ہے تو تفریح اسماع روحیہ کسی درجہ تک کیوں نہ ماذون فیہ ہوگی اور اُس درجہ کی تفصیل فن میں مبسوط ہے البتہ جو اُس درجہ سے متجاوز ہے وہ بالکل معصیت ہے اسی طرح سماع کے ترک و انکار کا درجہ بھی کتب فن میں مذکور ہے اسقدر ان حدیثوں میں بھی مذکور ہے کہ سماع کا درجہ لہو سے زیادہ نہیں جیسا دونوں صحابی نے اسکو لہو فرمایا اور ترک کا درجہ اگر وہ ترک مباح کا ہے تنزہ عن المباح ہے جو درجہ اولویت کا ہے جیسا دوسری حدیث سے مقابلہ مزامیر کا اُسکی اباحۃ کا قرینہ ظاہرہ ہے پس سماع حسن بالذات ہوا ان اللھو لا یکون کذلک اور نہ قبیح بالذات ہوا ان اللھو المباح کما یدل علیہ المقابلۃ لا یکون کذلک

حدیث صد و ہفتاد و دوم عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما ینبغی لعبد ان یقول انا خیر من یونس بن متی اخرجہ الشیخان و ابو داؤد۔ **ترجمہ** حضرت ابوہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی شخص کو یہ جائز نہیں ہے کہ وہ (میری نسبت) یوں کہے کہ میں حضرت یونس بن متی سے اچھا ہوں روایت کیا اسکو بخاری و مسلم و ابو داؤد نے۔ تیسیر ص ۳۴۶ **ف اصلاح عدم تفضیل شیخ بعنوان موہم تحقیر دیگرے** حضرت یونس علیہ السلام کی تخصیص اسلئے کی گئی کہ اُن کے قصہ ظاہر شبہ توجہ عتاب کا ہوتا تھا جس سے مفضولیت کا حکم کیا جاتا اور اس بنا پر مفضولیت کا حکم کرنا ظاہر ہے کہ موجب یا موہم تحقیر کو ہے اس سے نہی فرمائی گئی پس حدیث میں اسپر صاف دلالت ہے کہ بعض لوگوں کی جو عادت ہے کہ اپنے سلسلہ کو یا شیخ کو اسطرح بڑھاتے ہیں کہ دوسروں کی تنقیص لازم آتی ہے یا بعضے اسکی تصریح

ف عادۃ سماع چشتیہ و مثلھم و ترک سماع نقشبندیہ و نحوھم

اصلاح ف تفضیل شیخ بعنوان موہم تحقیر دیگرے

کردیتے ہیں یہ عادت واجب الاصلاح ہے ہاں نفس اعتقاد فضیلت جائز ہے۔ مگر غیر مورد نص میں ظن کی اجازت ہے قطع جائز نہیں اور اگر صرف محبت یعنی میلان قلب ایک طرف زائد ہے۔ تو بوجہ اسکے امر طبعی ہونے کے خود دائرۂ تکلیف سے خارج ہے اور موجب ملامت نہیں۔

حدیث صد و ہفتاد و سوم عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فی قصۃ تحاکم المرأتین قال سلیمن علیہ السلام ائتونی بالسکین اشقہ بینھما فقالت الصغری لا تفعل یرحمک اللہ ھو ابنھا فقضی بہ للصغری اخرجہ الشیخان و النسائی۔ **ترجمہ** حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس قصہ میں فرمایا جس میں دو عورتیں (حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس) مقدمہ لے گئی تھیں (وہ قصہ یہ تھا کہ دو عورتیں اپنے بچوں کو لئے ہوئے جا رہی تھیں کہ بڑی کے لڑکے کو بھیڑیا لے گیا اُسنے چھوٹی سے جھگڑا کیا کہ وہ تو میرا بچہ تھا اور اُسکے بچے پر جو بچ گیا تھا دعوی کیا کہ یہ میرا ہے مقدمہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس پہونچا) سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ (جب گواہ نہیں تو دونوں کا برابر ہے) چھری لاؤ میں چیر کر دونوں میں تقسیم کر دوں (یہ سُنکر) چھوٹی تڑپ گئی اور) عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کا بھلا کرے ایسا نہ کیجئے (میں نے چھوڑا) یہ اسی کا ہے (اُسی کو دیدیجئے) پس آپ نے اُس چھوٹی ہی کو دیدیا (اُن کے قواعد شریعت اسیکو مقتضی ہونگے) زوائد یہ کیا اسکو بخاری و مسلم و نسائی نے تیسرص ۳۴۰

فائدہ امتحان حقیقت ارادت طالب بعنوان موحش بعض بزرگوں کی بعض مواقع ضرورت پر عادت ہوتی ہے۔ کہ طالب کی ارادت و اعتقاد کا اس طریق پر امتحان کرتے ہیں کہ کوئی قول یا کوئی فعل ایسا کہتے اور کرتے ہیں جسکا ظاہر خلاف باطن کے ہوتا ہے یعنی واقع میں تو وہ شریعت کے موافق ہوتا ہے اور ظاہر میں خلاف ہوتا ہے جیسا شیخ صادق گنگوہی رحمہ نے ایک طالب کے سامنے کہدیا لا الہ الا اللہ صادق رسول اللہ مقصود تو یہ تھا کہ رسول اللہ صادق فی النبوۃ ہیں بکون الخبر مقدما و المبتدا موخرا اور ظاہر میں شبہہ ہوتا تھا کہ یہ خود مدعی رسالت ہیں اگر طالب کم سمجھ ہوا تو بھاگ جاتا ہے اور اگر سمجھدار ہوا تو اُسکو احتمال امتحان کا ہوتا ہے اور وہ دوسرے اقوال و افعال کو بھی دیکھتا ہے اگر علامات سے کمال ثابت ہو تو ایسے امور کی اجمالاً یا تفصیلاً تاویل کرکے طلب میں ثابت رہتا ہے۔ یہ حدیث اس عادت کا ماخذ ہو سکتی ہے کہ باطن میں مقصود جنیا نہ تھا مگر غیر والدہ کے امتحان کے واسطے ایسا ارادہ موحشہ ظاہر فرمایا۔

حدیث صد و ہفتاد و چہارم عن ابی ھریرۃ رضؓ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بینما ایوب یغتسل عریانا خر علیہ رجل جراد من ذھب فجعل یحثی فی ثوبہ فناداہ ربہ یا ایوب الم اکن اغنیتک عما تری قال بلی یا رب ولکن لا غنی بی عن برکتک اخرجہ البخاری و النسائی۔ **ترجمہ** حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایوب علیہ السلام کپڑے اتارے ہوئے غسل کر رہے تھے اسی حالت میں اُنپر سونے کا ٹڈی دل برسنا شروع ہوا (ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے

کہ سونے کے ٹکڑے بشکل ٹڈی کے تھے جاندار ٹڈی سونے کی نہ تھی گو داخل تحت القدرۃ یہ بھی ہے سو ایوب علیہ السلام اپنے کپڑے میں لپ بھر بھر کر جمع کرنے لگے پروردگار نے انکو پکارا کہ اے ایوب کیا ہم تمکو (پہلے سے بہت سا مال و متاع دے کر) اُس چیز سے جو اس وقت تمہارے پیش نظر ہے مستغنی نہیں کر چکے میں عرض کیا بیشک لیکن آپ کے برکت سے مجکو کبھی استغنا نہیں ہو سکتا۔ روایت کیا اسکو بخاری اور نسائی نے تیسیر ص ۳۴۲

ف عادۃ عدم ایثار عن النعم بلا اہتمام عارفین کاملین کی عادت ہے۔ کہ اگر من جانب اللہ اُن کو سامان تنعم کا میسر ہو جاوے اور ظاہر اُسکی فتنہ کا احتمال نہ ہو تو منسوب الی المنعم سمجھکر اُسکے قبول اور استعمال میں مضائقہ نہیں کرتے یہ حدیث اسکی ظاہر دلیل ہے البتہ اسکا اہتمام بالعد جھوں کے اس میں انہماک نہیں کرتے۔

حدیث صد و ہفتاد و پنجم۔ عن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا تخیروا بین الانبیاء اخرجہ ابو داؤد۔ ترجمہ حضرت ابو سعید رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ باہم انبیاء علیہم السلام میں ایک کو دوسرے پر (اسطرح) ترجیح مت دو (جو موہم تنقیص دوسروں کا ہو جاوے) روایت کیا اسکو ابو داؤد نے تیسیر ص ۳۴۰ **ف** اسمیں مثل حدیث صد و ہفتاد و دوم کے مضمون ہے۔

حدیث صد و ہفتاد و ششم عن ابن مسعود قال صلے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم العشاء ثم انصرف فاخذ بیدی حتی خرج الی بطحاء مکۃ فاجلسنی وخط علی خطا وقال لا تبرحن من خطک فانہ سینتہی الیک رجال فلا تکلمہم فانہم لن یکلموک الحدیث اخرجہ البخاری۔ ترجمہ حضرت ابن مسعود رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشا کی نماز پڑھی پھر فارغ ہو کر میرا ہاتھ پکڑا یہانتک کہ مکہ کے سنگستان سیلاب گاہ میں تشریف لائے پھر مجکو (ایک جگہ) بٹھلا دیا اور میرے گرد ایک خط (دائرہ کے طور پر) کھینچ دیا اور فرمایا اس خط سے باہر مت نکلنا تمہارے پاس کو بہت سے اشخاص گذریں گے سو تم اُن سے کلام مت کرنا وہ بھی تم سے کلام نہ کرینگے روایت کیا اسکو بخاری نے تیسیر ص ۳۴۸

ف متفرقات تصرف بعض اوقات مشائخ بھی ایسے تصرفات کرتے ہیں کبھی کسی مصلحت سے دوسروں کو بھی اُسکا طریقہ بتلا دیتے ہیں مثلاً فلاں چیز پڑھکر اپنے گرد دائرہ کھینچ لینا جسکو حصار کہتے ہیں جسکا اثر یہ ہوتا ہے کہ باوجود بہت سے مخلوقات خفیہ نظر آنے کے صاحب حصار اُن کے گزند سے محفوظ رہتا ہے یہ حدیث ظاہراً اسکی اصل ہو سکتی ہے۔

حدیث صد و ہفتاد و ہفتم عن عبد اللہ بن ہشام قال کنا مع النبی صلے اللہ علیہ وسلم وھو آخذ بید عمر فقال عمر یا رسول اللہ لانت احب الی من کل شئی الا نفسی فقال صلے اللہ علیہ وسلم لا والذی نفسی بیدہ حتی اکون احب الیک من نفسک فقال عمر فانہ الآن لانت احب الی من نفسی فقال صلے اللہ علیہ وسلم الآن یا عمر اخرجہ البخاری۔ ترجمہ حضرت عبد اللہ بن ہشام سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے اور آپ حضرت عمر رضہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے حضرت عمر رضہ نے عرض کیا یا رسول اللہ

بیشک آپ مجھکو ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں بجز میری جان کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم اُس ذات کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے مرتبہ کمال کا (جو تمکو مطلوب ہے) کبھی حاصل نہ ہوگا۔ جب تک کہ میں تمکو تمہاری جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں حضرت عمر رض بولے اسوقت یہ حالت ہو کہ آپ مجھکو میری جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں آپنے فرمایا تو بس اب وہ کمال بھی (جو تمکو مطلوب ہے) حاصل ہو گیا (آپکے اس ارشاد کی برکت سے وہ دولت فی الفور نصیب ہو گئی اور یہ محبت عقلی نہ تھی ورنہ باستثناء حضرت عمر رض کا شیخ نہ ہوتا طبعی تھی سو طبعاً ایسی محبت ہونا شرط ایمان نہیں ہے۔ ہاں بعض کمالات کے لئے شرط ہے اسی محبت کا نام فنا فی الشیخ ہے اور وہ کمالات اس فنا کے آثار ہیں جسکا کچھ بیان حدیث صد و شصت و سوم کے ذیل میں گذر چکا ہے روایت کیا اسکو بخاری نے تیسیر ص ۳۴۸ ف مسئلہ۔ امکان حب مفرط و اشتراط او در بعض کمالات بعض خشک مزاج انکار کرتے ہیں کہ شیخ کے ساتھ حب طبعی اس افراط کے ساتھ نہیں ہو سکتی حدیث میں اسکی تصریح ہے اور ایک مسئلہ اس سے یہ ثابت ہوا کہ بعض کمالات کے لئے ایسی ہی محبت شرط ہے جسکی تقریر اس حدیث کی شرح میں لکھی گئی۔

حدیث صد و ہفتاد و ہشتم۔ عن ابی ھریرۃ رض قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا تسبوا اصحابی فوالذی نفسی بیدہ لو ان احدکم انفق مثل احد ذھبا ما بلغ مد احدھم ولا نصیفہ اخرجہ مسلم

ترجمہ حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے اصحاب کو برا مت کہو کیونکہ قسم اُس ذات کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے (اُن کی ایسی فضیلت ہے کہ) اگر کوئی شخص جبل اُحد کی برابر سونا بھی خرچ کرے تب بھی اُن کے ایک مد (یعنی ایک سیر غلہ) کے برابر بھی ثواب میں نہ پہونچے۔ بلکہ نصف مد کو بھی نہ پہونچے روایت کیا اسکو مسلم نے تیسیر ص ۳۴۹ ف مسئلہ تضاعف اجر عمل عارف بر غیر عارف کتب فن میں مذکور ہے کہ عارف کا عمل اجر و فضیلت میں غیر عارف پر بدرجہا بڑھا ہوا ہے۔ حتیٰ کہ حضرت مرشدیؒ سے سُنا گیا کہ عارف کی دو رکعت غیر عارف کی لاکھ رکعت سے افضل ہے۔ یہ حدیث اسکی دلیل ہے ہر چند کہ اسمیں صحابہ ہی کا ذکر ہے۔ مگر علت مشترک ہے وہ تفاوت فی الاخلاص ہے۔ اور اس علت کا موثر فی الحکم ہونا دوسرے نصوص سے ثابت ہے۔ کقولہ تعالیٰ کمثل جنۃ بربوۃ اصابھا وابل فاتت اکلھا ضعفین فان لم یصبھا وابل فطل۔ وکقولہ علیہ السلام سبق درھم مائۃ الف درھم قیل وکیف ذلک یا رسول اللہ قال کان لرجل درھمان فتصدق باجودھما وانطلق اخر الی عرض مالہ فاخرج منہ مائۃ الف درھم فتصدق بھا اخرجہ النسائی۔ تیسیر ص ۲۵۹ پس یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ شاید صرف صحابیت اسکی علت ہو جو صحابہ و غیر صحابہ میں مشترک نہیں البتہ اسکا بھی کچھ دخل ہو اس سے انکار نہیں اسطرح کہ نفس تضاعف کا مدار تو خلوص پر ہو اور تضاعف کے مراتب کی غایۃ کثرت کا مدار صحابیت پر ہو۔

امکان حب مفرط و اشتراط او در بعض کمالات

تضاعف اجر عمل عارف بر غیر عارف

حدیث صد و ہفتاد و نہم عن ابی موسیٰ فی حدیث طویل قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم واصحابی امنۃ لامتی فاذا ذھب اصحابی اتی امتی ما یوعدون اخرجہ مسلم ترجمہ حضرت ابوموسیٰ رضہ سے ایک طویل حدیث میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میرے اصحاب میری امت کے لئے سموجب امان ہیں۔ جب میرے اصحاب گذر جاوینگے میری امت پر وہ فتنے آوینگے جنکا اُن سے وعدہ ہے۔ روایت کیا اسکو مسلم نے تیسیر ص ۳۴۹ **ف** مسئلہ سرایت برکات اہل اللہ الی غیرہم محققین نے فرمایا ہے۔ کہ اہل اللہ کے جیسے بعض برکات اختیاری ہیں مثل ارشاد و تلقین کے بسیطرح بعضے برکات غیر اختیاری ہیں جو بلا اُن کے قصد کے دوسروں کی طرف سرایت کرتے ہیں مثلاً خود اُنکا وجود عالم کے لئے رحمت ہی اسیطرح اُن کے بعض انوار از خود طالبان حق تک پہونچتے ہیں یہ حدیث ان برکات اضطراریہ کا اثبات کرتی ہے۔

مسئلہ سرایت برکات اہل اللہ الی غیرہم

حدیث صد و ہشتاد م عن بریدۃ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یا بلال بم سبقتنی الی الجنۃ فما دخلت الجنۃ الا سمعت خشخشتک امامی فقال یا رسول اللہ ما اذنت قط الا صلیت رکعتین وما احدثت قط الا وتوضأت عندہ ورایت ان للہ علی رکعتین فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھما اخرجہ الترمذی وصححہ۔ ترجمہ حضرت بریدہ رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت بلال رضہ سے) ارشاد فرمایا اے بلال تم کس عمل کی بدولت جنت میں میرے آگے آگے چلا کرتے ہو (گو یہ آگے چلنا خادمانہ ہے مگر خود اس خدمت کی اہلیت بھی تو فضیلت عظیمہ ہے کس عمل کی برکت سے حاصل ہوئی ہے) کیونکہ مجکو کبھی جنت میں داخل ہونے کا اتفاق نہیں ہوا مگر تمہارے چلنے کی آہٹ اپنے آگے آگے ضرور سُنی ہے اُنہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ایک تو میں نے جب اذان کہی اُسکے بعد دو رکعت ضرور پڑھی ہیں اور ایک جب کبھی میرا وضو ٹوٹا ہے تب ہی وضو کیا ہے اور اُسوقت بھی میں نے دو رکعتیں اللہ کا حق اپنے ذمہ پر سمجھی ہیں (یہ کنایہ مداومت سے ہے اعتقاد وجوب یا اصرار مراد نہیں) آپنے فرمایا بس یہ ان ہی دو رکعت یا ان دونوں عمل کی برکت سے ہے۔ روایت کیا اسکو ترمذی نے اور تصحیح کی اسکی تیسیر ص ۳۵۰

ف مسئلہ۔ رفع غلط و رفع بعضے کشف بعض سالکوں کو واقعہ میں یہ مکشوف ہوتا ہے کہ ہم بعض حضرات انبیاء علیہم السلام سے بھی سابق و فائق ہوگئے اگر وہ جاہل ہوا اپنا دین برباد کر لیتا ہے اگر عالم ہوا سمجھتا ہے کہ ظاہر اسکا شرعاً ممتنع ہے اسلئے وہ اس کلام کو ماول سمجھتا ہے یعنی مثالی کے ساتھ جیسا اس حدیث میں تقدم بلالی صورت ہے غایت تعلق خادمیت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جسکی تقریر ترجمہ حدیث میں کر دی گئی ہے اس سے معلوم ہوا ہوگا کہ سلوک میں علم شریعت کی کسقدر ضرورت ہے۔ سعدی رحمۃ نے اسی لئے فرمایا خیالات نادان خلوت نشیں ؛ بہم برزند عاقبت کفر و دین ؛ خوب سمجھ لینا چاہیئے۔

مسئلہ رفع غلط در بعضے کشف

حدیث صد و ہشتاد و یکم عن انس قال کان اسید بن حضیر و عباد بن بشر عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی لیلۃ مظلمۃ فخرج من عندہ فاذا ضوءان بین ایدیھما فلما افترقا صار مع کل واحد

ضعیفا نورا اخرجہ البخاری ۔ ترجمہ حضرت انس رضہ سے روایت ہے کہ حضرت اسید بن حضیر اور حضرت عباد بن بشر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک تاریک شب میں حاضر تھے پھر دونوں آپ کے پاس سے چلے گئے سو ان دونوں کے آگے دو نور نمودار ہو گئے جب دونوں جدا ہوئے تو ایک ایک نور ہر ایک کے ساتھ ہو گیا روایت کیا اسکو بخاری نے تیسیر ص ۲۵۰ ف حال کرامت دونوں صحابیوں کی کرامتیں اس حدیث سے ظاہر ہیں اور عدم تخصیص کرامات بالصحابہ پر اجماع ہے پس صحت کرامت پر حدیث دال ہے۔

حدیث صد و ہشتاد و دوم عن عائشۃ رضہ قالت دخل ابوبکر رضہ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لہ صلی اللہ علیہ وسلم ابشر فانت عتیق اللہ من النار قالت فمن یومئذ سمی عتیقا اخرجہ الترمذی ترجمہ حضرت عائشہ رضہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر رضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اُن سے آپ نے فرمایا کہ تم کو بشارت ہو تم اللہ کے عتیق یعنی رہائی دئے ہوئے ہو دوزخ سے حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ اُس روز سے آپ کا لقب عتیق ہو گیا۔ روایت کیا اسکو ترمذی نے تیسیر ص ۲۵۰ ف عادۃ بشارت مرمریدرا۔ اکثر شیوخ کی عادت ہے کہ جب کسی مرید کو کوئی دولت باطنی اور حالت محمودہ عطا ہوتی ہے تو اسکو اطلاع کر دیتے ہیں یہ حدیث اسکی سنیت پر دلالت کرتی ہے اُسمیں بہت سی مصلحتیں ہوتی ہیں۔ یرفع پریشانی۔ قوت فی العمل۔ زیادت۔ حب منعم و واسطہ نعمت لیکن شرط یہ ہے کہ اُسپر کسی فتنہ کا احتمال نہو۔ ف رسم عطائے لقب مریدرا۔ بعضے بزرگوں سے منقول اور مشاہدہ ہے کہ مرید کے اُس کی حالت کے مناسب کوئی لقب عطا فرماتے ہیں شاہ وغیرہ کبھی دوسرا نام رکھ دیتے ہیں اس حدیث سے اسکی بھی اصل نکلتی ہے کہ حضرت صدیق رضہ کا لقب عتیق قرار دیا گیا۔

حدیث صد و ہشتاد و سوم عن ابی ہریرۃ رضہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حدیث طویل وما عرضت الاسلام علی احد الا کانت لہ کبوۃ الا ابابکر فانہ لم یتلعثم الحدیث اخرجہ الترمذی ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضہ سے ایک حدیث طویل میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے جس شخص کے سامنے اسلام پیش کیا اُسکو کچھ نہ کچھ رکاوٹ ضرور ہوئی پھر خواہ وہ رکاوٹ جاتی رہی ہو ابوبکر کے کہ اُن کو ذرا تردد نہیں ہوا۔ روایت کیا اسکو ترمذی نے تیسیر ص ۲۵۰ ف مسئلہ حقیقت صدیقیت محققین نے جو حقیقت صدیقیت کی بیان کی ہے کہ عقائد شرعیہ نظریہ کا اُسکو ذوقاً ورک ہونے لگے اور اعمال شرعیہ اُس سے طبعاً صادر ہونے لگیں اس حدیث میں اسکی طرف اشارہ ہے پس نظریات اُسکے نزدیک بدیہیات ہو جاویں اور عبادات عادات ہو جاویں اول ثمرہ ہے قوۃ قدسیہ کا ثانی ثمرہ ہے کمال خلق کا اور صرف ثانی میں اکمل ہونا شہادت ہے۔

حدیث صد و ہشتاد و چہارم عن ابی الدرداء رضہ قال کنت جالسا عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا قبل ابوبکر الحدیث وفیہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ بعثنی الیکم فقلتم کذبت وقال ابوبکر

صدقت وواسانی بنفسه وماله فهل انتم تارکوا لی صاحبی مرتین او ثلثا فما اوذی بعدها اخرجه البخاری ترجمہ حضرت ابو الدرداء رضہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا تھا کہ دفعۃً ابو بکر آپہونچے یہ بڑی حدیث ہے اور اسمیں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے (ایک بات پر جس میں ایک صحابی سے حضرت ابو بکر رضہ کی شان میں کوتاہی ہو گئی تھی) ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجکو نبی بنا کر بھیجا سو تم لوگوں نے (اول وہلہ میں) میری تکذیب کی (مگر ابو بکر میں تصدیق کر لی) اور ابو بکر نے (اول ہی وہلہ میں) میری تصدیق کی اور (مزید برآں یہ کہ) اپنی جان و مال سے میری ہمدردی کی سو تم میرے اس دوست کا ستانا چھوڑو گے بھی اسکو دو مرتبہ یا تین مرتبہ فرمایا راوی کہتے ہیں کہ پھر اسکے بعد کسی نے انکو آزار نہیں دیا روایت کیا اسکو بخاری نے تیسیر ص ۳۵۱ ف عادۃً زیادت احترام خلیفہ شیخ اہل طریق کا امر طبعی اور عادۃ عامہ جو کہ موافق مقتضاء فطرۃ سلیمہ کے ہے یہ ہے کہ پیر کے خلفاء اور مقرب مریدوں کی تعظیم و ادب بہ نسبت دوسرے عام مریدوں کے زیادہ کرتے ہیں حدیث کے اسپر صاف دلالت ہے اور اس میں فروگذاشت کرنا اور اس سے عار و ننگ کرنا اور اسکو اپنے مجائل سمجھنا محض کبر و حسد ہے۔

زیادت احترام خلیفہ شیخ

حدیث صد و ہشتاد و پنجم عن ابن عمر رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالیٰ جعل الحق علی لسان عمر رض وقلبه وقال ابن عمر ما نزل بالناس امر قط فقالوا فیه وقال فیه عمر الا نزل القرآن فیه علی نحو ما قال عمر اخرجه الترمذی وصححه۔ ترجمہ حضرت ابن عمر رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حق بات کو عمر رض کی زبان اور قلب پر جاری کیا ہے۔ اور ابن عمر فرماتے ہیں کہ جب کبھی لوگوں کو کوئی (نئی) بات پیش آئی ہے پھر اسکے بارہ میں لوگوں نے بھی کچھ کہا ہو اور حضرت نے بھی کچھ کہا ہو تو قرآن ہمیشہ حضرت عمر ہی کے قول کے موافق نازل ہوا روایت کیا اسکو ترمذی نے اور تصحیح کی اسکی تیسیر ص ۳۵۱ ف حال الہام و فراست صادقہ ان کا ثبوت حدیث سے ظاہر ہے اور درحقیقت یہ انواع کشف سے ہیں پس حدیث سے ان حالات کا ثبوت ہوتا ہے۔

حال الہام و فراست صادقہ

حدیث صد و ہشتاد و ششم عن ابن عمر رض فی جوابه للمصری عن طعنه فی عثمان فی فراره اما تعنیه عن بیعة الرضوان فلو کان احد اعز ببطن مکة لبعثه فبعث صلی اللہ علیه وسلم عثمان الی مکة وکانت بیعة الرضوان بعد ما ذهب عثمان فقال صلی اللہ علیه وسلم بیده الیمنی علی الیسری وقال هذه لعثمان وکانت یده رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم لعثمان خیرا من ایدیهم الحدیث اخرجه البخاری والترمذی ترجمہ حضرت ابن عمر رض سے ایک مصری کے اعتراضات کے جواب میں جو حضرت عثمان رض پر کئے تھے یہ ارشاد مروی ہے کہ رہا بیعت رضوان میں انکا موجود نہ ہونا تو وجہ اسکی یہ تھی کہ اس وقت ضرورت تھی مکہ میں گفتگو کرنے کے لئے کسیکو بھیجنے کی اور چونکہ اندیشہ تھا اہل مکہ سے اسکے قتل کر دینے کا اسلئے یہ بھی ضرورت تھی کہ وہ فرستادہ خود اہل مکہ کی نظر میں باوجاہت و معزز ہو اور یہ بات حضرت عثمان رض کو حاصل تھی

سوداگر اور کوئی (ان سے) زیادہ معزز ہوتا (اہل) مکہ (کی نظر) میں تو آپ اسکو بھیجتے اسلئے حضور نے حضرت عثمان ہی کو مکہ بھیجا اور (یہاں) بیعت رضوان ان کے چلے جانے کے بعد (اتفاقاً) واقع ہوگئی سو آپ نے اپنا داہنا ہاتھ (اپنے) بائیں ہاتھ پر رکھا اور (اُس بائیں ہاتھ کی نسبت) فرمایا کہ یہ عثمان کا ہاتھ ہے (گویا اُنھوں نے بھی بیعت کر لی) اور حضور کا بایاں ہاتھ حضرت عثمان کے لئے اور (اُن کے داہنے ہاتھوں سے بھی اچھا تھا۔ روایت کیا اسکو بخاری اور ترمذی نے تیسیر ص ۳۵۲ ف عادۃً بیعت غائبانہ مشایخ کے ہاں بیعت غائبانہ بھی معمول ہے یہ حدیث بھی اسکی اصل ہے۔ اور اسکی پوری تقریر حدیث شصت و ہشتم کے ذیل میں گذر چکی ہے۔ ف ۲۴۴ ید شیخ فوق ید مرید بوقت بیعت بعض کا معمول ہے کہ بیعت کے وقت اپنا ہاتھ اوپر اور مرید کا نیچے رکھتے ہیں حدیث میں بیعۃ الیمینی علی الیسری اس رسم کی اصل ہو سکتی ہے اور ظاہر الفاظ یدل اللہ فوق ایدیھم بھی اسکے ساتھ الصق ہیں۔ اور اگر شبہ ہو کہ یہاں تو مرید کا بایاں تھا اور معمول ہے۔ کہ دونوں کا داہنا ہوتا ہے سو جواب یہ ہے کہ یہاں بایاں بضرورت تھا ورنہ من ایمانھم سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ داہنا ہی ہونا اصل ہے اور یہ ہیئت کوئی امر مہم نہیں ہے ہاتھ میں ہاتھ دے لینا جسطرح سے بھی ہو کافی ہے اور اگر یہ بھی اہنوتب بھی مضائقہ نہیں خواہ عادۃً یا شرعاً امکان ہی نہ ہو جیسا غائب یا عورت میں یا امکان ہو پھر بھی قولاً ائی پر اکتفا ہو یا قائم مقام دینے کوئی چیز پکڑا دی جاوے جیسا کثرت کے وقت چادر یا عمامہ وغیرہ دے دیا جاتا ہے۔

حدیث صد و ہشتاد و ہفتم عن ابن عمر قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین جھز جیش العسرۃ ما علی عثمان ما عمل بعد ھذہ ما علی عثمان ما عمل بعد ھذہ اخرجہ الترمذی ترجمہ حضرت ابن عمر رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت جیش عسرت کا (غزوہ تبوک میں) سامان فرمایا (جسمیں حضرت عثمان رضؓ نے بڑا حصہ امداد کا دیا تھا) اُسوقت ارشاد فرمایا کہ عثمان کو کچھ مضر نہیں جو کچھ کریں اسکے بعد عثمان کو کچھ مضر نہیں جو کچھ کریں اسکے بعد (اس سے گناہ کے کام مراد نہیں اور نہ مضرت سے مراد گناہ ہے۔ بلکہ معنی یہ ہیں کہ اگر نوافل طاعات میں کمی کر دیں تو مراتب قرب میں کمی نہ ہوگی کیونکہ یہ عمل کمال قرب کے لئے کافی ہے) روایت کیا اسکو ترمذی نے تیسیر ص ۳۵۲ ف مسئلہ عدم تضرر کامل تبرک مجاہدہ چونکہ کامل منتہی کے پاس خود ایسی طاعات خفیہ دقیقہ ہوتی ہیں جو کیفاً نہایت عالی اور موجب کمال قرب ہیں لہذا اگر مجاہدات ابتدائیہ میں کمی ہو جاوے تو اُس کمال قرب میں خلل انداز نہیں ہوتی حدیث میں یہ مسئلہ موجود ہے۔

حدیث صد و ہشتاد و ہشتم عن جابر قال دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیا یوم الطائف فناجاہ فقال الناس لقد اطال نجواہ مع ابن عمہ فقال ما انا نجیتہ ولکن اللہ ناجاہ۔ اخرجہ الترمذی۔

ترجمہ حضرت جابر رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضؓ کو غزوہ طائف کے دن بلایا اور اُن سے سرگوشی کی (اُنھیں دیر ہوگئی ہوگی) سو لوگ باہم کہنے لگے کہ آپ نے اپنے چچازاد بھائی سے بڑی دیر

تک سرگوشی فرمائی آپ نے بھی سن لیا) اور شاد فرمایا کہ ان سے میں نے سرگوشی نہیں کی لیکن اللہ تعالیٰ نے ان سے سرگوشی کی ہے (کیونکہ اللہ ہی کے حکم سے یہ سرگوشی کی گئی ہے تو گویا اللہ تعالیٰ ہی نے کی) روایت کیا اسکو ترمذی نے بتیسیر ص ۳۵۳ ف ۴ ۔ توحید افعالی صوفیہ کے اقوال میں کہیں فانی یعنی متمثل غایت الامتثال کے افعال کی نسبت اور کہیں بطلق فاعل کے افعال کی نسبت حق تعالیٰ کی طرف پائی جاتی ہے۔ اور اسکو توحید افعالی کہتے ہیں اور کبھی اسکو اس عنوان سے تعبیر کرتے ہیں کہ لا فاعل الا اللہ اس حدیث میں ارشاد وما انجدتہ ولکن اللہ ۲ اتجاہ نسبت اول کی واضح مثل ہے اور چونکہ علت اسکی صدور بالامر ہے پس جسطرح امر تشریعی کے سبب اطاعت جائز ہے اسیطرح امر تکوینی کو اسپر قیاس کر کے اس سے بھی نسبت صحیح ہو سکتی ہے پس نسبت ثانی کی توجیہ بھی ہو گئی قرآن مجید میں فلم تقتلوھم ولکن اللہ قتلھم وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی میں عند التامل یہی امر تکوینی مدار نسبت معلوم ہوتا ہے البتہ اعتقاد اتحاد بین الواجب والممکن الحاد ہے اسی طرح نفی اختیار عبد کا قصد بدعت سیئہ ہے اسی معنی کے اعتبار سے حضرت جنید رض کا قول مشہور ہے کہ اگر مجکو قدرت ہو تو جو شخص لا فاعل الا اللہ کہے اسکی گردن ماروں کیونکہ وہ شخص ابطال شریعت کا قصد کرتا ہے۔

حدیث صد و ہشتاد و نہم عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لنسائہ ان امرکن مما یھمنی من بعدی ولیس یصبر علیکن الا الصابرون الصدیقون ثم قالت لابی سلمۃ بن عبد الرحمن سقی اللہ ابالک من سلسبیل الجنۃ وکان ابن عوف قد تصدق علی امھات المومنین بارض بیعت بار بعین الفا وقال ابو سلمۃ بن عبد الرحمن بن عوف اوصی عبد الرحمن بحدیقۃ لامھات المومنین بیعت بار بعمائۃ الف اخرجہ الترمذی۔ ترجمہ حضرت عائشہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیبیوں سے ارشاد فرمایا کہ مجکو تمہارے معاملہ (گذران) میں (ایک گونہ) فکر ہے کہ میرے بعد کیا ہوگا اور تمکو (تمھاری خدمت گذاری کو) وہی بنا ہیں گے جو بڑے ہمت والے اور پکے ہیں پھر حضرت عائشہ رض نے بنی سلمہ بن عبد الرحمن بن عوف سے فرمایا کہ خدا تعالیٰ تمہارے باپ کو بہشت کے چشمہ سلسبیل سے سیراب کرے (کہ انہوں نے ہماری بڑی خدمت کی) اور عبد الرحمن بن عوف نے امہات المومنین کو ایک زمین دی تھی جو چالیس ہزار میں بکی (یہاں کے سکہ کے حساب سے دس ہزار روپیہ سے زیادہ ہوتا ہے) اور ابو سلمہ کہتے ہیں کہ عبد الرحمن بن عوف نے امہات المومنین کے لئے ایک باغ کی وصیت کی تھی جو چار لاکھ کو بکا (عرب کے سکہ کے حساب سے ایک لاکھ روپیہ سے زیادہ ہوتا ہے) روایت کیا اسکو ترمذی نے بتیسیر ص ۳۵۴ ف

مسئلہ منافی کمال نہ بودن ہم عیال بشرط اعتدال و اجمال یعنے ناواقف جس بزرگ کو اہل و عیال کی فکر کرتے ہوئے دیکھتے ہیں سمجھتے ہیں کہ یہ کامل نہیں ہیں اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ فکر خود مسنون ہے البتہ اسمیں غلو بیشک منافی کمال بلکہ خود منافی طریق ہے۔ ف متفرقات تتمہ بودن خدمت اہل شیخ مرحقوق شیخ ۔ احادیث میں امہات المومنین کی خدمت کرنے والوں کو آپ کا صابر و صدیق

توحید افعالی

متفرقات

سنائی کمال نہ بودن ہم عیال بشرط اعتدال و اجمال منہ بودن خدمت اہل شیخ مرحقوق شیخ ۔ احادیث

فرماتا جسکے معنی کا حاصل ہے نباہنے والا اور پختہ تعلق والا مشیر اسطرف ہی کہ اہل شیخ کی خدمت کرنا ایک درجہ میں تعلقات شیخ کا نباہ کرنا اور اسمیں پختگی کی علامت ہے اور یہ خدمت قریب قریب امر طبعی کے ہے اہل طریق میں۔

حدیث صد و نودم - عن سلمی امرأۃ من الانصار قالت دخلت علی ام سلمۃ وھی تبکی فقلت مایبکیک قالت رایت الآن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام وعلی راسہ ولحیتہ التراب وھو یبکی فقلت مایبکیک یارسول اللہ قال شھدت قتل الحسین آنفا اخرجہ الترمذی - ترجمہ حضرت سلمی سے جو انصار میں سے ایک بی بی ہیں روایت ہے کہ میں حضرت ام سلمہ رضہ کے پاس آئی اور وہ رو رہی تھیں میں نے پوچھا کہ آپ کے رونے کا کیا باعث ہے انہوں نے فرمایا کہ میں اسی وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں اس حالت سے دیکھا کہ آپکے سر مبارک اور ریش مبارک پر گرد پڑی ہے اور آپ رو رہے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپکے رونے کا کیا باعث ہے۔ آپنے فرمایا میں حسین کے قتل کی جگہ گیا تھا روایت کیا اسکو ترمذی نے تیسیر ص ۳۵۴

ف حال۔ منام صادق سچا خواب ایک حال محمود ہے حدیث سے اسکا وقوع ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ بعد میں وہ واقعہ اسی وقت ہونا معلوم ہوا **ف** مسئلہ حضور روح در مقامے روح کا بعد مفارقت عالم دنیا کے گو اصلی مقام دوسرا ہے لیکن اگر باذن الٰہی کسیوقت پھر بطور خرق عادت کے اس عالم میں آجاوے تو ممکن ہے جیسا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کا میدان قتال میں تشریف لانا دیکھا گیا اور چونکہ اسکے امتناع کی کوئی دلیل نہیں لہذا ایسی تاویل اور صرف الی المجاز کی ضرورت نہیں معمول حقیقت پر ہوگا۔

حدیث صد و نود و یکم عن عبد الرحمن بن زید قال سالت حذیفۃ عن رجل قریب السمت والدل والھدی من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی ناخذ عنہ فقال ما نعلم احدا اقرب سمتا ولا ھدیا ولا دلا من النبی صلی اللہ علیہ وسلم من ابن ام عبد حتی یتواری بجدار بیتہ اخرجہ البخاری والترمذی - ترجمہ حضرت عبد الرحمن بن زید سے روایت ہے کہ میں نے حضرت حذیفہ رضہ سے پوچھا کہ ایسا شخص بتاؤ جو طرز و انداز و طریق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت مناسبت رکھتا ہو تاکہ ہم بھی اس سے ان چیزوں کو لیں انہوں نے فرمایا کہ ہمارے علم میں ایسا شخص جو طرز و طریق و انداز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ مناسبت رکھتا ہو ابن ام عبد یعنی عبد اللہ بن مسعود سے بڑھکر نہیں ہے جب تک کہ وہ اپنے گھر کی دیوار کی آڑ میں ہو جاتے (یعنی اسوقت تک کی تو ہم کہہ سکتے ہیں پھر نظر سے اوجھل ہونے کے بعد ہم اسطرح شہادت کے درجہ میں نہیں کہہ سکتے۔ یہ قید لگانا صحابہ کا احتیاط فی الحکم تھا ورنہ علم رسوخ ملکہ کے بعد ظن پر بھی حکم صحیح ہے) روایت کیا اسکو بخاری اور ترمذی نے تیسیر ص ۳۵۵ **ف** عادۃ تشبہ بالشیخ بعض اہل محبت کی حکایتیں ہیں کہ انہوں نے عبادات سے گذر کر عادات خورک و پوشاک

حال — منام صادق

حضور روح در مقامی

عادۃ — تشبہ بالشیخ

اور ہیأت رفتار و گفتار تک میں بقصد اپنے شیخ کا تشبہ اختیار کیا حتی کہ پھر قصد کی بھی حاجت نہ رہی خود وہ امور بمنزلہ عادت ثانیہ و امر طبعی کے ہو گئے۔ بعض بزرگوں کی تو مناسبت شیخ سے اس درجہ سنی گئی ہے کہ اس شعر کا مصداق ہو سکتی ہے۔ ؎ من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جان شدی + تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری حدیث اس تشبہ کی اصل صریح ہے اگر عبد اللہ بن مسعود نے قصد بھی نہ کیا ہو تب بھی محمود ہونا تو اسکا حدیث سے ظاہر ہی ہے۔ اور محمود کا قصد بھی ظاہر ہے کہ محمود ہے۔

حدیث صد و نود و دوم عن ابی ذر فی حدیث اسلامہ ولقد لبثت ثلثین ما بین لیلۃ و یوم وما کان لی طعام الا ماء زمزم فسمنت حتی تکسرت عکن بطنی وما وجدت علی کبدی سخفۃ تجوع الحدیث اخرجہ مسلم

ترجمہ حضرت ابوذر رضہ سے اُن کے مسلمان ہونے کے قصہ میں اُنکا یہ قول مروی ہے۔ کہ میں (مکہ میں) تیس رات اور دن اس حالت سے رہا کہ بجز آب زمزم کے میری کوئی غذا نہ تھی اور اسی سے میں ایسا فربہ ہوا کہ شکم کی جلدیں بل اور شکن پڑ گئے اور کلیجہ پر ذرا بھوک کا اضمحلال نہیں پایا روایت کیا اسکو مسلم نے۔ تبیین ص ۳۵۶ **ف** متفرقات امکان مکث بلا غذا بعض اہل ریاضت سے منقول ہے کہ چالیس چالیس روز تک اُنہوں نے مطلق نہیں کھایا اسقدر کم کھایا کہ عادۃً وہ بقاء حیات کے لئے کافی نہیں اسپر بعض کوتاہ بین تنگ نظر فوراً انکار کر بیٹھتے ہیں حضرت ابوذر رضہ کے قصہ سے یہ استبعاد بالکلیہ دفع ہو جاتا ہے۔ اگر کہا جاوے کہ وہ زمزم کا پانی تو پیتے تھے۔ جواب یہ ہے کہ خود یہ امر بھی خلاف عادۃ ہے اور پانی میں تو یہ خاصیت نہیں محض اُسکی برکت سے پھر اگر کسیکو ذکر میں یہی برکت حاصل ہو جاوے تو تعجب و استبعاد کیا ہے۔

حدیث صد و نود و سوم عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اھتز العرش وفی روایۃ اھتز عرش الرحمن لموت سعد بن معاذ اخرجہ الشیخان والترمذی

ترجمہ حضرت جابر رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عرش اور ایک روایت میں ہے کہ رحمان کا عرش سعد بن معاذ کے مرنے سے ہل گیا یا تو واقعہ کے عظیم ہونے سے یا شوق و نشاط سے کہ اب اُنکی روح میرے پاس آویگی روایت کیا اسکو بخاری و مسلم و ترمذی نے۔ تبیین ص ۳۵۷ **ف** حال کرامت اس حدیث میں ان صحابی کی بہت بڑی کرامت مذکور ہے۔

حدیث صد و نود و چہارم عن انس قال لما حملت جنازۃ سعد بن معاذ قال المنافقون ما اخف ما کانت جنازتہ یعنون لحکمہ فی بنی قریظۃ فبلغ ذلک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ان الملائکۃ کانت تحملہ اخرجہ الترمذی

ترجمہ حضرت انس رضہ سے روایت ہے کہ جب سعد بن معاذ رضہ کا (جنکا اوپر کی حدیث میں بھی مذکور ہے) جنازہ اُٹھایا گیا تو منافقین کہنے لگے کہ انکا جنازہ کسقدر ہلکا ہے۔ چونکہ اُنہوں نے بنی قریظہ کے بارہ میں (نامناسب) فیصلہ کیا تھا یہ فیصلہ حدیث صد و نصت و دوم میں مفصلاً مذکور ہے منافقین اس فیصلہ کو یہود کی دوستی میں نامناسب کہتے تھے اسلئے جنازہ کے ہلکا ہونے کا کہ زمانہ جاہلیت میں اسکو

؎ حضرت عبد اللہ بن مسعود کا قصد تشبہ جو بعض جگہ حضرت عبد اللہ بن مسعود کا قصد تشبہ حضرت ابن مسعود کا ہونا ثابت نہیں ہوتا اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابن مسعود کا قصد تشبہ محمود ہے

امکان مکث بلا غذا متفرقات

کرامت حال

؎ بعض جگہ اسکو بھی کہتے ہیں ۱۲ منہ

بُری علامت سمجھتے تھے طعن کیا جیسا اب جنازہ کے بھاری ہونے کو بُری علامت سمجھتے ہیں اور دونوں باتیں بے اصل ہیں) یہ خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہونچی آپ نے (علی سبیل التنزل) ارشاد فرمایا کہ ملائکہ (بھی) ان (کے جنازہ) کو اُٹھائے ہوئے تھے (اسلئے ہلکا معلوم ہوتا تھا) روایت کیا اسکو ترمذی نے۔ تیسیر ص ۳۵۰

ف حال۔ **کرامت** اسمیں بھی اُنکی ایک بڑی کرامت مذکور ہے۔

حدیث صد و نود و پنجم عن ابی موسی قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو اتیتنی البارحۃ وانا استمع لقراءتک لقد اعطیت مزمارا من مزامیر ال داؤد اخرجہ الشیخان والترمذی وزاد فی روایۃ البرقانی عن مسلم لو علمت وانت یا رسول اللہ انک تستمع لقراءتی لحبرتہ لک تحبیرا۔

ترجمہ حضرت ابوموسیٰ رضؓ سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر تم مجھکو گذشتہ شب میں دیکھتے تو بہت خوش ہوتے میں تمہارا قرآن پڑھنا سُن رہا تھا واقع میں تم کو داؤد علیہ السلام کی خوش الحانی کا حصہ عطا ہوا ہے روایت کیا اسکو بخاری و مسلم و ترمذی نے اور برقانی کی روایت میں مسلم سے اتنا اور زیادہ ہے۔ کہ ابوموسیٰ رضؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ والد اگر مجھکو معلوم ہوتا کہ آپ میرا قرآن سن رہے ہیں تو میں آپکی خاطر اسکو خوب ہی بنا سنوار تا تیسیر ص ۳۵۸

ف مسئلہ **ف** ریا **یا** نبوون **تحسین عمل برائے تطییب قلوب صلحا** بزرگوں کا دل خوش کرنے کے لئے اگر کوئی طاعت یا خدمت اچھی طرح بجالاوے کہ مخلی بالطبع ہو کر اس طرح نہ کرتا تو ظاہر میں اسمیں شبہ ریا کا معلوم ہوتا ہے۔ مگر چونکہ تطییب قلب اہل اللہ بلکہ مطلق مسلم خود عبادت ہے تو اسکی حقیقت یہ ہوئی کہ ایک عبادت کو دوسری عبادت کے واسطے اچھی طرح کرتا ہے اسلئے ہرگز یہ ریا نہیں ہے حدیث میں اسکے استحسان پر صاف دلالت ہے۔ اس نادان کو مدتوں یہ شبہ رہا کہ اکثر کسی کی فرمائش سے جو قرآن عمدہ طرح پڑھنے کی عادت ہے شاید یہ اچھا نہ ہو الحمد اللہ کہ اس حدیث کا سر دقیق جسکی ابھی تقریر کی گئی ہے قلب میں فائض ہوا اور یہ شبہ بالکل دفع ہو گیا پھر اس حدیث پر نظر پڑنے سے اسکی اور تائید ہو گئی اور حدیث میں زیادہ غور کرنے سے مقبولان الٰہی کی بڑی فضیلت معلوم ہوتی ہے کہ انکی طلب رضا مثل طلب رضا حق تعالےٰ کے ہے جبکہ دونوں میں تعارض نہ ہو اور راز اسمیں یہی ہے۔ کہ انکی رضا کو رضا حق کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے پس مطلوب بالذات طلب رضا حق ہی ہے۔ ان السعی فی الطریق سعی فی الوصول الی المقصود

حدیث صد و نود و ششم عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کم من اشعث اغبر ذی طمرین لا یوبہ لہ لو اقسم علی اللہ لابرہ منھم البراء بن مالک اخرجہ الترمذی

ترجمہ حضرت انس بن مالک رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بہت سے (بندگان خدا) ایسے ہیں کہ بال بھی گرد آلود بدن بھی گرد آلود (کیونکہ اتنا سامان نہیں کہ بال اور بدن کی خدمت کر سکیں) دو پرانی چادر والے (کہ ایک باندھیں ایک اوڑھیں) اور کوئی اُن کی ذرا بھی پرواہ نہ کرے (مگر رتبہ اتنا بڑا) کہ اگر خدا پر قسم کھا بیٹھیں (اسطرح کہ واللہ خدا تعالیٰ یوں کریگا تو اللہ تعالیٰ انکی قسم سچی کر دیں یعنی وہ کام

اسی طرح کردیں) روایت کیا اسکو ترمذی نے۔ تیسیر ص ۳۵۹ ف فضیلت بمقبولیت اولیاء اللہ حدیث کی دلالت اس جماعت کی فضیلت پر ظاہر ہے اور غیر شعث وغیرہ شرط نہیں ہے جیسا بعض ناواقفوں کا زعم ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ یہ ہیئت منافی کمال نہیں ہے جیسا اہل کبر اس ہیئت کو حقیر سمجھتے ہیں۔

فضیلت بمقبولیت اولیاء اللہ

حدیث صد و نود و ہفتم عن ابی ھریرۃ قال قلت یا رسول اللہ اسمع منک اشیاء فلا احفظھا فقال ابسط ردائک فبسطتہ فحدثنی حدیثا کثیرا فما نسیت شیئا احدثنی بہ اخرجہ الشیخان والترمذی وھذا لفظہ۔ ترجمہ حضرت ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں آپ سے بہت سی باتیں سنتا ہوں سو مجھکو یاد نہیں رہتیں آپ نے فرمایا اپنی چادر پھیلا میں نے پھیلا دی (آپ نے اسمیں کچھ پڑھ دیا میں نے اسکو اپنے سینہ سے لگا لیا جیسا مسلم کی ایک روایت میں آیا ہے) پھر اسکے بعد مجھے سامنے بہت سی حدیثیں بیان فرمائیں سو میں کوئی بات نہیں بھولا جو میرے سامنے بیان فرمائیں۔ روایت کیا اسکو بخاری و مسلم و ترمذی نے اور یہ الفاظ ترمذی کے ہیں (تیسیر ص ۳۵۹ ف متفرقات تصرف فی القلب حدیث کی دلالت اسپر ظاہر ہے اور یہ چادر پر کچھ پڑھ دینا اس تصرف کا ایک طریق تھا بعض مشائخ کے یہاں بعض تصرفات نافعہ فی القلب کا معمول ہے مثل احکام ذکر یا تو یہ بخشی وغیرہ کے پس ایسے تصرفات اگر محتمل فتنہ نہ ہوں مشروع ہیں گو تبصریح اکابر کمال مقصود نہیں۔

متفرقات تصرف فی القلب

حدیث صد و نود و ہشتم عن عامر بن سعد عن ابیہ قال دخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد بنی معاویۃ فرکع فیہ رکعتین وصلینا معہ ودعا ربہ طویلا ثم انصرف الینا فقال سالت ربی ثلثا فاعطانی اثنتین ومنعنی واحدۃ سالتہ ان لا یھلک امتی بسنۃ عامۃ فاعطانیھا وسالتہ ان لا یھلک امتی بالغرق فاعطانیھا وسالتہ ان لا یجعل باسھم بینھم فمنعنیھا اخرجہ مسلم۔ ترجمہ عامر بن سعد نے اپنے باپ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد بنی معاویہ میں تشریف لائے اور اس میں دو رکعت نماز پڑھی اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی اور اپنے پروردگار سے بڑی دیر تک دعا کی پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ میں نے اپنے رب سے تین دعائیں مانگیں سو دو تو منظور کیں اور ایک نامنظور کی میں نے یہ دعا کی کہ میری امت کو قحط عام سے ہلاک نہ کرے سو اسکو منظور فرمایا (چنانچہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ تمام امت قحط سے مرجاتی) اور میں نے یہ دعا کی کہ میری امت کو غرق سے ہلاک نہ کرے اسکو بھی منظور فرمایا (چنانچہ غرق سے بھی کبھی تمام امت ہلاک نہیں ہوئی) اور میں نے یہ دعا کی کہ ان میں باہم جنگ وجدل نہو اسکو نامنظور فرمایا (چنانچہ جنگ وجدل و نااتفاقی ہونا ظاہر ہے) روایت کیا اسکو مسلم نے (تیسیر ص ۳۶۲) ف اصلاح امکان عدم اجابت دعای کاملین اکثر لوگ اجابت دعا کو لوازم ولایت سے سمجھتے ہیں اور اس اعتقاد پر کثرت سے مفاسد علیہ وعلیہ مرتب ہوتے ہیں اس اعتقاد کا غلط ہونا حدیث سے ظاہر ہے۔

امکان عدم اجابت دعای کاملین

حدیث صد و نود و نہم عن سلمان الفارسی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تبغضنی فتفارق

دینك قلت وكيف ابغضك يا رسول الله وبك هدانى الله قال تبغض العرب فتبغضنى
اخرجه الترمذى ترجمہ حضرت سلمان فارسی رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ
مجھ سے بغض مت کرنا کہ دین سے جدا ہوجاؤ گے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ بھلا آپ سے کیونکر بغض کرسکتا ہوں
حالانکہ آپکی بدولت تو اللہ تعالیٰ نے مجھکو ہدایت کی آپنے فرمایا اسطرح سے کہ تم عرب سے بغض کرنے لگو تو مجھی سے بغض کیا روایت کیا
اسکو ترمذی نے (تیسیر ص ۳۶۵) ف متفرقات اکرام اہل وطن شیخ اہل طریق کی عام عادت ہے کہ طبعاً اپنے پیر کے اہل وطن کا احترام وادب کرتے ہیں اس
حدیث میں اسکی اصل موجود ہے ونعم ماقیل ؎ ومن دیدن فی حب الدیار کاھلھا ؎ وللناس فیما یعشقون مذاھب ؎

حدیث دوصدہم عن عمر رض قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يا تى عليكم اويس بن عامر الحديث وفيه فان استطعت ان يستغفر لك فافعل اخرجه مسلم ترجمہ حضرت عمر رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگوں کے پاس اویس بن عامر آوینگے (جنکو اویس قرنی کہتے ہیں) اور اسی حدیث میں حضرت عمر رض کو یہ ارشاد ہوا کہ اگر تم سے ممکن ہو کہ وہ تمہارے لئے استغفار کریں تو ضرور ایسا (اہتمام) کرنا روایت کیا اسکو مسلم نے (تیسیر ص ۳۶۵) ف مسئلہ انتفاع کامل از ما دون خود جسطرح ادنے کو اعلیٰ سے نفع اکثر ہوتا ہے اسیطرح کبھی اعلیٰ کو ادنیٰ سے بھی نفع ہوجاتا ہے جیسا اس حدیث میں حضرت عمر رض کو کہ صحابی ہیں حضرت اویس رض سے کہ تابعی ہیں خاص امر میں کہ وہ دعا سے منتفع ہونے کا امر فرمایا گیا، اور اسی کی فرع ہے کہ کبھی پیر کو مرید سے نفع ہوجاتا ہے علمی یا حالی یا اخلاقی یا دعائی تو کسی پیر کو مغرور ہونا چاہیے

حدیث دوصد ویکم عن المسيب بن حزن وانزل فى ابى طالب انك لا تهدى من احببت ولكن الله يهدى من يشاء اخرجه الشيخان والنسائى ترجمہ مسیب بن حزن سے روایت ہے کہ ابوطالب کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی کہ (یا رسول اللہ) آپ جسکو چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے لیکن اللہ تعالیٰ جسکو چاہے ہدایت دیدے روایت کیا اسکو بخاری ومسلم ونسائی نے (تیسیر ۳۶۶) ف اصلاح متصرف مختار نبودن کاملین بہت لوگ اس غلطی میں مبتلا ہیں کہ تصرفات کو مطلقاً کاملین کے اختیار میں سمجھتے ہیں حتیٰ کہ ان سے حق تعالیٰ کی طرح حاجات مانگتے ہیں احیاء سے یا اموات سے یہ آیت وحدیث اسکا قلع قمع کرتی ہے۔

حدیث دوصد دوم عن انس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان احدا جبل يحبنا ويحبه اخرجه الثلثة والترمذى ترجمہ حضرت انس رض سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ احد ایسا پہاڑ ہے کہ اسکو ہم سے محبت ہے اور ہمکو اس سے محبت ہے روایت کیا اسکو بخاری ومسلم و مالک وترمذی نے (تیسیر ص ۳۷۱) ف مسئلہ شعور جمادات چونکہ کوئی دلیل حقیقت سے متصف کرنیکی نہیں ہے اسلئے حدیث میں لفظ یحبنا کو معنی حقیقی پر محمول کرکے اس سے اس مسئلہ کشفیہ پر استدلال کرینگے۔ کہ جمادات میں بھی ایک گونہ شعور ہے۔ کیونکہ حب موقوف ہے شعور پر جیسا نجہ بالاتفاق حقیقت پر محمول ہے باقی مسئلہ ظنیہ ہے داخل عقائد نہیں۔

حدیث دوصد وسوم عن ابی ھریرۃ رض قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال اللہ تعالیٰ من عادی لی ولیا فقد آذنتہ بالحرب وما تقرب الی عبدی بشیٔ احب الی من اداء ما افترضت علیہ ولا یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبہ فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی یبطش بھا ورجلہ التی یمشی بھا الحدیث اخرجہ البخاری **ترجمہ** حضرت ابوہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ (حدیث قدسی میں) فرماتے ہیں کہ جو شخص میرے مقبول بندہ سے عداوت کرے میں اُسکو اشتہار جنگ دیتا ہوں اور میرا بندہ مجھے کسی ایسے ذریعہ سے قرب حاصل نہیں کرتا جو میرے نزدیک ادا فرائض سے زیادہ محبوب ہو اور میرا بندہ برابر مجھ سے بذریعہ نوافل قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہانتک کہ میں اُسکو محبوب بنالیتا ہوں پھر جب اُسکو محبوب بنالیتا ہوں تو میں اُسکی شنوائی ہوجاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اُسکی بینائی ہوجاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اُسکا ہاتھ ہوجاتا ہوں جس سے وہ کسی چیز کو لیتا ہے اور اُسکا پاؤں ہوجاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے (مطلب یہ کہ اکثر اُسکے ان جوارح سے کوئی کام میری رضا کے خلاف نہیں ہوتا الا العارض لا یدوم) روایت کیا اسکو بخاری نے (تیسیر ص ۳۷۵) **ف فضل۔ مرتبہ صوفیہ** دلالت حدیث کی اس پر ظاہر ہے **ف قول۔ قرب فرائض و قرب نوافل** قوم کے کلمات اصطلاحیہ سے یہ دو لفظ بھی ہیں جو حقیقت انکی بیان کی گئی ہے حدیث کے الفاظ اُسکا ماخذ ہے جسکو احقر نے کلید مثنوی اور مسائل المثنوی میں مشرح و مبسوط بیان کیا ہے۔ **ف مسئلہ محفوظیت اولیاء** مشہور ہے کہ انبیا معصوم ہوتے ہیں اور اولیاء محفوظ کنت سمعہ الخ کی جو تفسیر ترجمہ میں لکھی گئی ہے اُسکے اعتبار سے حدیث اُسکا اثبات کرتی ہے۔

حدیث دوصد وچہارم عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتانی اللیلۃ اٰت من ربی وفی روایۃ اتانی ربی فی احسن صورۃ الحدیث اخرجہ الترمذی **ترجمہ** حضرت ابن عباس رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آج شب کو میرے پاس میرے رب کی طرف سے ایک آنے والا آیا اور ایک روایت میں ہے کہ میرا رب میرے پاس ایک اچھی صورت میں آیا روایت کیا اسکو ترمذی نے (تیسیر ص ۳۷۵) **ف توجیہ تجلی حق در خلق بلا حلول و معنی اتحاد** صوفیہ کے کلام میں ان دو مسئلوں کے عنوان تعبیری میں یہ دو اصطلاحیں پائی جاتی ہیں حقیقت اول کی یہ ہے کہ حق تعالیٰ بلا حلول اپنی ذات و صفات کا خلق میں ظہور فرماتے ہیں جسطرح کاتب کا ظہور مکتوب میں اور متکلم کا ظہور کلام میں ہوتا ہے پس خلق مظہر اور حق ظاہر ہے اور ثانی کی حقیقت یہ ہے کہ ظاہر و مظہر میں ایسا شدید تعلق ہے کہ مظہر سے انفکاک ظاہر کا محال ہے سو مسئلے دونوں عقلی ہیں مگر عنوان تعبیری کسیقدر موحش ہوجاتا ہے لیکن بعد وضوح مراد کے ایسے اصطلاحات کی گنجائش خود حدیث میں تامل کرنے سے معلوم ہوسکتی ہے۔ چنانچہ فی احسن صورۃ اصطلاح اول کی نظیر ہے اور آت من ربی کو ربی کہدینا اصطلاح ثانی کی نظیر ہے۔ اور اگر من تجریدی ہو تو خود فی احسن صورۃ اس ثانی کا بھی ماخذ ہوسکتا ہے کیونکہ اُس صورۃ مبائنہ کے تلبس سے غیر ذی صورۃ کو ذی صورۃ کہنا لازم آیا پس ذی صور

اور غیر ذی صورۃ میں سے اسیطرح استدلال ہوسکتا ہے البتہ تجلی واتحاد کو بمعنی عرفی ولغوی پر محمول کرنا جائز نہیں جیسا عوام جہلا اس سے اپنے عقائد خراب کر لیتے ہیں اور تفصیل ان مباحث کی کلید مثنوی میں لکھدی گئی ہے۔

حدیث دو صد و پنجم عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اللہ عز وجل یوم القیمۃ مرضت فلم تعدنی فیقول یا رب کیف اعودک وانت رب العلمین قال اما علمت ان عبدی فلانا مرض فلم تعدہ اما علمت انک لو عدتہ لوجدتنی عندہ ثم ذکر الاستطعام والاستسقاء کذلک وفیہ لو جدتنی عندی اخرجہ مسلم ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ قیامت کے روز بعض لوگوں سے فرماوینگے کہ میں بیمار ہوا تو نے میری عیادت نہیں کی وہ عرض کریگا کہ اے پروردگار میں آپ کی عیادت کیسے کرسکتا ہوں آپ تو رب العالمین ہیں (غیر طریان مرض محال اور عیادت موقوف اس طریان پر اور محال پر جو موقوف ہو وہ محال پھر مجھ سے اس فعل محال کا صدور کیونکر ہوسکتا) ارشاد ہوگا کہ تجکو خبر نہیں ہمارا فلانا بندہ بیمار ہوا تھا اور تو نے اسکی عیادت نہ کی تجھکو خبر نہیں اگر تو اسکی عیادت کرتا تو مجھکو اس کے پاس پاتا پھر اسیطرح حدیث میں کھانا مانگنے کا اور پانی مانگنے کا ذکر آیا ہے۔ (یعنی ارشاد ہوگا کہ ہم نے تجھ سے کھانا مانگا پانی مانگا وہ بندہ وہی عرض کریگا اور وہی جواب ملیگا) اور ان دونوں میں جواب یہ ہے کہ تو اسکو میرے پاس پاتا روایت کیا اسکو مسلم نے (تیسیر ص ۳۰۰)

ف توجیہ۔ اتحاد بالمعنی المذکور اوپر کی حدیث میں اس مسئلہ کی تقریر ہوچکی ہے عبد کے مرض کو اپنی طرف منسوب کرکے مرضت فرمانا یہ عنوان اس اصطلاح کی زیادہ واضح نظیر ہے۔ اور اگر یہ مریض کوئی عبد مقبول وخاص ہے تو یہ عنوان صوفیہ کے اس خاص قول کی بھی تائید کرتا ہے کہ گاہ گاہ اس اتحاد وعینیت کا حکم خاص عارفین واہل کمال واہل فناہی کے لئے کیا کرتے ہیں اور لوجدتنی عندہ کی جگہ دوسرے مقام پر لوجدت ذلک عندی فرمانا کہ حقیقت میں یہ دوسرا جملہ اس پہلے جملہ کی تفسیر ہے اسپر متنبہ کر رہا ہے کہ ایسی تعبیریں مجاز ہوتی ہیں حقیقت پر محمول کرکے عقائد خراب نہ کئے جاویں جیسا اوپر کی حدیث کے ذیل میں بھی احقر نے اسپر متنبہ کیا ہے

حدیث دو صد و ششم عن ابی ھریرۃ فی حدیث سبعۃ یظلھم اللہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ورجلان تحابا فی اللہ اجتمعا علی ذلک وتفرقا علیہ اخرجہ الستۃ الا ابا داود ترجمہ حضرت ابوہریرہ سے اس حدیث میں جس میں سات شخصوں کا ذکر ہے جنکو حق تعالیٰ قیامت میں عرش کا سایہ دینگے یہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان میں سے وہ دو شخص بھی ہیں جنمیں محض اللہ کے لئے باہم محبت ہے اسی کو لئے ہوئے ملتے ہیں اور اسیکو لئے ہوئے جدا ہوجاتے ہیں روایت کیا اسکو بخاری ومسلم ومالک ونسائی وترمذی نے۔ **ف فضل مرتبہ اخوان الطریقہ** پیر ومرید میں تو ایسی محبت ہوتی ہی ہے مگر پیر بھائی یقیناً اس حدیث کے مصداق ہیں۔

حدیث دو صد و ہفتم عن عاصم الاحول قال رأیت قدح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عند انس بن

مالك وكان قد انصدع فسلسله بفضة قال ابن سيرين فهو أحق وقد رأيت ذلك القدح وكان فيه حلقة من حديد فأردت أن أجعل مكانها حلقة من فضة أو ذهب فقال أبو طلحة لا تغير شيئا صنعه رسول الله صلى الله عليه وسلم فتركه اخرجه البخاري ترجمہ حضرت عاصم احول سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیالہ جو میں حضرت انس رضؓ کے پاس دیکھا اور اسمیں ایک دراڑ پڑ گئی تھی آپ نے اسمیں چاندی کا تار لگوا لیا تھا ابن سیرین کہتے ہیں کہ میں نے وہ پیالہ دیکھا تھا اور اسمیں لوہے کا ایک حلقہ تھا حضرت انس نے (اسکی زیادہ احترام کیلئے) یہ چاہا کہ اسکی جگہ چاندی یا سونے کا حلقہ لگوالیں (اور استعمال میں اسکو ہاتھ اور منہ سے الگ رکھتے) ابو طلحہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بنوائی ہوئی چیز کو مت بدلو۔ سو انس نے اسی حالت پر چھوڑ دیا۔ روایت کیا اسکو بخاری نے (تیسیر ص ۳۸۲) **ف** **ہشتم حفاظت تبرکات و عدم تغییر آن** اکثر اہل محبت کا یہی معمول ہے کہ تبرکات کو حتی الامکان بعینہ محفوظ رکھتے ہیں اور اسی کو ادب سمجھتے ہیں یہ حدیث اسکی مؤید ہے۔

حدیث دوصد و ہشتم عن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوشك ان یکون خیر مال المسلم غنم یتبع بها شعف الجبال ومواقع القطر یفر بدینه من الفتن اخرجه البخاری ومالك وابو داؤد والنسائی ترجمہ حضرت ابو سعید سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایسا وقت نزدیک آنے والا ہے کہ مسلمان کا بہترین مال بکریاں ہونگی جنکو لئے پھریگا پہاڑ کی چوٹیوں اور بارش کے جمع ہونے کی جگہوں یعنی نالوں میں (جبکہ وہ خشک ہوجاویں) پھر یگا اپنے دین کو لئے ہوئے فتنوں سے بھاگا بھاگا پھریگا۔ روایت کیا اسکو بخاری و مالک و ابو داؤد و نسائی نے (تیسیر ۳۸۳) **ف** **عادۃ عزلت بمصلحت** بعض بزرگوں نے اپنی خاص حالت کے اقتضاء سے گوشہ اختیار کیا ہے اس حدیث سے اسکا اذن بلکہ استحباب معلوم ہوتا ہے جب اختلاط میں ضرر دین کا اندیشہ ہو۔ **ف** **مسئلہ۔ عدم تنافی بین الکمال و اسباب المعاش** بکریوں کا اسباب معاش ہونا ظاہر ہے پس حدیث کی دلالت مقصود پر ظاہر ہے بعض عوام انمیں تنافی سمجھتے ہیں۔

حدیث دوصد و نہم عن ابن عمر انه قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یعطینی العطاء فاقول اعطه من هو افقر الیه منی فیقول خذه وما جاءك من هذا المال وانت غیر مشرف ولا سائل فخذه۔ فتموله فان شئت فکله وان شئت فتصدق به وما لا فلا تتبعه نفسك قال سالم فلاجل ذلك کان عبد اللہ لا یسال احدا شیئا ولا یرد شیئا اعطیه اخرجه البخاری ومسلم والنسائی ترجمہ حضرت ابن عمر رضؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھکو کچھ عطیہ دیتے ہیں عرض کرتا کہ یہ ایسے شخص کو دیجئے جو مجھسے زیادہ اسکا حاجت مند ہو آپ فرماتے کہ اسکو لیلو اور جو مال بھی اس قسم کا تمھارے پاس آوے اسطرح سے کہ نہ تو تم آپ کسی کے دست نگر ہو اور نہ کسی سے سوال کیا ہو تو تم

حفاظت تبرکات و عدم تغییر آن

عزلت بمصلحت عادۃ

عدم تنافی بین اکمال و اسباب المعاش

اسکو سیلو اور اپنی ملک بنالو پھر اگر چاہو تو کھاؤ اور اگر چاہو تو خیرات کرو اور جو نہ آوے تو اپنے نفس کو اسکے پیچھے مت ڈالو حضرت سالم کہتے ہیں کہ اسی لئے حضرت عبداللہ کا معمول تھا کہ نہ تو کسی سے کچھ مانگتے تھے اور نہ آئی ہوئی چیز کو پھیرتے تھے روایت کیا اسکو بخاری و مسلم و نسائی نے (تیسیر ص ۳۹۶) **ف** متفرقات آداب قبول ہدیہ۔ حدیث میں صاف صاف مذکور ہیں اور بعینہٖ یہی معمول ہے محققین اہل طریق کا ایک مقولہ اسی کے موافق مشہور ہے چوں نیاید طمع نکند و چوں بیاید منع نکند و چوں بگیرد جمع نہ کند۔

حدیث دوصد و دوہم عن ابی سعید الخدری قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یاتی الدجال الحدیث وفیہ فیقول الدجال ارأیتم ان قتلت ھذا ثم احییتہ ھل تشکون فی الامر فیقولون لا فیقتلہ ثم یحییہ الحدیث اخرجہ الشیخان ترجمہ حضرت ابوسعید خدری رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دجال آویگا اور اسی حدیث میں ہے کہ پھر دجال کہیگا بتلاؤ تو اگر میں اس شخص کو قتل کروں پھر اسکو زندہ کردوں کیا تم میرے معاملہ (دعوی الوہیت) میں شبہ کروگے وہ لوگ (یعنی اسکے معتقدین) کہیں گے کہ نہیں پس وہ اسکو قتل کردیگا پھر زندہ کردیگا۔ روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے (تیسیر ص ۴۱۲) **ف** اصلاح۔ **عدم اغترار بالخوارق** اکثر عام لوگ خوارق کو علامت ولایت کی سمجھتے ہیں یہ سخت غلطی ہے دیکھو دجال سے زیادہ کون گمراہ ہوگا اور احیاء میت سے بڑھکر کون امر خارق ہوگا باوجود اتنے بڑے خارق کے صادر ہونے کے دجال کے گمراہ ہونے میں کس کو شبہ ہوسکتا ہے۔ اس غلطی کی اصلاح نہایت ضروری ہے۔

حدیث دوصد و یازدہم عن ابن عمر فی قصۃ ابن صیاد قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لہ ماذا تری قال یاتینی صادق و کاذب فقال صلے اللہ علیہ وسلم خلط علیک الامر ثم قال لہ صلے اللہ علیہ وسلم انی قد خبأت لک خبیئا فقال ابن صیاد ھو الدخ فقال لہ صلے اللہ علیہ وسلم اخسأ فلن تعدو قدرک الحدیث اخرجہ الخمسۃ الا النسائی۔ ترجمہ حضرت ابن عمر رضؓ سے ابن صیاد کے قصہ میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا تجھکو کیا نظر آتا ہے۔ کہنے لگا میرے پاس کبھی سچا خبر دینے والا آتا ہے اور کبھی جھوٹا (یہ آنے والے شیاطین تھے) آپ نے ارشاد فرمایا کہ تجھ پر امر واقعی مشتبہ کیا گیا ہے پھر آپ نے اس سے فرمایا کہ میں نے ایک بات دل میں چھپالی ہے (بتلا کیا ہے۔ اور روایات میں آیا ہے) کہ آپ نے یہ آیت دل میں سوچ لی یوم تاتی السماء بدخان مبین) ابن صیاد نے کہا کہ وہ دخ یعنی دخان ہے۔ آپ نے فرمایا ذلیل و خوار رہ تو اپنے اس حیثیت سے آگے نہ بڑھے گا۔ روایت کیا اسکو بخاری و مسلم و ابوداؤد و ترمذی نے (تیسیر ص ۴۱۳) **ف** اصلاح۔ **امکان کشف اطلاع خواطر اہل باطل** راسل حدیث سابق کے اس سے بھی معلوم ہوا کہ اہل باطل کو کشف کائنات و اشراف خواطر ہوسکتا ہے۔ پس یہ بھی علامت ولایت کی نہیں جیسا عام لوگ دھوکہ میں ہیں۔

متفرقات — آداب قبول ہدیہ

اصلاح — عدم اغترار بالخوارق

اصلاح — امکان کشف اطلاع خواطر اہل باطل

حدیث دو صد و دوازدہم عن ابی ھریرۃ رض قال قال رسول اللہ علیہ صلی اللہ علیہ وسلم ھل سمعتم بمدینۃ جانب منھا فی البر وجانب منھا فی البحر قالوا نعم قال لا تقوم الساعۃ حتی یغزوھا سبعون الفا من بنی اسحٰق فاذا جاؤھا نزلوا فلم یقاتلوا بسلاح ولم یرموا بسھم قالوا لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر فیسقط احد جانبیھا الذی فی البحر ثم یقولون الثانیہ لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر فیسقط جانبھا الاخر الحدیث اخرجہ مسلم۔ **ترجمہ** حضرت ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم لوگوں نے کوئی شہر ایسا سنا ہے جسکی ایک جانب خشکی میں ہے اور ایک جانب سمندر میں لوگوں نے عرض کیا جی ہاں سنا ہے آپ نے فرمایا کہ قیامت قائم نہ ہوگی جب تک اس شہر پر ستر ہزار بنی اسحاق جہاد نہ کرینگے یہ لوگ جب وہاں آکر اتریں گے تو نہ ہتھیار سے لڑیں گے اور نہ تیر پھینکیں گے صرف زبان سے کہیں گے لا الہ الا اللہ واللہ اکبر پس (اسکے اثر سے) اس شہر کی وہ جانب گر پڑیگی جو سمندر میں ہے پھر دوبارہ کہیں گے لا الہ الا اللہ واللہ اکبر سو اسکی دوسری جانب بھی گر پڑیگی۔ روایت کیا اسکو مسلم نے (تیسیر ص ۴۱۳ و ۴۱۴) **ف**

مسئلہ صحت صدور کرامات بعض معتزلی المشرب اولیاء کے کرامات کے منکر ہوتے ہیں حدیث میں ان بنی اسحاق کی ایک بین کرامت کی خبر دی گئی ہے جو ان سے صادر ہوگی۔

حدیث دو صد و سیزدہم عن علی رض قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اذا فعلت امتی خمس عشرۃ خصلۃ حل بھا البلاء وفیہ واتخذت القینات والمعازف الحدیث قراہ الترمذی **ترجمہ** حضرت علی رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب میری امت پندرہ کام کرنا شروع کریگی تو انپر بلائیں نازل ہونے لگیں گی اسی حدیث میں (ان پندرہ کاموں میں) یہ بھی ہے کہ گانے والی عورتیں اور بجانے کے ساز کا سامان کیا جاویگا۔ روایت کیا اسکو ترمذی نے (تیسیر ص ۴۱۵) **ف**

اصلاح حرمت سماع و رقص متعارف بعضے جہلاء صوفیہ نے سماع میں یہانتک غلو کیا ہے کہ عورتوں کا یا آلات کے ساتھ گانا سنتے ہیں حدیث سے دونوں طریق کی مذمت ظاہر ہے۔

حدیث دو صد و چہاردہم عن النعمان بن بشیر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا وان فی الجسد مضغۃ اذا صلحت صلح الجسد کلہ واذا فسدت فسد الجسد کلہ الا وھی القلب اخرجہ الخمسۃ۔

ترجمہ حضرت نعمان بن بشیر رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یاد رکھو بدن میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے جب وہ سنور تا ہے۔ تمام بدن سنور جاتا ہے اور جب وہ بگڑتا ہے تمام بدن بگڑ جاتا ہے یاد رکھو کہ وہ قلب ہے۔ روایت کیا اسکو بخاری و مسلم و ترمذی و ابوداؤد و نسائی نے (تیسیر ص ۴۲۸) **ف**

اصل طریق تصوف اہل تصوف کے طریق کا بڑا مدار اصلاح قلب ہے۔ یہ حدیث اس کے اہتمام بالشان ہونے کو صاف بتلا رہی ہے۔

حدیث دو صد و پانزدہم عن ابی مسعود البدری قال نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن ثمن

الکلب ومهر البغی وحلوان الکاهن اخرجه الستة ترجمہ حضرت ابو مسعود بدری رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کے داموں سے (تنزیہا) اور زانیہ کی خرچی سے اور کاہن کے نذرانہ سے (تحریما) منع فرمایا ہے روایت کیا اسکو بخاری ومسلم ومالک وترمذی ونسائی وابوداؤد نے (تیسیر ص ۴۳۴) **ف** اصلاح **حرمت نذرانہ ازمال کسبی واجرت فال وغیرہ** اسوقت رسمی پیروں میں یہ دونوں بلائیں شائع ہیں کہ بازاری عورتوں سے بے تکلف نذرانے لیتے ہیں اور فال اور غیر مشروع تعویذ گنڈوں پر بھی روپے وصول کرتے ہیں حدیث سے دونوں کی مذمت ظاہر ہے۔

حدیث دوصد وشانزدہم عن مالك انه بلغه ان ابن مسعود قال لا يزال العبد يكذب ويتحرى الكذب فينكت في قلبه نكتة سوداء حتى يسود قلبه ترجمہ حضرت ابن مسعود رضؓ کا ارشاد ہے کہ بعضا شخص برابر جھوٹ بولتا رہتا ہے اور جان جان کر جھوٹ بولتا ہے اس سے اسکے قلب میں سیاہ داغ پڑجاتا ہے یہانتک کہ (اسیطرح) تمام قلب سیاہ ہوجاتا ہے۔ روایت کیا اسکو مالک نے (تیسیر ص ۴۳۶) **ف** قول۔ **اثبات ظلمت قلب** بزرگوں کے ارشادات میں بکثرت پایا جاتا ہے کہ فلاں عمل سے فلاں امر سے قلب سیاہ ہوجاتا ہے۔ اس حدیث سے اس قول کی صحت کا اثبات ہوتا ہے۔

حدیث دوصد وہفدہم عن اسماء قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم المتشبع بما لم يعط كلابس ثوبي زور اخرجه الخمسة الا الترمذي ترجمہ حضرت اسماء رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص ایسے امر کا اظہار کرے جو اسکو نہیں ملی اسکی ایسی مثال ہے جیسے کسی نے دونوں کپڑے جھوٹ کے پہن لئے (یعنی ازار اور ردا مطلب یہ کہ گویا سر سے پانوتک جھوٹ ہی جھوٹ لپیٹ لیا) روایت کیا اسکو بخاری ومسلم وابوداؤد ونسائی نے (تیسیر ۴۳۱) **ف** اصلاح۔ **مذمت تصنع بتشبہ غیر کامل بہ کامل** چونکہ مالم یعط عام ہے کمالات باطنیہ کو بھی اسلئے حدیث میں ایسے شخصوں کی بھی مذمت ہے جو باوجود عاری یا ناقص ہونے کے قول یا فعل یا طرز وانداز سے اپنے کو بزرگ ظاہر کرتے ہیں خاصکر جبکہ مرید کرنا بھی شروع کردیں

حدیث دوصد وہشدہم عن معاذ بن انس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من ترك اللباس تواضعا وهو يقدر عليه دعاه الله تعالى يوم القيمة على رؤس الخلائق حتى يخيره من اى حلل الايمان شاء يلبسها اخرجه الترمذي۔ ترجمہ حضرت معاذ بن انس رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص (زینت کے) لباس کو تواضع کی راہ سے چھوڑ دیگا باوجودیکہ اسپر قادر ہو اللہ تعالے اسکو قیامت کے روز برسر مجمع بلائیں گے یہانتک کہ اسکو اختیار دینگے کہ ان ایمان کے جوڑوں میں سے جونسا چاہے پہن لے (ایمان کے جوڑوں کے معنی یہ ہیں کہ ایمان کے انعام میں جو جوڑے عطا ہونگے جو بہ تفاوت کمال ونقصان ایمان متفاوت ہونگے مگر اس شخص کو گو اپنے درجہ ایمان کے اعتبار سے اس کا مستحق نہو مگر اس تواضع کی بدولت اس کو ہر جوڑے کے لینے کا اختیار ہوگا واللہ اعلم) روایت کیا اسکو ترمذی

اصلاح حرمت نذرانہ ازمال کسبی

قول اثبات ظلمت قلب

اصلاح مذمت تصنع بتشبہ غیر کامل بہ کامل

نے (تیسیر ص ۴۲۵) **ف** عادۃ بعض **ترک زینت بقصد** اسمیں بزرگوں کا معمول مختلف ہے بعض تو نہ زینت کا اہتمام کرتے ہیں نہ ترک زینت کا اور بعض ترک زینت کا اہتمام کرتے ہیں اور ہر ایک کی ایک نیت اور مصلحت ہے والاعمال بالنیات دوسری عادت اس حدیث کے موافق ہے اور پہلی عادت کا استحسان حدیث آئندہ میں آتا ہے

عادۃ بعض ترک زینت بقصد

حدیث دوصد و نود و ہم عن ابی زمیل قال حدثنی ابن عباس رض قال لما خرجت الحروریۃ اتیت علیا فقال ایت ھؤلاء القوم فلبست احسن ما یکون من ثیابی من حلل الیمن فلقیتھم فقالوا مرحبا بک یا ابن عباس ما ھذہ الحلۃ قلت ما تعیبون علی لقد رایت علی رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم احسن ما یکون من الحلل اخرجہ ابوداود **ترجمہ** ابی زمیل سے روایت ہے کہ مجھ سے حضرت ابن عباس رض نے قصہ بیان کیا کہ جب حروریہ (کہ مذہب خارجی رکھتے تھے) ظاہر ہوئے میں حضرت علی رض کے پاس آیا آپ نے فرمایا کہ تم (ان کی تفہیم کے لئے) ان کے پاس جاؤ میں نے یمن کی بنی چادروں میں سے ایک عمدہ جوڑا پہنا پھر ان سے ملا انہوں نے مرحبا خوش آمدی کے بعد (بطور اعتراض کے) کہا اے ابن عباس یہ جوڑا کیسا ہے (یعنی ایسا عمدہ لباس کیوں پہنا ہے) میں نے جواب دیا کہ تم اس سے مجھ پر کیا اعتراض کرتے ہو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک پر بہت ہی عمدہ جوڑا دیکھا ہے روایت کیا اسکو ابوداؤد نے (تیسیر ص ۴۳۶)

عدم اہتمام ترک زینت عادۃ بعض

ف عادۃ بعض **عدم اہتمام ترک زینت** اس مضمون کی تقریر حدیث سابق کے ذیل میں گذری ہے یہ حدیث اس عادت کی دلیل ہے اور کوئی شخص یہ شبہ نہ کرے کہ اس سے تو زینت کا اہتمام معلوم ہوتا ہے جواب یہ ہے کہ اہتمام سے مراد یہ ہے کہ اسکو عادۃ دائمی بنا لیا جاوے یہ البتہ مستحسن نہیں اور کبھی کسی عارضی مصلحت سے اگر خاص وقت پر قصداً بھی ہو تو یہ اہتمام مذموم نہیں چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ رض کی عادۃ عدم اہتمام زینت کی معلوم ہے اسلئے حدیث کا مدلول اہتمام زینت نہیں بلکہ عدم اہتمام ترک زینت ہے

حدیث دوصد و بستم عن ابی رمثۃ قال رایت علی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ثوبین اخضرین اخرجہ اصحاب السنن **ترجمہ** حضرت ابو رمثہ رض سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دو سبز کپڑے دیکھے ہیں (یعنی لنگی اور چادر) روایت کیا اسکو ترمذی و ابوداؤد و نسائی نے (تیسیر ص ۴۳۶)

تمام پارچہ رنگین پوشیدن عادۃ بعض

ف عادۃ بعض **تمام پارچہ رنگین پوشیدن** بعضے درویشوں کی عادت ہے کہ سر سے پاؤں تک رنگین کپڑے پہنتے ہیں سو اگر یہ ریا ہو تب تو ظاہر ہے کہ مذموم ہے۔ اور اگر کسی مصلحت سے ہو مثلاً یہ کہ رنگین کپڑے میلے کم ہوتے ہیں بار بار دھلوانا بھی مشغولی الی غیر المطلوب ہے تو مضائقہ نہیں اس حدیث میں بھی پورے کپڑوں کا رنگین ہونا مذکور ہے گو داعی یہاں دوسرا ہو مگر مصلحت پر مبنی ہونا تو امر مشترک ہے اور قیاس کے لئے اسی قدر کافی ہے۔

حدیث دوصد و بست و یکم عن ابی بردۃ قال دخلت علی عائشۃ رض فاخرجت الینا کساء ملبدا و ازارا غلیظا فقالت قبض رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فی ھذین اخرجہ الخمسۃ الا النسائی

ترجمہ حضرت ابو بردہ رضؓ سے روایت ہے کہ میں حضرت عائشہ رضؓ کی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے ہمکو ایک کمل بہت دبیز اور ایک لنگی موٹے کپڑے کی نکالکر دکھلائی اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ہی دو کپڑوں میں وفات پائی ہے روایت کیا اسکو بخاری و مسلم و ترمذی و ابوداؤد نے (تیسیر ص ۴۳۲) **ف** عادۃ بعض لبس صوف بعضے درویش اکثر احوال میں کمل وغیرہ اوڑھے رہتے ہیں اور احقر کے نزدیک عجب نہیں کہ انکا لقب صوفی اسی سے ہوا ہو تو اسمیں دوسرے اقوال بھی ہیں اگر یہ براہ تصنع و ریا نہ ہو تو یہ حدیث اسکی اصل ہے۔

لبس صوف

حدیث دوصد و بست و دوم عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کان علی موسی علیہ السلام یوم کلمہ ربہ تعالے سراویل صوف وجبۃ صوف و کساء صوف وکمہ صوف الحدیث اخرجہ الترمذی **ترجمہ** حضرت ابن مسعود رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جسروز موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے کلام کیا ہے اُنکے جسم پر پورا لباس صوف کا تھا پایجامہ بھی اُسی کا اور کرتہ بھی اُسی کا اور چادر بھی اسی کا اور ٹوپی بھی اسی کی۔ روایت کیا اسکو ترمذی نے (تیسیر ص ۴۳۲)

لبس صوف

ف یہ حدیث بھی مثل حدیث سابق بوجہ اتم لبس صوف کا اثبات کرتی ہے۔

حدیث دوصد و بست و سوم عن سہل بن سعدؓ ان علی بن ابی طالب دخل علی فاطمۃ الحدیث وفیہ فقالت ایت فلانا الیہودی فاشتر بہ دقیقا فجاءہ فاخذ الدقیق فقال لہ الیہودی انت ختن ھذا الذی یزعم انہ رسول اللہ قال نعم قال فخذ دینارک والدقیق اخرجہ ابوداؤد

ترجمہ سہل بن سعد رضؓ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضؓ حضرت فاطمہ رضؓ کے پاس تشریف لائے اور اسی حدیث میں ہے کہ حضرت فاطمہ رضؓ نے کہا کہ تم فلانے یہودی کے پاس جاؤ اور اس دینار کا آٹا خرید لو حضرت علی رضؓ کے پاس آئے اور آٹا لیا یہودی نے کہا کہ آپ ان بزرگ کے داماد ہیں جو دعوی رسالت کا کرتے ہیں اُنہوں نے فرمایا ہاں یہودی نے کہا اپنا دینار لیجائیے اور آٹا آپکی نذر ہے۔ روایت کیا اسکو ابوداؤد نے (تیسیر ص ۴۳۲)

ف عادۃ قبول ہدیہ یا رعایت از کافر بعض بزرگوں پر تشدد دین کا یہ بھی شبہ ہوتا ہے کہ کافر کا ہدیہ لیتے ہیں اس حدیث سے اسکا جواز واضح ہے البتہ جہاں لینے میں کوئی مفسدہ یا نہ لینے میں کوئی مصلحت ہو وہاں نہ لیا جاوے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص کسی کی بزرگی یا کسی بزرگ کیطرف منتسب ہونے کے سبب سے کچھ خدمت یا رعایت بطیب خاطر کرے تو یہ دین فروشی نہیں ہے۔ البتہ اگر کوئی اپنے کو اس سبب سے مستحق رعایت کا سمجھے وہ بالیقین مدعی و سرائی و دو کاندار ہے

عادۃ قبول ہدیہ و رعایت از کافر

حدیث دوصد و بست و چہارم عن عائشۃ رضؓ فی قصۃ عہد عتبۃ الی اخیہ سعد بن ابی وقاص فی ابن ولیدۃ زمعۃ فنظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی شبہہ فرای شبہا بینا بعتبۃ فقال ھو لک یا عبد بن زمعۃ الولد للفراش وللعاھر الحجر ثم قال لسودۃ بنت زمعۃ احتجبی منہ الحدیث اخرجہ الستۃ الا الترمذی **ترجمہ** حضرت عائشہ رضؓ سے اس قصہ میں مروی ہے جس میں

عتبہ نے (اس بنا پر کہ جاہلیت میں زمعہ کی لونڈی سے زنا کیا تھا اور اُس زنا سے بچہ پیدا ہوا تھا) اپنے بھائی حضرت سعد بن ابی وقاص کو (موافق دستور جاہلیت) کے زمعہ کی لونڈی کے (اُس) بچہ (مذکور) کے بارہ میں (یہ) وصیت کی تھی (کہ جب تم اُس بچہ کو دیکھو تو لے لینا کہ وہ تمہارا بھتیجا ہے جب اُنہوں نے اُسکے لینے کا ارادہ کیا تو زمعہ کے بیٹے عبد بن زمعہ نے مزاحمت کی اور کہا کہ یہ میرے باپ کی لونڈی کا بچہ ہے۔ تو میرے باپ کا بیٹا اور میرا بھائی ہے آخر یہ مقدمہ حضور بنوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش ہوا اور وہ مروی یہ مضمون ہے) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکی شباہت نہایت صاف عتبہ سے دیکھی مگر (بوجہ قاعدہ شرعیہ الولد للفراش کے عبد بن زمعہ سے) یہ فرمایا کہ اے عبد بن زمعہ یہ تیرا ہی (بھائی) ہے۔ کیونکہ اولاد (مالک) بستر کا حق ہے اور زانی کے لئے پتھر ہی پھر (اُس شباہت کی وجہ سے احتیاطاً) حضرت سودہ بنت زمعہ کو (کہ آپ کی بی بی تھیں اور اُن ہی زمعہ کی بیٹی تھیں اور اُس فیصلہ کے موافق اُس لڑکے کی بہن تھیں) یہ ارشاد فرمایا کہ اس لڑکے سے چھپا کرو۔ روایت کیا اسکو بخاری و مسلم و مالک و ابوداؤد و نسائی نے (تیسیر ص ۴۳۹) **ف عادۃ ترک بعض مباحات برای احتیاط** قاعدہ شرعیہ سے حضرت سودہ کا اُس لڑکے کے سامنے آنا مباح تھا مگر احتیاط کے سبب آپنے عمر بھر کے لئے اس مباح کے ترک کا امر فرمایا اس سے اس قسم کے ترک مباح کی اجازت ثابت ہوئی مگر بلا مصلحت ایسا کرنا یا اعتقاد میں تعدی کرنا یہ البتہ غلو فی الدین ہے۔

عادۃ ترک بعض مباحات برای احتیاط

حدیث دوصد و بست و پنجم عن ابی ھریرۃ قال رای رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رجلا یتبع حمامۃ یلعب بھا فقال شیطان یتبع شیطانۃ اخرجہ ابوداؤد ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ ایک کبوتر کے پیچھے لہو و لعب کے طور پر جا رہا ہے آپ نے فرمایا کہ ایک شیطان ہے کہ ایک شیطان کے پیچھے جا رہا ہے روایت کیا اسکو ابوداؤد نے (تیسیر ص ۴۴۱) **ف قول کل ما شغلک عن الحق فھو طاغوتک** صوفیہ میں یہ قول مشہور ہے حدیث میں اُس کبوتر کو شیطان فرمانا چونکہ اسی وجہ سے ہے کہ وہ سبب ہو گیا معصیت و غفلت کا اس لئے حدیث اور قول مذکور کا بالکل ایک حاصل ہے۔

قول کل ما شغلک عن الحق فھو طاغوتک

حدیث دوصد و بست و ششم عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہ تعالیٰ یؤذینی ابن آدم یسب الدھر وانا الدھر بیدی الامر اقلب اللیل والنھار اخرجہ الثلثۃ وابوداؤد ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ابن آدم مجھکو آزردہ کرتا ہے کہ زمانہ کو بُرا کہتا ہے حالانکہ زمانہ میں ہوں (آگے اسکی تفسیر ہے کہ) میرے ہی قبضہ میں سب کام ہیں (جو کہ زمانہ میں واقع ہوتا ہے) رات اور دن کو (کہ زمانہ کے حصے ہیں) میں ہی ادل بدل کرتا ہوں (جسکی طرف آدمی واقعات کو منسوب کرتا ہے سو زمانہ تو مع مافیہ کے خود میرے قبضہ میں ہے پس یہ سب تصرفات میرے ہی ہیں تو اُسکو بُرا کہنے سے درحقیقت مجھکو بُرا کہنا لازم آتا ہے) روایت کیا اسکو بخاری و مسلم و مالک و ابوداؤد نے (تیسیر ص ۴۴۲) **ف توجیہ ہمہ اوست** یہ ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ اور زمانہ دونوں متحد

توجیہ ہمہ اوست

نہیں ہیں مگر باوجود عدم اتحاد کے ایک تاویل سے جسکی تقریر بضمن ترجمہ کی گئی ہے لفظ اتحاد کا حکم کیا ہے محققین کے نزدیک اسی تاویل سے اوست کا حکم ہمہ پر کیا گیا ہے جسکی تقریر یہ ہے کہ ہمہ کا جو مصداق ہے وہ سب مع اپنے افعال و آثار قبضہ حق میں ہے پس متصرف حقیقی و موجود مستقل صرف حق تعالیٰ ہے ہمہ کوئی چیز نہیں پس حدیث سے اس قول صوفیہ کی تائید ظاہر ہے۔ اگر اسی تقریر کو زیادہ بسط سے دریافت کرنا ہو تو کلید مثنوی کے دیباچہ میں تحت شعر جملہ معشوق است انچہ دیکھ لیا جاوے غرض جس طرح مقصود حدیث میں حق کے تصرف کا اثبات اور الدہر کے تصرف کی نفی ہے۔ اسیطرح اس قول میں حق کے استقلال کا اثبات اور خلق کے استقلال کی نفی ہے

حدیث دوصد و بست و ہفتم عن ابی الطفیل قال اتی رجل علی بن ابی طالب فقال ما کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ واسلم یسر الیک فغضب وقال ما کان یسر الی شیئاً یکتمہ الناس غیر انہ حدثنی بار بع کلمات قال ما ھن قال لعن اللہ تعالیٰ من ذبح لغیر اللہ الحدیث اخرجہ مسلم والنسائی وزاد زرین عن ابن عباس ملعون من ضل اعمی عن طریق۔

ترجمہ ابو الطفیل سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت علی رضؓ کے پاس آیا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو خفیہ باتیں کیا بتلایا کرتے تھے حضرت علی بہت غضب ناک ہوئے اور فرمایا مجکو کوئی بات خفیہ ایسی نہیں بتلائی جسکو اور لوگوں سے پوشیدہ رکھتے ہوں مگر بیشک مجھ سے چار باتیں ارشاد فرمائی تھیں (اور وہ باتیں دوسروں سے بھی پوشیدہ نہیں جیسا اُن باتوں کی تعیین سے ابھی معلوم ہوا جاتا ہے پس اچھی طرح اختصاص کی نفی ہوگئی) اُس شخص نے کہا کہ وہ باتیں کیا ہیں فرمایا ایک تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص پر لعنت کرے جو غیر اللہ کے واسطے ذبح کرے آگے پوری حدیث ہے روایت کیا اسکو مسلم اور نسائی نے اور زرین نے حضرت ابن عباسؓ سے اتنا اور زیادہ کیا ہے کہ وہ شخص ملعون ہے جو کسی اندھے کو رستہ سے بچلاوے (تیسیر ص ۴۴۲) **ف** اصلاح

ابطال دعوی سینہ بسینہ شدن علم تصوف اکثر ناواقفوں کی زبان زد ہے۔ کہ علم تصوف حضرت علی رضؓ کو خفیہ تعلیم فرمایا گیا تھا پھر اُن سے آجتک اسیطرح چلا آتا ہے اس دعوی کا جہل اور لغو ہونا اس حدیث میں خود حضرت علی رضؓ کے ارشاد سے ظاہر ہے علاوہ کذب ہونے کے اس دعوی کرنے والوں کی غرض اصلی اس سے یہ ہے کہ شریعت کے خلاف بھی بعضے امور صحیح ہیں جو خفیہ تعلیم کئے گئے ہیں اس عقیدہ کا بطلان بلکہ قریب بکفر ہونا یقینی ہے اور حدیث صد و ہشتاد و ہشتم میں جو سرگوشی حضرت علی رضؓ سے منقول وہ کسی امر انتظامی کے متعلق تھی نہ کہ علم تصوف کے کہ اسکی کوئی دلیل نہیں اور جو چیز سینہ بسینہ چلی آتی ہے وہ نسبت باطنی ہے جسکی شرح حدیث صد و چہل و نہم میں گذری ہے۔ اور صوفیہ میں جو مرید کو خفیہ تعلیم کا طریق ہے وہ غیر شریعت کی تعلیم نہیں ہے بلکہ محض بعض مصالح کی وجہ سے ہوتا ہے جس کی شرح حدیث چہارم میں گذری **ف** اصلاح **نذر لغیر اللہ** جاہل درویشوں میں اور ان کے معتقدین میں غیر اللہ کے نذر کا مختلف طریقوں سے بہت رواج ہے ذبح لغیر اللہ کا ملعون ہونا ایسے نذور کی حرمت کو بتلا رہا ہے کیونکہ ذبح لغیر اللہ کے عموم میں یہ بھی ہے کہ ذبح کے وقت

نام تو اللہ تعالیٰ کا لیا جاوے۔ مگر نیت ہو غیر اللہ کی ترضی و تقرب کی چنانچہ در مختار وغیرہ میں یہ مسئلہ مصرح ہے اور ظاہر ہے کہ یہی بات نذر لغیر اللہ میں ہوتی ہے پس اسکے مذموم بلکہ شرک ہونے میں کوئی شبہ نہیں ف اصلاح دوم شیخت نااہل را حدیث میں راہ سے اندھے کو بچانے والے کی ملعونیت مصرح ہے اور ظاہر ہے کہ آخرت کی راہ دنیا کی راہ سے زیادہ اہم ہے اور اسکا اعمیٰ راہ دنیا کے اعمیٰ سے زیادہ اشد واسوح الی الہدایہ ہے قال اللہ تعالیٰ فانہا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور، جب اس اعمیٰ ظاہر کو راہ ظاہر سے بچلانے والا ملعون ہے تو اعمیٰ باطن کو راہ باطن سے بچلانے والا کس درجہ کا ملعون ہوگا جھوٹے اور مکار اور ناواقف پیر اسکے پورے مصداق ہیں پس ایسے لوگوں پر واجب ہے کہ پیری سے توبہ کریں

حدیث دوصد و بست و ہشتم عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول اللہ تعالیٰ یا ابن آدم تفرغ لعبادتی املاء صدرک غنی واسد فقرک وان لا تفعل ملات یدیک شغلا ولم اسد فقرک اخرجہ الترمذی۔ ترجمہ حضرت ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں اے ابن آدم تو میری عبادت کے لئے فارغ ہو جا میں تیرے سینہ کو غنا سے بھر دونگا اور تیری محتاجی کو بند نہ کرونگا اور اگر تو ایسا نہ کریگا تو تیرے دونوں ہاتھوں کو مشاغل دنیا سے بھر دونگا اور تیری محتاجی کو بند نہ کرونگا روایت کیا اسکو ترمذی نے (تیسیر ص ۴۴۴) ف عادۃ ترک اشغال دنیا اس جماعت میں اکثر کا طرز یہی رہا ہے کہ اشغال دنیویہ کو بالکلیہ متروک رکھا ہے جسپر مخالفین ان کو بیدست و پا اور ثقیل علی الناس کہتے رہے ہیں۔ اس حدیث سے اسکی محمودیت معلوم ہوتی ہے البتہ غرض اسکی وہی ہونا چاہیئے جو حدیث میں ہے یعنی فراغ للعبادت اور منجملہ اسکے شرائط کے قوت صبر و عدم اشراف قلب ہے

حدیث دوصد و بست و نہم عن انس رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حدیث طویل وما اقبل عبد علی اللہ بقلبہ الا جعل اللہ قلوب المؤمنین تنقاد الیہ بالود والرحمۃ وکان اللہ بکل خیر الیہ اسرع اخرجہ الترمذی ترجمہ حضرت انس رض سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث طویل میں ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص ایسا نہیں جو اپنے قلب سے حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاوے مگر حق تعالیٰ اہل ایمان کے قلوب کو اسکی طرف محبت اور مہربانی کے ساتھ متوجہ اور مطیع کر دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر طرح کی خیر اسکی طرف جلدی پہونچاتے ہیں۔ روایت کیا اسکو ترمذی نے (تیسیر ص ۴۴۴) ف متفرقات حقیقت نسبت باطنی حق تعالیٰ کے ساتھ دل کا لگ جانا جسکے لوازم عادیہ سے دوام یاد داشت و دوام اطاعت غالب احوال میں یہ حقیقت ہے نسبت باطنی کی اس حدیث میں اسی کا ذکر ہے۔

ف فضیلت مدح اہل باطن حدیث کی اسپر دلالت ظاہر ہے اور ان آثار کا ترتب مشاہد ہے۔

حدیث دوصد و سی ام عن علی رض انہ قال لا خیر فی قراءۃ لیس فیہا تدبر ولا عبادۃ لیس فیہا فقہ الحدیث اخرجہ الدارمی ترجمہ حضرت علی رض سے روایت ہے کہ انہوں نے ارشاد فرمایا ایسے قرآن پڑھنے

میں کوئی امعتدبہ نفع نہیں جس میں فکر نہو اور نہ ایسی عبادۃ میں معرفت نہو روایت کیا اسکو رزین نے (تیسیر ص۴۳۶)

ف متفرقات **ضرورت فکر و معرفت** صوفیہ کے طریق کا مدار اعظم یہی فکر و معرفت ہے اسکے ضروری ہونے سے طریق صوفیہ کا کس درجہ ضروری ہونا معلوم ہوتا ہے۔

حدیث دوصدوسی ویکم عن مالک انہ بلغہ ان عیسی بن مریم علیہ السلام قال لا تکثروا الکلام بغیر ذکر اللہ تعالی فتقسو قلوبکم وان القلب القاسی بعید من اللہ تعالی ولکن لا تعلمون ولا تنظروا فی ذنوب الناس کانکم ارباب وانظروا فی ذنوبکم کانکم عبید انما الناس مبتلی ومعافی فارحموا اھل البلاء واحمدوا اللہ تعالی علی العافیۃ ترجمہ امام مالک سے مروی ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام نے فرمایا کہ ذکر اللہ کے سوا تم بہت کلام نہ کیا کرو کہ اس سے تمھارے دل سخت ہوجاوینگے (یعنی اُن میں خشوع نہ رہے گا۔ اور یہ بالکل تجربہ کی ہوئی بات ہے) اور جس دل میں قساوت ہو وہ اللہ تعالی سے دور ہوتا ہے لیکن تم کو اسکی خبر نہیں ہوتی (کہ اللہ تعالی سے بعد ہو گیا کیونکہ حقیقت تو اُنکی آخرت میں مشاہدگی اور آثار تو یہاں بھی مشاہد ہیں مگر اُن کا ادراک بوجہ بے التفاتی کے نہیں ہوتا) اور تم لوگوں کے گناہوں پر نظر مت کرو کہ گویا تم مالک ہو اور اپنے گناہوں پر نظر کیا کرو کہ گویا تم مملوک اور غلام ہو (یعنی غلاموں کی خطاؤں کو دیکھنا بھالنا سزا دینے کے لئے یہ مالکوں کا کام ہے، اور تم مالک نہیں بلکہ غلام ہو اور غلاموں کا کام اپنی خطاؤں کو دیکھنا ہے تاکہ اسکی تلافی و اصلاح کریں) غرض آدمی دو طریق کے ہیں ایک مبتلا دوسرا صاحب عافیت تو تم اہل بلا پر رحم کرو اور عافیت پر اللہ تعالی کی حمد بجالاؤ (پس گناہ ایک بلا ہے اُسپر تحقیر یا طعن مت کرو ترحم کیساتھ نصیحت یا دعا کرو اور گناہ سے محفوظ رہنا ایک عافیت ہے اُسپر عجب اور ناز مت کرو بلکہ اللہ تعالی کی نعمت بلا استحقاق سمجھکر شکر کرو اور اسکے عموم میں اور بلیات و عافیت بھی آگئیں) (تیسیر ص۴۴۴) **ف اخلاق قلت کلام و انکسار** ان اخلاق کا مدلول اور ممدوح حدیث ہونا ظاہر ہے اور اس سے اہل باطن کی طریق کی فضیلت بھی معلوم ہوتی ہے کیونکہ ان حضرات کا یہی طرز عمل ہے۔

حدیث دوصدوسی وودوم عن انس قال صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوما ثم رقی المنبر واشار بیدہ قبل القبلۃ وقال اریت الآن منذ صلیت لکم الصلوۃ الجنۃ والنار ممثلتین فی قبل ھذا الجدار فلم ار کالیوم فی الخیر والشر اخرجہ الشیخان ترجمہ حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ ایک روز ہمکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی پھر منبر پر تشریف لے گئے اور اپنے دست مبارک سے قبلہ کی جانب اشارہ کرکے فرمایا کہ مجھکو اسی وقت جبکہ تمکو نماز پڑھانا شروع کیا ہے جنت اور دوزخ دکھلائی گئی کہ اس دیوار کی جانب میں اُن دونوں کی صورت مثالیہ آگئی تھی۔ سو مجھکو آج کی برابر کبھی خیر اور شر نظر نہیں پڑا (کیونکہ جنت خیر الاشیاء اور نار شر الاشیاء ہے) روایت کیا اسکو بخاری نے (تیسیر ص۴۴۴) **مسئلہ اثبات عالم مثال** حدیث کے ظاہر لفظوں سے اسکا صاف اثبات ہوتا ہے اور حقیقت اس عالم کی کلید مثنوی میں ذکر کی گئی ہے۔

متفرقات ضرورت فکر و معرفت

اخلاق قلت کلام و انکسار

مسئلہ اثبات عالم مثال

حدیث دوصدوی وسوم عن ابی عبداللہ بن ابی بکر ان اباطلحۃ الانصاری کان یصلی فی حائط لہ فطار لبی فطفق یتردد ویتمس ولم یجد فاعجب اباطلحۃ ذلک فتبعہ بصرہ ساعۃ ثم رجع الی صلوتہ فاذا ھو لا یدری کم صلی فقال لقد اصابنی فی مالی ھذا فتنۃ فجاء الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فذکر لہ الذی اصابہ فی صلوتہ فقال یا رسول اللہ ھو صدقۃ فضعہ حیث شئت اخرجہ مالک

ترجمہ عبداللہ بن ابی بکر سے روایت ہے کہ حضرت ابوطلحہ انصاری اپنے ایک باغ میں نماز پڑھ رہے تھے اتنے میں ایک دبسی (کہ ایک پرندہ یا جنگلی کبوتر ہے) اڑا اور وہ چاروں طرف پھرنے لگا گھنے کا رستہ ڈھونڈھتا تھا اور رستہ نہ ملتا تھا تو ابوطلحہ کو یہ امر خوش نما معلوم ہوا کہ میرا باغ ایسا گنجان ہے کہ پرندہ کو نکلنے میں تکلیف ہوتا ہے۔ اور تھوڑی دیر تک اُنکی نگاہ اُسکے ساتھ ساتھ رہی پھر اپنی نماز کی طرف متوجہ ہوگئے تو دیکھتے کیا ہیں کہ یہ یاد نہیں رہا کہ کتنی نماز پڑھی اپنے دل میں کہا کہ میرے اس مال کے سبب تو مجھکو بڑا فتنہ پہونچا (کہ نماز میں قلب حاضر نہ رہا) بس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوکر سارا واقعہ بیان کیا جو نماز میں اُنکو پیش آیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ باغ فی سبیل اللہ جہاں چاہے صرف فرمایئے روایت کیا اس کو مالک نے (تیسیر ص ۴۴۴) **ف عادۃ مراقبہ قلب** صوفیہ کرام کے اعمال میں سے ہے کہ ہر وقت قلب کی دیکھ بھال رکھتے ہیں کہ اسوقت کیا حالت ہے جب تغیر پاتے ہیں اُسکی تلافی کرتے ہیں ان صحابی کے فعل سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسکو جائز رکھنے سے اُسکی محمودیت ظاہر ہے کیونکہ اُنکا یہ تنبہ اثر اُسی مراقبہ کا ہے۔ کما لایخفی **ف حال غیرت** حق تعالیٰ سے غافل کرنے والی چیز سے نفرت ہوجانا یہ ایک حال محمود ہے جس کو غیرت کہتے ہیں اس حدیث سے اسکا اثبات ہوتا ہے۔ **ف تعلیم اخراج شی شاغل عن الحق از ملک** اکثر بزرگوں کی حکایتیں مشہور ہیں کہ طالب کے قلب کو جس چیز سے زیادہ وابستہ دیکھا اُسکے جدا کردینے کا حکم فرمایا اس معالجہ کی اصل اس حدیث سے نکلتی ہے کہ اُن صحابی نے یہ علاج تجویز کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کو برقرار رکھا جسکو اصطلاح میں تقریر کہتے ہیں۔

حدیث دوصدوی وچہارم عن ابی عباس رض قال سمعت عمر یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا تطرونی کما اطرت النصاریٰ ابن مریم فانما انا عبد فقولوا عبد اللہ ورسولہ اخرجہ رزین

ترجمہ حضرت ابن عباس رض سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عمر رض سے سُنا وہ فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ ارشاد فرماتے تھے کہ مجھکو اتنا مت بڑھاؤ جیسا نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ بن مریم کو بڑھادیا (کہ اُن کو آلہ اور ابن اللہ کہنے لگے) میں تو بندہ ہوں سو تم لوگ (مجھکو) اللہ کا بندہ اور اللہ کا (عظیم الشان) رسول کہا کرو (کہ میرے سب فضائل اس عنوان میں داخل ہوگئے اسی واسطے تفصیل فضائل کے وقت بھی اُن ہی فضائل پر اقتصار کرنا واجب ہے اس سے آگے کہ مرتبہ الوہیت ہی تجاوز درست نہیں) روایت کیا اسکو رزین نے (تیسیر ص ۴۴۴) **ف اصلاح ترک مبالغہ در ثنا** شیخ حدیث سے معلوم ہوا کہ

عادۃ مراقبہ قلب

حال غیرت

اخراج شی شاغل عن الحق

ترک مبالغہ در ثنا اصلاح

اپنے پیر یا کسی دوسرے بزرگ کی ثنا میں زیادہ مبالغہ نہ کرے کہ حد کذب یا شرک تک پہونچ جاوے۔ کیونکہ جب صاحب نبوت کے لیئے اسکی ممانعت ہوئی تو صاحب ولایت کیلئے تو کیسے جائز ہوگا۔

حدیث دوصد وسی و پنجم عن ابی بکرۃ قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من کان مادحا اخاہ لا محالۃ فلیقل احسب فلانا واللہ حسیبہ ولا یزکی علی اللہ احدا احسب فلانا کذا ان کان یعلم منہ ذلک اخرجہ الشیخان و ابو داؤد۔ ترجمہ حضرت ابوبکر رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو اپنے بھائی مسلمان کی ضرور ہی مدح کرنا ہو تو اس طرح کہنا چاہیئے کہ فلاں شخص میرے گمان میں ایسا ہے۔ آگے خدا کافی جاننے والا ہے اور خدا کے تزکیہ کسی کے پاک ہونے کا دعوی نہ کرے اور یہ جو کہیگا کہ فلاں شخص میرے گمان میں ایسا ایسا ہے وہ بھی اس شرط سے کہ اسکے علم میں بھی وہ شخص ایسا ہو اور نہ اس عنوان سے بھی مدح جائز نہیں) روایت کیا اسکو بخاری و مسلم و ابو داؤد نے (تیسیر ص ۴۴۶) **ف اصلاح ترک جزم بولایت کسی**۔ حدیث کے عموم سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی شخص کو بدون نص کے محض گمان سے ولی قطعا کہنا جائز نہیں جیسا کہ اکثر کو اس میں بے احتیاطی ہے البتہ اگر ظنا کہدے تو مضائقہ نہیں اور بہتر یہ ہے کہ اسکی ظنیت کی تصریح بھی کردے لیکن اگر اعتماداً علی قرینۃ المقام والکلام تصریح نہ بھی کرے تب بھی مضائقہ نہیں ہاں شیخ کہنا کسیکو جزم سے بھی جائز ہے کیونکہ شیخوخت امر مشاہد ہے یعنی طریق تربیت کا جاننا بخلاف ولایت کے کہ امر غیبی ہے یعنی مقبول عند اللہ ہونا۔

حدیث دوصد وسی و ششم عن اسید بن حضیر ان رجلا من الانصار کان فیہ مزاح فبینما ھو یحدث القوم یضحکھم اذ طعنہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی خاصرتہ بعود کان فی یدہ فقال اصبرنی یا رسول اللہ قال اصطبر فقال ان علیک قمیصا ولیس علی قمیص فرفع النبی صلی اللہ علیہ وسلم قمیصہ فاحتضنہ وجعل یقبل کشحہ وقال انما اردت ھذا یا رسول اللہ اخرجہ ابو داؤد۔ ترجمہ حضرت اسید بن حضیر رضہ سے روایت ہے کہ ایک شخص انصار میں سے خوش مزاج تھے وہ ایک بار لوگوں سے باتیں کر رہے تھے اور انکو ہنسا رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی کوکھ میں ایک لکڑی جو آپکے ہاتھ میں تھی (ہلکے سے) چبھو دی وہ شخص کہنے لگے کہ یا رسول اللہ مجھکو بدلہ دیجئے آپ نے فرمایا کہ بدلہ لیلو انہوں نے عرض کیا کہ آپکے بدن پر تو کرتہ ہے اور میرے بدن پر کرتہ نہ تھا آپ نے اپنا قمیص مبارک بدن سے اٹھا دیا وہ شخص آپ کے لپٹ گئے اور آپ کی کوکھ کو بوسے دینے لگے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ بس میرا تو یہ مطلب تھا۔ روایت کیا اسکو ابو داود نے (تیسیر ص ۴۴۶) **ف متفرقات**۔ **عدم منافی مزاح وکمال** بعضے نافہم ولایت و کمال کے لئے یہ بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ وہ بالکل مردہ دل ہو جاوے اور اس میں کوئی عادت بشریہ نہ رہے۔ حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ خوش طبعی اگر اعتدال کے ساتھ ہو قولا یا فعلا اس طرح سے کہ دوسرے کی تحقیر ہو نہ اسکو ایذا ہو تو یہ منافی کمال اور بزرگی کے نہیں ہے خاصکر جبکہ یہ مقصود ہو کہ

اس سے دوسرے کی تطییب خاطر ہوگی یا اس سے بڑھکر یہ کہ دوسرا انبساط اور بے تکلف ہوکر دل کھولکر دین کی بات پوچھ سکے گا تو اس صورت میں تو ایک گونہ عبادت ہوجاویگی۔ وقد اجیبت بعض املکۃ من طلبہا ورایتہا فی المنام ورایتنی راکبا معہا فی عجلۃ قد عرضت علی شبہۃ فی نبوتہ صلے اللہ علیہ وسلم بانہ کان یعاد فخر والمزاحیۃ فی الوقار والوقار من لوازم النبوۃ وقالت لا شبہۃ فی حقیقۃ الاسلام سوی ہذا انما اجبتہا عنہ بہذہ المصلحۃ سکتت واسلمت۔ ثم بعض القرائن فی الیقظۃ ول علی انہا لما اسلمت باطنا۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ گو مرید کو اپنی طرف سے شیخ کی نہایت تعظیم وادب کرنا ضروری ہے لیکن اگر کسی وقت خود شیخ کی مرضی انبساط کی معلوم ہو تو مرید کو اسکی رضا کا اتباع چاہیئے کہ اسوقت یہی ادب ہے ف متفرقات تقبیل بدن شیخ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ جو محبین کی عادۃ ہے۔ کہ پیر کے ہاتھ کو یا پانو کو یا پیشانی وغیرہ کو بوسہ دے لیتے ہیں اسکا بھی کچھ حرج نہیں، البتہ اذان شرعی سے تجاوز نہ چاہیئے۔

حدیث دوصد وسی وہفتم عن عائشۃ رض قالت لما ارادوا غسل النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالوا واللہ لا ندری اجرد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ثیابہ کما نجرد موتانا او نغسلہ وعلیہ ثیابہ فلما اختلفوا القی اللہ تعالی علیہم النوم حتی ما منہم رجل الا وذقنہ فی صدرہ فکلمہم مکلم من ناحیۃ البیت لا یدرون من ہو اغسلوا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وعلیہ ثیابہ فقاموا فغسلوہ وعلیہ قمیصہ یصبون الماء فوق القمیص ویدلکونہ بالقمیص دون ایدیہم اخرجہ ابوداؤد۔

ترجمہ حضرت عائشہ رضہ سے روایت ہے کہ جب (وفات نبوی کے بعد) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل دینے کا ارادہ کیا تو صحابہ باہم کہنے لگے واللہ ہمکو کچھ خبر نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے بھی مثل دوسرے مردوں کے اتاریں یا مع کپڑوں کے غسل دیں جب باہم اختلاف ہونے لگا۔ اللہ تعالی نے اونپر نیند غالب کی یہانتک کہ ان میں سے ایک شخص بھی ایسا نہ تھا جسکی ٹھوڑی اسکے سینہ میں نہ لگ گئی ہو (یعنی نیند سے سب کی گردنیں جھک گئیں) پھر گھر کے ایک گوشہ سے کسی کلام کرنے والے نے (کہ وہ ہاتف غیبی تھا) ان سے کلام کیا یہ کیا معلوم نہ تھا کہ وہ کون تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مع کپڑوں کے غسل دو چنانچہ سب اٹھکر مع قمیص کے آپ کو غسل دیا قمیص کے اوپر سے پانی ڈالتے تھے اور قمیص سمیت ملتے تھے ہاتھ بدن پر نہیں پہونچایا۔ روایت کیا اسکو ابوداؤد نے تسہیل ۴۷۴ و ۴۷۵ ف حال کلام ہاتف ہاتف غیبی کا کسی بزرگ سے کلام کرنا یہ بھی ایک حال محمود ہے حدیث سے اسکا اثبات ہوتا ہے ف مسئلہ عمل برا شارہ ہاتف بشرط عدم مخالفت شرع ایسے مضمون پر عمل کرنے کے بارہ میں تمام اکابر کا قاطبۃ اسی پر اتفاق ہے کہ اگر وہ خلاف شرع نہ ہو تو قابل عمل ہے جیسا یہاں بھی یہی ہوا کہ مع القمیص غسل دینے کی نہی کی کوئی دلیل نہ تھی اسپر عمل کرلیا گیا اگر کہا جاوے کہ یہ امر تو قبل الہام وکلام ہاتف کے بھی حاصل تھا پھر اسکا کیا

خاص اثر ہوا۔ جواب یہ ہے کہ بزرگوں کے ارشاد نے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس الہام یا ایسے کلام سے وہ امر خاص اُس صاحب الہام کے لئے کسیقدر موکد ہوجاتا ہے نہ باین معنی کہ اُسکے خلاف کرنے سے ضرر آخرت ہوگا بلکہ باین معنی کہ کوئی ضرر دنیوی ناقابل برداشت پیش آوے گا اور اگر کوئی دلیل شرعی تاکد عمل کی منضم ہوجاوے تو تاکد شرعی ظاہر ہے جیسا یہاں غور کرنے سے کہہ سکتے ہیں کہ اس کلام سے اختلاف رفع ہوگیا اور جماع صحابہ کا خود حجت شرعیہ ہے لہذا یہاں عدم جواز مخالفت کے بھی قائل ہوسکتے ہیں۔

حدیث دوصدوسی وہشتم عن اسماء بنت یزید قالت امرأۃ من النسوۃ ماھذا المعروف الذی لینبغی لنا ان نعصیک فیہ یارسول اللہ فقال لا تحمن قالت یارسول اللہ ان بنی فلان کانوا قد اسعدونی علی عمی فلا بد من قضائھم فابی علیہا فعاودتہ مرارا قالت فاذن لی فی قضائھن فلم الخ بعد فی قضائھن ولا فی غیرہ رواہ الترمذی۔ ترجمہ اسماء بنت یزید سے روایت ہے کہ ایک عورت نے (رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں) عرض کیا کہ یارسول اللہ وہ نیک کام کونسا ہے جسمیں ہم کو (اس آیت کی رو سے لایعصینک فی معروف) آپ کے حکم کے خلاف کرنا جائز نہیں آپ نے فرمایا (وہ نیک کام یہ ہے) کہ تم نوحہ نہ کرو (یعنی وہ نیک کام ترک نوحہ ہے۔ اسکے خلاف کرنا یعنی نوحہ کرنا جائز نہیں) اُس عورت نے عرض کیا یارسول اللہ فلان خاندان نے میرے چچا کے مرنے میں (نوحہ کرنے میں) میری مدد کی تھی (یعنی میرے ساتھ ملکر روئے تھے) تو اُس کا بدلہ اُتارنا ضروری ہے۔ (یعنی ایک نوحہ کی اجازت دیدیجئے پھر اور جگہ نہ کروں گی) آپ نے انکار فرمایا اُس نے آپ سے مکرر عرض کیا اُس بی بی کا قول ہے کہ آپ نے انکا بدلہ اُتارنے کے لئے مجکو اجازت دیدی مگر میں بعد میں اُسوقت تک نہ اُن کا بدلہ اُتارنے میں روئی اور نہ کسی جگہ روئی (روایت کیا اسکو ترمذی نے (تیسیر ص ۴۵۰) ف اس سے وہی مضمون ثابت ہوتا ہے جو بذیل حدیث صد وشصت وششم گذرا ہے۔ کہ آپ نے غالباً اس مصلحت سے کہ کبھی اصل توبہ ہی سے ہمت نہ ٹوٹ جاوے ایک بار نوحہ کرنے کی اجازت دیدی بزرگوں کو بھی دیکھا جاتا ہے کہ بعض اوقات بظاہر کسی ناجائز نوکری کی یا اور کسی ایسے ہی امر کی اجازت دیدیتے ہیں مگر درحقیقت اُسکی اجازت مقصود نہیں ہوتی بلکہ اُس سے اعظم شر سے بچانا ہوتا ہے۔ جیسا حکماء نے کہا ہے مداراۃ الناس نصف العقل وھو نصف الحکمۃ اور خصوص بعض طبایع ایسے ہوتے ہیں کہ منع کرنے سے ضعف اور ترک میں کم ہمتی اور تنگی اور اجازت دینے سے نشاط اور آزادی پیدا ہوکر طبیعت میں قوت اور ہمت ترک کی ہوجاتی ہے ایسے وقت میں اذن ظاہری نہی باطنی ہے۔

حدیث دوصدوسی ونہم عن ابن عمر رض انہ رای فسطاطا علی قبر عبد الرحمن فقال یاغلام انزعہ انما یظلہ عملہ اخرجہ البخاری۔ ترجمہ حضرت ابن عمر رض سے روایت ہے انہوں نے ایک شامیانہ عبدالرحمن کی قبر پر لگا دیکھا آپ نے (خادم سے) فرمایا اسے لڑکے اسکو الگ کردو اوپر تو اُنکا عمل سایہ کر رہا ہے۔ روایت کیا اسکو بخاری نے (تیسیر ص ۴۵۰) ف اصلاح ترک شامیانہ یا عمارت بر قبر ظاہر ہے میان مدعیان باطن ہیں قبور اولیاء پر بنیان

تاننے کی یا عمارت بنانے کی رسم ہوگئی ہے۔ اس حدیث سے اس عمل کا باطل اور لایعنی ہونا ظاہر ہے اور اگر فساد اعتقاد بھی ہو تو اور بھی ظلمات بعضہا فوق بعض ہے۔

حدیث دو صد و چہل عن جابر قال نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یجصص القبر وان یبنی علیہ وان یقعد علیہ وان یکتب وان یوطاء اخرجہ الخمسۃ الا البخاری ترجمہ حضرت جابر رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کے پختہ بنانے سے اور اُسپر عمارت بنانے سے اور اُسپر بیٹھنے سے اور اُسپر لکھنے سے اور اُسپر چلنے سے منع فرمایا ہے۔ روایت کیا اسکو مسلم ابو داؤد و ترمذی و نسائی نے (تسہیر ص ۲۵۲ ف اصلاح معاملات قبور حدیث کا حاصل تعلیم ہے۔ توسط کی قبور کے ساتھ معاملہ کرنے میں کہ اُن کی زیادہ تعظیم کیجاوے اور نہ اُن کی اہانت کیجاوے اہل تفریط اہلی بلا میں زیادہ مبتلا ہیں کہ اُنکو پختہ بناتے ہیں اور اُسپر عمارت بھی بناتے ہیں اور اُن پر نوشتے لکھتے ہیں۔ اور اہل تشدد دوسری بلا میں مبتلا ہیں کہ حد سے زیادہ قبور کی تذلیل کرتے ہیں البتہ اگر قبر بہت کہنہ ہو جاوے اور غیر کی ملک نہو اور کسی مصلحت و ضرورت سے اُسکو بے نشان کر دیا جاوے تو پھر بیٹھنا چلنا اُسپر درست ہے۔

حدیث دو صد و چہل و یکم عن المطلب بن ابی وداعۃ قال لما مات عثمان بن مظعون وھو اول من مات بالمدینۃ من المھاجرین فلما دفن امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رجلا ان یاتیہ بحجر فیعلم قبرہ بہ فاخذ حجرا فضعف عن حملہ فقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فحسر عن ذراعیہ ثم حملہ فوضعہ عند رأسہ وقال اعلم بہ قبر اخی فادفن عندہ من مات من اھلی اخرجہ ابو داؤد۔

ترجمہ مطلب بن ابی وداعہ سے روایت ہے کہ جب حضرت عثمان بن مظعون کی وفات ہوئی اور مہاجرین میں سب سے اول مدینہ میں ان ہی کا انتقال ہوا ہے سو جب دفن ہو چکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو حکم دیا کہ آپ کے پاس ایک پتھر اُٹھا کر لاوے آپ اُنکی قبر کی اُس سے شناخت کر دیں اُس نے ایک پتھر لیا جسکو اُٹھا نہ سکا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھے اور دونوں ہاتھوں کی آستین چڑھا کر اُسکو اُٹھا لائے اور قبر کے سرہانے رکھدیا اور فرمایا کہ اس سے اپنے بھائی (یعنی عثمان بن مظعون) کی قبر کی پہچان رکھونگا اور جو شخص میرے متعلقین میں سے مریگا اُسکو اس کے پاس دفن کرونگا روایت کیا اسکو ابو داؤد نے (تسہیر ص ۲۵۲) ف رسم سنگ نصب کردن یا درخت نشاندن نزد یک قبر برای علامت بعض کی بمصلحت زیارت و فاتحہ خوانی ان چیزوں سے محض یہ غرض ہوتی ہو کہ قبر کی پہچان رہے سو اگر سادگی کے ساتھ ہو تو اس غرض کے لئے ان اعمال میں کچھ حرج نہیں مگر پتھر ہو تو نہ اُسکے سدول کرنے کا اہتمام کیا جاوے نہ اُس پر نقش و نگار ہو نہ اُس پر کچھ لکھا جاوے۔ اور اگر یہ تکلفات بھی کئے گئے تو اد عائے مصلحت میں کاذب ہونیکی علامت ہے اور ممنوع ہے۔

حدیث دو صد و چہل و دوم عن بریدۃ رضہ اوصی ان تجعل علی قبرہ جریدتان اخرجہ البخاری فی ترجمۃ باب ترجمہ حضرت ابو بریدہ رضہ سے روایت ہے کہ انہوں نے یہ وصیت کی تھی کہ ان کی قبر پر دو شاخیں کھجور کی رکھدی جاویں۔ روایت کیا اسکو بخاری نے ترجمۃ الباب میں (تسہیر ص ۲۵۲) ف رسم درخت نشاندن بمعنی تسبیح

اصلاح معاملات قبور

رسم سنگ نصب کردن یا درخت نشاندن نزد یک قبر برای علامت

رسم درخت نشاندن بمعنی تسبیح

بعض لوگوں کی درخت لگانے سے یہ نیت ہوتی ہے کہ اسکے ذکر و تسبیح سے میت کو نفع اور انس ہوگا۔ اس حدیث سے اسکی اصل نکلتی ہے۔ اور یہ وصیت صحابی کی غالباً جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فعل پر مبنی ہے کہ آپ نے دو اہل قبر کو معذب دیکھکر ان کی قبروں پر ایک ایک تازہ چھڑی کھجور کی رکھدی تھی اور ارشاد فرمایا تھا کہ ان کے خشک ہونے تک امید ہے تخفیف عذاب کی پس صحابی نے مثل دوسرے بہت سے علماء کے آپکے اس فعل کو علت مذکورہ سے معلل سمجھا پس جس شخص کی یہ نیت ہو اسکو بھی اس بنا پر اس کی گنجایش ہے اور بعض نے کہا ہے کہ یہ تخفیف آپ کی دعا سے تھی اور اس دعا کی منظوری میعادی تھی اور میعاد اسکی ان شاخوں کے خشک ہونے تک تھی اس بنا پر حدیث کا اس رسم سے کوئی تعلق نہیں مگر اکثر علماء نے پہلی ہی توجیہ کی ہے لیکن اس سے پھول ڈالنے یا پھول کی چادر چڑھانے کا جواز نہیں نکلتا کیونکہ اس سے غرض محض تزئین یا تقرب الی اہل القبور ہے اور یہ عمل یا اعتقاد محض بدعت ہے اگر ان کی یہ غرض ہوتی تو اولا تکلف کیوں کیا جاتا دوسرے عام گنہگاروں کی قبریں اسکی زیادہ مستحق تھیں اولیاء کی قبروں سے کیونکہ جہاں احتمال عذاب کا ہو وہاں حاجت زیادہ ہے۔

حدیث دوصد وچہل وسوم عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان العبد اذا وضع فی قبرہ وتولی عنہ اصحابہ انہ لیسمع قرع نعالہم اذا انصرفوا اخرجہ البخاری ومسلم وابوداود والنسائی ترجمہ حضرت انس رضی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بندہ قبر میں رکھا جاتا ہے اور اسکے ہمراہی وہاں سے پشت پھیرتے ہیں تو وہ ان کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے انکی واپسی کے وقت روایت کیا اسکو بخاری ومسلم وابوداود ونسائی نے (تیسیر ص۱۴۴)

ف مسئلہ سماع موتی یہ مسئلہ اختلافی ہے بعض نے اس حدیث سے اثبات کیا ہے اور بعض نے آیت لاتسمع الموتی سے نفی کی ہے مثبتین نے آیت کا جواب دیا ہے کہ یہاں موتی سے کفار مراد ہیں کہ استعارۃً ان کو موتی کہدیا پس آیت کو سمعت سے تعلق نہیں نافین نے اس کا جواب دیا ہے کہ گو آیت میں استعارہ ہے مگر مستعار منہ میں تو حقیقی معنی کا تحقق ضروری ہے پس موتی بالمعنی الحقیقی کے لئے عدم سماع ثابت ہوگیا مثبتین نے اس کا جواب دیا ہے۔ کہ اس قاعدہ سے صرف اتنا لازم آتا ہے کہ موتی پر موتی کا صدق بالمعنی الحقیقی ہونا چاہیئے اس سے لاتسمع کا حقیقت پر محمول ہونا لازم نہیں آتا بلکہ اس میں مجاز اطلاق المطلق علی المقید ہے اور سماع سے مراد سماع نافع ہے پس معنی یہ ہیں کہ موتی بالمعنی الحقیقی سے سماع نافع منفی ہے اور ضرورت اس حمل علی المجاز کی جمع بین النصوص ہے۔ اور قرینہ اسکا خود مشاہدہ ہے کفار میں نفس سماع کے منفی نہ ہونے کا بلکہ سماع نافع کے منفی ہونے کا غرض اسطرح جانبین میں کلام طویل ہے اور دونوں شقوں میں وسعت ہے البتہ عوام کا سا اعتقاد اثبات کہ اسکو حاضر ناظر متصرف مستقل فی الامور سمجھتے ہیں یہ صریح ضلالت ہے اگر اس کی اصلاح بدون انکار سماع کے نہ ہوسکے تو انکار سماع واجب ہے۔

حدیث دوصد وچہل وچہارم عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الحصاۃ

تعالیٰ الذی یخرجها من المسجد لیدعها اخرجہ ابوداؤد ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (جو کنکریاں مسجد میں بھی ہوئی ہوتی ہیں جیسے مسجد الحرام میں اب بھی ہیں اُن کنکریوں میں سے جب کوئی شخص کسی کنکری کو مسجد سے باہر پہنچانا چاہتا ہے تو وہ کنکری خدا کا واسطہ دیتی ہے اُس شخص کو جو اُسکو مسجد سے باہر لیجاتا ہے کہ اُسکو وہاں ہی رہنے دے روایت کیا اُسکو ابوداؤد نے۔ (تیسیر ۴۵۵) ف مسئلہ شعور جمادات اہل کشف کو جمادات کا شعور و نطق و مکشوف ہوا ہے حدیث سے تائید اسکی ظاہر ہے کہ اُس کنکری میں اتنا شعور ہے جس سے اُسکو باہر پہچاننے کا ادراک ہوتا ہے اور اتنا نطق بھی ہے جس سے وہ خدا کا واسطہ دیتی ہے۔ اور صرف عن الظاہر کی کوئی دلیل نہیں۔ دوسری حدیث میں ستون حنانہ کا قصہ اس سے زیادہ صریح ہے

حدیث دو صد و چہل و پنجم عن طلق بن علیؓ قال خرجنا وفدا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فبایعناہ وصلینا معہ واخبرناہ ان بارضنا بیعۃ لنا واستوہبناہ من فضل طہورہ فدعا بماء فتوضاء وتمضمض ثم صبہ لنا فی اداوۃ وقال اذا التیتم ارضکم فاکسروا بیعتکم وانضحوا مکانہا هذا الماء واتخذوها مسجدا فقلنا ان البلد بعید والحر شدید والماء ینشف فقال مدوہ من الماء فانہ لا یزداد الا طیبا الحدیث اخرجہ النسائی

حدیث دو صد و چہل و ششم عن انس قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فالحلاق یحلقہ وقد اطاف بہ اصحابہ فما یریدون ان تقع شعرۃ الا فی ید رجل اخرجہ مسلم۔

حدیث دو صد و چہل و ہفتم عن انس رضؓ قال کانت ام سلیم تبسط لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نطعا فیقیل عندها فاذا قام اخذت من عرقہ وشعرہ فجمعتہ فی قارورۃ ثم جعلتہ فی سک فلما حضر انس رضؓ الوصی ان یجعل فی حنوطہ من ذلک السک اخرجہ الشیخان والنسائی۔

ترجمہ حدیث اول طلق بن علی رضؓ سے روایت ہے کہ ہم اپنی قوم کے فرستادہ ہوکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم نے آپ سے بیعت کی اور آپ کے ساتھ نماز پڑھی اور آپ کو اطلاع دی کہ ہماری سرزمین میں ہمارا ایک عبادت خانہ مذہب عیسائی کا ہے (ہم اُسکو مسجد بنانا چاہتے ہیں) اور (اُس مقام پر برکت کے لیے چھڑکنے کو) ہم نے آپ سے آپ کے بقیہ وضو کا پانی مانگا آپ نے پانی منگایا پھر وضو کیا اور مضمضہ کیا پھر وہ پانی ایک چھوٹے سے مشکیزہ میں بھر دیا اور فرمایا جب تم اپنی سرزمین میں پہونچو تو اُس معبد نصاریٰ کو توڑ ڈالنا اور اُس جگہ یہ پانی چھڑک دینا اور اُسکو مسجد بنا لینا ہم نے عرض کیا کہ جگہ دور ہے اور گرمی سخت ہے اور پانی خشک ہوجاتا ہے آپ نے فرمایا کہ اس میں اور پانی ملا کر بڑھا لینا کہ اُس میں بھی برکت ہی بڑھ جاویگی روایت کیا اسکو نسائی نے (تیسیر ص ۴۵۶) ترجمہ **حدیث دوم** حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حلاق آپ کے بال سر کے اُتار رہا تھا اور آپ کے اصحاب نے آپ کو گھیر رکھا تھا پس وہ آپ کے ایک بال کا بھی کسی شخص کے ہاتھ سے باہر گرنا نہ چاہتے تھے (یعنی ہر بال کسی نہ کسی کے ہاتھ ہی میں آتا تھا (تیسیر ص ۴۵۷) ترجمہ **حدیث سوم** حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ حضرت ام سلیم رضؓ

مسئلہ تبرک بقایا وضو و ریق و شعر صالحین و بقایا طعام و خلط بالسک و ذریرۃ و ماء زمزم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے (جب اُن کے گھر تشریف لیجاتے) ایک چمڑہ کا بستر بچھا دیا کرتیں اور آپ (گاہ گاہ) اُنکے گھر قیلولہ فرمایا کرتے (یہ آپ کی قریب کی کچھ رشتہ دار ہیں) جب آپ سو کر اُٹھتے تو (اُس بستر پر سے) آپ کا پسینہ اور بال (جو سر وغیرہ کا ٹوٹ جاتا) جمع کر لیتیں اور ایک شیشہ میں محفوظ رکھتیں پھر اُسکو مرکب خوشبو میں ملاتیں جب حضرت انس رضؓ کی (کہ ام سلیم کے صاحبزادے ہیں) وفات قریب پہونچی تو اُنہوں نے وصیت فرمائی کہ اُن کے حنوط میں (جو کہ میت کے بدن اور کفن کو لگاتے ہیں) اس مرکب خوشبو میں سے ملایا جاوے (جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ مبارک تھا) روایت کیا اسکو بخاری و مسلم و نسائی نے (تیسیر ص ۴۵۸) **ف ہشتم تحصیل تبرکات** بزرگان دین کی ملبس کی چیزوں کی رغبت اور اہتمام اور اُن سے برکت حاصل کرنا حیوٰۃ اور موت میں بمقتضای احادیث ثلثہ مشروع اور ثابت ہے۔

حدیث دو صد و چہل و ہشتم عن ابی موسیٰ رضؓ قال سمعت النجاشی صاحب الحبشۃ رحمہم اللہ تعالیٰ یقول اشھد ان محمداً رسول اللہ وانہ الذی بشر بہ عیسیٰ علیہ السلام ولولا ما انا فیہ من الملک وما تحملت من امور الناس لاتیتہ حتی احمل نعلیہ اخرجہ ابوداود ترجمہ حضرت ابو موسیٰ رضؓ سے روایت ہے کہ میں نے نجاشی رحمہ اللہ شاہ حبشہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اللہ کے وہی رسول ہیں جنکی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی تھی۔ اور اگر میرے ساتھ یہ بکھیڑا سلطنت کا اور لوگوں کے کاموں کی ذمہ داری کا نہ ہوتا تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور آپ کی نعلین اُٹھاتا۔ روایت کیا اسکو ابوداؤد نے (تیسیر ص ۴۵۹) **ف نہم خدمت کفش برداری** اکثر بزرگوں کی جوتیاں اُٹھانا سعادت سمجھا جاتا ہے حدیث سے اس کا مرغوب فیہ ہونا ظاہر ہے لیکن اگر وہ مخدوم خود جزم کے ساتھ منع فرماویں تو امتثال امر اس خدمت پر مقدم ہے اور خواہ مخواہ کا اصرار اُنکو ایذا پہونچانا ہے جو بہت ہی مذموم عمل ہے۔

حدیث دو صد و چہل و نہم عن ابن عباس رضؓ فی حدیث مکالمۃ ھرقل ابا سفیان (ولم ینکر علیہ) وسالتہ ھل یرتد احد منھم عن دینہ بعد ان یدخل فیہ سخطۃ لہ فزعمت ان کذلک الایمان اذا خالط بشاشۃ القلوب لحدیث اخرجہ الشیخان ترجمہ حضرت ابن عباس رضؓ سے اُس حدیث کے ضمن میں جسمیں ہرقل شاہ روم کی گفتگو ابوسفیان کے ساتھ منقول ہے (اور صحابہ کی جانب سے ہرقل کے ان اقوال پر انکار نہیں کیا گیا جسسے ان اقوال کا صحیح ہونا ثابت ہوتا ہے) یہ مضمون بھی مروی ہے ہرقل ابوسفیان سے کہتا ہے۔ کہ میں نے تم سے یہ سوال کیا کہ آیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین سے بعد اُسکے قبول کرنے کے کوئی مسلمان اُن کے دین سے ناخوش ہو کر مرتد ہوتا ہے تم نے جواب دیا کہ نہیں اور ایمان کی یہی کیفیت ہوتی ہے جب اُسکی تازگی قلوب میں رچ جاتی ہے۔ روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے (تیسیر ص: ۴۶۰) **ف قول۔ الفانی لا یرد** اور یہی مضمون دوسرے عنوان سے مشہور ہے الواصل لا یرجع یعنی بعد وصول و فنا کے پھر راجع اور مردود نہیں ہوتا اس حدیث سے اسکی صاف تائید ہوتی ہے۔ اور گو یہ ہرقل کا قول ہے۔ مگر جب سلف نے اسپر انکار نہیں کیا تو اس

قول کی صحت سلف کے تسلیم سے ثابت ہوئی۔ اور جو سالکین بگڑ گئے ہیں وہ واقع میں مقصود تک پہونچے ہی نہ تھے گو ظاہر نظر میں واصل سمجھے جاویں۔

حدیث دوصد و پنجاہم عن عائشۃ رض قالت اول ما بدئ برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الوحی الرویا الصالحۃ فی النوم وکان لا یری رویا الا جاءت مثل فلق الصبح وحبب الیہ الخلاء فکان یخلوا بغار حراء فیتحنث فیہ وھو التعبد اللیالی ذوات العدد قبل ان ینزع الی اھلہ ویتزود لذلک ثم یرجع الی خدیجۃ فیتزود لمثلھا حتی جاءہ الحق وھو فی غار حراء فجاءہ الملک فقال اقرأ فقال ما انا بقارئ قال فاخذنی فغطنی حتی بلغ منی الجھد ثم ارسلنی فقال اقرأ فقلت لست بقارئ فاخذنی فغطنی الثانیۃ حتی بلغ منی الجھد ثم ارسلنی فقال اقرأ فقلت ما انا بقارئ فاخذنی فغطنی الثالثۃ حتی بلغ منی الجھد ثم ارسلنی فقال اقرأ باسم ربک الذی خلق خلق الانسان من علق اقرأ وربک الاکرم الذی علم بالقلم علم الانسان ما لم یعلم فرجع بھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرجف فؤادہ فدخل علی خدیجۃ فقال زملونی زملونی الحدیث اخرجہ البخاری **ترجمہ** حضرت عائشہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی کی ابتدا اچھے خوابوں سے ہوئی اور جو خواب دیکھتے تھے مثل نور صبح کے اسکا ظہور ہوجاتا تھا اور خلوت آپ کو پسند ہوگئی پس غار حرا میں آپ خلوت نشین ہوتے اور کئی کئی شب متصل انمیں عبادت کیا کرتے اور گھر واپس نہ تشریف لاتے اور اسکے لئے کھانے پینے کا سامان ساتھ لیجاتے پھر حضرت خدیجہ کے پاس آکر اتنی ہی مدت کے لئے اور سامان لے جاتے یہانتک کہ وحی آگئی اور آپ غار حرا ہی میں تھے سو آپ کے پاس روحی کا فرشتہ آیا اور آپ سے کہا کہ پڑھئے آپ نے فرمایا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں آپ فرماتے ہیں کہ مجھکو پکڑ کر خوب دبایا یہانتک کہ میری حد طاقت تک نوبت پہونچ گئی پھر مجھکو چھوڑ دیا اور کہا کہ پڑھئے میں نے کہا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں پھر مجھکو دوسری بار دبایا یہانتک کہ میری حد طاقت تک نوبت پہونچ گئی پھر مجھکو چھوڑ دیا اور کہا کہ پڑھئے میں نے کہا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں پھر مجھکو پکڑا اور تیسری بار دبایا یہانتک کہ میری حد طاقت تک نوبت پہونچ گئی پھر مجھکو چھوڑ دیا اور کہا اقرأ باسم ربک سے لیکر بالم یعلم تک پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان آیتوں کو لیکر گھر تشریف لائے اور آپکا دل دھڑکتا تھا آپ حضرت خدیجہ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا مجھکو لپیٹ دو مجھکو لپیٹ دو روایت کیا اسکو بخاری نے تیسیر ص ۴۶۱ **ف** حال **رویا صادقہ** دلالت حدیث کی اسپر ظاہر ہے **ف** عادۃ **خلوت وحیلہ سامان طعام واشتن در خلوت** ان معمولات کا حدیث میں صاف ذکر ہے **ف** عادۃ **توجہ وتصرف** یہ فرشتہ حضرت جبریل علیہ السلام تھے انکا پڑھنے کے لئے کہنا باین معنی نہ تھا کہ جو پہلے سے یاد ہو وہ پڑھئے بلکہ یہ کہنا ایسا تھا جیسے استاد بچہ کے سامنے ابت رکھکر کہتا ہے کہ پڑھو یعنی جو میں بتلاؤنگا وہ پڑھو پھر آپ کا فرمانا کہ میں پڑھا ہوا نہیں یا تو اس بنا پر ہے کہ آپ کا ذہن مبارک اقرأ کے اس معنی کی طرف منتقل نہیں ہوا اور یا آپکو قرائن سے مظنون ہوا ہوگا کہ کوئی ایسی چیز پڑھوا وینگے جسکے اخذ وضبط کے لئے پہلے سے پڑھنے لکھنے ہونیکی

حال رویا صادقہ

خلوت وحیلہ سامان طعام واشتن در خلوت عادۃ

توجہ وتصرف عادۃ

ضرورت ہے بہرحال اسکی ضرورت تھی کہ اس قرآۃ مامور بہا کے اخذ اور تلقی کے لئے آپ کی استعداد کی تقویت و تکمیل کیجاوے اس غرض سے فرشتہ نے آپ کو کئی بار دبایا تاکہ قوت توجہ و ہمت سے آپ کے قلب میں تصرف کریں اس طرح اس حدیث سے اس عمل کا بھی اثبات ہوتا ہے **ف مسئلہ تاثر جوارح از فیض غیبی** چونکہ فیوض غیبیہ سے قلب متاثر ہوتا ہے اور جوارح تابع قلب کے ہیں اگر وارد قوی ہوتا ہے تو جوارح پر بھی اثر آتا ہے حتیٰ کہ بعض اوقات غیب محض ہو جاتی ہے۔ اس حدیث میں آپ کا کپڑے میں لپٹنا اس لئے تھا کہ بدن پر اثر لرزہ کا تھا پس اس سے اس کا اثبات ہوتا ہے۔

حدیث دو صد و پنجاہ و یکم عن عمر رض قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا نزل علیہ الوحی یسمع عند وجھہ کدوی الفحل الحدیث اخرجہ الترمذی ترجمہ حضرت عمر رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب وحی نازل ہوتی تو آپ کے چہرے کے قریب ایک ایسی غیر مفہوم آواز سنائی دیتی جیسے شہد کی مکھی کی آواز ہوتی ہے۔ روایت کیا اسکو ترمذی نے (تیسیر ص ۴۶۱) **ف حال انکشاف صوت عالم غیب** بعض اوقات کسی شغل سے بعض اوقات کسی بزرگ کے قرب کی برکت سے بعض اوقات دوسرے اسباب سے عالم غیب کی آواز منکشف ہو جاتی ہے حدیث میں ایسی ہی آواز کا ذکر ہے لیکن شغل کی ہر آواز آواز غیبی نہیں اکثر اوقات خود شاغل ہی کے دماغ میں ہوا کا احتباس اور تموج ہو کر کبھی آواز محسوس ہونے لگتی ہے۔

حدیث دو صد و پنجاہ و دوم عن انس فی حدیث الاسراء لقائہ صلے اللہ علیہ وسلم مع موسیٰ علیہ السلام فی اخرین من الانبیاء علیھم السلام مع ما روی عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتیت لیلۃ اسری بی علی موسیٰ علیہ السلام قائما یصلی فی قبرہ عند الکثیب الاحمر اخرجہ مسلم والنسائی ترجمہ حضرت انس رضہ سے اس حدیث میں جس میں شب معراج میں موسیٰ علیہ السلام سے آپ کی ملاقات دوسرے انبیاء کے مجمع میں مذکور ہے یہ بھی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شب معراج میں میرا موسیٰ علیہ السلام پر گذر ہوا کہ اپنی قبر میں جو سرخ ٹیلہ کے پاس ہے کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے روایت کیا اسکو مسلم اور نسائی نے (تیسیر ص ۴۶۲ و ۴۶۳) **ف مسئلہ امکان تجسد روح کاملین و رمکانے** ان دونوں روایتوں کے مجموعہ سے ثابت ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام باوجود قبر میں تشریف رکھنے کے پھر بھی دوسرے انبیاء علیہم السلام کی معیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قبر سے باہر ملے کیونکہ یہ سب انبیاء انکی قبر سے یقیناً باہر تھے اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کی روح اگر کسی جگہ متجسم ہو کر نظر آوے ممکن ہے۔ مگر خوب یاد رکھو کہ نہ یہ دائم ہے اور نہ اختیاری ہے۔

حدیث دو صد و پنجاہ و سوم عن ابی ھریرۃ قال لما فتحت خیبر اھدت لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شاۃ فیھا سم الحدیث اخرجہ البخاری۔ ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضہ نے روایت ہے کہ جب خیبر فتح ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ایک بکری (تلی ہوئی) ہدیۃً پیش کی گئی جس میں زہر تھا آخر حدیث تک روایت

کیا اسکو بخاری نے تیسیر ص ۴۶۴ **ف مسئلہ عدم دوام کشف وخوارق** آخر حدیث میں یہ بھی ہے کہ آپ نے اُمیں سے کچھ نوش بھی فرمایا۔ پھر آپ کو معلوم ہوگیا تو دست کش ہوگئے لیکن آخر عمر میں اُس زہر کا اثر ہوا اُس سے دوام معلوم ہوئے ایک یہ کہ کشف دائم نہیں ہوتا ورنہ آپ پر اول مخفی نہ رہتا دوسرے یہ کہ خوارق دائم نہیں ہوتے ورنہ آپ پر اثر نہ ہوتا جب نبی کے کشف خارق کا دوام ضروری نہیں تو دوسروں کا کیا ذکر ہے۔

مسئلہ عدم دوام کشف وخوارق

حدیث دو صد و پنجاہ و چہارم عن ابی ھریرۃ قال اتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بما بتمرات فقلت یا رسول اللہ ادع فیھن بالبرکۃ فضمھن ثم دعا لی فیھن بالبرکۃ ثم قال خذھن فاجعلھن فی مزودک ھذا کلما اردت ان تاخذ منہ شیئا فادخل یدک فیہ فخذہ ولا تنثرہ نثرا فعلت فلقد حملت منہ کذا وکذا اوسقا فی سبیل اللہ فکنا ناکل منہ ونطعم وکان لا یفارق حقوی حتی کان یوم قتل عثمان انقطع۔ زاد رزین فسقط فغرت علیہ اخرجہ الترمذی

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک روز کچھ کھجوریں لایا اور عرض کیا یا رسول اللہ ان میں برکت کی دعا کر دیجئے آپ نے اُنکو ایک جگہ جمع کرکے اُن میں برکت کی دعا کردی پھر فرمایا ان کو لو اور اپنے اس توشہ دان میں رکھ لو اور جب اس میں سے کچھ لینا ہو تو اسکے اندر ہاتھ ڈالکر لے لو اور اس کو جھاڑو نہیں (یعنی خالی مت کرو) چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا سو میں نے اُس میں سے اتنے اتنے وسق (ایک پیمانہ ہوتا ہے ساٹھ صاع کا) اللہ کی راہ میں دئے اور ہمیشہ اُس میں سے کھاتے اور کھلاتے رہے اور وہ میری کمر سے کبھی جدا نہ ہوتا تھا۔ یہانتک کہ حضرت عثمان رضؓ کی شہادت کا دن ہوا تو وہ ٹوٹ کر گر پڑا اور مجھکو بڑا رنج ہوا۔ روایت کیا اسکو ترمذی نے (تیسیر ص ۴۶۵) **ف مسئلہ حقیقت دست غیب** علاوہ کسب متعارف کے آمدنی تین قسم کی ہوتی ہے۔ ایک بطور خرق عادت کے جیسا حدیث میں ہے دوسرے یہ کہ کوئی عمل پڑھا اور اُس سے بدون اسکے کہ ظاہر میں کوئی دینے والا ہو جیب میں یا تکیہ کے نیچے سے مثلاً روزانہ کچھ ملجایا کرے۔ تیسرے یہ کہ بندگان خدا اُسکی کچھ خدمت کریں تیسری قسم کو فتوحات کہتے ہیں اور دوسری کو عوام الناس دست غیب کہتے ہیں اور یہ تحقیق کو پہونچگیا ہے۔ کہ ایسی رقم جن لاتے ہیں۔ خواہ دوسروں کے مال سے چوری اور غصب سے اور یا اپنے مال سے سو وہ بھی اضطرار اور جبر سے۔ اور دونوں حرام۔ پہلی قسم البتہ دست غیب حلال ہے جو واقع میں نبی کا معجزہ اور ولی کی کرامت ہے۔

حقیقت دست غیب

حدیث دو صد و پنجاہ و پنجم عن المسور بن مخرمۃ حین خطب علی رضؓ بنت ابی جہل قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول وھو علی المنبر ان بنی ھشام بن المغیرۃ استاذنونی ان ینکحوا ابنتھم علی بن ابی طالب فلا اذن ثم لا اذن ثم لا اذن الا ان یرید ابن ابی طالب ان یطلق ابنتی وینکح ابنتھم فانما ھی بضعۃ منی یریبنی ما یریبھا ویؤذینی ما اذاھا اخرجہ الخمسۃ الا النسائی

ترجمہ مسور بن مخرمہ رضؓ سے اُس واقعہ کے متعلق کہ جب حضرت علی رضؓ نے دختر ابوجہل کے نکاح کا پیغام دیا تھا

روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر یہ فرماتے سُنا کہ بنی ہشام بن مغیرہ مجھ سے اسکی اجازت لینا چاہتے تھے کہ اپنی دختر کا علی بن ابی طالب سے نکاح کردیں سو میں کبھی اجازت نہ دونگا۔ پھر دوبارہ اور سہ بارہ کہتا ہوں کہ اجازت نہ دونگا۔ ہاں اگر ابن ابی طالب کو یہ منظور ہو کہ میری دختر کو طلاق دیدیں اور اُن کی دختر سے نکاح کرلیں۔ تو ایسا کریں فاطمہ میرے لخت جگر ہے جس بات سے اُس کو بیچینی ہوگی مجھکو بھی ہوگی اور جس بات سے اُسکو اذیت ہوگی مجھکو بھی ہوگی۔ روایت کیا اسکو بخاری و مسلم و ابوداؤد و ترمذی نے ف عادۃً **غضب بر بعض مباحات خلاف وضع** یہ نکاح مباح اور حلال تھا چنانچہ قواعد شرعیہ سے بھی ظاہر ہے اور خود بعض روایات میں آپ کا صریح ارشاد بھی اسکے متعلق آیا ہے۔ مگر باوجود اسکے بمصالح مذکورہ حدیث آپ کو یہ نکاح ناگوار ہوا اس سے معلوم ہوا کہ اگر خصوصیت کی جگہ اسی قسم کے مصالح سے کسی امر مباح سے اظہار ناخوشی کے ساتھ اپنے مخصوصین کو روکا جاوے تو یہ تحریم حلال نہیں بزرگوں سے بھی ایسے واقعات کا مشاہدہ ہوتا ہے

حدیث دو صد و پنجاہ و ششم عن ثابت الضحاک قال رجل لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی نذرت ان اذبح بمکان کذا وکذا مکان یذبح فیہ اھل الجاھلیۃ فقال ھل کان بذالک المکان وثن من اوثان الجاھلیۃ یعبد قال لا قال فھل کان فیہ عید من اعیادھم قال لا قال اوف بنذرک اخرجہ ابوداؤد۔ ترجمہ ثابت ضحاک سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں نے نذر کی تھی کہ فلاں جگہ میں ذبح کرونگا وہ ایسی جگہ تھی جہاں اہل جاہلیت ذبح کیا کرتے تھے آپ نے فرمایا کیا اُس جگہ میں کوئی بت وغیرہ تھا جاہلیت کے بتوں میں سے جسکی عبادت ہوا کرتی ہو اُس شخص نے عرض کیا کہ نہیں آپ نے فرمایا کہ کیا اُس میں کوئی میلہ وغیرہ ہوتا تھا اُن لوگوں کے میلوں میں سے اُس شخص نے عرض کیا کہ نہیں آپنے فرمایا کہ اپنی نذر پوری کرلو۔ روایت کیا اسکو ابوداؤد نے (تیسیر ص ۴۷۰) ف اصلاح **تاثیر فسادنیت در مذبوح** یہ یقینی بات ہے کہ یہ شخص ذبح اللہ ہی کے نام پر کرتے کیونکہ مسلمان تھے مگر باوجود اس کے آپ نے اُس مکان کی خصوصیات کی تفتیش فرمائی تاکہ اُس سے ناذر کی نیت کا اندازہ ہو اُس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اگر اللہ کے نام پر بھی ذبح کرے مگر نیت میں فساد ہو تو یہ فسادنیت مذبوح میں موثر ہوتا ہے اس سے بزرگوں کے نام کے جانوروں کا حکم معلوم کرنا چاہیے جسمیں جہال درویشوں کو اور اُنکے ہمرنگ لوگوں کو غلطی واقع ہورہی ہے

حدیث دو صد و پنجاہ و ہفتم عن ابن عباس رض قال قال رسول صلی اللہ علیہ وسلم من اخلص للہ اربعین صباحا ظھرت ینابیع الحکمۃ من قلبہ علی لسانہ اخرجہ رزین ترجمہ حضرت ابن عباس رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص چالیس روز تک اللہ کے لئے خلوص (کے ساتھ عبادت) اختیار کرے علم کے چشمے اُس قلب سے (جوش زن ہوکر) اُسکی زبان سے ظاہر ہوتے ہیں روایت کیا اسکو رزین نے ف عادۃً **چلہ**۔ اکثر بزرگوں سے چلہ نشینی کا اہتمام منقول ہے یہ حدیث اُسکی اصل ہے ف مسئلہ **اثبات**

عادۃً غضب بر بعض مباحات خلاف وضع

اصلاح تاثیر فسادنیت در مذبوح

عادۃً چلہ

مسئلہ اثبات اجازات علم و اسرار

علم اسرار بزرگوں کے کلام میں منصوص ہے کہ اللہ تعالے کے بعض خاص بندوں کو بعض علوم وہ عطا ہوتے ہیں جو نہ منقول ہیں نہ مکتسب ہیں کبھی اُسکو علم وہبی سے تعبیر کرتے ہیں کبھی علم اسرار کہتے ہیں اور خود اُن سے اس قسم کے دقائق وحقائق نقول بھی ہیں جو اُن سے پہلے کسی کی زبان سے نہیں نکلے یہ حدیث ایسے علوم کی تحقیق اور اعتبار کی اصل ہے۔

حدیث دوصد و پنجاہ و ہشتم عن الاسود قال کنا فی حلقة عبد الله فجاء حذیفة حتی قام علینا فسلم ثم قال لقد انزل النفاق علی قوم خیر منکم فقلنا سبحان الله ان الله عزوجل یقول ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار فتبسم عبد الله وجلس حذیفة فی ناحیة المسجد فلما قام عبد الله وتفرق اصحابه مشی بالحصباء فاتیته فقال عجبت من ضحکه وقد عرف ما قلت لقد انزل النفاق علی قوم خیر منکم ثم تابوا فتاب الله علیهم اخرجه البخاری

ترجمہ اسود سے روایت ہے کہ ہم حضرت عبد اللہ بن مسعود رضہ کے حلقہ میں حاضر تھے اتنے میں حضرت حذیفہ رضہ آئے یہانتک کہ ہمارے پاس آکر کھڑے ہوئے اور سلام کیا پھر فرمایا کہ ایسے لوگوں پر نفاق نازل ہو چکا ہے جو تم سے بھی اچھے تھے ہم نے (تعجب سے) کہا کہ سبحان اللہ حق تعالے تو یوں فرماتے ہیں کہ منافقین دوزخ کے سب سے نیچے کے طبقے میں ہیں (پھر وہ مسلمانوں سے اچھے کیسے ہو سکتے ہیں) اسپر حضرت عبد اللہ ہنسے اور حضرت حذیفہ مسجد کی ایک جانب میں بیٹھ گئے جب حضرت عبد اللہ اٹھے اور انکے اصحاب متفرق ہو گئے اُسوقت حضرت حذیفہ نے کنکری پھینک کر مجھکو بلایا میں اُنکے پاس آیا فرمانے لگے کہ میں حضرت عبد اللہ کے ہنسنے سے تعجب کرتا ہوں حالانکہ میرے مقولہ کو وہ سمجھ گئے تھے (تو انکو تصدیق کرنا چاہئے تھا اور ہنسنے سے تو ناظرین کو دوسرا احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ شاید تکذیب و تجہیل کا ہنسنا ہو پھر اس مقولہ کا خود مطلب بیان کیا کہ واقعی نفاق (اول اول) ایسے لوگوں پر نازل ہوا تھا جو تم سے بھی اچھے تھے (مگر) پھر انہوں نے توبہ کی پھر اللہ تعالیٰ نے عنایت فرمائی روایت کیا اسکو بخاری نے تفسیر ص ۷۴۰ (مطلب یہ کہ جن منافقین نے نفاق سے توبہ کی وہ صحابی ہو گئے اور ظاہر ہے کہ صحابہ تابعین سے افضل ہیں اور اس حلقہ میں تابعین زیادہ تھے پس ایسے صحابہ پر یہ مضمون صادق آتا ہے کہ تم سے اچھے تھے اور انپر نفاق نازل ہوا تھا گو دونوں حالتوں کا زمانہ ایک سمجھکر تعجب کیا) **ف** عادۃ بعض متکلم بجلام موہم مصلحت یا لبعد بعض بزرگوں سے بعض ایسے کلام منقول ہیں جو ظاہر شرع سے متجاوز معلوم ہوتے ہیں خبکا منشا یا قصد اخفا ہے نااہل سے یا غلبہ غدر ہے کما قیل فی الاول ؎ بادہ گی مگو بنیوش اسرار عشق و مستی ؛ بگذار تا بمیرد در بیخ خود پرستی ؛ وقیل فی الثانی ؎ گفتگوی عاشقان در کار ربست ؛ جوشش عشق است نے ترک ادب ؛ حدیث سے اس عادت کی جبکہ منشا اسکا صحیح ہو اصل معلوم ہوتی ہے۔ کہ ان صحابی کا مقولہ بظاہر ایسا ہی تھا مگر واقع میں صحیح تھا اور غالباً داعی اس مقام پر امتحان ہوگا اور غالباً مقصود یہ تھا کہ قلوب حق تعالے کے قبضہ میں ہیں تو خود بینی اور بدبینی سے بچنا چاہئے

مقولہ کلام موہم مصلحت یا لبعد

حدیث دوصد و پنجاہ و نہم عن ابی ملیکۃ قال ادرکت ثلثین من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من شہد بدرا کلہم یخاف النفاق علی نفسہ ولا یامن المکر علی دینہ الحدیث اخرجہ البخاری ترجمہ ابو ملیکہ سے روایت ہے کہ میں نے تیس صحابیوں کو دیکھا جو بدر میں شریک ہوئے تھے (جنکی بڑی فضیلت آئی ہے) سب کے سب اپنے متعلق منافق ہونے کا اندیشہ رکھتے تھے اور اپنے دین کے متغیر ہونے سے بے اندیشہ نہ تھے روایت کیا اسکو بخاری نے۔ (تیسیر ص ۴۷۹) **ف توجیہ خود را بد دین وغیرہ گفتن** بزرگوں کے کلام میں کثرت سے ایسی قسم کے کلمات پائے جاتے ہیں سبب اسکا غلبۂ خوف ہے حدیث سے صحابہ کا بھی یہی مذاق ثابت ہوتا ہے۔ اور اگر **خاف** باعتبار مآل کے ہے تب تو نفاق اپنے ظاہری معنی پر محمول ہے اور اگر باعتبار حال کے ہے تو نفاق سے مراد بعض آثار نفاق ہیں۔ بوجہ نفاق کا ایک درجہ ہے۔

حدیث دوصد و شصتم عن ابن عباس رض قال کنت مردفا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا غلام احفظ اللہ یحفظک احفظ اللہ تجدہ تجاھک فی ھذا الحدیث فان استطعت ان تعمل للہ تعالی بالرضاء فی الیقین فافعل فان لم تستطع فان فی الصبر علی ما تکرہ خیرا کثیرا اخرجہ رزین بھذا اللفظ۔

ترجمہ حضرت ابن عباس رض سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک مرکب پر سوار تھا آپ نے فرمایا کہ اے لڑکے اللہ تعالیٰ کا خیال رکھا کرو اسکو اپنے سامنے پاؤ گے اور اسی حدیث میں ہے کہ اگر تم سے ہو سکے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے رضا کے ساتھ جو یقین سے مقرون ہو عمل کرو تو ایسا ضرور کرو اور اگر یہ نہ کر سکو تو پھر ناگوار امور پر صبر کرنے میں بھی خیر کثیر ہے۔ روایت کیا اسکو رزین نے ان الفاظ سے (تیسیر ص ۴۸۵) **ف عادۃ مراقبہ** احفظ اللہ کا جو مطلب ہے وہی حاصل ہے مراقبہ کا جو اہل طریق کے عبادات لازمہ سے ہے رہ گئی خاص ہیئت محض اسکے راسخ ہونے کے لئے ہے مقصود بالذات نہیں اسلئے اس ہیئت کے منصوص ہونے کی ضرورت نہیں **ف حال قرب و معیت** مراقبہ پر جو ثمرہ مرتب ہوتا ہے وہ قرب و معیت ہے تجدہ تجاھک جو احفظ پر مرتب ہے عبارت اسی سے ہے **ف مسئلہ تفضیل عارف بر عابد** رضا و یقین کو جو اعمال اہل باطن سے ہیں صبر علی ما تکرہ پر کہ اعمال عابدین سے ہے ترجیح دینا دلیل صریح ہے تفضیل اہل باطن کی صاحب اعمال ظاہرہ پر۔

حدیث دوصد و شصت و یکم عن زید الخیر قال قلت یا رسول اللہ تخبرنی ما علامۃ اللہ فیمن یرید بھا علامۃ فی من یریدہ فقال کیف اصبحت یا زید قلت احب الخیر و اھلہ وان قدرت علیہ بادرت الیہ وان فاتنی حزنت علیہ وحنت الیہ فقال صلی اللہ علیہ وسلم فتلک علامۃ اللہ تعالی فیمن یریدہ ولو اراد غیر ھا لھیاک لھا اخرجہ الترمذی ترجمہ حضرت زید خیر سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ مجھکو بتلائیے کہ مقبول الٰہی اور غیر مقبول الٰہی کی کیا علامت ہے آپ نے فرمایا کہ یہ بتلاؤ کہ تم نے صبح کس حالت میں کی ہے میں نے عرض کیا کہ خیر اور اہل خیر سے محبت رکھتا ہوں اور اگر اس پر قدرت

پاتا ہوں تو اُسکے کرنے کو دوڑتا ہوں اور اگر وہ خیر میرے ہاتھ سے رہجاتی ہے تو میں اُس پر مغموم ہوتا ہوں اور اُس کا مشتاق رہتا ہوں آپنے فرمایا کہ بس یہی علامت ہے مقبول کی اور اگر اُسکے خلاف کے لئے تمھاری نسبت ارادہ ہوتا تو تمکو اُسی کے لئے تیار کر دیتے (یعنی ویسا ہی سامان ہوجاتا) روایت کیا اسکو ترمذی نے (تیسیر ص ۴۸۵) ف علامت مقبولیت حدیث میں منصوص ہے۔

علامت مقبولیت

حدیث دو صد و شصت و دوم عن ابن عباسؓ قال قیل یا رسول اللہ ان احدنا یجد فی نفسہ ویعرض بشیٔ لان یکون حممۃ احب الیہ من ان یتکلم بہ فقال اللہ اکبر الحمد للہ الذی رد کیدہ الی الوسوسۃ اخرجہ ابوداود (ترجمہ) حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ (حضور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں) عرض کیا گیا کہ یارسول اللہ بعضا بعضا ہم میں اپنے دل میں ایسے خیالات پاتا ہی اور ایسی چیزیں پیش آتی ہیں کہ جلکر کوئلہ ہوجانا زیادہ محبوب معلوم ہوتا ہے اس سے کہ اُسکو زبان پر لاوے آپنے خوش ہوکر) فرمایا اللہ اکبر اللہ کا شکر ہے جس نے شیطان کے فریب اور کوشش کو وسوسہ ہی تک رکھا (آگے نہیں پڑہنچنے دیا) روایت کیا اسکو ابوداؤد نے (تیسیر ص ۴۸۸) ف علاج دفع وسوسہ اس حدیث میں جو علاج وسوسہ کا مذکور ہے محققین اسی کے موافق تعلیم دیتے ہیں حاصل اُسکا یہ ہے کہ وسوسہ پر مخرون نہ ہو بلکہ خوش ہو کہ جو بلائیں وسوسے سے اعظم ہیں اُن سے حق تعالےٰ نے بچالیا اور اس خوش ہونے سے ایک نفع یہ بھی ہے کہ شیطان مومن کی خوشی سے ناخوش ہوتا ہے۔ پس جب وہ دیکھے گا کہ یہ وساوس سے خوش ہوتا ہے وہ وسوسہ ڈالنا چھوڑ دے گا۔ اور ان بڑی بلاؤں سے بچنے میں بعض اوقات خود اس وسوسہ کو بھی دخل ہوتا ہے۔ کیونکہ جب نفس اُسطرف اضطرارًا متوجہ ہوا تو بعض اوقات دوسرے معاصی عظیمہ ظاہرہ یا باطنہ میں مشغول ہونے کی مہلت نہیں پاتا اور بیکار رہتا ہے اسی واسطے فرمایا گیا ہے ع این بلا دفع بلاہای بزرگ + اور اضطرارًا اسلئے کہا کہ اختیارًا اُس کی طرف توجہ نہ چاہیئے کہ اس سے اذیت ہوتی ہے گو معصیت نہیں ہوتی شیخین کی ایک حدیث میں اسکا صریح امر آیا ہے۔ لیلتہ اور اس حدیث میں بھی اُس پر مسرور ہونے میں اشارہ اس طرف ہے چنانچہ ظاہر ہے کہ جب سرور میں مشغول ہوگیا تو توجہ الی الوسوسہ قصدًا مرتفع ہوگئی۔

علاج دفع وسوسہ

حدیث دو صد و شصت و سوم عن واثلۃ بن الاسقع قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان من اعظم الفری ان یدعی الرجل الی غیر ابیہ او یری عینیہ مالم تری او یقول علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شیئًا لم یقل اخرجہ البخاری (ترجمہ) واثلہ بن اسقع سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بہت بڑی افترا کی چیزیں یہ ہیں کہ کوئی شخص اپنے باپکے سوا دوسرے کی طرف اپنے کو منسوب کرے (یعنی اولاد میں کسی کے ہو اور قبیلہ سے دوسرے کی اولاد میں جیسے بعض کی عادت ہوتی ہے کہ ہوے شیخ تبلا دیا سید و مخدوم کہدیا) یا اپنی آنکھ کی طرف ایسی چیز کے دیکھنے کی نسبت کرے جو اُسنے نہیں دیکھی (اس میں جھوٹا خواب اور جھوٹا دعوی کشف کا سب آگیا) یا میں اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایسے قول کو منسوب

کرے جو آپ نے نہیں فرمایا روایت کیا اسکو بخاری نے۔ (تیسیر ص ۴۸۸) ف اصلاح دعوی باطل کشف حدیث کی تقریر سے اسکا گناہ ہونا ظاہر ہے بہت سے مدعی اسمیں مبتلا ہیں ف اصلاح بے احتیاطی در نقل حدیث اگر حسن ظن کے غلبہ سے شبہ ہی نہو کہ راوی حدیث غلط نقل کر رہا ہے تب تو معذوری ہے بعضے بزرگوں کو یہی بات پیش آئی ہے جو انکے ملفوظات و مکتوبات میں بعض بے اصل حدیثیں داخل ہوگئیں اور اگر باوجود علمار کے تنبہ کرنے کے ہر ایران کی نقل پر اصرار ہے جیسا اکثر اہل جہل کا شیوہ ہے تو کوئی وجہ معذوری کی نہیں۔

حدیث دوصد و شصت و چہارم عن عیسیٰ بن واقد قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کانت سنۃ ثمانین ومائۃ فقد احلت العزبۃ والترھب فی رؤس الجبال اخرجہ رزین ترجمہ حضرت عیسیٰ بن واقد سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب سنہ ایکسواسی آوے اُس وقت میں اپنی امت کو ترک نکاح یا جلاوطنی اور ترک تعلقات کرکے پہاڑوں کی چوٹیوں پر جا بسنے کی اجازت دیتا ہوں روایت کیا اسکو رزین نے (تیسیر ص ۴۹۴) ف عادۃ بعض ترک نکاح و گوشہ نشینی بعض بزرگوں نے اسکو بمصلحت فتن داخلہ وخارجہ سے بچنے کے اسکو اختیار کیا ہے۔ حدیث میں ایسی حالت میں اسکا ماذون فیہ ہونا مصرح ہے۔ اور سنہ کی قید اشارہ اسی مصلحت کی طرف ہے کیونکہ یہ زمانہ تھا کثرت فتن کا۔

حدیث دوصد و شصت و پنجم عن انس قال قال رجل لرسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اعقلہا واتوکل او اطلقہا واتوکل قال اعقلہا وتوکل اخرجہ الترمذی ترجمہ حضرت انس رضہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں عرض کیا کہ میں اپنی اونٹنی کو باندھکر توکل کروں یا اُسکو کھلا رکھوں اور توکل کروں آپنے فرمایا کہ باندھکر توکل کر روایت کیا اسکو ترمذی نے (تیسیر ص ۴۹۵) ف مسئلہ عدم منافات در اسباب و توکل مطلق توکل کے لئے ترک تدبیر ضروری نہیں حدیث اس میں صریح ہے بلکہ بعض تدبیر کا تو سب کو ترک ناجائز ہے اور بعض کا ضعیف کے لئے ناجائز ہے۔ حدیث کی دونوں طرح توجیہ ہوسکتی ہے تفصیل اسکی کلید مثنوی میں ہے۔

حدیث دوصد و شصت و ششم عن ابن ابی کثیر قال قال ابو سہم مرت بی امراۃ فاخذت کشحہا ثم اطلقتہا فاصبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یبایع الناس فاتیتہ فقال الست بصاحب الجذبۃ بالامس قلت بلی وانی لا اعود یا رسول اللہ فما یعنی اخرجہ بیہقی ترجمہ ابن ابی کثیر سے روایت ہے کہ ابوسہم نے کہا کہ میرے سامنے سے ایک عورت گذری میں نے (غلبہ شہوت سے) اُسکی کمر پکڑلی پھر اُسکو (خوف خدا سے) چھوڑ دیا اتفاق سے (اگلے دن) صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی سبب سے لوگوں کو بیعت فرمانے لگے میں بھی (اسی غرض کے لئے) حاضر ہوا آپنے فرمایا تم وہی نہیں جسنے کل کے روز اُسکو کھینچا تھا میں نے عرض کیا کہ بیشک

اور میں اب ایسا نہ کرونگا۔ یا رسول اللہ پس آپ نے مجکو بیعت فرمالیا۔ روایت کیا اسکو رزین نے (تیسیر ص ۴۶۴)

تنبیہ بعض زلات غائب از نظر

ف عادۃ بعض تنبیہ مرید پر بعض زلات غائب از نظر بعضے بزرگوں کی عادت ہے کہ کشف سے یا خبر صادق سے کوئی بات بیجا مرید کی معلوم ہوتی ہے تو مصلحت زجر کے لئے اسکو تنبہ فرمادیتے ہیں اور اگر مجمع میں تنبہ کرتے ہیں تو مبہم طور پر کہ دوسروں کے روبرو رسوائی نہو حدیث اس سب مجموعہ پر دال ہے البتہ کشف دوسرے پر حجت نہیں اسپر بنا کسی سزا کی یا سوءظن جائز نہیں۔ اور بعض اوقات باوجود علم کے متنبہ نہیں کرتے اس میں بھی مصلحت ہوتی ہے مثلاً اس سے اندیشہ ہوتا ہو زیادت جرأت کا ونحو ذلک

عادۃ بعض زلات غائب از نظر

ف یہاں سے مشکوٰۃ کی حدیثیں اور اسکی شرح کے حصے ہیں ۱۲

حدیث دوصد وشصت وہفتم عن عمر بن الخطاب فی حدیث سوال جبریل علیہ السلام عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال جبریل فاخبرنی عن الاحسان قال ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک الحدیث رواہ مسلم ترجمہ حضرت عمر رضؓ سے اس حدیث میں جسمیں جبریل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سوالات کئے ہیں یہ بھی ہے۔ کہ جبریل علیہ السلام نے پوچھا کہ یہ بتلایئے کہ احسان کیا چیز ہے (اسکے معنی لغوی ہیں حسن کردن یعنی عبادت کا اچھی طرح بجالانا یعنی اس طرح کہ وہ ریا غفلت سے منزہ ہو حاصل اسکا اخلاص اور حضور ہے) آپ نے فرمایا کہ وہ یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کرو کہ گویا اسکو دیکھ رہے ہو یعنی اگر خدا تعالیٰ نظر آتے تو جسطرح کی عبادت اس وقت کرتے ایسی کرو اور بالفعل ایسے وقت میں عبادت اخلاص وحضور کے ساتھ ضرور ہوگی پس اسی طرح کی عبادت کرنا چاہیئے اور گو تم اسکو دیکھتے نہیں ہو مگر ایسی طرح کی عبادت کا داعی پھر بھی موجود ہے) اسلئے کہ اگر تم اسکو نہیں دیکھتے تو وہ تو تمکو دیکھتا ہے۔ اور یہ بھی داعی کافی ہے۔ روایت کیا اسکو مسلم نے مشکوٰۃ ص ۲۔

متفرقات اصل طریق تصوف

ف متفرقات اصل طریق تصوف یہ سوال بعد دریافت حقیقت ایمان واسلام کے تھا اس سے صاف معلوم ہوا کہ عقائد واعمال ظاہرہ سے زائد کوئی اور امر بھی قابل تحصیل ہے جس کو احسان کہا گیا ہے۔ اور جو حقیقت اسکی بیان فرمائی گئی ہے یہی خلاصہ ہے اس طریق کا پس حدیث ثبوت ہے اس طریق کے صحت کی۔

حدیث دوصد وشصت وہشتم عن عبادۃ بن الصامۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحولہ عصابۃ من اصحابہ بایعونی علی ان لا تشرکوا باللہ شیئا الحدیث متفق علیہ ترجمہ حضرت عبادۃ بن صامت رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرداگرد آپکے اصحاب کی ایک جماعت تھی اسوقت آپ نے فرمایا کہ تم لوگ مجھ سے اس بات پر بیعت کرلو کہ تم شرک نہ کروگے اور چوری نہ کروگے آخر حدیث تک روایت کیا اسکو بخاری ومسلم نے مشکوٰۃ ص

بیعت طریقت متفرقات

ف متفرقات بیعت طریقت حدیث میں تصریح ہے کہ جن لوگوں کو آپنے بیعت کا امر فرمایا وہ صحابہ تھے۔ اس سے ثابت ہوا کہ علاوہ بیعت اسلام وجہاد کے ترک معاصی والتزام طاعات کے لئے بھی بیعت ہوتی تھی یہی بیعت طریقت ہے۔ جو صوفیہ میں معمول ہے۔ پس اس کا انکار ناواقفی ہے۔

حدیث دوصد و ششصت و نهم عن فضالة الکاملی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المجاهد من جاهد نفسه فی طاعة اللہ الحدیث رواہ البیہقی فی شعب الایمان ترجمہ فضالہ کامل سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجاہد وہ ہے جو اللہ کی طاعت میں اپنے نفس سے جہاد کرے روایت کیا اسکو بیہقی نے شعب الایمان میں مشکوۃ ص ۔ **ف قول تسمیہ جہاد نفس بجہاد اکبر** مجاہدۂ نفس کو بزرگوں کے ملفوظات میں جہاد اکبر کہا گیا ہے۔ اس حدیث سے اسکا اثبات ہوتا ہے۔ کیونکہ اس قسم کی ترکیب المجاہد الخ جس میں ہے ظاہراً حصر جنس مستفاد ہوتا ہے حصر کمال کے لیے مستعمل ہے کما لا یخفی علی اہل العلم پس مغنی یہ ہوئے کہ مجاہد کامل مجاہد نفس ہے۔ تو ظاہر ہوا کہ جہاد کامل جہاد نفس ہے۔ اور کامل اور اکبر کے ایک ہی معنی ہیں۔

حدیث دوصد و ہفتادم عن عثمان رض قال بینما رجال من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین توفی حزنوا علیہ حتی کاد بعضہم یوسوس قال عثمان وکنت منہم فبینما انا جالس مر علی عمر وسلم فلم اشعر به فاشتکی عمر علی ابی بکر رضی اللہ تعالے عنہما ثم اقبلا حتی سلما علی جمیعا وقال ابوبکر ما حملک ان لا تزور علی اخیک عمر سلامه قلت یا ما فعلت فقال عمر بلی واللہ لقد فعلت قال قلت واللہ ما شعرت انک مررت ولا سلمت قال ابوبکر صدق عثمان قد شغلک عن ذلک امر فقلت اجل قال ما هو قلت توفی اللہ تعالے نبیه صلے اللہ علیه وسلم قبل ان نسأله عن نجاة هذا الامر الحدیث رواہ احمد۔

ترجمہ حضرت عثمان رض سے روایت ہے کہ بہت سے لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے آپ کی وفات کے زمانہ میں بہت ہی مغموم ہوئے یہاں تک کہ بعضوں کو کچھ وسوسے ہونے لگے حضرت عثمان فرماتے ہیں کہ میں بھی اُن ہی میں تھا پس میں ایک بار بیٹھا ہوا تھا اس اثنار میں حضرت عمر کا میرے پاس کو گذر ہوا اور سلام کیا مگر مجکو (اصلا) خبر نہ ہوئی حضرت عمر نے حضرت ابوبکر سے اسکی شکایت کی پھر دونوں حضرات تشریف لائے یہانتک کہ دونوں نے سلام کیا اور حضرت ابوبکر نے (مجھ سے) فرمایا کہ کیا باعث ہے کہ تم نے اپنے بھائی عمر کے سلام کا جواب نہیں دیا میں نے کہا کہ نہیں میں نے تو ایسا نہیں کیا حضرت عمر نے کہا کیوں نہیں واللہ آپ نے ایسا کیا حضرت عثمان کہتے ہیں کہ میں نے کہا واللہ مجکو نہ آپکے گذرنے کی خبر ہوئی اور نہ سلام کی خبر ہوئی حضرت ابوبکر نے فرمایا کہ حضرت عثمان سچ کہتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو کوئی بڑے امر نے اس سے غافل کیا میں نے کہا کہ ہاں یہی بات ہے فرمانے لگے کہ وہ کیا بات ہے میں نے کہا کہ وہ بات یہ ہے کہ اللہ تعالے نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا سے اُٹھالیا اور ہم یہ بھی پوچھنے نہ پائے کہ اس دین (اسلام) میں اصل مدار نجات کیا چیز ہے (یعنی شرائع تو بہت سے ہیں مگر اصل الاصول کیا ہے۔ اسی حدیث میں یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رض نے ان کی تسلی کر دی کہ میں پوچھ لیا وہ توحید و رسالت کا اعتقاد ہے۔) روایت کیا اسکو احمد نے مشکوۃ ص

ف مسئلہ عدم منافات وسوسہ بکمال را حضرت عثمان رض کے کامل ہونے میں کس کو شبہ ہو سکتا ہے۔ پھر بھی اُن کو وسوسہ ہوا اس سے صاف معلوم ہوا کہ وسوسہ منافی کمال نہیں نہ مضر باطن ہے

ف حال عیبت دین کی بات کا خیال ایک وارد ہے۔ اور اسکی قوت نے حضرت عثمان کو بے خبر کر دیا یہی عیبت ہے پس حدیث سے اس کا بھی اثبات ہوتا ہے۔

عیبت حال

حدیث دو صد و ہفتاد و یکم عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاتی الشیطان احدکم فیقول من خلق کذا من خلق کذا حتی یقول من خلق ربک فاذا بلغہ فلیستعذ باللہ ولینتہ متفق علیہ

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان بعض کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے کہ فلانی چیز کو کس نے پیدا کیا فلانی چیز کو کس نے پیدا کیا یہانتک کہ کہتا ہے کہ (یعنی نعوذ باللہ) تیرے رب کو کس نے پیدا کیا سو جب اسکی نوبت پہونچے تو اللہ کی پناہ مانگے (اعوذ باللہ پڑھے) اور سوچنے سے باز رہے روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے مشکوۃ ص ۱۰ ف علاج دفع وسوسہ حدیث دو صد و شصت و دوم میں اسکی تقریر گذر چکی اور اس حدیث میں ایک علاج زیادہ ہے کہ اعوذ باللہ کا بھی حکم ہے خود اس کلمہ میں بھی برکت ہے اور اس میں ایک راز بھی ہے وہ یہ کہ جب حق تعالی کی طرف استعاذہ کے ساتھ متوجہ ہوگا تو یہ توجہ دافع ہو جاوے گی توجہ الی الوسوسہ کی کیونکہ نفس ایک آن میں دو طرف متوجہ نہیں ہوتا پس اس علاج کا حاصل یہ ہوا کہ ذکر اللہ میں مشغول ہو جاوے قصداً اور استقلاً۔ دفع وسوسہ کی ضرورت نہ ہوگی

دفع وسوسہ علاج

حدیث دو صد و ہفتاد و دوم عن القاسم بن محمد ان رجلا سالہ فقال انی اھم فی صلاتی فیکثر ذلک علی فقال لہ امض فی صلوتک فانہ لن یذھب ذلک عنک حتی تنصرف وانت تقول ما اتممت صلوتی فرمالک

ترجمہ قاسم بن محمد سے ایک شخص نے پوچھا کہ مجھکو نماز میں وہم اور شبہ بہت ہو جاتا ہے انہوں نے فرمایا کہ (کچھ پرواہ نہ کیجئے) اپنی نماز (اسی حالت سے) ختم کر لیا کرو کیونکہ یہ (کوشش کرنے سے) ہرگز دفع نہ ہوگا یہانتک کہ نماز سے فارغ بھی ہو جاؤ گے اور یوں ہی کہتے رہو گے کہ میں نے نماز پوری نہیں پڑھی (ضرور کچھ رہ گیا ہے اسلئے پھر پڑھو گے مگر پھر بھی فارغ ہو کر یہی وسوسہ رہیگا۔ تو کہانتک اعادہ کرو گے اسلئے بہتر یہی ہے کہ کچھ پرواہ نہ کرو۔) روایت کیا اسکو مالک نے مشکوۃ ص ۱۰ ف علاج دفع وسوسہ اس روایت میں یہ اور علاج ہے کہ اسکی پرواہ نہ کی جاوے اور اسپر عمل اور اسکی طرف التفات نہ کرے یہ علاج تجربہ سے اکسیر اعظم ثابت ہوا ہے اور حاشیہ میں لمعات و مرقات سے فانہ لن یذہب الخ کی اور طرح تقریر کی ہے یعنی یہ وسوسہ اسوقت تک دفع نہ ہوگا جب تک کہ تم ایسا نہ کرو گے کہ نماز ختم کر لو اور (شیطان سے) یوں کہدو کہ مانا کہ ہم نے نماز پوری نہیں پڑھی نہ سہی اللہ تعالے بڑا کریم ہے وہ اسی کو قبول کر لیگا یا معاف کر دیگا ہم آپ کی خیر خواہی سے باز آئے ہم جائیں ہمارا خدا جانے۔

دفع وسوسہ علاج

حدیث دو صد و ہفتاد و سوم عن عثمان رض قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من توضا ونحو وضوئی ھذا ثم یصلی رکعتین لا یحدث نفسہ فیھما بشیء غفر لہ ما تقدم من ذنبہ متفق علیہ لفظ للبخاری رحمہ

ترجمہ حضرت عثمان رضؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (وضو کر کے) ارشاد فرمایا کہ جو شخص میرا

ساوضوکرے پھر دو رکعت اس طرح پڑھے کہ اُن میں اپنے دل سے کسی قسم کی باتیں نہ کرے تو اُسکے سب ذنوب سالفہ (جو صغائر میں سے ہوں) معاف ہوجاتے ہیں روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے اور الفاظ بخاری کے ہیں۔ مشکوۃ ص ۳۱

ف مسئلہ عدم اضرار خیالات بلا قصد در صلوۃ اکثر لوگ یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ نماز میں مطلقاً خیال کا آنا مضر حضور قلب ہے اور اسی وجہ سے حضور قلب کو خشوع از قدرت قسار دیکر اس کا اہتمام متروک محض ہوگیا ہے حدیث میں لفظ یحدث وارد ہے جو کہ فعل اختیاری ہے جس سے معلوم ہوا کہ جو خیال بقصد لایا جاوے وہ مضر حضور ہے سو اسکا ترک داخل قدرت ہے اور جو بلا قصد و اختیار آجاوے وہ مضر نہیں۔ پس حضور قلب کا اہتمام ضرور ہوا اور وہ ممکن التحصیل بھی رہا۔

حدیث دو صد و ہفتاد و چہارم عن عقبۃ بن عامر قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ما من مسلم یتوضأ فیحسن وضوءہ ثم یقوم فیصلی رکعتین مقبل علیہما بقلبہ ووجھہ الا وجبت لہ الجنۃ رواہ مسلم ترجمہ حضرت عقبہ بن عامر رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی مسلمان ایسا نہیں جو وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے پھر کھڑے ہوکر دو رکعت اس طرح پڑھے کہ اپنے دل اور چہرہ سے اُسکی طرف متوجہ رہے۔ مگر اُسکے لئے جنت واجب ہوجاوے گی روایت کیا اسکو مسلم نے مشکوۃ ص ۳۱

ف تعلیم طریق حضور در صلوۃ مقبلا علیہما بقلبہ میں غور کرنے سے یہ طریق معلوم ہوتا ہے شرح اُسکی یہ ہے کہ علیہما کی ضمیر ہے رکعتیں کی طرف اور رکعت مرکب ہے اقوال و افعال عدیدہ سے تو اقبال علی الرکعۃ اقبال علی ہذہ الاجزاء رہے پس حاصل طریق کا یہ ہوا کہ جو قول و فعل نماز میں صادر ہو وہ توجہ اور قصد سے ہونا چاہیئے محض مشق اور یاد سے نہو مثلاً زبان سے سبحانک اللھم کہا تو اس کی طرف مستقل توجہ ہو کہ میں زبان سے یہ کہہ رہا ہوں پھر وبحمدک کہا تو اسی طرح اسکی طرف بھی مستقل توجہ اور قصد ہو اسی طرح آخر نماز تک پس اسطرح کرنے سے برابر ساعات نماز میں توجہ الی الطاعۃ رہی اور ایک طرف جب توجہ ہوتی ہے تو دوسری طرف نہیں ہوتی پس لامحالہ اس سے غیر صلوۃ کی طرف متوجہ نہ ہوگی پس حضور کامل میسر ہوگا اور وجہ میں اشارہ اسطرف ہے کہ جوارح کے مشغول کردینے کو بھی اشتغال قلب میں دخل ہوتا ہے پس تکمیل حضور کے لئے کف جوارح بھی ضرور ہے۔ ورنہ چہرہ پھیرنے سے بواسطہ نگاہ کے خیالات منتشر ہونگے

حدیث دو صد و ہفتاد و پنجم عن انس ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال یا انس اجعل بصرک حیث تسجد رواہ البیہقی ترجمہ حضرت انس رضہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے انس اپنی نگاہ کو سجدہ کی جگہ رکھو روایت کیا اسکو بیہقی نے مشکوۃ ص ۸۳ **ف شغل حبس بصر تجربہ سے** ثابت ہوا ہے۔ کہ اس عمل سے یکسوئی حاصل ہوجاتی ہے۔ اور اشغال سے یہی مقصود ہے پس حدیث اصل ہے اشغال کی۔

حدیث دو صد و ہفتاد و ششم عن مطرف بن عبد اللہ بن الشخیر عن ابیہ قال اتیت النبی صلی اللہ

علیہ وسلم وھو یصلی ولجوفہ ازیز کازیز المرجل یعنی یبکی وفی روایۃ قال رایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی وفی صدرہ ازیز کازیز الرحی من البکاء رواہ احمد وروی النسائی الروایۃ الاولی وابوداؤد الثانیۃ۔

ترجمہ مطرف بن عبداللہ بن الشخیر اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ نماز پڑھ رہے تھے۔ اور آپ کے سینہ میں ایک ایسی آواز تھی جیسی (رکنے کے وقت) ہانڈی کی آواز ہوتی ہے۔ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ جیسی چکی کی آواز ہوتی ہے۔ اور یہ آواز رونے کے سبب تھی آپ رو رہے تھے روایت کیا اسکو احمد نے اور پہلی روایت کو نسائی نے اور دوسری روایت کو ابوداؤد نے نقل کیا ہے۔ مشکوۃ ص۴۸۳ ف حال۔ وجد کسی حالت غریبہ محمودہ کا غلبہ وجد کہلاتا ہے یہ حالت آپ کی اپنی قبیل کی تھی اور کاملین کا وجد اکثر ایسا ہی لطیف ہوتا ہے۔ صعقہ یا تمزیق ثیاب وغیرہ نہیں ہوتا اور جسکو وہ بھی بے اختیار ہو معذور ہے۔

حدیث دوصد وہفتاد وہشتم عن ام الدرداء قالت سمعت ابا الدرداء یقول سمعت ابا القاسم صلے اللہ علیہ وسلم یقول ان اللہ تبارک وتعالی قال یا عیسی انی باعث من بعدک امۃ الحدیث وفیہ قال اللہ تعالی اعطیھم من حلمی وعلمی رواہ البیہقی ترجمہ ام الدرداء رضہ سے روایت ہے کہ میں نے ابوالدرداء سے سنا کہ فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ اللہ تعالی نے (عیسی علیہ السلام سے) فرمایا اے عیسی میں تمہارے بعد ایک امت پیدا کرنے والا ہوں (مراد اس سے امت محمدیہ ہے) اور اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ میں ان لوگوں کو (یعنی امت محمدیہ کو) اپنے حلم اور اپنے علم سے عطا کرونگا روایت کیا اسکو بیہقی نے مشکوۃ ص۴۶ ف متفرقات عنوان خاص مسئلہ مظہریت اکثر اہل توحید کی تقریر میں مظہریت خلق للحق کے بیان میں یہ عنوان پایا جاتا ہے کہ حق تعالی کی خاص خاص صفات مناسبہ نے جو متشارک بین الواجب والممکن ہیں خاص خاص خلق میں ظہور فرمایا ہے مثلاً صفت محیی نے پانی میں اور صفت قابض نے نار میں اور اکثر صفات نے انسان میں غرض اس مظہریت میں صرف صفات مناسبہ کی تخصیص کی گئی ہے جسپر بعض متشددین کو شبہ ہوجاتا ہے کہ یہ حضرات نعوذ باللہ عین صفات کے انتقال یا دونوں ممکن دواجب کے تماثل کے قائل ہیں اس حدیث کے اس جزو میں اعطیھم الخ اس خاص عنوان کی ظاہر تائید ہے پس جو توجیہ اس حدیث کی ہے وہی توجیہ ان حضرات کے بیان کی ہے اور کبھی بلا تخصیص صفات مناسبہ متشارکہ کے مطلق خلق کو مطلق صفات کا مظہر کہتے ہیں اس میں نہ یہ شبہ ہے نہ اس توجیہ کی ضرورت۔

حدیث دوصد وہفتاد وہشتم عن عائشۃ رض قالت کنت ادخل بیتی الذی قبرھما فضعت ثوبی فقلت انما ھو زوجی وابی فلما دفن عمر معھم فواللہ ما دخلت الا وانا مشدودۃ علی ثیابی حیاء من عمر رواہ احمد ترجمہ حضرت عائشہ رضہ سے روایت ہے کہ میں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر کے مدفون ہونے تک تو) اپنے (اس) حجرہ میں (جس میں یہ حضرات مدفون ہیں بے تکلف)

حال

عنوان خاص مسئلہ مظہریت متفرقات

چلی جایا کرتی تھی۔ جب حضرت عمرؓ دفن کئے گئے پھر میں وہاں بدون اسکے کہ میرے کپڑے مجھ پر خوب لپٹے ہوئے ہوں حضرت عمر سے شرم آنے کی وجہ سے کبھی نہیں گئی۔ روایت کیا اسکو احمد نے مشکوٰۃ ص ۱۴۶

متفرقات ادب موتی کا لا حیا

ف متفرقات **ادب موتی کا لا حیا** بزرگوں نے لکھا ہے کہ ہر مردہ کی قبر پر حاضر ہو کر اُسکا اتنا ادب کرے جتنا حالت حیات میں کرتا تھا بشرط عدم تجاوز عن الشرع مثلاً قبر سے اتنے فاصلہ پر بیٹھے جتنے فاصلہ سے حیات میں اُسکے پاس بیٹھتا تھا ونحو ذلک اس حدیث سے اسکا اثبات ہوتا ہے۔ دیکھو حضرت عائشہ رضؓ اگر حضرت عمر کے پاس اُن کی حالت حیات میں کسی ضرورت سے تشریف لیجاتیں تو خوب پردے میں لپٹ کر جاتیں اُسی طرز کی رعایت اُن کی قبر پر جانے کے وقت بھی کی یہ وجہ تھی اسطرح جانے کی اور یہ معنی ہیں حیا من عمر کے باقی اس سے موتی کے ایک خاص درجہ کے ادراک و اطلاع پر استدلال کرنا اسکو بالکل قلب قبول نہیں کرتا۔

حدیث دو صد و ہفتاد و نہم عن ابن عباس قال ضرب بعض اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم خباءہ علی قبر وھو لا یحسب انہ قبر فاذا فیہ انسان یقرأ تبارک الذی بیدہ الملک حتی ختمھا فاتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاخبرہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ھی المانعۃ ھی المنجیۃ تنجیہ من عذاب اللہ رواہ الترمذی۔ ترجمہ حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ کسی صحابی نے اپنا خیمہ ایک قبر پر لگا لیا اور اُن کو معلوم نہ تھا کہ یہ قبر ہے سو اُسمیں ایک آدمی معلوم ہوا جو تبارک الذی بیدہ الملک پڑھ رہا ہے۔ یہانتک کہ اُسکو ختم کیا وہ صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور اس واقعہ کی آپ کو خبر دی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ سورت حفاظت کرنے والی ہے یہ سورۃ نجات دینے والی ہے یعنی مردہ کو عذاب الٰہی سے (جو کہ قبر میں ہوتا ہے) نجات دیتی ہے۔ روایت کیا اسکو ترمذی نے مشکوٰۃ ص ۱۸۰

حال کشف القبور

ف حال **کشف القبور** کشف القبور کبھی بلا قصد و اکتساب ہوتا ہے جیسے ان صحابی کو ہوا اسی لئے اس کو حال میں داخل کیا گیا اور کبھی کسب و ریاضت سے ہوتا ہے۔ بہر حال حدیث سے کشف القبور کا وقوع معلوم ہوا ف متفرقات **فیض باطنی از اہل قبور** اسمیں کوئی شبہ نہیں کہ قرآن مجید سننا موجب نفع باطنی ہے، اور یہ نفع ان صحابی کو بواسطہ صاحب قبر کے پہونچا اس سے اہل قبور کے فیوض کا اثبات ہوتا ہے

متفرقات فیوض باطنی از اہل قبور

حدیث دو صد و ہشتاد و م عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ھذہ القلوب تصدأ کما یصدأ الحدید اذا اصابہ الماء قیل یا رسول اللہ وما جلاءھا قال کثرۃ ذکر الموت وتلاوۃ القرآن رواہ البیہقی۔ ترجمہ حضرت ابن عمر رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان دلوں کو بھی لوہے کی طرح جبکہ اُسکو پانی پہونچتا ہے۔ زنگ لگ جاتا ہے عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ اور اُسکا جلا کس چیز سے ہوتا ہے۔ فرمایا موت کو بکثرت یاد کرنے سے اور قرآن مجید کی تلاوت سے روایت کیا اُسکو بیہقی نے مشکوٰۃ ص ۱۸۱

متفرقات اثبات نور و ظلمت قلب

ف متفرقات **اثبات نور و ظلمت**

قلب اہل فن کے کلام میں قلوب کے لئے نور وظلمت کا حکم پایا جاتا ہے حدیث سے اسکا صریح اثبات ہوتا ہے۔

حدیث دوصد و ہشتاد و یکم عن طاؤس مرسلا قال سئل النبی صلے اللہ علیہ وسلم ای الناس احسن صوتا للقرآن احسن قراءۃ قال من اذا سمعتہ یقرأ رایت انہ یخشی اللہ قال طاؤس وکان طلق کذا رواہ الدارمی۔

ترجمہ طاؤس سے بحذف نام صحابی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ قرآن مجید میں اور اُس کے پڑھنے میں سب آدمیوں میں زیادہ اچھا اور خوش آواز کون شخص ہے فرمایا وہ شخص ہے کہ جب اُسکو پڑھتا ہوا سُنو تو تمکو ایسا معلوم ہو کہ وہ خدا تعالےٰ سے ڈر رہا ہے طاؤس کہتے ہیں کہ طلق ایسے ہی تھے روایت کیا اسکو دارمی نے۔

مشکوۃ ص ۱۸۳ **ف متفرقات طریق تلاوت** چونکہ خشیت بدون تصور حضور پیش حق نہیں ہوتا اسلئے حدیث میں اشارہ ہے کہ قرآن پڑھنے کے وقت یہ تصور رکھے کہ میں خدا تعالیٰ کے سامنے بیٹھا ہوا پڑھ رہا ہوں اور اللہ تعالیٰ سن رہے ہیں اور یہ تلاوت قرآن کا اچھا طریقہ ہے جسکی بزرگوں نے بھی تعلیم فرمائی ہے۔

حدیث دوصد و ہشتاد و دوم عن ابی بن کعب قال کنت فی المسجد فدخل رجل یصلی فقرا قراءۃ انکرتہا علیہ ثم دخل اخر فقرأ قراءۃ سوی قراءۃ صاحبہ فلما قضینا الصلاۃ دخلنا جمیعا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلت ان ھذا قرأ قراءۃ انکرتہا علیہ ودخل اخر فقرأ سوی قراءۃ صاحبہ فامرھما النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقرأ فحسن شانھما فسقط فی نفسی من التکذیب ولا اذ کنت فی الجاھلیۃ فلما رای رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ما قد غشینی ضرب فی صدری ففضت عرقا وکانما انظر الی اللہ فرقا الحدیث رواہ مسلم ترجمہ حضرت ابی بن کعب رضہ سے روایت ہے کہ میں مسجد میں تھا ایک شخص آکر نماز پڑھنے لگا اور قرآن اس طرح سے پڑھا کہ میں اُسکو غلط سمجھا (کیونکہ کچھ کلمات ان کی یاد کے خلاف پڑھے تھے) پھر ایک اور شخص آیا اُس نے اور ہی طرح قرآن پڑھا جب ہم سب نماز پڑھ چکے تو ہم سب کے سب حضور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پہونچے اور میں نے عرض کیا کہ اُس شخص نے قرآن اس طرح پڑھا تھا کہ میں اُسکو غلط سمجھا اور یہ دوسرا جو آیا تو اسنے اور ہی طرح پڑھا آپ نے اُن دونوں سے فرمائش کی اور اُن دونوں نے پڑھا تو آپ نے دونوں کا پڑھنا ٹھیک بتلایا میرے دل میں تکذیب (کی کیفیت درجہ وسوسہ میں) واقع ہوئی اور وہ بھی حالت جاہلیت کی سی نہیں (بلکہ اُس سے بھی زیادہ) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری یہ حالت دیکھی جو مجھ پر غالب ہو رہی تھی آپ نے میرے سینہ میں ہاتھ مارا میں پسینہ پسینہ ہو گیا اور خوف سے میری یہ حالت ہوئی کہ گویا اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہوں (پھر آپ نے وجہ تحسین ان سب قراتوں کی بتلائی کہ ان سب وجوہ سے پڑھنے کی اجازت ہے) روایت کیا اسکو مسلم نے مشکوۃ ص ۱۸۴ **ف عادۃ تصرف** ہاتھ مارنا جس سے یہ حالت ہو گئی تصرف ہے **ف حال وجد و استغراق** ہاتھ مارنے سے جو حالت ہوئی یہ وجد ہے اور اسکا غلبہ غایت درجہ کا استغراق ہے اور غایت درجہ ہونا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تشبیہ دی ہے نظر الی اللہ سے اور ظاہر ہے کہ اگر نظر الی اللہ کا وقوع اس عالم میں ہوتا تو ہرگز ہوش وحواس بجا نہ رہتے۔

حدیث دو صد و ہشتاد و سوم عن عمر بن الخطاب قال استاذنت النبی صلے اللہ علیہ وسلم فی العمرۃ فاذن لی وقال اشرکنا یا اخی فی دعائک ولا تنسنا فقال کلمۃ ما یسرنی ان لی بہا الدنیا رواہ ابو داؤد۔

ترجمہ حضرت عمر رضہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عمرہ کرنے کی اجازت چاہی آپ نے اجازت دی اور فرمایا اے بھیا ہمکو بھی اپنی دعا میں شریک رکھنا اور ہمکو بھولنا نہیں سو آپنے یہ ایسی بات فرمائی کہ مجھکو اس کے عوض میں ساری دنیا کا ملنا بھی مسرور نہیں کر سکتا روایت کیا اسکو ابو داؤد نے مشکوٰۃ ص ۲۰۸ ف

مسئلہ انتفاع از مادون خود حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ بعضے منافع اہل کمال کو بھی اپنے سے کم رتبہ والے سے پہونچ سکتے ہیں پس کسیکو حق نہیں کہ اپنے کو مستغنی محض سمجھے۔

حدیث دو صد و ہشتاد و چہارم عن عبد اللہ بن عمر عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم انہ کان یقول لکل شئ صقالۃ وصقالۃ القلوب ذکر اللہ رواہ البیہقی ترجمہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضہ سے منقول ہے۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ آپ فرماتے تھے کہ ہر شے کا ایک صیقل ہے اور قلوب کا صیقل ذکر اللہ ہے روایت کیا اسکو بیہقی نے مشکوٰۃ ص ۱۹۱ ف

متفرقات اثبات صفا قلب

اثبات صفا قلب بزرگوں کے کلام میں بکثرت تصفیہ قلب کا عنوان پایا جاتا ہے حدیث بصراحت اسپر دال ہے۔

حدیث دو صد و ہشتاد و پنجم عن ابن مسعود قال تلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فمن یرد اللہ ان یہدیہ یشرح صدرہ للاسلام فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان النور اذا دخل الصدر انفسح فقیل یا رسول اللہ ہل لتلک من علم یعرف بہ قال نعم التجافی عن دار الغرور والانابۃ الی دار الخلود والاستعداد للموت قبل نزولہ رواہ البیہقی

ترجمہ حضرت ابن مسعود رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی فمن یرد اللہ الخ (جسکا ترجمہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس شخص کو ہدایت فرمانا چاہتے ہیں اُسکا سینہ اسلام کے لئے کشادہ کردیتے ہیں) اور فرمایا کہ نور جب قلب میں داخل ہوتا ہے تو وہ کشادہ ہوجاتا ہے عرض کیا گیا یا رسول اللہ کیا اسکی کوئی علامت (اور پہچان) بھی ہے فرمایا ہان اس دھوکہ کے گھر (یعنی دنیا) سے (دل کی) علیحدگی اور دار الخلود کی طرف توجہ اور موت کے آنے سے پہلے اُسکے لئے تیاری۔ روایت کیا اسکو بیہقی نے مشکوٰۃ ص ۴۳۸ ف

علامات نسبت باطنی

علامت نسبت باطنی اس نسبت باطنی کا نام نور اور شرح صدر بھی ہے اور علامت اُسکی حدیث میں منصوص ہے۔ ایسی علامتین تلاش پیر مرشد معین ہوتی ہیں اور مشیخت کی اہلیت کے لئے اس کے ساتھ دوسرے صفات بھی ضروری ہیں مگر یہ صفات بھی موقوف علیہ ہیں پس یہ صفات شرط ہیں علت تامہ نہیں

حدیث دو صد و ہشتاد و ششم عن ابی ہریرۃ وابی خلاد ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال اذا رایتم العبد یعطی زہدا فی الدنیا وقلۃ منطق فاقتربوا منہ فانہ یلقی الحکمۃ رواہ البیہقی فی شعب الایمان۔

ترجمہ حضرت ابی ہریرہ اور ابی خلاد سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کسی شخص کو دیکھو کہ زہد فی الدنیا اور قلت کلام اُسکو عنایت ہوا ہے تو اُس سے نزدیک رہا کرو کیونکہ اُسکو حکمت (حکم

اسرار وہبیہ) کی تعلیم (و تلقین منجانب اللہ) کی جایا کرتی ہے روایت کیا اسکو بیہقی نے شعب الایمان میں مشکوۃ ص ۴۳۸ **ف** مسئلہ **اثبات علم اسرار غیر منقول** اسکو علم لدنی اور علم وہبی بھی کہتے ہیں جسکا عطا ہونا اہل اللہ کو بکثرت و بتواتر منقول ہے۔ اور ان حضرات کی کتب بھی ان علوم کی مدون و محفوظ ہیں جس پر اہل تقشف بے سمجھے بوجھے انکار کرکے ان شعر کے مصداق بنتے ہیں۔ ؎

وکم من عائب قولا صحیحا + وآفتہ من الفہم السقیم

اثبات علم اسرار غیر منقول

حدیث دوصد و ہشتاد و ہفتم عن امیۃ بن خالد بن عبد اللہ بن اسید عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یستفتح بصعالیک المہاجرین وفی لفظ بضعفاء المہاجرین رواہ فی شرح السنۃ ترجمہ امیہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح کی دعا کیا کرتے تھے بتوسل فقراء مہاجرین کے روایت کیا اسکو شیخ السنہ میں مشکوۃ ص ۴۳۹ **ف** عادۃ **توسل** اہل طریق میں مقبولان الٰہی کے توسل سے دعا کرنا بکثرت شائع ہے حدیث سے اسکا اثبات ہوتا ہے اور شجرہ پڑھنا جو اہل سلسلہ کے یہاں معمول ہے اسکی بھی یہی حقیقت اور غرض ہے۔

عادۃ توسل

حدیث دوصد و ہشتاد و ہشتم عن انس ان عمر بن الخطاب کان اذا قحطوا استسقی بالعباس بن عبد المطلب فقال اللہم انا کنا نتوسل الیک بنبینا فتسقینا وانا نتوسل الیک بعم نبینا فاسقنا فیسقوا رواہ البخاری ترجمہ حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضؓ کا معمول تھا کہ جب قحط ہوتا تو حضرت عباس رضؓ کے توسل سے دعای باران کرتے اور کہتے کہ اے اللہ ہم اپنے پیغمبر کے ذریعہ سے آپکے حضور میں توسل کیا کرتے تھے آپ ہمکو بارش عنایت کرتے تھے اور اب اپنے نبی کے چچا کے ذریعہ سے آپکے حضور میں توسل کرتے ہیں سو ہم کو بارش عنایت کیجئے سو بارش ہوجاتی تھی روایت کیا اسکو بخاری نے مشکوۃ ص ۴۳۹ **ف** مثل حدیث بالا اس سے بھی توسل کا جواز ثابت ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ توجواز توسل ظاہر تھا حضرت عمر رضؓ کو اس قول سے یہ بتلانا تھا کہ غیر انبیاء سے بھی توسل جائز ہے تو اس سے بعض کا سمجھنا کہ احیاء و اموات کا حکم متفاوت ہے بلا دلیل ہے اول تو آپ بعض حدیث قبر میں زندہ ہیں دوسرے جو علت جواز کی ہے۔ جب وہ مشترک ہے تو حکم کیوں مشترک نہ ہوگا۔

مثل حدیث بالا

حدیث دوصد و ہشتاد و نہم عن ابی الدرداء عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ابغونی فی ضعفائکم فانما ترزقون وتنصرون بضعفائکم رواہ ابوداؤد ترجمہ حضرت ابو الدرداء رضؓ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپنے فرمایا مجھکو (قیامت کے روز) غرباء میں ڈھونڈنا کیونکہ (غرباء کی ایسی فضیلت ہے کہ) تمکو رزق یا فرمایا کہ دشمنوں پر غلبہ غرباء ہی کے طفیل سے میسر ہوتا ہے۔ روایت کیا اسکو ابوداؤد نے مشکوۃ ص ۴۳۹ **ف** مثل دو حدیث بالا اس سے بھی توسل کا جواز ثابت ہے بلکہ اس میں مطلق اسلام ہی توسل کے لئے کافی معلوم ہوتا ہے کیونکہ غیر مسلم تو یقیناً مراد نہیں ہیں مگر شرط یہ ہے کہ اس شخص میں کوئی حیثیت مقبولیت کی ہو مثل مسکنت مذکورہ فی الحدیث کے۔

مثل دو حدیث بالا

حدیث دوصد و نودوم عن ابی ھریرۃ قال دخل رجل علی اھلہ فلما رای ما بھم من الحاجۃ خرج الی البریۃ فلما رأت امرأتہ قامت الی الرحی فوضعتھا والی التنور فسجرتہ ثم قالت اللھم ان زوجی نظر فاذا الخصفۃ قد امتلأت قال فذھب الی التنور فوجدتہ ممتلئا قال فرجع الی الزوج قال اصبتم بعدی شیئا قالت امرأتہ نعم من ربنا وقام الی الرحی فذکر ذلک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال اما انہ لو لم یرفعھا لم تزل تدور الی یوم القیمۃ رواہ احمد

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ ایک شخص اپنے گھر والوں کے پاس آیا جب انکی خدمت محتاجی (اور تہیدستی) کی دیکھی تو جنگل کی طرف چلا گیا (یا تو فکر معاش میں یا اس خوف سے کہ گھر والے پریشان نہ کریں) جب اُس شخص کی بیوی نے یہ دیکھا تو چکی کی طرف چلی اور اُس کا اوپر کا پتھر نیچے کے پتھر پر رکھدیا اور تنور کی طرف چلی اور اُسکو ایندھن سے جھونک دیا پھر دعا کی کہ اے اللہ ہم کو رزق دے دیکھتی کیا ہے کہ چکی کا حلقہ بھی (آٹے سے) پُر ہے اور تنور بھی (روٹیوں سے) پُر پایا پھر خاوند جو واپس گھر آیا کہنے لگا کہ میرے بعد کچھ تمکو ملا ہے عورت بولی ہاں ہمارے پروردگار کی طرف سے ملا ہے اور مرد چکی کے پاس گیا (اور پتھر اُٹھا دیا) اس کا تذکرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا گیا آپ نے فرمایا کہ اگر وہ شخص اس پتھر کو نہ اُٹھاتا تو وہ چکی قیامت تک چلتی رہتی (اور آٹا نکلتا رہتا) یہ روایت کیا اسکو احمد نے مشکوۃ ص ۴۴۶ **ف** مثل حدیث دوصد و پنجاہ و چہارم اس میں بھی مضمون ہے۔

حدیث دوصد و نودویکم عن ابن مسعود قال کانی انظر الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یحکی نبیا من الانبیاء ضربہ قومہ فادموہ وھو یمسح الدم عن وجھہ ویقول اللھم اغفر لقومی فانھم لا یعلمون متفق علیہ

ترجمہ حضرت ابن مسعود رض سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں کہ ایک نبی کی انبیاء میں سے حکایت فرماتے تھے جنکو اُن کی قوم نے مارا تھا اور خون آلودہ کر دیا تھا اور وہ اپنے چہرہ سے خون پونچھتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ اے اللہ میری قوم کو بخشدے کیونکہ وہ جانتے نہیں روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے مشکوۃ ص ۴۴۶ **ف شغل۔ تصور شیخ** کو تصور شیخ کی خصوصیات زائدہ ہے کہ وہ اُس کی نفس حقیقت سے خارج ہیں اور اسی طرح جو اُس سے غرض ہے اُس سے بھی اس حدیث میں تعرض نہیں مگر اُس کی جو نفس حقیقت ہے کہ غائب کی طرف مثل حاضر کے نظر خیالی کیجاوے وہ اس حدیث سے صراحۃً ثابت ہے البتہ اُسکی بعض خصوصیات پر بوجہ غلبہ جہل اہل زمانہ کے کچھ مفاسد مرتب ہوتے دیکھکر محققین اکثر اس سے منع کرنے لگے ہیں۔

حدیث دوصد و نودودوم عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخرج فی آخر الزمان رجال یختلون الدنیا بالدین یلبسون للناس جلود الضان من اللین السنتھم احلی من السکر وقلوبھم قلوب الذئاب یقول اللہ ابی یغترون ام علی یجترؤن فبی حلفت لابعثن علی اولئک منھم فتنۃ تدع الحلیم فیھم حیران رواہ الترمذی

ترجمہ حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ آخری زمانہ میں کچھ لوگ

ایسے ظاہر ہوں گے جو دُنیا کو مکر و فریب سے دین کے عوض میں حاصل کریں گے لوگوں کو دکھلانے کو نرم بننے کے لئے بھیڑ کی کھال پہنیں گے (یا تو مراد اس سے حقیقی معنی ہیں کہ پوستین پہنیں گے کہ لباس ہے تارکان دُنیا کا اور یا کنایہ ہے اس سے کہ ظاہر میں بڑے نرم خو اور منکسر و متواضع ہوں گے) زبانیں اُن کی شکر سے بھی زیادہ شیریں ہوں گی۔ اور دل اُن کے بھیڑیوں کے سے ہونگے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ کیا یہ لوگ مجھ پر دھوکہ کھائے ہوئے ہیں یا مجھ پر جرأت کرتے ہیں سو مجھکو اپنی ہی قسم ہے کہ میں ان لوگوں پر اُن ہی میں سے ایک ایسا فتنہ برپا کرونگا جو اُن کے عاقلوں کو بھی حیرت میں ڈال دے گا۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے مشکوۃ ص ۴۴۷ **ف** اصلاح **مذمت شیوخ مزورین** جھوٹے اور مکار پیروں کی مذمت اس حدیث میں ظاہر ہے۔

اصلاح مذمت شیوخ مزورین

حدیث دو صد و نود و سوم عن ابی هریرة قال قال النبی صلی الله علیه وسلم ان لکل شیئ شرة ولکل شرة فترة فان صاحبها سدد وقارب فارجوه وان اشیر الیه بالاصابع فلا تعدوه رواه الترمذی۔

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر شے کا ایک جوش ہوتا ہے اور ہر جوش کے بعد ڈھیلا پن ہوتا ہے سو اگر صاحب عمل اپنے عمل میں راستی اور توسط پر چلے تو اُسکے نجات کی امید رکھو اور اگر (اتنا مبالغہ کرے کہ) اُس کی طرف انگلیوں سے اشارہ ہونے لگے تو اُسکو کچھ شمار میں نہ لاؤ روایت کیا اُسکو ترمذی نے مشکوۃ ص ۴۴۷ **ف** تعلیم **توسط فی المجاہدہ** محققین مجاہدوں میں غلو کرنے سے منع کرتے ہیں۔ حدیث میں اس کی صریح تعلیم ہے اس غلو میں طبیعت بھی اُکتا جاتی ہے اور اصل عمل بھی متروک ہو جاتا ہے اور صحت بھی خراب ہو جاتی ہے یہ بھی سبب تعطل کا ہو جاتا ہے حتیٰ کہ بعض اوقات جنون تک کی نوبت پہونچ جاتی ہے۔

تعلیم توسط فی المجاہدہ

حدیث دو صد و نود و چہارم عن ابی هریرة قال لما نزلت وانذر عشیرتك الاقربین دعا النبی صلی الله علیه وسلم قریشا الحدیث وفیه یا فاطمة انقذی نفسك من النار فانی لا املك لکم من الله شیئا رواه مسلم

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی وانذر عشیرتك الاقربین یعنی اپنے قریب والے خاندان کو (عذاب الٰہی سے) ڈراؤ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو پکارا (اور جمع کیا) اور اسی حدیث میں یہ بھی ہے کہ آپ نے (حضرت فاطمہ رضؓ کو) فرمایا اے فاطمہ اپنے کو دوزخ سے بچاؤ کیونکہ میں تمکو اللہ تعالےٰ سے بچانے کا کچھ اختیار نہیں رکھتا روایت کیا اسکو مسلم نے مشکوۃ ص ۴۵۲ **ف** اصلاح **عدم غرور بشرف نسبت** بعضوں کو یہ ناز ہوتا ہے کہ ہم فلان بزرگ کی اولاد میں ہیں یا فلان خاندان میں بیعت ہیں اور اس بنا پر اصلاح عقائد و اعمال سے بالکل بے فکر ہو جاتے ہیں اس دعوی اور اور ناز کی اس حدیث سے جڑ کٹتی ہے۔

اصلاح عدم غرور بشرف نسبت

حدیث دو صد و نود و پنجم عن صالح بن درهم یقول انطلقنا حاجین فاذا رجل فقال الی جنبکم

قریۃ یقال لھا الابلۃ قلنا نعم قال من یضمن لی منکم ان یصلی لی فی مسجد العشار رکعتین او اربعا ویقول ھذہ لابی ھریرۃ سمعت خلیلی ابا القاسم صلے اللہ علیہ وسلم یقول ان اللہ عز وجل یبعث من مسجد العشار یوم القیمۃ ثلثۃ اٰلاف یقوم مع شھداء بدر یعنی ھم رواہ ابو داود۔ ترجمہ صالح بن درہم سے روایت ہے کہ ہم حج کرنے چلے تو ایک شخص سے کہنے لگے تمہارے قرب میں کوئی گانو ہے جسکو ابلہ کہتے ہیں ہم نے کہا ہاں ہے کہنے لگے کوئی شخص تم میں اس بات کی ذمہ واری کرسکتا ہے کہ میری طرف سے مسجد عشار میں (کہ اُس گانو میں ہے) دو رکعت یا چار رکعت پڑھے اور کہدے کہ یہ ابوہریرہؓ کی طرف سے ہے میں نے اپنے محبوب قلبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ مسجد عشار سے قیامت کے دن کچھ شہداء کو اُٹھاویگا کہ شہداء بدر کے ساتھ بجز اُن کے کوئی نہ اُٹھے گا روایت کیا اسکو ابوداؤد نے مشکوۃ ص ۴۶۰ **ف بسئلہ وصول ثواب الی الغیر** یہ ظاہر ہے کہ ابوہریرہ کی طرف سے پڑھنے کے اور اس کہنے کے کہ یہ ابوہریرہ کی طرف سے ہیں بجز اس کے کچھ معنی نہیں کہ اس کا ثواب ابوہریرہ کو ملے اس ایصال ثواب کے متعلق دو امر ثابت ہوئے ایک یہ کہ جس طرح عبادات مالیہ کا ثواب پہونچتا ہے اُسی طرح عبادات بدنیہ کا بھی پہونچتا ہے دوسرے یہ کہ جس طرح میت کو ثواب پہونچتا ہے اسیطرح زندہ کو بھی پہونچتا ہے۔ کیونکہ یہ شخص ابوہریرہ تھے اور اُسوقت زندہ تھے **ف عادۃ۔ اہتمام عبادت در امکنہ فاضلہ** بعض اہل محبت کو دیکھا جاتا ہے کہ اپنے مشایخ وغیرہم کے رہنے کے یا عبادت کی جگہوں کو متبرک سمجھکر قصداً وہاں ذکر و طاعت کا اہتمام کرتے ہیں اُن مقامات کا متبرک ہونا تو ظاہر ہے اور بمقام متبرک میں عبادت کا اہتمام اس حدیث سے ثابت ہے

حدیث دوصد و نود و ششم عن ابی سعید قال لقی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابن صیاد فی طرق المدینۃ فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتشھد انی رسول اللہ فقال ھو اتشھد انی رسول اللہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امنت باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ ماذا تری قال اری عرشا علی الماء فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تری عرش ابلیس علی البحر الحدیث رواہ مسلم ترجمہ ابوسعید رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابن صیاد سے (کہ منجملہ دجالین کے ایک دجال تھا) مدینہ کے کسی رستہ میں ملے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے فرمایا کیا تو میری رسالت کی شہادت دیتا ہے۔ تو وہ کہتا ہے کہ کیا آپ میری رسالت کی شہادت دیتے ہیں آپ نے فرمایا کہ میں اللہ پر اور اُسکے سب فرشتوں پر اور اُسکی سب کتابوں پر اور اُسکے سب رسولوں پر ایمان لاتا ہوں (پس جو رسول نہیں اُسکی رسالت کی شہادت نہیں دیتا مگر آپ نے دفع فتنہ کی مصلحت سے ایسا فرمایا) اچھا یہ بتلا کہ تجکو کیا نظر آتا ہے کہنے لگا کہ ایک تخت پانی پر نظر آتا ہے آپ نے فرمایا تجکو شیطان کا تخت پانی پر نظر آتا ہے۔ روایت کیا اسکو مسلم نے مشکوۃ ص ۴۷۰ **ف عادۃ۔ توریہ در خوف فتنہ** بعض بزرگ کسی حاکم یا کسی جاہل کے فساد سے بچنے کے لئے بعضی باتیں مبہم فرمادیتے ہیں جس سے بعض ظاہر پرستوں کو شبہ اخفاء حق کا ہوجاتا ہے۔ لیکن اگر کسی مصلحت معتدبہا عند الشرع سے ہو تو وہ بالکل اس حدیث کے موافق ہے **ف اصلاح عدم غرور بکشف و عدم اعتداد کشف خلاف شرع** حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل باطل کو بھی

کشف ہوتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہر کشف مقبول و محمود نہیں چنانچہ عرش ابلیس کے انکشاف کو معرض مذمت میں فرمایا گیا پس جو لوگ کشف کو علامت ولایت کی سمجھے ہیں یا ہر کشف پر اعتماد کرتے ہیں اُن کو یہ حدیث دیکھکر دونوں امر کی اصلاح واجب ہے۔

حدیث دو صد و نود و ہشتم عن ابن عباس قال سرنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین مکۃ والمدینۃ فمررنا بواد فقال ای واد ھذا فقالوا وادی الازرق قال کانی انظر الی موسی فذکر من لونہ وشعرہ شیئا واضعا اصبعیہ فی اذنیہ لہ جوار الی اللہ بالتلبیۃ مارًا بھذا الوادی قال ثم سرنا حتی اتینا علی ثنیۃ فقال ای ثنیۃ ھذا قالوا ھرشی ولفت فقال کانی انظر الی یونس علی ناقۃ حمراء علیہ جبۃ صوف خطام ناقتہ خلبۃ مارًا بھذا الوادی علیہ رواہ مسلم

ترجمہ حضرت ابن عباس رض سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ اور مدینہ کے درمیان جا رہے تھے ہمارا ایک وادی پر گذر ہوا آپنے فرمایا یہ کون وادی ہے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ وادی ازرق ہے آپ نے فرمایا میں گویا (اسوقت) موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں اور آپ نے اُن کے رنگ اور بالوں کی کچھ کیفیت بیان فرمائی اور یہ بھی فرمایا کہ اُن کی یہ حالت ہے کہ اپنی انگلیاں کانوں میں رکھے ہوئے ہیں اور لبیک اللہ تعالیٰ کو پکار رہے ہیں اور اس وادی میں گذر رہے ہیں ابن عباس کہتے ہیں کہ پھر ہم آگے چلے یہانتک کہ ہم ایک گھاٹی پر پہونچے آپنے فرمایا یہ کون گھاٹی ہے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ ہرشی ہے یا لفت ہے فرمایا میں گویا (اسوقت) یونس علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں ایک سرخ اونٹنی پر سوار ہیں اُن پر صوف کا ایک کرتہ ہے اُن کی اونٹنی کی نکیل پوست خرما کی ہے اور اس وادی میں گذر رہے ہیں روایت کیا اسکو مسلم نے مشکوۃ ص ۵۰۰ ف مسئلہ ظہور روح و مکالمتی بعد موت حدیث کی دلالت اسپر ظاہر ہے۔ کہ موسیٰ علیہ السلام اور یونس علیہ السلام آپ کو نظر آئے یہ تمثل روحی تھا کیونکہ جسد تو ان حضرات کا قبور میں تھا

حدیث دو صد و نود و ہشتم عن جبیر بن مطعم قال اتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعرابی فقال جھدت الانفس وجاع العیال ونھکت الاموال وھلکت الانعام فاستسق اللہ لنا فانا نستشفع بک علی اللہ ... ... ونستشفع باللہ علیک فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم سبحان اللہ سبحان اللہ فما زال یسبح حتی عرف ذلک فی وجوہ اصحابہ ثم قال ویحک انہ لا یستشفع باللہ علی احد شان اللہ اعظم من ذلک الحدیث رواہ ابو داؤد

ترجمہ جبیر بن مطعم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک اعرابی آیا اور عرض کیا کہ جانیں مصیبت میں پڑگئیں اور اہل وعیال بھوکے مرنے لگے اور کھیت وغیرہ برباد ہوگئے اور چارپائے تلف ہونے لگے سو ہمارے واسطے اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا کیجئے ہم آپ کو اللہ کے سامنے سفارشی لاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو آپ کے سامنے سفارشی لاتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم (اس کلمہ سے کہ اللہ تعالیٰ کو آپ کے سامنے سفارشی لاتے ہیں گھبرا گئے اور) سبحان اللہ سبحان اللہ فرمانے لگے اور اسکا اس قدر تکرار کیا کہ اسکا اثر آپکے اصحاب کے چہرہ میں نمایاں ہونے لگا پھر فرمایا کمبختی مارے اللہ تعالیٰ کو کسی کے سامنے سفارشی

ظہور روح و مکالمتی بعد موت

نہیں ٹھیراتے اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی شان ہے (یعنی سفارش میں نیازمندی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی کا نیازمند نہیں اسلئے یہ کلمہ مستلزم احتیاج ہے اسلئے بُرا ہے) روایت کیا اسکو ابوداؤد نے۔ مشکوٰۃ ص ۵۰۱ ف اصلاح ادب در شان خداوندی بعضے درویش حق تعالیٰ کی جناب میں بڑے بیباک ہوتے ہیں اس حدیث سے اُنکو سبق لینا چاہیئے کہ جب لازم غیر ملتزم سے بھی آپ نے اس شدت کے ساتھ تبریہ و تعوذ فرمایا تو ملتزم تو کس درجہ مذموم ہوگا اور بعض بیباک نہیں ہوتے مگر جہل کی وجہ سے الفاظ نامناسبہ کا استعمال کرتے ہیں جیسے اس اعرابی کی حالت تھی اس سے بھی تحاشی کا اہتمام واجب ہے۔ البتہ اس قسم ثانی میں تکفیر نہیں ہوسکتی جیسے کہ آپ نے اس اعرابی کی تکفیر نہیں فرمائی مگر تنبیہ اور انکار بقدر وسع واجب ہے ہاں جو لوگ غلبۂ حال سے معذور ہیں وہ قابل تسامح ہیں بعد زوال غلبہ کے اُنکو یہ بزعم تفہیم مناسب ہے

حدیث دوصد و نود و نہم عن ابی ھریرۃ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہ لو انکم دلیتم بحبل الی الارض السفلیٰ لھبط علی اللہ الحدیث رواہ احمد والترمذی ترجمہ ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم اُس ذات کی کہ جان محمد کی اُسکے قبضہ میں ہے کہ اگر تم ایک رسی سب سے نیچے کی زمین تک لٹکاؤ تو وہ اللہ تعالیٰ پر جاکر اُترے روایت کیا اسکو احمد اور ترمذی نے (یعنی وہاں بھی خدا موجود ہے) مشکوٰۃ ص ۵۰۲ ف توجیہ حکم بموجودیت حق در ہر مکان بہت سے صوفیہ کے کلام میں حق تعالیٰ کے احاطہ کے بیان میں ایسے عنوانات پائے جاتے ہیں جنسے احاطہ ذاتی متکیف معلوم ہوتا ہے اور علماء کو اولاً احاطہ ذاتیہ میں کلام ہوا ہے پھر تکیف سے تو تنزہ یقینی ہے ذات کا عرش پر بلا کیف ہونا اور صفات علم وغیرہ کا متعلق بالکل ہونا منصوص ہے اسلئے صوفیہ کے کلام میں مخالفت نص و قول جمہور کا شبہ ہوتا ہے مگر اس حدیث کا عنوان بالکل صوفیہ کے موافق ہے۔ جو حدیث کی توجیہ ہوگی وہی قول صوفیہ کی ہوگی۔

حدیث سہ صدم عن عائشۃ رضؓ فی حدیث طویل ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حزن حزنا غدا منہ مرارا کی یتردی من رؤس شواھق الجبال فکلما اوفی بذروۃ جبل کی یلقی نفسہ منہ تبدی لہ جبرئیل فقال یا محمد انک رسول اللہ حقا فیسکن لذلک جاشہ وتقر نفسہ رواہ البخاری۔

ترجمہ حضرت عائشہ رضؓ سے ایک حدیث طویل میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ابتداء نبوت میں جبکہ وحی میں توقف ہوا) اسدرجہ مغموم ہوئے کہ غم کے سبب کئی بار اس ارادہ سے تشریف لے گئے کہ پہاڑوں کی بلندی پر سے گر کر جان دیدیں سو جب کسی پہاڑ کی چوٹی پر اپنے کو گرانے کی غرض سے چڑھتے جبرئیل علیہ السلام آپ کو نظر آتے اور فرماتے اے محمدؐ (مغموم مت ہو) آپ اللہ کے رسول ہیں سچ مچ اس سے آپ کے قلب کو سکون ہوجاتا اور جی ٹھہر جاتا۔ روایت کیا اسکو بخاری نے۔ مشکوٰۃ ص ۵۱۴ ف حال قبض واردات کا انقطاع جو کسی مصلحت سے ہوتا ہے قبض ہے حدیث سے اسکا اثبات ہوتا ہے

ف متفرقات **عذر صاحب قبض در اہلاک نفس** بعض اہل قبض تنگ ہو کر خودکشی کر لی ہے حدیث میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عجب نہیں وہ عند اللہ معذور ہوں۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو باوجود اس درجہ استقلال کے جب اس کے ارادہ کی نوبت آجاتی تھی تو دوسروں سے ایسی حالت میں وقوع ہی کیا مستبعد ہے اور ظاہر ہے کہ اس ارادہ پر عتاب منقول نہیں تو اُن سے وقوع میں بھی یہی منظور ہے **ف** تعلیم **تسلی از شیخ در قبض** شیوخ بھی ایسی حالت میں اسی طرح کی تسلی دیتے ہیں کہ تمہاری حالت محمود ہے۔ اور اس حالت کی مصلحتیں اور حکمتیں بیان کیا کرتے ہیں جس سے مرید کو بڑا نفع ہوتا ہے۔

حدیث سہ صدو یکم عن عائشۃ ان الحارث بن ھشام سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ کیف یاتیک الوحی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احیانا یاتینی مثل صلصلۃ الجرس وھو اشدہ علیّ فیفصم عنی وقد وعیت عنہ ما قال وأحیانا یتمثل لی الملک رجلا فیکلمنی فاعی ما یقول متفق علیہ

ترجمہ حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ حارث بن ہشام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ پر وحی کس طرح آتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بعض اوقات مثل آواز جرس کے آتی ہے **ف** مسئلہ **تحقق صوت غیبی** بکثرت بزرگوں کے مکاشفات میں صوت غیبی کا ذکر پایا جاتا ہے اور حدیث سے اس کی صحت ثابت ہوتی ہے۔ البتہ حالت مراقبات واشغال کی ہر صوت کو صوت غیبی سمجھنا یہ غلطی عظیم ہے چنانچہ شغل انخذ میں جو صوت منکشف ہوتی ہے بعضے اسکو صوت غیبی سمجھتے ہیں حالانکہ اکثر یہ صوت خود اپنے ہی اندر ہوا کے تموج سے پیدا ہوتی ہے اسکو غیبی سمجھنا یہ شاغلان ہند کا اعتقاد تھا اور اسی واسطے اس کا نام انہوں نے انادی بمعنی قدیم رکھا تھا جو غلط در غلط تھا کہ اول تو اس کو غیبی مانا پھر غیبی میں بھی اسکو صوت حق قرار دیا تعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرا۔ ہمارے صوفیہ اہل حق کا اعتقاد یہ ہے۔ قال الفرید ؎ قول اور الحن نے آواز نے۔

حدیث سہ صدو دوم عن عائذ بن عمرو فی حدیث طویل ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یا ابا بکر لعلک اغضبتھم لئن کنت اغضبتھم لقد اغضبت ربک فاتاھم فقال یا اخوتاہ اغضبتکم قالوا لا یغفر اللہ لک یا اخی رواہ مسلم ترجمہ حضرت عائذ بن عمرو سے ایک حدیث طویل میں روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قصہ میں جس میں حضرت ابوبکر رضؓ نے حضرات سلمان اور صہیب اور بلال رضؓ کو کچھ نصیحت کی تھی جس سے ایک رئیس کی طرفداری کا شبہ ہوتا تھا) ابوبکر رضؓ سے فرمایا کہ اے ابوبکر کہیں تم نے ان لوگوں کو ناراض تو نہیں کر دیا اگر ان کو ناراض کر دیا تو بس اپنے رب کو ناراض کر دیا۔ حضرت ابوبکر ان صاحبوں کے پاس آئے اور کہا کہ اے میرے بھائیو میں نے تم کو (شاید) ناراض کر دیا (ہو) انہوں نے کہا نہیں اے بھائی اللہ تعالی تم کو بخشے روایت کیا اسکو مسلم نے۔ مشکوۃ ص ۵۶۸ **ف** قول **من اراد ان یجالس اللہ فلیجالس مع اہل التصوف** یہ ایک قول صوفیہ میں مشہور ہے۔ اس حدیث

سے اسکی صحت اس طرح ثابت ہوتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے لئے اغضبتہم انہ یعلوم ہوا کہ مقبولان الٰہی کے ساتھ جو معاملہ کیا جاوے وہ گویا حق تعالیٰ کے ساتھ ہوتا ہے۔ پس اس بنا پر یہ بھی کہنا صحیح ہے کہ مقبولان الٰہی کے ساتھ مجالست ایسی ہی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ مجالست اور لفظ مجالست کا اذن دوسری حدیث میں ہے انا جلیس من ذکرنی۔ منہ

حدیث سہ صد و سوم عن شریح بن عبید قال ذکر اہل الشام عند علی وقیل العنہم یا امیر المؤمنین قال لا انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول الابدال یکونون بالشام وھم اربعون رجلا کلما مات رجل ابدل اللہ مکانہ رجلا یسقی بہم الغیث وینتصر بہم علی الاعداء ویصرف عن اھل الشام بہم العذاب رواہ احمد

ترجمہ شریح بن عبید سے روایت ہے کہ حضرت علی رضؓ کے روبرو اہل شام کا ذکر آیا کسی نے کہا کہ اے امیر المومنین اُن پر لعنت کیجئے فرمایا نہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے فرماتے تھے کہ ابدال (جو ایک شتم ہے اولیاء اللہ کی) شام میں رہتے ہیں اور وہ چالیس آدمی ہوتے ہیں جب کوئی شخص اُن میں سے مرجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُسکی جگہ دوسرا شخص بدل دیتا ہے۔ اُن کی برکت سے بارش ہوتی ہے اور اُن کی برکت سے اعداء پر غلبہ ہوتا ہے۔ اور اُن کی برکت سے اہل شام سے عذاب (دنیوی) ہٹ جاتا ہے۔ روایت کیا اسکو احمد نے۔ مشکوۃ ص ۵۷۵ ف مسئلہ وجود ابدال وغیرہم ملفوظات ومکتوبات صوفیہ میں ابدال واقطاب واوتاد وغوث وغیرہم الفاظ اور ان کے مدلولات کے صفات وبرکات وتصرفات پائے جاتے ہیں حدیث میں جب ایک قسم کا اثبات ہے تو دوسرے اقسام بھی مستبعد نہیں ہے ایک نظیر سے دوسری نظیر کی تائید ہونا امر مسلم ومعلوم ہے۔ برکات تو اس حدیث میں منصوص ہیں اور تصرفات تکوینیہ قرآن مجید میں حضرت خضر علیہ السلام کے قصہ سے ثابت ہوتے ہیں۔

حدیث سہ صد و چہارم عن شفی الاصبحی قلت لابی ھریرۃ اسالک بحق وبحق لما حدثتنی حدیثا سمعتہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عقلتہ وعلمتہ فقال ابو ھریرۃ افعل لاحدثنک حدیثا حدثنیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عقلتہ وعلمتہ ثم نشغ ابو ھریرۃ نشغۃ فمکثنا طویلا ثم افاق فقال لاحدثنک حدیثا حدثنیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ھذا البیت ما معنا احد غیری وغیرہ ثم نشغ ابو ھریرۃ نشغۃ شدیدۃ ثم افاق ومسح وجھہ وقال افعل لاحدثنک حدیثا حدثنیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا وھو فی البیت ما معنا احد غیری وغیرہ ثم نشغ ابو ھریرۃ نشغۃ شدیدۃ ثم مال خارا علی وجھہ فاسندتہ طویلا ثم افاق فقال حدثنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث رواہ الترمذی

ترجمہ شفی اصبحی سے روایت ہے کہ میں نے ابوہریرہ رضؓ سے کہا کہ میں آپ سے حق کے لئے اور پھر حق کے لئے

سہ یہاں سے شفی اصبحی کی تعلیم کی ابتداء ہوئی

درخواست کرتا ہوں کہ مجھسے کوئی ایسی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کیجئے جسکو آپ نے خوب سمجھا ہو اور بوجھا ہو ابوہریرہ نے فرمایا کہ ہاں میں ایسا کرونگا میں تم سے ایسی ہی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کرونگا جسکو میں نے سمجھا ہوگا اور بوجھا ہوگا پھر ابوہریرہ نے ایک چیخ ماری (یہ کیفیت بیتابی کی یا تو شدت خوف سے ہوئی ہے کہ حدیث کا بلا کسی کمی بیشی کے بیان کرنا بڑی احتیاط کی بات ہے اور یا شدت شوق سے تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجالست آنکھوں میں پھر گئی) ہم بڑی دیر تک منتظر رہے پھر اُن کو افاقہ ہوا اور فرمایا کہ میں تم سے ضرور ایسی حدیث بیان کرونگا جو مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مکان میں بیان فرمائی ہے کہ ہمارے پاس اُسوقت کوئی نہ تھا بجز میرے اور بجز آپ کے پھر ابوہریرہ نے بڑی زور سے ایک چیخ ماری پھر اُن کو افاقہ ہوا اور پسینہ مونہہ پر سے پونچھا اور فرمایا کہ میں یہ کام کرونگا یعنی تم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کروں گا میں اور آپ اس مکان میں تھے ہمارے پاس اُس وقت کوئی نہ تھا بجز میرے اور بجز آپ کے پھر ابوہریرہؓ نے بڑی زور سے چیخ ماری پھر آگے کو جھک کر مونہہ کے بل گر پڑے میں اُن کو بڑی دیر تک اپنے سہارے لگائے رہا۔ پھر افاقہ ہوا اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے حدیث بیان فرمائی روایت کیا اسکو ترمذی نے۔ جلد ثانی صہ ۶۰ **ف** حال وجد حدیث کی دلالت ظاہر ہے اور سلف کو بوجہ قوت تحمل کے اس درجہ کا وجد کم ہوتا تھا لیکن احیانا ہونے سے انکار نہیں ہوسکتا۔

حال وجد

حدیث سہ صد و پنجم عن انس بن مالك قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم المرء مع من احب وله ما اكتسب رواه الترمذي **ترجمہ** حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی (قیامت میں) اُس شخص کے ساتھ ہوگا جس سے محبت رکھتا ہو اور ثواب اُس چیز کا ملیگا جو عمل کیا ہوگا۔ روایت کیا اسکو ترمذی نے۔ جلد ثانی صہ ۶۹ **ف** عادۃ **بیعت ادخال سلسلہ** باوجودیکہ بعض لوگوں کی حالت سے غالبًا معاہدات بیعت پر مستقیم نہ رہنا یا مجاہدات و ریاضت کا حق بجا لانا معلوم ہوجاتا ہے۔ مگر بعض اوقات اُن کو بھی سلسلہ میں داخل کرلیا جاتا ہے۔ یہ حدیث اسکی اصل ہوسکتی ہے۔ کیونکہ بیعت میں خاصیت یہ ہے کہ اپنے مشائخ سے محبت کا سبب ہوجاتی ہے۔ پس برکات محبت جو حدیث میں مذکور ہیں اُس کے حصول کی توقع ہوجاتی ہے

بیعت ادخال سلسلہ عادۃ

حدیث سہ صد و ششم عن عبد الله بن هشام وكان قد ادرك النبي صلى الله عليه وسلم وذهبت به امه زينب بنت حميد الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت يا رسول الله بايعه فقال النبي صلى الله عليه وسلم هو صغير فمسح رأسه ودعا له رواه البخاري۔

ترجمہ عبداللہ بن ہشام سے روایت ہے اور اُنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وقت پایا تھا اور اُن کی ماں زینب بنت حمید اُن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائی تھیں اور عرض کیا تھا کہ یا رسول اللہ

اسکو بیعت کر لیجئے آپ نے فرمایا یہ بچہ ہے پھر آپ نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور ان کے لئے دعا کی روایت کیا اسکو بخاری نے جلد ثانی ف عادۃ۔ عذر از بیعت صغیر اب بھی بزرگوں کا اصل معمول یہی ہے اور وجہ اسکی ظاہر ہے کہ بیعت التزام ہے احکام لازمہ کا اور صغیر پر احکام التزام سے بھی لازم نہیں ہوتے تو بیعت کی حقیقت وہاں متحقق نہیں ہو سکتی۔ اور بعض اوقات جو ایسا کر لیتے ہیں وہ محض صورت بیعت ہی برکت کے لئے

عادۃ عذر از بیعت صغیر

حدیث سہ صد و ہفتم عن علی بن الحسین قال قالت صفیۃ رض کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معتکفا فاتیتہ زورہ لیلا فحدثتہ ثم قمت لانقلب فقام معی حتی اذا بلغ باب المسجد مر رجلان من الانصار فلما رأیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسرعا فقال علی رسلکما انما صفیۃ بنت حیی فقالا سبحان اللہ یا رسول اللہ فقال ان الشیطان یجری من ابن ادم مجری الدم واني خشیت ان یقذف فی قلوبکما شرا او قال شیئا اخرجہ الشیخان وابو داؤد۔

ترجمہ حضرت علی بن الحسین سے روایت ہے کہ حضرت صفیہ رض نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مسجد میں) معتکف تھے میں آپ کے پاس شب کے وقت زیارت کے لئے حاضر ہوئی اور باتیں کرتی رہی پھر واپس جانے کے لئے اٹھی اور آپ بھی (مشایعت کے لئے باب مسجد تک) چلے یہانتک کہ جب آپ مسجد کے دروازہ تک پہونچے (یہ دروازہ مسجد کے اندر تھا خارج نہ تھا) اسوقت دو شخص انصاری گذرے جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو تیز چلنے لگے (تاکہ جلدی محاذاۃ مسجد سے نکل جاویں کیونکہ آپ کے پاس حضرت صفیہ کو بھی دیکھا تو ایسے وقت میں یہی ادب تھا) آپ نے فرمایا کہ اطمینان سے چلو (کچھ جلدی کی ضرورت نہیں اور یہ بھی فرمایا کہ) یہ صفیہ بنت حیی (میری بی بی) ہیں (کچھ اور وسوسہ نہ لانا) ان دونوں نے عرض کیا۔ کہ سبحان اللہ یا رسول اللہ (کیا نعوذ باللہ آپ پر یہ وسوسہ ہوگا کہ کوئی اجنبی عورت خلوت میں آگئی ہے) آپ نے فرمایا کہ شیطان ابن آدم کے بدن میں بجائے خون کے چلتا ہے اور میں اس بات سے ڈرا کہ تمہارے دل میں کوئی بری بات یا یہ فرمایا کہ کوئی چیز (یعنی کوئی خیال) نہ ڈال دے (جو تمہارے اختیار سے باہر ہو اور پھر خدانخواستہ بڑھتے بڑھتے مرتبہ گمان تک پہونچ جاوے اور تمہارے دین کا ضرر ہو) روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے۔ تیسرص ۱۲ ف اصلاح تحریر از اسباب تہمت۔ بعضے درویشوں کے مزاج میں سخت بے احتیاطی ہے کہ باوجود اتباع شریعت کے پھر ان سے ایسے ایسے اقوال و افعال بیدھڑک صادر ہوتے ہیں جس سے عوام کو بدزبانی اور خود ان کے معتقدین کو بھی بدگمانی پیدا ہو جاوے۔ اس حدیث میں ان کو غور کرنا چاہیئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس باب میں کس قدر مبالغہ کے ساتھ احتیاط فرمائی اور جو واقع میں اتباع شریعت کو ضروری نہیں سمجھتے ان کا تو کیا پوچھنا جیسا کہ آج کل اکثر مرید بھی ایسے ہی ہیں اور پیر بھی ایسے ہی ہیں۔

اصلاح تحریر از اسباب تہمت

حدیث سہ صد و ہشتم عن صفیۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دخل علیہا وبین یدیہا

اربعتہ آلاف نواۃ تسبح بھن الحدیث رواہ ابوداود والحاکم ترجمہ حضرت صفیہ رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے پاس تشریف لائے اور اُن کے سامنے چار ہزار گٹھلیاں رکھی تھی کہ اُن سے (شمار کر کے) سبحان اللہ کا ورد کر رہی تھیں روایت کیا اسکو ابوداؤد و حاکم نے مخص ص ۱۹۴ ف ۴ **تسبیح** اکثر ذاکرین کا معمول ہے، تسبیح پر اوراد و اذکار پڑھنے کا یہ حدیث اسکی اصل ہے کیونکہ گٹھلیوں میں اور دانوں میں کوئی فرق نہیں اور تاگا محض اجتماع کی غرض سے ہے سو حدیث میں بھی ان گٹھلیوں کا مجتمع ہونا خود ثابت ہے۔ رہا یہ شبہ کہ ہاتھ میں رکھنے سے صورت ریا کی ہے اسکا جواب یہ ہے کہ حقیقت ریا سے بچنا خود ضروری نہیں چنانچہ خاتمہ کے قریب جو حدیث بروایت طبرانی آتی ہے اُس میں تصریح ہے کہ صورۃ ریا واجب الاحتراز نہیں ہے۔

حدیث سے صدونہم عن ابی سعید عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیذکرن اللہ قوم فی الدنیا علی الفرش الممہدۃ یدخلھم الجنات العلی رواہ ابو یعلی۔ ترجمہ حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہت سے لوگ دنیا میں نرم بستروں پر اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں گے اللہ تعالیٰ اُن کو جنات عالیہ میں داخل فرماوینگے روایت کیا اسکو ابویعلی نے مجمع ص ۲۱ ف **مسئلہ عدم منافات تنعم مروایت را**۔ اکثر عوام یہ سمجھتے ہیں کہ بزرگی کے لئے خستہ حال ہونا ضروری ہے حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر سامان امارت کے ساتھ ذکر و طاعت میں استقامت ہو تو ثمرات ولایت جب بھی مرتب ہوتے ہیں البتہ بعض اوقات بعض اسباب تنعم یا بعض تعلقات کو بتجویز شیخ کامل بمصلحت مجاہدہ برائے چندے یا کبھی دواماً ترک کر دینا ضروری ہوتا ہے۔ سو یہ امر عارض مصلحت سے ہے فی نفسہ شرائط میں سے نہیں۔

حدیث سے صدووہم اخرج ابویعلی عن عائشۃ رض قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل الذکر الخفی الذی لا یسمعہ الحفظۃ سبعون ضعفا اذا کان یوم القیمۃ وجمع اللہ الخلق لحسابھم وجائت الحفظۃ بما حفظوا وکتبوا قال لھم انظروا ھل بقی لہ من شیء فیقولون ما ترکنا شیئا مما علمناہ وحفظناہ الا وقد احصیناہ وکتبناہ فیقول اللہ ان لک عندی حسنۃ لا تعلمہ وانا اجزیک بہ وھو الذکر الخفی ذکرہ السیوطی فی البدور السافرۃ فی احوال الاخرۃ۔ ترجمہ ابویعلی نے حضرت عائشہ رضہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ذکر خفی جسکو حافظان اعمال ملنکہ بھی نہیں سنتے (ذکر جلی پر) ستر حصے فضیلت رکھتا ہے۔ جب قیامت کا دن ہوگا اور اللہ تعالیٰ خلق کو اُن کے حساب کے لئے جمع فرماویں گے اور حافظان اعمال اپنی یادداشت اور نوشتہ اعمال کو لاوینگے حق تعالیٰ اُن سے فرماوینگے کہ دیکھو (علاوہ اعمال مکتوبہ فی الصحائف کے) اس شخص کا کوئی عمل تو باقی نہیں رہگیا وہ عرض کرینگے کہ ہم نے اپنے معلومات اور محفوظات میں سے کوئی چیز بے ضبط

مسئلہ عدم منافات تنعم مروایت را

کئے ہوئے اور لکھے ہوئے چھوڑی نہیں اللہ تعالیٰ (اُس شخص سے) فرماویں گے کہ میرے پاس تیرا ایک نیک عمل ہے۔ کہ تجھکو بھی اُسکا (اسوقت) علم نہیں (گو اُسکے صدور کے وقت اطلاع تھی کیونکہ وہ عمل قصدی ہے اور قصد مستلزم ہے علم کو اور میں تجھکو اُسکی جزاء (نیک) دونگا اور وہ ذکر خفی ہے۔ روایت کیا اُسکو بیہقی نے بدور سافرہ میں مرقاۃ پر حاشیہ حصن ص ۲۰۱ ف مسئلہ صحت ذکر فکری بزرگوں کے یہاں کبھی ذکر لسانی کی کبھی ذکر قلبی کی بلا حرکت لسان تعلیم ہوتی ہے بعض اہل ظاہر سمجھتے ہیں کہ جب تک زبان سے حروف ادا نہ ہوں وہ ذکر معتبر نہیں حدیث میں اس ذکر کے معتد بہ اور معتبر ہونے کی تصریح موجود ہے کیونکہ تلفظ کے لئے تحمل حفظ لازم ہے اور وہ منتفی پس تلفظ بھی منتفی ہے البتہ بعض احکام میں تلفظ بالاجماع شرط ہے۔ مثل قرارۃ فی الصلوۃ و نکاح و طلاق وامثالہا رہا یہ کہ گو سماع نہ تھا۔ مگر اعمال قلبیہ کا علم تو ہوتا ہے۔ تو اس وجہ سے لکھنا ضرور تھا چنانچہ عرض حسنہ کا لکھا جانا احادیث میں موجود ہے۔ جواب یہ ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اعمال قلب میں سے گو اکثر کی اطلاع ہوتی ہے۔ مگر بعض اس سے مستثنیٰ ہیں مگر بدون ورود استثنار کے بقیہ اعمال کو اسی اکثر میں داخل سمجھا جاوے گا۔ واللہ علم۔

حدیث سے صدویازدہم عن ابی الطفیل ان رجلا مر علی قوم فسلم علیہم فرحوا علیہ السلام فلما جاوزہم قال احبہم فی اللہ لابی لا ابغض ہذا فی اللہ فقال اہل المجلس بئسما قلت اما واللہ لنبلغنہ فقاموا فاتبعوہ رجلا منہم فاخبرہ قال فادرکہ رسولہم فاخبرہ بما قال فانصرف الرجل حتی اتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ مررت بمجلس من المسلمین فیہم فلان فسلمت علیہم فرحوا السلام فلما جاوزتہم ادرکنی رجل منہم فاخبرنی ان فلانا قال واللہ لا ابغض ہذا الرجل فی اللہ فادعہ فسالہ علام یبغضنی فدعاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسالہ عما اخبرہ الرجل فاعترف بذلک فقال قد قلت ذلک یا رسول اللہ قال فلم تبغضہ فقال انا جارہ وانا بہ خابر واللہ ما رایتہ یحطط صلوۃ قط الا ہذہ الصلوۃ المکتوبۃ التی یصلیہا البر والفاجر فقال الرجل سلہ یا رسول اللہ ہل رانی قط اخرتہا عن وقتہا او اسأت الوضوء لہا او اسأت الرکوع والسجود فیہا فسالہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن ذلک فقال لا ثم قال واللہ ما رایتہ یصوم قط الا ہذا الشہر الذی یصومہ البر والفاجر قال فسلہ یا رسول اللہ ہل رانی قط فرطت فیہ او انتقصت من حقہ شیئا فسالہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لا ثم قال واللہ ما رایتہ یعطی سائلا قط ولا رایتہ ینفق من مالہ شیئا فی سبیل اللہ الا ہذہ الصدقۃ التی یودیہا البر والفاجر قال فسلہ یا رسول اللہ ہل کتمت ذلک قال لا فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قم ان ادری لعلہ خیر منک رواہ

صحت ذکر فکری

ترجمہ ابو الطفیل سے روایت ہے کہ ایک شخص کا ایک مجمع پر گذر ہوا اور اُن کو سلام کیا اُن لوگوں نے اسکے سلام کا جواب دیا جسپر وہ شخص آگے بڑھگیا تو اس مجمع میں سے ایک شخص نے کہا کہ واللہ مجھکو اس شخص سے اللہ کے واسطے بغض ہے اہل مجلس نے کہا کہ تم نے بہت بُری بات کہی واللہ ہم اسکا اظہار کرینگے ایک شخص کو اپنے میں سے کہا کہ فلانے اُٹھ اور اُس (گذرنے والے) شخص کو اسکی خبر دیدے پس یہ فرستادہ اُس شخص سے ملا اور اس قول کی خبر دی وہ شخص اپنے رستہ سے لوٹ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں مسلمانوں کی ایک مجلس پر گذرا جس میں فلانا شخص بھی تھا میں نے اُن کو سلام کیا انہوں نے جواب دیا جب میں اُن سے آگے بڑھ آیا تو اُن میں سے ایک شخص میرے پاس پہونچا اور مجھکو یہ خبر دی کہ فلانے شخص نے یوں کہا کہ واللہ مجھکو اس شخص سے اللہ کے واسطے بغض ہے تو اُسکو ذرا بلاکر پوچھ لیجئے مجھ سے اُس بات پر اُسکو بغض ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکو بلاکر اس خبر کی تحقیق کی (کہ تو نے کہا ہے یا نہیں) اُسنے اسکا اقرار کیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ واقعی میں نے کہا ہے آپ نے فرمایا کہ پھر اس سے تجھکو بغض کیوں ہے اُسنے کہا کہ میں اسکا پڑوسی ہوں اور مجھکو اس کے حال کی پوری خبر ہے واللہ میں نے اسکو بجز اس فرض نماز کے (مع توابع جس کو سب نیک وبد پڑھا کرتے ہیں اور کوئی نماز (نفل وغیرہ) پڑھتے نہیں دیکھا اُس شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ اس سے یہ پوچھئے کہ اسنے مجھکو کبھی اُسکے وقت سے تاخیر کرتے ہوئے یا اُسکا وضو یا اُس میں رکوع سجدہ ناقص کرتے ہوئے دیکھا ہے آپ نے اُس سے پوچھا وہ بولا نہیں پھر کہنے لگا کہ واللہ میں نے اسکو بجز اس ماہ (رمضان) کے جس میں سب نیک وبد روزہ رکھتے ہیں اور کوئی روزہ (نفل) رکھتے ہوئے نہیں دیکھا اُس شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ اس سے یہ پوچھئے کہ مجھکو کبھی اُس میں کوتاہی کرتے ہوئے یا اُسکا کچھ حق کم کرتے ہوئے دیکھا ہے آپ نے اُس سے پوچھا وہ بولا نہیں پھر کہنے لگا واللہ میں نے کبھی اسکو بجز اس زکوۃ کے جسکو سب نیک وبد ادا کرتے ہیں کسی سائل کو دیتے یا اللہ کی راہ میں خرچ کرتے نہیں دیکھا اُس شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ اس سے پوچھئے کبھی میں نے مال زکوۃ کو پوشیدہ کیا ہے۔ (یعنی عامل سے چھپا لیا ہو یا یہ معنی کہ پوری زکوۃ علانیہ نہ دیدی ہو) وہ بولا نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس معترض سے فرمایا کہ بس جا مجھکو معلوم ہیں شاید یہ تجھ سے بہتر ہو روایت کیا اسکو احمد نے۔ رحمۃ مہداۃ ص ۶۴ ف عادۃ اکتفا بر ضروریات اصطلاح فن میں ایسے شخص کو جو عبادات جوارح میں سے محض ضروریات پر کفایت کرے باقی اوقات ذکر وفکر میں مشغول رکھے قلندر رکھتے ہیں اس حدیث سے اس مشرب کا اثبات ہوتا ہے۔ کیونکہ اکتفا علی الضروریات تو حدیث میں منصوص ہی ہے اور دوام ذکر وفکر صحابہ کا رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ سے معلوم ہے کیونکہ ایسے رجال میں صحابہ اولی ہیں پس مجموعہ سے مقصود ثابت

اکتفا بر ضروریات

ہوگیا اور ایک مشرب ملامتی ہے یعنی جو زائد اعمال کے اخفاء کا اہتمام کرے اُسکا اثبات حدیث چہل و ہشتم سے ہوتا ہے چنانچہ وہاں ف اول میں اسکی تقریر ہوئی ہے۔

حدیث سہ صد و دوازدہم فی المسند للدیلمی عن انس مرفوعا لا تکون الحرفۃ الا فی صالحی امتی و ابرارھا وھذا السند بلفظ لیس احد اولی بالحدۃ من صاحب القرآن لعز القرآن فی جوفہ ترجمہ مسند دیلمی میں حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تیزی (جو لطافت طبیعت کی وجہ سے ہو) صرف میری اُمت کے صلحاء و ابرار میں ہوتی ہے اور اسی سند سے یہ لفظ بھی روایت ہے۔ کہ کوئی شخص ایسی مذکورہ) تیزی کا صاحب قرآن سے زیادہ شایاں نہیں بسبب عزت قرآن کے جو اُسکے جوف میں ہے مقاصد حسنہ ص ۸۹ ف **عادۃ بعض تیز مزاجی** بعض بزرگ زیادہ لطیف المزاج ہوتے ہیں اور اس لطافت کے سبب اُن کو نامناسب امور زیادہ ناگوار ہوتے ہیں اور یہ ناگواری اُن کے نشرہ یا گفتگو سے ظاہر ہو جاتی ہے اور بعض اوقات یہ تغیر مزاج حد غضب تک پہونچ جاتا ہے جس سے بعض تنگ چشموں کو اُنپر شبہ بد خلقی کا ہوتا ہے۔ سو بد خلقی وہ ہے کہ حد شرع سے متجاوز ہو جاوے۔ ورنہ نفس حدت کا حدیث مذکور سے خلاف صلاح نہ ہونا ظاہر ہے اور صحاح میں ایسے روایات ہیں کہ بعض اوقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بے موقع بات پوچھنے تک پر غضبناک ہوئے ہیں۔ بزرگوں پر اعتراض کرنے میں مبادرت نہ چاہیئے۔

حدیث سہ صد و سیزدہم عن عبداللہ بن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا رأیتم الحجاب فان استمع سوادی حتی انھاکم رواہ ابن ماجۃ ترجمہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے لئے آنے کی یہی اجازت ہے کہ تم پردہ اُٹھا دیا کرو اور میری مخفی بات سُن لیا کرو جب تک میں منع نہ کردوں۔ ابن ماجہ ص ۱۳

حدیث صد و چہاردہم عن الحسین بن علی قال سالت ابی عن مدخل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقال کان اذا اوی الی منزلہ جزء دخولہ ثلثۃ اجزاء جزأ للہ عز وجل وجزء لاھلہ وجزء لنفسہ ثم جزء جزءہ بینہ وبین الناس فیرد ذلک بالخاصۃ علی العامۃ ولا یدخر عنھم شیئا وکان من سیرتہ فی جزء الامۃ ایثار اھل الفضل الحدیث رواہ الترمذی فی الشمائل ترجمہ حضرت امام حسین رضؓ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے والد سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں تشریف لیجانے کی حالت کے متعلق پوچھا کہ آپ جب گھر میں تشریف لاتے تو کیا کرتے تھے) انہوں نے فرمایا کہ جب اپنے گھر میں تشریف لاتے تو اپنے اندر آنے کے حصہ کو تین حصے فرماتے ایک حصہ وقت کا اللہ کے کام کے لئے (مثل نوافل وغیرہ) اور ایک حصہ اپنے گھر والوں (سے بولنے چالنے) کے لئے اور ایک حصہ اپنے نفس (کے آرام) کے لئے اور پھر اپنے حصہ کو اپنے (ضروری کاموں) اور لوگوں کے (نفع پہونچانے کے) درمیان میں تقسیم فرما دیتے (یعنی کچھ وقت اپنے

لئے صرف کرتے اور کچھ لوگوں کے کام میں) سو اس حصہ کو (جو کہ اپنے وقت میں سے لوگوں کے لئے نکالتے تھے) خواص کو ذریعہ سے عام لوگوں پر صرف فرماتے اور لوگوں سے کوئی چیز (کام کی) اُٹھا نہ رکھتے اور آپ کی عادت شریف اُمت کے حصہ میں (جو باہر صرف ہوتا تھا) یہ تھی اہل فضیلت کو ترجیح دینا وغیرہ وغیرہ جو حدیث میں مذکور ہے شمائل ص ۲۶

حدیث سہ صد و پانزدہم عن ابی موسیٰ الاشعری قال کنت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی حائط من حیطان المدینۃ فجاء رجل فاستفتح فقال ائذن لہ صلی اللہ علیہ وسلم وبشرہ بالجنۃ ففتحت لہ فاذا ابو بکر فبشرتہ بما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فحمد اللہ الحدیث وفیہ مجیئ عمر وعثمان کذلک متفق علیہ

ترجمہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضؓ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ کے ایک باغ میں تھا ایک شخص آیا اور دروازہ کھلوایا آپ نے فرمایا کہ دروازہ کھولدو اور اُس شخص کو جنت کی بشارت دیدو میں نے دروازہ کھولا تو ابو بکرؓ تھے میں نے اُنکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمائی ہوئی خوشخبری دیدی اُنہوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی۔ اسی طرح حدیث میں حضرت عمرؓ و حضرت عثمان رضؓ کا تشریف لانا مذکور ہے۔ روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے مشکوٰۃ ص ۵۵۵ ف۱ عادۃ **ضبط اوقات و بازداشتن عوام در وقت خلوۃ و نشانیدن بواب** بزرگوں کا عموماً معمول ہے کہ اپنے اوقات منضبط رکھتے ہیں جس میں کچھ وقت خلوت کا بھی ہوتا ہے۔ جس میں عوام سے نہیں ملتے اور کبھی کسی خادم کو بھی بٹھلا دیتے ہیں کہ عوام کو ہجوم سے روکے اور کبھی اسی وقت میں خواص کو کسی خصوصیت سے اجازت دیدیتے ہیں اہل بطالت ان معمولات پر طرح طرح کے اعتراض کرتے ہیں اور بزرگوں پر شبہ ترفع کا یا ترجیح بلا مرجح کا اور مثل اسکے کہتے ہیں بعضے خاص خادموں کو جاتا ہوا دیکھکر خود بھی جا گھستے ہیں اور اُسکے ماذون ہونے سے اپنے ماذون ہونے پر استدلال کرتے ہیں یہ حدیثیں ان سب امور کا صاف صاف فیصلہ کرتی ہیں حدیث ثانی سے ضبط اوقات و اہتمام خلوت اور صرف خواص کو آنے دینا اور حدیث اول سے خادم کے ماذون ہونے کا عام کے ماذون ہونے کو مستلزم نہ ہونا اور حدیث ثالث سے بواب کا بٹھلانا صاف معلوم ہوتا ہے البتہ کسی کی ضرورت شدیدہ ضروریہ کے وقت پھر ملاقات سے عذر کرنا بُرا ہے۔ ورنہ علاوہ احادیث کے خود قرآن مجید کی آیت وان قیل لکم ارجعوا فارجعوا اسکی اجازت دیتی ہے کہ کسی وقت ملاقات سے عذر کر دینا بھی جائز ہے اسیطرح حدیث نزلوا الناس منازلھم خواص کی ترجیح کو عوام پر جائز بتلاتی ہے یہ تمام شبہات ناواقفی سے ہوتے ہیں۔

حدیث سہ صد و شانزدہم عن ابن عباس ان رفع الصوت بالذکر حین ینصرف الناس من المکتوبۃ کان علی عھد النبی صلی اللہ علیہ وسلم رواہ البخاری

ترجمہ حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ بلند آواز سے ذکر کرنا جبکہ لوگ فرضوں سے فارغ ہو جاتے تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھا بخاری ص ۱۱۶

ف عادۃ بعض جہر بالذکر چسپیدہ پر بعضے شبہ عدم ثبوت جہر بالذکر کا کرتے ہیں حدیث میں اسکی تصریح موجود ہے البتہ حاشیہ میں امام شافعی رحؒ سے نقل کیا ہے کہ مراد حدیث میں اسکا التزام بعد الصلوٰۃ نہیں ہے

عادۃ ضبط اوقات و بازداشتن عوام در وقت خلوۃ و نشانیدن بواب

عادۃ بعض جہر بالذکر

حدیث سہ صد و ہفدہم عن اسماء بنت یزید فی حدیث الدجال قالت قلت یا رسول اللہ واللہ انا لنعجن عجیننا فما نخبزہ حتی نجوع فکیف بالمؤمنین یومئذ قال یجزئہم ما یجزئ اھل السماء من التسبیح والتقدیس رواہ احمد **ترجمہ** حضرت اسماء بنت یزید سے دجال کے قصہ میں جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکے فتنہ کا اور اسکے زمانہ میں قحط پڑنے کا ذکر فرمایا تھا) مروی ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ واللہ کبھی ہم آٹا گوندھ کر رکھتے ہیں اور اسکو پکانے نہیں پاتے کہ بھوک لگجاتی ہے (جس سے بیتاب ہوجاتے ہیں) سو اس روز مسلمانوں کا کیا حال ہوگا (جبکہ اسکے مخالفین پر قحط شدید ہوگا) آپ نے فرمایا کہ مسلمانوں کو (غذا کی جگہ) وہ چیز کافی ہوجاوے گی جو اہل آسمان کو کافی ہوتی ہے۔ یعنی تسبیح وتقدیس۔ روایت کیا اسکو احمد نے۔ مشکوۃ ص ۴۶۹ ف متفرقات امکان مدت بڈا غذا رمعتاد بعض بزرگوں سے منقول ہے کہ انہوں نے خلوات میں مدتوں کھانا نہیں کھایا اہل جمود علی الظاہر بے سوچے سمجھے ایسے امور کے منکر ہوجاتے ہیں حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ بعض اوقات صرف ذکر و تسبیح بھی غذا کا کام دیسکتا ہے۔

متفرقات امکان مدت بلا غذا رمعتاد

حدیث سہ صد و ہشدہم عن عمران بن حصین قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سمع بالدجال فلینأ منہ فواللہ ان الرجل لیاتیہ وھو یحسب انہ مؤمن فیتبعہ مما یبعث بہ من الشبہات رواہ ابوداؤد **ترجمہ** حضرت عمران بن حصین رضی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص دجال کی خبر سنے اسکو چاہیئے کہ دور چلا جائے واللہ بعض شخص اپنے کو پکا مسلمان سمجھکر اس کے پاس آویگا (کہ اسکا تماشا دیکھے یا اس سے مناظرہ کرنے) پھر بہت سے شبہات پیدا ہوکر اسکا تابع ہوجاویگا روایت کیا اسکو ابوداؤد نے۔ مشکوۃ ص ۴۶۹ ف تعلیم بعد از مظان فتنہ بزرگوں کا ارشاد ہے کہ اگر کوئی مدعی تصوف مبطل ہو تو غیر کامل کو اسکے پاس بغرض رد بھی نہ جانا چاہیئے بعض اوقات اسکے تصرفات عجیبہ سے فتنہ میں مبتلا ہوجاتا ہے۔ حدیث میں یہی تعلیم صریح ہے اور اسمیں دجال اکبر و دجال اصغر برابر ہے۔

تعلیم بعد از مظان فتنہ

حدیث سہ صد و نوزدہم عن النواس بن سمعان فی ذکر الدجال قلنا یا رسول اللہ وما لبثہ فی الارض قال اربعون یوما یوم کسنۃ ویوم کشہر ویوم کجمعۃ وسائر ایامہ کایامکم رواہ مسلم

حدیث سہ صد و بستم عن اسماء بنت یزید بن السکن قالت قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یمکث الدجال فی الارض اربعین سنۃ السنۃ کالشہر والشہر کالجمعۃ والجمعۃ کالیوم والیوم کاضطرام السعفۃ فی النار رواہ فی شرح السنۃ **ترجمہ حدیث اول** نواس بن سمعان سے ذکر دجال میں روایت ہے کہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ اور اسکے رہنے کی زمین میں کتنی مدت ہے فرمایا چالیس دن ایک دن برس روز کے برابر ہوگا اور ایک دن مہینہ کے برابر اور ایک دن ہفتہ کے برابر اور باقی ایام تمہارے معمولی دنوں کے برابر ہوں گے روایت کیا اسکو مسلم نے۔ مشکوۃ ص ۴۶۵ **ترجمہ حدیث دوم** اسماء بنت

یزید بن السکن سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دجال زمین میں چالیس برس رہیگا برس تو مہینہ کے برابر ہوگا اور مہینہ ہفتہ کے برابر ہوگا اور ہفتہ دن کی برابر ہوگا اور دن ایسا ہوگا جیسے آگ سے لکڑیاں جل اٹھتی ہیں روایت کیا اسکو شرح السنہ میں مشکوۃ ص ۴۶۹ **ف مسئلہ بسط وطی زمان** دونوں حدیثوں میں منجملہ وجوہ رفع تعارض کے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ کسیکو وہ زمانہ طویل معلوم ہوگا اور کسیکو قصیر اور واقع میں اُسکی ایک مقدار معین ہوگی تو حدیث سے بسط وطی زمان دنوں ثابت ہوجاوینگی اور اول حدیث میں روایات میں یہ بھی ہے کہ جو دن سال کے برابر ہوگا اُس میں ایک سال کی نمازیں واجب ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دن واقع میں بھی ایک ہی سال ہے جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ وہ دن خاص ایک ہی سال کا ہو باقی ایام میں اوپر کی تقریر جاری کیجاوے بہرحال ان حدیثوں کی دلالت مدعا پر درجہ احتمال میں ہے۔ آگے ایک حدیث طے زمان میں صریح ہے۔

حدیث سہ صد و بست و یکم عن ابی سعید الخدری قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن یوم کان مقدارہ خمسین الف سنۃ ما طول ھذا الیوم فقال والذی نفسی بیدہ انہ لیخفف علی المؤمنین حتی یکون اھون علیہ من الصلوۃ المکتوبۃ یصلیھا فی الدنیا رواہ البیہقی فی کتاب البعث والنشور

ترجمہ ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اُس دن کی نسبت جسکی مقدار پچاس ہزار سال ہوگی (مراد قیامت کا دن ہے۔ براہ تعجب) پوچھا گیا کہ اس دن کا کسقدر طول ہوگا آپ نے فرمایا کہ قسم اُس ذات کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے کہ وہ دن اہل ایمان پر ایسا ہلکا ہوگا کہ فرض نماز جو دنیا میں پڑھتا ہے اُس سے بھی ہلکا ہوگا۔ روایت کیا اسکو بیہقی نے کتاب البعث والنشور میں مشکوۃ ص ۴۷۹ **ف مسئلہ طی زمان** اس پر تو دلالت حدیث کی ظاہر ہے اور طی اور بسط کے امکان میں کچھ تفاوت نہیں پس بسط بھی اسی طرح ہوسکتا ہے۔

حدیث سہ صد و بست و دوم عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من سمع المنادی فلم یمنعہ من اتباعہ عذر قالوا وما العذر قال خوف او مرض لم تقبل منہ الصلوۃ التی صلی رواہ ابو داؤد والدارقطنی

ترجمہ حضرت ابن عباس رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص موذن کی آواز سُنے اور اُسکو اُس مؤذن کے اتباع سے (یعنی جماعت میں آنے سے) کوئی عذر مانع نہو تو اُسکی وہ نماز جو اُسنے پڑھی ہے مقبول نہیں ہوتی صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ عذر کیا ہے فرمایا خوف ہو یا کوئی مرض ہو روایت کیا اُسکو ابو داؤد و دارقطنی نے مشکوۃ ص ۸۸ **ف اصلاح اہتمام جماعت** آج کل اکثر رسمی درویش جماعت کی مطلق پرواہ نہیں کرتے اس حدیث کی رو سے اُن کی نمازیں مقبول نہیں ہوتیں اور ظاہر ہے کہ جسکی نماز ہی مردود ہو وہ پیر ہونے کے قابل کب ہوسکتا ہے۔

حدیث سہ صد و بست و سوم عن المغیرہ بن شعبۃ انہ غزا مع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال

المغیرۃ فتبرز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل الغائط فحملت معہ اداوۃ قبل الفجر فلما رجع اخذت اھریق علی یدیہ فغسل یدیہ ووجھہ وغسل ذراعیہ ثم مسح بناصیتہ ثم اھویت لانزع خفیہ الحدیث مختصرا رواہ مسلم

ترجمہ حضرت مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے کہ وہ غزوہ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے تھے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر سے پہلے میدان میں استنجا کے لئے چلے میں پانی کا ظرف چرمی لیکر آپ کے ساتھ ہولیا جب آپ لوٹے تو میں (وضو کرانے کیلئے) آپ کے دونوں ہاتھوں پر پانی ڈالنے لگا پس آپ نے اپنے ہاتھ دھوئے اور چہرہ دھویا اور دونوں ہاتھ کہنی تک دھوئے پھر اپنے سر کے اگلے حصہ کا مسح کیا (اسی روایت میں ہے کہ اسکے ساتھ عمامہ کا یعنی عمامہ جتنے حصہ میں ہوتا ہے یعنی بقیہ سر کا مسح کیا) پھر میں آپ کے موزے اتارنے کے لئے جھکا۔ یہ حدیث مختصر ہے۔ روایت کیا اسکو مسلم نے مشکوۃ ص ۴۵ ف عادۃ **استعانت بخادم در وضو** بعض بزرگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ بعض اوقات خادم انکو وضو کراتا ہے بعض کوتاہ بیں اسکو کبر سمجھتے ہیں یہ محض بدگمانی ہے حدیث سے اسکا جواز بلا کسی کراہت کے ثابت ہے۔

حدیث سہ صد و بست و چہارم عن ابن عباس رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا وضوء علی من نام ضطجعا فانہ اذا اضطجع استرخت مفاصلہ رواہ ابوداود

ترجمہ حضرت ابن عباس رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وضو اس پر واجب نہیں ہے جو لیٹ کر سو جاوے۔ کیونکہ جب لیٹے گا تو اسکے جوڑ بند ڈھیلے ہو جاوینگے (اور ایسے میں ریح کا خروج مستبعد نہیں ہے) روایت کیا اسکو ترمذی و ابوداود نے مشکوۃ ص ۴۳ ف **مسئلہ نقض وضو در سقوط از وجد** اکثر صوفیہ اس سے بے علم ہیں کہ وجد میں بیہوش ہو کر گر پڑیں یا گر کر بیہوش ہو جاویں تو وضو کا اعادہ واجب ہے کہ اس حالت میں استرخاء مفاصل مثل سونے کی حالت کے ہو جاتا ہے فقہاء نے غشی میں نقض وضو کی تصریح فرمائی ہے۔

حدیث سہ صد و بست و پنجم عن انس قال لم یکن شخص احب الیھم من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکانوا اذا رأوہ لم یقوموا لما یعلمون من کراھیتہ لذلک رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث حسن صحیح

ترجمہ حضرت انس رض سے روایت ہے کہ صحابہ کو کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ محبوب نہ تھا باوجود اس کے جب آپ کو دیکھتے تو اٹھتے نہ تھے کیونکہ ان کو معلوم تھا کہ آپ کو یہ ناگوار ہوتا ہے۔ روایت کیا اسکو ترمذی نے اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ مشکوۃ ص ۳۹۵ ف **تعلیم ترک تعظیم موذی** حدیث سے معلوم ہوا کہ ادب اور تعظیم اور خدمت کا جو طریق اپنے کسی بزرگ کو گراں اور ناگوار ہو اسکا ترک کر دینا ضروری ہے آجکل اتباع عرف اسقدر غالب ہے کہ بزرگوں کی راحت کا خیال نہیں کرتے اہل عجم کے تکلفات اور تعظیم میں مبالغہ اور خدمت میں اصرار کو بڑا ذریعہ قرب و سعادت کا سمجھتے ہیں

استعانت خادم در وضو

مسئلہ نقض وضو در سقوط از وجد

جیسے کسی کا بدن دبانا اُسکی جوتیاں اُٹھانا اسکی پشت کی طرف بیٹھ جانا بالخصوص اس اعتقاد سے کہ اسکی پشت کی طرف وظیفہ یا نماز پڑھنے سے زیادہ مقبولیت ہوگی یہ تو بالکل بت پرستی کے مشابہ ہی یہ بلائیں آجکل بہت شائع ہیں

حدیث سہ صد و بست و ششم عن ابی ہریرۃ قال قالوا یا رسول اللہ انک تداعبنا قال انی لا اقول الا حقا رواہ الترمذی ۱۲ **ترجمہ** حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ ہم سے خوش طبعی فرماتے ہیں فرمایا میں بجز حق کے کوئی بات نہیں کہتا (یعنی خوش طبعی میں کسی امر باطل و نامشروع مثل کذب یا ایذاء مسلم کا مرتکب نہیں ہوتا) روایت کیا اسکو ترمذی نے مشکوٰۃ ص ۴۰۸ **ف** مسئلہ عدم تنافی مزاح با کمال بعضے خشک مزاج بزرگوں کی ظرافت کو بنظر عیب دیکھتے ہیں۔ اگر شرط مذکور فی الحدیث کی رعایت ہو تو سنت ہے اور اگر اسکی رعایت نہ ہو تو دوسری حدیث میں ممانعت بھی آئی ہے۔ لا تمار اخاک ولا تمازحہ رواہ الترمذی مشکوٰۃ ص ۴۰۹

حدیث سہ صد و بست و ہفتم عن ابی شریح الکعبی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فی حدیث طویل ولا یحل لہ ان یثوی عندہ حتی یحرجہ متفق علیہ **ترجمہ** ابوشریح کعبی سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بڑی حدیث میں فرمایا کہ مہمان کو حلال نہیں کہ میزبان کے پاس اتنا ٹھہرے کہ اسکو تنگ کردے روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے مشکوٰۃ ص ۴۰۶ **ف** اصلاح گرانبار نہ ساختن مریدان را آجکل اکثر پیر اپنے کو مریدوں کی جان و مال کا ایسا مالک سمجھتے ہیں کہ بے تکلف جو چاہا فرمائش کردی۔ جب تک چاہے اُن کے گھر پڑے کر مرغ و پلاؤ نوش فرماتے رہے۔ جتنوں کو چاہا لیکر اُس غریب کے گھر جا چڑھے خواہ اسکو گوارا ہو یا ناگوار ہو خواہ اُس پر فکر پڑے خواہ کچھ ہی ہو ان کو اپنے حلوے مانڈے سے کام حدیث کے حکم عام میں پیر بھی داخل ہیں اور علت اس حرمت کی تحریج ہے جس امر میں کوئی تنگ ہوتا ہو اور وہ اس شخص کا حق واجب ہو اُسکا حاصل کرنا حرام ہے اور ایک حدیث میں اس سے زیادہ صریح ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی نے دعوت کی تھی اور ایک شخص ہمراہ ہولیا تھا تو آپ نے بدون اجازت صریح میزبان کے اسکو بھی میزبان کے گھر لیجانا جائز نہیں رکھا پھر دوسرا تو کیا چیز ہے۔

حدیث سہ صد و بست و ہشتم عن محمد بن سیرین قال الرؤیا ثلث حدیث النفس وتخویف الشیطان وبشری من اللہ متفق علیہ وعن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا رای احدکم الرؤیا یکرھھا فلیبصق عن یسارہ ثلثا ولیستعذ من اللہ من الشیطان ثلثا ولیتحول عن جنبہ الذی کان علیہ رواہ مسلم **ترجمہ** محمد بن سیرین سے روایت ہے کہ خواب کی تین قسمیں ہیں حدیث النفس (یعنی خیالات) اور تخویف شیطان (یعنی شیطان بوجہ عداوت کے بغرض تحزین کے کوئی وہ امور دکھلاتا ہے) اور بشارت من اللہ روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے۔ اور حضرت جابر رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی تم میں کوئی برا خواب دیکھے تو بائیں طرف تین بار تھتکار دے اور تین بار اعوذ باللہ پڑھا

اور جس کروٹ پر تھا اسکو بدل دے روایت کیا اسکو مسلم نے مشکوۃ ص ۳۸۶ **ف** تعلیم عدم جزم برویا بعض اوقات سلوک کو دیکھا ہے کہ خواب پر اُن کو بہت ہی نظر ہوتی ہے اچھے خوابوں کی کمی ہو جاتی ہے تو اسکو علامت بعدم من اللہ کی سمجھکر مغموم اور متفکر ہوتے ہیں اچھے خواب نظر آجاتے ہیں تو اُسکو منتہائے مقصود سمجھکر ناز کرتے ہیں کوئی واقعہ نظر آجاتا ہے تو اُس پر پورا اعتماد کر لیتے ہیں۔ کوئی بُرا خواب نظر آجاتا ہے تو اُسی کی پریشانی میں گرفتار ہو جاتے ہیں حدیث میں ان سب خیالات کا غلط ہونا مصرح معلوم ہو گیا اور بُرے خواب کے ضرر سے بچنے کا طریقہ بھی فرما دیا گیا۔ غرض خواب اتنی بڑی چیز نہیں جتنا لوگوں نے سمجھ رکھا ہے اصل فکر حالت بیداری کی چاہئے کہ وہ مرضی عند اللہ ہے یا غیر مرضی کسی کا شعر بہت ہی پسند آتا ہو ؎ نہ شبنم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم ؎ چو غلام آفتابم ہمہ زآفتاب گویم ؎

حدیث سہ صد و بست و نہم عن ابن عباس مرفوعا اذکروا اللہ ذکرا یقول المنافقون انکم تراؤن رواہ الطبرانی کذا فی الجامع ترجمہ حضرت ابن عباس رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ کا اتنا ذکر کرو کہ منافقین یوں کہنے لگیں کہ تم ریاکار ہو۔ روایت کیا اسکو طبرانی نے اسیطرح ہے جامع میں حرز حاشیہ حصن ص ۱۸ **ف** قول ریاء را الشیخ خیر من اخلاص المرید مطلب یہ کہ کثرت سے کرو اور ظاہر ہے کہ کثرت کی حالت میں اخفاء نہیں رہ سکتا اور اظہار میں مخالفین ریا کا طعن کیا ہی کرتے ہیں پس اس حدیث میں ایسے اظہار کا جسکو ناواقف ریا کہیں اور واقع میں وہ ریا نہ ہو مطلوب ہونا مذکور ہے اور مطلوبیت کے لئے خیریت لازم ہے اور خیر میں چونکہ معنی تفضیل کے ہیں تو اسکے لئے مفضل علیہ کی بھی ضرورت ہوگی اور مفضل علیہ مقابل ہوگا مفضل کا اور مفضل ہے ریا بالمعنی الخاص تو مفضل علیہ عدم ریا ہوگا جسکو اخلاص کہا جاتا ہے پس ثابت ہوا کہ بعض ریاء بعض اخلاص سے خیر ہے اور دلائل خارجیہ سے کہ شیخ کے اظہار میں مصالح خاصہ ہوتے ہیں اس عموم میں ریاء الشیخ کا اخلاص مرید سے خیر ہونا بھی ثابت ہو گیا خوب سمجھ لو۔

حدیث سہ صد و سی ام عن ابی امامۃ قال مر النبی صلے اللہ علیہ وسلم فی یوم شدید الحر بخو بقیع الغرقد فکان الناس یمشون خلفہ فلما سمع صوت النعال وقر ذلک فی نفسہ فجلس حتی قدمہم امامہ لئلا یقع فی نفسہ شئ من الکبر رواہ ابن ماجہ ترجمہ حضرت ابو امامہ رضہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک تیز گرمی کے دن میں بقیع کی طرف چلے اور لوگ آپ کے پیچھے چلتے تھے جب آپ نے جوتیوں کی آواز سُنی تو آپ کے قلب پر یہ امر گران گذرا پس آپ بیٹھ گئے یہانتک کہ لوگوں کو اپنے آگے کر لیا تاکہ کوئی اثر بڑائی کا آپ کے قلب میں نہ واقع ہو جاوے روایت کیا اسکو ابن ماجہ نے۔ رحمۃ مہداۃ ص ۲۸۱ **ف** متفرقات۔ **فکر اصلاح اکابر را** اور اسی حدیث کے اس مضمون پر اصل رسالہ کو ختم کرتا ہوں کیونکہ خاتمہ تنبیہ ہی کے مضمون پر مناسب ہے تاکہ رسالہ جن علوم و اعمال کو متضمن ہے یہ تخویف اُن کی موافقت و امتثال کے لئے بیدار کر دے نیز اسمیں تاسی و اقتدار قرآن مجید کا بھی ہے کہ سب سے آخر آیت اسکی یہ ہے۔

واتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللہ ثم توفی کل نفس ما کسبت وھم لا یظلمون پس عرض کرتا ہوں کہ اس حدیث میں غور کرنے سے ناقص تو ناقص کاملین کی بھی آنکھیں کھلتی ہیں اور اُن لوگوں کی غلطی ظاہر ہوتی ہے جو زعم کمال کے بعد اپنی نگرانی حال سے بیفکر ہو جاتے ہیں خوب سمجھ لینا چاہئے کہ اکابر کو فارغ ہو کر بیٹھنا نہ چاہئے مثل ہندی کے اہتمام اصلاح اعمال اور اندیشہ تغیر حال میں لگا رہنا چاہیئے اور یہی خیریت ہے قال اللہ تعالیٰ فذکر ان نفعت الذکری سیذکر من یخشی ویتجنبہا الاشقی الذین یصلی النار الکبری ثم لا یموت فیہا ولا یحیی قد افلح من تزکی وذکر اسم ربہ فصلی بل تؤثرون الحیوۃ الدنیا والاخرۃ خیر وابقی ان ھذا لفی الصحف الاولی صحف ابراھیم وموسی ۔ یا من محکم اللہ الا القوم الخسرون ولنعم ما قیل ؎ غافل مرو کہ مرکب مردان مرد راہ در سنگلاخ بادیہ پے تا بریدہ اند ۔ تو میدہم مباش کہ رندان بادہ نوش ۔ ناگہ بیک خروش بمنزل رسیدہ اند اللھم اھدنا علی الاستقامۃ مع القبول والکرامۃ ۔ فی الدنیا ویوم القیمۃ ۔ وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد والہ واصحابہ اجمعین

خاتمہ الحمد للہ کہ رسالہ حقیقۃ الطریقۃ جو بقدر ضرورت دعاوی یعنی مضامین متعلقہ تصوف و دلائل یعنی احادیث نبویہ پر مشتمل ہے ختم ہوا ہر چند کہ اس موضوع کا طول و عرض از بس وسیع فسیح ہے۔ مگر چونکہ اصل مقصود اُسکے عمق تک ذہن کا پہونچانا تھا اور اُسکے لئے یہ مقدار کافی نموذج ہے اسلئے اسی پر اقتصار کیا گیا۔ کچھ مضامین ذیل تو ابع کے بطور تذنیب کے ایک کراسہ میں جمع کر کے اُسکے آخر میں ملحق کئے گئے ہیں کہ نکات دقیقہ کے نام سے موسوم ہیں والحمد للہ اولا واخرا وباطنا وظاھرا والسلام علی رسولہ محمد والہ واصحابہ متوافرا متکاثرا وکان ھذا فی اوائل ربیع الاول سنہ ۱۳۲۷ھ

النکت الدقیقۃ مما یتعلق بالحقیقۃ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد الحمد والصلوٰۃ یہ عرض ہے کہ ہر علم وعمل جبکہ اُسکو شریعت کے ساتھ موازنہ کیا جاوے تین قسم سے خالی نہیں۔ ایک قسم یہ کہ شریعت اُس کا اثبات کرے۔ دوسری قسم یہ کہ شریعت اُسکی نفی کرے۔ تیسرے یہ کہ شریعت اسکے اثبات ونفی سے ساکت ہو اول کو مدلول شرعی کہیں گے دوسرے کو مردود شرعی تیسرے کو نہ مدلول شرعی نہ مردود شرعی بلکہ بنظر بقاعدہ کلیہ مروی عن ابن عباس قال الحلال ما احل اللہ فی کتابہ والحرام ما حرم اللہ فی کتابہ وما سکت عنہ فھو مما عفا لکم رواہ ابن ماجۃ والترمذی ماذون شرعی کہیں گے صوفیہ کے علوم واعمال بھی ان ہی اقسام پر منقسم ہیں جنمیں سے قسمیں اولین کا ایک معتد بہ ذخیرہ رسالہ حقیقۃ الطریقۃ میں مدون کر دیا گیا ہے اور چونکہ قسم ثالث استدلال جزئی کا نہ محل ہے اور نہ محتاج اسلئے رسالہ اُس سے خالی رہا اور بوجہ اس کے کہ قواعد شرعیہ کلیہ اُسکی اباحۃ پر دال ہیں دلائل جزئیہ کا اُسپر دال نہونا کچھ مضر بھی نہیں مثال کے لئے ایک مسئلہ علمیہ اور ایک عملیہ فرض کرتا ہوں مثلاً لطائف جو عالم امر سے ہیں اُن کا تعلق جسد کے خاص خاص مقامات سے تبلایا جاتا ہے اور مثلاً ایک شغل میں نظر پر بینی پر جمائی جاتی ہے سو اُس علم کے لئے کشف اور اس عمل کے لئے تجربہ کافی ہے۔ کیونکہ یہ کشف وتجربہ بوجہ مصادم دلیل شرعی نہ ہونے کے ایسا ہے جیسے زید کے آنیکا علم اور حب ایاج کا استعمال جسکے لئے نص شرعی کی حاجت نہیں بلکہ ایسے امور تو اگر کسی مصلحت وضرورت معتد بہا کی بنا پر دوسری قوموں سے بھی ماخوذ ہوں۔ بشرطیکہ اُن کا شعار نہو تب بھی مضائقہ نہیں جیساکہ حاشیہ بخاری میں (ہب) سے کہ رمز مواہب کا ہے منقول ہے قال سلمان الفارسی یا رسول اللہ انا کنا بفارس اذا حوصرنا خندقنا علینا فامرہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بخاری جلد اول ص ۳۹۰ لیکن اگر ایسے امور کو کسی نص کے مدلول سے کسی درجہ میں گو وہ بعید ہی ہو اتفاقی توافق ہو جاوے ایک گونہ تائید سے خالی نہیں گو اس توافق کو استدلال نہ کہیں گے جسطرح قسمیں اولین کے اثبات ونفی کو کہا جاتا ہے مگر استیناس کہنا بیجا نہ ہوگا اور اہل ظاہر میں بھی یہ طرز بلا نکیر جاری رہا ہے ہدایہ کے قول متعلق بدفن المیت لوجہ الی القبلۃ کے تحت میں صاحب فتح القدیر لکھتے ہیں ویستانس لہ بحدیث ابی داود والنسائی ان رجلا سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الکبائر فقال ھی تسع الی ان قال واستحلال البیت الحرام قبلتکم احیاء واموتا۔ پس قریب ختم رسالہ حقیقۃ الطریقۃ کے خیال میں آیا کہ اگر نمونہ

سہ ماہی فروری ۱۹۱۲ء

اہل خانقاہ کی بات۔

کے لئے بعض ایسے امور بھی جنکی طرف احادیث میں مرتبہ استیناس میں تلویح واقع ہے وارد کرکے اسکو رسالہ کا تابع بنادیا جاوے تو اہل نظر کے لئے ایک گونہ لطف وخط سے خالی نہیں نیز اُس نمونہ پر بقیہ امور کے لئے مناسبات کا تتبع سہل ہو سکیگا اسلئے ان اوراق میں مثال کے طور پر چند ایسے ہی مضامین وارد کرتا ہوں اس طرح کہ اول وہ مضمون کسی کتاب فن سے نقل کرونگا اور پھر اُس حدیث مناسب کو لکھونگا اور چونکہ ایسے مضامین میں نکات ودقائق ہوتے ہیں جو کہ توابع حقیقت ہیں نہ کہ عین حقیقت اور مدلولات تحقیقیہ اسلئے اس حصہ کا نام النکت الدقیقۃ فیما یتعلق بالحقیقۃ رکھتا ہوں اور اسی فرق کی وجہ سے جو کہ سبب ہوا ہے نام جداگانہ رکھنے کا اسکی ترتیب بھی اصل سے بدل دی ہے کہ وہاں حدیث مقدم تھی اور مسئلہ موخر اور یہاں اُسکا عکس تاکہ اصل اور تابع میں خوب تمائز رہے اور وجہ استدلال یا استیناس یہ بضرورت دونوں جگہ موخر ہے۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ کوئی مضمون استدلالی بوجہ خفاء استدلال کے اس حصہ میں آجاوے جیسا یہ ممکن ہے کہ کسی اشتباہ کے سبب کوئی مضمون استیناسی حصہ حقیقہ میں آگیا ہو والی انوب الی اللہ من کل خطاء وزلل وھو ولی کل علم وعمل۔

مضمون اول

مضمون اول فی ضیاء القلوب۔ اندک سر را بجانب پشت کج کردہ تصور کن کہ ہمہ خطرات ماسوی اللہ را پس پشت انداختم۔

حدیث عن عبداللہ بن الزبیر قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یشیر باصبعہ اذا دعا رواہ ابوداؤد۔ ترجمہ عبداللہ بن الزبیر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا (یعنی تشہد) کے وقت اپنی انگلی سے (توحید کا) اشارہ فرماتے تھے روایت کیا اسکو ابوداؤد نے۔ مشکوۃ ص۸۷

ف پشت کو کج کرنا اس تصور کی شکل بنانا ہے کہ ہمہ خطرات را پس پشت انداختم اسیطرح اشارہ بالسبابہ اس اعتقاد توحید کی صورت بنانا ہے پس دونوں میں ہیئۃ جسمانیہ سے مافی القلب پر دلالت کرنا امر مشترک ہے۔

مضمون دوم

مضمون دوم فیہ ایضاً۔ بر فضاء دل ضرب کند۔

حدیث عن ابی بن کعب فی حدیث طویل فلما رای رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما قد غشینی ضرب فی صدری فنفضت عرقا رواہ مسلم ترجمہ حضرت ابی بن کعبؓ سے ایک حدیث طویل میں (جو کہ اصل رسالہ میں نمبر ۲۸۲ میں گذر چکی ہے) مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری یہ حالت دیکھی (جو مجھ پر غالب ہو رہی تھی یعنی وسوسہ تکذیب) آپ نے میرے سینہ پر ہاتھ مارا میں پسینہ پسینہ ہو گیا روایت کیا اسکو مسلم نے

ف ذکر میں ضرب کی حکمت یہی ہے کہ قلب میں اثر پہونچے۔ حدیث میں بھی اس ضرب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی غرض تھی اور اُس میں کوئی معتدبہ فرق نہیں کہ اپنی ضرب سے قلب میں اثر پہونچے۔ یا دوسرے کی ضرب سے۔

مضمون سوم

مضمون سوم فیہ ایضاً لفظ اللہ را بشدت وقوت دمادم گوید۔

حدیث عن ابن عباسؓ فی خطبۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم فتح مکۃ قولہ علیہ السلام ولا یختلی خلاھا فقال

العباس یا رسول اللہ الا الاذخر فانہ لقینہم وبیوتہم فقال الا الاذخر متفق علیہ۔

ترجمہ حضرت ابن عباس رضہ سے اُس خطبہ میں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن پڑھا ہے آپ کا یہ ارشاد مروی ہے کہ اُسکا (یعنی حرم شریف کا) گھاس نہ کاٹا جاوے حضرت عباس رضہ نے عرض کیا یا رسول اللہ مگر اذخر (یہ ایک گھاس ہے) کہ یو ہاروں کے اور گھروں (کی عمارت) کے کام آتا ہے آپ نے فرمایا کہ خیر مگر اذخر (یعنی اُنہوں نے اسکے مستثنیٰ کرنے کی درخواست کی آپ نے مستثنیٰ فرمادیا) روایت کیا اسکو بخاری اور مسلم نے مشکوۃ ص ۴۳۰ ف صرف الا اللہ کے ذکر پر بعض کا یہ اعتراض ہے کہ مستثنیٰ بدون مستثنیٰ منہ اور عامل کے عبارت بے معنی ہے ایسا ذکر بے معنی نہ معتد بہ ہے نہ موجب اجر پس عبث ہوا پھر کیوں اختیار کیا گیا سو حدیث سے جواز حذف عامل و مستثنیٰ منہ کا وقت قیام قرینہ کے معلوم ہوتا ہے جسطرح کہ کبھی اسکا عکس بھی مستعمل ہوتا ہے یعنی صرف مستثنیٰ کو حذف کر دیا جاوے چنانچہ ابن ماجہ کی ایک حدیث میں صحبت حکام کی مذمت میں ارشاد ہے۔

حدیث کن لك لا یجتنی من قربهم الا ۔ جسکی تفسیر محمد بن الصباح نے کی ہے کانہ یعنی الخطایا مشکوۃ ص ۴۲۹ پس الا اللہ میں بھی اگر اس قرینہ سے کہ اُسکے قبل لا الہ الا اللہ کا ذکر ہو چکا ہے یا بقرینہ عقیدہ ذاکر کے مستثنیٰ منہ اور عامل محذوف کر دیا تو کیا حرج ہوا اور ایک توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اسکے قبل جو لا الہ الا اللہ کہا گیا ہے اُس میں سے صرف الا اللہ کو تاکید کے لئے مکرر لایا گیا پس اُسکا عامل اور مستثنیٰ منہ ہر بار مراد ہوگا اور تاکید کے لئے جو تکرار کیا جاتا ہے کوئی دلیل اُسکی تحدید پر قائم نہیں جس قدر اہتمام ہوگا اتنا تکرار متحسن و مقتضای مقام ہوگا چنانچہ بعض روایات میں بعض مضامین کی نسبت ہے فما زال یکررها حتی ردد ذلك ما شاء اللہ سکت او نحوہ۔

مضمون چہارم فیہ ایضاً۔ بعد ازاں ذکر اسم ذات یعنی اللہ اللہ الخ

حدیث عن انس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تقوم الساعۃ حتی لا یقال فی الارض اللہ اللہ وفی روایۃ قال لا تقوم الساعۃ احد یقول اللہ اللہ رواہ مسلم ترجمہ حضرت انس رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت قائم نہ ہوگی بیشک کہ ایسی حالت ہو جاوے گی کہ دُنیا میں اللہ اللہ نہ کہا جاوے گا اور ایک روایت میں ہے کہ قیامت ایسے کسی شخص پر قائم نہ ہوگی جو اللہ اللہ کہتا ہوگا۔ روایت کیا اسکو مسلم نے مشکوۃ ص ۴۷۳ بعض کا اس طریق ذکر پر اعتراض ہے کہ صرف اللہ اللہ لفظ مفرد ہے اسلئے نہ کسی معنی خبری کو مفید ہے نہ معنی انشائی کو پھر ذکر بے معنی سے کیا فائدہ مگر حدیث میں تو خود اسی افراد کے ساتھ اس نام پاک کو مقول بنایا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ محض اسی کا تکرار بھی مشروع ہے اور معنی کچھ خبر اور انشاء میں منحصر نہیں اگر اس سے ترک واستحضار محض ہی مقصود ہو تو بے معنی اور غیر مفید کیوں ہوگا ارشاد خداوندی واذکر اسم ربك ظاہر الفاظ سے محض اسم کے ذکر کو بھی عام ہے۔

مضمون پنجم فیہ ایضاً۔ پاس انفاس این ست کہ مکان و زمان را در یابد یعنی در برآمدن نفس و فرو رفتن نفس طالب

ذاکر باشد و چندان مشغول باشد کہ دم ذاکر گردد۔

حدیث عن جابر فی شان اھل الجنۃ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یلھمون التسبیح و التحمید کما تلھمون النفس رواہ مسلم ترجمہ حضرت جابر رضؓ سے اہل جنت کے حال میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انکو تسبیح و تحمید کا اسطرح القار و اجرار ہوگا جسطرح تم کو سانس کا القار و اجرار ہوتا ہے۔ (یعنی) بلا قصد و بلا تکلف) روایت کیا اسکو مسلم نے مشکوۃ ص ۴۸۸ **ف** حدیث میں مژدہ ہے اہل جنت کی کہ انکو ذکر اللہ سانس کی طرح جاری ہو جاویگا۔ تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ پاس انفاس سے یہی کیفیت ذکر اللہ کے جاری ہونے کی ہو جاتی ہے۔ کیونکہ جب کثرت مشق سے ہر سانس کے ساتھ عادت ذکر کی ہوگئی اور سانس ہے اضطراری اور دونوں کی مقارنت بوجہ عادت کے مثل امر طبعی کے ہوگیا پس جب سانس آویگا اضطراراً ذکر بھی صادر ہوگا اور گو مطلق کثرت سے بھی یہ امر ہو جاتا ہے مگر پاس انفاس سے باسہل و احسن و اوکد وجوہ حاصل ہوتا ہے پس حدیث کی رو سے اہل جنت و مشائخین پاس انفاس کی حالت باہم نہایت مشابہ ہے۔

مضمون ششم فیہ ایضاً حبس دم در ذکر الخ

حدیث عن مطرف بن عبد اللہ بن الشخیر عن ابیہ قال اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو یصلی ولجوفہ ازیز کازیز المرجل یعنی بکی رواہ النسائی ترجمہ مطرف بن عبد اللہ بن شخیر اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ نماز پڑھ رہے تھے اور آپ کے سینہ میں ایک ایسی آواز تھی جیسی (پکنے کے وقت) ہانڈی کی آواز ہوتی ہے آپ رو رہے تھے روایت کیا اسکو نسائی نے (یہ حدیث اصل رسالہ میں ۳۶۲ میں گذری ہے) **ف** تجربہ سے معلوم ہے کہ یہ کیفیت غلبۂ بکا اور اسکے ضبط سے ہوتی ہے اور یہ بھی تجربہ اکثریہ سے ثابت ہے کہ غلبۂ کے وقت ضبط کرنے سے سانس رک جاتا ہے پس جو امر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت سے لازم آگیا اسکے محمود و نافع ہونے میں تو شبہ ہو ہی نہیں سکتا پس اگر کوئی اسکا تحصیلاً و اکتساباً التزام و اہتمام کرے تو کیا حرج ہے۔

مضمون ہفتم فیہ ایضاً بشغل سلطانا نصیر اطرقیش آنکہ نظر بر پرہ بینی خود دارد والی قولہ طرق شغل سلطانا محمود اورین شغل فقط نظر خود را در میان فرق ہر دو ابرو می خود میدارند۔

حدیث عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یا انس اجعل بصرک حیث تسجد رواہ البیہقی ترجمہ حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے انس اپنی نگاہ کو سجدہ کی جگہ رکھو روایت کیا اسکو بیہقی نے (یہ حدیث اصل رسالہ میں نمبر ۲۰۵ میں گذر چکی ہے) **ف** سجدہ میں موضع سجود سے ناک اور پیشانی مماس ہوتی ہے اور دو مماس جسموں میں سے جب ایک پر نظر کروگے لامحالہ دوسرے پر بھی نظر واقع ہوگی جبکہ سجدہ میں بھی موضع سجود پر نظر کی گئی تو ناک اور پیشانی پر بھی نظر پہونچے گی۔ تمام یا ناتمام اور ناک کی ابتدا پرہ بینی سے اور پیشانی کی ابتدا میان دو ابرو سے ہے پس ان دونوں پر اصل

اعضاء سے پہلے نظر پڑے گی۔ اشغال مذکورہ میں یہی دو موقع ہیں نظر کرنے کے جب اہل خاص حالت میں حدیث سے مشروع ہے تو دوسرے اوقات میں قیاس سے مشروع ہوئی۔ اور فقہائے بھی سجدہ میں پرہ بینی پر نظر رکھنے کو لکھا ہے کذا فی الدر المختار۔

مضمون ہشتم فیہ ایضاً طریق شغل سلطان الاذکار۔ از سر تا قدم ہر ہر موی وجود خود بجمع ہمت متوجہ شود یعنی بداند کہ در آمد و رفت نفس از ہر ہر موی اللہ ہو جاری ست بانی قولہ فد چند عرصہ ذکر اللہ از ہر ہر موجاری شود

حدیث عن ابی بکرۃ قال علمنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہذا الدعاء وفیہ ان تزینا فی القرآن العظیم والعلم وان تخالطہ بلحمی ودمی وسمعی وبصری الحدیث رواہ رزین ترجمہ حضرت ابو بکرہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھکو یہ دعا سکھلائی اور اس دعا میں یہ بھی ہے کہ مجھکو قرآن مجید اور (اسکا) علم عطا فرمایئے اور اسکو میرے گوشت اور خون اور گوش اور چشم میں پیوست اور مخلوط کر دیجئے روایت کیا اسکو رزین نے رحمۃ ہذا ۱۲ منہ

حدیث دیگر عن ہانی بن ہانی قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ملئی عمارا یمانا الی مشاشہ رواہ ابن ماجہ۔ ترجمہ ہانی بن ہانی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ عمار ہڈیوں کی جڑ تک ایمان سے پر ہے۔ روایت کیا اسکو ابن ماجہ نے۔ ابن ماجہ ص۱۴ف حدیث اول میں دعا ہے تخلیط القرآن بجمیع الاعضاء والاجزاء کی اور حدیث میں ہے ان اللہ لا یستحیی ان یعاقب قلبا ملئی ایمانا پس اس حدیث سے اس دعا کے وقت اس خلط کا تصور واستحضار ضروری ہوا اور احمد کا کلام اور اللہ کا نام اس تصور میں مساوی ہیں پس ہر ہر موسے اللہ ہو کے جاری ہونے کا تصور اس سے نافع ہونا ثابت ہو گیا جو طریقہ ہے اس شغل کا۔ اور حدیث دوم سے ایمان کا رگ وریشہ میں سرایت کرنا مذکور ہے۔ آثار ایمان حکم ایمان میں ہیں اور ذکر اللہ آثار ایمان سے ہے پس اسکی صحت سرایت بھی اس سے ثابت ہوئی جو کہ ثمرہ ہے اس شغل کا جو اس عبارت میں مذکور تھا۔ ذکر اللہ از ہر ہر موجاری شود۔ فافہم

مضمون نہم فیہ ایضاً طریق شغل سر بدی رچشم وگوش را از اناامل بند نمایدالخ

حدیث عن نافع قال کنت مع ابن عمر فی طریق فسمع مزمارا فوضع اصبعیہ فی اذنیہ ونأی عن الطریق الی الجانب الاخر ثم قال لی بعد ان بعد یا نافع ہل تسمع شیئا قلت لا فرفع اصبعیہ من اذنیہ قال کنت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسمع صوت یراع فصنع مثل ما صنعت قال نافع وکنت اذ ذاک صغیرا رواہ احمد وابو داؤد ترجمہ حضرت نافع رح سے روایت ہے کہ میں حضرت ابن عمر رضؓ کے ہمراہ رستہ میں تھا اتنے میں انہوں نے بانسلی کی آواز سنی تو اپنی دونوں انگلیاں اپنے دونوں کانوں میں رکھ لیں اور رستہ سے دوسری جانب کو دور ہٹ گئے پھر دور جا کر مجھ سے کہا کہ اے نافع اب بھی کچھ سنائی دیتا ہے میں نے عرض کیا کہ نہیں انہوں نے دونوں انگلیاں اپنے کانوں پر سے اٹھالیں۔ اور فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمراہ تھا آپنے ایک بانسلی کی آواز سنی تو آپنے بھی اسیطرح کیا جس طرح میں نے کیا نافع کہتے ہیں کہ میں اسوقت کم سن تھا

روایت کیا اسکو احمد اور ابوداؤد نے مشکوۃ ص ۴۰۳ ف باجہ کی آواز آنے کے وقت کانوں میں انگلیاں دینا واجب نہیں ہیں اور یہی وجہ ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عمر رض کو جبکہ وہ آپ کے ہمراہ تھے اسکا حکم نہیں فرمایا البتہ یہ واجب ہے کہ قصداً ادھر کان نہ لگائے اور دل سے برا سمجھے صرف کانوں میں انگلیاں اسوجہ سے دیں کہ اس سے قلب کی جمعیت اور حضور میں خلل نہ آوے اور تشویش نہ پیدا ہو پس اسی غرض کے لئے شغل میں حواس بند کئے جاتے ہیں کہ جمعیت اور حضور میسر ہو اور مدرکات مختلفہ الانواع سے جو تشویش ہو جاتی ہے اسکا انسداد ہو اور کان کا بند کرنا جب ثابت ہے دوسرے حواس کو اس پر قیاس کر لیا جاوے گا کہ علت مشترک ہے۔

مضمون دہم فیہ لطائف شش اند یعنی شش موضع اند در جسم انسان کہ پر فیوض و پر انوار و مشتمل بر بسیار برکات اند۔ اول لطیفہ قلبی کہ مقام او دو انگشت فروتر زیر پستان چپ است الخ و فیہ پنج ازان از عالم امر کہ قلب و روح و سر و خفی و اخفی اند الخ

حدیث عن النعمان بن بشیر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا وان فی الجسد مضغۃ اذا صلحت صلح الجسد کلہ و اذا فسدت فسد الجسد کلہ الا وھی القلب اخرجہ الخمسۃ ترجمہ حضرت نعمان بن بشیر رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یاد رکھو بدن میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے جب وہ سنورتا ہے تمام بدن سنور جاتا ہے۔ اور جب وہ بگڑتا ہے تمام بدن بگڑ جاتا ہے یاد رکھو وہ قلب ہے۔ روایت کیا اس کو بخاری و مسلم و ترمذی و ابوداؤد و نسائی نے (یہ حدیث اصل رسالہ میں ۱۲۴ پر گذر چکی ہے) ف یہ مسئلہ تو مکشوف ہے کہ انسان کے بعض اجزاء مجرد عن المادہ بھی ہیں عالم امر سے جو کہ عبارت فارسیہ بالا میں واقع ہے بھی مراد ہے اور یہ اجزاء مجردہ لطائف کہلاتے ہیں اور یہ بھی مکشوف ہے۔ کہ ان لطائف کا خاص خاص تعلق جسد مادی کے بعض بعض اجزاء سے ہے چنانچہ لطیفہ قلب کا تعلق مضغہ قلب سے ہے وعلی ہذا۔ حدیث میں قلب کو مضغہ جسدیہ فرمانا اس تعلق مذکور کے حکم کا موید ہے بعض اجزاء حکم کشفی کا موید بالنص ہو جانا قرینہ غالبہ ہے بقیہ اجزاء کی صحت پر۔

مضمون یازدہم فیہ ایضاً طریق دفع مرض تصور کند کہ مرض میگیرد و میکشد و بر زمین می افتد

حدیث عن ابی امامۃ بن سہل بن حنیف فی قصۃ اصابۃ عین عامر بن ربیعۃ سہل بن حنیف قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا تبرکت علیہ واللفظ لابن ماجۃ ترجمہ حضرت ابوامامہ بن سہل بن حنیف سے اس قصہ کے ضمن میں جس میں عامر بن ربیعہ کی سہل بن حنیف کو نظر لگ گئی تھی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عامر سے فرمایا کس لئے تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کو قتل کرتا ہے (جسوقت تم نے انکو نہاتا ہوا دیکھکر انکی لطافت جسم کی تعریف کی تھی جس سے نظر لگ گئی اسوقت) تم نے ان پر برکت اللہ کیوں نہیں کہدیا تھا کہ نظر نہ لگتی کذا فی المرقاۃ) روایت کیا اسکو شرح السنۃ میں مشکوۃ ص ۳۸۲ ف سلب

مضمون یازدہم

مرض قوت نفسانیہ سے کیا جاتا ہے سو اسکا موثر ہونا خود نظر لگنے سے بھی معلوم ہوتا ہے اسلئے اس سے سبب مرض کی صحت عقلیہ ثابت ہوتی ہے اور بارک اللہ علیک اسکے روکنے کے لئے کہنا بھی درحقیقت استعمال ہے۔ قوت نفسانیہ کا کہ اس میں بلا واسطہ کھلانے پلانے جھاڑنے پھونکنے کے دور ہی سے اثر ہوا یہی قوت نفسانیہ ہی اس کلمہ دعائیہ سے اسکی فاعلیت اور قوی ہوگئی اور جس ضرر کا انسداد جائز ہے اسکا دفع بھی بالاولے جائز ہے اس سے اس تصرف سلب کی صحت شرعیہ ثابت ہوتی ہے۔ پس ہر سلب مرض کی صحت عقلیہ و صحت شرعیہ ہر دو اس حدیث سے ثابت ہوگئیں۔

مضمون دوازدہم وفیہ ایضا طریق دریافتن خطرہ نفس خود را از حدیث نفس و از ہر خطرہ خالی ساختنہ بدل البہوی قلب او متوجہ شود ہر چہ از خیر و شر در خاطر خطور کند پس بداند کہ از دوست۔

حدیث عن رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ صلے صلوٰۃ الصبح فقرأ الروم فالتبس علیہ فلما صلی قال ما بال اقوام یصلون معنا لا یحسنون اطہورنا فانما یلبس علینا القرآن اولئک کما قال اللہ النسائی

ترجمہ ایک صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے صبح کی نماز پڑھی اور اس میں سورہ روم پڑھی اور اس میں آپ کو متشابہ لگا جب آپ نماز پڑھ چکے تو فرمایا لوگوں کا کیا حال ہے کہ ہمارے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور وضو اچھی طرح نہیں کرتے سو ان ہی لوگوں کی وجہ سے ہمکو قرآن میں متشابہ لگتا ہے۔ روایت کیا اسکو نسائی نے۔ نسائی ج ۱ ص ۱۵۱ اف غور کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ کسی شخص کا وضو اچھی طرح نہ کرنا اس قصہ میں وحی صریح سے معلوم نہیں ہوا صرف آپ نے اپنے متشابہ لگنے سے استدلال فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ نقصان وضو کی کدورت نے آپ کے قلب کو خلجان و تشویش میں ڈالا پس ثابت ہوا کہ ایک جلیس کو جبکہ وہ صافی القلب ہو کسی تعلق و قرب سے دوسرے جلیس کا خیر و شر بدون اظہار معتاد مدرک ہو سکتا ہے دریافت خطرہ کا یہی مبنی ہے۔ گو کسی وقت توجہ کی بھی ضرورت ہو اور گو کسی وقت جسمانی قرب بھی نہو مگر اس قسم کے تصرفات کا جیسے دفع مرض یا دریافت خطرہ اہل کمال قصد کرتے ہیں بکذا فی ضیاء القلوب۔

مضمون سیزدہم۔ فیہ ایضا۔ طریق تلاوت قرآن شریف۔ دل را از جمیع خطرات خالی کردہ در حین قرارت خیال کند کہ زبان و ذہن و لسان دل صنوبری ہر دو برابر تلفظ می کنند بعد ازاں تصور کند کہ ہر بن موی جسد قاری برای قرارت قرآن زبان گردیدہ و از ہر بن مو الفاظ می برآیند درین ملاحظہ در حین قرارت مستغرق گردد چون درین ملکہ حاصل آید بعد ازاں در وقت قرارت تصور کند کہ حق تعالیٰ بزبان قاری میخواند و او می شنود

حدیث عن ابی سعید الخدری رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اللہ تعالیٰ من شغلہ القرآن عن مسئلتی اعطیتہ افضل ما اعطی السائلین اخرجہ الترمذی

ترجمہ حضرت ابو سعید خدری رض سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں جو شخص ایسا ہو کہ قرآن مجید اسکو مجھ سے کوئی چیز مانگنے سے (یعنی دعا کرنے سے) مشغول کر دے (یعنی فرصت نہ لینے دے) میں جسقدر اور سائلوں کو دونگا

اس شخص کو سب سے زیادہ دوستدار روایت کیا اسکو ترمذی نے (یہ حدیث اصل رسالہ میں ۲۳ میں گذری ہے)

حدیث عن ابن عباسؓ فی قولہ تعالیٰ لا تحرک بہ لسانک لتعجل بہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعالج من التنزیل شدۃ فکان مما یحرک شفتیہ فانزل اللہ تعالیٰ لا تحرک بہ الی قولہ فاذا قرأناہ فاتبع قرآنہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد ذلک اذا اتاہ جبریل استمع فاذا انطلق جبریل قرأہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کما اقرأہ

ترجمہ حضرت ابن عباس رضؓ سے اس آیت کی تفسیر میں لا تحرک الخ مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نزول قرآن کے وقت بڑی تکلیف اٹھاتے تھے یعنی (اُن الفاظ کو سُنکر انکو ضبط کرنے کے لئے) اپنے لبوں کو (اور زبان کو) حرکت دیتے تھے (یعنی خود بھی ساتھ ساتھ پڑھتے جاتے تھے کہ خیر ایک بار زبان سے کہہ لونگا تو یاد ہو جاویں گے ورنہ شاید بھول نہ جاؤں تو ادھر سُنتا اُدھر دہرانا تکلیف ظاہر ہی ہے) پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ اس میں عجلت کرنے کی غرض سے اپنی زبان کو حرکت نہ دیا کیجئے (اس مضمون تک کہ) جب ہم قرآن پڑھا کریں (یعنی ہمارا فرشتہ ہمارے حکم سے پڑھا کرے) تو آپ اُسکے پڑھنے کی طرف دل سے لگے رہا کیجئے (خود اعادہ کی حاجت نہیں) روایت کیا اسکو بخاری نے۔ بخاری ج اول ص۴۳ دعاکہ فی نفسہ عبادت ہے جب قرآن والے کے لئے کثرت تلاوت سے اُدھر متوجہ ہونا بروی حدیث اول محمود ہوا تو اور خیالات و امور مباحہ سے معرض ہونا تو بدرجہ اولے محمود ہوگا پس تلاوت میں اس قدر غرق ہو جانا یہی حاصل ہے طریق اول کا دل راز جمیع خطرات الی قولہ مستغرق گردد اور دوسری حدیث میں جو آیت ہے فاذا قرأناہ اُس میں قرارت جبرئیل کو حق تعالیٰ کی طرف منسوب کیا گیا چنانچہ اذا اتاہ جبرئیل استمع سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ قاری جبریل تھے تو وجہ اس نسبت کی اُن کی قرارت کا باذنہ تعالیٰ ہونا ہے پس ہر قاری جبکہ ماذون من اللہ ہے کما دلت علیہ النصوص پس اپنی قرارت کے منسوب الی الحق ہونے کا قصور اُسکو جائز ہوگا اور یہی حاصل ہے طریق اخیر کا کہ چون دریں ملکہ الخ۔

مضمون چہار دہم فی خلاصۃ الربع انہار بعضے اولیاء زیر قدم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتے ہیں اُن کو محمدی المشرب کہتے ہیں اسیطرح آدمی المشرب و ابراہیمی المشرب و موسوی المشرب اور بعضے تحت قدم حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں نام اُن کا عیسوی المشرب ہے۔

حدیث عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احب شتی الی اللہ الغرباء قیل ومن الغرباء قال الفرارون بدینہم یحشرہم اللہ یوم القیمۃ مع عیسی بن مریم رواہ ابن نعیم فی الحلیۃ ترجمہ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سب اشیاء سے زیادہ پیارے اللہ کے نزدیک وہ ہیں جو غربا یعنی بے یار بے مددگار ہیں پوچھا گیا یا رسول اللہ بے یار و بے مددگار کون لوگ ہیں آپ نے فرمایا جو اپنے دین کو لئے ہوئے (اسکو بچاتے ہوئے) بھاگے بھاگے پھرتے ہیں (تو جہاں جائیں گے ظاہر ہے کہ اجنبی پردیسی ہوں گے جو اصل معنی ہیں غربا کے اور پردیسی اکثر بے یار و بے مددگار ہوتے ہیں) اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو قیامت کے روز

حضرت عیسیٰ بن مریم کے ساتھ اُٹھائے گا۔ روایت کیا اسکو ابونعیم نے حلیہ میں۔ رحمہ مہداۃ ص ۱۰ ج ۲۔ ف اولیاء میں سے کسی کے موسومی الشرب کسی کے عیسوی الشرب ہونے کے جو حاصل معنی ہیں وہ اس حدیث سے بخوبی ثابت ہیں یعنی مناسبت فی الصفات اور یہ سب باعتبار امت ہونے کے محمدی ہی ہیں۔

مضمون پانزدہم۔ رسم الباس خرقہ وقت عطاء خلافت۔

حدیث عن عائشۃ رضی قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا عثمان ان ولاک اللہ ھذا الامر یوما فاراد المنافقون ان تخلع قمیصک الذی قمصک اللہ فلا تخلعہ مرتا او ثلاثا ابن ماجہ ترجمہ حضرت عائشہ رضی سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عثمان اگر اللہ تعالیٰ تمکو اس حکومت کا کسی وقت اختیار دے پھر منافقین تم سے وہ پیراہن اُتروانا چاہیں جو تم کو اللہ تعالیٰ نے پہنایا ہو سو تم اُسکو مت اُتارنا (مطلب یہ کہ وہ تم سے خلافت کے چھوڑ دینے کی درخواست کریں تو تم خلافت مت چھوڑ دینا چنانچہ حضرت عثمان رضی قتل ہو گئے۔ مگر اس ارشاد کے پابند رہے) روایت کیا اسکو ابن ماجہ نے۔ ابن ماجہ صفحہ ۱۱ ف ولی امر ہونے کو قمیص سے تعبیر کرنا جس مناسبت پر مبنی ہے اُس سے اس کی مشروعیت بھی نکلتی ہے کہ امور دینیہ کی تولیت عطا کرنے کے وقت قمیص جسی پہنا دیا جاوے جیسا بعضے بزرگوں کا معمول ہے کہ خلافت دینے کے وقت خرقہ و پیراہن پہناتے ہیں۔ اور درۃ المعارف میں طبرانی سے عمامہ باندھنے کی اصل منقول ہے۔ کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا یولی والیا حتی یعممہ ویرخی سدلہا من جانبہ الایمن بخ الاذن اھ

مضمون شانزدہم۔ علامت خاص مقرر نمودن برای اہل سلسلہ خود چنانکہ معمول بعضے بزرگان شنیدہ شد

حدیث عن علی قال العمائم تیجان العرب رواہ ابوداؤد ترجمہ حضرت علی رضی سے روایت ہے کہ اُنہوں نے فرمایا عمامے عرب کا تاج ہیں روایت کیا اُسکو ابوداؤد نے۔ رحمہ مہداۃ ص ۲۳۳ ف آگے ترغیب بے عمامہ باندھنے کی عرب اور منتسبین الی العرب کو ایک خاص عنوان سے کہ وہ عرب کی علامت خاص ہے پس اس علامت کو محفوظ رکھنا چاہیئے اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی خاص طریق کے لوگ بمصلحت باہمی شناخت اور بقاء اتحاد واختصاص کے اپنے مجمع کی کوئی خاص علامت مقرر کرلیں۔ بشرطیکہ حدود شرعیہ سے خارج نہو تو جائز ہے۔ ایک بزرگ ہمارے نواح میں ابھی گذرے ہیں اُنھوں نے اپنے سلسلہ والوں کے لئے ایک خاص طور کا رومال رکھنا مقرر فرمایا تھا چنانچہ ابتک اُن صاحبوں میں معمول ہے۔

مضمون ہفدہم۔ وحدۃ الوجود بالتفسیر الذی ذکرنی مفتاح کلید مثنوی تحت شعر مولوی رحمہ اللہ ؎

جملہ معشوق ست وعاشق پردہ ٔ زندہ معشوق ست وعاشق مُردہ ٔ

حدیث عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اصدق کلمۃ قالھا الشاعر کلمۃ لبید الا کل شئی ماخلا اللہ باطل متفق علیہ ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شعراء کے تمام کلاموں میں سب سے زیادہ صحیح لبید کا قول ہے الا کل شئی الخ یعنی یاد رکھو کہ اللہ کے سوا

سب چیزیں باطل ہیں۔ (تفسیر اسکی محشی نے لکھی ہے اے فان مضمحل) روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے مشکوۃ ص ۴۰۱ ف فانی ہونے کے معنی تو ظاہر ہیں کہ آئندہ معدوم ہو جاوینگے اور مضمحل ہونے کا باعتبار حالت موجودہ کے بھی حکم کر سکتے ہیں یعنی جو موجود کالمعدوم ہو اور باطل کا حمل اس معنی پر کچھ بعید نہیں یہی حقیقت ہے وحدۃ الوجود کی بشرح عقائد نسفیہ میں آیت کل شی ہالک الا وجہہ کے یہی تفسیر کی ہے۔ اور قرآن مجید میں جو باطل سے نے کی نفی فرمائی ہے۔ ماخلقت ہذا باطلا وہ بمعنی عبث ہے پس کتاب و سنت میں کچھ تعارض نہیں۔

مضمون ہشتم کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق۔

حدیث عن ابن مسعود فی حدیث طویل قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالی جمیل رواہ مسلم

ترجمہ ابن مسعود رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی جمیل ہے روایت کیا اسکو مسلم نے مشکوۃ ص ۴۲۵ ف چونکہ جمال عادۃ مقتضی ہوتا ہے ظہور کو یعنی ظہور اسکے مناسب ہے اور اللہ تعالی جمیل میں کہ مناسب کی رعایت فرماتے ہیں اسلئے حکمت مقتضی ہوئی کہ ذات و صفات کا ظہور فرماویں اور ذات و صفات کا ظہور ہوتا ہے افعال سے جو متعلق ہیں خلق کے پس مقتضی ظہور ہونا مقتضی تعلق ہونا ہے اور اسی ظہور سے معرفت ہوتی ہے۔ پس اقتضاء ظہور اقتضاء معروفیہ بھی ہے اسی اقتضاء کو حب سے بھی تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ اور اس ظہور سے پہلے خفا ظاہر ہے پس حکم بالمجال سے کہ حدیث میں ہے بواسطہ ان مقدمات کے قول مشہور مذکور صوفیہ کا ثابت ہوتا ہے۔ خوب سمجھ لو۔

مضمون نوزدہم نقل بعض احادیث غیر منقولہ در کتب حدیث۔

حدیث عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من رانی فی المنام فقد رانی فان الشیطان لا یتقمثل فی صورتی متفق علیہ

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مجھ کو خواب میں دیکھا تو اسنے مجھکو ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت میں نہیں بن سکتا روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے مشکوۃ ص ۴۰۸ ف بعض صوفیہ کے کلام میں بعض عبارتیں بعنوان حدیث پائی جاتی ہیں جن پر اکثر اہل ظاہر ان حضرات کو وضاع حدیث سمجھتے ہیں مگر حاشا و کلا جو وہ ایسے کبیرہ کے مرتکب ہوتے ہوں۔ بلکہ توجیہ اسکی یا تو یہ ہے کہ کشف یا منام میں انھوں نے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ ارشادات سنے ہوں اسلئے انکو حضور کیطرف منسوب کر دیا خود محدثین نے احادیث منامیہ کو بلفظ حدیث سے تعبیر کیا ہے جیسا امام صغانی نے مشارق میں یہ حدیث اذا وضع العشار انخ منام کے طریق سے نقل کی ہے اسیطرح احادیث کشفیہ کو حدیث کہنا صحیح ہے البتہ انمیں یہ شرط ہے کہ قواعد شرعیہ کے خلاف نہو تو محققین کے کلام میں جو اس قسم کے مضامین پائے جاتے ہیں انمیں یہ بات متحقق ہوتی ہے کہ فی نفسہ وہ حق ہوتے ہیں حدیث بالا اس توجیہ کے صحیح و معتبر ہونے پر دال ہے کبھی وہ روایت بالمعنی ہوتی ہے جیسے اس سے اوپر کنت کنزا مخفیا کا مضمون مذکور ہوا ہے کہ وہ روایت بالمعنی ہو سکتی ہے ان اللہ جمیل کی اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے

کہ حسن ظن سے کسی کتاب میں دیکھکر یا کسی راوی سے جو بظاہر صالح تھا سُنکر اُسکو صحیح سمجھ لیا اور نقل کر دیا تنقید احادیث ان حضرات کا فن نہیں اسلئے یہ غلطی معفو عنہ ہے۔

مضمون بستم من عرف نفسه فقد عرف ربه ۔

حدیث عن حذیفة قال النبی صلی الله علیه وسلم لا ینبغی للمؤمن ان یذل نفسه قیل یا رسول الله وما یذل نفسه قال ان یتعرض بلبلاء لما لا یطیقه رواه الترمذی ترجمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مومن کو لائق نہیں کہ اپنے نفس کو ذلیل کرے عرض کیا یا رسول اللہ اس سے کیا مراد ہے فرمایا ذلیل کرنا نفس کو یہ ہے کہ جس بلا کا متحمل نہو سکے اُسکا متمنا کرے روایت کیا اسکو ترمذی نے تیسیر صـ۱۸۶ھ اذلال نفس اور عدم معرفت قدر نفس کے معنی ایک ہیں اور عدم معرفت قدر نفس بھی ایک توجیہ ہے۔ عدم معرفت نفس کی اس بنا پر یذل نفسه کے معنی ہوئے لا یعرف نفسه آگے اس عدم معرفت نفس کی تفسیر ہے تعرض لما لا یطاق من البلاء اور ایسی بلاؤں میں سے اعظم بلاء عدم معرفت رب ہی تو اس بنا پر عدم معرفت نفس کا ایک مادہ تحقق عدم معرفت رب بھی ہوا تو لامحالہ معرفت نفس مستلزم ہوئی معرفت رب کو جو حاصل ہے من عرف نفسه فقد عرف ربه کا اور یہی مضمون قرآن مجید کی اس آیت سے بھی ثابت ہوتا ہے ومن یرغب عن ملة ابراهیم الا من سفه نفسه اسطرح سے کہ من استفہامیہ بمعنی لای نافیہ ہے اور یرغب بوجہ صلہ عن کے بمعنی یعرض و یترک ہے اور ملة ابراہیم اور معرفت رب کا ایک حاصل ہے اور سفہ بمعنی جہل کا اور لم یعرف کا ایک حاصل ہی بس حاصل معنی یہ ہوا لا یترک معرفة ربه الا من لم یعرف نفسه اور نفی واستثناء سے اثبات ہوتا ہے۔ حکم مدخول نفی کا مستثنیٰ کیلئے پس حاصل الحاصل یہ ہوا یترک معرفة ربه من لم یعرف نفسه اور اس سے بطریق عکس النقیض لازم آیا من عرف نفسه لم یترک معرفة ربه بل عرف ربه اور حدیث مذکور سے اسکا اثبات مخصوص اسی صورت کے ساتھ ہے جب معرفت نفس کی توجیہ معرفت قدر سے کیجاوے اور آیت میں چونکہ لفظ سفہ بمعنی جہل عام ہے اُس سے ہر تاویل پر اثبات ہوتا ہے۔ قول مذکور کا خواہ عدم معرفت قدر لیا جاوے یعنی اُسنے اپنے نفس کی اہانت کی کہ اُسکو دوزخ میں ڈالا یا عدم معرفت صفات نفس لیا جاوے یعنی اُسنے اپنے تذلل وعجز وضعف کا مشاہدہ نہ کیا ورنہ حق تعالیٰ کی عظمت و قدرت و کمال کا مشاہدہ ہو جاتا خوب سمجھ لو۔

(خاتمہ)

الحمد للہ کہ کراسہ نکت دقیقہ کہ ملحقات حقیقة الطریقہ سے ہے نیز ختم کو پہونچا۔ کل حدیثیں حقیقة الطریقہ میں ایک سو تیس ۱۳۰ ہیں اور نکت دقیقہ میں بیس اسطرح سے کہ تین حدیثیں تمہید میں اور بیس مضامین میں سے ہر مضمون پر اقل درجہ ایک حدیث تو ضرور ہے۔ اور ہشتم و پانزدہم میں دو دو حدیثیں یہ بائیس ہوئیں مگر مضمون دوم و

ششم و ہفتم و دہم میں جو بڑھائیں لائی گئی ہیں وہ اصل رسالہ حقیقۃ میں آچکی ہیں اسلئے ان چار کو خارج کرکے بائیس میں سے اٹھارہ رہ گئیں اور تمہید کی نین ملاکر اکیس ہوگئیں اور یہ اکیسوتیں کے ساتھ ملکر جو اصل رسالہ میں ہیں ساڑھے تین سو ایک اوپر ہوگئیں جن کو احقر نے بخرف کسر ایک شمر میں ضبط بھی کر دیا ہے ۳۵۰۰ صد و پنجہ حدیث آمد درین بہ شد مرتب این عجائب سفر دین ۱ و الحمد اللہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات ۱ و الصلوۃ علی نبیہ محمد صاحب الشفاعات و صحبہ و عترتہ اصحاب السعادات ۱ و کان ہذا فی اوسط ربیع الاول ۱۳۲۷ھ

کہ بن یحیی الزبیر ۱۲	**تنبیہ آخری متعلق مجموعہ رسائل**

ان رسائل و مضامین کے بھروسہ شیخ سے مستغنی نہ ہوجاویں تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ فوائد باطن کے لئے شیخ کی تعلیم کا اتباع بمنزلہ جزو اخیر علت تامہ کے ہے اور باقی کتب و رسائل بمنزلہ شرائط ابتدائیہ یا توسطیہ کے ہیں اسی اشتراط و توقف کی وجہ سے یہ مضامین جمع کئے گئے ہیں اور اسکے بعد بھی وصول الی المقصود کا مدار اعظم شیخ کامل کا اتباع ہے اصل دلیل تو اس دعوی کی تجربہ ہے لیکن مرتبہ بیان میں اگر اس مضمون کی تفصیل کا شوق ہو تو حصہ دوم کلید مثنوی صفحہ ۱۵۵ سطر ۲۴ سے صفحہ ۱۶۵ سطر ۸ تک مطالعہ کیا جاوے اول بندہ نے اس مضمون کو مسائل المثنوی میں داخل کیا تھا مگر بوجہ تطویل کے اس سے خارج کرکے مجموعہ ہذا کے ختم پر اس پر تنبیہ کر دی گئی۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین و صلے اللہ علی خیر خلقہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین ابد الآبدین و دہر الداہرین و لتعلق باسر المجموع ہذا ابیاتا دعائیۃ حریۃ بان یکررہا الطالب المسکین فی جلواتہ و خلواتہ منقولۃ عن عشرۃ طروس وھی ہذہ۔

یا من یری ما فی الضمیر و یسمع	انت المعد لکل ما یتوقع
یا من یرجی للشدائد کلہا	یا من الیہ المشتکی و المفزع
یا من خزائن رزقہ فی امر کن	امنن فان الخیر عندک اجمع
مالی سوی فقری الیک وسیلۃ	فبالافتقار الیک فقری ادفع
مالی سوی قرعی لبابک حیلۃ	فلئن رددت فای باب اقرع
و من الذی ادعوا و اھتف باسمہ	ان کان فضلک عن فقیرک یمنع
حاشا لجودک ان تقنط عاصیا	الفضل اجزل و المواھب اوسع
ثم الصلوۃ علی النبی و آلہ	خیر الانام و من بہ یتشفع

۳۵۰۰ و من عجائب الاتفاق التی لم تقصد قبل ان الاشتقاص الثلثۃ من ہذا المجموع قد تممت علی المنظوم من الکلام الاول علی المہتدی منہ المناسب للمبتدی و الثانی علی الفارسی المناسب للمتوسط و الثالث علی العربی المناسب للمنتہی ۱۲ منہ

۱۲ منہ کہ بعض احباب کے اصرار سے جو اس کے بعد بھی تاریخ پائی گئی ہیں ان کو بھی درج کر دیا ہے

تأیید الحقیقۃ بالآیات العتیقۃ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمدا وسلاما دائمین اعلم وفقنی وفقك الله تعالی لمعرفة الحقيقة والتحقيق بها انی لما فرغت من تاليف رسالتی حقيقة الطريقة اتفق لی بعد برهة من الزمان السفر الی بها والفور حين مضی اربعة اشهر من سنة ۱۳۲۶ للهجرة فعثر هناك علی كتاب سماه الكاتب فی الفهرس شواهد احكام الصوفية من القرآن ففرحت بعطالعتها رايته موافقا لغرضی من الرسالة المذكورة واستعرته من مالكه فاعارنی بارك الله فيه فعدت معه الی الوطن ورايته ان اضيفه اليها بعد تلخيصه لما فيه من الطول فی بعض المطالب خفاء الاستدلال فی بعضها وحيث مست الحاجة الی تصرف فيه سوی التلخيص من زيادة قليلة اوتغيير يسير احطه بقوسين وسميته

ہم حمد کرتے ہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اور سلام بھیجتے ہیں ہمیشہ کے لئے جانتو خدا تعالیٰ مجکو اور تجکو حقیقۃ کے پہچاننے اور اُس کے ساتھ متصف ہونیکی توفیق عنایت کرے کہ جب میں رسالہ حقیقۃ الطریقۃ کے لکھنے سے فارغ ہوگیا تو ایک مدت کے بعد جبکہ ۱۳۲۶ ہجری کے چار مہینے گذر چکے تھے مجکو سفر بھاول پور کا اتفاق پڑا اور وہاں مجھکو ایک کتاب ملی جس کا نام کاتب نے فہرست میں شواہد احکام الصوفیہ من القرآن لکھا تھا اُسکو دیکھکر میں خوش ہوا اسلئے میں اسکو اپنی اُس غرض کے موافق پایا جو رسالہ مذکورہ کے لکھنے سے تھی اور رائس کو مین نے مالک صاحب سے عاریۃ طلب کیا اُنھوں نے مجھکو عاریۃ دیدی اللہ تعالےٰ اُن کا بھلا کرے پھر میں اُس کو لیکر اپنے وطن آیا مناسب معلوم ہوا کہ اس کتاب کو بھی اس رسالہ مین خلاصہ کرکے شامل کردوں کیونکہ اُسکے بعض مضامین میں کسیقدر طوالت تھی اور بعض میں استدلال خفی تھا اسلئے خلاصہ کرنا پڑا) اور اگر تلخیص کے علاوہ کسی تصرف کی مثلاً ایک دو لفظ بڑھانیکی یا کچھ تغیر وتبدل کی ضرورت پیش آئی

(نوٹ اس عبارت کو قوسین کے اندر محصور کردیا اور نام کاتب نے)

تائید الحقیقۃ بالایات العتیقۃ فبعونہ ابتدائی والی المبادی انتہائی سورۃ البقرۃ قولہ تعالیٰ واللہ محیط بالکافرین وقال فی ایات اخر وکان اللہ بکل شئ محیطا ان ربی بما یعملون محیط ان ربہ احاط بالناس واحاط بما لدیھم وھذہ الایات کلھا دالۃ علی صحۃ قول من یقول من العلماء الصوفیۃ ان اللہ تعالیٰ بکل مکان غیر انھم لا یعلمون کیفیۃ کون مکان اللہ (ای یقولون بالاحاطۃ الذاتیۃ لا بمحض الاحاطۃ الصفاتیۃ کما ھل لظاھر) ولیس من ضرورۃ الاحاطۃ ان یکون المحیط والمحاط علیہ جسما وانما تفسیر الاحاطۃ ان لا یکون المحاط علیہ بعید امن المحیط ولا المحیط بعید امنہ ثم ان ذلک مشہور بین مشائخ الصوفیۃ کلھم نحو جنید والشبلی وابن عطا وغیرھم مروی عن جنید انہ تکلم عندہ رجل فاشار الی السماء فقال لا تشر الی السماء فانہ معک فھذا دلیل علی انہ ما خصص مکان اللہ تعالیٰ بالعرش ولا بجھۃ دون جھۃ فافھم (ویکون الاستواء علی العرش متشابھا او ما ولا علی اختلاف المسلکین وورد فی الحدیث اطلاق المکان حیث قال (ارتفاع مکانی) قولہ تعالیٰ ادخلوا فی السلم کافۃ اعلم ان السلم فی التصوف ھو موت النفس عن الصفات الصفات الذمیمۃ وعن الدنیا والاخرۃ مع انہ حی قائم

تائید الحقیقہ بالایات العتیقہ رکھا سو اُسی کی مدد سے میری ابتدا ہے اور اُسی سے وصول الی المنتہا ہے سورہ بقر قول اللہ تعالیٰ کا اور اللہ تعالیٰ سب کافرون کو گھیرے ہوئے ہے اور دوسری آیتوں میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہر شے کو گھیرے ہوئے ہے اور بلاشبہ میرا پروردگار اُن کے اعمال کو گھیرے ہوئے ہے اور بلاشبہ آپ کے رب نے سب لوگوں کو گھیر رکھا ہے اور خدا تعالیٰ نے اُن کے پاس کی چیزوں کو گھیر رکھا ہے اور یہ سب آیتیں اُن لوگون کے قول کی صحت پر دال ہیں جنھوں نے علما صوفیہ میں سے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ ہے مگر لوگوں کو خدا تعالیٰ کے مکان ہونے کی کیفیت معلوم نہیں (یعنی یہ حضرات احاطہ ذاتیہ کے بھی قایل ہیں اور اہل ظاہر کی طرح صرف احاطہ صفاتیہ ہی کے قائل نہیں) اور احاطہ کیلئے یہ ضرور نہیں کہ محیط اور محاط دونوں جسم ہوں تفسیر احاطہ کی صرف یہی ہے کہ محاط محیط سے بعید نہ ہو اور نہ محیط محاط سے بعید ہو پھر جانا چاہئے کہ یہ قول جمیع مشائخ صوفیہ ہیں جیسے جنید اور شبلی اور ابن عطاء وغیرہ مشہور ہے جنید رح سے منقول ہے کہ کسی شخص نے آپ کے حضور میں اثنا گفتگو میں آسمان کی طرف اشارہ کیا آپ نے فرمایا کہ آسمان کی طرف اشارہ نہ کر کیونکہ وہ تیرے ساتھ ہے سو یہ دلیل ہے اس بات کی کہ حضرت جنید نے اللہ تعالیٰ کے مکان کو عرش کے ساتھ خاص نہیں کیا اور نہ ایک جہۃ کے ساتھ دوسری جہۃ کو چھوڑ کر خاص کیا خوب سمجھ لو اور استوا علی العرش یا تو متشابہ ہوگا یا ماول علی حسب اختلاف المسلکین اور حدیث میں لفظ مکان کا اطلاق آیا ہے جیسا کہ فرمایا اور تم ہمیں میرے مکانی بلندی کی قول اللہ تعالیٰ کا داخل ہو تم تسلیم میں پورے پورے جاننا کہ تسلیم تصوف میں یہ ہے کہ نفس صفات ذمیمہ اور دنیا آخرت سے مرجاوے باوجودیکہ وہ زندہ اور باقی رہے۔

لا یتحرک ولا یسکن الا اللہ تعالیٰ وما ھو
خلاف ذلک لیس بسلم لان الخصومۃ
قائمۃ بعد رما لم تمت و شرطنا ان یکون
ذلک السلم حال حیوتہ لان ھذا خطاب
الاحیاء فی الدنیا بقابلۃ التکالیف
دون اھل المقابر قولہ تعالیٰ واللہ یقبض
ویبسط یقبض احیاءہ عن کل ما سواہ
ویبسطھم الیہ وھو الجذبۃ فافھم یعنی
ان الآیۃ بعموم لفظھا تشمل ھذا القبض
والبسط کما انھا تشمل قبض الواردات
وبسطھا ایضا قولہ تعالیٰ قال بلیٰ ولکن
لیطمئن قلبی وھذا دلیل علی ان الایمان
یزید فیصیر طمانینۃ وھو الذی یسمیہ
الصوفیۃ یقینا ثم تلک الزیادۃ یکون
بالرویۃ والوجدان وھذہ الآیۃ دالۃ
علی ان الایمان مع الشک (ای عدم
حصول الاطمینان) کائن ولا ینفیہ الشک
وذلک فی قولہ تعالیٰ فان کنت فی شک
مما انزلنا الیک الآیۃ وفی قولہ علیہ السلام
نحن احق بالشک من ابراھیم قلت وھو
احسن تفاسیر الشک سورۃ آل عمران قولہ تعالیٰ
ویحذرکم اللہ نفسہ وھذہ الآیۃ واقفا
والتہ ظاھرۃ علی صدق مقالۃ المشائخ
حیث قالوا ان العارف لا یخاف لاذاتہ تعالیٰ
ولا یخاف عذاب النار ولا فوات نعیم الجنۃ
ولا الدنیا بجمیع ما فیھا ویدل علی مثل ذلک
ایضا قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم اللھم انی

حرکت کرے تو اللہ ہی کے لئے ساکن ہو تو اللہ ہی کے لئے
اور جو اس کے خلاف ہو وہ تسلیم نہیں کیونکہ جتنی کسر نفس کے
مرنے میں ہے۔ اتنی ہی منازعت باقی ہے (پس لا محالہ تسلیم کے
خلاف ہے) اور ہم نے اس سلم کے لئے حالت حیات میں ہونے کی
شرط اس لئے کی کہ یہ خطاب احکام تکلیفی کے قائم رکھنے کا
ان لوگوں کو ہے جو دنیا میں زندہ ہیں اہل قبور کو نہیں قول اللہ
تعالیٰ کا اور اللہ تعالیٰ سمیٹ لیتا ہے اور پھیلا دیتا ہے اپنے
دوستوں کو ان سے ماسوا ہما اللہ کو چڑا کر سمیٹ لیتا ہے اور اپنی
کشادگی وراہ کی عنایت فرماتا ہے اور یہی جذبہ کہلاتا ہے سو
خوب سمجھ لو (یعنی آیت اپنے عموم الفاظ سے اس قبض و بسط کو
شامل ہے جس طرح یہ آیت قبض و بسط واردات کو بھی شامل ہے) قول
اللہ تعالیٰ عرض کیا ابراہیم علیہ السلام نے کہ میں ایمان کیوں
رکھتا ولیکن (مشاہدہ احیاء کی) اس لئے درخواست کرتا
ہوں تاکہ میرے دل کو اطمینان ہو جاوے یہ آیت اس بات پر
دلیل ہے کہ ایمان بڑھتا ہے بڑھتے بڑھتے اطمینان بن جاتا ہے
اور یہ وہی چیز ہے جسکو صوفیہ یقین سے تعبیر کرتے ہیں پھر
یہ زیادتی کبھی رویت سے اور کبھی وجدان سے حاصل ہوتی
ہے اور یہ آیت دال ہے اس پر کہ ایمان شک کے ساتھ (یعنی عدم حصول
اطمینان کے ساتھ) جمع ہو جاتا ہے اور شک (بالمعنی المذکور) سے
اسکی نفی نہیں ہوتی اور یہی معنی مراد ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول
میں تو اگر آپ کو اس چیز میں جسکو ہم نے آپ پر اتارا ہے کچھ شک
ہو آخر آیت تک (اور اسیطرح قول نبی علیہ السلام میں بھی کہ ہم شک
کرنیکے زیادہ مستحق ہیں بہ نسبت ابراہیم علیہ السلام کے میں کہتا ہوں
کہ شک کی تفسیروں میں یہ تفسیر سب سے اچھی ہے۔ سورۂ آل عمران میں
قول اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ تمکو اپنی ذات سے ڈراتا ہے اور یہ آیت
مانند میں مشائخ کے اس مقولہ کے صدق پر دلالت کر رہی ہیں جو ان
حضرات نے فرمایا ہے کہ عارف بجذبات خدائی برتر کے کسی چیز سے

اعوذ بك منك قوله تعالى والى الله المصير يعنى الى الله نفسه وذاته مصير كل بر وفاجر وكل قريب وبعيد فاما الفاجر فمسيره السعير المسجر بسجير الغضب المسعر بحطب السخط والانتقام والمقت من الحق تعالى وكل ذلك صفات الله تعالى واما مصير الابرار الى الله تعالى فى دار السلام والى الدرجات العلى قوله تعالى قل ان كنتم تحبون الله فاتبعونى يحببكم الله المحبة اصلها الارادة فتنموا وتزداد الى ان تصير محبة ثم لا تزال تزداد حتى تكمل اما الشوق والعشق فهى محبة منهبة والالتهاب انما يحصل عند ازدياد المحبة ثم فقد الوصال فان حصل الوصال زال الالتهاب ولا يزال يزداد لمن يزاد حتى يكمل واذا كمل مع الوصال فهو الرضوان وليس الشوق والالتهاب ان يكون المحبة كاملة بل ربما يكون ناقصة ومع هذا يلتهب التهابا محرقا لفقد الوصال فافهم قوله تعالى انى نذرت لك ما فى بطنى محررا يعنى عبدا خالصا عن كل شئ سوى عبوديتك يقال طين حراى خالص صاف والحرية اعلى مقامات الاولياء فى العبودية وغلط اهل الاباحة ظنوا بذلك حرية النفس عن عبودية الحق بارتفاع التكاليف عنه هذا باطل تلقوها من الشهوة والهوى فان الحرية كمال العبودية صفاء وخلوصا قوله تعالى قال يا مريم انى لك هذا الآية كان

پناہ مانگتا آپکی آپ سے قول اللہ تعالیٰ کا اور اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے یعنی اللہ کی ذات کی طرف ہر نیکو کار اور ہر بد کردار اور ہر قریب والے اور ہر بعید والے کا لوٹنا ہے سو بد کردار کا لوٹنا تو دوزخ کی طرف ہوگا جو غضب کی لکڑیوں سے روشن کی گئی ہے اور حق تعالیٰ کے غصہ اور انتقام اور ناخوشی کے ایندھن سے بھڑکائی گئی ہے اور یہ سب اللہ تعالیٰ کی صفتیں ہیں اور نیکوکاروں کا لوٹنا اللہ تعالیٰ کی طرف دار السلام میں اور بلند درجوں کی طرف ہوگا۔ قول اللہ تعالیٰ کا آپ فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو محبت کی بنیاد ارادہ ہے پھر وہ بڑھتا کرتا رہتا ہے اور بڑھتا رہتا ہے یہانتک کہ محبت ہو جاتا ہے پھر محبت بڑھتی رہتی ہے حتی کہ کامل ہو جاتی ہے لیکن شوق اور عشق سو وہ محبت مشتعل کہتے ہیں اور اشتعال اسوقت ہوتا ہے جب محبت تمنی پر ہو اور وصال مفقود ہو پھر اگر وصال حاصل ہو گیا تو اشتعال جاتا رہتا ہے اور وہ محبت ہمیشہ بڑھتی رہتی ہے جسکی بڑھتی ہو یہانتک کہ کمال کو پہنچ جاتی ہے اور جب محبت وصال کیساتھ کامل ہو جاتی ہے تو اس کا نام رضا ہے اور شوق اور اشتعال کیلئے کمال محبت لازم نہیں بلکہ کبھی اوقات محبت ناقص ہوتی ہے باوجود اسکے وصال مفقود ہونیکی وجہ سے اسمیں سخت اشتعال سوزندہ ہوتا ہے قول اللہ تعالےٰ کا جو کچھ میرے پیٹ میں ہے میں نے اسکو تیرے نام پر خالص کر دینے کی نذر کی یعنی بجز آپکی بندگی کے اور سب چیزوں سے اس کو خالص کر دیا چنانچہ کہا جاتا ہے طین حر یعنی خالص اور صاف مٹی اور حریت اولیاء اللہ کے اعلیٰ مقامات عبودیت سے ہے اور اہل اباحت نے غلطی کی کہ اس سے یہ سمجھ گئے کہ تکالیف شرعی مرتفع ہو کر نفس خدا کی بندگی سے آزاد ہو جاوے اور یہ محض باطل ہے جس کو انہوں نے محض شہوت اور خواہش نفسانی کی وجہ سے اختیار کیا ہے۔ کیونکہ حریت تو یہ ہے کہ بندگی میں اعلیٰ درجہ کی صفائی اور خلوص ہو جاوے قول اللہ تعالےٰ فرمایا زکریا علیہ السلام نے یہ کہاں سے تم کو ملا آخر آیت تک یہ

ذلك الرزق فاكهة لمريم صلوات الله عليها
ولم تكن نبية فدل على ان ذلك كرامة لها
ولين معجزة لزكريا النبي عليه السلام لان
زكريا لم يعلم بذلك وتعجب ولم تقم معجزتك
قوله تعالى حاكيا وابرئ الاكمه والابرص
واحي الموتى باذن الله وهذا يدل على صحة
ما قال المشائخ ان العبد يتخلق باخلاق الله
اصاف ابراء الاكمه والابرص احياء الموتى
الى عيسى عليه السلام وقيد باذن الله وهذا
عند مشائخ الصوفية غير محال ان يقدر
الله من شاء من عباده على ذلك قوله
تعالى لا يتخذ بعضنا بعضا ارباباً من
دون الله هذه الآية دالة على بطلان قول
الحلولية من الصوفية يقولون ان الانسان
اذا هم العالم العامل هو الرب القائم
في شخص الانسان اذا يرى شيئا فانما يرى
الرب بالرب ويسمع الرب بالرب يعلم الرب
بالرب وهذا اثبت الوحدانية ومن قال
بالحلول قال باكثر من واحد قوله تعالى
ولكن كونوا ربانيين اى كونوا متخلقين
باخلاق ربكم مبصرين ببصائر قلوبكم
والربانى منسوب الى الرب تعالى بالعبودية
له فكون العبد ربانيا مستحيل وكونه ربانيا
مطلوب جميل قوله تعالى ولا يامركم ان
تتخذوا الملئكة والنبيين اربابا المشائخ
قالوا ان اتخاذ الملئكة اربابا هو ذكرهم
بالقلب التفات اليهم بخاطر القلب

رزق مریم علیہا السلام کے لیئے ایک میوہ تھا اور آپ پیغمبر نہ تھیں
سو اس سے ثابت ہوا کہ یہ آپکی کرامت تھی اور زکریا علیہ السلام کا
معجزہ نہ تھا کیونکہ اول تو زکریا علیہ السلام کو اسکی خبر نہیں ہوئی
اور آپنے تعجب ظاہر فرمایا دوسرے مریم علیہا السلام نے پیش
جواب دیا کہ یہ آپکا معجزہ ہے قول اللہ تعالیٰ کا اور حکایت کے
عیسیٰ علیہ السلام سے اور میں خدا کے حکم سے اچھا کر دیتا ہوں مادر زاد
اندھے اور جذامی کو اور زندہ کر دیتا ہوں مردوں کو یہ مضمون مشائخ
صوفیہ کے اُس قول کی صحت پر دلالت کرتا ہے کہ بندہ اخلاق خداوندی
سے متصف ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے مادر زاد اندھے اور جذامی کے اچھا
کرنے اور مردوں کے زندہ کرنیکو عیسیٰ علیہ السلام کیطرف منسوب فرمایا اور باذن
الٰہی کی قید لگا دی اور یہ مشائخ صوفیہ کے نزدیک محال نہیں کہ اللہ تعالیٰ
اپنے بندوں میں سے جسکو چاہے اُسپر قادر کر دے قول اللہ تعالیٰ کا ہم خدا
کو چھوڑ کر باہم ایک دوسرے کو رب نہ بنا دیں یہ آیت اُن لوگوں
کے قول کے بطلان پر دلالت کرتی ہے جو صوفیہ میں سے حلول کے
قائل ہیں وہ لوگ کہتے ہیں کہ انسان بجمد اربالعلم وعمل رب جو انسان کی
صورت میں قائم ہے جب وہ کسی چیز کو دیکھتا ہے تو گویا رب بذریعہ رب کے
دیکھتا ہے اور رب بذریعہ رب کے سنتا ہے اور رب بذریعہ رب
کے علم رکھتا ہے حالانکہ اس مقام پر وحدانیت کو ثابت فرمایا ہے اور جو
لوگ حلول کے قائل ہیں وہ واحد سے زیادہ کے قائل ہیں پس اُن کا
قول نافی آیت کے ہوا، قول اللہ تعالیٰ کا ولیکن ہو جاؤ تم رب والے
یعنی تم اپنے پروردگار کے اخلاق کے ساتھ متصف ہو جاؤ اپنے قلوب
کی بصیرتوں سے مبصر ہو جاؤ اور ربانی منسوب ہے رب پر ترکی طرف
بندگی کے طور پر تو بندہ کا رب ہونا محال ہے اور اُس کا ربانی ہونا
امر مطلوب و خوبی ہے قول اللہ تعالیٰ کا اور نہ وہ تمکو یہ حکم دیتا ہے
کہ تم فرشتوں اور نبیوں کو رب بنا لو مشائخ نے فرمایا ہے کہ
فرشتوں کو رب بنانا یہ ہے کہ اُن کا دل سے ذکر کرے
اور اُن کی طرف خطرہ قلبی۔

ن خطرات السر قال ابن عطاء ایاك
ان تلاحظ مخلوقا وانت تجد الی ملاحظة
الحق سبیلا قال الواسطی فی هذه الآیة
لا یخطرن باسرارکم تعظیمهم ولا الفکر
فی صفاتهم (قلت المراد ملاحظة مقصودة
والا فملاحظة الخلق بالشفقة والرحمة
ومن حیث ان الله تعالی اوجب الایمان
بالنبیین والملئکة فمطلوب فی الشرع)
قوله تعالی الذین یذکرون الله قیاما
وقعودا وعلی جنوبهم یعنی یذکرون الله
فی جمیع الاحوال دائما ابدا الا ان احوال
الناس لا یخرج من هذه الاحوال الثلثة
وهو القیام والقعود والاضطجاع ثم لابد
للانسان من النوم والاکل والشرب فعلم
ان المراد منه الذکر بالروح والقلب فانه
یمکن فی الاحوال کلها (ای هو اعظم فرد
من المراد کانه ینحصر فیه المراد) قوله النساء
قوله تعالی ولا تؤتوا السفهاء اموالکم
قال سفیه عند المشائخ هو النفس اے
لا تتصرفوا فی اموالکم الا علی خلاف النفس
والهوی فان مال النفس الی البذل (ای
مما فیه احتمال لحظ النفس) فامسك وان
مال الی الامساك فابذل ولا تتبع النفس
فی هواها ولا تلتفت الیه الا زجرا وردعا
ولا تشاوره فانه سفیه وشاور العقل والدین
واعمل ما یامرانك (والمقصود من هذا
التقدیر اشتراك الحکم باشتراك العلة

اور خطرات سر دی سے التفات کرے ابن عطاء نے فرمایا ہے، کہ
مخلوق کی طرف التفات کرنے سے بچے رہو جبکہ التفات الی الحق کے
اسباب میسر ہیں واسطی نے اس آیت میں فرمایا کہ تمہارے باطن
میں اُنکی تعظیم کا خطرہ نہ واقع ہو اور نہ اُن کے اوصاف میں غور کرنے کا
خطرہ واقع ہو میں کہتا ہوں مراد یہ ہے کہ مقصودیت کے طور پر یہ
التفات نہو ورنہ شفقۃ اور رحمت کے ساتھ خلق کی طرف التفات کرنا
یا اس اعتبار سے کہ اللہ تعالے نے نبیوں اور فرشتوں کے ساتھ ایمان
لانے کو واجب کیا ہے خود شریعت میں مطلوب ہے قول اللہ تعالیٰ کا
وہ اہل عقل ایسے ہیں کہ اللہ کا ذکر کرتے ہیں کھڑے بیٹھے لیٹے یعنی اللہ کا
ذکر سب حالتوں میں ہمیشہ ہمیشہ کیا کرتے ہیں کیونکہ آدمیوں کے حالات ان
احوال ثلثہ سے باہر نہیں ہوتے اور وہ کھڑا ہونا ہے اور بیٹھنا
ہے اور لیٹنا ہے پھر انسان کے لئے سونا اور کھانا اور پینا بھی ضروری
ہے تو معلوم ہوا کہ مراد اس سے ذکر روحی اور قلبی ہے کیونکہ وہ جمیع
احوال میں ممکن ہے یعنی وہ مراد کی فرد اعظم ہے نہ یہ کہ مراد اسی میں
منحصر ہی) سورہ نساء قول اللہ تعالیٰ کا اور تم بیوقوفوں کو اپنا مال مت
دو سو بیوقوف کا مصداق مشائخ کے نزدیک نفس ہے یعنی اپنے مالوں پر
وہی تصرف کرو جو نفس اور خواہش کے خلاف ہو تو اگر نفس خرچ
کرنے کی طرف مائل ہو (یعنی جس خرچ میں کچھ احتمال
حظ نفس کا ہو) تو رک جاؤ اور اگر بخل کی طرف مائل ہو تو خرچ
کرو اور نفس کا اتباع اُس کی خواہش میں مت
کرو اور نہ اُس کی طرف بجز اس پر زجر و توبیخ رکھنے
کے التفات کرو اور نہ اس سے مشورہ لو کیونکہ وہ
بیوقوف ہے اور عقل دین سے مشورہ لو اور جو
کچھ یہ دونوں کہیں اُس پر عمل کرو (مقصود
اس تقریر سے سنبھالنا اور نفس کے حکم کا مشترک
ہونا ہے بوجہ اشتراک علت۔

فی السفهاء و النفس لا تفسیر السفهاء بالنفوس فافهم قوله تعالیٰ ومن یخرج من بیته مهاجرا الی الله ورسوله ثم یدرکه الموت فقد وقع اجره علی الله قوله تعالیٰ من بیته ای فما سکن الیه قلبه من اشیاء الدنیا کالنفس واهوی فالشهوات مهاجرا عن کل ما سوی الله تعالیٰ ورسوله صلی الله علیه وسلم فلو مات قبل التمکن فقد وقع اجره علی الله لزم الله تعالیٰ اتمام نیته وایصاله الی مقصوده وهو الله تعالیٰ والمقصود قیاس هجرة علی هجرة وتسمیة المرید مهاجرا ورد فی الحدیث والمهاجر من هجر ما نهی الله عنه ورسوله قوله تعالیٰ ومن احسن دینا ممن اسلم وجهه ای نفسه وذاته وصفاته وشخصه وجوارحه کله لله خالصا مخلصا ویجعل کل اعماله لله علی وفق رضاء الله قوله تعالیٰ واتخذ الله ابراهیم خلیلا هو المحب المختص ببعض الامور الشریفة العظیم من حبیبه فعلی هذا کان کل خلیل حبیبا ولم یکن کل حبیب خلیلا وعلی هذا کان بنیاء الله تعالیٰ اخلاءه تعالیٰ وهکذا سائر الاولیاء والعرفاء وفائدة تخصیصه بهذا الذکر انه لم یکن لله تعالیٰ خلیل (بهذه المثابة) فی زمانه غیره سورة المائدة قوله تعالیٰ یهدی به الله من اتبع رضوانه سبل السلام والسبل جمع السبیل وقال لسبیل الی الله تعالیٰ کثیرة لا تحصی وهذه الآیة تدل علی صحة قولهم

کے نہ سفہار کی تفسیر کرنا نفوس کے ساتھ خوب سمجھ لو قول اللہ تعالیٰ کا اور جو شخص اپنی گھر سے اللہ اور اس کے رسول کیواسطے ہجرت کرنیکی غرض سے نکلے پھر اس کو موت آدبا دبے تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ ثابت ہوگیا یہ ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے گھر سے یعنی ان اشیاء دنیویہ سے جن کے ساتھ اسکو دلچسپی ہو جیسے نفس اور خواہش اور شہوات اور مہاجر سے مراد یہ کہ جو چیز اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سوا ہو اسکو چھوڑنیوالا ہو تو ایسا شخص اگر قبل حصول مراد کے مرگیا تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ ثابت رہیگا اس کی نیت کو پورا کرنا اور اس کو مقصود تک کہ وہ اللہ تعالیٰ ہے پہونچا دینا اللہ کے ذمہ ہوگا۔ اور یہ مقصود آیت کی تفسیر نہیں ہے بلکہ ایک ہجرت کا دوسری ہجرت پر قیاس کرنا ہے اور مرید کو مہاجر فرمانا خود حدیث میں وارد ہے کہ بڑا مہاجر وہ شخص ہے جو اس کو چھوڑ دے جس سے اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول نے منع فرمایا ہے قول اللہ تعالیٰ کا اور اس سے زیادہ اچھا دین میں کس شخص کا ہے جو اپنے روح کو مطیع کردے یعنی اپنے نفس کو اور اپنی ذات کو اور اپنی صفات کو اور اپنے جسم کو اور اپنے اعضاء کو سب کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص مخلص کردے اور اپنے سب کاموں کو اللہ کے لئے اسکی رضامندی کے موافق کرے قول اللہ تعالیٰ کا اور اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنالیا خلیل وہ محب ہے جو محبوب کی جانب سے بعض معاملات شریفہ عظیمہ کے ساتھ مخصوص ہو تو اس بنا پر ہر خلیل حبیب ہے اور ہر حبیب خلیل نہیں اور اس بنا پر اللہ تعالیٰ کے سب نبی اسکے خلیل ہیں اور اسیطرح تمام اولیاء اور عارفین بھی اور فائدہ ابراہیم علیہ السلام کی تخصیص بذکری کا یہ ہے کہ آپ کے زمانہ میں کوئی دوسرا اس مرتبہ کا اللہ کا خلیل نہ تھا سورہ مائدہ قول اللہ تعالیٰ کا اللہ تعالیٰ اس قرآن سے اس شخص کو سلامتی کے رستے دکھلاتا ہے جو اسکی خوشنودی کا اتباع کرے سبل جمع ہے سبیل کی اور شیخ نے فرمایا ہے کہ رستے اللہ تعالیٰ تک پہونچنے کے بہت ہیں جنکا شمار نہیں اور یہ آیت انکے قول کی صحت پر دلالت کرتی ہے

(ای الی المسئلة المعروفة الآن بعنوان ان طرق الوصول الی اللہ بعدد انفاس الخلائق وھذہ کلھا ترجع الی طریق واحد مستقیم فاما ما لا یرجع الیہ فقال تعالی فیہ ولا تتبعوا السبل قولہ تعالی وعلی اللہ فتوکلوا وھو من مقامات السالکین قولہ تعالی وابتغوا الیہ الوسیلة قال بعضھم الوسیلة فی الاحیاء الشیخ (ای ھو داخل فی عمومھا) وجاھدوا فی سبیلہ ای فی سبیل اللہ ھذا امر بمجاھدة الصوفیة (ای ان الآیة عامة) قولہ تعالی ولا تشتروا بآیاتی ثمنا قلیلا عن مذاق التصوف لا تشتروا بکل اماتی وفراساتی التی ذکرت منکم بھذا اوانی کرمتکم بھا تقویة لکم علی سیرکم وازتقائکم لا لوصولکم الی الدنیا ومالھا وجاھھا قولہ تعالی لکل جعلنا منکم شرعة ومنھاجا تدل علی ما تقدم من قولہ تعالی یھدی بہ اللہ من اتبع رضوانہ سبل السلام (ای بطریق اثبات بالنظیر لا بطریق ادخال الجزئی فی الکلی لان ھذہ الشرعة والمنھاج منھا ما قد نسخ) قولہ تعالی یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ولا تبلغ ما خصصناک بہ من الکشف والمشاھدة فانھم لا یطیقون حملہ وھذا دلیل علی صحة ما یقول المشائخ لا ینبغی ان یحکی وقائعہ للناس فان مست الضرورة یحکی علی الشیخ فحسب علی قولہ تعالی حکایة عن اسرائیل لا تقصص رؤیاک علی اخوتک

یعنی اُس مسئلہ پر جواب اس عنوان سے مشہور ہے کہ طریق وصول الی اللہ کے بہ اندازۂ انفاس خلائق ہیں اور ان سب طریقوں کا مرجع ایک ہی مستقیم طریق ہے اور جس طریقہ کا مرجع یہ مستقیم طریق نہ ہو اس کی شرائع میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ دوسرے رستوں کا اتباع مت کرو قول اللہ تعالیٰ کا اور اللہ ہی پر توکل کرو یہ بھی مقامات سالکین کے سے ہے قول اللہ تعالیٰ کا اور تم تلاش کرو اللہ کی طرف ذریعہ بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ زندوں میں ذریعہ شیخ ہے یعنی وہ اُس کے عموم میں داخل ہے اور اسکے رستہ میں مجاہدہ کرو یعنی اللہ کے رستہ میں یہ صوفیہ کے مجاہدہ کا حکم ہے یعنی آیت اُس کو بھی عام ہے قول اللہ تعالیٰ کا اور مت خرید و میری آیتوں کے عوض میں متاع قلیل کو مذاق تصوف پر یہ معنی ہیں نہ خرید و متاع قلیل میری (اُن) کرامتوں اور فراستوں کے عوض میں جو کو تم سے مشہور ہوئیں حالانکہ میں نے تم کو بہ اسلئے کہ اُسکے ذریعہ سے تم دنیا کا مال وجاہ) وصول کرو قول اللہ تعالیٰ کا تم میں سے ہر ایک کیلئے ہمنے ایک شرع اور ایک طریق مقرر کیا یہ آیت ماتقدم پر دلالت کرتی ہے یعنی اُس آیت کے مضمون پر یہ ہے کہ اللہ من اتبع رضوانہ یعنی بطریق اثبات ایک نظیر کے دوسری نظیر سے نہ بطریق داخل کرنے جزئی کے تحت میں کلی کے کیونکہ اس شرع اور طریق میں بعضے منسوخ ہیں قول اللہ تعالیٰ کا اے رسول پہنچا دیجئے جو کچھ آپ پر آپکے پروردگار کی طرف سے اُتارا گیا ہے یعنی اُس کشف و مشاہدہ کو نہ پہونچا ہے جس کے ساتھ ہمنے آپ کو خاص کیا ہے اور تبلیغ کا امر نہیں کیا کیونکہ یہ لوگ اُس کے برداشت کی قوت نہیں رکھتے ہیں اور یہ مضمون مشائخ کے اُس مقولہ کی صحت پر دال ہے کہ مناسب نہیں کہ اپنے واقعات لوگوں سے بیان کرے اور اگر ضرورت پڑے تو شیخ سے کہے اللہ تعالیٰ کا وہ ارشاد اس پر کافی دلیل ہے جو حضرت یعقوب علیہ السلام سے نقل فرمایا ہے کہ اے میرے بیٹے تم اپنے خواب کو اپنے بھائیوں سے مت بیان کرنا۔

قولہ تعالیٰ لیس علی الذین امنوا وعملوا الصٰلحٰت جناح فیما طعموا اذا ما اتقوا وامنوا وعملوا الصٰلحٰت ثم اتقوا وامنوا ثم اتقوا واحسنوا واللہ یحب المحسنین فی ھٰذہ الآیۃ ثم جعل لدرجۃ الرابعۃ احسانا قولہ تعالیٰ لا تسئلوا عن اشیاء ان تبد لکم تسؤکم وان تسئلوا عنھا حین ینزل القرآن تبد لکم عفا اللہ عنھا واللہ غفور حلیم قد سئلھا قوم من قبلکم ثم اصبحوا بھا کٰفرین (ای لا تسئلوا عن اشیاء لم یختص بھم ولا یضطر الیہ) سبب لفتنۃ زائدۃ فانہ یجیب وقت الحالۃ وربما لا یوافقکم الجواب وتکذیب الولی وان لم یکن کفرا فھو عظیم ایضا (قلت ھٰذا قیاس علی سوال باشتراک العلۃ) سورۃ الانعام قولہ تعالیٰ فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظٰلمین۔ نھوا عن القعود مع الظٰلمین من غیر فصل بین ظالم وفاسق وکافر وکان الظالم یشملھم قولہ تعالیٰ فلما جن علیہ الیل الی قولہ وما انا من المشرکین فی ھٰذہ یکون مبادی مشاھدات العرفاء من رؤیۃ الانوار فھٰذہ الآیۃ دلالۃ علی ان السالک فی طریق اللہ تعالیٰ ینبغی ان یکون عاقلا کیسا فطنا کان ناظرا مستدلا غیر غافل عما یجوز علی اللہ وعما لا یجوز علی اللہ فی ذاتہ وصفاتہ قولہ تعالیٰ واجتبینٰھم وھدینٰھم ای جعلنا ھم الینا من غیر السیر فی الطریقۃ والتصفیۃ بالمجاھدۃ وھدینا الی صراط مستقیم لیجھد وافیھا ویرتاضوا فی طریقنا قولہ تعالیٰ اولٰئک الذین

قول اللہ تعالیٰ کا جو لوگ ایمان لائے ہیں اور نیک عمل کئے ہیں اُن لوگوں کو اُن باتوں میں کچھ گناہ نہیں جو انہوں نے کھالیا بشرطیکہ ڈرتے رہیں اور ایمان پر قائم رہیں اور نیک عمل کریں اور پھر ڈرتے رہیں اور ایمان پر رہیں پھر ڈرتے رہیں اور احسان یعنی اخلاص اختیار کریں اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ایمان کے تین درجے قائم کئے پھر چوتھا درجہ کو احسان قرار دیا جو عبادت ہے تصوف نے قول اللہ تعالیٰ کا اور ایسی چیزوں سے سوال مت کرو کہ اگر تم سے بیان کردی جاویں تو تمکو ناگوار ہوا ولیلہ اور عارفین ہے وہ ایسی چیز کا جو انکے ساتھ خاص ہو اور اُس کے پوچھنے کی شدید ضرورت بھی نہیں سوال کرنا بڑے فتنہ کا سبب ہے کیونکہ غلبہ حالت کے وقت ضرور جواب دینگے اور ایسا اوقات وہ جواب تمہاری فہم کے موافق نہ ہوگا۔ اور تکذیب ولی کی اگرچہ کفر نہیں پھر بھی بڑا خطرناک امر ہے میں کہتا ہوں کہ یہ قیاس ہے کہ ایک سوال کا دوسرے سوال پر بوجہ اشتراک علت کے سورۂ انعام قول اللہ تعالیٰ کا سو بوجہ نصیحت کے ظالموں کے ساتھ مت بیٹھ اس میں ظالم کی مجالست سے ممانعت فرمائی بدون فرق کے ظالم اور فاسق اور کافر میں کیونکہ ظالم سب کو شامل ہے دلیل مطابق صحبت بد سے بچنا ثابت ہوا۔ قول اللہ تعالیٰ کا پھر جب اُنکو یعنی ابراہیم علیہ السلام کو رات نے ڈھانک لیا اُن کے اس قول تک اور میں شرک کرنیوالوں سے نہیں ہوں اور یہ مشاہدات عارفین کی ابتدائی چیزیں ہیں یعنی انوار دیکھنا بعض احوال میں تو یہ آیت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ سالک راہ حق کو چاہیئے کہ عاقل ہو دانا ہو بڑا سمجھدار ہو صاحب نظر و فکر ہو اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات میں جو اعتقاد جائز ہے اور جو جائز نہیں اُس سے غافل نہ ہو قول اللہ تعالیٰ کا اور ہم نے اُن کو چھانٹ لیا اور اُن کو رستہ بتایا یعنی ہم نے اُنکو اپنی طرف کھینچ لیا اور سیدھے رستہ کی ہدایت فرمائی تاکہ ہمارے لئے مجاہدہ کریں اور راستہ میں ریاضت کریں قول اللہ تعالیٰ کا یہ ایسے حضرات ہیں

هدی الله فبهداهم اقتدہ فی هذہ الآیة دلالة ظاهرة علی ان المرید لابد له من شیخ یقتدی به قوله تعالی ومن اظلم ممن افتری علی الله کذبا او قال اوحی الی ولم یوح الیه شیء ومن قال سأنزل مثل ما انزل الله ولو تری اذ الظالمون فی غمرات الموت والملئکة باسطوا ایدیهم اخرجوا انفسکم الیوم تجزون عذاب الهون بما کنتم تقولون علی الله غیر الحق وکنتم عن آیاته تستکبرون ولقد جئتمونا فرادی کما خلقناکم اول مرة وترکتم ما خولناکم وراء ظهورکم وما نری معکم شفعاءکم الذین زعمتم انهم فیکم شرکاء لقد تقطع بینکم وضل عنکم ما کنتم تزعمون فمن اظلم ممن کذب علی الله وکذب بالصدق اذ جاءه الیس فی جهنم مثوی للکافرین والذین جاءوا بالصدق وصدق به اولئک هم المتقون لهم ما یشاءون عند ربهم ذلک جزاء المحسنین لیکفر الله عنهم اسوأ الذی عملوا ویجزیهم اجرهم باحسن الذی کانوا یعملون الیس الله بکاف عبده ویخوفونک بالذین من دونه ومن یضلل الله فما له من هاد ومن یهد الله فما له من مضل الیس الله بعزیز ذی انتقام ولئن سألتهم من خلق السموات والارض لیقولن الله قل افرءیتم ما تدعون من دون الله ان ارادنی الله بضر هل هن کشفت ضره او ارادنی برحمة هل هن ممسکت رحمته قل حسبی الله علیه یتوکل المتوکلون قل یا قوم اعملوا علی مکانتکم انی عامل فسوف تعلمون من یأتیه عذاب یخزیه ویحل علیه عذاب مقیم انا انزلنا علیک الکتاب للناس بالحق فمن اهتدی فلنفسه ومن ضل فانما یضل علیها وما انت علیهم بوکیل الله یتوفی الانفس حین موتها والتی لم تمت فی منامها فیمسک التی قضی علیها الموت ویرسل الاخری الی اجل مسمی ان فی ذلک لآیات لقوم یتفکرون ام اتخذوا من دون الله شفعاء قل اولو کانوا لا یملکون شیئا ولا یعقلون قل لله الشفاعة جمیعا له ملک السموات والارض ثم الیه ترجعون واذا ذکر الله وحده اشمأزت قلوب الذین لا یؤمنون بالآخرة واذا ذکر الذین من دونه اذا هم یستبشرون قل اللهم فاطر السموات والارض عالم الغیب والشهادة انت تحکم بین عبادک فی ما کانوا فیه یختلفون ولو ان للذین ظلموا ما فی الارض جمیعا ومثله معه لافتدوا به من سوء العذاب یوم القیامة وبدا لهم من الله ما لم یکونوا یحتسبون وبدا لهم سیئات ما کسبوا وحاق بهم ما کانوا به یستهزءون فاذا مس الانسان ضر دعانا ثم اذا خولناه نعمة منا قال انما اوتیته علی علم بل هی فتنة ولکن اکثرهم لا یعلمون قد قالها الذین من قبلهم فما اغنی عنهم ما کانوا یکسبون فاصابهم سیئات ما کسبوا والذین ظلموا من هؤلاء سیصیبهم سیئات ما کسبوا وما هم بمعجزین اولم یعلموا ان الله یبسط الرزق لمن یشاء ویقدر ان فی ذلک لآیات لقوم یؤمنون قل یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسهم لا تقنطوا من رحمة الله ان الله یغفر الذنوب جمیعا انه هو الغفور الرحیم وانیبوا الی ربکم واسلموا له من قبل ان یأتیکم العذاب ثم لا تنصرون واتبعوا احسن ما انزل الیکم من ربکم من قبل ان یأتیکم العذاب بغتة وانتم لا تشعرون ان تقول نفس یا حسرتا علی ما فرطت فی جنب الله وان کنت لمن الساخرین او تقول لو ان الله هدانی لکنت من المتقین او تقول حین ترای العذاب لو ان لی کرة فاکون من المحسنین بلی قد جاءتک آیاتی فکذبت بها واستکبرت وکنت من الکافرین ویوم القیامة ترای الذین کذبوا علی الله وجوههم مسودة الیس فی جهنم مثوی للمتکبرین وینجی الله الذین اتقوا بمفازتهم لا یمسهم السوء ولا هم یحزنون الله خالق کل شیء وهو علی کل شیء وکیل له مقالید السموات والارض والذین کفروا بآیات الله اولئک هم الخاسرون قل افغیر الله تأمرونی اعبد ایها الجاهلون ولقد اوحی الیک والی الذین من قبلک لئن اشرکت لیحبطن عملک ولتکونن من الخاسرین بل الله فاعبد وکن من الشاکرین وما قدروا الله حق قدره والارض جمیعا قبضته یوم القیامة والسموات مطویات بیمینه سبحانه وتعالی عما یشرکون ونفخ فی الصور فصعق من فی السموات ومن فی الارض الا من شاء الله ثم نفخ فیه اخری فاذا هم قیام ینظرون واشرقت الارض بنور ربها ووضع الکتاب وجیء بالنبیین والشهداء وقضی بینهم بالحق وهم لا یظلمون ووفیت کل نفس ما عملت وهو اعلم بما یفعلون وسیق الذین کفروا الی جهنم زمرا حتی اذا جاءوها فتحت ابوابها وقال لهم خزنتها الم یأتکم رسل منکم یتلون علیکم آیات ربکم وینذرونکم لقاء یومکم هذا قالوا بلی ولکن حقت کلمة العذاب علی الکافرین قیل ادخلوا ابواب جهنم خالدین فیها فبئس مثوی المتکبرین وسیق الذین اتقوا ربهم الی الجنة زمرا حتی اذا جاءوها وفتحت ابوابها وقال لهم خزنتها سلام علیکم طبتم فادخلوها خالدین وقالوا الحمد لله الذی صدقنا وعده واورثنا الارض نتبوأ من الجنة حیث نشاء فنعم اجر العاملین وتری الملئکة حافین من حول العرش یسبحون بحمد ربهم وقضی بینهم بالحق وقیل الحمد لله رب العالمین

اللہ تعالیٰ نے اُنکو ہدایت فرمائی ہے تو آپ اُن کے طریقہ کی پیروی کیجئے اس آیت میں اس بات پر کھلی ہوئی دلالت ہے کہ مرید کیلئے ایک شیخ ایسا ہونا ضرور ہے جسکی وہ پیروی کرے قول اللہ تعالیٰ کا اور اُس شخص سے زیادہ ظلم کرنیوالا کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کی تہمت لگائے یا یہ کہے کہ میرے پاس وحی آئی ہے حالانکہ اُس کی طرف وحی نہیں بھیجی گئی ہو یہ ہر جھوٹے مدعی کو عام ہے خواہ نبوت کا دعوی کرے یا کسی قسم کی ولایت کا جب جھوٹا ہوگا تو اس آیت میں داخل ہوگا قول اللہ تعالیٰ کا سو جس شخص کیلئے اللہ چاہتا ہے کہ اسکو ہدایت کرے اس کا سینہ اسلام کیلئے کھول دیتا ہے ہدایت یہ ہے کہ نفس و قلب دنیا اور آخرت کو اور جو اُنکے درمیان میں ہے سب کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرے اور صرف اللہ ہی کو اختیار کرے اور کھول دیتا ہے اُسکے سینہ کو یعنی اُسکے قلب کو وسیع کر دیتا ہے یہاں تک کہ جس چیز کو ترک اور سپرد کیا ہے اُسکے نکل جانیکی اور جس چیز کو اختیار کیا ہے اُسکے آجانیکی اُسمیں گنجائش ہو جاتی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کا مطلب پوچھا گیا آپنے فرمایا کہ وہ ایک نور ہے جو دل میں ڈال دیا جاتا ہے پھر وہ اسکی وجہ سے کشادہ ہو جاتا ہے سورۂ اعراف اب کہدیجئے کہ میرے رب نے مجھکو عدل کا حکم کیا ہے اور عدل یہ ہے کہ تو کسی چیز کی طرف بجز اللہ کے مائل نہو۔ قول اللہ تعالیٰ کا اور اُسکی عبادت کرو اُسکے لئے دین کو خالص کرکے بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ اخلاص یہ ہے کہ خالق پر علی الدوام نظر رکھنے کی وجہ سے خلق پر نظر کرنیکو فراموش کر دے قول اللہ تعالیٰ کا کھاؤ اور پیو اور فضول خرچی مت کرو یعنی دنیا سے بقدر ضرورت کے اور بھوک رکھنے کے لو اور لباس میں یہ کہ تمکو گرمی سردی تکلیف دے تو اتنا اوڑھ لو جو گرمی اور سردی دفع کرے اور اس سے زیادتی مت کرو تنعم کے طور پر جیسے نرم لباس اور خوش خوراکی اور نہ آرائش کے طور پر جو زنانوں کے مقابلہ میں تفاخر کے طور پر ہوتا ہے قول اللہ تعالیٰ کا اور پاکیزہ شہر سے اُسکی کھیتی نکلتی ہے خدا کے حکم سے تو پاکیزہ شہر کے عموم میں داخل ہی نفس مومن اور اس آیت میں نفس مومن کے اندر جو استعداد ذکر و طاعت کی ہے اُس کے ظہور کا بیان ہے قول اللہ تعالیٰ کا سو یاد کرو تم اللہ کی نعمتوں کی تاکہ تم کو فلاح ہو۔

امرهم بذاکر آلاء الله لکی یوادی الی محبة
الله فان القلوب مجبولة علی حب من احسن
الیها وهو نوع من المراقبة) قوله تعالی وما
ارسلنا فی قریة من نبی الا اخذنا اهلها
بالبأساء والضراء لعلهم یضرعون فالله
تعالی یدل عوام عباده الی بابه لطفا فان
ابوا فعنفا قوله تعالی فتم میقات ربه اربعین
لیلة وقال علیه السلام من اخلص لله تعالی
اربعین یوما فطر یقهم ماخوذ من هذه الآیة
والحدیث قوله تعالی ساصرف عن آیاتی الذین
یتکبرون فی الارض بغیر الحق ای عن کرامات
ومشاهداتی الذین یتکبرون علی عباد الله
الفقراء والضعفاء والاولیاء وهذه الآیة
دالة علی کون المتکبرین بغیر حق محجوبین
عن الله واولیاء والعرفاء ویدل ایضا علی ان التکبر
نوعان بحق وبغیر حق فالتکبر بالحق هو تکبر
الفقراء علی الاغنیاء والضعفاء علی الاقویاء
والمؤمنین علی الکافرین قال الله تعالی اذلة
علی المؤمنین اعزة علی الکافرین قوله تعالی
فرجع موسی الی قومه غضبان وذلک دلالة
علی جواز ان یغضب الشیخ المربی علی مرید
قوله تعالی واتل علیهم نبأ الذی آتیناه آیاتنا
ای الکرامات منا فانسلخ منها اعلم ان
الانسلاخ نوعان انسلاخ من خیر الی شر
وانسلاخ من شر الی خیر وذلک هی تبدل
هذه الصفات وهی الحقد والحسد الکبر
بهذه صفات حمیدة وهو الفناء واما

اللہ تعالیٰ نے انکو نعمتوں کے یاد کرنیکا امر فرمایا حکمت یہ کہ وہ یاد کرنا محبت
الٰہی کا سبب بجائے کیونکہ انسان محسن کی محبت پر قلوب کا امر طبعی ہے اور یہ ایک
قسم کا مراقبہ ہے) قول اللہ تعالیٰ کا اور ہم نے کسی بستی میں نبی نہیں بھیجا مگر
اسکے رہنے والوں کو سختی اور مصیبت کے ساتھ پکڑا تاکہ وہ عاجزی کریں
اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنی درگاہ کی طرف لطف سے بلاتا ہے پھر اگر وہ
انکار کرتے ہیں تو سختی سے بلاتا ہے قول اللہ تعالیٰ کا پھر موسیٰ علیہ السلام
نے اپنے رب کی مدت مقررہ پوری کر دی چالیس رات اور فرمایا اپنی
علیہ السلام نے جو شخص للہ کی چالیس دن اخلاص سے عبادت کرے
تو اس حضورات کا طریقہ (چلہ نشینی) اس آیت اور حدیث سے ماخوذ ہے
قول اللہ تعالیٰ کا عنقریب میں پھیر دونگا اپنی نشانیوں سے ان لوگوں کو جو
جو زمین میں ناحق تکبر کرتے ہیں یعنی اپنی کرامتوں اور اپنے مشاہدوں سے
ان لوگوں کو دور رکھتا ہوں جو خدا کے بندوں یعنی فقیروں اور کمزوروں
اور ولیوں پر تکبر کرتے ہیں اور یہ آیت دال ہے ناحق تکبر کرنیوالوں کے محجوب
ہونے پر کمالات اولیاء و عارفین سے اور اس پر بھی دلالت کرتی ہے
کہ تکبر دو قسم پر ہے بحق اور ناحق سو تکبر بحق فقیر کا تکبر ہے امیروں
پر اور کمزوروں کا زورمندوں پر اور مسلمانوں کا کافروں پر فرمایا اللہ
تعالیٰ نے ہم ہیں مسلمانوں کے متکبر ہیں سخت ہیں کافروں کے متکبر ہیں
بے حیا ہیں ثبوت تکبر ہے قول اللہ تعالیٰ کا اور لے موسیٰ علیہ السلام اپنی ہوئے
کی طرف غصہ میں بھرے ہوئے اور یہ اس حال ہے کہ شیخ مربی کو اپنے
مرید پر غصہ کرنا جائز ہے جب کوئی داعی ہو قول اللہ تعالیٰ کا اور
آپ ان کافروں کو اس شخص کی حکایت پڑھکر سنائیے جسکو ہم نے اپنی
نشانیاں دی تھیں یعنی کرامتیں پھر وہ ان سے نکل بھاگا
جاننا چاہیئے کہ انسلاخ دو قسم پر ہے ایک خیر سے نکلنا شر
کی طرف اور ایک شر سے نکلنا خیر کی طرف اور یہ
دوسری قسم بدل جانا ان صفات کا یعنی کینہ اور حسد
اور تکبر اور ان کے امثال کا صفات حمیدہ کے
ساتھ اور فنا یہ ہے۔

الانسلاخ من خير الى شر هو انعكاس البالغ
الى الابتداء بالمقامات والدرجات الى
ان تفنى فيها فينزل عنها واذا نزل الى ابتدائه
وهو مقام الايمان فربما يبقى على ذلك ومنهم
من لا يبقى والعياذ بالله تعالى حتى يتسافل
ومنهم من يسقط من اعلى مقاماته بمرة واحدة
الى اسفل السافلين كاللعين ابليس و بلعم
بن باعوراء ولو شئنا لرفعنه بها الى عليين
وهذا دليل على انه تعالى لم يرفعه بعد الى
درجات المشاهدة (لان الواصل لا يرجع
والفاني لا يرى) ولكنه اخلد الى الارض اى
اختار الدنيا ورضى به فالله تعالى بين ان
نزوله الى اسفل انما كان بكسبه و سوء
اختياره لنفسه وهذا ايضا دليل على انه
كان بعد في مقامات والكسب طريقة (لان
ما بعد الكسب ليس اختياريا فلا يقدر معه
على الانسلاخ اليها) وهذه الاية دالة على ان
الولي لا ينبغي ان يامن ما دام حيا في دار
التكليف (و بلوغه الى ما بعد الكسب لا يعلم
به يقينا فصح لم يبلغ) قوله تعالى لهم قلوب

اور خیر سے شر کی طرف نکلنا یہ ہے کہ جو شخص مقامات اور درجات
تک جنہیں وہ ترقی کر رہا ہے پہونچا ہو پھر ابتدا کی طرف لوٹ آوے
اور اُن مقامات سے اُتر آوے اور جب ابتدا کی طرف سالک اُترتا
ہے اور وہ مقام ہو ایمان تو اکثر اوقات اسی حالت پر باقی رہتا ہے اور
بعضے اس پر نہیں ٹھہرتے یہاں تک کہ نعوذ باللہ اسفل السافلین،
یعنی کفر تک گر جاتے ہیں۔ اور ان میں سے بعضے دفعۃً ہی اسفل السافلین
تک گر جاتے ہیں جیسے ابلیس لعین اور بلعم بن باعوراء اور اگر ہم چاہتے
تو اُس کو ان نشانیوں کے بلند کر دیتے علیین تک اور یہ دلیل ہے اس
امر کی کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو درجات مشاہدہ تک ہنوز نہیں بلند کیا
تھا کیونکہ واصل راجع نہیں ہوتا اور فانی واپس نہیں ہوتا لیکن
وہ مائل ہو گیا زمین کی طرف یعنی دنیا کو اختیار کر لیا اور اُس کے
ساتھ راضی ہو گیا سو اللہ تعالےٰ نے بیان فرمایا کہ اُس کا نیچے
اُترنا اُسکے عمل اور اُسکے سوء اختیار سے تھا جو اُس نے اپنے نفس کے
لئے تجویز کیا تھا اور یہ اسکی بھی دلیل ہے کہ وہ ہنوز مقامات کسب اور
اور رستہ میں تھا کیونکہ جو کسب کے بعد حاصل ہوتا ہے وہ اختیاری نہیں
تو اُس کے ساتھ زمین کی طرف مائل نہیں ہو سکتا اور یہ آیت اس امر
پر دال ہے کہ ولی کو مامون ہونا مناسب نہیں جب تک کہ (التقاء عند میں
زندہ ہے اور ما بعد الکسب تک پہنچنا یقیناً معلوم ہو نہیں سکتا
تو کیا عجب کہ ہنوز پہونچا نہ ہو) قول اللہ تعالیٰ کا اُن کے ایسے دل
ہیں جس سے وہ سمجھتے نہیں اور اُن کے ایسی آنکھیں ہیں جس سے
وہ دیکھتے نہیں اور اُن کے ایسے کان ہیں جن سے وہ سنتے
نہیں جاننا چاہئے کہ قلوب جمع ہے اس کا واحد قلب ہے
اور قلب بہت معنی میں مستعمل ہوتا ہے اور قریب تر
فہم عوام کے قلب بدن ہے پھر قلب بدنی میں قلب نفس ہے
پھر ایک اور قلب ہے جو قلب نفس بھی سے زیادہ لطیف ہے
تو وہ قلب نفس کے اندر ہے پھر اس قلب میں
عقل اور روح ہے جس کو

نسميه سرا وهذا السر قلب القلب الذى فيه العقل ثم العقل والسر نوران روحانيان ثم الخفى بعد ذلك سر السر وقلبه وعينه فافهم (معطوف على العقل والروح) فقوله تعالى لهم قلوب لا يفقهون بها عنى به القلب الذى هو محل السر العقل لان قلب البدن كانوا يفقهون به مدركاته وقوله ولهم اعين وقوله لهم اذان انما اراد بذلك عيون القلب واذان القلب لانهم كانوا يسمعون ويبصرون بحسهم الظاهرة اولئك كالانعام بل هم اضل لانه ليس للانعام والبهائم عيون واذان فى قلوبهم كما للانسان هذه العيون والاذان الباطنة ومع ذلك ضلوا فكانوا اضل من الانعام والبهائم (ثبت بهذا التقرير ما قالوا بين جود اللطائف فى الانسان) قوله تعالى ان ولى الله الذى نزل الكتب وهو يتولى الصلحين بزيادة التوفيق والعصمة والهداية الى الحق وما لا يتولى غير الصلحين بل يكلهم الى انفسهم قوله ان الذين اتقوا اذا مسهم طائف من الشيطان تذكروا فاذا هم مبصرون يعنى اذا مسهم الشيطان بالوسوسة والتشويش وارسال الستور وارخاء الحجاب على القلب تذكروا الله تعالى وذكروا اسمه ثم اذا تذكروا يرد الله تعالى عنهم ويرفع حجبه ويبصر قلب الذاكر وان ابلغ كلمة الذكر فى افادة تصفية السر انما هو كلمة لا اله الا الله وانه مجرب۔

ہم سر کہتے ہیں اور یہ سر اس قلب کا قلب ہے جس میں عقل ہے پھر عقل اور سر یہ دو نور روحانی نور ہیں۔ پھر خفی ہے بعد اس کے جو سر السر ہے اور اسی طرح اس کا دل اور اس کی آنکھ ہے خوب سمجھ لو تو قول اللہ تعالیٰ کا اُن کے ایسے دل ہیں جن سے وہ سمجھتے نہیں مراد اس سے وہ قلب ہے جو محل سر و عقل ہے اسلئے کہ قلب بدن سے تو وہ اس سے مدرکات کو سمجھتے تھے اور قول اللہ تعالیٰ کا اور ان کی ایسی آنکھیں ہیں اور قول اللہ تعالیٰ کا اُن کے ایسے کان ہیں مراد ان سے قلب کی آنکھیں اور قلب کے کان ہیں وجہ اسکی یہ کہ وہ حواس ظاہرہ سے تو سنتے دیکھتے تھے یہ لوگ جو بلادیں کے مانند ہیں بلکہ اُن سے بھی زیادہ بے راہ ہیں کیونکہ چوپائے اور جانوروں کے دلوں میں آنکھیں اور کان نہیں جیسا کہ انسان میں یہ آنکھ اور کان باطنی ہیں اور پھر باوجود اس کے یہ لوگ بے راہ ہوگئے تو یہ چوپایوں اور جانوروں سے بھی زیادہ بے راہ ٹھہرے اور اس تقریر سے وہ ثابت ہوگیا جس کے یہ حضرات قائل ہیں یعنی وجود لطائف کا انسان میں قول اللہ تعالیٰ کا میرا تو کارساز اللہ ہے جس نے کتاب نازل فرمائی اور وہی نیکوں کی کارسازی کرتا ہے زیادہ توفیق دیکر اور حفاظت فرماکر اور ہدایت الی الحق فرماکر کہ اتنی ان لوگوں کی کارسازی نہیں کرتا جو نیک نہیں بلکہ انکے نفوس کے حوالہ کر دیتا ہے قول اللہ تعالیٰ کا جو لوگ ڈرتے ہیں جب انکو کوئی گشت کرنیوالا شیطانی اثر چھو لیتا ہے تو وہ ذکر کرتے ہیں پھر وہ دفعۃ دیکھنے لگتے ہیں یعنی جب اُن کو شیطان چھوتا ہے وسوسہ ڈال کر اور پریشان کرکے اور پردے اور حجاب قلب پر ڈالکر تو وہ اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور اس کا نام لیتے ہیں پھر جب وہ ذکر کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے وہ پردے دور کر دیتا ہے اور اٹھا دیتا ہے اور قلب ذاکر کو بینا کر دیتا ہے اور کلمات ذکر میں سب سے زیادہ مفید تصفیۂ سر میں کلمہ لا الہ الا اللہ ہے اور یہ مجرب ہے

قوله تعالیٰ واذکر ربك فی نفسك ای بقلبك لان النفس باطن فالذکر فیه یکون باطنا ضرورة (سورة الانفال) قوله تعالیٰ انما المؤمنون الذین اذا ذکر الله الی قوله رزق کریم نزلت فیما یختص بالصوفیة ویختص الصوفیة به وهی احوال القلوب (سورة التوبة) قوله تعالیٰ اذ یقول لصاحبه لا تحزن ان الله معنا ای بالنصرة والعصمة لا بالذات لان الله تعالیٰ مع کل مخذول ومنصور وظالم ومظلوم بالذات لکن المزید انما یتفی اذا علم انه تعالیٰ معه بالنصرة لا بالذات لان وکان الظاهر من حال الصدیق انه کان یعلم ان الله تعالیٰ قریبه منهما اقرب من جبل لورید انما کان خوف حیث لم یعلم النصرة والعصمة من الله تعالیٰ لانه ربما ینصر ربما لا ینصر قوله تعالیٰ قاتلوا الذین یلونکم من الکفار یعنی ابدأ بنفسك ان کانت کافرة تسلم وتنقاد وتطمئن ثم قاتل سائر اعدائك الهوی والشهوات والشیاطین الاقرب فالاقرب قوله تعالیٰ لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیه ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رءوف رحیم هکذا یجب ان یکون المربی فی التصوف (سورة یونس) قوله تعالیٰ بل کذبوا بما لم یحیطوا بعلمه هذه کلمة عامة وان نزلت بسبب تکذیبهم القرآن والعالم فی سجایا بنی آدم ان یکفروا ویکذبوا بما لم یعلموا ومنه قیل للناس اعداء ما جهلوا وقال الله تعالیٰ فی سورة الاحقاف فی هذا المعنی ایضا

قول اللہ تعالیٰ کا اور اپنے رب کو اپنے نفس میں یاد کر یعنی اپنے دل سے کیونکہ نفس باطن ہے پس جو ذکر اس میں ہوگا وہ بھی ظاہر بات ہے کہ باطن ہوگا سورہ انفال قول اللہ تعالیٰ کا پس سو مومن تو وہی لوگ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے اس قول تک روزی عزت کی ہے یہ آیت ان چیزوں کے ذکر میں نازل ہوئی جو صوفیہ کے ساتھ خاص ہیں اور صوفیہ ان سے کے ساتھ خاص ہیں اور وہ احوال قلب ہیں (سورہ توبہ) قول اللہ تعالیٰ کا جبکہ آپ اپنے ساتھی سے کہتے تھے کہ غم نہ کر بالیقین اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے یعنی مدد اور حفاظت سے نہ ذات سے کیونکہ ذات سے تو اللہ تعالیٰ ہر مخذول اور منصور اور ظالم اور مظلوم کے ساتھ ہے لیکن غم جب ہی دور ہوتا ہے جب یہ معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت معیت کے ساتھ ہے خذلان کے ساتھ نہیں اور اس لئے کہ ظاہر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے حال سے یہ ہے کہ ان کو یہ تو معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ دونوں سے قریب ہیں رگ گردن سے بھی قریب تر صرف خوف اسوجہ سے تھا کہ آپ کو اللہ کی طرف سے مدد اور حفاظت کا ہونا یقیناً معلوم نہ تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ کبھی مدد کرتے ہیں اور کبھی مدد نہیں بھی کرتے کیونکہ وہ ان کا اختیاری فعل ہے) قول اللہ تعالیٰ کا ان لوگوں سے قتال کر جو کافروں میں سے تمہارے قریب ہوں یعنی ابتدا اپنے نفس سے کر اگر وہ کافر ہو کہ وہ مسلم اور فرمانبردار اور مطمئنہ ہو جاوے پھر اپنے باقی دشمنوں یعنی ہوائے نفسانی اور شہوات اور شیاطین سے مقابلہ کر جو سب سے اقرب ہو پھر اسکے بعد جو اقرب ہو قول اللہ تعالیٰ کا یقیناً تمہارے پاس تم ہی میں سے ایسے رسول تشریف لائے ہیں کہ ان پر شاق ہے تمہارا مشقت میں پڑنا تمہاری بھلائی پر حریص ہیں مسلمانوں کے ساتھ شفقت کرنیوالے مہربان ہیں ایسا ہی تصوف کی تربیت کرنیوالے کو ہونا واجب ہے سورہ یونس قول اللہ تعالیٰ کا بلکہ ان لوگوں نے جھٹلایا اس چیز کو جسکے علم کا احاطہ بھی نہیں کیا یہ کلام عام ہے گو سبب نزول سکان مکہ کا قرآن کو جھٹلانا ہے اور اکثر دفعہ میں خاصیت یہ ہے کہ لوگ جسکو نہیں جانتے اسکی تکذیب اور انکار کرتے ہیں اور اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ لوگ جسکو نہیں جانتے اسکے دشمن ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے سورہ احقاف میں اسی مضمون کو ارشاد فرمایا ہے۔

واذلو یھتدوا بہ فسیقولون ھذا افك قدیم
فان کل ذلك تو بیخ لکل مکذب یکذب الانبیاء
والاولیاء فیما یعلمون منھم ویسمعون (سورۃ ھود
علیہ السلام) قولہ تعالیٰ وکلا نقص علیك من
انباء الرسل ما نثبت بہ فؤادك ان ذلك
یدل علی ان احوال الاولیاء والعرفاء لاتخلو
ایضا عن مثل ذلك السلوك سیما عند اجتماع
الناس علی تشکیك کھم فیما ھم فیہ ان ذلك
خیالات وما لیخولیا ووسواس الشیاطین
وھواجس النفوس والقاء العفاریت اشاھا
وکان قصص الانبیاء وحکایات المشائخ
المتقدمۃ والتفکر فی احوالھم تشبیتا لفوادھم
علی ماھم فیہ کما للانبیاء ولھذا قالوا لابد
للسالك من الشیخ الماھر الفاضل لعارف
بواقعات المشائخ واحوالھم واوقاتھم فافھم
قولہ تعالیٰ والیہ یرجع الامر کلہ دلالۃ علی صحۃ
مایقولہ المشائخ فی السیر الی اللہ تعالیٰ ان کل
شیء فی السیر والرجوع الی اللہ دائما حتی یصل
الیہ فاذا وصل الی اللہ جل وعلا فقد انتھی
سیرہ الی اللہ تعالیٰ ومن ھنا قال ان الی
ربك المنتھی وان الصالحین یتنعمون فی
صفات الالطاف والکرم وان الصالحین
یحترقون بنیران القھر والنقم (سورۃ یوسف
علیہ السلام) قولہ تعالیٰ اذ قال یوسف لابیہ
یا ابت انی رایت احد عشر کوکبا الی اخر
الایات الثلثۃ فیھا علوم کثیرۃ من علوم
التصوف الاول قولہ تعالیٰ انی رایت دال

اور جبکہ یہ کفار قرآن نہیں سمجھ سکے تو اب یہی کہیں گے کہ یہ قدیمی
جھوٹی باتیں ہیں تو یہ سب ہر ایسے شخص کی توبیخ ہے جو ایسے امر کا انکار
کرے جسکو انبیاء اور اولیاء سے معلوم کریں الخ (سورہ ہود علیہ السلام) قول اللہ
تعالیٰ کا اور اخبار انبیاء میں سے ہم ایسے خبریں آپ سے بیان کرتے ہیں
آپکے قلب کو ہم مضبوط کردیں یہ آیت اس امر پر دلالت کرتی ہے
کہ احوال اولیا اور عارفین کے بھی اس قسم کے سلوک سے خالی
نہیں ہوتے (یعنی اثنار سلوک میں ایسے احوال پیش آتے ہیں کہ
اُن کے تدبر کے لئے اکابر کے حالات یاد دلانیکی ضرورت ہوتی ہے)
بالخصوص جب لوگ انکے واردات میں شک ڈالنے پر جمع ہوں کہ
یہ خیالات اور مالیخولیا اور وسوسہ شیطانی اور خطرات نفسانی اور
القاء شیطانی ہیں اور اس قسم کی باتیں کہتے ہیں اور انبیا کے قصے اور
مشائخ متقدمین کی حکایتیں اور ان حضرات کے حالات میں غور کرنا
بسبب انکی واردات وحالات موجودہ پر انکی ثبات قلب کا سبب ہوجاتے ہیں
جسطرح انبیا کیلئے تھا اور اسی لئے مشائخ نے فرمایا ہے کہ سالک کیلئے
ایسا شیخ ضرور ہونا چاہیئے جو ماہر ہو فاضل ہو واقعات مشائخ کو اور
انکے حالات اور اوقات کو خوب جانتا ہو خوب سمجھ لو قول اللہ تعالیٰ کا
اور اُسی کیطرف ہر امر لوٹتا ہے اسمیں مشائخ کے اس قول کی صحت پر
دلالت ہے جو انہوں نے سیر الی اللہ کے بارہ میں فرمایا ہے کہ ہر شیء اللہ
کیطرف سیر اور رجوع میں ہمیشہ رہتی ہے یہانتک کہ اللہ تک پہنچ جائے
پھر جب وہ اللہ تک پہونچ جاتی ہے تو اسکی سیر الی اللہ ختم ہوجاتی
ہے اور اسی مقام سے فرمایا ہے بیشک تیرے رب ہی کی طرف انتہا
ہے (اور بعد منتہی ہونیکے) نیک لوگ صفات الطاف وکرم سے
عیش حاصل کرتے ہیں اور بدبخت قہر وغضب کی آگ میں جلتے رہتے
ہیں (سورۂ یوسف علیہ السلام) قول اللہ تعالیٰ کا جبکہ کہا یوسف علیہ السلام
نے اپنے باپ سے کہ اے میرے باپ میں نے دیکھے گیارہ ستارے آخر آیت تلک
تک ان آیتوں میں علوم تصوف میں سے بہت سے علوم ہیں اول قول اللہ
تعالیٰ کا رایت ان لوگوں کے قول کے بطلان پر دلالت کرتا ہے

علی بطلان من یقول ان رؤیا الصوفیۃ
فی واردا تھم و واقعا تھم و احوالھم خیالات
لا وجود لھا۔ الثانی ان المرید المبتدی لا بد
لہ من شیخ ناصح یرشدہ الی مطاوبہ و یعلم
صلاحہ و فسادہ فی سیرہ فان یوسف علیہ
السلام رجع الی ابیہ فاراہ رشدہ و امرہ باخفاء
عن حسادہ الثالث دلت الآیۃ علی انہ یجب
علی المرید اخفاء واقعاتہ عن جمیع الناس
غیر شیخہ الرابع دلت الآیۃ علی ان الشیطان
اذا رأی آثار النبوۃ و الولایۃ و امثالھا
عند انسان فانہ یقوم بافساد ذلک علیہ
قال ان الشیطان للانسان عدو مبین
الخامس قولہ تعالی قد جعلھا ربی حقا دل
فحواہ ان منھا ما لا یجعلھا اللہ تعالی حقا
وصدقا فدلت علی انہ قد یکون من الرویا
ما یکون خیالا و اضغاث احلام قولہ تعالی
ادعوا الی اللہ علی بصیرۃ انا ھذا دلیل علی ان
الشیخ یجب ان یکون بصیرا داعیا لما یدعوا
الیہ مریدہ۔ (سورۃ الرعد) ان اللہ لا یغیر
ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم (دخل
فی عمومہ) لا یحجب اولیاءہ عن المشاھدۃ
ما لم یغیروا اورادھم و معاملاتھم قولہ تعالی
الذین امنوا و تطمئن قلوبھم بذکر اللہ
ای یذکرونہ باللسان و القلوب یسبحونہ
و یھللونہ و یطمئنون الی ذلک و یفرحون
بہ (سورۃ الحجر) قولہ تعالی ان فی ذلک
لآیات للمتوسمین۔ روی ان النبی صلی اللہ

جو کہتے ہیں کہ صوفیہ کے خواب انکی واردات اور واقعات اور
احوال کے بارہ میں خیالات ہیں جن کا واقعی وجود نہیں دوسرے
یہ کہ مبتدی مرید کیلئے ایک ایسا شیخ خیرخواہ ہونا ضرور ہے کہ اسکو اس کے
مقصود کی ہدایت کرسکے اور اس کے صلاح و فساد کو جان سکے کیونکہ یوسف
علیہ السلام نے اپنے والد کی طرف رجوع کیا پھر انہوں نے ان کو مصلحت
کی بات بتلائی اور ان کو وہ خواب حاسد وقت سے چھپانے کا حکم
فرمایا تیسری آیت دلالت کرتی ہے اس پر کہ مرید پر واجب ہے کہ اپنے
واقعات کو شیخ کے اور سب لوگوں سے چھپاوے چوتھی آیت دلالت
کرتی ہے اس پر کہ شیطان جب کسی میں نبوت اور ولایت یا اور اسطرح
کے آثار دیکھتا ہے تو وہ اس حالت کے بگاڑنے کیلئے مستعد ہوجاتا ہے
چنانچہ فرمایا کہ شیطان انسان کا کھلا ہوا دشمن ہے پانچویں قول اللہ
تعالی قد جعلھا ربی حقا یعنی میرے پروردگار نے اس خواب کو سچ
کردیا اس کا مضمون اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بعضے خواب ایسے
ہیں کہ اللہ تعالی ان کو سچ اور مطابق واقع نہیں کرتا تو آیت اس
پر دلالت کرتی ہے کہ بعضے خواب خیال اور پریشان خواب ہوتے
ہیں قول اللہ تعالی کا بلاتا ہوں اللہ کی طرف اس طور پر کہ میں بصیرت
پر ہوں یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ شیخ کو صاحب بصیرت صاحب
دعوت ہونا ضرور ہے اس امر میں جسکی طرف مرید کو بلاتا ہے (سورہ
رعد) قول اللہ تعالی کا بلاشبہ اللہ تعالی کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا
جب تک وہ اپنی حالت نہ بدلیں (اسکے عموم میں یہ بھی داخل ہے
کہ اللہ تعالی اپنے اولیاء کو مشاہدہ سے محجوب نہیں کرتا جبتک وہ اپنے
اوراد اور معاملات کو نہ بدلیں قول اللہ تعالی جو لوگ ایمان لائے
ہیں اور انکے دل مطمئن ہوتے ہیں اللہ کی یاد سے یعنی زبان
اور دل سے اس کا ذکر کرتے ہیں اور تسبیح و تہلیل کرتے ہیں اور
اور اس سے مطمئن ہوتے ہیں اور اس سے خوش ہوتے ہیں (سورہ الحجر)
قول اللہ تعالی کا بیشک اس قصہ میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کیلئے جو
فراست رکھتے ہیں روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

علیہ وسلم قال اتقوا فراسة المؤمن فانه ینظر بنور
اللہ ثم قرأ ان فی ذلك لایات للمتوسمین فدلت
الآیة علی صحة ما للعرفاء من الفراسة وهی الامور التی
لاینظر الیها عامة الناس قوله تعالی فاصدع بما تؤمر
واعرض عن المشرکین ای ادالرسالة ثم ارجع
الی الخلوة وراقب مشاهدة الحق تعالی ومن هنا اتخذ المشائخ
الجمع قوله تعالی علی الخلوة عن الناس (بعد ادائهم علیهم
الخلق من النصح والارشاد (سورة النحل)
قوله تعالی واذا قرأت القرآن فاستعذ
بالله من الشیطان الرجیم انه لیس له
سلطن علی الذین امنوا وعلی ربهم یتوکلون
دل الایة علی ان الاستعاذة بالله من الشیطن
متعدیة الشیطان ومانعة من وسواسه ودلت
ایضا علی ان لیس للشیطان قوة وقدرة علی
المؤمنین المتوکلین علی الله تعالی قوله تعالی من عمل صالحا من
ذکر او انثی وهو مؤمن فلنحیینه حیوة طیبة
هو العیش مع الله تعالی والفهم عن الله والاستغناء
بالله لا یرید بدلا ولا منه حولا قوله تعالی ادع الی
سبیل ربك وذلك هی الطریقة المعروفة
عند الصوفیة بالحکمة هی فطنة الشیخ
المربی وفهمه لکل ما یصلح لکل احد
من المریدین فان طاعتهم مختلفة فمنهم
من یصلح له کثرة الصوم ومنهم من
یصلح له کثرة الصلوة ومنهم من یصلح
له القیام والصیام معا ومنهم من لا
یصلح له کثرة ذلك وانما یصلح الزهد عن
الدنیا ومنهم من یصلح له الکسب ومنهم

نے ارشاد فرمایا کہ فراست مومن سے ڈرو کیونکہ وہ نور الٰہی سے دیکھتا
ہے۔ پھر آپنے یہ آیت پڑھی ان فی ذلك لایات للمتوسمین
پس آیت فراست عارفین کے صحیح ہونے پر دال ہے اور فراست
ایسے امور کا نام ہے جن کو عام لوگ نہیں دیکھتے۔ قول اللہ تعالیٰ
فاصدع بما تؤمر یعنی جو حکم ہے اسکو ظاہر کر دیجئے اور مشرکوں سے الگ
ہو جائیے یعنی پیغام حق ادا کر دیجئے پھر خلوت کی طرف رجوع
کیجئے اور مشاہدہ حق تعالیٰ کا مراقبہ کیجئے۔ اور اسی مقام سے
مشائخ نے خلوت پر جو محافظت رکھنے کو اخذ کیا ہے (یعنی خلائق کو
جو اُن پر حق ہے نصیحت اور ہدایت کرنا اُس کے ادا کرنے کے بعد
یہ ہونا چاہیئے) سورۂ نحل قول اللہ تعالیٰ اور جب آپ قرآن
پڑھنے لگئے تو اللہ کی پناہ مانگ لیا کیجئے شیطان مردود سے
کیونکہ اسکو غلبہ ان لوگوں پر نہیں جو ایمان رکھتے ہیں اور اپنے پروردگار
پر بھروسا رکھتے ہیں آیت دلالت کرتی ہے اس امر پر کہ اللہ کے
ساتھ پناہ مانگنا شیطان سے شیطان کو عاجز کر دینے والا ہے
اور اُسکے وسوسوں سے مانع ہے اور نیز بھی دلالت ہے کہ شیطان کو
قوت اور قدرت اُن مسلمانوں پر نہیں جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں
قول اللہ تعالیٰ کا جو شخص نیک عمل کرے خواہ مرد ہو یا عورت اور وہ
مومن بھی ہو تو ہم اُسکو پاکیزہ زندگی عطا کرینگے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کے
ساتھ آرام پانا اور اللہ تعالےٰ کے معاملہ کو سمجھنے لگنا اور اللہ کے
ساتھ مستغنی ہو جانا ہے پس یہ حالت نہ تبدیل کو مقتضی ہے اور نہ تحویل کو
قول اللہ تعالیٰ کا آپ اپنے رب کے رستہ کی طرف بلائیے اور یہ رستہ
وہی ہے جو طریقت کے نام سے صوفیہ کے نزدیک مشہور ہے حکمت کے ساتھ مراد
اس سے دانا ہونا ہے شیخ تربیت کنندہ کا اور اُس کا اُن تمام امور کو سمجھنا
جو ہر ایک مرید کے لیے مناسب ہے کیونکہ مریدوں کی طاعتیں مختلف ہوتی
ہیں سو اُن میں سے بعضے تو ایسے ہوتے ہیں کہ اُنکے لیے کثرت صوم
مناسب ہوتا ہے اور بعضے اُنمیں ایسے ہوتے ہیں کہ تکثیر نماز اُن کے لیے
مناسب ہوتی ہے اور بعضے اُن میں ایسے ہوتے ہیں کہ اُن کے لیے نماز
اور روزہ دونوں بہتر رہتے ہیں اور بعضے اُنمیں ایسے ہوتے ہیں کہ اُنکے لیے ان امور
کی کثرت مناسب نہیں ہوتی صرف زہد عن الدنیا اُنکے لیے مناسب ہے اور بعضے اُنمیں

من یصلح له الخدمة ومنهم من یصلح له العنف
والشدة فی المجاهدة علی النفس ومنهم من یصلح للرفق
فادراك ذلك هی الحکمة المذکورة هذا
والموعظة الحسنة هی استعمالهم فی کمال
الطریقة بالمدارات والرفق والشفقة
الکاملة علیهم مع اعلامهم بانه یرید
بذلك الاعلی مقاما تعلو وارتفاع درجاتهم
وجادلهم بالتی هی احسن ای کالمهم بعبارات
لطیفة وکلمات طیبة ولین لهم ومل الیهم
ولا تثقل علیهم حیث تامر وتنهی وتدعو
وتصرف فانه اوقع فی قلوبهم وانفع لهم
وکان تلك تعلیما لمشائخ الصوفیة وکذا قول
الله تعالی فبما رحمة من الله لنت لهم الایة
وکذا کلما فی القرآن من کیفیة المصاحبة
مع الاصحاب والشفقة علی الامة والشفاعة
لهم ودعائه الی الله تعالی خطاب للمشائخ الصوفیة
انما یحسن علیهم استعمالها مع المریدین۔
(سورۃ بنی اسرائیل) قوله تعالی اولئك الذین
یدعون یبتغون الی ربهم الوسیلة ایهم
اقرب ویرجون رحمته ویخافون عذابه
والوسیلة الی الله تعالی هی التی یتوسل بها
لوصال الیه جل وعلا وذلك هو المجاهدات
والاذکار باللسان والقلب المراقبات فی
الخلوات وکل من کان اقرب الی الله تعالی
یعنی من کان اوصل الیه فهو اشد طلبا
للوسیلة لانه مامن وصال وقرب الا وفوقه
درجات الوصال بلا نهایة ومن کان

بعضے ان میں ایسے ہوتے ہیں کہ اُنکے لئے خدمت کرنا مناسب ہوتا ہے
اور بعضے اُن میں ایسے ہوتے ہیں کہ اُنکے لئے نفس پر مجاہدہ کرنے میں
سختی اور تشدد اولیٰ ہوتا ہے اور بعضے اُن میں ایسے ہوتے ہیں کہ اُنکے لئے
نرمی اور آسانی کرنا لائق ہے۔ تو ان امور کا سمجھنا حکمت مذکورہ
اسکو اور کہو اور اچھی نصیحت کے ساتھ مراد اُن سے کام لینا ہے۔
اعمال الفتیہ میں مدارات اور نرمی اور پوری شفقت کے ساتھ اور
سلامتی اس کے بھی بتلادی کہ اس سے اُسکا بجز اُسکے اور کچھ
مطلب نہیں کہ اُن کے مقامات بلند ہوں اور اُن کے درجے رفیع
ہوں اور اُن سے کہنا تو ایسے طریق سے کیجئے کہ وہ بہتر ہو۔ یعنی
اُن سے گفتگو کیجئے لطیف عبارت سے اور اچھے لفظوں سے
اور اُن کے ساتھ نرم رہئے اور اُن کی طرف متوجہ رہئے اور جب کسی
امر دینی کہئے اور اُنکو بلائیے او کسی امر سے منع کیجئے تو اُس پر بوجھ
نہ ڈالئے کیونکہ یہ طریق اُن کے دلوں میں زیادہ اثر کرنے والا
ہے اور ان کے لئے زیادہ نافع ہے اور اس میں تعلیم ہے مشائخ
صوفیہ کی اور اسیطرح اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ اللہ ہی کی رحمت
سے آپ اُن کے لئے نرم ہو گئے آخر آیت تک اور اسیطرح قرآن
میں جو کیفیت اپنے صاحبوں کے ساتھ رہنے کی اور امت پر شفقت
کرنے اور اُن کے لئے سفارش کرنیکی اور انکو اللہ کی طرف بلانیکی ہے کہ
یہ وہ سب مشائخ صوفیہ کو بھی اسبات کا خطاب ہے کہ اُن امور کو
مریدوں کے ساتھ عمل میں لانا اُن پر واجب ہے (سورہ بنی اسرائیل)
قول اللہ تعالیٰ کا یہ لوگ جنکو پکارتے ہیں وہ خود ہی اپنے پروردگار
کی طرف ذریعہ تلاش کرتے ہیں۔ جو ان میں زیادہ صاحب
قرب ہے اور وہ اللہ کی رحمت کو اُمید وار اور اُس کے عذاب
سے خائف رہتے ہیں اور اللہ کی طرف ذریعہ سے مراد
وہ چیز ہے جو خدائے بزرگ برتر کے وصال کا ذریعہ بنائی جاوے
اور وہ مجاہدات اور اذکار لسانی قلبی اور خلوت کے
مراقبات ہیں اور جس شخص کو اللہ کا قرب زیادہ ہوگا۔
یعنی جو شخص واصل زیادہ ہوگا وہ ذریعہ کا زیادہ طالب
ہوگا کیونکہ کوئی وصال اور قرب ایسا نہیں جس سے اوپر
وصال کے اور بے انتہا مراتب نہ ہو اور جسکو

اقرب کان اعرف به وکان اشد طلبا للزیادة (سورة الکهف) قوله تعالی وربطنا علی قلوبهم وهذا یکون حال کل مرید صادق الارادة یربط علی قلبه وسره فلا یبالی بالبلاء ولا یتحیر بالمشاق ویکون الله کافله وکافیه ویمر به فی وادیة حتی یصل الیه ویستقر لدیه هکذا وعد الله تعالی لکن فی طریقه لقوله عز وجل والذین جاهدوا فینا لنهدینهم سبلنا قوله تعالی لو اطلعت علیهم لولیت منهم فرارا ولملئت منهم رعبا ای لهما تقف علی ما علیهم من آثار هیبة الحق تعالی (الخ) وان لله تعالی صفة نظرا وتجلیا مختلفا واذا نظر الی عبد من عباده بصفة الجلال والهیبة هلک ذلک العبد وتاه من راه وکذا اذا نظر الی عبد بصفة اللطف والجمال صار ذلک العبد لطیفا جمیلا فی اعین الخلق من راه تاه والها وان تجلی له بتلک الصفة افاده لذة وسرورا بجماله ولطفه. قوله تعالی واصبر نفسک مع الذین یدعون ربهم بالغداة والعشی یریدون وجهه لا یریدون الا وجهه خاصة لا الدنیا ولا العقبی. قوله تعالی واذ قال موسی لفتیه لا ابرح حتی ابلغ مجمع البحرین او امضی حقبا فانه لا یقتضی ان یکون المرید فی ارادته ونیته فی طلب الشیخ المرشد الی ذلک الشان حتی یجد المقصود. قوله تعالی فلما جاوزا قال

قرب زیادہ ہوگا وہ اللہ کا پہچاننے والا بھی زیادہ ہوگا اور زیادتی کا طلب کرنے والا بھی بہت ہوگا، سورہ کہف قول اللہ تعالیٰ اور ہمنے اُنکے دلوں کو مضبوط کر دیا اور یہی حال ہوتا ہے مرید صادق الارادہ کا کہ اُس کے قلب اور سر کو مضبوط کر دیا جاتا ہے پھر وہ بلا کی پروا نہیں کرتا اور مصیبتوں سے متحیر نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ اس کا خبرگیران اور کفایت کرنے والا ہو جاتا ہے اور سلوک کی وادیوں میں اُسکو گذرتا ہے یہانتک کہ وہ اللہ تک پہنچ جاتا ہے اور اُسکے پاس اُسکو قرار ہو جاتا ہے ایسا ہی وعدہ فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے رستہ میں چلنے والوں سے لقولہ تعالیٰ اور جو لوگ ہمارے لئے کوشش کرینگے ہم اُن کو اپنے رستے بتلا دینگے قول اللہ تعالیٰ کا اے مخاطب اگر تو اُن کو جھانک کر دیکھے تو اُن سے پیٹھ پھیر کر بھاگے اور رعب سے بھر جاوے یعنی اُنپر جو آثار ہیبت حق تعالیٰ کے ہیں جب تو اُن پر واقف ہوا اور اللہ تعالیٰ کی ایک صفت یعنی نظر اور تجلی مختلف ہے اور جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے کسی بندہ کی طرف صفت جلال وہیبت سے نظر فرماتا ہے تو یہ بندہ بھی خوفزدہ ہو جاتا ہے اور جو شخص اُسکو دیکھتا ہے وہ بھی شوریدہ عقل ہو جاتا ہے اور اسیطرح جب اپنے بندہ کی طرف صفت لطف جمال سے نظر کرتا ہے تو یہ بندہ مخلوقات کی آنکھوں میں لطیف اور جمیل ہو جاتا ہے جو شخص اُسکو دیکھتا ہے فریفتہ ہو کر شوریدہ عقل ہو جاتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ اس صفت سے اُسپر تجلی فرماتا ہے تو خود اُسکو جمال سے لذة اور سرور حاصل ہوتا ہے قول اللہ تعالیٰ کا اور اپنے نفس کو ان لوگوں کے ساتھ روک کر رکھئے جو اپنے پروردگار کو صبح و شام پکارتے ہیں اسکی ذات کا ارادہ رکھتے ہیں نہیں چاہتے ہیں مگر خاص میری ہی ذات کو یعنی نہ دنیا کو نہ عقبیٰ کو قول اللہ تعالیٰ کا اور جبکہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے جوان سے فرمایا کہ میں جبتک دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ نہ پہونچ لونگا سفر سے نہ رکونگا یا برسوں تک چلتا ہی رہونگا آیت کا مقتضا یہ ہے کہ مرید کا ارادہ اور نیت شیخ کی طلب میں اس شان کا ہونا چاہئے یہانتک کہ مقصود پالے قول اللہ تعالیٰ کا پھر جب دونوں آگے بڑھے

لفتاہ اتنا غداءنا تدل علی ان المسافر
المرید لو کان معہ مطعوم من الزاد جاز
قولہ تعالیٰ حتی اذا اتیا اھل قریۃ استطعما
اھلھا دلت تلک الآیۃ علی ان المتوکل
وان کان بالغا فی ترکہ جاز لہ الاستطعام
عن الناس ودل ذلک ایضا علی انہ یجوز
ان یکون للمرید مرید اخر وتلمیذ فانہ
کان موسی مرید خضر ویوشع مرید موسی
وتلمیذہ قولہ تعالیٰ علمناہ من لدنا علما
ھو انعم الاشیاء المغیبۃ التی لا تعرف
بالعقل والشرع والحواس بل بالالھام
قولہ تعالیٰ قال لہ موسی ھل اتبعک
الآیۃ تدل علی ان المرید لا یصاحب ویتبع
الشیخ الا باذنہ وکذلک تدل علی ان
الاعلی جاز ان یتلمذ لمن ھو ادنی منہ فی
علم یوجد عندہ۔ قولہ تعالیٰ انک لن
تستطیع معی صبرا دل علی انہ یجوز للشیخ
ان یصد المرید من صحبتہ قولہ تعالیٰ قال
فان اتبعتنی فلا تسئلنی تدل علی انہ
لا یعترض علی الشیخ قولہ تعالیٰ قال لا
تؤاخذنی الخ وقال ان سالتک الخ ان
جمیع ذلک یدل علی ان مرید الشیخ یجب ان
یکون محولا متواضعا للشیخ وان کان الشیخ
یودیہ ویستخف بہ قولہ تعالیٰ سانبئک
بتاویل مالم تستطع علیہ صبرا دلت الآیۃ
بجملتھا علی انہ لا ینبغی للشیخ ان یعمل عملا
بحضرۃ المرید ظاھرہ منکر کیلا یقع فی الانکار

تو موسیٰ نے اپنے جوان سے فرمایا کہ ہمارا ناشتہ لاؤ اس بات پر دلالت ہے
کہ مرید مسافر کے ساتھ اگر توشہ معین ہو تو جائز ہے قول اللہ تعالیٰ کا
یہاں تک کہ جب دونوں ایک بستی کے لوگوں کے پاس پہنچے
تو اس بستی کے لوگوں سے کھانا مانگا یہ آیت اس بات پر دلالت
کرتی ہے کہ متوکل اگرچہ اپنے توکل میں کمال کو پہونچا ہو لوگوں سے
کھانا مانگنا جائز ہے اور یہ اس پر بھی دلالت کرتا ہے کہ مرید کیلئے
دوسرا مرید اور شاگرد ہونا جائز ہے جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام حضرت
خضر کے طالب تھے اور یوشع موسیٰ علیہ السلام کے مرید شاگرد
تھے۔ قول اللہ تعالیٰ کا انہ نے ان کو اپنے پاس سے علم دیا عطا دیا
پوشیدہ چیزوں کا علم ہے جو عقل اور شریعت اور حواس سے معلوم
نہ ہو سکیں (بلکہ الہام سے معلوم ہوں) قول اللہ تعالیٰ کا حضرت
خضر سے موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ کیا میں تمہارے ساتھ رہوں
آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ مرید اپنے شیخ کی رفاقت
اور معیت بدون اس کے حکم کے نہ کرے اور اسی طرح اس پر دلالت
کرتی ہے کہ افضل کو ایسے شخص کی شاگردی کرنا جائز ہے جو
ایسے علم میں جو اسکے پاس ہو جائز ہے قول اللہ تعالیٰ کا حضرت خضر
نے کہا کہ تم میرے ساتھ ہرگز نہ صبر کر سکو گے۔ دلالت اس پر کہ شیخ
کو یہ جائز ہے کہ مرید کو اپنے پاس رہنے سے روک دے قول اللہ
تعالیٰ کا کہا خضر نے سو اگر تم میرے ساتھ رہو تو مجھ سے سوال
نہ کرنا اس پر دلالت ہے کہ شیخ پر اعتراض نہ کرنا چاہئے قول اللہ
تعالیٰ کا مجھ سے مواخذہ نہ کیجئے الخ اور فرمایا اگر پوچھوں میں الخ سب اس
بات پر دلالت کرتا ہے کہ شیخ کے مرید کو چاہئے کہ متحمل ہو شیخ کے دباؤ
پست ہے گو شیخ اسکا تکلیف دے اور اسکی تحقیر کرے قال اللہ تعالیٰ کا
ابھی تک تمکو اس کا طلب تباؤں گا جس پر تم صبر نہیں کر سکتے مضمون
اس کا دلالت کرتا ہے کہ شیخ کو مرید کے سامنے ایسا کوئی کام کرنا مناسب
نہیں جس کا ظاہر برا ہو تاکہ وہ باطن میں معاملہ سے
انکار نہ ہو جاوے۔

فی الباطن ولو اتفق له مثل ذلك يجب عليه
ان يزيل انكاره وهو ببيان ما عمل و تاويل
ما صدر منه. ودلت الاية ايضا على ان
الشيخ اذا ضجر عن المريد واراد ان يفارقه
لا ينبغي ان يفارقه بلا عذر ظاهر (شرح مواقف)
قوله تعالى وهزي اليك بجذع النخلة قيل
هذه كرامة مريم (سورة طه) قوله تعالى
الرحمن على العرش استوى واستواءه على
العرش خاصة تجل خاص بصفة خاصة
للعرش ومثاله على سبيل التقريب مثال
الشمس على الارض يعني شعاعه اذا اشرق
على الارض بلا حجاب سحاب قوله تعالى
اذ اوحينا الى امك وام موسى من
اولياء الله حيث كلمها الملائكة كرامة
لها قوله تعالى والقيت عليك محبة مني
يعني اطلعت عليك بصفة المحبة ونظرت
فيك يحق لك اذا اطلاعي عليك بها وصفة
المحبوبية لك فاحبك كل من رآك وتفسير
الاطلاع هو صب الرشاش المذكور في
في الحديث قوله تعالى واصطنعتك
لنفسي فطرتك على وجه لا تصلح الا لعبادتي
قوله تعالى قل رب زدني علما فما من زيادة
العلم الا وفيها زاجر لا نهاية لها.
قوله تعالى ومن اعرض عن ذكري
فان له معيشة ضنكا لان من ليس له
ذكر القلب السر فهو في ضنك وظلمة في
الدنيا لا يشاهد الحق ولا يسمع منه ولا

اور اگر اس کو ایسا اتفاق ہو تو اس پر واجب ہے کہ ان کے انکار
کو اپنے عمل کی حقیقت بیان کر کے، اور اپنے اس فعل کی تاویل کر کے
زائل کر دی، اور آیت اس پر بھی دلالت کرتی ہے کہ شیخ جب مرید سے
تنگ ہو جاوے اور اس کو چھوڑ دینے کا ارادہ کرے تو اس کو مناسب نہیں
کہ مرید سے بدون ظاہری عذر کے مفارقت کرے (سورہ مریم) قول
اللہ تعالیٰ کا اپنی طرف درخت کھجور کی ڈالی ہلانا بعضوں نے
کہا کہ یہ مریم علیہا السلام کی کرامت ہے (سورہ طٰہٰ) قول اللہ تعالیٰ کا
عرش پر رحمان جلوہ گر ہوا، اور اللہ تعالیٰ کا خاص عرش پر مستوی ہونا
ایک خاص تجلی ہے عرش پر ایک خاص صفت کے ساتھ اور مثال اس کی بطور
تفہیم کے آفتاب کی مثال ہے زمین پر یعنی اس کی شعاعیں جب بدون حجاب
ابر کے زمین پر چمکیں مگر ذات شمس ارض پر مستقر نہیں مگر شعاع کیواسطے
سے ارض کے ساتھ اس کو ایک تعلق ہے قول اللہ تعالیٰ کا جبکہ ہم نے
تمہاری ماں سے جو پوشیدہ کہا اور موسیٰ علیہ السلام کی والدہ اولیاء اللہ سے
تھیں کیونکہ ان سے فرشتوں نے بطور ان کی کرامت کے کلام کیا تھا
قول اللہ تعالیٰ کا اور میں نے تم پر اپنی طرف سے محبت ڈال دی یعنی صفت
محبت کیساتھ میں نے تم پر تجلی کی اور اپنی محبت سے جو کہ تمہارے ساتھ متعلق ہے
میں نے تم میں نظر کی صفت محبت کیساتھ تم پر میری تجلی کرنے سے صفت
محبوبیت کی تمکو حاصل ہوئی تو جس شخص نے تمکو دیکھا تمسے محبت کرنے لگا
اور تعلیہ تجلی کی وہ چھوہارا ڈالنا ہے جو کہ حدیث میں مذکور ہے ذکر اللہ تعالیٰ
نے اپنے نور کا رشاش اس روح پر فائض فرمایا، قول اللہ تعالیٰ کا اور تم
کر لیا میں نے تمکو اپنی ذات کیلئے یعنی میں نے تمکو ایسی حالت پر پیدا
کیا کہ جو میری عبادت کے تم میں کسی دوسری چیز سے مناسبت نہیں
ہوئی، قول اللہ تعالیٰ کا آپ کہئے کہ اے میرے رب میرے علم میں زیادتی کیجئے
کیونکہ کوئی زیادتی علم کی ایسی نہیں جسکے اوپر بہت سی بے انتہا زیادتیاں نہ ہوں قول
اللہ تعالیٰ کا اور جو شخص میری یاد سے روگردانی کریگا تو اسکے لئے زندگی تنگ ہے
کیونکہ جس کو ذکر قلبی و سری میسر نہیں ہے وہ تنگی اور تاریکی میں
ہے نہ حق تعالیٰ کا مشاہدہ کرتا ہے اور نہ اللہ تعالیٰ سے
وہ کچھ سنتا ہے اور نہ۔

یلیہ الملکوت ولا ترتقی الی الجبروت ویبقی
علی وجہ الارض کالبہائم (سورۃ الانبیاء)
ان الذین سبقت لھم منا الحسنٰی ای سبقت
محبتنا ایاہ فی الازل (وھذا ھو سابقۃ
الاستعداد التی تقال فیہ ازلیۃ ای المحبۃ
من المحبوب) (سورۃ الحج) وما ارسلنا من
قبلک من رسول ولا نبی الا اذا تمنی القی
الشیطان فاذا کان حال النبی والرسول
ھذا فلا یجل للولی ان یامن القاء الشیطان
ولو لم یکن ماھرا لا ینبغی ان یعتمد علی شیء
من واقعاتہ مالم یعرض علی شیخہ قولہ
تعالی وجاھدوا فی اللہ ھو الذی یسمیہ
المشائخ سیر فی اللہ (سورۃ المؤمنون)
فتعالی اللہ الملک الحق عن الاوھام الطنون
والافکار والعقول والعلوم (سورۃ النور)
قولہ تعالی قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم
قال بعض المشائخ غضوا ابصار رء وسھم
عن المحارم وابصار قلوبھم عن کل ما سوی اللہ
قولہ تعالی لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن
ذکر اللہ وھذا ھو الخلوۃ فی الملأ وذلک حال
الانبیاء وکبار الاولیاء وھذا قلیل من
الاولیاء ومنھم من لا یتمکن من ذلک الا فی صلوٰۃ ومنھم من
یتمکن من ذلک الا اذا غلبہ الحالۃ علیہ ومنھم من لا یتمکن
من ذلک الا ان یکون بین النوم والیقظۃ
ومنھم من لا یتمکن من ذلک حتی یستغرق
فی نومہ وھذا ھو ادنی وانزل الواصلین
(سورۃ الفرقان) ارایت من اتخذ الھہ

ملکوت میں داخل ہوتا ہے اور نہ جبروت تک اُس کو ترقی ہوتی
ہے اور زمین پر جانوروں کی طرح زندگی بسر کرتا ہے سورہ انبیا
جن لوگوں کے لئے ہماری طرف سے نیکی سابق ہوئی یعنی ہماری محبت
انکی ساتھ ازل میں سابق ہوئی (اور یہی سابقہ استعداد ہے جس کی
نسبت کہا جاتا ہے کہ محبت کی ابتدا محبوب کی جانب سے ہوتی ہے)
(سورہ حج) اور ہم نے کوئی رسول اور کوئی نبی آپ سے پیشتر نہیں
بھیجا مگر جب وہ کوئی خیال کرتا تھا تو شیطان اُسکے خیال میں کچھ ڈال
دیتا تھا۔ تو جب نبی اور رسول کا یہ حال ہے تو ولی کے لئے ممکن نہیں
کہ القا شیطانی سے مامون ہے اور اگر ماہر۔ اس بات کا سمجھنے
والا کہ اس میں کیا اصل ہے اور کیا القا ہے) نہو تو اُس کو اپنی کسی
واقعہ پر اعتماد نہیں کرنا چاہیئے تاوقتیکہ اپنے شیخ کے روبرو
پیش نہ کرے قول اللہ تعالیٰ کا اور اللہ کے بارہ میں
جہاد کرو۔ یہ وہی ہے جس کا مشائخ سیر فی اللہ نام رکھتے
ہیں (سورہ مومنین) پس برتر ہے اللہ جو سچا بادشاہ
ہے یعنی وہموں سے اور گمانوں سے اور فکروں سے
اور عقلوں سے اور علموں سے (سورہ نور) قول اللہ تعالیٰ
کا آپ مسلمانوں سے کہدیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں
بعض مشائخ نے کہا کہ اپنے سر کی آنکھیں نیچی رکھیں نامحرم
عورتوں سے اور قلوب کی آنکھیں جمیع ماسوی اللہ سے
قول اللہ تعالیٰ کا نہیں غافل کرتی ہو انکو تجارۃ اور بیع اللہ کی یاد سے
اور یہی خلوت در انجمن ہو اور یہ حال نبیوں اور بڑے بڑے ولیوں
کا ہے اور ایسے اولیا کم ہوتے ہیں اور بعضے اُن میں سے ایسے ہوتے
اس پر صرف خلوت میں قادر ہوتے ہیں الا بعضے جب اسپر حالت کا غلبہ
ہوتا ہو اس وقت قادر ہوتے ہیں اور بعضے جب سونے اور جاگنے کے
درمیان ہوتے ہیں تو صرف اس وقت اسپر قادر ہوتے ہیں اور بعضے اسپر
قادر ہوتے ہیں جب غرق ہو کر سو جاویں اور شخص واصلین میں سب سے ادنی اور
کم رتبہ کا ہے (سورہ فرقان) کیا آپنے اس شخص کو دیکھا جسنے اپنی خواہش کو

هذا فليعلم أن هذه الآية حجة كبيرة على
صدق ما ذهب اليه العرفاء اى من تعلق
قلبه بشئ غير الله فهو مشرك بالله (فى الحب
(سورة الشعراء) قوله تعالى ففررت منكم
من هنا قيل لفرار عما الايطاق من سنن
المرسلين (سورة النمل) ان الذين لايؤمنون
بالآخرة زينا لهم اعمالهم فهم اعظم عقوبة
العاصى ان يخلى الله تعالى الى معصية
فلا ينبه ولا يوفق له الافاقة عن غفلته
ويرخص باعذار فاسدة قوله تعالى انا
اتيك به قبل هذا قول صف قال ذلك
عند غلبة الحال وهو فى عين الجمع وهذا
كلام الله اجراه على لسانه كقوله سبحانى اجرى
على لسان ابى يزيد وقوله انا الحق على لسان
الحسين واشباهها كثيرة كما قال من المقربة يا موسى
انى انا الله ثم مثل ذلك الكرامات كثيرا ما يكون
لاولياء الله تعالى وهى طى الارض والنفاذ فى
الجدار واشباهها (سورة القصص) قوله تعالى
ان كادت لتبدى به لولا ان ربطنا على
قلبها روى عن يوسف بن الحسين الرازى
انه قال امرت ام موسى بامرين ان ارضعيه
فالقيه ونهيت بنهيين ولا تخافى ولا تحزنى
وبشرت ببشارتين انا رادوه اليك
وجاعلوه من المرسلين فلم ينفعها ذلك
دون الربط على القلب (سورة العنكبوت)
قوله تعالى ولذكر الله اكبر اى اكبر فى
(النهى عن الفحشاء والمنكر) نفى الكبر

اپنا معبود بنا رکھا ہے جاننا چاہئے کہ یہ آیت بڑی دلیل ہے اس
قول کے صادق ہونے پر جس کی طرف عارفین گئے ہیں یعنی جس شخص
کا قلب اللہ کے سوا کسی اور چیز سے متعلق ہو وہ اللہ کے ساتھ
شرک کرنیوالا ہے (دعجب میں) سورۂ الشعراء قول اللہ تعالیٰ کا
ہوں تم لوگوں سے بھاگ گیا اسی مقام سے کہا گیا ہے کہ جس امر
کی نہ دابت نہ ہو سکے اس سے علیحدہ ہو جانا پیغمبروں کا طریقہ ہے
(سورہ نمل) قول اللہ تعالیٰ کا بلاشبہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں
رکھتے ہیں ہم نے ان کے اعمال کو ان کے لئے مرغوب کر دیا ہے
بڑی سزا عاصی کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس کی معصیت پر
چھوڑ دے پھر نہ اُسکو متنبہ کرے اور نہ غفلت سے ہوش میں آنے
توفیق دے اور وہ لغو عذروں سے گنجائش حاصل کرتا ہے قول
اللہ تعالیٰ کا میں اُس تخت کو آپ کے پاس لائے دیتا ہوں بعض
لوگوں نے کہا ہے کہ یہ آصف کا قول ہے یہ بات غلبہ حال میں
جبکہ وہ عین جمع میں تھے کہہ دی اور یہ کلام اللہ کا تھا کہ اسکو
انکی زبان پر جاری کر دیا تھا جیسے قول سبحانی کو بایزید کی زبان
پر جاری کر دیا تھا اور انا الحق کو منصور کی زبان پر اور اس قسم
کے واقعات بہت ہیں درخت سے آواز دی اے موسیٰ میں اللہ
ہوں (پھر دوسری بات یہ ہے کہ ایسی کرامتیں اولیاء اللہ سے
بہت ہوا کرتی ہیں اور وہ مسافت بعیدہ کا زمانہ قصیر میں قطع کرنا
ہے اور دیوار سے باہر ہو جانا اور اسکے مثل اور بھی ہے (سورہ قصص)
قول اللہ تعالیٰ کا تربت تھا کہ وہ اسکو ظاہر کر دیں اگر ہم انکے دل کو مضبوط نہ کرتے
یوسف بن حسین رازی سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام
کی والدہ کو دو باتوں کا حکم ہوا انکو دودھ پلاؤ پھر ان کو دریا میں ڈال دو
اور دو باتوں سے ممانعت کی گئی اور نہ ڈرو اور نہ غمگین ہو اور دو بشارتوں
کی اشارت دی گئی ہم انکو تمہارے پاس لوٹانے والے ہیں اور انکو رسول بنانے والے
والے ہیں سو اگر دل کو ربط قلب کے سبب پورے طور سے نافع نہ ہوا (سورۂ عنکبوت)
قول اللہ تعالیٰ کا اور البتہ ذکر اللہ کا بہت بڑا ہے یعنی بڑا ہے حیائی
اور بری باتوں سے روکنے میں اور بڑائی۔

و الخیلاء ومحو الاوصاف الذمیمة وذلک مجرب عند المشائخ ولا سیما لا الہ الا اللہ (سورۃ الروم) قولہ تعالیٰ ذلک خیر للذین یریدون وجہ اللہ ای یریدون ذات اللہ (الی ھی المقصودۃ بالذات لا الدنیا ولا الاخرۃ) (سورۃ لقمٰن) قولہ تعالیٰ و اسبغ علیکم نعمہ ظاھرۃ وباطنۃ۔ فالظاھرۃ الجوارح کالعین والاذن واللسان والاسنان والید والرجل وامثالھا والباطنۃ النفس والقلب والعقل والسر والخفی (سورۃ الم السجدۃ) قولہ تعالیٰ یدعون ربھم خوفا وطمعا قال جعفر خوفا من ربھم وطمعا من ربھم کما یدل علیہ ذکر ربھم قبل وعدم ذکر معمول خوفا وطمعا بعد) (سورۃ الاحزاب) قولہ تعالیٰ یاایھا الذین امنوا لا تکونوا کالذین اذوا موسٰی ھذا امر لعامۃ المؤمنین الذین یؤذون الانبیاء والاولیاء والمؤمنین المتقین بما لا یعلمون (سورۃ السبا) قولہ تعالیٰ وما انفقتم من شیٔ فھو یخلفہ یدل بعموم لفظ شیٔ علی ان من بذل شیئا من البدن او الروح او الراحۃ للہ تعالیٰ یبدلہ اللہ خیرا منہ) (سورۃ فاطر) قولہ تعالیٰ وما یستوی الاحیاء والاموات ای لا یستوی اھل اللہ واھل الشیطان (سورۃ یٰس) قولہ تعالیٰ والقرآن الحکیم الی قولہ صراط مستقیم اقسم اللہ تعالیٰ بالقرآن ان الیسع صلوات اللہ علیہ نبی مرسل کسائر المرسلین

اور شیخی کے اور کرتے ہیں اور صفات ذمیمہ کے مٹانے میں اکثر مشائخ کے نزدیک یہ مجرب ہے خاصکر لا الہ الا اللہ کا ذکر (سورہ روم) قول اللہ تعالیٰ یہ اُن لوگوں کے لئے بہتر ہے جو وجہ اللہ کے طالب ہیں یعنی ذات الٰہی کے طالب ہیں (جو کہ ہی مقصود بالذات ہونہ دنیا نہ آخرت) (سورہ لقمان) قول اللہ تعالیٰ کا اور اُس نے تمہیں اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں پوری کی ہیں سو ظاہری نعمتیں تو اعضاء ہیں جیسے آنکھ اور کان اور زبان اور دانت اور ہاتھ اور پیر اور انکی مانند اور باطنی نعمتیں نفس اور قلب اور عقل اور سر اور خفی ہیں سورہ الم السجدۃ قول اللہ تعالیٰ کا پکارتے ہیں اپنے پروردگار کو بیم و امید کے ساتھ کہا جعفر نے اپنے پروردگار سے ڈر کر اور اپنے پروردگار سے امید رکھکر جیسا کہ ذکر رب کا پہلے ذکر کرنا اور معمول خوف و طمع کا ذکر نہ کرنا اس پر دال ہے (سورہ احزاب) قول اللہ تعالیٰ کا اے ایمان والو تم اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنھوں نے موسیٰ کو تکلیف پہنچائی تھی یہ عام مسلمانوں کو ممانعت ہے اور جو انبیاء اور اولیاء اور مومنین متقین کو ایسے امور کی تہمت سے تکلیف پہونچاتے ہیں جن کی ان کو خبر بھی نہیں (سورہ سبا) قول اللہ تعالیٰ کا اور جو چیز تم خرچ کروگے تو اللہ تعالیٰ اس کا بدلہ دیگا یہ آیت عموم لفظی سے اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جو شخص اپنی بدن اور روح اور راحت میں سے کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کے لئے صرف کردے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے اچھا اس کو بدلہ دیگا (سورہ فاطر) قول اللہ تعالیٰ کا اور زندے اور مردے برابر نہیں یعنی اللہ والے اور شیطان والے برابر نہیں (سورہ یٰسین) قول اللہ تعالیٰ کا اور قسم ہے قرآن حکمت والے کی صراط مستقیم تک اللہ تعالیٰ نے قرآن کی قسم کھائی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھیجے ہوئے نبی ہیں جیسے اور تمام نبی۔

وفائدة اليمين طمانينة قلب لسيد فانه وان كان عالما بانه من المرسلين لكنه مفتقر الى زيادة الطمانينة (سورة والصفت) قوله تعالى اني ذاهب الى ربي وهذا هو الذي يقول المشائخ فاسير الى الله عز وجل في الطريقة المشهور عندهم وان ذلك مرغوب محبوب (سورة ص) واذكر عبادنا ابراهيم واسحق ويعقوب اولى الايدي والابصار يعني اولى القوة على النفس الهوى والشيطان والابصار يعني بصيرة النفس والعقل والقلب والسر والخفي (سورة الزمر) قوله تعالى افمن شرح الله صدره للاسلام فهو على نور من ربه قال رسول الله صلى الله عليه وسلم فاما النور اذا دخل في جوف النفس لذلك صدره وانشرح قالوا يا رسول الله فهل لذلك من علامة قال نعم التجافي عن دار الغرور والانابة الى دار الخلود وحسن استعداد الموت قبل نزوله قوله تعالى تقشعر منه جلود الذين هذا هو نوع من الوجد (سورة المؤمن) قوله تعالى يعلم خائنة الاعين وما تخفي الصدور دليل على وجوب تزكية الباطن مع الظاهر (سورة حم السجدة) قوله تعالى وامانزغنك من الشيطان نزغ اي يلقي في باطنك وظاهرك فسادا كالحقد والحسد والغضب والرياء والعجب والكذب والسب والضرب بغير حق فاستعذ بالله فانك لا تقدر بنفسك على طرد الشيطان

اور فائدہ قسم کا آپ کے قلب کا مطمئن کرنا ہے کیونکہ آپ کے جانتے تھے کہ آپ رسولوں میں سے ہیں لیکن مزید اطمینان کی احتیاج آپ کو بھی ہو سکتی ہے (سورہ والصفت) قول اللہ تعالیٰ کا میں اپنے پروردگار کی طرف جانیوالا ہوں یہ وہی ہے جسکو مشائخ کہتے ہیں یعنی اُن کی طریقہ مشہورہ میں سیر اللہ کی طرف ہوتی ہے نور یہ کہ یہ سیر مرغوب اور محبوب ہے (سورہ ص) اور ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب کو یاد کیجیے جو صاحب قوت اور صاحب بصیرت تھے یعنی صاحب قوت نفس اور نفسانی خواہشوں اور شیطان پر اور صاحب بصیرت یعنی بصیرت نفس اور عقل اور قلب اور سر خفی کی (سورہ زمر) قول اللہ تعالیٰ کا تو کیا جس شخص کے سینہ کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لئے کھول دیا ہو پھر وہ اپنے پروردگار کی طرف سے ایک نور پر ہو فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لیکن نور پس جب داخل ہوتا ہے اُس شخص کے باطن میں تو اُس کی وجہ سے سینہ اُس کا کشادہ ہو جاتا ہے اور کھل جاتا ہے لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ تو کیا اس کی کوئی علامت ہے فرمایا ہاں دھوکہ کے گھر سے دور ہونا اور ہمیشگی کے گھر کی طرف رجوع کرنا اور موت کے لئے قبل اُس کے آئیے اچھی طرح آمادہ ہو جانا قول اللہ تعالیٰ کا کھڑے ہو جاتے ہیں اُس سے کھالوں کے بال تو یہ ایک قسم ہے وجد کی (سورہ مومن) قول اللہ تعالیٰ کا وہ جانتا ہے خیانت کرنے والی آنکھوں کو اور جو دل پوشیدہ رکھتے ہیں یہ آیت دلیل ہے اسپر کہ تزکیہ ظاہر کے ساتھ تزکیہ باطن بھی واجب ہے (سورہ حم السجدہ) قول اللہ تعالیٰ کا اور اگر اثر کرے تیرے اندر شیطان کی طرف سے کوئی اثر یعنی تیرے ظاہر اور باطن میں کوئی فساد ڈالدے جیسے کینہ اور حسد اور غصہ اور عجب اور کذب اور گالی اور مارنا ناحق تو اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ کیونکہ تو خود شیطان کے دفع کرنے پر قادر نہیں

(سورۃ الشوریٰ) قولہ تعالیٰ فان یشا اللہ یختم علی قلبك ان قلت علینا عیرا حتی روی انہ قرأ امام ھذہ الآیۃ والشبلی خلفہ فلما سمع ذلك من الامام فی صلوٰتہ جعل یقول ھکذا یخاطب الجبار (ذلك علی وجوب الخوف من سلب الحال) (سورۃ الزخرف) قولہ تعالیٰ ومن یعش عن ذکر الرحمٰن نقیض لہ شیطانا یعنی من اعرض عن اللہ تعالیٰ ذاتہ وصفاتہ او تکالیفہ (وفیہ لالۃ علی تسلط الشیاطین علی المحجوبین) (سورۃ الدخان) قولہ تعالیٰ ولقد اخترناھم علی علم علی العٰلمین وما یقترفون من الجنایات لو یوشر ذلك فی سابق حکمنا بالاجتباء والاختیار لھم (وفیہ دلالۃ علی ان المراد لا یکلہ اللہ تعالیٰ الی نفسہ) (سورۃ الجاثیۃ) قولہ تعالیٰ ولہ الکبریاء فی السمٰوٰت والارض انہ نص علی ان کبریاءہ تعالیٰ فی السمٰوٰت والارض ھو الکبریاء صفۃ الذات ولا ینفك عن الذات (فالایۃ تدل علی احاطۃ ذاتہ تعالیٰ) (سورۃ الفتح) قولہ تعالیٰ ان الذین یبایعونك انما یبایعون اللہ قالت الحلولیۃ ھذہ الآیۃ دلت علی ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم لم یکن ھو البشر وانما کان ھو اللہ تعالیٰ وھذا غلط منھم فان قولہ انما یبایعون اللہ فیہ اثبات مبایعتھم مع اللہ تعالیٰ ولیس فیہ نفی مبایعتھم مع النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام (سورۃ النجم) قولہ تعالیٰ وان الی ربك المنتھی ای لا تفکروا فی اللہ

سورہ شوریٰ) قول اللہ تعالیٰ کا سو اگر اللہ ارادہ کرے تو تیرے دل پر مہر لگا دے اگر تو جہیز بیع کے علاوہ کوئی اور بات لیے مروی ہے کہ ایک امام نے یہ آیت پڑھی اور شبلی اس کے پیچھے تھے سو جب انھوں نے یہ آیت اپنی نماز میں امام سے سنی تو فرمانے لگے کہ (اللہ اکبر) اس طرح تو اچھے لوگوں سے خطاب ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ سلب حال سے خوف کرنا واجب ہے (سورہ زخرف) قول اللہ تعالیٰ کا اور جو شخص رحمان کے ذکر سے اندھا بنا رہے ہم اسکے لیے ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات اور اسکے احکام سے اعراض کرے (اور اس میں دلالت ہے کہ محجوبین پر شیاطین مسلط ہوتے ہیں) (سورہ دخان) قول اللہ تعالیٰ کا اور ہم نے انکو پسند کر لیا علم سے تمام جہان کے لوگوں پر اور جو خطائیں اُن سے سرزد ہوتی ہیں اس کا اثر ہمارے حکم ازلی اجتباء اور اضطفا میں نہیں ہوتا (اور اس میں دلالت ہے اسپر کہ مراد اللہ تعالیٰ اسکے نفس کے حوالہ نہیں کرتا) سورہ جاثیہ قول اللہ تعالیٰ کا اور اسی کے لئے ہے بڑائی آسمانوں اور زمین میں یہ نص ہے اس بات پر کہ بڑائی اللہ تعالیٰ کی آسمانوں اور زمین میں ہے اور بڑائی ذات کی صفت اور ذات سے صفت جدا ہو نہیں سکتی تو آیۃ اللہ تعالیٰ کی ذات کے محیط ہونے پر دلالت کرتی ہے (سورہ فتح) قول اللہ تعالیٰ کا جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کر رہے ہیں قائلین حلول نے کہا ہے کہ یہ آیۃ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم آدمی نہ تھے بس آپ خدا ہی تھے اور یہ اُن کی غلطی ہے کیونکہ اس قول میں کہ وہ ..... اللہ ہی سے بیعت کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ سے اُن کے بیعت کرنے کا اثبات ہے اور اس میں نبی علیہ السلام سے اُن کے بیعت کرنے کی نفی نہیں ہے (سورہ نجم) قول اللہ تعالیٰ کا اور آپ کے رب کی طرف منتہی ہے یعنی اللہ عزوجل کی ذات میں فکر نہیں چلتا۔

عزوجل (سورۃ القمر) قولہ تعالیٰ کذلک نجزی من شکر ای نجزی بنجاتھم وھلاک اعدائھم کل ولی شاکر (سورۃ الواقعۃ) قولہ تعالیٰ فاما ان کان من المقربین ھذا دلیل ان لا یقترب الی اللہ الا من وفقہ اللہ (سورۃ الحدید) قولہ تعالیٰ الم یان للذین اٰمنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ الاٰیۃ یعنی الم یان اوان تخشع قلوب المؤمنین خضوعھا وانشراحھا وانشاعھا لذکر اللہ ای لمناجاۃ تعالیٰ ومناجاۃ جل وعلا (سورۃ المجادلۃ) قولہ تعالیٰ استحوذ علیھم الشیطان فانسٰھم ذکر اللہ وعلامۃ ذلک ان لا یتذکر العبد سیدہ وان ذکر یکرہ ویکرہ صحبۃ العلماء الصلحاء ویختار صحبۃ الحمقاء والمسافرھا واشاھم یفرح بصحبتھم ویھتز بمجالستھم ویکون الحرام احب الیہ من الحلال والمعصیۃ احب من الطاعۃ ویفتخر بمعاصیہ ویباھی بھا علی الناس ویلوم الناس علی الطاعات فھذا ھو الذی استحوذ علیہ الشیطان قولہ تعالیٰ ایدھم بروح منہ ایدہ بالرشاش الذی رش علی النفس (سورۃ الحشر) قولہ تعالیٰ لو انزلنا ھذا القرآن علی جبل لرأیتہ خاشعا متصدعا من خشیۃ اللہ یعنی لو تجلی صفۃ من صفات اللہ وتلک الصفۃ کما لعظمۃ والجلال قال بن عطاء اشار الی انہ لا یقوم شیء لصفاتہ ولا یبقی مع تجلیہ الا من قواہ اللہ تعالیٰ علی ذلک وھو قلوب العارفین فقاموا بہ لا بغیرہ فھو القائم بھو (سورۃ الممتحنۃ) قولہ تعالیٰ لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال افضل الایمان الحب فی اللہ والبغض فی اللہ قولہ تعالیٰ یاایھا النبی اذا جاءک المؤمنت یبایعنک الاٰیۃ فیہ اثبات البیعۃ (سورۃ الدھر) قولہ تعالیٰ فمن شاء اتخذ الی ربہ سبیلا یعنی

کیونکہ سب چیزوں کا کہ ان میں فکر کرنے والے کو منتہا الی الرب فرمایا ہے پس فکر فی الرب منفی ہوا (سورہ قمر) قول اللہ تعالیٰ کا ایسی ہی جزا دیتے ہیں ہم شکر کرنے والے کو یعنی ہم ہر ولی شاکر کو جزا دیتے ہیں اسی طرح کہ ان کو نجات دیتے ہیں اور ان کے اعداء ہلاک ہوتے ہیں (سورہ واقعۃ) قول اللہ تعالیٰ کا پس اگر ہوگا ان لوگوں سے جو مقرب کئے گئے ہیں یہ دلیل ہے اسکی کہ اللہ کا مقرب وہی ہوتا ہے جسکو اللہ تعالیٰ مقرب بنائے (سورہ حدید) قول اللہ تعالیٰ کا کیا وہ وقت مسلمانوں کیلئے نہیں آیا ہے کہ انکے دل اللہ کے ذکر کے لئے جھک جاویں آخر آیت تک یعنی کیا اللہ کی یاد کیلئے مسلمانوں کے دلوں کے جھکنے اور پست ہوجانے اور کھل جانے اور وسیع ہوجانیکا وقت نہیں آیا یعنی اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ اور اس کے ساتھ مناجات کے لئے (سورہ مجادلہ) قول اللہ تعالیٰ کا مسلط ہوگیا ان پر شیطان تو اس نے انکو غافل کردیا اللہ کے ذکر سے اور علامات اسکی یہ ہے کہ بندہ اپنے آقا کا ذکر نہ کرے اور اگر کوئی ذکر کرے تو اس کو برا معلوم ہو اور ناگوار ہو صحبت علماء اور صلحاء کی اور پسند کرے احمقوں اور مسافروں کی اس قسم کے لوگوں کی صحبت کو اور خوش ہو انکی صحبت سے اور محظوظ ہوتا ہو انکی مجالست سے اور حرام اسکو زیادہ پسند ہو حلال سے اور معصیت زیادہ محبوب ہو طاعت سے اور اپنے گناہوں پر فخر کرے اور لوگوں کے سامنے گناہوں پر شیخی بگھارے اور لوگوں کو طاعت پر ملامت کرے تو ایسا شخص جس پر شیطان مسلط ہوگیا قول اللہ تعالیٰ کا قوت دی اس کو ایک روح کی اپنی طرف سے یعنی قوت دی اس رشاش نور سے جو نفس پر چھڑکا گیا۔ (سورہ حشر) قول اللہ تعالیٰ کا اگر اتارتے ہم اس قرآن کو پہاڑ پر تو اس کو تم دیکھتا کہ پست ریزہ ریزہ ہوگیا ہے خدا کے خوف سے یعنی اگر کوئی بھی صفت صفات خداوندی سے تجلی کرتی اور یہ صفت جیسے عظمت اور جلال ہے اس عطا نے فرمایا کہ اشارہ اس امر کی طرف کیا کہ اس کی صفات کے سامنے کوئی چیز نہیں ٹھہر سکتی اور اس کی تجلی کے سامنے بجز اسکے جسکو اللہ تعالیٰ ہی قوت دیدے کوئی باقی نہیں رہ سکتا اور وہ عارفوں کے قلوب ہیں تو وہ اللہ کیساتھ قائم ہیں نہ اس کے غیر کے ساتھ تو اللہ یعنی اسکی تجلی قائم ہے اسکے ساتھ (سورہ ممتحنہ) قول اللہ تعالیٰ کا نہ بناؤ تم میرے دشمن اور اپنے دشمن کو دوست نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ افضل الایمان یہ ہے کہ اللہ ہی کیلئے محبت کرے اللہ ہی کیلئے عداوت کرے قول اللہ تعالیٰ کا اے نبی جب آپکے پاس مسلمان عورتیں بیعت کی غرض سے حاضر ہوں آخر آیت تک اس میں اثبات ہے بیعت کا (سورہ دہر) قول اللہ تعالیٰ کا جو شخص چاہے

بالسبیل الی اللہ تعالی طریقۃ الصوفیۃ یعنی من شاء اللہ ذاتہ وصفاتہ سلک سبیلہ (سورۃ الشمس) قولہ تعالی و نفس وما سوّٰھا سوّٰی نفسہ علی وجہ صحت لتحمل الامانۃ وجعل لھا وجھین وجہ للتقوی ووجہ الفجور - ذلک قولہ تعالی فالھمھا فجورھا وتقوٰھا وجعل بین الوجھین وجہ اللوم فان مالت الی الفجور والعصیان فھی امارۃ بالسوء وان مالت الی التقوی فھی الطمانینۃ فاذا عملت سیئۃ ندمت سریعۃ فھی لوامۃ لامت نفسھا وذمت ھواھا ولعنت شیطانھا وغضبت شھواتھا مقتت لذاتھا وتابت مما عملت من السیئۃ فاذا تمت لتوبۃ نصوحا فھی الان دخلت فی عالم الطمانینۃ فعلیھا المحافظۃ حتی لا یرجع قبل مذاق الطمانینۃ فاذا ذاقت کانت الاقامۃ علیھا اسھل ومع ھذا لابد من المحافظۃ حتی یتعود ویصیر الطمانینۃ صفۃ لازمۃ لھا ویسھل علیھا الحفظ ولا یامن الرجوع والنکس مادام فی دار التکلیف والنفس واحدۃ وانما لھا جھات ووجوہ کالبدن شخص واحد مرۃ صحیح ومرۃ مریض ومرۃ میت (سورۃ الناس) قولہ تعالی من الجنۃ والناس دلت علی تکون الوسواس من شیاطین الانس والجن ویحمل اللہ تم مارمتہ ذا الحین ولعلی اوفق بعد لاکثر من ھذا فی شرح بعض المشائخ اخر من ایات القرآن وقد فرغت من ھذا التلخیص فی اربعۃ ایام من اخر نصف الاول من جمادی الاول ۱۳۳۲ھ الحمد للہ اولا واخرا وباطنا وظاھرا والصلوٰۃ علی رسولہ ومن معہ متوافرا وی متکاثرا

کو پیل الی اللہ سے صوفیہ کے طریق ہے یعنی جو شخص اللہ کے ذات وصفات کو چاہے اُس کے رستہ پر چلے (سورہ والشمس) قول اللہ تعالی کا اور قسم ہے نفس کی اور اُس ذات کی کہ جس نے درست کیا اسکو۔ نفس کو اسطور سے درست کیا کہ وہ بار امانت اُٹھانے کے لائق ہو گیا اور اُسکے لئے دو جہتیں ایک جہت تقوی کی اور ایک جہت نافرمانی کی اور یہی مراد ہے قول اللہ تعالے میں پھر اُسکے دل میں ڈال دیا اُس کی نافرمائی اور پرہیزگاری کو اور ان دونوں جہتوں کے درمیان ایک جہت ملامتکی بنائی سو اگر نفس نافرمانی اور گناہ کی طرف مائل ہوا تو اُس کا نام مارہ بالسوء ہوا اور اگر پرہیزگاری کی طرف مائل ہوا تو اُسکو مطمانینۃ کہتے ہیں پھر جب وہ گناہ کر کے جلد پشیمان ہوا تو اس کا نام لوامہ ہے کہ اپنے نفس کو ملامت کرتا ہے اور خواہشوں کی مذمت کرتا ہے اور اپنے شیطان پر لعنت کرتا ہے اور اپنی شہوۃ پر غصہ کرتا ہے اور اپنی لذتوں کو مبغوض رکھتا ہے اور جو گناہ اُس نے کیا اُس سے توبہ کر لیتا ہے پھر جب اس کی خالص توبہ کامل ہو جاتی ہے تو وہ اب عالم اطمینان میں داخل ہو جاتا ہے سو اسکو اپنی محافظت ضروری ہے تاکہ قبل حصول مذاق اطمینان پھر واپس نہ ہو جاوے پھر جب اسکو ذوق نصیب ہو جاتا ہے تو اطمینان پر قائم رہنا سہل ہو جاتا ہے مگر پھر بھی ضرور ہے کہ محافظت رکھے جب تک کہ خوگر نہ ہو جاوے اور اطمینان اُس کی صفت لازمہ نہ ہو جاوے اور محافظت اُس پر آسان نہ ہو جاوے۔ اور جب تک دار التکلیف میں ہے رجوع اور واپسی سے امن نہیں ہو سکتا اور نفس ایک ہی ہے اس کی صورتیں اور جہتیں مختلف ہیں جیسے بدن ایک جسم ہے کبھی صحیح ہے کبھی مریض ہے کبھی مردہ ہے (سورہ ناس) قول اللہ تعالی کا جن اور آدمیوں سے دلالت کرتی ہے اسبات پر کہ وسوسہ شیاطین الانس اور شیاطین جن دونوں کی طرف سے ہوتے ہیں اور شکر خدا کا کہ اُس وقت جس کام میں نے قصد کیا تھا تمام ہوا اور شاید بعد میں اس سے زائد بعضے دوسرے مسائل کی جو آیات قرآن سے ثابت ہیں شرح کرنے کی مجھکو توفیق دیجاوے اور میں جمادی الاول ۱۳۳۲ھ کے نصف اول کے چار روز میں اس تلخیص سے فارغ ہوا۔ اور اللہ ہی کے لئے تعریف ہے اول میں بھی اور آخر میں بھی باطن میں بھی ظاہر میں بھی اور رحمت نازل ہو اُسکے رسول پر اور جو لوگ اُن کے ساتھ تھے اُن پر بسیار و بسیار رے

الحمد للہ والمنہ کہ کتاب ہذا کا دوسرا ایڈیشن ۱۳۴۲ھ کو دوسری بار چھپکر تیار ہوئی۔ ملنے کا پتہ محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلاں دہلی

فہرست مضامین مجموعۂ تکشف

صفحہ	مضمون
۱	دیباچہ
۳	اصلی انسانی زیور
۴	تحیۃ الوضوء
〃	اشراق
〃	چاشت
۵	اوابین
〃	تہجد
〃	صلوٰۃ التسبیح
〃	استخارہ کی نماز کا بیان
۶	نماز توبہ کا بیان
۷	حقیقت طریقت
۰	حقوق طریقت
۹	تحقیق متعلق کرامت از رسالہ کرامات امدادیہ
۱۲	از رسالۃ التقی فی احکام الرمی متعلق مسمریزم و فریبسین
۱۵	علاج وساوس از رسالہ خاتمہ بالخیر
۱۶	علاج بعضے اقسام قبض
۱۷	تدبیر مبدل شدن عشق مجازی بعشق حقیقی
۱۹	ارشاد مفید در باب انکشاف انوار لطائف
۲۰	علاج بعضے اقسام وحشت و سوء خلق قلبی
۲۱	خط ہدایت نمط نزد عزیزے کہ از ہجوم وساوس و خطرات عاجز و مغلوب آمدہ قصد خودکشی کردہ بود۔
۲۲	معالجہ صدیہ مفرطہ
۲۳	پند سودمند در عشق نفسانی
۲۴	جواب اشکالے
〃	بے معنے شدن عاق کردن شیخ مر مریدرا
۲۵	عدم انحصار وصول فی الاذراد والاوراد فتحہ الشدیدۃ
۲۶	خمسۂ اردو ظفر بر قصیدۂ فارسیہ حکیم سنائی رحمہما اللہ تعالیٰ
	حصہ دوم جلد اوّل
۲۷	تعلیم ذکر زناں را و معنے انا الحق
۲۸	حل شعر از مثنوی
۰	تشخیص سبب ہوش رفتن روح بعضے اہل حال از سماع و تحقیق اختلاف در مسئلہ سماع
۳۰	معنے ذکر و فکر و تصور شیخ و رابطہ و فنا و ثمرات آنہا
۳۱	حل بعضے اشعار مثنوی
۳۲	فرق درمیان دعوی و تحدث بالنعمۃ
۳۳	تذکیر موت از رسالہ فروغ الایمان
۳۶	فائدہ متعلقہ اشعار تذکیر موت کہ عنقریب بالا گذشت
	حصہ سوم جلد دوم ملخص الانوار والتجلی
۳۷	الجزء الاول فی مسئلۃ التنزلات الستۃ
۴۰	الجزء الثانی فی جامعیۃ الانسان
	الفتوح فیما یتعلق بالروح
۵۰	بطلان قول اول حکماء متقدمین کہ روح جوہر مجرد قدیم است
۵۱	قول دوم حکماء متاخرین کہ روح جوہر مجرد حادث بعد البدن است
〃	قول سوم صوفیہ کہ روح جوہر مجرد حادث قبل بدن است۔
〃	قول چہارم علماء متکلمین کہ روح جسم غیر عنصری است۔
〃	قول پنجم اطباء کہ روح جسم عنصری است
۵۲	تعلق روح بمعنی اول نمبر۲ و نمبر۳ و نمبر۵ ببدن انسانی است۔
〃	بعد موت روح بنمبر۵ بعناصر ملحق شود و نمبر۴ در برزخ متمکن شود و نمبر۳ بجا الما غیر متمکن مے ماند۔
۵۳	شرح حدیث این کان ربنا الخ
〃	تضعیف قول متکلمین کہ تجرد خاص صفات باری تعالیٰ است۔
۵۴	مثاب و معاقب در برزخ و آخرت روح نمبر۳ و نمبر۴ ہستند۔
〃	تالم و تنعم روح در برزخ بواسطہ بدن مثالی است

صفحہ	مضمون
۵۵	روح نمبر ۳ و ۴ و ۵ بدن عنصری در آخرت متعلق خواہند شد۔
	مسائل المثنوی جلد سوم
۵۷	معنی تبتل تعلق از ماسوی اللہ
"	اقسام علاج اخلاق ذمیمہ
۵۸	رفع اشتباہ مسئلہ دیدار الٰہی در دنیا
"	تحقیق مسئلہ وحدۃ الوجود و وحدۃ الشہود
۶۰	فرق۔ میان علم غیب و کشف
"	ضرر سوء اعتقاد از اولیاء اللہ
۶۱	طریق و شرائط ایصال عشق مجازی بہ عشق حقیقی
۶۲	معنے ابن الوقت و الوالوقت
"	تحقیق عمل بر الہام مخالف وحی
۶۳	رفع شبہ فضیلت علم باطن بر علم شریعت
۶۴	حد ریاضت و خلاف سنت نبودن ترک لذات
"	طرق وصول الی اللہ و اقسام حیرت
۶۶	معنے عینیت و غیریت در اصطلاحات مختلفہ
۶۸	علامات شیخ کامل
۶۹	مراتب فرض و مستحب تصفیہ نفس و قلب
"	معنی توحید ذاتی و صفاتی و افعالی
۷۰	تحقیق عالم مثال
"	معنے جسم مثالی
"	افضلیت مجاہدہ از استغراق
۷۱	نہی اشتغال بانوار

صفحہ	مضمون
۷۱	تحقیق حل صوفیہ کرام آیات را بر معانی خلاف ظاہر و تحقیق ظہر و بطن قرآن شریف
۷۲	تحقیق مسئلہ تفاضل جزع وجود
"	تحقیق مسئلہ عدم منافاۃ طاعت و توکل و اقسام توکل
۷۳	تحقیق تمثیل ذات حق بر بعضے اشیاء
۷۴	تحقیق مظہریت عالم مرذات و صفات حق را و اقسام ظہور
۷۸	تحقیق مسئلہ تجدد امثال و تعاقب تجلیات
"	ذی شعور بودن اجزاء عالم
۷۹	حقیقت عالم خلق و عالم امر
"	حقیقت تہذیب اخلاق
"	توجیہ خیال و وہم بودن عالم۔
۸۰	ماہیت مرید از مفارقت مرشد
"	توجیہ ہمراہ بودن باطن شیخ با طالب در مسافات بعیدہ۔
۸۱	معنی افضل دانستن شیخ خود را از ہمہ
"	ماہیت مشائخ را از معاملہ کردن با طالبان فوق استعداد ایشاں
۸۲	معنی بدگمانی بر شیخ کامل بر قولے یا فعلے خلاف ظاہر
"	مراقبہ توحید و مشورت متاخرین دریں باب
۸۳	غنی بودن عطا بمقتضائے استعداد
"	معنے قرب فرائض و قرب نوافل
۸۴	وہبی بودن دولت معرفت و وصول الی اللہ۔
"	تحقیق احکام روح و معنے حدیث ان اللہ

صفحہ	مضمون
	خلق آدم علی صورتہ
۸۵	مسئلہ تعظیم آثار و تبرکات مقبولان الٰہی
۸۶	تحقیق علم نجوم
"	تحقیق حیات جمادات
۸۷	فیصلہ متعلقہ کسب و توکل
"	جبر محمود و جبر مذموم
۸۸	تحقیق تجدد امثال بنہان و دیگر۔
۹۱	توجیہ شطحیات عارفین
"	معقدہ شدن در ولیتاں غیر متشرع را
۹۲	تحقیق ترجیح خلوت و جلوت
"	تحقیق دنیائے مذموم
۹۳	تحقیق مسئلہ تفاضل علوم عقلیہ و وہبیہ
"	تقسیم اولیاء باہل ارشاد و اہل تکوین
۹۴	معنے توفیقی بودن اسماء الٰہیہ
"	تحقیق جامعیت انسان اکوان را
۹۵	تحقیق احادیث مذکورہ کتب تصوف
"	تحقیق معنی باطنہ مذکورہ کتب تصوف
"	جواب اشکال امتناع حضرت موسے علیہ السلام از رؤیت۔
۹۶	جواب اشکال بر مقبولیت پیر جنگی
"	تحقیق گناہ شدن بعضے توبہ
۱۰۰	تفسیر یا الشیخ خیرمن اخلاص المرید
"	تحقیق توحید جودی بتقریر دیگر
۱۰۱	تحقیق علم آدم علیہ السلام و نفی علم محیط از انبیاء علیہم السلام
۱۰۲	رفع شبہ تشبیہ جسمیاج واجب ظاہر الی المظہر المکن۔

صفحہ	مضمون
۱۰۲	معنے اتصال و اتحاد
〃	شرح مضمون کنت کنزاً مخفیاً الخ بنہج غریب۔
۱۰۳	تحقیق اختلاف مسالک اولیاء
۱۰۴	تنبیہ بر غلطی عجیب متعلق بعلاج شہوت
〃	معنی اصطلاحات جمع و فرق و جمع الجمع
۱۰۵	ترجیح استفادہ از شیخ زندہ بر اہل قبور
۱۰۶	شروطیت نسبت باطنی کہ بہ عروج است بفیض شیخ
〃	فریب خوردن شیطان و علم غیب نبودن اورا
〃	عدم جواز معصیت مقدرہ بانکشاف تقدیر
۱۰۷	تکلم و سکوت عارف بحکم وقت
	مضمون از امداد الفتاوے معروف بفتاوے اشرفیہ
۱۰۸	تحقیق فضیلت حب عقلی بر عشق
〃	معنی ربط قلب
۱۰۹	حقیقت جذبہ
〃	معنی ذکر جلی و خفی
〃	حد ذکر جلی
〃	حل اشعار مثنوی متعلقہ بحب و عشق
۱۱۱	تفسیر شریعت و طریقت و حقیقت
〃	شرح الفاظ ثلثہ علم الیقین و عین الیقین و حق الیقین۔

صفحہ	مضمون
۱۱۳	حل بعض اشعار حضرت مولانا جامی قدس سرہٗ
۱۱۴	حقیقت نفس
۱۱۵	تفسیر اشعار کہ بعض اہل حال بر آن وفات فرمودند
	عرفان حافظ جلد چہارم
۱۱۷	توقف وصول بر جذب
۱۱۸	قبض و بسط
۱۱۹	اطاعت شیخ در سلوک
〃	طلب ترقی باطن
۱۲۰	حالت حیرت
〃	ضرر استعجال در حصول مقصود
۱۲۱	طریق و شرط نفع ذکر و عبادت
〃	تحقیق ارتباط بین الذات و الصفات
۱۲۲	حکمت عروج و نزول سالک
۱۲۳	حجاب نبودن خلق منتہی را از حق
۱۲۴	منع طلب سالک حالت خاصہ را
۱۲۵	بودن گریہ و زاری سبب فضل
۱۲۷	عدم مواخذہ بر اہل شکر
۱۲۹	طلب مزید
〃	مسرت بر دولت طالبیں
۱۳۰	توجہ بر حال طالبیں
〃	قطع تعلقات مشوشہ
〃	عدم اعتراض بر طبق ترتیب
۱۳۱	واردات عدیہ سبب تقویت واردات حالیہ اند

صفحہ	مضمون
۱۳۱	منع سالک از عجب و پندار
۱۳۲	تعلیم صحبت اہل اللہ
〃	اصلاح خلط ترک لذات محقوق واجبہ نفس
۱۳۳	تعلیم دلگیر نشدن از قبض
۱۳۴	معنی مشرب ملامتی
〃	تعلیم دوام طلب و شکر
〃	تعلیم تاویل افعال و احوال اہل حال
۱۳۵	تعلیم تحصیل عشق حقیقی
〃	ترغیب تحصیل محبت محبوب حقیقی
〃	تعلیم اختیار کردن عبدیت
۱۳۶	منع از پندار
〃	تعلیم رجوع الی المرشد در قبض
۱۳۷	تعلیم اختیار کردن طریقہ نیاز
〃	تعلیم سلوک
〃	ترغیب صحبت اہل محبت
۱۳۸	بودن قبض حالت رفیعہ
〃	عدم ادراک ذات و صفات محبوب مقیدی از تقصان خود است
〃	تعلیم اتباع شریعت
〃	تعلیم طلب محبوب حقیقی و بسط و قبض اشتیاق تجلیات
۱۳۹	طلب شراب محبت
〃	بودن انوار مانع من المحبوب
〃	معنے حدیث کنت کنزاً مخفیاً۔
۱۴۰	تعلیم التفات الی المقصود و ترک التفات الی الاسرار

صفحہ	مضمون
۱۴۱	ترغیب اطاعت مرشد
〃	بیان طریق عشق وطریق کثرت عبادت
۱۴۲	افضلیت محنت عشق بر راحت
〃	رجا ورحمت
۱۴۳	طلب رحمت
〃	معنے غنا
〃	تعلیم ترک عجب برحالت مرغوبہ
〃	تعلیم قبول فیض بہ صفتہ
۱۴۴	تعلیم ترک ایذاء اہل حال
۱۴۵	تعلیم تصفیہ وتزکیہ قلب
〃	مذمت دعوی وپندار وترغیب صدق وترک
〃	تعلیم حقیقت وطریقت
۱۴۶	تعلیم تحمل شدائد عشق
〃	تمنا، کامیابی
〃	تعلیم جمع ذخیرہ اخروی
〃	غنیمت دانستن تجلیات وتعلیم طمع نکردن دوام آنہا
۱۴۷	تعلیم ترک جاہ وننگ ونام
〃	تعلیم آداب شیخ وحقوق صحبت
〃	تعلیم اختیار کردن صاحب طریقت نیازمندی وخادمیت
۱۴۸	تعلیم ترک طعن وخندہ بر دیگران
〃	تعلیم ترک ماسوی اللہ
〃	تعلیم ترک تعلق دنیا
〃	تعلیم اکرام خلیفہ ارشاد
۱۴۹	تعلیم ترک غوض در اقوالے کہ زخیطہ

صفحہ	مضمون
	ادراک خارج اند
〃	تعلیم ترک تعلقات وطول امل
〃	راز توجہ بعالم کثرت
〃	تعلیم قناعت
〃	تقبیح تزویر
۱۵۰	طلب توجہ از مرشد
۱۵۱	صبر از مرشد
〃	طلب شراب محبت
۱۵۲	تعلیم ترک ننگ ونام
〃	طلب محبت
〃	بودن محبوب حقیقی اجل واحسن
۱۵۳	درخواست دعا از مرشد
〃	اظہار تاسف بر مفارقت مرشد
〃	اظہار دردمندی
〃	وصف جمال محبوب
〃	تسلیہ قلب بوصل
۱۵۴	تنبیہ طالبین اشکراہ مفارقہ مرشد
〃	حل اشکالے
〃	ترغیب استماع مقالات عشق
〃	مسئلہ مظہریت خلق وظاہریت حق
۱۵۵	ترغیب بر ترک جزع وفزع در عشق
〃	تعلیم ترک وضعداری وخودداری
〃	غنیمت دانستن زمانہ شباب
〃	ترغیب مجاہدہ
۱۵۶	غنیمت شمردن مہلت وفراغت
〃	محبوبیت ممکن از افادہ محبوب حقیقی ست

صفحہ	مضمون
〃	طلب بسط
۱۵۷	علت ترغیب ذکر وطاعۃ
〃	تعلیم ترک ریا وتصنع
〃	تعلیم محرکات ذکر وطاعت
〃	تعلیم تحصیل حضور قلب
〃	تعلیم ترک یاس از مقصود
۱۵۸	بیان وساوس مسترشد در بے توجہی مرشد وتلقین مرشد
۱۵۹	ترغیب تحصیل تعلق مع اللہ
۱۶۰	اشارہ بمحویت سالک در وقت غلبہ تجلی
〃	تکثر طرق وصول
〃	تحمل در عشق
۱۶۱	مضامین سکر وصحو
۱۶۳	تعلیم ترک غرور وبسط
〃	طلب مزید مشاہدہ
۱۶۴	مسئلہ عینیت ومظہریت
۱۶۴	وارد قبض
۱۶۵	تعلیم ترک تعلق ماسوی اللہ وحرص
۱۶۶	غموض رابطہ بین الرب والعبد
۱۶۷	تعلیم ترک تضجر در عدم وصول
〃	تعلیم اخلاص
۱۶۸	بعد وصول در طاعات طلب مزید باید
〃	طلب شیوخ کاملین
〃	تعلیم ترک وضع وخودداری
۱۶۹	تعلیم ترک ریا ودعوی
〃	اظہار کردن حال محو وکامل بلا جائز ست

صفحہ	مضمون
۱۶۹	تعلیم ورع
۱۷۰	تعلیم ترک جدال و استکبار
〃	تعلیم ترک اعتراض بر کلام اہل اللہ
-	شرط سماع
۱۷۱	فرق مبتدی و منتہی
۱۷۲	تربیت سالکین بر طبق استعداد ہست
〃	فضلیت درویشان و ترغیب خدمت ایشان
〃	ترغیب متوجہ کردن مقبولان الٰہی بسوئے خود
۱۷۳	عظمت مقبولان حق
〃	حقیقی و ابدی سلطنت درویشی ست
〃	بودن درویشان مفتاح حصول مراد
〃	برکت درویشان
۱۷۴	تعلیم تعظیم و ادب درویشان
〃	معذوری اہل حال
〃	اثر عشق
〃	منع اعتراض بر اہل سکر
〃	منع از یاس و حصول مقصود
۱۷۵	وحدت مطلب و تعینِ او
〃	خود را اصل ندانستن و غنیمت شمردن نامرادی
〃	تحقیق رضا بالقضا
۱۷۶	تحقیق مسئلہ مظہریت
〃	بودن ذکر و فکر مفتاح مقصود
〃	مدار کار نہ بودن بر کلمات اہل حال

صفحہ	مضمون
۱۷۷	منع از فرع در مصائب محبت
〃	نگنجیدن اوصاف محبوب حیطۂ تحریر و تقریر
〃	علت کمالات مشیت، موہبت ست
〃	ترغیب تحصیل مقامات و علوم
〃	تعلیم ترک التفات ماسوی اللہ
۱۷۸	دوام حسن محبوب و فنای عشاق
〃	متعسر بودن ادراک ذات بدون خیث الذات و تعلیم ترک خوض دران
〃	احوال قلبیہ مثل لذت وغیرہ مقصود بالذات نیست
۱۷۹	صدور قبائح قبیح است نہ خلق قبائح
〃	ترغیب اعراض ماسوی اللہ
۱۸۱	امید عفو
〃	بودن موصل محض جذب
۱۸۲	علم صفات باری بالوجہ است نہ بالکنہ
〃	عدم زوال نسبت و محبت
〃	الوان محبت
〃	عدم ادراک بعض الوان محبت
〃	نافعیت قبض
۱۸۳	بودن واردات موہبت
〃	اعتماد بر فضل، نہ بر عمل خود
۱۸۴	تعلیم استغنا از ماسوی اللہ
〃	تعلیم تواضع و انکسار
〃	ترغیب و فضیلت فن تصوف
۱۸۵	تعلیم رضا بالبسط و القبض
〃	غلبۂ حال مزیل ضبط مقدور ہست

صفحہ	مضمون
۱۸۸	آثار عشق
〃	تعلیم ترک ماسوی اللہ
〃	تعلیم دلگیر نشدن از اعتراض عجی و قبض و بسط ہمہ خیر است
〃	تعلیم تحمل و استقلال
〃	ایضاً
۱۸۶	تعلیم ترک خوض فی اسرار
〃	تعلیم معذور داشتن اہل حال
۱۸۹	ترک غرور بہ مجاہدہ
〃	حرمان از انقصان عمل است دراز محبوب حقیقی
〃	تعلیم اخلاص
〃	ترجیح طریق عشق بر زہد
۱۹۰	ابطال مذہب اہل نجوم
〃	تعلیم شکر
۱۹۱	تعلیم استقامت
〃	غنیمت دانستن محبت و تعلق اگرچہ اندک باشد
〃	تعلیم خوف و رجا و قطع دعوی استحقاق
〃	تعلیم شکر
۱۹۲	آثار عشق
〃	تعلیم قطع ہوس انکشاف تام
〃	تعلیم ترک توحش از استتار
۱۹۳	تعلیم ترک سوء ظن و ترک ضجر از کیفیتے
〃	بودن اہل تمکین مالک احوال
〃	تعلیم خلوت و تقلیل کلام

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۹۳	جوش یودن اہل تمکین را	〃	تعلیم ترک عنف مرشیوخ را	۲۱۲	ترغیب ذکر وطاعت
〃	تعلیم طلب	۲۰۰	ترغیب مجاہدہ	〃	تعلیم ترقی معرفت
۱۹۴	تمنا واظہار مسرت بروارد	〃	تعلیم مسئلہ حقیقت	۲۱۳	تعلیم ترقی مضمر از قبض
〃	کیفیت شوقیہ	〃	ترغیب بہ عشق وطلب	〃	تعلیم وترغیب ذکر وطاعت
〃	ترغیب طلب	〃	مسئلہ رویت	〃	تعلیم شکر
〃	عدم زوال عشق بعد حدوث	〃	ترغیب تحصیل عشق	۲۱۴	ترغیب مجاہدہ وطاعت
〃	تعلیم اخفاء حال وشوق	۲۰۱	تعلیم ترک تعرض اہل باطن	〃	وزائے حصول مقصود
۱۹۵	نافعیت قبض	〃	تعلیم تحمل شدائد عشق	۲۱۷	تضجر بر عجز خود
〃	تعلیم خدمت اہل اللہ	〃	دعا للطالبین	۲۱۸	تعلیم رضاء وزہد
〃	تعلیم مشغولیت در طلب وترک ہوس سکون وقرار	۲۰۲	تعلیم ذکر وطاعت	۲۱۹	درخواست تفقد
		۲۰۳	درجات لغزش	〃	متروک شدن دعاء در بعضے احوال
〃	بودن مصیبت سبب قبض	〃	اظہار محبت برائے مصلحتے	۲۲۰	تعلیم اغراض عن الخاصۃ
〃	حزن بر قبض	〃	تعلیم ترجیح محبوب علی ماسواہ	〃	تعلیم ترک جدال ومناظرہ با اہل باطل
۱۹۶	طریق وصول عارۃ سعی فی العلاہست نہ محض دعا	۲۰۴	ترکیب تدارک مافات	〃	تعلیم طلب توجہ از مرشد
		〃	وحدت مطلب	۲۲۱	فضیلت مجلس اہل اللہ
۱۹۷	طریق زہد وطریق عشق	۲۰۵	علاج وساوس وخطرات	〃	تعلیم غمخواری خویش در اعراض روگیران
〃	مذمت حب جاہ	〃	تعلیم ترک انکار بر اہل حال	〃	تعلیم ترک تعرض واعتراض بر اہل اللہ
〃	عدم مقصودیت بودن لون خاص	۲۰۶	تعلیم توکل وقناعت	〃	تعلیم ترک تفضیلات وترجیحات
〃	تعلیم ترک حب جاہ	〃	تعلیم اعتدال در مجاہدہ	۲۲۲	تعلیم تصحیح عقائد
〃	ارشاد استقامت	〃	فضیلت ذکر اللہ	〃	تعلیم ترک تجویز طریقے خاص برائے خود
۱۸	تعلیم نسبت گناہ بسوئے خود	۲۰۷	غنیمت دانستن عمر برائے ذکر	〃	تعلیم ترک انکار بر اہل حال
〃	ترغیب طالبیت	〃	تقویت ہمت طالب	۲۲۳	تنبیہ سالک کہ انوار را عین حق اعتقاد نکند
〃	تعلیم ترک ننگ وعار	۲۰۸	تعلیم زہد	〃	تعلیم عقائد اہل سنت
۱۹۹	تعلیم ترک تفاعد از طلب	〃	تعلیم عجز	۲۲۴	تعلیم دعائے استقامت
〃	تعلیم شکر واعتراف عجز وترغیب طلب	〃	تعلیم ترک غفلت	〃	تعلیم التجاء وتضرع واستمداد
〃	ترغیبہ طلب	۲۰۹	ارشاد ترک اعتراض	〃	تعلیم زاری وعجز

صفحہ	مضمون
۲۲۵	بودن حلاوت وحیات طیبہ مرعشاق را
〃	تعلیم مسئلہ کہ منشار لطف باری تعالےٰ
	احتیاج نیست
〃	تعلیم اعراض عماسوی اللہ
۲۲۶	تعلیم ترک تردد در فنا
〃	آثار مختلفہ تجلی واستتار
〃	مرتبط شدن جملہ اعیان واعراض
	بامحبوب
۲۲۷	تعلیم توبہ
〃	تعلیم تنویر قلب
〃	بودن محو وفنا از آثار عشق
۲۲۸	تعلیم نظر برعیب خود
〃	غنیمت دانستن حیات وصحت
۲۲۹	کافی نبودن محض علم ظاہری مرحصول را
〃	تعلیم ترک دعوی مساواۃ باکاملین۔
۲۳۰	اکملیت سکر حقیقی از سکر خمری
〃	تعلیم ترک غفلت
〃	حکمت ظہور محض بودن در دنیا
۲۳۱	بے حقیقت بودن کمالات حادث
〃	تعلیم بصیرت وفکر
〃	عظمت طریق وصول الی الحق
۲۳۲	امر غایت مجاہدہ وسعی
〃	ارشاد وترک ملامت بر اہل حال
۲۳۳	تعلیم انقیاد
〃	تعلیم ضبط حالات باطنیہ
〃	احکام صحو وآثار

صفحہ	مضمون
۲۳۴	تعلیم ترک تعلق وحب دنیا
〃	ترغیب آخرت
〃	تعلیم افادہ خلق بہ شیوخ را
۲۳۶	اظہار حزن وقبض ودراں حالت
	تعاہد تضرع وزاری
〃	تعلیم ترک صحبت ناجنس
〃	تعلیم ترک التفات الی غیر المحبوب
〃	جواب شبہہ
۲۳۷	جواب شبہے
〃	بیان صعوبت راہ عشق
۲۳۸	جواب اہل ظاہر کہ محبت بمعنے میلان
	قلب را مخصوص بخلوق گردانیدہ اند
〃	تاکید تحصیل اخلاص
〃	تعلیم صبر وترک شکایت
〃	تعلیم ادب
〃	تعلیم تجویز مرشد از بصیرت
۲۳۹	از دحام عوام بر کسے دلیل کمال
	او نیست
〃	تعلیم تحمل
〃	تعلیم ترک ناز وتحقیر دیگراں
〃	عزیز بودن نسبت عشقیہ
۲۴۰	اظہار نفرت از ریا
〃	فضل عشق برائے ترغیب
۲۴۱	تعلیم اہل ظاہر کہ بر اہل باطن اعتراض نکنند
۲۴۲	تعلیم توکل وتفویض
۲۴۳	تعلیم استقامت وثبات

صفحہ	مضمون
۲۴۳	تعلیم عدم توحش از موت
〃	امر اہتمام وتقوی ودورع
〃	طلب توجہ از مرشد
〃	تحذیر از ظلم
〃	نافع بودن دعا برائے ہر خطر
〃	تعلیم ترک تحرز از مشق مجازی
〃	تعلیم ترک سعی در اخفاء حال خود واظہار او
۲۴۵	حال بودن وصل باحجاب
〃	تعلیم ستر اذن اعسر بزوجہ ترک اعتماد
〃	تعلیم تحمل وتذلل
〃	تعلیم تصحیح عقیدہ وترغیب محبت
۲۴۶	تعلیم ترک طعن
〃	امر بکف امان در غلبہ حال
〃	ترغیب تحصیل عشق
۲۴۷	تعلیم ترقی سالک را
〃	تنفیر از تعلقات وہواہوس
〃	بودن محبت جامع جمیع الکمالات
〃	فضیلت عشق
〃	وخواست محبت
〃	سعی در عشق ومحبت
〃	شرف ودقائق انسانیہ
۲۴۹	اجلیت واکملیت محبوب حقیقی۔
〃	تعلیم سعی در طریق محبوب
۲۵۰	تعلیم اختیار کردن خلوت
〃	تعلیم اقتصار بر عشق وتحذیر از جمع
	بین الدنیا والآخرۃ

صفحہ	مضمون
۲۵۰	تعلیم عمل بر سہ
〃	تنفیر از تعلقات دنیویہ
۲۵۱	تعلیم تحمل فی المقصود
〃	تخویف بر ناز
〃	تعلیم ترک لغو
〃	ترغیب تحمیل نسبت عشقیہ
۲۵۲	تعلیم ضبط احوال
〃	تنزہید از دنیا
〃	مضرت دعوی اتحاد
۲۵۳	آثار و احوال عشق
〃	تعلیم ترک مساوس و دعوی کرامت
〃	امتناع معرفت تفصیلی
〃	ترغیب طلب
۲۵۴	تعلیم رجاء
〃	تعلیم توحید اضافی یا صفاتی
〃	تعلیم اصلاح خود و ترک شکایت حران
۲۵۵	تعلیم توجہ بر حال طالبین مرشائخ را
〃	تعلیم طلب توجہ از مرشد
〃	تعلیم ترک وہم نقص بر مرشد خود
۲۵۶	طلب طریق عشق و ترجیح او بر زہد
۲۵۸	محال بودن تجلی عیانی در دنیا
〃	بودن جاہ خاصہ باری تعالیٰ
۲۵۹	بیان عشق و آثار او
〃	تعلیم واقعہ عجیبہ بمنیدہ در قبض
۲۶۰	تعلیم ادب مرشد و شرط طریق بودن او
۲۶۱	طلب محبت

صفحہ	مضمون
۲۶۱	تعلیم احتراز از کدورت و خشونت از مرشد
۲۶۲	تاثیر عشق
〃	تعلیم آمادگی تنزل در عشق
〃	تنزیح طریق عشق بر زہد
۲۶۳	تعلیم ترک التفات الی الاسرار والکشوف
〃	تعلیم جانبازی در عشق
۲۶۴	تعلیم توجہ الی اللہ و اعراض عما سواہ
〃	تعلیم ملوہمت
۲۶۵	شکوہ بے توجہی مرشد
〃	استغنای جمال بالمنی
〃	طلب توجہ
〃	تعلیم التزام عشق و تحمل شدائد
۲۶۶	گریہ عاشق دلیل حرمان نیست
	بلکہ گرمی عشق است
〃	علاج ضجر از قبض
〃	حقیقت فنا علمی
۲۶۷	وصول موہوب است نہ مکسوب
〃	سزاوار نہ بیت ذات حق است
〃	تعلیم ترک عار در عشق حقیقی
〃	تعلیم ترک ریا
۲۶۸	تعلیم آمادگی بہ فنا
〃	تعلیم فنا
〃	تعلیم نامردی در عشق
〃	نفی از مرض
۲۶۹	تعلیم تحمل اہانت در عشق

صفحہ	مضمون
۲۶۹	علامت عشق
〃	ترغیب تصفیہ باطن
〃	تعلیم ترک التفات ماسوی اللہ
〃	تعلیم تحمل ایذا رسانی و بدنامی در عشق
〃	کمت مواقع طبع بنوعی از اوال صادرہ
۲۷۰	ترغیب و فضیلت عشق
〃	ملفوظات طویلہ از فیض صحبت و آثار
۲۷۱	تعلیم ترک التفات بسوی دنیا و متاع او و بسوی جاہ و عز خود و بسوی جسم و رسوم خود
۲۷۲	تعلیم تحمل شدائد عشق و قطع طمع عافیت
〃	بیان آنکہ تاثیر عاشق از ظہور و خفاء
	تجلیات ست نہ از عقوبت فاقہ
〃	عزۃ القدر شدن عشق
〃	تعلیم موثر ندانستن اعمال خود
۲۷۳	تفکر مرشد و طلب مزید
۲۷۴	تعلیم آنکہ اگر در حضرت مرشد نظر خلاف ادب سرزند فی الفور مغفرت کند
۲۷۵	شکوہ فراق و تمنا وصال
۲۷۶	شکوہ مرشد
۲۷۷	اشتیاق لقاء مرشد
〃	طلب توجہ از مرشد
۲۷۸	تسلیہ طالب
۲۷۹	مبنی بر مصلحت بودن عتاب مرشد
۲۸۰	بیان آثار خاصہ و علامہ عشق
〃	بودن کفر دین مسخر جمال محبوب
۲۸۱	بیان علو طریق عشق۔

صفحہ	مضمون
۲۸۱	تعلیم ترک غیبت
〃	بیان دوام دلربائی محبوب
۲۸۲	تحذیر از ذکر ماسوائی
〃	تعلیم محبت مرشد
۲۸۳	تعلیم ترک التفات الی الملاجید
〃	فضیلت عاشق
۲۸۴	تعلیم خلوص
〃	تعلیم ترک التفات الی الجنۃ وجہنم
〃	تعلیم آنکہ ظاہر الفاظ شعر را مدار عقیدہ نکند
۲۸۷	بیان فضل عشق وآثار او
۲۸۸	حکمت خلق کائنات
۲۸۹	مدح محبت
〃	امید کامیابی از مرشد کامل
〃	تعلیم اعتماد بر فضل
۲۹۰	تعلیم ندامت بر معاصی خود
〃	نہی از افشاء اسرار
〃	سبب حرماں از ترک سعی خود ہست نہ از محبوب
〃	ترک التفات بسوی محبوب مجازی
〃	تعلیم شکر
۲۹۱	تعلیم شکستگی
〃	بیان آنکہ از عشق امر طبعیہ زایل نشوند
〃	تعلیم رضا بالقضا
〃	تعلیم اخفاء اسرار
〃	شکوہ بے توجہی مرشد

صفحہ	مضمون
۲۹۲	بیان معاملات بین المرشد والمسترشد
۲۹۵	تعلیم طلب وزیادتی او
۲۹۶	جواب ملامتگر
〃	بعض احوال النبض
۲۹۸	اثر عشق فرفیقی علی الدوام است
〃	بودن انکشاف جمال وکمال محبوب منور قلب
۲۹۹	حاصل شدن حیات جاوید از عشق
〃	تعلیم شکرگزاری مرشد
〃	تعلیم عدم التفات ماسوای محبوب
۳۰۰	تحذیر از بطالت وترغیب طاعت
	اگرچہ مزاج بریا باشد
〃	شے بودن کمالات ممکن
〃	تعلیم تحمل وصبر
〃	تعلیم آمادگی آثار عشق
〃	تحذیر از ناز
〃	بودن کمال محبت مرشد شرط طریق
۳۰۱	مبالغہ خرابی حالت خود
۳۰۲	تحذیر از تضیع نسبت مع اللہ
〃	تحذیر از دعوی مساواۃ با کاملین
〃	تعلیم خلوص
۳۰۳	تعلیم شکر
〃	تعلیم اخلاص
۳۰۴	تحذیر از تقاعد در طلب
〃	مدح محبوب یا محب
〃	تعلیم احتقار حالات باطنیہ

صفحہ	مضمون
۳۰۴	تعلیم تکمیل صلوٰۃ
۳۰۵	مغتنم دانستن وقت برای ذکر وطاعت
۳۰۹	تعلیم استقامت علی العمل
〃	ترغیب قیمت دانستن عمر
۳۱۱	وحدت مطلوب

حقیقۃ الطریقۃ من السنۃ الانیقۃ (جلد پنجم)

اخلاق

صفحہ	مضمون
۳۲۳	مراقبہ
۳۳۷	مراقبہ
۳۳۸	خوف وتواضع
۳۴۲	ایثار
۳۶۶	زہد وتوکل
۳۶۹	اظہار حال خود
۳۷۸	رفق بر اقوال وافعال جاہلان
۴۲۱	قلت کلام وانکسار

احوال

صفحہ	مضمون
۳۲۱	مشاہدہ
〃	کشف ملکوت
۳۲۸	علم وہبی
۳۲۹	نسبت باطنی
۳۳۱	علم وہبی
۳۳۲	کرامت
۳۳۳	لذت بعتاب محبوب
۳۳۴	غیبت ومحو

صفحہ	مضمون
۳۳۶	شکر
〃	قبض
۳۳۷	شکر
〃	ہیبت
۳۳۸	فراست
۳۳۹	کرامت
〃	شطح و ادلال
۳۴۱	غیبت و محو
۳۴۷	وجد
۳۴۸	شطح
۳۵۰	کرامت
۳۶۵	وجد
〃	الہام
۳۷۹	لذت و حالت قرأت
۳۸۵	ادلال
〃	کشف عالم غیب
۳۸۶	کشف ملائکہ
〃	کرامت
۳۸۷	اشتیاق موت
۳۸۹	کشف و کرامت
۳۹۰	حب حیوٰۃ حب موت
۳۹۲	فنا فی الشیخ
۴۰۱	کرامت
۴۰۲	الہام و فراست صادقہ
۴۰۵	منام صادق
۴۰۶	کرامت

صفحہ	مضمون
۴۰۷	کرامت
۴۲۰	غیرت
۴۲۴	کلام ہاتف
۴۳۰	رویا صادقہ
۴۳۱	انکشاف صوت عالم غیب
۴۳۵	قرب و معیت
۴۴۰	غیبت
۴۴۲	وجد
۴۴۳	کشف القبور
۴۴۴	وجد و استغراق
۴۵۱	قبض
۴۵۳	وجد
	تعلیمات
۳۱۷	عدم التفات الی الخطرات
۳۲۱	تلوین و عدم دوام غنیۃ حال
۳۲۲	توسط فی المجاہدہ
۳۳۰	عدم اہتمام لذت در ذکر
۳۴۱	عدم تضجر از قبض
۳۴۴	مراقبہ
۳۴۵	انقطاع وسوسہ بذکر
〃	مشروطیت مشروعیت جہر بالذکر بعدم تاذی جیران
۳۴۷	منع عن الغلو فی الریاضۃ
۳۴۸	قضائے حزب
۳۴۹	دعاء للمہدی
۳۵۲	معذرت در رد ہدیہ

صفحہ	مضمون
۳۵۴	خلوہ حجرہ عن المتاع
۳۶۴	عدم التفات الی الانوار
۳۷۴	راحت نفس
۳۷۵	حفظ اسرار
۳۸۴	حکمت بعض انواع قبض
۴۲۲	اخراج شی شاغل عن الحق
۴۴۱	طریق حضور در صلوٰۃ
۴۴۸	توسط فی المجاہدہ
۴۵۲	تسلی از شیخ در قبض
۴۶۱	بعد از منام فتنہ
۴۶۵	عدم جزم بر رویا
	اشغال
۳۲۵	جمع خاطر
۳۶۹	ربط النظر لاتباع الخواطر
۴۴۱	جلس بصر
۴۴۷	تصور شیخ
	علامات
۳۲۵	مقبول و غیر مقبول
۳۳۸	اولیاء
۴۳۶	علامت مقبولیت
۴۴۵	نسبت باطنی
	فضائل
۳۲۵	صوفیۂ محققین
۳۷۵	اولیاء اللہ
〃	مجبین اولیاء اللہ
۴۰۸	مقبولیت اولیاء اللہ

صفحہ	مضمون
۳۱۰	مرتبہ صوفیہ
۳۱۱	مرتبہ اخوان الطریقۃ
۳۲۱	ملک دل باطن
	عادات
۳۱۸	تعلیم خفی للمصلحۃ
۳۱۹	تکلم برموز غیر مشتہر
۳۲۰	ادائے مقصود برموز
۳۲۱	خود را کافر گفتن
۳۲۶	مبالغہ در ترک تعلقات
۳۲۷	امساک بترکات شیوخ
۳۲۷	ترک نکاح بمصلحتے
۳۲۸	قبول ہدایا از اہل اموال
۳۲۸	مبالغہ در تقلیل متاع
۳۲۹	ذکر حلقہ
۳۲۹	ترک تطوعات در شغل ذکر
۳۳۵	ترک اسباب منظونہ
۳۳۶	مہاجرت مرید برائے زجر
۳۴۳	اخفائے عمل
۳۵۰	دعا للمہدی
۳۵۰	عزلت
۳۵۱	ترک مباحثہ
۳۵۴	خلو حجرہ عن المتاع
۳۵۵	عطا بترک مریدرا
۳۵۸	دخل ندادن در معاملات
۳۵۸	استخلاف وسجادہ نشینی
۳۵۹	تعظیم منتسبین بشائخ

صفحہ	مضمون
۳۶۰	مہم گزاردن خلافت
۳۶۳	دعا بعد اکل للداعی
۳۶۳	ایضاً
۳۶۴	جرات در دین برائے اضیاف ومسالکین
۳۶۹	قطع اسباب تفرق خاطر
۳۷۱	تعین مکان حزب
۳۷۳	اختلاف تعلیم حسب استعداد
۳۸۰	حلق موئے سر
۳۸۰	خدمت اہل الشیخ بعدہ
۳۸۰	ترک اللحم
۳۸۱	تقلیل لذات
۳۸۲	عدم تصدی یعنی درپے کسے نشدن
۳۸۸	شماع برائے تنبیط روح
۳۹۱	مبالغہ در محبت واحترام شیخ
۳۹۳	تسامح فی الضروریات احیاناً
۳۹۶	سماع چشتیہ وشلہم وترک سماع
	نقشبندیہ ونحوہم
۳۹۷	امتحان حقیقت ارادت طالب
	بعنوان موحش
۳۹۸	عدم اباء عن التنعم بلا اہتمام
۴۰۱	بشارت مرمریدرا
۴۰۳	زیارت احترام خلیفہ شیخ
۴۰۳	بیعت غائبانہ مشائخ
۴۰۶	تشبہ بالشیخ
۴۱۲	عزمت بمصلحت
۴۱۶	ترک زینت بقصد

صفحہ	مضمون
۴۱۶	عدم اہتمام ترک زینت
۴۱۶	تمام بارچہ رنگین پوشیدن
۴۱۷	لبنس صوف
۴۱۷	قبول ہدیہ یا رعایتی از کافر
۴۱۸	ترک بعض مباحات برائے احتیاط
۴۲۱	ترک شغال دنیا
۴۲۲	مراقبہ قلب
۴۳۰	خلوت وجدا بودنمان طعام واشتن وہ عادت
۴۳۰	توجہ وتصرف
۴۳۳	غضب بربعض مباحات خلاف وضع
۴۳۳	چلہ
۴۳۴	تکلم بکلام موہم بمصلحت یا بعذر
۴۳۵	مراقبہ
۴۳۷	ترک زکاح وگوشہ نشینی
۴۳۸	تنبیہ مرید بربعض زلات غائبانہ از نظر
۴۴۴	تصرف
۴۴۶	توسل
۴۴۹	اہتمام عبادت درامکنہ فاضلہ
۴۵۹	توریہ درخوف فتنہ
۴۵۴	بیعت ادخال سلسلہ
۴۵۵	عذر از بیعت صغیر
۴۵۸	اکتفا بضروریات
۴۵۹	تیز مزاجی
۴۶۰	ضبط اوقات وبازداشتن عوام وسوقت
	خلوۃ ونشانیدن بواب
۴۶۰	جہر بالذکر

صفحہ	مضمون
۳۲۳	استعانت بخادم در وضو
	رسوم
۳۲۴	تبدیل اسم مناسب حال درویشی
۳۰۹	بنا رخانقاہ
۳۳۲	عمل و عزیمت
۳۳۴	انتفاع بتبرکات
۳۳۶	عطار پارچہ در طرب آرندہ را
۳۵۰	تبرک فی الکفن
۳۵۰	بیعت غائبانہ
۳۶۰	تبرک بوضع متبرک در دفن
۳۶۰	ایثار در فضائل
۳۶۳	جھاڑ پھونک
۳۶۴	ادخال عوام در سلسلہ برائے برکت
۳۶۷	تبرک مستعملات اشراع
۳۷۲	تبرک بواضع مبارکہ
۳۸۰	خلق الشعر وقت البیعۃ
۳۸۱	نذرانہ تعویذ
۲۸۲	تفاول از قرآن یا کتب بزرگان
۳۰۳	کتابت ملفوظات
۳۰۳	کتابت ارشاد زبانی یا شجرہ و سند برائے ہر یک
۳۹۱	تجدید بیعۃ للتاکید
۴۰۱	عطائے سبب مرید را
۴۰۳	ید شیخ فوق ید مرید بودن وقت بیعت
۴۱۳	حفاظت برکات و عدم تغیر آن
۴۲۶	سنگ نسب کردن یا درخت نشاندن

صفحہ	مضمون
	نزدیک قبر برائے علامت
۴۲۶	درخت نشاندن برائے تسبیح
۴۲۹	تحصیل تبرکات
۴۰۹	خدمت کفش برداری
۴۵۹	**تسبیح**
	مسائل
۳۱۶	تمثل
۳۱۶	مقصودیت معنی
۳۱۷	بیعت طریقت
۳۱۸	مبالغہ در امتثال امر شیخ
۳۲۱	تلوین و عدم دوام غلبہ
۳۳۱	امکان انکشاف ملائکہ غیر نبی را
۳۳۱	امکان عدم ادراک کشف خود
۳۳۲	تمثل
۳۳۲	عدم ادراک کرامت خود
۳۴۰	عدم اخلال خطرہ در کمال صلوٰۃ
۳۴۱	ظہور قدیم در صورت حادث
۴۴۴	عدم انتہا ترقی عارف
۴۴۴	موجب اطمینان شدن توافق کشوف توسط ناقص در افاضہ برائے کامل
۳۴۶	خاصیت سماع
۳۴۷	وجد کاملین
۳۴۸	شطح
۳۴۸	تحقیق عالم مثال
۳۴۹	تمنی موت
۳۵۵	عفو از اہل سکر
۳۵۷	عفو از مغلوب الحال

صفحہ	مضمون
۳۵۷	اعتبار حکم قلب سلیم
۳۵۹	الہام
۳۶۱	قرب و معیت
۳۰۹	ثبوت عالم مثال
۳۶۹	ضرورت خشوع
۳۶۹	سنوح وساوس کاملین را
۳۷۱	عدم لزوم استغراق در صلوٰۃ برائے کامل
۳۷۴	ثبوت اعتبار باطن
۳۷۶	اشتراط تناسب
۳۷۸	امتناع رویت در دنیا
۳۸۲	توارث نسبت
۳۸۴	ضرورت تکوین بینہ نتائج دہ عالم
۳۸۴	اقتضائے اسماء آلہیہ ظہور را
۳۸۶	تمثل
۳۹۴	عبادت شدن عادات عارفین
۳۹۵	عدم زوال امور طبعیہ از کامل
۳۹۹	امکان سلب فرط و اشتراط او در بعض کمالات
۳۹۹	اقتضاء عدم اجر عمل عارف برغیر عارف
۴۰۰	سرایت برکات اہل اللہ الی غیرہم
۴۰۰	رفع غلط در بعض کشف
۴۰۱	حقیقت صدیقیت
۴۰۳	عدم تضرر کامل تبرک مجاہدہ
۴۰۴	توحید افعالی
۴۰۴	منافی کمال نہ بودن ہم عیال بشرط اعتدال و اجمال

مضمون	صفحہ
حضور روح در مقامے	۴۰۵
ریاء نبودن تحسین عمل بر سبیل تطییب قلوب صلحاء	۴۰۷
انتفاع کامل از ہادون خود	۴۰۹
شعور بحالات	۴۰۹
محفوظیت اولیاء	۴۱۰
عدم تنافی بین الکمال و اسباب المعاش	۴۱۲
صحت صدور کرامات	۴۱۴
اثبات عالم مثال	۴۲۱
عمل بر اشارہ ہاتف بشرط عدم مخالفت شرع	۴۲۴
سماع موتی	۴۲۷
شعور بحالات	۴۲۸
تاثر جوارح از فیض غیبی	۴۳۱
امکان تجسد روح کاملین در مکانے	۴۳۱
عدم دوام کشف و خوارق	۴۳۲
حقیقت دست غیب	۴۳۲
اثبات علم اسرار	۴۳۳
تفضیل عارف بر عابد	۴۳۵
عدم منافات عدد اسباب با توکل	۴۳۷
عدم منافات وسیعہ کمال را	۴۳۹
عدم اضرار خیالات بلا قصد و صلوٰۃ	۴۴۱
انتفاع از ہادون خود	۴۴۵
اثبات علم اسرار غیر منقولہ	۴۴۶
وصول ثواب الی الغیر	۴۴۹
ظہور روح در مکانے بعد موت	۴۵۰
تحقق صوت غیبی	۴۵۲

مضمون	صفحہ
وجود ابدال وغیرہم	۴۵۳
عدم منافات تنعم مع ولایت را	۴۵۶
صحت ذکر فکری	۴۵۷
لبط و طی زمان	۴۶۲
طی زمان	۴۶۲
نقص و ضرور سقوط از وجد	۴۶۳
عدم تنافی مزاح با کمال	۴۶۴
اقوال	
موتوا قبل ان تموتوا	۳۲۴
خلوت در انجمن	۳۲۶
القلب ارض اللہ الواسعہ	۳۴۲
امکان طی ارض	۳۶۳
تسمیہ بعض معاصی بکفر	۳۶۸
مظہریت انسان للحق	۳۶۶
از ہزاران کعبہ یکدل بہتر ست	۳۷۷
جہاد با شیطان	۳۷۹
وضو بخون	۳۸۷
قرب فرائض و قرب نوافل	۴۱۰
اثبات قلت قلب	۴۱۵
کل ما شغلک عن اللہ فھو طاغوتک	۴۱۸
القانی لا یرد	۴۲۹
تسمیہ جہاد نفس بجہاد اکبر	۴۳۹
من اراد ان یجالس اللہ فلیجالس اہل التصوف	۴۵۲
ریاء الشیخ خیر من اخلاص المرید	۴۶۵
توجیہات	

مضمون	صفحہ
دریا و آفتاب و غیرہا کذلک فی ذات صفات	۳۰۴
توجیہ تمثیل صفات بآب دریا	۳۶۲
تجلی حق در خلق بلا حلول و معنی اتحاد	۴۱۰
اتحاد بالمعنی المذکور	۴۱۱
ہمہ اوست	۴۱۸
خود رایدین و غیرہ گفتن	۴۳۵
حکم بموجودیت حق در ہر مکان	۴۵۱
اصلاح	
بیعت زنان بتول	۳۰۸
منع غلو در تارک لذات	۳۳۵
ترجیح شریعت بر حقیقت	۳۳۸
نفی تصرف مستقل عن الشیخ	۳۴۰
تحریم صور مشائخ	۳۴۳
منع عن الخلوۃ فی الریاضۃ	۳۴۷
عدم کفایت صحبت شیخ	۳۵۱
مبالغہ در تورع	۳۵۲
عدم اختیاریت و عدم دوام کشف	۳۵۳
عدم تعظیم تصویر بزرگان	۳۵۴
بطلان رسوم مخترعہ مجاورین	۳۵۴
ترجیح باطن امر شیخ بر ظاہر امر شیخ	۳۵۶
عدم استخلاف نااہل	۳۵۹
کراہت غلاف قبور	۳۶۰
عدم اعتقاد تقرب در ہر بذکر	۳۶۱
ترک تمائم غیر مشروعہ	۳۶۷
جواز استعمال تبرکات مشائخ	۳۶۷
حرمت سجدہ قبور	۳۷۰

صفحہ	مضمون
۳۴۰	اہتمام بجماعت
۳۷۲	ترک رسوم مقررہ عامہ
۳۷۴	منع از تخصیص الطلاق بطور قرینہ
۳۷۰	احتیاط در استناد شیخ
۳۷۷	احتجاب مریدہ از شیخ
۳۸۳	کف لسان عن الدقائق عند العوام
۳۸۳	بطلان عقیدۂ اباحت
۳۹۶	تفضیل شیخ بعنوان موہم تحقیر دیگرے
۴۰۸	امکان عدم اجابت دعائے کاملین
۴۰۹	متصرف مختار نبودن کاملین
۴۱۳	عدم اعتبار بہ مخوارق
۴۱۳	امکان کشف و اطلاع خواطر اہل باطل
۴۱۴	حرمت سماع و رقص متعارف
۴۱۵	حرمت ندرانہ ازمال کسبی و اجرت مثال وغیرہ
۴۱۵	مذمت تصنع بر تشبہ غیر کامل بہ کامل
۴۱۹	ابطال دعوی سینہ بسینہ شدن علم تصوف
۴۱۹	ذم نذر لغیر اللہ
۴۲۰	ذم مشیخت نااہل را
۴۲۲	ترک مبالغہ در ثنائے شیخ
۴۲۳	ترک جزم بولایت کسے
۴۲۵	ترک شاسیانہ یا عمارت بر قبر
۴۲۶	معاملات قبور
۴۳۳	تاثیر فسادنیت در مذبوح
۴۳۷	دعوے باطل کشف
۴۳۷	بے احتیاطی در نقل حدیث
۴۴۸	مذمت شیوخ مزورین
۴۴۸	عدم غرور بشرف نسبت
۴۴۹	عدم غرور بکشف و عدم اعتداد بکشف خلاف شرع
۴۵۱	ادب در شان خداوندی
۴۵۵	تحرز از اسباب تہمت
۴۶۴	گران بار سر انتقر مریدان را
	متفرقات
۳۲۱	برکت صحبت شیخ
۳۴۲	تفسیر خلاف ظاہر
۳۴۳	نور و ظلمت قلب
۳۵۳	جواز زیادت فی اذکار
۳۶۲	ادب شیخ بذکر تامین مبانی پیش او
۳۶۶	دفع اعتراض بر ترک لذات مباحہ
۳۶۷	دفع اعتراض بر توسع فی اللذات
۳۶۸	جواب اعتراض بر بہبدی العمل
۳۷۰	تنبیہ اکابر بر عدم لامن من الشیطان
۳۷۲	ادب تراص فی الحلقہ
۳۷۳	علاج وسوسہ
۳۹۵	ایصال اثر بتصرف
۳۹۸	تصرف
۴۰۴	تتمہ بودن خدمت اہل شیخ مرحقوق شیخ
۴۰۶	امکان مکث بلا غذا
۴۰۸	تصرف فی القلب
۴۰۹	اکرام اہل وطن شیخ
۴۱۳	آداب قبول ہدیہ
۴۱۴	اصل طریق تصوف

صفحہ	مضمون
۴۲۰	حقیقت نسبت باطنی
۴۲۱	ضرورت فکر و معرفت
۴۲۳	عدم تنافی مزاح و کمال
۴۲۴	تقبیل ید ان شیخ
۴۲۸	اصل طریق تصوف
۴۲۸	بیعت طریقت
۴۴۲	عنوان خاص مسئلہ منظریت
۴۴۳	ادب موتی کا لاحیار
۴۴۳	فیض باطنی از اہل قبور
۴۴۴	اثبات نور و ظلمت قلب
۴۴۴	طریق تلاوت
۴۴۵	اثبات صفات قلب
۴۵۲	عذر صاحب فیض در اہلاک نفس
۴۶۱	امکان مکث بلا غذا در معتاد
۴۶۵	فکر اصلاح اکابر را
	حقائق
۳۵۲	تکلم جمادات
	علاج
۴۳۶	دفع وسوسہ
۴۴۰	دفع وسوسہ
۴۴۰	دفع وسوسہ
۴۷۹ تا ۵۰۶	تائید الحقیقۃ بالآیات العتیقۃ
	تمام شد

التکشف عن مہمات التصوف

یعنی

حکیم الامۃ مجدد الملۃ حضرت مولانا مولوی اشرفعلی صاحب مدظلہم فیضہم کا عید عوام و خواص افراط و تفریط سے

پاک سچے تصوف کی حقیقت میں نہایت ضروری و مستند کتاب

بحمدہ والصلوٰۃ کہ اس زمانہ پرفتن میں منجملہ دیگر اغلاط عوام کے بڑی غلطی علم تصوف کے فہم میں ہوئی کہ کسی نے تو قولی و عملی بے قیدی کا نام تصوف رکھ لیا اور کسی نے محض رسوم کو تصوف کہا اور کسی نے صرف کثرت اوراد و وظائف کو تصوف کہدیا۔ اسی طرح اس کے مسائل وحدۃ الوجود وحدۃ الشہود وغیرہا کے سمجھنے میں صدہا غلطیاں کیں۔ اس فرقہ کو تو یہ ضرر پہنچا کہ اپنے عقائد خراب کئے بعضے شرک تک میں مبتلا ہو گئے اور بعض حضرات ایسے بڑھے کہ وہ تصوف کا اصل سے ہی انکار کر بیٹھے اور حضرات اولیاء اللہ رحمہم اللہ کی شان میں بے ادبی و گستاخی سے پیش آئے اور مسائل تصوف کو غیر ثابت بالکتاب والسنۃ اعتقاد کر لیا اور تصوف کو خلاف شریعت سمجھکر اس کے نام سے کوسوں بھاگنے لگے ان کو یہ ضرر ہوا کہ اس کے برکات سے محروم رہے اور قلب میں سقاوت پیدا ہو گئی اور بعض حضرات وہ ہیں جو منکر نہیں ہیں اور حضرات اولیاء اللہ کے بھی معتقد ہیں لیکن تصوف کو شریعت کا غیر سمجھتے ہیں اور جس نظر سے اس علم شریعت کو سمجھنا چاہئے اس نظر سے نہیں دیکھتے اور اس کے مسائل کو غیر ثابت بالسنۃ جانتے ہیں نظر برآں حکیم الامۃ جامع شریعت و طریقت مولانا موصوف الصدر نے یہ کتاب ایسی تالیف فرمائی جس سے تصوف کی حقیقت اور اس کے ضروری مسائل کی تحقیق جس میں لوگ غلطیاں کرتے ہیں واضح ہو گئیں۔ جو لوگ اس راہ کو قطع کر رہے ہیں یا ادھر متوجہ ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں ان کو تو خصوصاً اور عامہ مومنین کو عموماً اس کتاب کا مطالعہ کرنا بلکہ سبقاً سبقاً پڑھنا بہت ضروری ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ تمام اشکالات حل ہونیکے علاوہ بہت سے ایسے جدید فوائد ضروری دیکھنے میں آویں گے جو نہایت کارآمد ہیں چنانچہ تفصیل بیانات کی یہ ہے۔

جلد اول میں یہ مضامین ہیں مسائل متعلقہ نوافل۔ حقیقت طریقت یعنی خلاصہ سلوک حقوق طریقت یعنی طریقہ میں داخل ہو کر جو جو کام کرنے ہوں گے۔ تحقیق کرامت۔ تحقیق سمر رزم طلسم کشائے فریمسن یعنی فریمسن کی تحقیق علاج وساوس۔ بعض مضامین مفیدہ ضروریہ۔ خمسہ اردو برائے ترغیب طالبان مضامین عجیبہ ضروریہ۔ تذکیر موت۔ اشعار شوق موت

جلد دوم میں دو رسالے ہیں اول ملخص الانوار والتجلی۔ اس میں تصوف کے ایک اہم مسئلہ تنزلات ستہ

اور جامعیت انسان کی تحقیق نہایت عجیب اور سہل اور مطابق شریعت غرا کے فرمائی ہے یہ رسالہ عربی زبان میں ہے۔ دوسرا "فتوح" فی التعلق بالروح اردو اس رسالہ میں روح کے متعلق حکمائے متقدمین و متاخرین و صوفیہ کے مذاہب بیان فرمائے ہیں اور ان میں جو مذاہب باطلہ ہیں ان کی تردید اور مذہب حق کا اثبات اور عذاب و ثواب کس روح کو ہوتا ہے۔ اور یہ کہ روح مجرد ہے یا مادی تمام مباحث کو مفصل و مدلل بیان فرمایا ہے۔

جلد سوم اس کے دو جزو ہیں اول رسالہ مسائل المثنوی اردو ہے اس میں کلید مثنوی شرح دفتر اول مثنوی مولانا روم سے مسائل سلوک مثل وحدۃ الوجود و وحدۃ الشہود و معنی ان الوقت و ابو الوقت و مسئلہ تمکین و غیبت و طرق و وصول وغیرذلک کو ملتقط فرما کر نہایت خوبی سے جمع فرمایا ہے۔ اس کی تالیف کی غرض یہ تھی کہ جن لوگوں کو مثنوی شریف کی استعداد نہ ہو مگر اس کے مسائل پر مطلع ہونا چاہیں ان کو کلید مثنوی کی حاجت نہ رہے اور دوسرا جزو اس جلد کا بعض مضامین ضروریہ امداد الفتاوی کے ہیں جن کی خوبی اور ضرورت دیکھنے سے معلوم ہوتی ہے۔

جلد چہارم میں صرف رسالہ [illegible] رسالہ لسان الغیب حضرت حافظ شیرازی رح کے دیوان کی ردیف خا تک [illegible] کر بھرا گیا ہے۔ اس کی خوبی سے بیان قاصر ہے اور شرح [illegible] سلوک دیکھے تو اس وقت معلوم ہوگا کہ یہ کیا شے ہے۔

جلد پنجم اس کے تین جزو ہیں اول جزو حقیقۃ الطریقۃ اس میں تیرہ باب ہیں جن کے مضامین مختلط طور سے لکھے ہیں اور ہر مضمون پر اس باب کا بھی نام لکھدیا ہے جس باب کا وہ مسئلہ ہے۔ اور وہ تیرہ باب یہ ہیں۔ اخلاق۔ احوال۔ اشغال۔ تعلیمات۔ علامات۔ فضائل۔ عادات۔ رسوم۔ مسائل القول توجیہات۔ اصطلاح۔ متفرقات۔ ان ابواب کے مضامین کردہ تین سو تیس احادیث صحیحہ سے ثابت فرمایا ہے جس کے دیکھنے سے صوفی غالی کا غلو اور منکر تصوف کا انکار کافور ہو جاتا ہے۔ یہ کتاب بالکل ایک نئی شان سے لکھی گئی ہے۔ حضرات صوفیہ رحمہم اللہ کے اشغال و رسوم وغیرہا کو حدیث سے ثابت فرمایا ہے۔ دوسرا جزو اس جلد کا رسالہ النکت الدقیقہ ہے اس میں بعض مضامین ضیاء القلوب و دیگر رسائل کو بھی (جن پر بعض اہل ظاہر حضرات کے شبہات ہیں اور ان کو بدعت فرماتے ہیں) احادیث سے ثابت فرمایا ہے۔ تیسرا جزو تائید الحقیقۃ عربی مع ترجمہ اردو ہے جو کہ حقیقۃ الطریقۃ کے بعد ہے۔ اس میں آیات سے مقاصد سلوک کو ثابت فرمایا ہے۔ اس مرتبہ تمام جلدوں کو ایک جگہ رکھا ہے۔

المشتہر

محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلاں دہلی